شرح ابوداؤد شریف

جلد 8

امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی

ترجمہ

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شرح ابوداؤد شریف

مترجم	___	ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر
شارح	___	علامہ محمد لیاقت علی رضوی
باہتمام	___	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	___	ستمبر 2016ء
سرورق	___	اے ایف ایس ایڈورٹائزرز
طباعت	___	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ	___	روپے

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر، 40 اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

مقدمہ رضویہ

الْحمدلله الَّذِی أوضح وُجُوہ معالم الدّین وأفضح وُجُوہ الشّک بکشف النقاب عَن وَجہ الْیَقِین بالعلماء المستنبطین الراسخین والفضلاء الْمُحَقِّقین الشامخین الَّذین نزهوا كَلَام سید الْمُرْسلین ممیزین عَن زیف المخلطین المدلسین وَرفعُوا مناره بنصب العلائم وأسندوا عمده بأقوى الدعائم حَتَّى صَار مَرْفُوعا بِالْبناءِ العالی المشید وبالاحکام الموثق المدمج الْمُؤَكّد مسلسلا بسلسة الْحِفْظ والاسناد غیر مُنْقَطع وَلَا واه إِلَى یَوْم التناد وَلَا مَوْقُوف على غَیره من المبانی وَلَا معضل مَا فِیهِ من الْمعَانِی (وَالصَّلَاة) على من بعث بِالدّینِ الصَّحِیح الْحسن وَالْحق الصَّرِیح السّنَن الْخَالِی عَن الْعِلَل القادحة والسالم من الطعْن فِی أدلته الراجحة مُحَمَّد المستأثر بالخصال الحمیدة والمجتبى الْمُخْتَص بالخلال السعیدة وعَلى آله وَصَحبه الْكِرَام مؤیدی الدّین ومظهری الْإِسْلَام وعَلى التَّابِعین بِالْخَیرِ وَالْإِحْسَان وعَلى عُلَمَاء الْأمة فِی كل زمَان مَا تغرد قمری على الْورْد والبان وناح عندلیب على نور الاقحوان (وَبعد) فَإِن عانی رَحْمَة ربه الْغَنِی مُحَمَّد لیاقت على الرضوی الحنفی عَامله ربه ووالدیه بِلُطْفِهِ الْخَفی یَقُول أَن السّنة إِحْدَى الْحجَج القاطعة وأوضح المحجة الساطعة وَبهَا ثُبُوت أَكثر الْأَحْكَام وَعَلَیْهَا مدَار الْعلمَاء الْأَعْلَام وَكَیف لَا وَهِی القَوْل وَالْفِعْل من سید الْأَنَام فِی بَیَان الْحَلَال وَالْحرَام الَّذین عَلَیْهِمَا مَبْنِی الْإِسْلَام فَصرف الاعمار فِی اسْتِخْرَاج كنوزها من أهم الْأُمُور وتوجیه الافكار فِی استكشاف رموزها من تعمیر العمور لَهَا منقبة تجلت عَن الْحسن والبها ومرتبة جلت بالبهجة والسنا وَهِی أنوار الْهِدَایَة ومطالعها ووسائل الدِّرَایَة وذرائعها وَهِی من مختارات الْعُلُوم عینهَا وَمن متنقدات نقود المعارف فضها وعینها ولولاها لما بَان الْخَطَأ عَن الصَّوَاب وَلَا تمیز الشَّرَاب من السراب وَلَقَد تصدت طَائِفَة من السّلف الْكِرَام مِمَّن كساهم الله تَعَالَى جلابیب الْفَهم والافهام ومكنهم من انتقاد الْأَلْفَاظ الفصیحة المؤسسة على الْمعَانِی الصَّحِیحَة وأقدرهم على الْحِفْظ بالحفاظ من الْمُتُون والالفاظ إِلَى جمع سنَن من سنَن سید الْمُرْسلین هادیة إِلَى طرائق شرائع الدّین وَتَدْوِین مَا تفرق مِنْهَا فِی أقطار بِلَاد الْمُسلمین بتفرق الصَّحَابَة وَالتَّابِعِینَ الحاملین والفقهاء مذاهب الاربعة۔

کِتَابُ الدِّیَاتِ

یہ کتاب دیات کے بیان میں ہے

دیت وقصاص کے لغوی معانی کا بیان

لغوی معنی، القود وھو القتل بالقتل او الجرح بالجرح، قتل کے بدلے قتل کرنا اور زخم کے بدلے زخم لگانا۔

(علامہ ابن منظور افریقی، لسان العرب، 11، 192، طبع بیروت)

قص فلان فلانا وضربہ ضربا فاقصہ ای ادناہ من الموت، فلاں نے فلاں سے قصاص لیا اور اسے مار مار کر ادموا کر دیا۔ (ابو القاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغب الاصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ص 404، علامہ سید مرتضی الحسینی الواسطی الزبیدی الحنفی، شرح تاج العروس من جواہر القاموس، 4، 423، طبع بیروت)

قتل کی اقسام

قتل کی پانچ قسمیں ہیں۔

قتل عمد قتل شبہ عمد قتل خطاء قتل قائم مقام خطاء قتل بسبب

1۔ قتل عمد

قتل عمد وہ ہے جس میں نیت قتل ہو، دھار دار لوہے سے، جیسے تلوار، چھری، نیزہ، سُوا وغیرہ۔ یونہی بندوق، پستول، ریوالور، گن وغیرہ، آگ، شیشہ یا کسی دھات سے بنا ہوا کوئی ہتھیار۔

2۔ قتل شبہ عمد

ارادے کے ساتھ چھوٹی چھڑی، چھوٹا پتھر یا مکہ رسید کرنا، جن سے اکثر کوئی مرتا نہیں مگر یہ مر گیا۔

3۔ قتل خطاء

نیت کسی انسان کو مارنے کی نہ تھی مگر غلطی سے کوئی انسان مارا گیا۔ مثلاً شکار پر گولی چلائی اور آدمی قتل ہو گیا۔

4۔ قائم مقام خطاء

جیسے سویا ہوا شخص پہلو بدلے اور دوسرا اس کے نیچے آ کر مر جائے، قتل خطاء و قائم مقام خطاء کا حکم ایک جیسا ہے۔

5۔ قتل بسبب

مثلاً کسی نے کنواں کھودا، یا راستہ میں پتھر رکھا، کوئی شخص کنویں میں گر کر مر گیا یا پتھر سے ٹکرا کر مر گیا تو اس کا حکم یہ ہو گا کہ

کنواں کھودنے والے یا پتھر رکھنے والے کے خاندان پر دیت لازم ہوگی، اس میں کفارہ نہیں نہ قاتل محروم الارث ہوگا۔

قتل عمد کی سزا

ایسا قتل گناہ کبیرہ ہے۔

قصاص لازم آتا ہے۔ ہاں اگر مقتول کے ورثاء چاہیں تو قاتل سے دیت لے کر بغیر دیت لیے قاتل کو معاف کر سکتے ہیں۔

(2) قتل شبہ عمد کا حکم،

1۔ گناہ کبیرہ کہ مارنے کی نیت تھی۔ کفارہ کہ شبہ خطاء ہے۔ اور قاتل کے خاندان پر مکمل دیت لازم ہوگی۔

یہ دیت تین سال میں دینا ہوگی۔ قتل شبہ عمد سے اگر قاتل مقتول کا شرعاً وارث تھا تو قتل کی وجہ سے میراث سے محروم ہو جائے گا۔

(3) قتل خطاء

اس کی دو قسمیں ہیں۔

1۔ خطائی القصد: مثلاً شکار سمجھ کر آدمی کو مار دیا۔ یا حربی سمجھ کر مار دیا۔ حالانکہ وہ مسلمان تھا۔

2۔ خطاء فی الفعل: نشانے پر مارتا تھا آدمی کو لگ گیا۔ اس سے قاتل پر کفارہ اور اس کے خاندان (ورثاء) پر دیت لازم ہو گی۔ اس میں گناہ نہیں۔ یہ دیت تین سالوں میں مقتول کے ورثا کو دینا ہوگی۔ قاتل اگر مقتول کا قانوناً وارث تھا تو محروم ہو جائے گا۔

(ہدایہ مختصر،4، 476)

قتل قائم مقام خطأ

مثلاً سویا ہوا شخص پہلو بدلتا ہے اور کوئی ساتھ والا اس کے نیچے آ کر مر جاتا ہے۔ اس کا حکم بھی قتل خطا والا ہی ہے۔

(ہدایہ،4، 477)

قصاص کہاں کہاں واجب ہے۔

ہر محفوظ الدم کے قتل پر ہمیشہ قصاص لازم ہے جبکہ عمداً ہو۔ آزاد کو آزاد کے بدلہ میں اور یونہی آزاد کو غلام باندی (محکوم) کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔ قصاص کا دارومدار برابری پر ہے۔ عصمت خون دو وجہ سے ہے یا مسلمان ہونے سے یا دارالاسلام میں رہنے سے خواہ غیر مسلم ہو۔ مسلمان کو ذمی اور ذمی کو مسلمان کے بدلے قتل کیا جائے گا۔

مسلمان یا ذمی کو مستامن کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ مستامن کو مستامن کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ مرد کو عورت کے بدلے چھوٹے کو بڑے۔ صحیح کو اندھے اور دائمی بیمار اور ناقص الاعضاء اور پاگل کے عوض قتل کیا جائے گا۔ باپ کو بیٹے کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ بیٹے کو باپ کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔ (ہدایہ 4-478)

جس نے کسی عمداً زخمی کیا کچھ عرصہ بعد زخمی مر گیا، زخم لگانے والے کو قصاص کے طور پر قتل کیا جائے گا۔ پوری جماعت نے دانستہ ایک آدمی کو قتل کیا۔ سب کو بطور قصاص قتل کیا جائے گا۔ اگر ایک شخص نے دانستہ پوری جماعت کو قتل کیا، مقتولوں کے والی وارث حاضر تھے سب کی طرف سے اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور بس جس پر قصاص تھا وہ مر گیا تو قصاص ختم۔ (مختصر ہدایہ 4، 487)

اقسام قتل واحکام قتل

قتل کی چار قسمیں ہیں۔

واجب مباح محظور (ممنوع) نہ واجب نہ محظور نہ مباح۔

1۔ قتل واجب

ہم سے لڑنے والے کافر، قیدی ہونے سے اور امان ملنے، یا معاہدہ ہونے سے پہلے، صرف قابل قتال مرد، عورتیں اور بچے جو ہم سے نہ لڑیں ان میں شامل نہیں۔ یونہی وہ باغی جو مسلح ہو اور اسلامی فوج سے لڑیں اگر توبہ سے پہلے گرفتار ہوں تو واجب القتل ہیں۔ یونہی جو شخص محفوظ الدم انسان کو قتل کرنا چاہے تو ہم پر لازم ہے کہ اس کو قتل کر دیں۔ مثلاً مسلمان۔ معاہد۔ ذمی وغیرہ کو مارنا چاہے۔ یونہی جادوگر۔ شادی شدہ زانی، اور جو بھی قتل حدا واجب ہو۔ یہ سب قتل واجب کی قسمیں ہیں۔

2۔ قتل مباح

جو کسی بے گناہ کو قتل کرے اور اسے قصاص میں قتل کرنے کا فیصلہ ہو۔ مقتول کے ولی کو اختیار ہے کہ اسے قتل کرے یا خون بہا (دیت) لے کر یا بغیر دیت معاف کر دے۔ یہ قتل مباح پیٹ یا سر میں پہنچنے والے زخم ایک تہائی 1/3 دیت۔ ہڈی کو پہنچنے والے زخم کی دیت پندرہ اونٹ، ہاتھ یا پاؤں کی ایک انگلی ضائع کرنے پر دس اونٹ، اور دانت توڑنے کی دیت پانچ اونٹ، (نسائی، دارمی)

امام مالک کی روایت میں ہے آنکھ ضائع کرنے کی دیت پچاس اونٹ، اور ہاتھ کی دیت بھی پچاس اونٹ، اور پاؤں کی دیت بھی پچاس اونٹ، اور ہڈی سے گوشت اتارنے والے زخم کی دیت پانچ اونٹ۔ (مشکوۃ ص303)

دیت کی مقدار

قتل خطاء کی دیت (خوں بہا) سو اونٹ ہے۔ تفصیل یہ ہے۔ بیس سال بھر عمر والی اونٹنیاں، بیس دو سال عمر والے، بیس سال بھر کے اونٹ (مذکر)، بیس حقے (چار سالہ) اور بیس جذع (پنجسالہ)۔ اس طرح،

سال بھی عمر والی اونٹنیاں ________ 20 (بنت مخاض)

دو سالہ اونٹنیاں ____________ 20 (بنت لبون)

سال بھی عمر کے اونٹ ________ 20 (ابن مخاض)

چار سالہ اونٹ ____________ 20 (حقہ)

پانچ سالہ اونٹ ____________ 20 (جذعہ) (ہدایہ، 499، البحر الرائق 8، 327)

وان ورد بلفظ الخطاء لکن غیرہ ملحق بہ انہ مجمل فی بیان القدر فبین علیہ الصلوۃ والسلام قدر الدیۃ بقولہ علیہ الصلاۃ والسلام فی النفس المومنتہ مائۃ من الابل

گو قرآن میں قتل خطاء کے ساتھ دیت کا ذکر ہے مگر دوسرا (قتل عمد) بھی اس سے ملحق ہے۔

ہاں مقدار دیت مجمل ہے۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یوں بیان فرمایا۔ مومن کی جان کی دیت سو اونٹ

ہے۔(بدائع الصنائع 257،7)

اطلق سبحانہ و تعالیٰ القول بالدیۃ فی جمیع انواع القتل من غیر فعل فدل ان الواجب فی الکل علی قدر واحد۔

اللہ تعالیٰ نے قتل کی تمام قسموں پر بلا تفریق دیت کا لفظ بولا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ دیت سب صورتوں میں ایک جیسی لازم ہے۔(بدائع الصنائع 7، 255)

نفس مومنہ کی دیت سو اونٹ ہے۔ نفس مومنہ میں مرد عورت، بچہ، بڑا، کمانے والا، نہ کمانے والا۔

مرد عورت کی دیت برابر

بیمار، تندرست، بے کار، بیروزگار، صاحب روزگار، معذور سبھی شامل ہیں۔ سب انسانوں۔ مسلمانون اور ذمیوں (غیر مسلم لوگ جو دارالاسلام مین رہتے ہیں) مردوں۔ عورتوں کے خون کے برابر قدر و منزلت رکھتے ہیں۔ اور سب کی دیت شرعاً برابر ہے۔ واجب نہیں۔ یونہی حربی قیدی جو ہمارے قبضہ میں ہیں، امام کو اختیار ہے کہ انہیں قتل کرے یا چھوڑ دے، یونہی جو مسلمان دارالحرب میں چلا جائے اسے وہاں دشمن کو قتل کرنا یا قیدی بنانا جائز ہے۔

3۔ قتل محظور (ممنوع)

اس کی چند صورتیں ہیں:۔

جس میں قصاص واجب ہے۔ یہ ہے مسلمان کو دارالاسلام میں، بلا شبہ قصداً عمداً قتل کرنا، اس کی سزا یہ ہے کہ قاتل کو قصاص مین قتل کیا جائے۔

ایک وہ قتل ہے جس میں قصاص نہیں دیت ہے، یہ قتل شبہ عمد میں ہے، یونہی باپ کا بیٹے کو قتل کرنا، اور حربی مستامن اور معاہد کو قتل کرنا، جہاں شبہ پیدا ہو جائے وہاں قصاص نہیں دیت ہے۔

4۔ وہ قتل جس پر قاتل پر کوئی سزا نہیں

دارالحرب میں رہنے والے مسلمانوں کو دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے قتل کرنا یونہی دارالحرب میں قیدی مسلمان کو قتل کرنا۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر، قاتل کے لئے کوئی حد نہیں، ہاں تعزیر کا دروازہ کھلا ہے۔ وہ دی جا سکتی ہے۔

5۔ وہ قتل جو نہ واجب ہے نہ مباح نہ ممنوع

یہ ہے خطاء یا بھول سے قتل کرنے والے کا قتل کرنا سونے والے۔ پاگل اور بچے کا کسی کو قتل کرنا۔ (امام ابو بکر احمد بن علی رازی الجصاص الحنفی م 370ھ احکام القرآن 2، 244 طبع لاہور)

مقدار دیت

1۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات متواترہ متوارثہ سے یہ وضاحت فرمائی گئی ہے کہ دیت کی مقدار سو اونٹ ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

الا ان دية الخطاء اشبه العمد ما كان بالسو والعصاء مائة من الابل

سنو! قتل خطا کی دیت قتل عمد کی طرح ہے۔ جو کوئی کوڑے یا لاٹھی سے قتل کیا جائے اس کی دیت سو اونٹ ہے نسائی۔ ابن ماجہ، دارمی، ابوداود۔

2۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کو جو خط لکھا تھا اس میں یہ وضاحت موجود ہے۔

من اعتبط مومنا قتلا فانه قورده الا ان يرضى اولياء المقتول وفيه ان الرجل يقتل بالمراة وفيه في النفس الدية مائة من الابل وعلى اهل الذهب الف دينار الخ

جو کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کرے تو وہ اپنے کیے کے عوض قصاصاً قتل کیا جائے گا۔ ہاں اگر مقتول کے والی وارث (دیت پر یا بغیر دیت معاف کرنے پر) راضی ہو جائیں (تو کر سکتے ہیں)۔

قتل ناحق۔ قرآن کریم کی روشنی میں

(1) مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا.

جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد انگیزی (کی سزا) کے بغیر (ناحق) قتل کر دیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا اور جس نے اسے (ناحق مرنے سے بچا کر) زندہ رکھا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو زندہ رکھا (یعنی اس نے حیات انسانی کا اجتماعی نظام بچا لیا) (المائدہ، 5،32)

(2) وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا. وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا.

اور کسی مسلمان کے لئے (جائز) نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کر دے مگر غلطی سے، اور جس نے کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کر دیا تو (اس پر) ایک مسلمان غلام (یا باندی) کا آزاد کرنا اور خون بہا (کا ادا کرنا) جو مقتول کے گھر والوں کے سپرد کیا جائے (لازم ہے) مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں، پھر اگر وہ (مقتول) تمہاری دشمن قوم سے ہو اور وہ مومن (بھی) ہو تو (صرف) ایک غلام (یا باندی) کا آزاد کرنا (ہی لازم) ہے، اور اگر وہ (مقتول) اس قوم میں سے ہو کہ تمہارے اور ان کے درمیان (صلح کا) معاہدہ ہے تو خون بہا (بھی) جو اس کے گھر والوں کے سپرد کیا جائے اور ایک مسلمان غلام (یا باندی) کا آزاد کرنا (بھی لازم) ہے۔ پھر جس شخص کو (غلام یا باندی) میسر نہ ہو تو (اس پر) پے در پے دو مہینے کے روزے (لازم) ہیں۔ اللہ کی طرف سے (یہ اس کی) توبہ ہے، اور اللہ خوب

جاننے والا بڑی حکمت والا ہے O اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے کہ مدتوں اس میں رہے گا اور اس پر اللہ غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور اس نے اس کے لئے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔(النساء،4،92-93)

(3) وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ

اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے (قتل کرنا) اللہ نے حرام کیا ہے بجز حق (شرعی) کے (یعنی قانون کے مطابق ذاتی دفاع کی خاطر اور فتنہ و فساد اور دہشت گردی کے خلاف لڑتے ہوئے)، (الانعام،6،152)

امام رازی فرماتے ہیں تمام علمائے امت اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں۔

فوجب ان یکون الحکم ثابت بالسویة

سو لازم ہے کہ حکم بھی اس میں برابر برابر ثابت ہو۔(تفسیر کبیر،10،233 طبع ایران)

قتل ناحق احادیث مبارکہ کی روشنی میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لا یحل دم امرء مسلم یشھدان لا الہ اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی ثلث النفس بالنفس والثیب الزانی والمارق لدینہ التارک للجماعة۔

کسی مسلمان کا خون بہانا جو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں تین میں سے کسی ایک جرم کے بدلہ میں ہی حلال ہوسکتا ہے۔ کسی کے بدلہ میں شادی شدہ زانی، دین کو چھوڑ کر جماعت سے الگ ہونے والا۔(متفق علیہ)

تمام مسلمانوں کے خون کے برابر ہیں،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

المسلمون تتکافؤ دماؤھم ویسعی بذمتھم ادناھم ویرد علیھم اقصاھم وھم ید علی من سواھم۔

مسلمانوں کے خون برابر ہیں، اور ان کا عام آدمی ان کے وعدے (معاہدے) کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا اور ان کا دور والا ان پر مال غنیمت لوٹائے گا۔ اور دوسرے (مسلمانوں کی مدد کرنے میں) ایک ہاتھ کی طرح ہیں۔(ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

جس کو خون یا زخم سے تکلیف پہنچائی جائے اس کو تین میں سے ایک چیز کا اختیار ہے۔ اگر چوتھی چاہے تو اس کو ہاتھ پکڑلو!

بین ان یقتص او یعفو او یاخذا العقل،

قصاص (بدلہ) لے یا معاف کردے۔ یا دیت (خون بہا) لے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک چیز لے لی۔ پھر اس کے بعد زیادتی کی تو اس کے لئے دوزخ ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہے۔(داری)

مقدار دیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چھنگلی اور انگوٹھے کی دیت برابر ہے۔(یعنی دس دس اونٹ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اہل یمن کی طرف۔ جو خط لکھا، اس میں یہ بات بھی تھی۔

جس نے کسی مسلمان کو بے قصور قتل کیا اس سے قصاص لیا جائے۔ ہاں اگر مقتول کے وارث دیت پر راضی ہو جائیں تو دیت پر صلح ہو سکتی ہے۔ اس میں یہ بھی تھا کہ مرد کو عورت کے بدلہ قتل کیا جائے گا۔ اس میں یہ بھی تھا کہ

فی النفس الدیة مائة من الابل وفی الاسنان دیة

جان کی دیت سو اونٹ اور دانتوں (کے توڑنے) پر دیت ہے۔ ہونٹوں میں دیت ہے۔ خصیوں میں دیت ہے۔ آلہ تناسل میں دیت ہے۔ کمر میں دیت ہے۔ آنکھوں میں دیت ہے۔ ایک پاؤں میں آدھی دیت ہے۔ اور دماغی زخم میں ایک تہائی دیت ہے۔ پیٹ کے زخم میں تہائی دیت ہے۔ ہڈی توڑنے یا اپنے محل سے نکالنے پر پندرہ اونٹ اور ہاتھ پیر کی ہر انگلی کی دیت دس اونٹ۔ دانت توڑنے کی پانچ اونٹ۔ نسائی، دارمی، موطا امام مالک میں ہے آنکھ پھوڑنے کی پچاس اونٹ، ہاتھ کی پچاس اونٹ۔ پاؤں کی بھی پچاس اونٹ۔ اور وہ زخم جس سے گوشت ہڈی سے اتر جائے اور ہڈی ننگی ہو جائے پانچ اونٹ۔ (مشکوۃ ص303)

شبہ عمد کی دیت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ قتل شبہ عمد کی دیت تین حصوں میں تقسیم ہوگی۔ 33 حقے۔ اونٹ کا وہ بچہ جو تین سال گزار کر چوتھے میں ہو۔ 33 جذعے جن پر چار سال گزر جائیں پانچویں میں ہو۔ 34 چھ سالہ۔ (ابوداؤد)

فقہائے کرام سے،

الدیة. المال الذی هو بدل النفس

جان کے مقابلہ میں مال۔

الدیة اسم لضمان یجب بمقابلة الادمی او طرف منه

دیت نام ہے اس تاوان کا جو آدمی یا اس کے کسی عضو کے بدلے ادا کیا جائے۔

(فتح القدیر شرح ہدایہ، 9، 204، البحر الرائق، 8، 327)

الدیة فی الشرع اسم للمال الذی هو بدل النفس

شریعت میں دیت نام ہے اس مال کا جو جان کے بدلہ میں دیا جائے۔ (الدر المختار رد المختار شامی، 6، 573)

محرر مذہب! امام محمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

هی فی الشرع اسم للمال الذی یجب ضمانا بدل النفس او الطرف منها

شریعت میں دیت نام ہے۔ اس مال کا جو جان یا کسی عضو کے بدلے میں لازم ہو۔

ان فی النفس مائة من الابل

بیشک جان کی دیت سو اونٹ ہے۔ (کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ، 4، 255)

الدیته قیمة النفس مائة من الابل

دیت جان کی قیمت ہے۔ (کتاب الحجہ،4،258)

ابوبکر جصاص حنفی نے فرمایا۔

الدیة قیمة النفس وقد اتفق الجمیع علی ان لها مقدارا معلوما لا یزاد علیه ولا ینقص منه وانها غیر ما کولة الی اجتهاد الرای

دیت جان کی قیمت ہے اور اس پر سب آئمہ کا اتفاق ہے کہ اس کی مقدار معلوم ومتعین ہے نہ اس پر اضافہ ہوسکے نہ اس میں کمی۔ اور نہ اسے اجتہاد رائے کے حوالہ کیا جائے۔ (امام محمد بن حسن شیبانی کتاب الحجہ،4،258)

دیت ومقدار دیت

ان الدیة مصدر ودی القاتل المقتول اذا اعطی ولیه المال الذی هو بدل النفس ...فی القاموس الدیة بالکسر حق القتیل ....فی الصحاح ودیت القتیل ادیه اذا اعطیت دیته .... فی الکافی الدیه الذی هو بدل النفس والارش اسم للواجب علی ما دون النفس .... الظاهر .... الدیة مختصة بما هو بدل النفس ... فالا ظهر فی تفسیر الدیة ما ذکر صاحب الغایة اخرا .... الدیة اسم لضمان یجب بمقابلة الادمی اوطرف منه

دیت مصدر ہے، قاتل نے مقتول کی دیت دی، یعنی اس کے وارث کو وہ مال دیا جو جان کا بدلہ ہے۔۔۔۔ قاموس میں ہے دیۃ کسرہ کے ساتھ بمعنی مقتول کا حق۔۔۔۔ امام جوہری کی کتاب صحاح میں ہے، میں نے مقتول کی دیت دی۔۔۔۔ کتاب کافی ہے۔ دیت وہ مال جو جان کا بدلہ ہے۔ ارش (تاوان) وہ مال جو جان سے کمتر زخم لگانے پر لازم آئے۔ ظاہر یہی ہے کہ دیت صرف اس مال پر بولا جاتا ہے جو جان کا عوض ہے۔۔۔۔ زیادہ ظاہر دیت کی تفسیر میں وہ عبارت ہے جسے مصنف عایہ نے آخر میں لکھا ہے۔ کہ دیت اس تاوان کا نام ہے جو آدمی یا اس کے کسی عضو کے مقابلہ میں واجب ہو۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ،9،204)

الدیة ضمان الدم

دیت خون کا تاوان ہے۔ (بدائع الصنائع،7)

ان الادمیة فیه اصل والمالیة عارض وتبع والعارض لا یعارض الاصل والتبع لا یعارض المتبوع

غلام میں انسان ہونا اصل ہے اور مال ہونا عارضی اور تابع ہے اور عارضی چیز اصل کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ یونہی تابع متبوع کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

الثالث ان المال خلق وقایة النفس والنفس ما خلق وقایة للمال فکانت الادمیة فیه اصلا وجودا وبقاء وعرضا والثانی حرمة الادمی فوق حرمة المال. لان حرمة المال

لغيره وحرمة الادمي لعينه فكان اعتبار النفسية واهدار المالية اولى من القلب.

تیسری بات یہ ہے کہ مال جان بچانے کے لیے پیدا ہوا ہے، انسان مال بچانے کے لیے پیدا نہیں ہوا۔ پس اس مسئلہ میں آدمی ہونا اصل ہے وجود، بقاء اور ملحوظ رکھنے میں، دوسری بات یہ ہے کہ انسان کی عزت مال کی عزت سے زیادہ ہے۔ اس لیے کہ مال کی عزت غیر کی وجہ سے ہے جب کہ آدمی کی حرمت اس کی اپنی وجہ سے ہے۔ پس ذات کا اعتبار کرنا اور مال کا نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ اس کے برعکس کرنے سے ہے۔ (بدائع الصنائع،7،258)

انسانی اعضاء کی دیت سے متعلق تفصیل کا بیان

1۔ ناک کے نرم حصہ کی دیت مکمل 100 اونٹ یا ایک ہزار دینار (سونا)

2۔ زبان کاٹو دیت مکمل 100 یا دس ہزار درہم (چاندی)

3۔ آلہ تناسل ضائع کردیا دیت مکمل 100

4۔ خصیے ضائع کردیے، دیت مکمل 100

5۔ حشفہ آل تناسل کا سرا، دیت مکمل 100

6۔ ضرب لگنے سے عقل زائل ہو جائے تو دیت مکمل 100

7۔ ضرب لگنے سے قوت سماعت، دیت مکمل 100

8۔ ضرب لگنے سے بصارت زائل، دیت مکمل 100

9۔ ضرب لگنے سے شامہ (سونگھنے کی)، دیت مکمل 100

10۔ ضرب لگنے سے ذائقہ زائل ہو جائے، دیت مکمل 100

11۔ کسی کی داڑھی مونڈھ لی اور پھر بال نہ آگے، دیت مکمل 100

12۔ سر کے بال مونڈھ لیے تو دیت مکمل 100

13۔ دونوں ابرو مونڈھ دیے مکمل دیت 100

14۔ ایک ابرو مونڈھ دیا نصف دیت 50

15۔ دونوں آنکھوں۔ دونوں ہاتھوں۔ دونوں پاؤں 100، 100، 100 تین دیتیں۔

16۔ دونوں ہونٹوں، دونوں کانوں، دونوں خصیوں کے کاٹنے پر 100، 100، 100، تین دیتیں۔ ان سب میں۔

17۔ اگر ایک ایک کاٹا تو نصف دیت یعنی 50 اونٹ۔

18۔ عورت کے دو پستان کاٹنے پر دیت مکمل دیت 100 اونٹ ایک پر نصف یعنی 50 اونٹ۔

19۔ عورت کے دونوں پستانوں کے سرے کاٹنے پر مکمل دیت۔

20۔ایک کاٹنے پر نصف دیت۔

21۔آنکھوں کی چار پلکیں کاٹنے پر پوری دیت۔اور ایک پر چوتھائی ؟احتمال ہے۔کہ اس سے مراد بال ہوں یا، بال اگنے کی جگہ حکم سب کا یکساں ہے۔

22۔ہاتھ پاؤں کی ہر انگلی کی دیت دس اونٹ۔

23۔جن انگلیوں میں تین پورے ہیں ان میں سے ہر پورے کی دیت پوری انگلی کی دیت کی ایک تہائی۔10/3،جن میں دو پورے ہیں، ہر پورے کی دیت پانچ، پانچ اونٹ۔

24۔ہر دانت توڑنے کی دیت پانچ اونٹ۔داڑھیں، دانت سب برابر ہیں۔(الخ)

25. فان القته حيا ثم مات ففيه كاملة

اگر حاملہ کو مارنے سے اس کا زندہ بچہ گرا پھر مر گیا تو پوری دیت۔

ويستوي فيه الذكر والانثى

اس میں مذکر ومونث کی دیت برابر ہے۔

مگر پوری عورت کو قتل کیا جائے اسکی دیت مرد کی دیت سے آدھی یعنی پچاس اونٹ۔

لاحول ولا قوة الا بالله العلى العظيم.

امام ابن ہمام ہدایہ مع فتح القدیر، 9، 216 علامہ ابن نجیم حنفی، البحر الرائق، 8، 332 علامہ ابن عابدین ردالمختار شامی، 6، 579 علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی بدائع الصنائع، 7، 296 علامہ عبدالرحمان الجزیری الفقہ علی المذاہب الاربعہ، 5، 335 طبع بیروت، علامہ شیخ نظام الدین وجماعۃ من علماء الہند، فتاوی عالمگیری، 6، 28

ہم نے یہ چوبیس مسائل ناقابل تردید حوالہ جات کے ساتھ نقل کر دیے ہیں۔تاکہ اہل علم ہی نہیں۔عام مسلمان بھی انہیں پڑھیں اور خدا توفیق دے تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر دھیان دے کر اپنے ضمیر سے فیصلہ لیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا نیکی اور بدی کی حقیقت پوچھنے آئے ہو انہوں نے عرض کی جی حضور! سرکار نے ان کے سینے پر دست شفقت مارتے ہوئے فرمایا۔

استفت نفسك استفت قلبك

تین بار فرمایا اپنے نفس سے فتویٰ مانگ۔اپنے دل سے فتویٰ مانگ۔

البر ما اطمانت اليه النفس واطمان اليه القلب والاثم ما حاك في النفس وتردد في الصدر وان افتاك الناس.

نیکی وہ ہے جس پر نفس مطمئن ہو جائے۔دل مطمئن ہو جائے۔اور گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور سینے میں متردد ہو، خواہ لوگ تجھے اس کے بارے میں فتوے دیتے پھریں۔(مشکوۃ ص 242 بحوالہ احمد، دارمی)(مفتی: عبدالقیوم ہزاروی)

بَابُ النَّفْسِ بِالنَّفْسِ

باب: جان کے بدلے میں جان

4494- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ مُوسَى، عَنْ عَلِيِّ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ قُرَيْظَةُ وَالنَّضِيرُ، وَكَانَ النَّضِيرُ أَشْرَفَ مِنْ قُرَيْظَةَ، فَكَانَ إِذَا قَتَلَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْظَةَ رَجُلًا مِنَ النَّضِيرِ قُتِلَ بِهِ، وَإِذَا قَتَلَ رَجُلٌ مِنَ النَّضِيرِ رَجُلًا مِنْ قُرَيْظَةَ فُودِيَ بِمِائَةِ وَسْقٍ مِنْ تَمْرٍ، فَلَمَّا بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَتَلَ رَجُلٌ مِنَ النَّضِيرِ رَجُلًا مِنْ قُرَيْظَةَ فَقَالُوا: ادْفَعُوهُ إِلَيْنَا نَقْتُلْهُ فَقَالُوا: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَوْهُ، فَنَزَلَتْ: (وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ) (المائدۃ: 42)، وَالْقِسْطُ: النَّفْسُ بِالنَّفْسِ، ثُمَّ نَزَلَتْ: (أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ) (المائدۃ: 50)

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قُرَيْظَةُ وَالنَّضِيرُ جَمِيعًا مِنْ وَلَدِ هَارُونَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (مدینہ منورہ میں) قریظہ اور نضیر (یہودیوں کے) دو قبیلے تھے، ان میں سے نضیر قبیلے کے لوگ قریظہ سے زیادہ معزز سمجھے جاتے تھے، قریظہ قبیلے کا کوئی شخص اگر نضیر قبیلے کے کسی شخص کو قتل کر دیتا، تو اس کے بدلے میں اسے بھی قتل کر دیا جاتا، اور جب نضیر قبیلے کا کوئی شخص قریظہ قبیلے کے کسی شخص کا قتل کرتا، تو اس کے فدیے (یا دیت) کے طور پر کھجور کے ایک سو وسق دے دیے جاتے، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا، تو اس کے بعد نضیر قبیلے کے ایک شخص نے، قریظہ قبیلے کے ایک شخص کو قتل کر دیا، ان لوگوں نے کہا: ہمارے تمہارے درمیان یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کریں گے، وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

"اگر تم ان کے درمیان فیصلہ کرتے ہو، تو انصاف کے مطابق کرو"

انصاف سے مراد یہ ہے کہ جان کا بدلہ جان۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی:

"کیا وہ زمانہ جاہلیت (کے رواج کا سا) فیصلہ چاہتے ہیں"

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قریظہ اور نضیر دونوں حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

انصاف کے ساتھ اہل کتاب کا فیصلہ کرنے کا بیان

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ

4494- إسناده ضعيف، سماك بن حرب في روايته عن عكرمة اضطراب، وقد وهم في متن الحديث إذ جعل للنضير القصاص وللقريظة الدية، والمحفوظ أنه كان للنضير الدية كاملة ولقريظة نصف الدية، كما رواه عبد الرحمن بن أبي الزناد، عن أبيه، عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة، عن ابن عباس عند أحمد (2212)، وكما رواه داود بن الحصين عن عكرمة عن ابن عباس في الرواية السالفة برقم (3591). ليس فيهما ذكر القتل قصاصاً أو الإسنادان حسنان. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (6908) من طريق عبيد الله بن موسى، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (3434)، و"صحيح ابن حبان" (5057). وانظر ما سلف برقم (3576) و (3591).

فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○

سمعون للکذب اکالون للسحت جھوٹ کو خوب سننے والے اور بڑے حرام خور ہیں۔ سَمّٰعُوْنَ کی تکرار محض تاکید کے لئے ہے۔ سحت سے مراد حرام روزی ہے۔ اصل لغت میں سحت کا وضعی معنی ہے ہلاکت۔ اللہ نے فرمایا ہے فیسحتکم بعذاب یعنی یہلککم اخفش نے کہا ہر غیر حلال کمائی کو سحت کہا جاتا ہے۔

اس آیت کا نزول یہودی حکام جیسے کعب بن اشرف وغیرہ کے حق میں ہوا۔ یہ لوگ رشوتیں لے کر مقدمات کی ڈگریاں دے دیا کرتے تھے اور رشوت دینے والے کی جھوٹی باتیں سن کر قبول کرلیا کرتے تھے اور فریق ثانی کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے تھے۔

حسن۔ قتادہ۔ مقاتل اور ضحاک نے کہا سحت وہ رشوت ہے جو مقدمہ کے فیصلہ کے سلسلہ میں لی جائے۔ حسن نے کہا باطل کو حق بنانے اور حق کو باطل قرار دینے کے لئے حاکم کو جو رشوت دی جائے وہ سحت ہے لیکن اگر ظلم کو دفع کرنے کے لئے حاکم کو رشوت دی جائے تو کوئی ہرج نہیں یعنی جان و مال کے بچاؤ کے لئے اگر حاکم کو بطور رشوت کچھ دیا جائے تو دینے والے پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔ لینے والے کے لئے تو بہرحال حرام ہے۔

میں کہتا ہوں یہی حکم اس وقت ہے کہ مدعی حق پر ہو لیکن اس کو اندیشہ ہو کہ حاکم بغیر رشوت لئے میرا حق نہیں دلوائے گا اور فریق ثانی کے ظلم کو دفع نہیں کرے گا تو اس صورت میں رشوت دینا جائز ہے لیکن حاکم کے لئے حق کا فیصلہ دینے کے لئے رشوت لینا بھی ناجائز ہے۔

حضرت ابن سعد نے فرمایا ہے کہ اگر کسی نے کسی کا حق دلانے یا ظلم کو دفع کرنے کے لئے حاکم سے سفارش کی اور حاکم کو کچھ دیا اور حاکم نے اس کو قبول کرلیا تو حرام ہے۔ لوگوں نے کہا ابو عبدالرحمن ہمارا تو یہ خیال ہے کہ ناجائز فیصلہ کرنے کے لئے کچھ لینا سحت ہے (جائز حکم کے لئے کچھ لینا تو رشوت نہیں ہے) فرمایا ناجائز فیصلہ کے لئے لینا تو کفر ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے: وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا انزل الله فاولئك هم الكافرون مسروق کا بیان ہے میں نے حضرت عمر بن خطاب سے عرض کیا فرمایئے کیا ناجائز فیصلہ کے لئے رشوت لینا سحت ہے۔ فرمایا نہیں وہ تو کفر ہے۔ سحت تو یہ ہے کہ بادشاہ کے پاس کسی کو قرب و عزت حاصل ہو اور کسی شخص کی بادشاہ سے کوئی ضرورت وابستہ ہو مگر یہ مصاحب سلطانی بغیر کچھ ہدیہ تحفہ لئے صاحب غرض کے کام نہ کرے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: کا ارشاد منقول ہے سحت کے دو طریقے ہیں جن سے لوگ (حرام) کھاتے ہیں (ناجائز) فیصلہ کی رشوت اور زانیہ کی بھاڑ۔

لیث کی روایت ہے کہ (کسی مقدمہ کے دونوں فریق) مدعی اور مدعی علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف آگے بڑھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ٹھہرا دیا وہ پھر بڑھے۔ حضرت نے پھر ٹھہرا دیا (تیسری بار) وہ پھر آگے بڑھے تو آپ نے ان کا فیصلہ کردیا۔ اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا (پہلی بار) دونوں آگے آئے تھے تو مجھے ایک کی طرف اپنے اندر ایسا جھکاؤ محسوس ہوا جو دوسرے کی طرف نہ تھا۔ میں نے اس حالت میں فیصلہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ دوسری مرتبہ بڑھے تب بھی کچھ کیفیت مجھے اندر محسوس ہوئی اس حالت میں بھی فیصلہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ آخر میں جب تیسری بار بڑھے تو اوّل کیفیت بالکل زائل ہوچکی تھی اس

وقت میں نے فیصلہ کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اللہ کی لعنت فیصلہ کے لئے رشوت دینے اور لینے والے پر۔ رواہ احمد والترمذی وصححہ والحاکم عن ابی ہریرۃ۔ بغوی نے حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت سے بھی یہ حدیث مرفوعاً بیان کی ہے۔

امام احمد نے ضعیف اسناد سے حضرت ثوبان کی مرفوع روایت نقل کی ہے۔ اللہ لعنت کرے رشوت دینے والے اور رشوت دلوانے والے پر جو رشوت کے لین دین میں دوڑا پھرتا ہے۔

علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے رشوت چند طرح کی ہوتی ہے (۱) رشوت دے کر مقام قضا حاصل کرنا۔ اس صورت میں قاضی قاضی نہیں ہوسکتا (یعنی رشوت دے کر قاضی بننا ناجائز ہے۔ ایسا قاضی اختیارات قضاء کا مالک نہیں ہوسکتا) (۲) رشوت لے کر قاضی کا فیصلہ اس مقدمہ میں نافذ نہ ہوگا۔ خواہ فیصلہ اپنی جگہ حق ہی ہو کیونکہ بغیر کچھ لئے اجر حق قاضی پر لازم ہوتا ہے۔ مال کا لین دین دونوں ناجائز ہیں۔ (۳) اگر تحصیل منفعت (جائزہ) یا دفع مضرت کے لئے کسی کو رشوت دی کہ حاکم وقت سے سفارش کر کے وہ معاملات ٹھیک کرا دے تو یہ مال لینے والے کے لئے حرام ہے۔ دینے والے کے لئے یہ فعل جائز ہے۔ لینے والے کیلئے جواز کی تدبیر یہ ہے کہ اپنے ایک دو دن محنت کرنے اور اپنا وقت صرف کرنے کا معاوضہ طے کرے اور وقت کو صرف کرنے اور محنت کرنے کی اجرت لے لے۔ اس صورت میں وہ مال سفارش کی رشوت نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر جان و مال کا کسی سے ڈر ہو اور اس ڈر سے اس شخص کو کچھ دے دے تو لینے والے کے لئے حرام ہے دینے والے کے لئے جائز ہے۔

محیط میں ہے کہ رشوت چند قسم کی ہوتی ہے۔ (۱) باہم الفت و محبت بڑھانے کے لئے کسی کو کچھ دینا۔ یہ رشوت نہیں ہدیہ ہے اور جائز ہے۔ میں کہتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا ہے باہم ہدیہ دو اس سے آپس کی محبت پیدا ہوگی (یا یوں ترجمہ ہوگا کہ باہم ہدیہ دو آپس میں محبت بڑھاؤ) (۲) ایک شخص نے دوسرے کو ڈرایا اس نے ڈر کے مارے ڈرانے والے کو کچھ مال دے دیا تاکہ ازالہ خوف ہو جائے یا حاکم کے ظلم سے جان و مال کو بچانے کے لئے حاکم کو کچھ مال دے دیا۔ یہ مال لینے والے کے لئے حلال نہیں۔ لیکن دینے والے کے لئے دینا جائز ہے یا نہیں عموماً مشائخ فقہاء اس کو جائز کہتے ہیں کیونکہ جان و مال کی حفاظت اور بچاؤ کے لئے یہ مال دیا جاتا ہے۔ (۳) اگر کوئی شخص کسی کو اس غرض سے کچھ دے کہ حاکم سے سفارش کر کے اس کا کام ٹھیک کرا دے اس صورت میں اگر وہ کام ناجائز ہے تو اس کی سفارش کے لئے مال دینا بھی حرام ہے اور لینا بھی حرام ہے اور اگر کام جائز ہے اور مال اس لئے دیا گیا ہے کہ حاکم سے سفارش کر کے کام کرا دیا جائے اور حاکم کے سامنے مال لینے والا اس کی مدد کرے تو دینے والے کے لئے اس طرح دینا تو جائز ہے لیکن لینے والے کے لئے لینا بھی جائز ہے یا ناجائز یہ مسئلہ اختلافی ہے کوئی جائز کہتا ہے کوئی ناجائز۔ اس کو حلال بنانے کی تدبیر یہ ہے کہ درمیانی شخص اپنے وقت کی حد بندی کر کے صرف وقت اور محنت کا معاوضہ طے کر لے اور حاکم سے معاملہ طے کرانے کی مدد کا کوئی معاوضہ مقرر نہیں کیا مگر صاحب معاملہ نے خود ہی اس کے عوض کچھ دے دیا تو عام مشائخ کے نزدیک اس کا لینا مکروہ نہیں ہے۔ مگر بعض کے نزدیک مکروہ ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ: کا قول بھی ایک روایت میں اسی طرح ہے۔

فان جاءوك پس اگر وہ (یہودی فیصلہ کرانے کے لئے) آپ کے پاس آئیں۔

فاحکم بینھم او اعرض عنھم تو آپ (چاہیں تو) ان کے مقدمہ کا فیصلہ کردیں یا (نہ چاہیں) نہ کریں۔

وان تعرض عنھم فلن یضروك شیئا اگر آپ ان کا فیصلہ نہ کریں گے تب بھی وہ آپ کو کوئی دکھ نہ پہنچا سکیں گے۔

اللہ نے اپنے رسول کو اختیار دے دیا کہ اگر غیر مسلم اپنا آپس کا مقدمہ لے کر آپ کے پاس آئیں تو فیصلہ کرنا نہ کرنا آپ کی مرضی پر موقوف ہے جو چاہیں کریں۔

امام بغوی نے لکھا ہے اگر ذمی کفار اپنے اندرونی مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لئے مسلم حاکم کے پاس آئیں تو کیا حاکم کو اب بھی ان کا فیصلہ چکانے اور نہ چکانے کا اختیار ہے۔ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ اکثر علماء کا خیال ہے کہ حاکم کو منفی مثبت دونوں اختیار ہیں۔ سورۃ مائدہ میں کوئی حکم منسوخ نہیں ہے۔ مسلم حکام کو اب بھی اختیار ہے کہ چاہیں تو اہل کتاب کے باہمی مقدمہ کا فیصلہ کردیں، نہ چاہیں نہ کریں لیکن اگر کریں تو اسلامی فیصلہ کریں۔ نخعی، شعبی، عطاء اور قتادہ کا یہی قول ہے۔ بعض علماء کے نزدیک کفار کے باہمی مقدمہ کا فیصلہ کرنا مسلم حاکم پر واجب ہے اور سورۃ مائدہ کی یہ آیت منسوخ ہے اور ناسخ آیت وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ ہے۔ یہ قول مجاہد اور عکرمہ کا ہے۔ ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول آیا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا سورۃ مائدہ کی دو آیتوں کے علاوہ تیسری کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔ پہلی آیت لا تحلوا شَعَآئِرَ اللّٰہِ ہے جس کی ناسخ آیت اُقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کَآفَّۃً ہے۔ دوسری منسوخ آیت فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْھُمْ ہے اس کی ناسخ آیت وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ ہے۔

قاضی بیضاوی نے لکھا ہے۔ اگر دو کتابی (کافر) اپنا مقدمہ لے کر (مسلم) حاکم کے پاس آئیں تو حاکم پر ان کا مقدمہ فیصلہ کردینا واجب نہیں ہے۔ امام شافعی کا یہی قول ہے۔ لیکن اگر دونوں فریق یا دونوں میں سے کوئی ایک ذمی ہو تو فیصلہ کرنا واجب ہے کیونکہ مسلمانوں نے ہر ظلم کو دور کرنے کا ذمیوں سے عہد کیا ہے اور سورۃ مائدہ کی یہ آیت ذمیوں کے متعلق نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بہر حال مقدمہ کا فیصلہ واجب ہے۔

فریقین مقدمہ کتابی ہوں یا ذمی یا ایک ذمی

میں کہتا ہوں فریقین ذمی کافر ہوں یا حربی اگر مسلمان حاکم کے سامنے اپنا مقدمہ لائیں تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا حاکم پر واجب ہے۔ بادشاہ کی طرف سے وہ اس کا ذمہ دار بنا ہے۔ اسی طرح اگر صرف مدعی علیہ ذمی ہو یا مسلمان ہو تب بھی حاکم پر مقدمہ کا فیصلہ واجب ہے۔ مسمان تو بہر حال مسلمان ہے اور ذمی اہل اسلام کی ذمہ داری میں آچکا ہے۔ ہاں اگر مدعی علیہ حربی ہو تو چونکہ اس نے شریعت اسلامیہ کے احکام کا التزام نہیں کیا ہے اس لئے حاکم پر بھی اس کا فیصلہ کرنا واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر دونوں مسلمان ہوں یا دونوں ذمی ہوں یا دونوں حربی ہوں یا ایک حربی اور ایک ذمی ہو اور دونوں جا کر کسی مسلمان سے فیصلہ کرانا چاہیں مگر یہ مسلمان حاکم عدالت نہ ہو بلکہ اس کی حیثیت پنچ کی ہو تو پنچ بننا اور فیصلہ کرنا مناسب نہیں۔ فیصلہ کردے یا نہ کرے دونوں باتوں کا اختیار ہے۔

وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط اور اگر آپ ان کے باہمی مقدمہ کا فیصلہ کریں تو انصاف کے ساتھ کریں۔

ان اللہ یحب المقسطین حقیقت یہی ہے کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے نے ارشاد فرمایا انصاف کرنے والے اللہ کے پاس نور کے ممبروں پر ہوں گے۔ رواہ مسلم۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے اعلیٰ مرتبہ والا منصف خوش اخلاق حاکم ہوگا اور بدترین مرتبہ والا ظالم جاہل حاکم ہوگا۔ (شعب الایمان تفسیر مظہری، لاہور)

اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہم نے اس کو مکروہ کہا ہے، اگر کوئی ایسا کرے گا تو اس کا فیصلہ نافذ ہوگا اور رد نہیں کیا جائے گا، امام مالک، ثوری، امام شافعی اور اصحاب الرائے رحمۃ اللہ علیہم نے اس کی اجازت دی ہے اور انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فعل سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دوسروں سے زیادہ دیا تھا اور نبی مکرم ﷺ کے ارشاد: فارجعہ (اس بیٹے سے واپس لے لے) اور فاشھد علی ھذا غیری میرے علاوہ کسی دوسرے کو گواہ بنا۔ سے استدلال کیا ہے اور پہلے مسلک کے علماء نے نبی مکرم ﷺ نے بشیر کو جو فرمایا تھا اس سے استدلال کیا ہے آپ نے فرمایا تھا: ''اس کے علاوہ تیری اولاد ہے'' اس نے کہا: ہاں۔ فرمایا: ''کیا تو نے سب کو اس طرح ہبہ کیا ہے'' اس نے کہا: نہیں۔ فرمایا: ''پھر مجھے گواہ نہ بنا میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا''۔ ایک روایت میں ہے ''میں گواہ نہیں بنتا مگر صرف حق پر''۔ علماء نے فرمایا: جو ظلم اور غیر حق ہو وہ باطل ہے جو جائز نہیں ہے اور نبی مکرم ﷺ کا ارشاد ''اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنا''۔ یہ شہادت کی اجازت نہیں ہے بلکہ اس سے زجر کیا ہے کیونکہ نبی مکرم ﷺ نے اس کو جور کہا ہے اور اس میں گواہ بننے سے اجتناب کیا ہے پس مسلمانوں میں کسی کو اس پر گواہ بنانا بھی ممکن نہیں، رہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فعل، تو وہ نبی مکرم ﷺ کے قول کے معارج نہیں ہوسکتا شاید انہوں نے اپنی دوسری اولاد کو عطیہ دیا ہو جو اس کے برابر ہو۔

اگر کہا جائے کہ اصل انسان کا اپنے مال میں مطلقاً تصرف کرنا ہے، تو اس کے جواب میں کہا جائے گا اصل کلی اور معینہ واقعہ اس اصل کے مخالف ہے ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے جیسے عموم اور خصوص ہوتا ہے اصول میں ہے کہ صحیح خاص پر عام کی بنا ہے، پھر یہ اس نافرمانی کا باعث ہوتا ہے جو بہت بڑا گناہ ہے اور یہ حرام ہے اور جو حرام تک لے جائے وہ ممنوع ہے اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو''۔ نعمان نے کہا: میرے باپ نے رجوع کیا اور وہ صدقہ لوٹا دیا، اور صدقہ کو باپ بالاتفاق واپس نہیں کرسکتا اور فارجعہ کا ارشاد فاردد کے معنی میں محمول ہے اور فسخ میں لوٹانا ظاہر ہے جیسا کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کوئی ایسا علم کیا جس پر ہمارا امر نہیں ہے وہ رد ہے یعنی مردود اور منسوخ ہے'' یہ ظاہر اور قوی ہے اور منع میں واضح ترجیح ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ مایدہ، بیروت)

بَابُ لَا يُؤْخَذُ اَحَدٌ بِجَرِيرَةِ اَخِيهِ اَوْ اَبِيهِ

باب: کوئی شخص اپنے باپ یا بھائی کے جرم میں نہیں پکڑا جائے گا

4495 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ اِيَادٍ، حَدَّثَنَا اِيَادٌ، عَنْ اَبِي رِمْثَةَ، قَالَ:

انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي نَحْوَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِأَبِي: ابْنُكَ هَذَا، قَالَ: إِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، قَالَ: حَقًّا، قَالَ: أَشْهَدُ بِهِ، قَالَ: فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَاحِكًا مِنْ ثَبْتِ شَبَهِي فِي أَبِي، وَمِنْ حَلِفِ أَبِي عَلَيَّ، ثُمَّ قَالَ: أَمَا إِنَّهُ لَا يَجْنِي عَلَيْكَ، وَلَا تَجْنِي عَلَيْهِ، وَقَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى) (الانعام: ۱۶۴)

حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنے والد کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد سے دریافت کیا: کیا یہ تمہارا بیٹا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! رب کعبہ کی قسم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: واقعی؟ میرے والد نے عرض کی: میں اس کی گواہی دیتا ہوں، راوی کہتے ہیں: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد کے ساتھ میری نمایاں مشابہت پر مسکرا دیئے اور اس بات پر بھی، کہ میرے والد نے میرے بارے میں قسم اٹھائی ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یاد رکھنا! یہ تمہارے جرم کی سزا نہیں بھگتے گا اور تم اس کے کیے کی سزا نہیں بھگتو گے''

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

''کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا''

کاسب کے سوا کسی دوسرے کو سزا نہ دینے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں؟ حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے: اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے، اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، پھر تم نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں ان چیزوں کے متعلق خبر دے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔ (الانعام: ۱۶۴)

قولہ تعالیٰ: آیت: ولا تکسب کل نفس الا علیہا اس میں دو مسئلے ہیں:

مسئلہ نمبر۱۔ قولہ تعالیٰ: آیت: ولا تکسب کل نفس الا علیہا یعنی تمہارا اس حال پر ہونا مجھے اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کرنے کی صورت میں مجھے کوئی نفع نہیں دے سکتا، کیونکہ کوئی شخص (کوئی چیز) نہیں کماتا مگر وہ اسی کے ذمہ ہوتی ہے، یعنی جو معصیت اور گناہ اس نے کیا اور جو خطا اس سے صادر ہوئی اس کا مواخذہ اس کے سوا کسی اور سے نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ نمبر۲۔ مخالفین میں سے بعض علماء نے اس آیت سے اس پر استدلال کیا ہے کہ فضولی کی بیع صحیح نہیں ہوتی اور یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور ہمارے علماء نے کہا ہے: آیت سے مراد یہ ہے کہ اسے ثواب وعقاب پر محمول کیا جائے گا

(احکام القرآن لابن العربی، جلد۲، صفحہ ۷۷۲)

نہ کہ احکام دنیا پر۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: آیت: ولا تزر وازرۃ وزر اخری جیسا کہ اس کا بیان آئے گا۔ اور فضولی کی بیع ہمارے نزدیک مالک کی اجازت پر موقوف ہوتی ہے، اگر وہ اس کی اجازت دے دے تو وہ جائز ہو جاتی ہے۔ عروہ البارقی نے حضور نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خرید وفروخت کی اور آپ کے حکم کے بغیر تصرف کیا، تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی

اجازت عطا فرمادی۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی کہا ہے۔

بخاری اور دارقطنی نے عروہ بن ابی الجعد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور نبی مکرم ﷺ کے لیے کچھ مال (بکریاں) لائی گئیں تو آپ نے مجھے ایک دینار عطا فرمایا اور فرمایا: "اے عروہ! مال کے پاس جاؤ اور ہمارے لیے اس دینار کے عوض ایک بکری خرید لو"۔ پس میں اس مال کے پاس آیا اور میں نے سودا کیا اور میں نے ایک دینار کے بدلے دو بکریاں خریدیں اور میں ان دونوں کو ہانک کر لے آیا تو راستے میں ایک آدمی مجھ سے ملا اور اس نے مجھ سے سودا کیا تو میں نے اسے ایک بکری ایک دینار کے عوض بیچ دی اور میں دوسری بکری اور ایک دینار لے آیا اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ یہ بکری ہے اور یہ آپ کا دینار ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: "تم نے یہ کیسے کیا"؟ تو میں نے آپ کو ساری بات عرض کی۔ تو پھر آپ ﷺ نے فرمایا: **اللهم بارك له في صفقة يمينه** (اے اللہ! اس کے لیے اس کے کاروبار میں برکت رکھ دے) پھر میں نے دیکھا کہ میں کوفہ کے محلہ کناسہ میں ٹھہرا ہوا ہوں اور میں نے چالیس ہزار کا نفع کمایا اس سے پہلے کہ میں اپنے گھر والوں کے پاس پہنچوں۔ یہ دارقطنی کے الفاظ ہیں۔

ابوعمر نے کہا ہے: یہ حدیث جید ہے اور اس میں دو بکریوں کا حضور نبی کریم ﷺ کے لیے ثابت ہونا صحیح ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ ﷺ اس سے وہ دینار نہ لیتے اور نہ اپنے لیے بیع کو نافذ کرتے۔ اور اس میں وکالت کے جائز ہونے پر دلیل ہے اور اس میں علماء کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔ پس جب کوئی موکل اپنے وکیل کو کہے: تو اس طرح خرید۔ تو اس نے اس سے زیادہ کے عوض خریدا جس کے ساتھ اسے وکیل بنایا گیا تھا، تو کیا وہ امر لازم آئے گا یا نہیں جیسا کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو کہے: تو اس درہم کے عوض خریدا۔ تو اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب کا نظریہ یہ ہے کہ وہ تمام کا تمام موکل کے لیے لینا لازم ہوگا بشرطیکہ صفت اور جنس میں موافقت ہو، کیونکہ وہ محسن (نیکی اور احسان کرنے والا) ہے۔ اور یہی قول امام یوسف اور امام محمد بن حسن کا ہے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ زیادتی مشتری کے لیے ہوگی۔ اور یہ حدیث آپ کے خلاف حجت ہے۔

قولہ تعالیٰ: آیت: ولا تزر وازرة وزر اخری یعنی کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، یعنی کسی شخص سے دوسرے کے گناہ کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا، بلکہ ہر نفس کا مواخذہ اس کے اپنے جرم کے سبب ہوگا اور اپنے گناہ کے سبب اسے سزا دی جائے گی۔ بلکہ ہر نفس کا مواخذہ اس کے اپنے جرم کے سبب ہوگا اور اپنے گناہ کے سبب اسے سزا دی جائے گی۔ الوزر کا اصلی معنی ثقل (بوجھ) ہے اور اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آیت: **ووضعنا عنك وزرك** (الم نشرح) (اور ہم نے آپ سے آپ کا بوجھ اتار دیا) اور یہاں اس کا معنی ذنب (گناہ) ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: آیت: **وهم يحملون اوزارهم على ظهورهم** (انعام:۳۱) (اور وہ اٹھائے ہوئے ہیں اپنے بوجھ اپنی پشتوں پر)

اخفش نے کہا ہے: کہا جاتا ہے: وزر یوزر اور وزر یوزر اور وزر یوزر۔ وزر اور ازر بھی جائز ہے، جیسے کہا جاتا ہے: اسادۃ (کہ یہ اصل میں وسادۃ تھا) اور یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ کہتا تھا: تم میرے راستے کی اتباع

اور ضرور [illegible] سے بوجھ اٹھاؤں گا۔ [illegible] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے [illegible] اور یہ بھی کہا گیا ہے [illegible] آیت [illegible]
[illegible] کہ اس [illegible] لیے نازل ہوئی کہ آدمی [illegible] کے باپ اور بیٹے کے [illegible] اور اس سے [illegible]
کے گناہ کے بدلے مؤاخذہ کیا جائے گا۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت سے مراد آخرت میں ہو اور اسی طرح اس آیت سے بھی جو اس سے پہلے ہے اور رہی دنیا تو اس میں بعض سے بعض کے جرم کا مؤاخذہ کیا جاتا ہے، بالخصوص جب نیک اور اطاعت شعار لوگ منہ پر دم بخود رہیں، اور کوئی نہ روکے، جیسا کہ قول باری تعالیٰ: آیت: علیکم انفسکم (المائدہ:۱۰۵) کے ضمن میں حدیث ابی بکر میں پہلے گزر چکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: آیت: واتقوا فتنة لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصة (الانفال:۲۵) (اور ڈرتے رہو اس فتنہ سے (کہ اگر برپا ہو گیا تو) نہ پہنچے گا صرف انہیں کو جنہوں نے ظلم کیا تم میں سے) اور آیت: ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم (الرعد:۱۱) (بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا کسی قوم کی (اچھی یا بری) حالت کو جب تک وہ لوگ اپنے آپ میں تبدیلی پیدا نہیں کرتے)

اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ کیا ہم ہلاک کر دیئے جائیں گے حالانکہ ہم میں نیک اور صالح لوگ ہوں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں جب زنا بڑھ جائے گا“۔

(صحیح بخاری، کتاب الفتن والشراط الساعۃ، جلد ۲ صفحہ ۱۰۵۶)

علماء نے بیان کیا ہی (کہ اس کا معنی ہے) زنا کی اولاد (جب زیادہ ہو جائے گی) اور الخبث ہا کے فتحہ کے ساتھ یہ زنا کا اسم ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کی زبان اقدس کے ذریعہ دیت خطا عاقلہ پر واجب کی ہے یہاں خون کی تعظیم کی خاطر کسی آزاد مسلمان کا خون رائیگاں نہیں جانے دیا جائے گا۔ اور اہل علم نے اس پر اجماع کیا ہے اور اس بارے میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس پر دلیل وہی ہے جو ہم نے کہا ہے۔

اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ظلم اس دنیا میں ہو کہ عمرو کے فعل کا مؤاخذہ زید سے نہیں لیا جائے گا کہ جو جرم کا ارتکاب کرے گا تو اس کا انجام اسی پر ہوگا۔ اور ابوداؤد نے ابورمثہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں اپنے باپ کے ساتھ حضور نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، تو حضور نبی کریم ﷺ نے میرے باپ کو فرمایا: ”کیا یہ تیرا بیٹا ہے“؟ تو باپ نے جواباً عرض کیا: ہاں رب کعبہ کی قسم۔ مزید کہا: حقا (یہ حق ہے) مزید کہا: اشھد بہ (میں اس کے بارے شہادت دیتا ہوں)۔ ابورمثہ کہتے ہیں: میرے باپ کے ساتھ میری مشابہت ثابت ہونے اور میرے باپ کے مجھ پر قسم کھانے سے حضور نبی کریم ﷺ خوب کھل کر مسکرائے۔ پھر ارشاد فرمایا: ”بلاشبہ وہ تجھ پر کوئی گناہ نہیں ڈالے گا اور تو اس پر کوئی گناہ نہ ڈال سکے گا“ اور پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: آیت: ولا تزر وازرۃ وزر اخری اور یہ اس کے معارض نہیں ہے جو ہم نے پہلے کہا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولیحملن اثقالہم واثقالا مع اثقالہم (العنکبوت:۱۳)

اور وہ ضرور اٹھائیں گے اپنے بوجھ اور دوسرے کئی بوجھ اپنے (گناہوں کے) بوجھوں کے ساتھ) کیونکہ اسے دوسری روایت

میں بیان کر دیا گیا ہے۔ قول باری تعالیٰ ہے آیت: **لیحملوا اوزارهم كاملة يوم القيمة ومن اوزار الذين يضلونهم بغير علم** (النحل:۲۵) (تا کہ (اس ہرزہ سرائی کے باعث) وہ اٹھائیں اپنے (گناہوں کے) پورے بوجھ قیامت کے دن اور ان لوگوں کے بوجھ بھی اٹھائیں جنہیں وہ گمراہ کرتے رہے ہیں (جہالت سے) پس جو ضلالت وگمراہی میں امام بنا اور اس کی طرف دوسروں کو دعوت دی اور اس پر عمل پیرا رہا تو اس پر ان کا بوجھ بھی ڈالا جائے گا جنہیں اس نے گمراہ کیا لیکن اس گمراہ ہونے والوں کے بوجھ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ انعام، بیروت)

ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے

ربیع بیان کرتے ہیں کہ عبادت گزار علماء کے لیے اس زمانہ میں صرف دو صورتیں ہیں اور ہر صورت دوسری سے افضل ہے وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیں اور حق کی دعوت دیں یا فتنہ انگیز لوگوں کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جائیں اور بدکردار اور بدعنوان لوگوں کے اعمال میں شریک نہ ہوں اور اللہ کے احکام کی پیروی کرتے رہیں اور فرائض بجالائیں اور اللہ کے لیے محبت رکھیں اور اسی کے لیے بغض رکھیں۔ (جامع البیان جز ۸ ص ۱۴۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

فضول کے عقد اور وکیل کے تصرفات میں مذاہب فقہاء

فضول کی بیع یہ ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کے لیے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز خرید لے۔ اس بیع کا جواز اس مالک کی مرضی پر موقوف ہے۔ اگر وہ اس کو جائز قرار دے تو یہ بیع جائز ہے ورنہ نہیں۔ اسی طرح فضول کا کیا ہوا عقد نکاح بھی لڑکے یا لڑکی کی بعد میں رضامندی سے جائز ہوتا ہے ہمارے دور میں اکثر نکاح ایسے ہی ہوتے ہیں لڑکی سے نکاح کی اجازت وکیل لیتا ہے لیکن لڑکے سے ایجاب وقبول وکیل کی بجائے نکاح خوان کرتا ہے۔ یہ بھی فضولی کا عقد ہے لیکن جب لڑکی رخصت ہو جاتی ہے تو گویا وہ اس فضولی کے عقد پر راضی ہو جاتی ہے اور یہ نکاح نافذ ہو جاتا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک فضولی کا عقد جائز نہیں ہے۔ وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے۔ (الانعام:۱۶۴) یعنی دوسرا اس کا ذمہ دار نہیں ہے اور اس آیت کے پیش نظر وہ فضول کے عقد کو ناجائز کہتے ہیں۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک فضولی کی بیع جائز ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک دینار عطا کیا تا کہ وہ آپ کے لیے ایک بکری خریدیں۔ انہوں نے اس دینار سے دو بکریاں خریدیں پھر ایک بکری کو ایک دینار کے عوض فروخت کر دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بکری اور ایک دینار لے کر آ گئے آپ نے انکے لیے بیع میں برکت کی دعا کی پھر یہ ہوا کہ وہ مٹی بھی خریدتے تو ان کو نفع ہوتا۔ (صحیح البخاری ج ۲ رقم الحدیث: ۳۶۴۲ سنن ابوداؤد ج ۳ رقم الحدیث: ۳۳۸۴ سنن الترمذی ج ۳ رقم الحدیث: ۱۲۶۲ سنن ابن ماجہ ج ۲ رقم الحدیث: ۲۴۰۲ مسند احمد ج ۷ رقم الحدیث: ۱۹۳۸۱، ۱۹۳۸۰ طبع جدید مسند احمد ج ۴، ص ۳۷۶ طبع قدیم)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فضولی کا عقد صحیح ہے اور اصل شخص کی رضامندی کے بعد اس کا عقد نافذ ہو جائے گا نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ وکیل کا تصرف صحیح ہے اور اس کے تصرف سے جو منفعت اسے حاصل ہوگی وہ اصیل کے لیے ہوگی۔

امام مالک امام ابو یوسف امام محمد بن حسن کا یہی قول ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مثلاً یہ کہے کہ سو روپے کا ایک کلو بکری کا گوشت خرید کر لاؤ اور وہ سو روپے کا دو کلو بکری کا گوشت لے آئے تو وہ زائد ایک کلو گوشت وکیل کا ہوگا۔ ہوسکتا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو کیونکہ اس زمانے میں احادیث کی نشر و اشاعت کے اس قدر وسائل نہیں تھے جتنے اب میسر ہیں اور احادیث کی اشاعت میں تدریجاً وسعت ہوئی ہے۔

برائی کے موجد کو اس برائی کے مرتکبین کی سزا میں سے حصہ ملے گا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیتوں اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے؟ کہ بعض لوگوں کے گناہوں کا عذاب بعض دوسروں کو ہوگا اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

(آیت) ''ولیحملن اثقالھم واثقالا مع اثقالھم ''۔ (العنکبوت:۱۳)

ترجمہ: اور وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور کئی بوجھ اٹھائیں گے۔

(آیت) ''لیحملوا اوزارھم کاملۃ یوم القیامۃ ومن اوزار الذین یضلونھم بغیر علم الاساء مایزرون ''۔ (النحل:۲۵)

ترجمہ: تاکہ وہ (متکبر کافر) قیامت کے دن اپنے (گناہوں کے) پورے بوجھ اٹھائیں اور کچھ بوجھ ان لوگوں کے اٹھائیں جنہیں وہ اپنی جہالت سے گمراہ کرتے تھے' سنو! وہ کیسا برا بوجھ ہے جسے وہ اٹھاتے ہیں۔

اسی طرح بعض احادیث میں بھی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا اس کے خون کی سزا سے ایک حصہ پہلے ابن آدم (قابیل) کو بھی ملے گا' کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے قتل کرنے کی رسم اور گناہ کو ایجاد کیا۔ (صحیح البخاری' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۳۳۵' ج ۸' رقم الحدیث: ۷۳۲۱' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۸۶۷' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۱۶۷۷' سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۶۸۱' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۳۹۹۶' مسند احمد' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۶۳' مصنف عبدالرزاق' رقم الحدیث: ۱۹۷۱۸' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۹' ص ۳۶۴' صحیح ابن حبان' ج ۱۳' رقم الحدیث: ۵۹۸۳' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۸' ص ۱۵)

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے کسی برائی اور گناہ کو ایجاد کیا تو قیامت تک جتنے لوگ اس برائی پر عمل کریں گے' تو انکے گناہوں کی سزا میں اس برائی کے ایجاد کرنے والے کا بھی حصہ ہوگا' کیونکہ وہ ان سب لوگوں کے لیے اس برائی کے ارتکاب کا سبب بنا تھا' اور بعد کے لوگوں کی سزا میں کوئی کمی نہیں ہوگی' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی تو اس کو ہدایت پر تمام عمل کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور اس متبعین کے اجروں میں سے کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے کسی گمراہی کی دعوت دی تو اس کو اس گمراہی پر تمام عمل کرنے والوں کے برابر سزا ملے گی اور ان متبعین کی سزاؤں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (سنن

ترمذی ج ۴، رقم الحدیث: ۲۶۸۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۷۴، سنن ابوداؤد ج ۴، رقم الحدیث: ۴۶۰۹، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۵۰۷، مسند احمد ج ۳، رقم الحدیث: ۹۱۷۱)

کوئی شخص دوسرے کے جرم کی سزا نہیں پائے گا' اس قاعدہ کے بعض مستثنیات

کسی شخص کو دوسرے کے گناہ کی سزا نہیں ملے گی' یہ قاعدہ اس صورت میں ہے جب وہ شخص دوسروں کو اس گناہ سے منع کرتا رہے' لیکن اگر کوئی شخص خود نیک ہو اور اس کے سامنے دوسرے گناہ کرتے رہیں اور وہ ان کو منع نہ کرے تو اس نیک شخص کو اس لیے عذاب ہوگا کہ اس نے ان دوسروں کو برائی سے نہیں روکا۔ قرآن مجید میں ہے:

(آیت) "كانوا لايتناهون عن منكر فعلوه لبئس ماكانوا يفعلون"۔ (المائدہ: ۷۹)

ترجمہ: وہ ایک دوسرے کو ان برے کاموں سے نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کیے تھے' وہ بہت برا کام کرتے تھے۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے یہ فرماتے ہوئے بیدار ہوئے "لا الہ الا اللہ" عرب کے لیے تباہی ہو اس شر سے جو قریب آ پہنچا' یاجوج ماجوج کی رکاوٹ کے ٹوٹنے سے' آج روم فتح ہو گیا۔ سفیان نے اپنے ہاتھ سے دس کا عقد بنایا' میں نے عرض کیا' یارسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے حالانکہ ہم میں نیک لوگ موجود ہوں گے آپ نے فرمایا ہاں جب برائیاں زیادہ ہو جائیں گی۔

(صحیح البخاری ج ۴، رقم الحدیث: ۳۳۴۶، صحیح مسلم فتن ۱، (۲۸۸۰) ۷۱۰۲، سنن الترمذی ج ۴، رقم الحدیث: ۲۱۹۴، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۷۴۹، مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۳۰۸، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۰۶۱، مسند احمد ج ۱۰، رقم الحدیث: ۲۷۴۸۶، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰، ص ۹۳)

اسی طرح اس قاعدہ سے بعض احکام بھی مستثنیٰ ہیں' مثلاً اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو خطاً قتل کر دے یا اس کا قتل شبہ عمد ہو (قتل شبہ عمد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو سزا دینے کے قصد سے لاٹھی' کوڑے یا ہاتھ سے ضرب لگائے اور اس کا قصد قتل کرنا نہ ہو) تو اس کی دیت عاقلہ پر لازم آتی ہے' تاکہ اس کا خون رائیگاں نہ ہو' اب یہاں جرم تو ایک شخص نے کیا ہے اور اس کا تاوان اس کے عاقلہ ادا کریں گے۔ عاقلہ سے مراد مجرم کے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہیں جن کو عصبات کہتے ہیں' حدیث شریف میں ہے:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنی سوکن کو خیمہ کی ایک چوب سے مارا اور آنحالیکہ وہ مضروبہ حاملہ تھی اور (اس ضرب سے) اس کو ہلاک کر دیا۔ ان میں سے ایک عورت بنو لحیان کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتلہ کے عصبات (باپ کی طرف سے رشتہ دار) پر مقتولہ کی دیت لازم کی' اور اس کے پیٹ کے بچہ کے تاوان میں ایک باندی یا ایک غلام کا دینا لازم کیا۔ (صحیح مسلم القسامہ ۳۷، ۱۶۸۲، ۴۳۱۴، سنن ابوداؤد ج ۴، رقم الحدیث: ۴۵۶۸، سنن الترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۱۴۱۵، سنن النسائی ج ۸، رقم الحدیث: ۴۸۲۲، ۴۸۳۶، ۴۸۴۲، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۲۶۳۳)

اسی طرح اگر مسلمانوں کے محلہ میں کوئی مسلمان مقتول پایا جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا قاتل کون ہے؟ تو اس محلہ کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں گے کہ نہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں اور ان کے قسم کھانے کے بعد اہل محلہ پر دیت لازم آئے گی' تاکہ مسلمان کا قتل رائیگاں نہ جائے' اس کو قسامت کہتے ہیں' یہاں بھی قتل کسی اور نے کیا ہے اور اس کا تاوان یہ

محلہ والے ادا کریں گے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار کا ایک شخص یہود کی رہٹ والی زمین میں مقتول پایا گیا۔ انہوں نے اس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا' آپ نے یہود کے پچاس چنے ہوئے لوگوں کو بلایا اور ہر ایک سے یہ قسم لی کہ اللہ کی قسم! نہ میں نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ مجھے اس کے قاتل کا علم ہے پھر ان پر دیت لازم کردی۔ یہود نے کہا بخدا یہ وہی فیصلہ ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کی شریعت میں تھا۔ (سنن دارقطنی' ج ۳' رقم الحدیث: ۳۱۹' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

بَابُ الْإِمَامِ يَأْمُرُ بِالْعَفْوِ فِي الدَّمِ

باب: امام کا خون کے معاملے میں معاف کردینے کی ہدایت کرنا

4496 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ فُضَيْلٍ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِي الْعَوْجَاءِ، عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أُصِيبَ بِقَتْلٍ، أَوْ خَبْلٍ، فَإِنَّهُ يَخْتَارُ إِحْدَى ثَلَاثٍ: إِمَّا أَنْ يَقْتَصَّ، وَإِمَّا أَنْ يَعْفُوَ، وَإِمَّا أَنْ يَأْخُذَ الدِّيَةَ، فَإِنْ أَرَادَ الرَّابِعَةَ فَخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ، وَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ

❀❀ حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اگر کوئی شخص قتل ہو جائے' یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو جائے' تو اسے تین باتوں میں سے ایک کا اختیار ہوگا' یا تو وہ قصاص لے' یا معاف کر دے' یا دیت وصول کر لے' اگر وہ کوئی چوتھی صورت چاہتا ہو تو تم اس کو پکڑو اور جو شخص اس کے بعد زیادتی کرے' تو اس کے لیے دردناک عذاب ہوگا''۔

4497 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُفِعَ إِلَيْهِ شَيْءٌ فِيهِ قِصَاصٌ إِلَّا أَمَرَ فِيهِ بِالْعَفْوِ

❀❀ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے یہ بات دیکھی ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب بھی کوئی ایسا مقدمہ پیش ہوا' جس میں قصاص کی صورت ہوتی تھی' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں معاف کرنے کی ہدایت کرتے تھے۔

4498 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قُتِلَ رَجُلٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرُفِعَ ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَفَعَهُ إِلَى وَلِيِّ الْمَقْتُولِ، فَقَالَ الْقَاتِلُ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَاللهِ مَا أَرَدْتُ قَتْلَهُ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْوَلِيِّ: أَمَا إِنَّهُ إِنْ كَانَ صَادِقًا، ثُمَّ قَتَلْتَهُ، دَخَلْتَ النَّارَ قَالَ: فَخَلَّى سَبِيلَهُ. قَالَ: وَكَانَ

4498- إسناده صحيح. أبو صالح: هو ذكوان السمان، والأعمش: هو سليمان بن مهران، وأبو معاوية: هو محمد بن خازم الضرير. وأخرجه ابن ماجة (2690)، والترمذي (1465)، والنسائي في "الكبرى" (6898) من طريق أبي معاوية، بهذا الإسناد.

مَكْتُوفًا بِنِسْعَةٍ فَخَرَجَ يَجُرُّ نِسْعَتَهُ فَسُمِّيَ ذَا النِّسْعَةِ

٭٭ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں، ایک شخص قتل ہو گیا، اس کا مقدمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مقتول کے ولی کے سپرد کیا، قاتل نے عرض کی: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میں نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا، راوی کہتے ہیں:

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقتول کے) ولی سے فرمایا: اگر تو یہ سچ کہہ رہا ہے، تو پھر اگر تم نے اسے قتل کر دیا، تو تم جہنم میں جاؤ گے، راوی کہتے ہیں: اُس نے اسے چھوڑ دیا، راوی بیان کرتے ہیں: وہ چمڑے کی لمبی پٹیوں میں بندھا ہوا تھا، تو وہ اپنی پٹی کو گھسیٹتا ہوا چلا گیا، اسی وجہ سے اس کا نام "پٹی والا" پڑ گیا۔

4499 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْجُشَمِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا حَمْزَةُ أَبُو عُمَرَ الْعَائِذِيُّ، حَدَّثَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلٍ، حَدَّثَنِي وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جِيءَ بِرَجُلٍ قَاتِلٍ فِي عُنُقِهِ النِّسْعَةُ، قَالَ: فَدَعَا وَلِيَّ الْمَقْتُولِ، فَقَالَ: أَتَعْفُو؟ قَالَ: لَا. قَالَ: أَفَتَأْخُذُ الدِّيَةَ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: أَفَتَقْتُلُ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: اذْهَبْ بِهِ، فَلَمَّا وَلَّى قَالَ: أَتَعْفُو؟ قَالَ: لَا. قَالَ: أَفَتَأْخُذُ الدِّيَةَ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: أَفَتَقْتُلُ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: اذْهَبْ بِهِ، فَلَمَّا كَانَ فِي الرَّابِعَةِ، قَالَ: أَمَا إِنَّكَ إِنْ عَفَوْتَ عَنْهُ يَبُوءُ بِإِثْمِهِ وَإِثْمِ صَاحِبِهِ. قَالَ: فَعَفَا عَنْهُ. قَالَ: فَأَنَا رَأَيْتُهُ يَجُرُّ النِّسْعَةَ.

٭٭ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا، اسی دوران ایک قاتل شخص کو آپ کے پاس لایا گیا، جس کی گردن میں چمڑے کی پٹی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کے ولی کو بلوایا اور فرمایا: کیا تم معاف کر دو گے؟ اس نے جواب دیا: جی نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم دیت وصول کر لو گے؟ اس نے عرض کی: جی نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم قتل کر دو گے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے لے جاؤ، جب وہ مڑ گیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم معاف کر دو گے؟ اس نے عرض کی: جی نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم دیت وصول کر لو گے؟ اس نے عرض کی: جی نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تو کیا تم قتل کرو گے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے لے جاؤ، جب چوتھی مرتبہ ایسا ہوا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اس سے درگزر کرتے ہو، تو یہ تمہارے اور اس مقتول کے گناہ کا بوجھ اٹھائے گا، راوی کہتے ہیں: تو اس نے اُس (قاتل کو) معاف کر دیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی پٹی کو کھینچتا ہوا جا رہا تھا۔

4500 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَامِعُ بْنُ مَطَرٍ، حَدَّثَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ

٭٭ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4501 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَطَاءٍ

الْوَاسِطِيُّ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَبَشِيٍّ، فَقَالَ: إِنَّ هٰذَا قَتَلَ ابْنَ أَخِي، قَالَ: كَيْفَ قَتَلْتَهُ؟ قَالَ: ضَرَبْتُ رَأْسَهُ بِالْفَأْسِ، وَلَمْ أُرِدْ قَتْلَهُ. قَالَ: هَلْ لَكَ مَالٌ تُؤَدِّي دِيَتَهُ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ أَرْسَلْتُكَ تَسْأَلُ النَّاسَ تَجْمَعُ دِيَتَهُ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَمَوَالِيكَ يُعْطُونَكَ دِيَتَهُ؟ قَالَ: لَا. قَالَ لِلرَّجُلِ: خُذْهُ فَخَرَجَ بِهِ لِيَقْتُلَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا إِنَّهُ إِنْ قَتَلَهُ كَانَ مِثْلَهُ فَبَلَغَ بِهِ الرَّجُلُ حَيْثُ يَسْمَعُ قَوْلَهُ. فَقَالَ: هُوَ ذَا فَمُرْ فِيهِ مَا شِئْتَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْسِلْهُ. وَقَالَ مَرَّةً: دَعْهُ يَبُوءُ بِإِثْمِ صَاحِبِهِ وَإِثْمِهِ فَيَكُونُ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ. قَالَ: فَأَرْسَلَهُ

علقمہ بن وائل اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص ایک حبشی کو پکڑ کر، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بولا: اس نے میرے بھتیجے کو قتل کر دیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم نے اسے کیسے قتل کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: میں نے اس کے سر پر کلہاڑا مارا، لیکن اسے قتل کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تمہارے پاس مال ہے؟ کہ تم اس کی دیت ادا کر دو، اس نے عرض کی: جی نہیں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر میں تمہیں چھوڑ دوں، تو تم لوگوں سے مانگ کر دیت کی رقم جمع کر لو گے؟ اس نے عرض کی: جی نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تمہارے آقا تمہیں اس کی دیت دے دیں گے؟ اس نے جواب دیا: جی نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: اسے پکڑ لو! پھر وہ اسے قتل کرنے کے لیے، اسے ساتھ لے کر نکلا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس نے اسے قتل کر دیا، تو یہ بھی اس کی مانند ہو جائے گا، جب اس آدمی تک یہ بات پہنچی، تو اس نے عرض کی: یہ رہا، آپ اس کے بارے میں جو چاہیں فیصلہ دیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے چھوڑ دو (ایک مرتبہ راوی نے ایک لفظ مختلف نقل کیا ہے، لیکن مفہوم یہی ہے) یہ اس مقتول اور اپنے (یعنی دونوں کے) گناہ کو اپنے سر لے گا اور جہنمی ہو جائے گا، راوی بیان کرتے ہیں: تو اس نے اسے چھوڑ دیا۔

4502 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى ابْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ عُثْمَانَ وَهُوَ مَحْصُورٌ فِي الدَّارِ، وَكَانَ فِي الدَّارِ مَدْخَلٌ، مَنْ دَخَلَهُ سَمِعَ كَلَامَ مَنْ عَلَى الْبَلَاطِ. فَدَخَلَهُ عُثْمَانُ، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَهُوَ مُتَغَيِّرٌ لَوْنُهُ. فَقَالَ: إِنَّهُمْ لَيَتَوَاعَدُونَنِي بِالْقَتْلِ آنِفًا. قَالَ: قُلْنَا: يَكْفِيكَهُمُ اللهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ. قَالَ: وَلِمَ يَقْتُلُونَنِي؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: كُفْرٌ بَعْدَ إِسْلَامٍ، أَوْ زِنًا بَعْدَ إِحْصَانٍ، أَوْ قَتْلُ نَفْسٍ بِغَيْرِ نَفْسٍ، فَوَاللهِ مَا زَنَيْتُ فِي جَاهِلِيَّةٍ، وَلَا فِي إِسْلَامٍ قَطُّ، وَلَا أَحْبَبْتُ أَنَّ لِي بِدِينِي بَدَلًا مُنْذُ هَدَانِي اللهُ، وَلَا قَتَلْتُ نَفْسًا، فَبِمَ يَقْتُلُونَنِي؟

4501- إسناده حسن. سماك بن حرب حسن الحديث، ويزيد بن عطاء الواسطي حسن في المتابعات، وقد توبع. وأخرجه بنحوه مسلم (1680)، والنسائي في "الكبرى" (6903) و (6904) من طريق أبي يونس حاتم بن أبي صغيرة، عن سماك بن حرب، به.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: عُثْمَانُ وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا تَرَكَا الْخَمْرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

ترجمہ: حضرت ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، وہ اس وقت اپنے گھر میں محصور تھے، گھر میں داخلے کا ایک راستہ تھا، جو شخص وہاں داخل ہوتا، وہ اس شخص کا کلام سن سکتا تھا، جو بلاط میں بیٹھ کر بات چیت کر رہا ہو، ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس جگہ پر گئے، پھر وہ نکل کر ہمارے پاس آنے تو ان کی رنگت تبدیل ہو چکی تھی، انہوں نے فرمایا: یہ لوگ ابھی میرے قتل کے بارے میں طے کر رہے ہیں، راوی کہتے ہیں: ہم نے کہا: اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ ان کے مقابلے میں آپ کے لیے کافی ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یہ مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہیں؟ جبکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''کسی بھی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے، یہ صرف تین میں سے کسی ایک صورت میں حلال ہوسکتا ہے، اسلام لانے کے بعد کفر کرنا، شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرنا، یا جان کے بدلے میں جان، اللہ کی قسم! نہ تو میں نے زمانہ جاہلیت میں زنا کیا، نہ ہی مسلمان ہونے کے بعد کبھی کیا، اور مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ ہدایت دی ہے، اس کے بعد مجھے اپنے دین کے عوض میں کوئی بھی بدلہ ملے اور میں نے کسی کو قتل بھی نہیں کیا، پھر یہ کس بنیاد پر مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں؟

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی شراب نہیں پی تھی۔

4503 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، فَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: سَمِعْتُ زِيَادَ بْنَ ضُمَيْرَةَ الضَّمْرِيَّ، ح وَأَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ بَيَانٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ زِيَادَ بْنَ سَعْدِ بْنِ ضُمَيْرَةَ السُّلَمِيَّ، وَهَذَا حَدِيثُ وَهْبٍ، وَهُوَ أَتَمُّ يُحَدِّثُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ. قَالَ مُوسَى: وَجَدِّهِ، وَكَانَا شَهِدَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا، ثُمَّ رَجَعْنَا إِلَى حَدِيثِ وَهْبٍ. أَنَّ مُحَلِّمَ بْنَ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيَّ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ أَشْجَعَ فِي الْإِسْلَامِ، وَذَلِكَ أَوَّلُ غِيَرٍ قَضَى بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَتَكَلَّمَ عُيَيْنَةُ فِي قَتْلِ الْأَشْجَعِيِّ لِأَنَّهُ مِنْ غَطَفَانَ، وَتَكَلَّمَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ دُونَ مُحَلِّمٍ لِأَنَّهُ مِنْ خِنْدِفَ. فَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ وَكَثُرَتِ الْخُصُومَةُ وَاللَّغَطُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عُيَيْنَةُ، أَلَا تَقْبَلُ الْغِيَرَ؟ فَقَالَ عُيَيْنَةُ: لَا. وَاللَّهِ حَتَّى أُدْخِلَ عَلَى نِسَائِهِ مِنَ الْحَرَبِ وَالْحُزْنِ مَا أَدْخَلَ عَلَى نِسَائِي، قَالَ: ثُمَّ ارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ، وَكَثُرَتِ الْخُصُومَةُ وَاللَّغَطُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عُيَيْنَةُ أَلَا تَقْبَلُ الْغِيَرَ؟ فَقَالَ عُيَيْنَةُ: مِثْلَ ذَلِكَ أَيْضًا إِلَى أَنْ قَامَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي لَيْثٍ يُقَالُ لَهُ: مُكَيْتِلٌ عَلَيْهِ شِكَّةٌ، وَفِي يَدِهِ دَرِقَةٌ. فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي لَمْ أَجِدْ لِمَا فَعَلَ هَذَا فِي غُرَّةِ الْإِسْلَامِ مَثَلًا إِلَّا غَنَمًا وَرَدَتْ، فَرُمِيَ أَوَّلُهَا فَنَفَرَ آخِرُهَا. اسْنُنِ الْيَوْمَ وَغَيِّرْ غَدًا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسُونَ فِي فَوْرِنَا هَذَا، وَخَمْسُونَ إِذَا رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ وَذَلِكَ فِي بَعْضِ

أَسْفَارِهِ وَمُحَلِّمٌ رَجُلٌ طَوِيلٌ آدَمُ، وَهُوَ فِي طَرَفِ النَّاسِ، فَلَمْ يَزَالُوا حَتَّى تَخَلَّصَ، فَجَلَسَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَيْنَاهُ تَدْمَعَانِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي قَدْ فَعَلْتُ الَّذِي بَلَغَكَ، وَإِنِّي أَتُوبُ إِلَى اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، فَاسْتَغْفِرِ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لِي يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَقَتَلْتَهُ بِسِلَاحِكَ فِي غُرَّةِ الْإِسْلَامِ، اللَّهُمَّ لَا تَغْفِرْ لِمُحَلِّمٍ بِصَوْتٍ عَالٍ، زَادَ أَبُو سَلَمَةَ: فَقَامَ وَإِنَّهُ لَيَتَلَقَّى دُمُوعَهُ بِطَرَفِ رِدَائِهِ، قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: فَزَعَمَ قَوْمُهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَغْفَرَ لَهُ بَعْدَ ذٰلِكَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ الْغِيَرُ: الدِّيَةُ

❀ محمد بن جعفر بیان کرتے ہیں: انہوں نے زیاد بن سعد کو عروہ بن زبیر کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا: زیاد بن سعد نے اپنے والد کے حوالے سے، اور دادا کے حوالے سے نقل کی تھی، ان کے والد اور دادا نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین میں شریک ہوئے، انہوں نے بتایا: حضرت محلم بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد اشجع قبیلے کے ایک شخص کو قتل کر دیا، تو دیت کے بارے میں یہ وہ پہلا مقدمہ تھا، جس میں نبی اکرم ﷺ نے فیصلہ دیا، اشجع قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کے قتل ہونے میں، عیینہ نے بات چیت کی، کہ اس شخص کا تعلق غطفان سے تھا، اور اقرع بن حابس نے محلم کی طرف داری کی، کیونکہ ان کا تعلق خندف سے تھا، تو نبی اکرم ﷺ کے سامنے آوازیں بلند ہوئیں اور جھگڑا زیادہ ہو گیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عیینہ! تم دیت قبول نہیں کر لیتے؟ عیینہ نے کہا: جی نہیں، اللہ کی قسم (مجھے اس وقت تک تسلی نہیں ہوگی) جب تک میں ان کی خواتین کو اتنی ہی پریشانی میں مبتلا نہیں کرتا، جس طرح کی پریشانی میں اس نے ہماری خواتین کو مبتلا کیا ہے، راوی کہتے ہیں: اس پر پھر آوازیں بلند ہوئیں اور جھگڑا زیادہ ہو گیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عیینہ! کیا تم دیت قبول نہیں کرتے؟ عیینہ نے پھر یہی بات کہی، یہاں تک کہ بنولیث سے تعلق رکھنے والا ایک شخص کھڑا ہوا، جس کا نام مکیتل تھا، اس کے جسم پر ہتھیار تھے، اس کے ہاتھ میں ڈھال تھی، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! اس نے مسلمان ہونے کے فوراً بعد جو کام کیا ہے، اس کے بارے میں مجھے تو یہی مثال ملتی ہے، جیسے کچھ بکریاں آتی ہیں، ان میں سے پہلی بکری کو تیر مارا جاتا ہے، تو آخری والی بھی بھاگ جاتی ہے، آج آپ ﷺ ایک طریقہ شروع کریں، کل اسے تبدیل کر لیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پچاس (اونٹ) یہاں فوری ادا کر دیئے جائیں گے اور پچاس اس وقت ادا کیے جائیں گے، جب ہم مدینہ واپس چلے جائیں گے (راوی کہتے ہیں: یہ نبی اکرم ﷺ کے ایک سفر کے دوران کی بات ہے) حضرت محلم رضی اللہ عنہ ایک طویل شخص تھے، ان کا رنگ گندمی تھا، وہ لوگوں کے ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے، لوگ مسلسل یہی بات کہتے رہے، یہاں تک کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور نبی اکرم ﷺ کے سامنے آ کر بیٹھ گئے، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے جو جرم کیا ہے، اس کے بارے میں آپ کو پتہ چل گیا ہے، میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں، یا رسول اللہ! آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعاء مغفرت کیجئے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے مسلمان ہونے کے فوراً بعد اپنے ہتھیار کے ذریعے اسے قتل کر دیا، اے اللہ! تو محلم کی مغفرت نہ کرنا۔ آپ ﷺ نے بلند آواز میں یہ کلمات کہے۔

ابوسلمہ نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: وہ صاحب کھڑے ہوئے، وہ اپنی چادر کے پلو سے اپنے آنسو پونچھ رہے تھے۔ ابن اسحاق نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: اس کی قوم کے افراد نے یہ بات بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کے بعد اس کے لیے دعاء مغفرت کی تھی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نضر بن شمیل بیان کرتے ہیں: لفظ "غیر" سے مراد دیت ہے۔

بَابُ وَلِيِّ الْعَمْدِ يَرْضَى بِالدِّيَةِ

باب: قتل عمد کے مقتول کے وارث کا دیت وصول کر لینا

4504 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا شُرَيْحٍ الْكَعْبِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا إِنَّكُمْ يَا مَعْشَرَ خُزَاعَةَ قَتَلْتُمْ هَذَا الْقَتِيلَ مِنْ هُذَيْلٍ، وَإِنِّي عَاقِلُهُ، فَمَنْ قُتِلَ لَهُ بَعْدَ مَقَالَتِي هَذِهِ قَتِيلٌ، فَأَهْلُهُ بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ: أَنْ يَأْخُذُوا الْعَقْلَ، أَوْ يَقْتُلُوا

❁❁ حضرت ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اے بنوخزاعہ کے افراد! تم نے ہذیل قبیلے کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، میں اس کی دیت ادا کروں گا، میری اس گفتگو کے بعد کسی شخص کا کوئی عزیز مقتول ہو، تو اس کے پسماندگان کو دو باتوں میں سے ایک بات کا اختیار ہوگا، یا تو وہ دیت وصول کر لیں، یا (قصاص کے طور پر) قاتل کو قتل کر دیں"۔

4505 - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ مَزْيَدٍ، أَخْبَرَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي يَحْيَى، ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنِي أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَمَّا فُتِحَتْ مَكَّةُ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ: إِمَّا أَنْ يُودَى، أَوْ يُقَادَ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ: أَبُو شَاةٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اكْتُبْ لِي، قَالَ الْعَبَّاسُ: اكْتُبُوا لِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اكْتُبُوا لِأَبِي شَاةٍ وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِ أَحْمَدَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: اكْتُبُوا لِي يَعْنِي خُطْبَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

4504- إسناده صحيح. سعيد بن أبي سعيد: هو المقبري، وابن أبي ذئب: هو محمد بن عبد الرحمن بن المغيرة، ويحيى بن سعيد: هو القطان. وأخرجه الترمذي (1464) من طريق يحيى بن سعيد القطان، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (16377) و (27160).

4505- إسناده صحيح. أبو داود: هو سليمان بن داود الطيالسي، وأحمد بن إبراهيم: هو الدورقي، والأوزاعي: هو عبد الرحمن بن عمرو. وأخرجه البخاري (112)، ومسلم (1355)، وابن ماجه (2624)، والترمذي (1463)، والنسائي في "الكبرى" (5824) و (6961) و (6962) من طريق يحيى بن أبي كثير، به. وهو في "مسند أحمد" (7242)، و"صحيح ابن حبان" (3715). وقد أخرج البخاري في "صحيحه" تحت باب كتابة العلم حديث أبي جحيفة (111) وحديث أبي هريرة هذا (112) وحديث أبي هريرة (113)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب مکہ فتح ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا:
''جس شخص کا کوئی مقتول ہو، تو اسے دو میں سے کسی ایک بات کا اختیار ہے، یا تو اسے دیت ادا کی جائے، یا اسے قصاص دلوایا جائے، تو اہل یمن سے تعلق رکھنے والا ایک شخص کھڑا ہوا، جس کا نام ابوشاہ تھا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مجھے لکھوادیں''
یہاں عباس نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ لوگ مجھے یہ لکھوادیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوشاہ کو لکھ کر دے دو۔

روایت کے یہ الفاظ احمد کے نقل کردہ ہیں۔
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ لوگ مجھے لکھ دیں، یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ لکھ دیں۔

4506- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ، وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا، دُفِعَ إِلَى أَوْلِيَاءِ الْمَقْتُولِ، فَإِنْ شَاءُوا قَتَلُوهُ، وَإِنْ شَاءُوا أَخَذُوا الدِّيَةَ.

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''کسی مومن کو کسی کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا، جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے گا، اسے مقتول کے پسماندگان کے سپرد کیا جائے گا، اگر وہ چاہیں تو اسے قتل کر دیں اور اگر وہ چاہیں، تو دیت وصول کر لیں''۔

ایک شخص کے قصاص میں قتل جماعت پر مذاہب اربعہ

چاروں اماموں اور جمہور امت کا مذہب ہے کہ کئی ایک نے مل کر ایک مسلمان کو قتل کیا ہے تو وہ سارے اس ایک کے بدلے قتل کر دیے جائیں گے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص کو سات شخص مل کر مار ڈالتے ہیں تو آپ ان ساتوں کو قتل کراتے ہیں اور فرماتے ہیں اگر صنعا کے تمام لوگ بھی اس قتل میں شریک ہوتے تو میں قصاص میں سب کو قتل کرا دیتا۔ آپ کے اس فرمان کے خلاف آپ کے زمانہ میں کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے اعتراض نہیں کیا پس اس بات پر گویا اجماع ہو گیا۔ لیکن امام احمد سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں ایک کے بدلے ایک ہی قتل کیا جائے زیادہ قتل نہ کیے جائیں۔

حضرت معاذ حضرت ابن زبیر عبدالملک بن مروان زہری ابن سیرین حبیب بن ابی ثابت سے بھی یہ قول مروی ہے، ابن المنذر فرماتے ہیں یہی زیادہ صحیح ہے اور ایک جماعت کو ایک مقتول کے بدلے قتل کرنے کی کوئی دلیل نہیں اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے کہ وہ اس مسئلہ کو نہیں مانتے تھے پس جب صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہوا تو اب مسئلہ غور طلب ہو گیا۔ پھر

4506- صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن. سليمان بن موسى: هو الدمشقي، ومحمد بن راشد: هو المكحولي، ومسلم: هو ابن إبراهيم الفراهيدي. وأخرج شطره الأول ابن ماجه (2659) من طريق عبد الرحمن بن عياش، والترمذي (1471) من طريق أسامة بن زيد، كلاهما عن عمرو بن شعيب، به. وقد سلف عند المصنف ضمن الحديث (2751). وهو في "مسند أحمد" (7012). وأخرج شطره الثاني ابن ماجه (2626)، والترمذي (1444) من طريق محمد بن راشد، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (7033).

فرماتا ہے کہ یہ اور بات ہے کہ کسی قاتل کو مقتول کا کوئی وارث کچھ حصہ معاف کردے یعنی قتل کے بدلے وہ دیت قبول کرلے یا دیت بھی اپنے حصہ کی چھوڑ دے اور صاف معاف کردے، اگر وہ دیت پر راضی ہوگیا ہے تو قاتل کو مشکل نہ ڈالے بلکہ اچھائی سے دیت وصول کرے اور قاتل کو بھی چاہئے کہ بھلائی کے ساتھ اسے دیت ادا کردے، حیل وحجت نہ کرے۔

بَابُ مَنْ يَقْتُلُ بَعْدَ اَخْذِ الدِّيَةِ

باب: جو شخص دیت وصول کرنے کے بعد قتل کردے

4507 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا مَطَرٌ الْوَرَّاقُ وَأَحْسَبُهُ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا أُعْفِي مَنْ قَتَلَ بَعْدَ أَخْذِهِ الدِّيَةَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص دیت وصول کرنے کے بعد (قاتل کو) قتل کرے، میں اسے معاف نہیں کروں گا"

مستامن کے بدلے میں مستامن کے قتل کا بیان

مستامن کو مستامن کے بدلے میں قتل کردیا جائے گا۔ کیونکہ قیاس کے مطابق دونوں میں برابری ہے۔ جبکہ استحسان کے مطابق قتل نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ علت اباحت پائی جارہی ہے۔ اور مرد کو عورت کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ اور بڑے کو چھوٹے کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ اور تندرست آدمی کے کو نابینا، پاہج، اطراف کٹے اور مجنون کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ حکم آیت میں عموم کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ عصمت کے سوا میں فرق کا اعتبار کرنے میں قصاص سے رک جانا ہوگا اور آپس میں لڑنا اور ایک دوسرے کی ہلاکت اس میں ظاہر ہے۔ (ہدایہ، کتاب الجنایات، لاہور)

حضرت حسن بصری اور حضرت عطا کا قول ہے کہ مرد عورت کے بدلے قتل نہ کیا جائے اور دلیل میں مندرجہ بالا آیت کو پیش کرتے ہیں لیکن جمہور علماء اسلام اس کے خلاف ہیں کیونکہ سورۃ مائدہ کی آیت عام ہے جس میں آیت (النفس بالنفس) موجود ہے علاوہ ازیں حدیث شریف میں بھی ہے حدیث (المسلون تتکافا دماء ھم) یعنی مسلمانوں کے خون آپس میں یکساں ہیں، حضرت لیث کا مذہب ہے کہ خاوند اگر اپنی بیوی کو مار ڈالے تو خاصۃ اس کے بدلے اس کی جان نہ لی جائے۔

مجنون قاتل پر قصاص نہ ہونے کا بیان

یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ مروان بن حکم نے معاویہ بن ابی سفیان کو لکھا کہ میرے پاس ایک مجنوں لایا گیا ہے جس نے ایک شخص کو مار ڈالا معاویہ نے جواب میں لکھا کہ اسے قید کر اور اس سے قصاص نہ لے کیونکہ مجنوں پر قصاص نہیں ہے۔

(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1415)

بَابٌ فِيمَنْ سَقَى رَجُلًا سَمًّا أَوْ أَطْعَمَهُ فَمَاتَ أَيُقَادُ مِنْهُ

باب: جو شخص کسی دوسرے کو زہر پلا دے یا کھلا دے اور پھر وہ مر جائے، تو کیا اس سے قصاص لیا جائے گا؟

4508 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ امْرَأَةً يَهُودِيَّةً أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَسْمُومَةٍ: فَأَكَلَ مِنْهَا، فَجِيءَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَهَا عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَتْ: أَرَدْتُ لِأَقْتُلَكَ، فَقَالَ: مَا كَانَ اللهُ لِيُسَلِّطَكِ عَلَى ذٰلِكَ أَوْ قَالَ: عَلَيَّ فَقَالُوا: أَلَا نَقْتُلُهَا، قَالَ: لَا فَمَا زِلْتُ أَعْرِفُهَا فِي لَهَوَاتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک یہودی عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بکری کا گوشت لے کر آئی، اس میں زہر ملا ہوا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھالیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس عورت کو پکڑ کر لایا گیا اس سے اس بارے میں دریافت کیا گیا: تو اس عورت نے کہا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا چاہتی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں یہ نہیں کرنے دے گا۔

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) "مجھ پر مسلط نہیں کرے گا"

راوی کہتے ہیں: لوگوں نے عرض کی: کیا ہم اس کو قتل نہ کر دیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں!

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد میں اس کے اثرات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے (حلق میں موجود کوے) پر دیکھتا رہا۔

4509 - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، ح وحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا عَبَّادٌ، عَنْ سُفْيَانَ ابْنِ حُسَيْنٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، وَأَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: هَارُونُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْيَهُودِ أَهْدَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: شَاةً مَسْمُومَةً، قَالَ: فَمَا عَرَضَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذِهِ أُخْتُ مَرْحَبٍ الْيَهُودِيَّةُ الَّتِي سَمَّتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک یہودی عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بکری کا گوشت پیش کیا، جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے کوئی تعرض نہیں کیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ یہودی عورت مرحب کی بہن تھی، جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دینے کی کوشش کی تھی۔

4508- إسناده صحيح. هشام بن زيد: هو ابن أنس بن مالك. وأخرجه البخاري (2617)، ومسلم (2190) من طريق خالد بن الحارث، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (13285).

4510 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: كَانَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ يُحَدِّثُ أَنَّ يَهُودِيَّةً مِنْ أَهْلِ خَيْبَرَ سَمَّتْ شَاةً مَصْلِيَّةً ثُمَّ أَهْدَتْهَا لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذِّرَاعَ، فَأَكَلَ مِنْهَا، وَأَكَلَ رَهْطٌ مِنْ أَصْحَابِهِ مَعَهُ، ثُمَّ قَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ وَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَهُودِيَّةِ فَدَعَاهَا، فَقَالَ لَهَا أَسَمَمْتِ هَذِهِ الشَّاةَ قَالَتِ الْيَهُودِيَّةُ: مَنْ أَخْبَرَكَ، قَالَ أَخْبَرَتْنِي هَذِهِ فِي يَدِي لِلذِّرَاعِ. قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ فَمَا أَرَدْتِ إِلَى ذَلِكَ، قَالَتْ: قُلْتُ: إِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَنْ يَضُرَّهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا اسْتَرَحْنَا مِنْهُ، فَعَفَا عَنْهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُعَاقِبْهَا، وَتُوُفِّيَ بَعْضُ أَصْحَابِهِ الَّذِينَ أَكَلُوا مِنَ الشَّاةِ، وَاحْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى كَاهِلِهِ مِنْ أَجْلِ الَّذِي أَكَلَ مِنَ الشَّاةِ، حَجَمَهُ أَبُو هِنْدٍ بِالْقَرْنِ وَالشَّفْرَةِ، وَهُوَ مَوْلًى لِبَنِي بَيَاضَةَ مِنَ الْأَنْصَارِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: خیبر سے تعلق رکھنے والی ایک یہودی عورت نے ایک بکری کو آگ پر بھون کر اس میں زہر ملایا، اور پھر اسے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں تحفے کے طور پر پیش کیا، نبی اکرم ﷺ نے دستی کا حصہ لیا اور اسے کھایا، آپ ﷺ کے اصحاب میں سے بھی کچھ افراد نے اسے کھایا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اپنے ہاتھ کھینچ لو، پھر نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کو پیغام بھیج کر اسے بلوایا، اس سے دریافت کیا: تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ اس یہودی عورت نے دریافت کیا: آپ ﷺ کو کس نے بتایا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ جو میرے ہاتھ میں دستی موجود ہے، اس نے مجھے بتایا ہے، اس نے جواب دیا: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اس کے ذریعے کیا کرنا چاہتی تھی؟ اس نے جواب دیا: میں نے سوچا اگر تو یہ نبی ہوں گے، تو یہ انہیں نقصان نہیں پہنچائے گا اور اگر یہ نبی نہیں ہوں گے، تو ہمیں ان سے نجات مل جائے گی، تو نبی اکرم ﷺ نے اس عورت سے درگزر کیا، اسے سزا نہیں دی۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے، جن حضرات نے اس بکری کا گوشت کھایا تھا، ان میں سے کچھ حضرات کا انتقال ہو گیا' آپ ﷺ نے اس بکری کا جو گوشت کھایا تھا، اس کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے اپنے کندھوں کے درمیان موجود رگ پر پچھنے لگوائے۔

حضرت ابوہند رضی اللہ عنہ نے گائے کے سینگ اور چھری کے ذریعے یہ پچھنے لگائے تھے، یہ صاحب انصار کے خاندان بنو بیاضہ کے غلام تھے۔

4511 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَهْدَتْ لَهُ يَهُودِيَّةٌ بِخَيْبَرَ شَاةً مَصْلِيَّةً نَحْوَ حَدِيثِ جَابِرٍ قَالَ: فَمَاتَ بِشْرُ بْنُ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُورٍ الْأَنْصَارِيُّ فَأَرْسَلَ إِلَى الْيَهُودِيَّةِ مَا حَمَلَكِ عَلَى الَّذِي صَنَعْتِ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ جَابِرٍ فَأَمَرَ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُتِلَتْ وَلَمْ يَذْكُرْ أَمْرَ الْحِجَامَةِ

(ہ) ابوسلمہ بیان کرتے ہیں: ایک عورت نے خیبر میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھنی ہوئی بکری کا گوشت تحفے کے طور پر پیش کیا: اس کے بعد راوی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''تو حضرت بشر بن براء انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا، نبی اکرم ﷺ نے اس یہودی عورت سے دریافت کیا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس کے بعد راوی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کی مانند روایت نقل کی ہے، راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت اس عورت کو قتل کر دیا گیا۔ اس راوی نے (نبی اکرم ﷺ) کے پچھنے لگوانے کا ذکر نہیں کیا۔

4512 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَلَا يَأْكُلُ الصَّدَقَةَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، وَلَمْ يَذْكُرْ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَلَا يَأْكُلُ الصَّدَقَةَ زَادَ: فَأَهْدَتْ لَهُ يَهُودِيَّةٌ بِخَيْبَرَ شَاةً مَصْلِيَّةً سَمَّتْهَا فَأَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا وَأَكَلَ الْقَوْمُ فَقَالَ: ارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ فَإِنَّهَا أَخْبَرَتْنِي أَنَّهَا مَسْمُومَةٌ فَمَاتَ بِشْرُ بْنُ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُورٍ الْأَنْصَارِيُّ فَأَرْسَلَ إِلَى الْيَهُودِيَّةِ مَا حَمَلَكِ عَلَى الَّذِي صَنَعْتِ؟ قَالَتْ: إِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ الَّذِي صَنَعْتُ، وَإِنْ كُنْتَ مَلِكًا أَرَحْتُ النَّاسَ مِنْكَ. فَأَمَرَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُتِلَتْ، ثُمَّ قَالَ: فِي وَجَعِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ مَا زِلْتُ أَجِدُ مِنَ الْأَكْلَةِ الَّتِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهَذَا أَوَانُ قَطَعَتْ أَبْهَرِي

⊛⊛ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ تحفہ قبول کر لیتے تھے اور صدقہ نہیں کھاتے تھے، ایک روایت کے مطابق ابوسلمہ بیان کرتے ہیں: اس روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے، ابوسلمہ بیان کرتے ہیں: ''نبی اکرم ﷺ تحفہ کھا لیتے تھے اور صدقہ نہیں کھاتے تھے'' راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: ایک یہودی عورت نے خیبر میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھنی ہوئی بکری تحفے کے طور پر پیش کی، اس میں اس نے زہر ملایا تھا، تو نبی اکرم ﷺ نے اسے کھایا، لوگوں نے بھی کھایا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اپنے ہاتھ کھینچ لو، کیونکہ اس بکری نے مجھے بتایا ہے، کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے، حضرت بشر بن براء انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا، نبی اکرم ﷺ نے اس یہودی عورت کو بلوایا اور دریافت کیا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا: اگر آپ ﷺ نبی ہوتے تو جو میں نے کیا، اس نے آپ ﷺ کو نقصان نہیں پہنچانا تھا، اور اگر آپ ﷺ بادشاہ ہوتے، تو میں نے آپ ﷺ سے لوگوں کو نجات دلوا دینی تھی، تو نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت اس عورت کو قتل کر دیا گیا، جس بیماری کے دوران نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا، اس کے دوران آپ ﷺ نے فرمایا: ''خیبر میں، میں نے جو کچھ کھایا تھا، اس کے اثرات ابھی تک مجھے محسوس ہوتے ہیں، یہاں تک کہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میری شہ رگ کاٹ دی گئی ہے''

4513 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ

مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ أُمَّ مُبَشِّرٍ، قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ: مَا يُتَّهَمُ بِكَ يَا رَسُولَ اللهِ، فَإِنِّي لَا أَتَّهِمُ بِابْنِي شَيْئًا إِلَّا الشَّاةَ الْمَسْمُومَةَ الَّتِي أَكَلَ مَعَكَ بِخَيْبَرَ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا لَا أَتَّهِمُ بِنَفْسِي إِلَّا ذٰلِكَ، فَهٰذَا أَوَانُ قَطَعَتْ أَبْهَرِي

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرُبَّمَا حَدَّثَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ بِهٰذَا الْحَدِيثِ مُرْسَلًا عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَرُبَّمَا حَدَّثَ بِهِ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، وَذَكَرَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَّ مَعْمَرًا كَانَ يُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِيثِ مَرَّةً مُرْسَلًا فَيَكْتُبُونَهُ، وَيُحَدِّثُهُمْ مَرَّةً بِهِ فَيُسْنِدُهُ فَيَكْتُبُونَهُ، وَكُلٌّ صَحِيحٌ عِنْدَنَا.

قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: فَلَمَّا قَدِمَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَلَى مَعْمَرٍ أَسْنَدَ لَهُ مَعْمَرٌ أَحَادِيثَ كَانَ يُوقِفُهَا

سیدہ ام مبشر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیماری کے دوران، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حوالے سے کیا سمجھتے ہیں؟ کیونکہ اپنے بیٹے کے بارے میں میرا تو یہی خیال ہے کہ وہ اس بکری کی وجہ سے ہلاک ہوا، جس میں زہر ملا ہوا تھا، جو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر میں کھائی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے بھی یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے میری شہ رگ کاٹی جارہی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض اوقات یہ روایت مرسل روایت کے طور پر منقول ہے اور بعض اوقات مسند روایت کے طور پر منقول ہے، تاہم ہمارے نزدیک یہ دونوں طریقے ٹھیک ہیں۔

4514 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا رَبَاحٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أُمِّهِ أُمِّ مُبَشِّرٍ، قَالَ أَبُو سَعِيدِ بْنُ الْأَعْرَابِيِّ: كَذَا قَالَ: عَنْ أُمِّهِ وَالصَّوَابُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّ مُبَشِّرٍ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ مَخْلَدِ بْنِ خَالِدٍ، نَحْوَ حَدِيثِ جَابِرٍ قَالَ: فَمَاتَ بِشْرُ بْنُ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُورٍ فَأَرْسَلَ إِلَى الْيَهُودِيَّةِ فَقَالَ: مَا حَمَلَكِ عَلَى الَّذِي صَنَعْتِ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ جَابِرٍ فَأَمَرَ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُتِلَتْ وَلَمْ يَذْكُرِ الْحِجَامَةَ

سیدہ ام مبشر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے، جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ روایت کی مانند ہے، جس کے یہ الفاظ ہیں: حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی عورت کو پیغام بھیج کر بلوایا اور دریافت کیا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس کے بعد راوی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مانند روایت نقل کی ہے، جس میں وہ نقل کرتے ہیں: اس عورت کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کا حکم دیا، تو اس عورت کو قتل کر دیا گیا، راوی نے پچھنے لگوانے کا ذکر نہیں کیا۔

بَابُ مَنْ قَتَلَ عَبْدَهُ اَوْ مَثَّلَ بِهِ اَيُقَادُ مِنْهُ؟

باب: جو شخص اپنے غلام کو قتل کر دے یا اس کا مثلہ کر دے، تو کیا اس سے قصاص لیا جائے گا؟

4515 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَتَلَ عَبْدَهُ قَتَلْنَاهُ، وَمَنْ جَدَعَ عَبْدَهُ جَدَعْنَاهُ

⊛⊛ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص اپنے غلام کو قتل کرے گا، ہم اسے قتل کر دیں گے اور جو شخص اپنے غلام کی ناک کاٹے گا، ہم اس کی ناک کٹوا دیں گے''۔

4516 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ قَتَادَةَ، بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَصَى عَبْدَهُ خَصَيْنَاهُ ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ حَدِيثِ شُعْبَةَ وَحَمَّادٍ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ اَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، عَنْ هِشَامٍ، مِثْلَ حَدِيثِ مُعَاذٍ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اپنے غلام کو خصی کرے گا، ہم اسے خصی کر دیں گے''

اس کے بعد راوی نے شعبہ اور حماد کی روایت کی مانند روایت نقل کی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوداؤد طیالسی نے یہ روایت ہشام کے حوالے سے اس طرح نقل کی ہے، جس طرح معاذ نے نقل کی ہے۔

4517 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنِ ابْنِ اَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، بِإِسْنَادِ شُعْبَةَ مِثْلَهُ زَادَ ثُمَّ اِنَّ الْحَسَنَ نَسِيَ هٰذَا الْحَدِيثَ فَكَانَ يَقُولُ: لَا يُقْتَلُ حُرٌّ بِعَبْدٍ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ قتادہ کے حوالے سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: ''حسن نامی راوی اس روایت کو بھول گئے اور وہ یہ کہتے تھے: کسی غلام شخص کے بدلے میں آزاد شخص کو قتل نہیں کیا جائے گا''

4518 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: لَا يُقَادُ الْحُرُّ بِالْعَبْدِ

⊛⊛ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: غلام کے بدلے میں آزاد شخص کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

4519 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ تَسْنِيمٍ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، اَخْبَرَنَا سَوَّارٌ اَبُو حَمْزَةَ،

4515-إسناده ضعيف، فإن الحسن -وهو البصري- لم يسمعه من سمرة -وهو ابن جندب- اجاء مصرحا به في "مسند أحمد" (20104). حماد: هو ابن سلمة، وأخرجه الترمذي (1473)، والنسائي في "الكبرى" (6914) من طريق أبي عوانة الوضاح بن عبد الله اليشكري، والنسائي (6929) من طريق شعبة، كلاهما عن قتادة به. وهو في "مسند أحمد" (20104).

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مُسْتَصْرِخٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَالَ: جَارِيَةٌ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ وَيْحَكَ مَا لَكَ؟ قَالَ: شَرًّا، أَبْصَرَ لِسَيِّدِهِ جَارِيَةً لَهُ فَغَارَ فَجَبَّ مَذَاكِيرَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيَّ بِالرَّجُلِ فَطُلِبَ فَلَمْ يُقْدَرْ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اذْهَبْ فَأَنْتَ حُرٌّ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَى مَنْ نُصْرَتِي؟ قَالَ: عَلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ أَوْ قَالَ: كُلِّ مُسْلِمٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الَّذِي عَتَقَ كَانَ اسْمُهُ رَوْحُ بْنُ دِينَارٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الَّذِي جَبَّهُ زِنْبَاعٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا زِنْبَاعٌ أَبُو رَوْحٍ كَانَ مَوْلَى الْعَبْدِ

❁❁ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص چلاتا ہوا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! اس کی کنیز، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تمہارا ستیاناس ہو، تمہیں کیا ہوا ہے؟ اس نے عرض کی: برا ہوا ہے، اس نے بتایا کہ اس کے مالک نے اپنی کنیز کو اس کے ساتھ دیکھ لیا، تو غصے میں آ کر اس کی شرمگاہ کو کاٹ دیا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس شخص کو میرے پاس لے کر آؤ، اس شخص کو تلاش کیا گیا، لیکن وہ نہیں مل سکا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جاؤ تم آزاد ہو، اس نے عرض کی:

یارسول اللہ، میری مدد کرنا کس پر لازم ہوگا؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان پر (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) ہر مومن پر۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس شخص کو آزاد قرار دیا گیا تھا، اس کا نام روح بن دینار تھا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس شخص نے اس کی شرمگاہ کو کاٹا تھا، اس کا نام زنباع تھا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ زنباع ابوروح تھا، جو اس غلام کا آقا تھا۔

غلام کے بدلے آزاد کو قتل کرنے میں فقہی مذاہب کا بیان

امام ابوحنیفہ امام ثوری امام ابن ابی لیلیٰ اور داؤد کا مذہب ہے کہ آزاد نے اگر غلام کو قتل کیا ہے تو اس کے بدلے وہ بھی قتل کیا جائے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت سعید بن جبیر حضرت ابراہیم نخعی حضرت قتادہ اور حضرت حکم کا

4519-حديث حسن، وهذا إسناد ضعيف لضعف سوار أبي حمزة -وهو ابن داود الصيرفي- وقد توبع. وأخرجه ابن ماجه (2680) من طريق سوار بن داود أبي حمزة الصيرفي، بهذا الإسناد. وأخرجه عبد الرزاق (17932)، ومن طريقه الطبراني في "الكبير" (5301) عن معمر وابن جريج، كلاهما عن عمرو بن شعيب، به. وابن جريج مدلس وقد عنعن، على أن البخاري والبيهقي قد نفيا سماعه من عمرو أصلاً، ولكن الإسناد من طريق معمر بن راشد حسن إن صح؛ فقد أخرجه أحمد (6710) عن عبد الرزاق، عن معمر، أن ابن جريج أخبره، عن عمرو بن شعيب... وأخرجه بنحوه أحمد (7096) من طريق حجاج بن أرطاة، وعبد الرزاق (17932) عن محمد بن عبيد الله العرزمي، وابن سعد في "الطبقات" 7/ 505

بھی یہی مذہب ہے،
حضرت امام بخاری، علی بن مدینی، ابراہیم نخعی اور ایک اور روایت کی رو سے حضرت ثوری کا بھی مذہب یہی ہے کہ اگر کوئی آقا اپنے غلام کو مار ڈالے تو اس کے بدلے اس کی جان لی جائے گی دلیل میں یہ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اپنے غلام کو قتل کرے ہم اسے قتل کریں گے اور جو شخص اپنے غلام کو نکٹا کرے ہم بھی اس کی ناک کاٹ دیں گے اور جو اسے خصی کرے اس سے بھی یہی بدلہ لیا جائے،

لیکن جمہور کا مذہب ان بزرگوں کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں آزاد غلام کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ غلام مال ہے اگر وہ خطا سے قتل ہو جائے تو دیت یعنی جرمانہ نہیں دینا پڑتا صرف اس کے مالک کو اس کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور اسی طرح اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ کے نقصان پر بھی بدلے کا حکم ہے۔

قصاص ودیت کے دارومدار میں برابری ہونے کا فقہی بیان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قصاص اور دیت میں سب مسلمان برابر ہیں اور ایک ادنی مسلمان بھی امان دے سکتا ہے اور دور والا مسلمان بھی حق رکھتا ہے اور سب مسلمان ایک ہاتھ کی طرح ہوتے ہیں (یعنی تمام مسلمان غیر مسلموں کے مقابلہ میں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہونے میں ایک ہاتھ کی مانند ہوتے ہیں کہ جس طرح کسی چیز کو پکڑنے یا سکون وحرکت کے موقع پر ایک ہاتھ کے تمام اجزاء میں کوئی مخالفت یا جدائی نہیں ہوتی اسی طرح مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ غیروں کے مقابلے پر متحد ومتفق رہیں اور آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں) اور خبردار! کافر کے بدلے میں مسلمان نہ مارا جائے اور نہ عہد والے (یعنی ذمی) کو مارا جائے جب تک کہ وہ عہد وضمان میں ہے۔
ابوداؤد، نسائی) اور ابن ماجہ نے اس روایت کو ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 641)

سب مسلمان برابر ہیں: " کا مطلب یہ ہے کہ قصاص اور خون بہا کے لینے دینے میں سب مسلمان برابر ہیں اور یکساں ہیں شریف اور رزیل میں، چھوٹے درجہ والا کے بدلہ میں قتل نہ کیا جائے، یا بڑی ذات والے کے خون بہا کی مقدار پوری دی جائے اور چھوٹی ذات والے کے خون بہا کی مقدار کم دی جائے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں رواج تھا کہ اگر کوئی باحیثیت آدمی کسی کم حیثیت والے کو قتل کر دیتا تھا وہ تو قصاص میں اس کو قتل نہیں کرتے تھے بلکہ اس عوض میں اس کے قبیلے کے ان چند آدمیوں کو قتل کر دیا جاتا تھا جو زیردست ہوتے تھے۔

اور ایک ادنی مسلمان بھی امان دے سکتا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمانوں میں کا کوئی ادنی ترین فرد جیسے غلام یا عورت کسی کافر کو امان دے دے تو سب مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کافر کو امان دیں اور اس کے جان ومال کی حفاظت کا جو عہد اس مسلمان کی طرف سے کیا گیا ہے اس کو نہ توڑیں۔

اور دور والا مسلمان بھی حق رکھتا ہے" اس جملہ کے دو مطلب یہ ہے کہ اگر کسی ایسے مسلمان نے جو دار الحرب سے دور رہ رہا ہے کسی کافر کو امان دے رکھی ہے تو ان مسلمانوں کے لئے جو دار الحرب کے قریب ہیں یہ جائز نہیں ہے کہ اس مسلمان کے عہد امان کو

توڑ دیں۔ دوسرے معنی یہ ہے کہ جب مسلمانوں کا لشکر دارالحرب میں داخل ہو جائے، اور مسلمانوں کا امیر لشکر کے ایک دستہ کو کسی دوسری سمت میں بھیج دے اور پھر وہ دستہ مال غنیمت لے کر واپس آئے تو وہ مال غنیمت صرف اسی دستہ کا حق نہیں ہوگا، بلکہ وہ سارے لشکر والوں کو تقسیم کیا جائے گا۔

جب تک کہ وہ عہد وضمان میں ہے" کا مطلب یہ ہے کہ جو کافر جزیہ (ٹیکس) ادا کر کے اسلامی سلطنت کا وفادار شہری بن گیا ہے اور اسلامی سلطنت نے اس کے جان ومال کی حفاظت کا عہد کر لیا ہے تو جب تک وہ ذمی ہے اور اپنے ذمی ہونے کے منافی کوئی کام نہیں کرتا اس کو مسلمان قتل نہ کرے بلکہ اس کی حفاظت کو ذمہ داری سمجھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی قانون حکومت کی نظر میں ایک ذمی کے خون کی بھی وہی قیمت ہے جو ایک مسلمان کے خون کی ہے لہٰذا اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو ناحق قتل کر دے تو اس کے قصاص میں اس کے قاتل مسلمان کو قتل کر دینا چاہئے جیسا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک ہے۔

اس نکتہ سے حدیث کے اس جملہ "کافر کے بدلے میں مسلمان کو نہ مارا جائے" کا مفہوم بھی واضح ہو گیا کہ یہاں "کافر" سے مراد حربی کافر ہے نہ کہ ذمی! حاصل یہ ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک کسی مسلمان کو حربی کافر کے قصاص میں تو قتل نہ کیا جائے لیکن ذمی کے قصاص میں قتل کیا جائے اور حضرت امام شافعی کے نزدیک کسی مسلمان کو کسی کافر کے قصاص میں قتل نہ کیا جائے خواہ وہ کافر حربی ہو یا ذمی۔

بَابُ الْقَتْلِ بِالْقَسَامَةِ

باب: قسامت میں قصاص

قسامت کے لغوی معنی ومفہوم کا بیان

قسامت ق کے زبر کے ساتھ قسم کے معنی میں ہے یعنی سوگند کھانا۔ شرعی اصطلاح میں "قسامت" کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی آبادی ومحلہ میں یا اس آبادی ومحلہ کے قریب میں کسی شخص کا قتل ہو جائے اور قاتل کا پتہ نہ چلے تو حکومت واقعات کی تحقیق کرے اگر قاتل کا پتہ چل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ اس آبادی یا محلہ کے باشندوں میں سے پچاس آدمیوں سے قسم لی جائے اس طرح کہ ان میں سے ہر آدمی یہ قسم کھائے کہ "خدا کی قسم! نہ میں نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ اس کے قاتل کا مجھے علم ہے۔

مفہوم قسامت میں فقہی مذاہب اربعہ

یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک ہے جس کی بنیاد یہ مشہور حدیث ہے کہ (البینہ علی المدعی والیمین علی من انکر) چنانچہ اس باب کی تیسری فصل میں حضرت رافع ابن خدیج سے منقول روایت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کے نزدیک "قسامت" کا مفہوم یہ ہے کہ جس آبادی ومحلہ میں یا جس آبادی ومحلہ کے قریب میں لاش پائی گئی ہے اگر اس کے باشندوں اور مقتول کے درمیان کوئی عداوت ودشمنی رہی ہو یا کوئی ایسی علامت پائی گئی ہو۔ جس سے یہ ظن غالب ہو کہ اس آبادی ومحلہ کے لوگوں نے اس کو قتل کیا ہے جیسے اس آبادی یا محلہ میں لاش کا پایا جانا، تو مقتول کے

وارثوں سے قسم لی جائے یعنی ان سے کہا جائے کہ وہ یہ قسم کھائیں کہ " خدا کی قسم اہم نے (یعنی اس آبادی یا محلہ کے لوگوں نے) اس کو قتل کیا ہے" اگر مقتول کے وارث یہ قسم کھانے سے انکار کردیں تو پھر ان لوگوں سے قسم لی جائے جن پر قتل کا شبہ کیا گیا ہے" چنانچہ اس باب کی پہلی حدیث جو حضرت رافع سے منقول ہے اسی پر دلالت کرتی ہے۔

قسامت میں قصاص واجب نہیں ہوتا اگرچہ قتل عمد کا دعویٰ ہو بلکہ اس میں دیت واجب ہوتی ہے خواہ قتل عمد کا دعویٰ ہو یا قتل خطاء کا۔ لیکن حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر قتل عمد کا دعویٰ ہو تو پھر قصاص کا حکم نافذ کرنا چاہئے اور حضرت امام شافعی کا قدیم قول بھی یہی ہے'

قسامت کے بارے میں ملحوظ رہنا چاہئے کہ قسامت کا یہ طریقہ زمانہ جاہلیت میں بھی رائج تھا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ کو باقی رکھا اور اسی کے مطابق انصاریوں میں اس مقتول کا فیصلہ کیا جس کے قتل کا انہوں نے خیبر کے یہودیوں پر دعویٰ کیا تھا۔

قتل کا علم نہ ہونے کی صورت میں پچاس آدمیوں سے قسم لینے کا بیان

جب کوئی مقتول محلے میں پایا گیا ہے لیکن اس کے قاتل کا پتہ نہیں ہے تو ان پچاس بندوں سے قسم لی جائے گی جن کا انتخاب مقتول کا ولی کرے گا۔ اور وہ لوگ قسم اٹھائیں گے کہ بہ خدا ہم اس کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں اس کے قتل کا کوئی علم ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب وہاں پر کوئی قرینہ موجود ہے۔ تو اولیائے مقتول سے پچاس قسمیں لی جائیں گی۔ اور اس کے بعد ان پر مدعیٰ علیہ پر دیت کا فیصلہ کردیا جائے گا۔ اگرچہ وہ قتل عمد ہے یا قتل خطاء کا دعویٰ ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب قتل عمد کا دعویٰ ہے تو قصاص کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے دونوں اقوال میں سے ایک قول اسی طرح بھی ہے۔

حضرت امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمہ کے نزدیک لوث یہ ہے کہ وہاں پر کسی معین بندے پر قتل کی نشانی پائی جائے یا ظاہری حالت مدعی کے حق پر گواہ ہو۔ یعنی قاتل ومقتول میں ظاہری طور پر عداوت ہو۔ یا ایک عادل شخص کی گواہی ہے یا ایک غیر عادل جماعت کی اسی بات پر گواہی ہے۔ کہ اس کو اہل محلہ نے قتل کیا ہے۔ اور جب ظاہری حالت مدعی کیلئے گواہی نہ دے تو امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب بھی ہمارے مذہب کی طرح ہے۔ اور اس کے سواوہ قسم میں تکرار بھی نہیں کرتے بلکہ وہ اس کو ولی پر لوٹانے والے ہیں۔ ہاں البتہ جب اہل محلہ نے قسم اٹھائی ہے تو ان پر دیت واجب نہ ہوگی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک یمین کے ولی کا اولیائے مقتول سے قسم لینے کی ابتداء سے متعلق یہ حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں پچاس مرد اس بات کی قسم اٹھائیں کہ اہل محلہ نے اس کو قتل کیا ہے۔ کیونکہ قسم اس کے حق میں واجب ہوتی ہے جس کے حق میں ظاہری حالت گواہی دینے والی ہو۔ (قاعدہ فقہیہ)

اسی دلیل کے سبب قابض پر قسم واجب ہوتی ہے اور جب ظاہری حالت ولی کیلئے گواہی دینے والا ہے تو اس سے قسم کی ابتداء کی جائے گی۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک مدعی پر قسم کو لوٹانا ہے۔ جس طرح انکار کی صورت میں ہوا کرتا ہے۔ اور یہ تو اس

طرح کی دلالت ہے کہ جس میں ایک طرح کا شبہ ہے اور شبہ کے ساتھ قصاص جمع ہونے والا نہیں ہے۔ جبکہ مال شبہ کے ساتھ جمع ہوجاتا ہے۔ اسی لئے دیت واجب ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے انکاری پر قسم واجب ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق مدعی علیہ ہے اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہود سے قسامت کا آغاز کیا ہے۔ اور ان کے درمیان مقتول کے پائے جانے کے سبب ان پر دیت لازم کی ہے۔ کیونکہ قسم یہ دینے کیلئے دلیل ہے استحقاق کیلئے دلیل نہیں ہے۔ اور ولی کا استحقاق کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی دلیل کے سبب مدعی اپنی قسم سے مال خرچ کرنے کا حقدار نہیں ہوتا۔ پس قسم کے ذریعے وہ محترم جان میں بدرجہ اتم حقدار نہ ہوگا۔

حضرت امام قدوری علیہ الرحمہ کے قول "یَتَخَیَّرُهُمُ الْوَلِیّ" سے اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ پچاس بندوں کو معین کرنے کا اختیار ولی کیلئے ہے۔ کیونکہ قسم اسی کا حق ہے۔ اور ظاہر بھی یہی ہے کہ ولی اسی کا انتخاب کرے گا۔ جس کو وہ قتل کے ساتھ تہمت زدہ پائے گا یا وہ محلے کے شریف لوگوں کا انتخاب کرے گا۔ کیونکہ وہ لوگ ممکن حد تک جھوٹی قسم سے بچنے والے ہیں۔ پس قاتل ظاہر ہوجائے گا۔ اور قسم کا فائدہ انکار ہے۔ اور جب اہل محلہ اس کے قاتل نہیں ہیں لیکن وہ قاتل کو جانتے ہیں تو ان کے اس علم پر نیک بندے کی قسم برے بندے کی قسم سے زیادہ فائدے مند ہے۔ اور جب اولیاء نے نابینا یا حد قذف والے کا انتخاب کیا ہے تو یہ بھی جائز ہے۔ اس لئے کہ یہ قسم ہے یہ شہادت نہیں ہے۔ (ہدایہ، کتاب الجنایات، لاہور)

پچاس آدمیوں سے قسم لینے کا بیان

حضرت رافع ابن خدیج کہتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص (یعنی عبداللہ ابن سہل) خیبر میں قتل کر دیئے گئے چنانچہ ان کے ورثاء (یعنی ان کے بیٹے اور چچازاد بھائی) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مقدمہ پیش کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان) سے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس دو گواہ ہیں جو تمہارے مقتول کے بارے میں گواہی دیں انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہاں کوئی مسلمان تو موجود نہیں تھا البتہ یہود تھے (جو ظلم کرنے، فتنہ وفساد پھیلانے اور حیلہ گری میں بہت مشہور ہیں) وہ تو اس سے بھی بڑے کام کی جرأت رکھتے ہیں (جیسے انبیاء کو قتل کر دینا، کلام اللہ میں تحریف کرنا اور احکام خداوندی سے صریحا سرکشی کرنا) آپ نے فرمایا "اچھا تو ان میں پچاس آدمیوں کو منتخب کرلو اور ان سے قسمیں لو" لیکن مقتول کے ورثاء نے یہودیوں سے قسم لینے سے انکار کردیا (کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ اتنے مکار ہیں کہ جھوٹی قسمیں کھالیں گے) چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقتول کا خون بہا اپنے پاس سے دے دیا۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 688)

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ اس حدیث کا ظاہری مفہوم حنفیہ کے اس مسلک کی واضح دلیل ہے کہ قسامت میں پہلے مدعا علیہ سے قسم لینی چاہئے۔

ملا علی قاری نے اس موقع پر تمام ائمہ کے مسلک کو نقل کرنے کے بعد حنفیہ مسلک کے دلائل بڑی عمدگی کے ساتھ بیان کئے ہیں۔

پہلے اولیائے مقتول سے قسم لینے کا بیان

حضرت سہل بن ابی حثمہ کو خبر دی کچھ لوگوں نے جو انکی قوم کے معزز تھے کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ فقر اور افلاس کی وجہ سے خیبر کو گئے محیصہ کے پاس ایک شخص آیا اور بیان کیا کہ عبداللہ بن سہل کو کسی نے قتل کر کے کنوئیں میں یا چشمے میں ڈال دیا ہے محیصہ یہ سن کر خیبر کے یہودیوں کے پاس آئے اور کہا قسم خدا کی تم نے اس کو قتل کیا ہے یہودیوں نے کہا قسم خدا کی ہم نے قتل نہیں کیا اس کو، پھر محیصہ اپنی قوم کے پاس آئے اور ان سے بیان کیا بعد اس کے محیصہ اور ان کے بھائی حویصہ جو محیصہ سے بڑے تھے۔

اور عبدالرحمن بن سہل (جو عبداللہ بن سہل مقتول کے بھائی تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے محیصہ نے چاہا کہ میں بات کروں کیونکہ وہی خیبر کو گئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بزرگی کی رعایت کر۔ حویصہ نے پہلے بیان کیا پھر محیصہ نے بیان کیا رسول اللہ! نے فرمایا تو یہودی تمہارے قتل کی دیت دیں یا جنگ کریں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو اس بارے میں لکھا انہوں نے جواب میں لکھا کہ قسم خدا کی ہم نے اس کو قتل نہیں کیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حویصہ اور محیصہ اور عبدالرحمن سے کہا تم قسم کھاؤ کہ یہودیوں نے اس کو مارا ہے تو دیت کے حقدار ہو گے انہوں نے کہا ہم قسم نہ کھائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا اگر یہودی قسم کھالیں کہ ہم نے نہیں مارا انہوں نے کہا: یارسول اللہ! وہ مسلمان نہیں ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے دیت ادا کی سہل کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس سو اونٹ بھیجے ان کے گھروں پر ان میں سے ایک سرخ اونٹنی نے مجھے لات ماری تھی۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1455)

پچاس قسموں کو پورا کرنے میں فقہی تصریحات کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ بشیر بن یسار سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سہل انصاری اور محیصہ بن مسعود خیبر کو گئے اور عبداللہ بن سہل کو کسی نے مار ڈالا تو محیصہ اور ان کے بھائی حویصہ اور عبدالرحمن بن سہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو عبدالرحمن نے بات کرنی چاہی اپنے بھائی کے مقدمے میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بزرگی کی رعایت کر تو حویصہ اور محیصہ نے قصہ بیان کیا عبداللہ بن سہل کا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پچاس قسمیں کھاتے ہو (اس بات پر کہ فلاں شخص نے اس کو مار ڈالا ہے) اگر کھاؤ گے تو خون کا استحقاق (یا قاتل کا استحاق؟) تمہیں حاصل ہوگا انہوں نے کہا: یارسول اللہ! (ہم کیونکر کھائیں) ہم اس وقت موجود نہ تھے نہ ہم نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو یہودی پچاس قسمیں کھا کر بری ہو جائیں گے انہوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وہ کافر ہیں ان کی قسمیں ہم کیونکر قبول کریں گے بشیر بن یسار نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے دیت ادا کی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حکم اتفاقی ہے اور میں نے بہت سے اچھے عالموں سے سنا ہے اور اس پر اتفاق کیا ہے۔ اگلے اور پچھلے علماء نے کہا قسامت میں پہلے مدعیوں سے قسم لی جائے گی وہ قسم کھائیں۔ (اگر وہ قسم نہ کھائیں تو مدعیٰ علیہم سے قسم لی جائے گی اگر وہ قسم کھالیں گے تو بری ہو جائیں گے) اور قسامت دو امروں میں ایک امر سے لازم ہوتی ہے یا تو مقتول خود کہے مجھ کو فلانے نے مارا ہے (اور گواہ نہ ہوں) یا مقتول کے وارث کسی پر اپنا اشتباہ ظاہر کریں اور گواہی

کامل نہ ہوتو انہیں دو وجہوں سے قسامت لازم آئے گی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس سنت میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ پہلے قسم ان لوگوں سے لی جائے گی جو خون کے مدعی ہوں۔ خواہ قتل عمد ہو یا قتل خطاء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی حارث سے جن کا عزیز خیبر میں مارا گیا تھا پہلے قسم کھانے کو فرمایا تھا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر مدعی قسم کھالیں تو ان کے خون کا مدعیوں سے پچاس قسمیں لی جائیں گی جب وہ پچاس آدمی ہوں تو ہر ایک سے ایک ایک قسم لی جائے گی اور پچاس سے کم ہوں یا بعض ان میں سے قسم کھانے سے انکار کریں تو مکرر قسمیں لے کر قسمیں پچاس پوری کریں گے مگر جب مقتول کے وارثوں میں جن کو عفو کا اختیار ہے کوئی قسم کھانے سے انکار کرے گا تو پھر قصاص لازم نہ ہوگا بلکہ جب ان لوگوں میں جن کو عفو کا اختیار نہیں کوئی قسم کھانے سے انکار کرے تو باقی لوگوں سے قسم لیں گے اور جن کو عفو کا اختیار ہے ان میں سے اگر کوئی ایک بھی قسم کھانے سے انکار کرے تو باقی وارثوں کو بھی قسم نہ دیں گے۔ بلکہ اس صورت میں مدعی علیہم کو قسم دیں گے ان میں سے پچاس آدمیوں کو پچاس قسمیں دیں گے اگر پچاس سے کم ہوں تو مکرر کر کے پچاس پوری کریں گے اگر مدعی علیہ ایک ہی ہو تو اس سے پچاس قسمیں لیں گے جب وہ پچاس قسمیں کھالے گا بری ہو جائے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک قوم کی قوم کو جس میں بہت آدمی ہوں خون کی تہمت لگے اور مقتول کے وارث ان سے قسم لینا چاہیں تو ہر شخص ان میں سے پچاس پچاس قسمیں کھائے گا یہ نہ ہوگا کہ پچاس قسمیں سب پر تقسیم ہو جائیں یہ میں نے اچھا سنا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قسامت مقتول کی عصبوں کی طرف ہوگی جو خون کے مالک ہیں انہی کو قسم دی جاتی ہے اور انہی کی قسم کھانے سے قصاص لیا جاتا ہے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1456)

4520- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، وَرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، أَنَّ مُحَيِّصَةَ بْنَ مَسْعُودٍ، وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَهْلٍ، انْطَلَقَا قِبَلَ خَيْبَرَ فَتَفَرَّقَا فِي النَّخْلِ فَقُتِلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَهْلٍ فَاتَّهَمُوا الْيَهُودَ فَجَاءَ أَخُوهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَهْلٍ وَابْنَا عَمِّهِ حُوَيِّصَةُ وَمُحَيِّصَةُ فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَكَلَّمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فِي أَمْرِ أَخِيهِ وَهُوَ أَصْغَرُهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْكُبْرَ الْكُبْرَ أَوْ قَالَ: لِيَبْدَأِ الْأَكْبَرُ

4520-إسناده صحيح. يحيى بن سعيد: هو ابن قيس الأنصاري. وأخرجه البخاري (6142)، ومسلم (1669)، والنسائي في "الكبرى" (2 /5945) و (6889) من طريق حماد بن زيد، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (3173)، ومسلم (1669)، والترمذي (1482) و (1483)، والنسائي في "الكبرى" (6888) و (6893 - 6891) من طرق عن يحيى بن سعيد الأنصاري، به. وبعضهم لا يذكر فيه رافع بن خديج. وأخرجه مسلم (1669) من طريق سليمان بن بلال، و (1669) من طريق هشيم ابن بشير، والنسائي (6894) من طريق مالك بن أنس، ثلاثتهم عن يحيى بن سعيد الأنصاري، عن بشير بن يسار أن عبد الله بن سهل ... الحديث مرسلاً إلا أن سليمان روى بعض الحديث عمن أدرك من أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم- ولم يسمهم. وهو في "مسند أحمد" (16091)، و "صحيح ابن حبان" (6009).

فَتَكَلَّمَا فِي أَمْرِ صَاحِبِهِمَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُقْسِمُ خَمْسُونَ مِنْكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ فَيُدْفَعُ بِرُمَّتِهِ قَالُوا: أَمْرٌ لَمْ نَشْهَدْهُ كَيْفَ نَحْلِفُ؟ قَالَ: فَتُبَرِّئُكُمْ يَهُودُ بِأَيْمَانِ خَمْسِينَ مِنْهُمْ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، قَوْمٌ كُفَّارٌ. قَالَ: فَوَدَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِهِ. قَالَ سَهْلٌ: دَخَلْتُ مِرْبَدًا لَهُمْ يَوْمًا فَرَكَضَتْنِي نَاقَةٌ مِنْ تِلْكَ الْإِبِلِ رَكْضَةً بِرِجْلِهَا. قَالَ حَمَّادٌ: هَذَا أَوْ نَحْوَهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، وَمَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: فِيهِ أَتَحْلِفُونَ خَمْسِينَ يَمِينًا وَتَسْتَحِقُّونَ دَمَ صَاحِبِكُمْ أَوْ قَاتِلِكُمْ؟ وَلَمْ يَذْكُرْ بِشْرٌ دَمًا. وَقَالَ عَبْدَةُ، عَنْ يَحْيَى، كَمَا قَالَ حَمَّادٌ: وَرَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ يَحْيَى فَبَدَأَ بِقَوْلِهِ: تُبَرِّئُكُمْ يَهُودُ بِخَمْسِينَ يَمِينًا يَحْلِفُونَ وَلَمْ يَذْكُرِ الِاسْتِحْقَاقَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا وَهْمٌ مِنَ ابْنِ عُيَيْنَةَ

حضرت سہل بن ابوحثمہ اور حضرت رافع بن خدیج بیان کرتے ہیں: حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ خیبر گئے، وہاں وہ کھجوروں کے ایک باغ میں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے، تو حضرت عبداللہ بن سہل کو قتل کر دیا گیا، ان لوگوں نے یہودیوں پر الزام عائد کیا، ان کے بھائی عبدالرحمن بن سہل اور ان کے دو چچازاد بھائی حویصہ اور محیصہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوئے، عبدالرحمن جو عمر میں ان میں سے چھوٹے تھے، وہ اپنے بھائی کے معاملے میں بات کرنے لگے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے بڑے کو موقع دو (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) بڑا شخص بات کا آغاز کرے، ان دونوں نے اپنے ساتھی کے معاملے کے بارے میں بات چیت کی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے پچاس آدمی ان کے کسی ایک شخص کے خلاف قسم اٹھالیں، تو اس شخص کو تمہارے حوالے کر دیا جائے گا، ان لوگوں نے کہا: جس واقعہ میں ہم شریک ہی نہیں ہوئے، تو ہم اس کے بارے میں حلف کیسے اٹھالیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر یہودیوں کے پچاس آدمی قسم اٹھا کر تم سے بری ذمہ ہو جائیں گے، ان لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کافر لوگ ہیں راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے انہیں دیت ادا کی۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن میں ان لوگوں کے باڑے میں داخل ہوا، تو ان کے اونٹوں میں سے ایک اونٹنی نے اپنا مجھے پاؤں مارا۔

حماد کہتے ہیں: یہ اس کی مانند روایت منقول ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس کے الفاظ یہ ہیں:

"کیا تم لوگ پچاس قسمیں اٹھا کر اپنے ساتھی کے خون کے (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں) قاتل کے حق دار بن جاؤ گے"

یہاں بشر نامی راوی نے لفظ "خون" نقل نہیں کیا۔

ایک اور سند کے ساتھ یہ الفاظ منقول ہیں:

''یہودی پچاس قسمیں اٹھا کر تم سے بری ذمہ ہو جائیں گے''

اس راوی نے لفظ استحقاق ذکر نہیں کیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ وہم ابن عیینہ کو ہوا ہے۔

4521 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي لَيْلَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ هُوَ وَرِجَالٌ مِنْ كُبَرَاءِ قَوْمِهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةَ خَرَجَا إِلَى خَيْبَرَ مِنْ جَهْدٍ أَصَابَهُمْ فَأُتِيَ مُحَيِّصَةُ فَأُخْبِرَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَهْلٍ قَدْ قُتِلَ وَطُرِحَ فِي فَقِيرٍ أَوْ عَيْنٍ فَأَتَى يَهُودَ فَقَالَ: أَنْتُمْ وَاللَّهِ قَتَلْتُمُوهُ، قَالُوا: وَاللَّهِ مَا قَتَلْنَاهُ. فَأَقْبَلَ حَتَّى قَدِمَ عَلَى قَوْمِهِ، فَذَكَرَ لَهُمْ ذَلِكَ، ثُمَّ أَقْبَلَ هُوَ وَأَخُوهُ حُوَيِّصَةُ - وَهُوَ أَكْبَرُ مِنْهُ - وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَهْلٍ، فَذَهَبَ مُحَيِّصَةُ لِيَتَكَلَّمَ، وَهُوَ الَّذِي كَانَ بِخَيْبَرَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَبِّرْ كَبِّرْ يُرِيدُ السِّنَّ، فَتَكَلَّمَ حُوَيِّصَةُ، ثُمَّ تَكَلَّمَ مُحَيِّصَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِمَّا أَنْ يَدُوا صَاحِبَكُمْ وَإِمَّا أَنْ يُؤْذِنُوا بِحَرْبٍ فَكَتَبَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ، فَكَتَبُوا إِنَّا وَاللَّهِ مَا قَتَلْنَاهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِحُوَيِّصَةَ وَمُحَيِّصَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ أَتَحْلِفُونَ وَتَسْتَحِقُّونَ دَمَ صَاحِبِكُمْ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَتَحْلِفُ لَكُمْ يَهُودُ قَالُوا: لَيْسُوا مُسْلِمِينَ، فَوَدَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ، فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ مِائَةَ نَاقَةٍ حَتَّى أُدْخِلَتْ عَلَيْهِمُ الدَّارَ قَالَ سَهْلٌ: لَقَدْ رَكَضَتْنِي مِنْهَا نَاقَةٌ حَمْرَاءُ

حضرت سہل بن ابوحثمہ اور ان کی قوم کے کچھ بڑے لوگوں نے یہ بات بیان کی، حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ اور حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ کسی ضرورت کے پیش نظر خیبر تشریف لے گئے، وہاں حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات بتائی گئی کہ حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا ہے اور انہیں ایک کنویں میں (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں) چشمے میں پھینک دیا گیا ہے، وہ یہودیوں کے پاس آئے اور بولے: اللہ کی قسم! تم لوگوں نے انہیں قتل کیا ہے، انہوں نے جواب دیا: اللہ کی قسم! ہم نے انہیں قتل نہیں کیا، پھر حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے پاس آئے اور ان کے سامنے یہ بات ذکر کی، پھر وہ ان کے بھائی حویصہ جو ان سے عمر میں بڑے تھے، اور عبدالرحمن بن سہل آئے (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے) محیصہ بات کرنے لگے، کیونکہ خیبر میں وہی موجود تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے بڑے کو موقع دو، پہلے بڑے کو موقع دو، تو حضرت حویصہ رضی اللہ عنہ نے بات شروع کی، پھر حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ نے بات کی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا تو وہ تمہارے ساتھی کی دیت دے دیں، یا پھر جنگ کے لیے تیار ہو جائیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں ان لوگوں کو خط لکھا، تو ان لوگوں نے جواب میں لکھا، اللہ کی قسم! ہم نے انہیں قتل نہیں کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حویصہ رضی اللہ عنہ، حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم لوگ قسم اٹھا کر

اپنے ساتھ کے خون کے مستحق بن جاؤ گے، ان لوگوں نے عرض کی، جی نہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر تمہاری جگہ یہودی قسم اٹھالیں گے (اور بچ جائیں گے) ان لوگوں نے عرض کی: وہ مسلمان نہیں ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی طرف سے انہیں دیت ادا کی، نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو 100 اونٹنیاں بھجوائیں، جو ان کے احاطے میں داخل ہو گئیں۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان میں سے ایک سرخ اونٹنی نے مجھے لات ماری تھی۔

4522 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، وَكَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ: عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ قَتَلَ بِالْقَسَامَةِ رَجُلًا مِنْ بَنِي نَصْرِ بْنِ مَالِكٍ بِبَحْرَةِ الرُّغَاءِ عَلَى شَطِّ لِيَّةِ الْبَحْرَةِ قَالَ: الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ مِنْهُمْ. وَهٰذَا لَفْظُ مَحْمُودٍ بِبَحْرَةٍ أَقَامَهُ مَحْمُودٌ وَحْدَهُ عَلَى شَطِّ لِيَّةَ

❀❀ عمرو بن شعیب، نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے قسامت کی بنیاد پر، بنونصر بن مالک سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، جو لیہ بحرہ کے کنارے بحرہ رغاء کے مقام پر رہتا تھا۔

راوی بیان کرتے ہیں: قاتل اور مقتول دونوں کا تعلق اسی خاندان سے تھا۔

روایت کے یہ الفاظ محمود کے ہیں: جس میں صرف بحرہ منقول ہے، صرف محمود نامی راوی نے اس میں یہ الفاظ کیے ہیں: یہ لیہ کے کنارے ہے۔

بَابٌ فِي تَرْكِ الْقَوَدِ بِالْقَسَامَةِ

باب: قسامت میں قصاص نہ لینے کا تذکرہ

4523 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الصَّبَّاحِ الزَّعْفَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّائِيُّ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، زَعَمَ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ سَهْلُ بْنُ أَبِي حَثْمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ نَفَرًا مِنْ قَوْمِهِ انْطَلَقُوا إِلَى خَيْبَرَ، فَتَفَرَّقُوا فِيهَا، فَوَجَدُوا أَحَدَهُمْ قَتِيلًا، فَقَالُوا لِلَّذِينَ وَجَدُوهُ عِنْدَهُمْ: قَتَلْتُمْ صَاحِبَنَا، فَقَالُوا: مَا قَتَلْنَاهُ وَلَا عَلِمْنَا قَاتِلًا، فَانْطَلَقْنَا إِلَى نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ فَقَالَ لَهُمْ تَأْتُونِي بِالْبَيِّنَةِ عَلَى مَنْ قَتَلَ هٰذَا قَالُوا: مَا لَنَا بَيِّنَةٌ، قَالَ: فَيَحْلِفُونَ لَكُمْ قَالُوا: لَا نَرْضَى بِأَيْمَانِ الْيَهُودِ، فَكَرِهَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبْطِلَ دَمَهُ، فَوَدَاهُ مِائَةً مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ

❀❀ بشیر بن یسار بیان کرتے ہیں: انصار سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب جن کا نام سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ تھا، انہوں نے یہ بات بیان کی: ان کی قوم کے کچھ لوگ خیبر گئے، وہاں وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے، انہوں نے اپنے میں سے ایک شخص کو مقتول پایا، تو جن لوگوں کے ہاں انہوں نے اسے مقتول پایا، ان سے کہا: تم نے ہمارے ساتھی کو قتل کیا ہے تو ان لوگوں نے کہا: ہم نے انہیں قتل نہیں کیا، نہ ہی ہمیں قاتل کے بارے میں کوئی علم ہے (راوی بیان کرتے ہیں:) ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں

حاضر ہوئے، تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: تم لوگ اس شخص کے خلاف ثبوت پیش کرو، جس نے اسے قتل کیا ہے، ان لوگوں نے عرض کی: ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر وہ تمہارے مقابلے میں قسمیں اٹھالیں گے، ان لوگوں نے عرض کی: ہم یہودیوں کی قسم سے راضی نہیں ہوں گے، نبی اکرم ﷺ کو یہ بات اچھی نہیں لگی کہ اس مقتول کا خون رائیگاں قرار دیں، تو آپ ﷺ نے صدقہ کے اونٹوں میں سے 100 اونٹ دیت کے طور پر ادا کیے۔

4524 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ رَاشِدٍ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ، حَدَّثَنَا عَبَايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: أَصْبَحَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مَقْتُولًا بِخَيْبَرَ، فَانْطَلَقَ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوا ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ: لَكُمْ شَاهِدَانِ يَشْهَدَانِ عَلَى قَتْلِ صَاحِبِكُمْ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ لَمْ يَكُنْ ثَمَّ أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّمَا هُمْ يَهُودُ وَقَدْ يَجْتَرِئُونَ عَلَى أَعْظَمَ مِنْ هَذَا. قَالَ: فَاخْتَارُوا مِنْهُمْ خَمْسِينَ فَاسْتَحْلِفُوهُمْ فَأَبَوْا، فَوَدَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انصار کا ایک شخص خیبر میں مقتول پایا گیا، تو اس کے پسماندگان نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ ﷺ کی خدمت میں اس صورتحال کا ذکر کیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس دو ایسے گواہ ہیں؟ جو تمہارے ساتھی کے قتل کے بارے میں گواہی دیدیں، ان لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! مسلمانوں میں سے کوئی ایک بھی وہاں موجود نہیں تھا، وہ لوگ یہودی ہیں، اور وہ اس سے بڑے گناہ کی جراءت سے کر لیتے ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تو تم ان میں پانچ آدمیوں کو چن کر ان سے حلف لے لو، ان حضرات نے یہ بات تسلیم نہیں کی، نبی اکرم ﷺ نے اپنی طرف سے انہیں دیت ادا کی۔

4525 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بُجَيْدٍ قَالَ: إِنَّ سَهْلًا وَاللهِ أَوْهَمَ الْحَدِيثَ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَتَبَ إِلَى يَهُودَ أَنَّهُ قَدْ وُجِدَ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ قَتِيلٌ فَدُوهُ. فَكَتَبُوا يَحْلِفُونَ بِاللهِ خَمْسِينَ يَمِينًا مَا قَتَلْنَاهُ وَلَا عَلِمْنَا قَاتِلًا. قَالَ: فَوَدَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ بِمِائَةِ نَاقَةٍ:

حضرت عبدالرحمن بن بجید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم حضرت سہل رضی اللہ عنہ کو یہ روایت نقل کرنے میں وہم ہوا ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کو خط لکھا تھا کہ ان کے درمیان ایک شخص مقتول پایا گیا ہے، تو تم لوگ اس کی دیت ادا کرو، تو ان لوگوں نے جوابی خط میں لکھا: وہ اللہ کے نام کی 50 قسمیں اٹھا کر یہ کہتے ہیں ہم نے اسے قتل نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں قاتل کے بارے میں علم ہے، راوی بیان کرتے ہیں: تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی طرف سے 100 اونٹنیاں دیت کے طور پر ادا کی تھیں۔

4526 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ رِجَالٍ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: لِلْيَهُودِ وَبَدَأَ

بِهِمْ يَحْلِفُ مِنكُمْ خَمْسُونَ رَجُلًا فَأَبَوْا. فَقَالَ لِلْأَنْصَارِ: اسْتَحِقُّوا قَالُوا: نَحْلِفُ عَلَى الْغَيْبِ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَجَعَلَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيَةً عَلَى يَهُودَ لِأَنَّهُ وُجِدَ بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ

⊛⊛ ابوسلمہ بن عبدالرحمن اور سلیمان بن یسار کچھ انصاریوں کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں سے فرمایا: آپ نے آغاز ان سے کیا، تم میں سے 50 لوگ قسم اٹھائیں، ان لوگوں نے یہ بات نہیں مانی، تو آپ ﷺ نے انصار سے فرمایا: تم لوگ حق حاصل کرلو، ان لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم لوگ کسی ایسی چیز کے بارے میں قسم نہیں اٹھائیں گے، جہاں ہم موجود نہیں تھے، تو نبی اکرم ﷺ نے دیت کی ادائیگی یہودیوں کے ذمے لازم قرار دی، کیونکہ مقتول ان کے درمیان پایا گیا تھا۔

اہل محلہ پر قسم کے سبب وجوب دیت کا بیان

جب اہل محلہ نے قسم اٹھائی ہے تو ان پر دیت کا فیصلہ کردیا جائے گا۔ اور ولی سے قسم نہ لی جائے گی۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دیت واجب نہ ہوگی۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہود اپنی قسموں کے سبب تم سے بری ہو جائیں گے۔ کیونکہ شریعت کے مطابق قسم مدعی علیہ کو بری کرنے والی ہو کر مشروع ہوئی ہے۔ اور اس پر کوئی چیز لازم کرنے والی نہیں ہے۔ جس طرح تمام دعویٰ جات میں اسی طرح ہوتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت سہل اور زیاد بن ابومریم رضی اللہ عنہما کی احادیث میں قبیلہ وادعہ پر دیت اور قسامت کے درمیان جمع کیا ہے۔ اور آپ ﷺ کا یہ فرمان اقدس کہ یہود تم سے بری ہو جائیں گے۔ یہ قصاص اور قید سے بری کرنے پر محمول ہے۔ اور جو قسم ہے یہ کسی شخص پر واجب ہونے والے معاملے سے بری کرنے والی ہے۔ جبکہ قسامت اس طرح مشروع نہیں ہوئی۔ بلکہ اہل محلہ کے انکار کے بعد دیت واجب ہوئی ہے۔ بلکہ وہ اس سبب سے مشروع ہوئی ہے کہ اہل محلہ کی جھوٹی قسم سے بچتے ہوئے قصاص کے سبب کو ظاہر کیا جائے۔ کہ وہ قتل کا اقرار کریں اور جب انہوں نے قسم اٹھائی ہے۔ تو قصاص سے بری ہونا یہ ظاہر ہو جائے گا۔

اور جو دیت ہے وہ ایسے قتل سے واجب ہوتی ہے جو ظاہری طور پر ان کی جانب سے پایا جائے۔ یا مقتول ان کے درمیان میں پایا جائے۔ جبکہ انکار اور ان کی جانب سے حفاظت میں سستی کے سبب دیت واجب نہیں ہوتی۔ جس طرح قتل خطاء میں ہوتا ہے۔ (ہدایہ، کتاب الجنایات، لاہور)

مسئلہ قسامت میں بحث ومباحثہ کا بیان

ابورجاء جو آل ابی قلابہ سے تھے، ابوقلابہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن تخت پر عمر بن عبدالعزیز بیٹھے ہوئے تھے اور لوگوں کو اذن عام دیا کہ اندر آئیں جب لوگ آئے تو کہا کہ تم قسامہ کے متعلق کیا کہتے ہو، لوگوں نے کہا کہ قسامہ کے متعلق ہمارا یہ خیال ہے کہ اس کے ذریعہ قصاص لینا حق ہے اور خلفاء نے بھی اس کے ذریعہ قصاص لیا ہے پھر مجھ سے کہا کہ اے ابوقلابہ تم کیا کہتے ہو؟ اور مجھے لوگوں کے سامنے کھڑا کیا، میں نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ کے پاس عرب کے شرفاء اور سردار موجود ہیں، اگر ان میں سے

پچاس آدمی دمشق کے شادی شدہ آدمی کے متعلق گواہی دیں کہ اس نے زنا کیا ہے لیکن دیکھا نہیں تو کیا اسے سنگسار کر دیا جائے گا،

انہوں نے عرض کیا کہ نہیں، میں نے کہا کہ اگر ان میں سے پچاس آدمی حمص کے ایک آدمی کے متعلق گواہی دیں کہ اس نے چوری کی تو کیا آپ اس کا ہاتھ کاٹ دیں گے جب کہ کسی نے دیکھا نہیں، انہوں نے کہا نہیں، میں نے کہا بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بجز تین حالتوں کے کسی اور حالت میں کسی کو قتل نہیں کیا، ایک وہ جو قصاص میں قتل کیا گیا، جس نے شادی شدہ ہو کر زنا کیا، یا وہ جس نے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی، اور اسلام سے پھر گیا، کچھ لوگوں نے کہا کیا انس بن مالک نے یہ بیان نہیں کیا کہ آپ نے چوری میں ہاتھ کاٹا ہے اور آنکھیں پھڑوادی ہیں، پھر انہیں دھوپ میں ڈال دیا؟ میں نے کہا میں تم سے انس کی حدیث بیان کرتا ہوں مجھ سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قبیلہ عکل کے کچھ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور اسلام کی بیعت کی، زمین انہیں راس نہ آئی اور ان کے جسم مریض ہو گئے تو انہوں نے آپ سے شکایت کی، آپ نے فرمایا کہ تم لوگ ہمارے چرواہے کے پاس اونٹوں میں کیوں نہیں جاتے کہ ان کا دودھ اور پیشاب پیو، ان لوگوں نے کہا کہ ضرور، چنانچہ وہ لوگ گئے اور انہوں نے اونٹوں کا پیشاب اور ان کا دودھ پیا، اور تندرست ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر کے اور جانور لے کر بھاگ گئے۔

یہ خبر آپ کو پہنچی تو ان کے پیچھے آپ نے آدمی بھیجے جو انہیں پکڑ کر لائے، آپ نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں اور انہیں دھوپ میں ڈال دیا جائے، اور ان کی آنکھیں پھڑوادی جائیں، یہاں تک کہ وہ مر گئے، میں نے کہا اس سے زیادہ سخت کوئی چیز نہیں جو انہوں نے کی تھی کہ دین اسلام سے پھر گئے، قتل کیا اور چوری کی، عنبسہ نے کہا کہ بخدا! میں نے آج کی طرح کبھی نہیں سنا، ابو قلابہ کا بیان ہے میں نے کہا اے عنبسہ تو میری حدیث کو رد کرتا ہے، عنبسہ نے کہا کہ نہیں بلکہ تم نے حدیث کو اس طرح بیان کیا ہے جو حقیقت میں ہے۔ بخدا جب تک یہ بوڑھا ان (شامیوں) میں زندہ ہے یہ لوگ بھلائی کے ساتھ ہوں گے، میں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت یہ ہے کہ آپ کے پاس انصار کے کچھ لوگ آئے آپ سے گفتگو کی، پھر ان میں ایک شخص باہر نکلا اور وہ قتل کر دیا گیا،

اس کے بعد یہ لوگ باہر نکلے تو دیکھا کہ ان کا ساتھی خون میں تڑپ رہا ہے، وہ لوگ لوٹ کر آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا جو ساتھی ہمارے ساتھ گفتگو کر رہا تھا وہ یہاں سے اٹھ کر باہر نکلا، اب ہم نے اسے دیکھا کہ وہ خون میں تڑپ رہا ہے، یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، اور فرمایا کہ کس کے متعلق تم گمان کرتے ہو، یا فرمایا کہ کس کے متعلق تمہارا خیال ہے، کہ اسے قتل کیا ہے، آپ نے یہود کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ تم نے اس آدمی کو قتل کیا، انہوں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس سے راضی ہو کہ یہود میں سے پچاس آدمی اس کی قسم کھائیں کہ ان لوگوں نے اس کو قتل نہیں کیا انہوں نے کہا کہ یہود اگر ہم سب کو قتل کر دیں تو پھر بھی قسم کھا لیتے ہیں ان کو باک نہ ہوگا، آپ نے فرمایا کہ پھر تم لوگ پچاس قسمیں کھا کر دیت کے مستحق ہو جاؤ، ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو قسم نہیں کھاتے، چنانچہ آپ نے ان کی طرف سے اپنا خون بہا ادا کر دیا، ابو قلابہ کہتے ہیں میں نے کہا ہذیل کے لوگوں نے ایک شخص کو زمانہ جاہلیت میں سے اپنے الگ کر دیا تھا، وہ مقام بطحاء میں کسی یمنی کے گھر اترا یمن والوں میں سے کسی

کوخبر ہوئی تو اس پر تلوار سے حملہ کر کے اس کو قتل کر ڈالا، ہذیل کے لوگ آئے اور اس یمنی کو پکڑ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حج کے زمانہ میں لے گئے اور ان لوگوں نے کہا اس نے ہمارے ساتھی کو قتل کیا ہے،

اس یمنی نے کہا کہ ہذیلوں نے اس کو چھوڑ دیا، حضرت عمر نے کہا کہ ہذیلوں میں سے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ انہوں نے اس کو نہیں چھوڑا، انچاس آدمیوں نے انہیں میں سے قسم کھائی، انہی لوگوں میں سے ایک شخص ملک شام سے آیا تھا، جس سے ان لوگوں نے قسم کھانے کو کہا، اس نے ایک ہزار درہم دے کر قسم کھانے سے معافی لے لی تو ان لوگوں نے ایک دوسرے آدمی کو اس کی جگہ پر شامل کرلیا، اور مقتول کے بھائی کے پاس لے جا کر اس کا ہاتھ اس سے ملوادیا، لوگوں نے کہا کہ وہ دونوں اور پچاس آدمی بھی چلے جنہوں نے قسم کھائی تھی، یہاں تک کہ وہ لوگ مقام نخلہ میں پہنچے تو ان لوگوں کو بارش نے آگھیرا۔

وہ لوگ پہاڑ کی ایک غار میں جا گھسے غار ان پچاس آدمیوں پر دھنس گیا جنہوں نے قسم کھائی تھی، چنانچہ وہ لوگ مر گئے اور وہ دونوں ہاتھ ملانے والے باقی بچ گئے اور ان دونوں کو ایک پتھر آ کر لگا جس سے مقتول کے بھائی کا پاؤں ٹوٹ گیا، وہ ایک سال زندہ رہا پھر مر گیا، ابوقلابہ کا بیان ہے کہ میں کہتا ہوں کہ عبدالملک بن مروان نے ایک شخص کو قسامہ کی بناء پر قصاص دلوایا، پھر اپنی اس حرکت پر پشیمان ہوا، چنانچہ پچاس قسم کھانے والوں کے متعلق حکم دیا گیا تو ان لوگوں کا نام دفتر سے کاٹ دیا گیا اور انکو شہر بدر کر دیا گیا۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1808)

بَابُ يُقَادُ مِنَ الْقَاتِلِ

باب: قاتل سے قصاص لیا جائے گا

4527- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ جَارِيَةً وُجِدَتْ قَدْ رُضَّ رَأْسُهَا بَيْنَ حَجَرَيْنِ، فَقِيلَ لَهَا: مَنْ فَعَلَ بِكِ هَذَا؛ أَفُلَانٌ؟ أَفُلَانٌ؟ حَتَّى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ، فَأَوْمَتْ بِرَأْسِهَا، فَأُخِذَ الْيَهُودِيُّ، فَاعْتَرَفَ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَضَّ رَأْسُهُ بِالْحِجَارَةِ

⊛⊛ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک لڑکی اس عالم میں پائی گئی، کہ اس کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا تھا (اس میں ابھی زندگی باقی تھی) اس سے دریافت کیا گیا: تمہارے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا؟ فلاں نے کیا، فلاں نے؟ یہاں تک کہ ایک یہودی کا نام لیا گیا، تو اس نے سر کے ذریعے اشارہ کیا (اس نے ایسا کیا ہے) اس یہودی کو پکڑ لیا گیا، اس نے اعتراف کرلیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت اس کا سر پتھر کے ذریعے کچل دیا گیا۔

4528- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ،

4527- إسناده صحيح. قتادة: هو ابن دعامة السدوسي، وهمام: هو ابن يحيى العوذي. وأخرجه البخاري (2413) و (2746) و (6876) و (6884)، وابن ماجه (2665)، والترمذي (1451)، والنسائي في "الكبرى" (6918) من طريق همام بن يحيى، والبخاري (6885) والنسائي (6916) من طريق سعيد بن أبي عروبة، والنسائي (6917) من طريق أبان بن يزيد، ثلاثتهم عن قتادة، به. ورواية ابن أبي عروبة مختصرة. وهو في "مسند أحمد" (12741)، و"صحيح ابن حبان" (5993).

اَنَّ يَهُودِيًّا قَتَلَ جَارِيَةً مِنَ الْاَنْصَارِ عَلَى حُلِيٍّ لَهَا، ثُمَّ اَلْقَاهَا فِي قَلِيبٍ، وَرَضَخَ رَأْسَهَا بِالْحِجَارَةِ، فَاُخِذَ، فَاُتِيَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَمَرَ بِهِ اَنْ يُرْجَمَ حَتّٰى يَمُوتَ، فَرُجِمَ حَتّٰى مَاتَ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ اَيُّوبَ نَحْوَهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک یہودی نے ایک انصاری لڑکی کو اس کے زیور کی وجہ سے قتل کر دیا پھر اسے ایک کنویں میں پھینک دیا، اس نے اس کا سر پتھر کے ذریعے کچلا، پھر اس یہودی کو پکڑ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں یہ حکم دیا کہ اسے اس وقت تک پتھر مارے جائیں، جب تک یہ مر نہیں جاتا، تو اسے اس وقت تک پتھر مارے گئے، جب تک وہ مر نہیں گیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4529 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيسَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ جَدِّهِ اَنَسٍ، اَنَّ جَارِيَةً كَانَ عَلَيْهَا اَوْضَاحٌ لَهَا فَرَضَخَ رَأْسَهَا يَهُودِيٌّ بِحَجَرٍ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِهَا رَمَقٌ فَقَالَ لَهَا: مَنْ قَتَلَكِ؟ فُلَانٌ قَتَلَكِ؟ فَقَالَتْ: لَا، بِرَأْسِهَا، قَالَ: مَنْ قَتَلَكِ؟ فُلَانٌ قَتَلَكِ؟ قَالَتْ: لَا، بِرَأْسِهَا، قَالَ: فُلَانٌ قَتَلَكِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، بِرَأْسِهَا، فَاَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُتِلَ بَيْنَ حَجَرَيْنِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک لڑکی نے زیور پہنا ہوا تھا، ایک یہودی نے پتھر کے ذریعے اس کا سر کچل دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس لڑکی کے پاس تشریف لائے، اس میں زندگی کی رمق باقی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا: تمہیں کس نے قتل کیا ہے؟ فلاں نے تمہیں قتل کیا ہے؟ اس نے سر کے ذریعے اشارہ کر کے جواب دیا، جی نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کس نے قتل کیا ہے؟ فلاں نے تمہیں قتل کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: جی نہیں، یعنی سر کے اشارے سے جواب دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: فلاں نے تمہیں قتل کیا ہے؟ اس نے اپنے سر کے اشارے کے ذریعے جواب دیا: جی ہاں! اس شخص کے

بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو اسے دو پتھروں کے درمیان رکھ کر قتل کر دیا گیا۔

قتل کی اقسام کا بیان

فقہا کے نزدیک قتل کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) قتل عمد۔ (۲) قتل شبہ عمد۔ (۳) قتل خطاء۔ (۴) قتل جاری مجری خطاء۔ (۵) قتل بسبب۔

4528- إسناده صحيح. أبو قلابة: هو عبد الله بن زيد الجرمي، وأيوب: هو ابن أبي تميمة السختياني، ومعمر: هو ابن راشد، وعبد الرزاق: هو ابن همام الصنعاني. وهو في "مصنف عبد الرزاق" (10171) و (18525)، ومن طريقه أخرجه مسلم (1672)، وأخرجه مسلم كذلك (1672) من طريق ابن جريج، كلاهما (عبد الرزاق وابن جريج) عن معمر، به

قتل عمد یہ ہے کہ مقتول کو کسی چیز سے مارا جائے جو اعضاء کو جدا کر دے (یا اجزاءِ جسم کو پھاڑ ڈالے) مثلاً دھار دار ...
ہو، پتھر، لکڑی، کھپاچ کی قسم سے کوئی چیز (دھار دار) چیز ہو اور یا وہ آگ کا شعلہ ہو، صاحبین کے نزدیک قتل عمد کی تعریف یہ ہے کہ
مقتول پر ارادہ قتل کسی ایسی چیز سے مارا جائے جس سے عام طور پر انسان کو ہلاک کیا جا سکتا ہے۔ "قتل عمد کا مرتکب سخت گناہگار ہوتا
ہے اور اس قتل کی سزا قصاص (یعنی مقتول کے بدلے میں قاتل کو قتل کر دینا) ہے الا یہ کہ مقتول کے ورثاء اس کو معاف کر دیں یا دیت
(مالی معاوضہ) لینے پر راضی ہو جائیں، اس میں کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

قتل شبہ عمد۔ یہ ہے کہ مقتول کو مذکورہ بالا چیزوں (ہتھیار اور دھار دار چیز وغیرہ) کے علاوہ کسی اور چیز سے قصداً ضرب پہنچائی
گئی ہو، قتل کی یہ صورت بھی (باعتبار ترک عزیمت اور عدم احتیاط) گنہگار کرتی ہے، لیکن اس میں قصاص کی بجائے قاتل کے عاقلہ
(برادری کے لوگوں) پر دیت مغلظہ واجب ہوتی ہے (دیت مغلظہ چار طرح کے سو اونٹوں کو کہتے ہیں، لیکن اگر ہلاکت واقع نہ ہو تو
قصاص واجب ہوتا ہے یعنی اس کی وجہ سے مرنے کی بجائے مضروب کا کوئی عضو کٹ گیا ہو تو مارنے والے کا بھی وہی عضو کاٹا جائے
گا۔

قتل خطاء کی دو قسمیں ہیں، ایک تو یہ کہ "خطاء" کا تعلق "قصد" سے ہو، مثلاً ایک چیز کا شکار گمان کر کے تیر یا گولی کا نشان بنایا
مگر وہ آدمی نکلا یا کسی شخص کو حربی کافر سمجھ کر تیر یا گولی کا نشانہ بنایا مگر وہ مسلمان نکلا۔ دوسرے یہ کہ "خطا" کا تعلق "فعل" سے ہو
مثلاً کسی خاص نشانہ پر تیر یا گولی چلائی گئی مگر وہ تیر یا گولی بہک کر کسی آدمی کے جا لگی۔

قتل جاری مجری خطاء کی صورت یہ ہے مثلاً ایک شخص سوتے میں کسی دوسرے شخص پر جا پڑا اور اس کو ہلاک کر ڈالا قتل خطاء
اور جاری مجری خطاء میں کفارہ لازم آتا ہے اور عاقلہ پر دیت واجب ہوتی ہے، نیز ان صورتوں میں (باعتبار ترک عزیمت) گناہ
بھی ہوتا ہے۔

قتل بسبب یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے دوسرے شخص کی زمین میں اس کی اجازت کے بغیر کنواں کھدایا کوئی پتھر رکھ دیا اور کوئی
تیسرا شخص اس کنویں میں گر کر یا اس پتھر سے ٹھوکر کھا کر مر گیا۔ اس صورت میں عاقلہ پر دیت واجب ہوتی ہے کفارہ لازم نہیں
آتا۔ یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ قتل کی پہلی چار قسمیں یعنی عمد، شبہ عمد، اور جاری مجری خطاء میں قاتل، مقتول کی میراث سے محروم ہو
جاتا ہے (اور وہ صورت کہ مقتول، قاتل کا مورث ہو) اور پانچویں قسم یعنی "قتل بسبب" میں قاتل، مقتول کی میراث سے محروم نہیں
ہوتا۔

آلت قتل سے حکم قتل کا بیان

ایک مومن، مسلمان آدمی کو جان بوجھ کر (عمداً) قتل کرنے والے سے مراد ہر وہ شخص ہے جو کسی مسلمان کو تلوار، خنجر جیسے کسی
لوہے والی چیز سے قتل کرے یا کسی ایسے آلہ سے کہ جسے کاٹنے، ذبح کرنے یا مارنے کے لیے تیار کیا گیا ہو۔ یا کسی ایسی چیز کے
ذریعے کہ جس کے استعمال سے معلوم ہو کہ اس سے کسی کی موت واقع ہو جائے گی۔ جیسے کہ بھاری پتھر، اینٹ یا زہر یا ڈنڈا، لاٹھی
یا پستول، ریوالور، گرنیڈ یا گولہ وغیرہ یا جدید اسلحہ جات میں سے کوئی بھی نئی چیز۔

قصاص کی فرضیت ومعافی کا بیان

قصاص ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اقدس ہے کہ مقتولین میں تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے۔لیکن یہ آیت ارادے کے وصف کے ساتھ مقید ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عمد قصاص ہے۔ یعنی ارادے سے قتل کرنے والے پر قصاص ہے۔اور یہ بھی دلیل ہے کہ ارادے سے جنایت مکمل ہونے والی ہے۔اور اسی طرح زجر وتوبیخ کی حکمت بھی عمد کے ساتھ کامل ہوتی ہے۔اور سب سے آخری سزا کیلئے قصاص کے سوا کوئی دوسری سزا کی تشریع نہیں ہے۔

ہاں البتہ جب مقتول کے اولیاء اس کو قاتل کو معاف کردیں یا اس سے صلح کرلیں۔اس لئے کہ قصاص اولیاء کا حق ہے۔اور اس کے بعد قصاص فرض عین ہے۔اور قاتل کی رضا کے بغیر والی کو دیت لینے کا حق نہ ہوگا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے دونوں اقوال میں سے ایک قول اسی طرح ہے۔مگر قاتل کی مرضی کے سوا بھی ولی کیلئے مال جانب رغبت کرنے کا حق ہے۔اس لئے کہ ہلاکت کو دور کرنے کیلئے مال بھی ایک ذریعہ ہے۔پس قاتل کی مرضی کے سوا بھی اس کی جانب جانا درست ہوگا۔

اور ایک قول کے مطابق قصاص اور دیت میں سے ہر ایک غیر معین طریقے پر لازم ہے۔اور ولی کیلئے اختیار ہوگا کہ وہ ان میں سے کسی ایک کو معین کرے۔ کیونکہ یہاں بندے کا حق زبردستی کے ساتھ مشروع ہوا ہے۔اور جبر تو ہر ایک میں پایا جارہا ہے۔پس ولی کیلئے اختیار ہوگا۔

ہماری دلیل قرآن پاک کی وہ آیت مبارکہ ہے جس کو ہم تلاوت کرکے آئے ہیں۔اور حدیث بھی وہی ہے جس کو ہم روایت کر آئے ہیں۔اور یہ بھی دلیل ہے کہ قتل کا موجب بننے میں مال کی کوئی صلاحیت نہیں ہے۔جبکہ مماثلت کے باعث قصاص اس کی صلاحیت رکھنے والا ہے۔اور سزا کے بارے میں قصاص ہی میں زندہ عوام کیلئے مصلحت والی چیز ہے۔کیونکہ معین قصاص ہوا ہے۔اور قتل خطاء کیلئے مال کا وجوب اس لئے ہے کہ خون کو ضائع ہونے سے ضرورت کی بناء پر اس کو بچایا جائے۔جبکہ مال وصول کرنے کے بعد ولی کا قتل پر تیار نہ ہونا یہ معین نہیں ہے پس ہلاکت کو دور کرنے کیلئے مال ہی معین کردیا جائے گا۔(ہدایہ، کتاب الجنایات)

حکم قصاص ودیت کا شرعی بیان

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاۗءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔(البقرہ ۱۷۸)

مومنو! تم کو مقتولوں کے بارے میں قصاص (یعنی خون کے بدلے خون) کا حکم دیا جاتا ہے (اس طرح پر کہ) آزاد کے بدلے آزاد (مارا جائے) اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ اور اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں) سے کچھ معاف کردیا جائے تو (وارث مقتول کو) پسندیدہ طریق سے (قرارداد کی) پیروی (یعنی مطالبہ خون بہا کرنا) اور (قاتل کو) خوش خوئی کے ساتھ ادا کرنا چاہیے یہ پروردگار کی طرف سے (تمہارے لئے) آسانی اور مہربانی ہے جو اس کے بعد

زیادتی کرے اس کے لئے دکھ کا عذاب ہے۔(کنز الایمان)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں قصاص تھا دیت کا دستور نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر قصاص فرض کرنے کے بعد فرمایا آیت (فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ) جس سے مراد دیت کا مطالبہ ہے اور آیت (وَاَدَاۗءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ) سے مراد یہ ہے کہ قاتل کو بلا چون وچرا ادائیگی کر دینا چاہیے۔ یہ اگلے لوگوں کے مقابلہ میں تخفیف ہے۔ آیت (فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ) کا مطلب یہ ہے کہ دیت قبول کرنے کے بعد بھی اسے قتل کر دے۔(بخاری، کتاب التفسیر)

زمانہ جاہلیت میں یہود اور اہل عرب نے یہ دستور کر رکھا تھا کہ شریف النسب لوگوں کے غلام کے بدلے رذیل لوگوں کے آزاد کو اور عورت کے بدلے مرد کو اور ایک آزاد کے بدلے دو کو قصاص میں قتل کرتے تھے حق تعالیٰ نے اس آیت میں حکم دیا کہ اے ایمان والو ہم نے تم پر مقتولین میں برابری اور مساوات کو فرض کر دیا۔ قصاص کے معنی لغت میں برابر اور مساوات کے ہیں تم نے جو یہ دستور نکالا ہے کہ شریف اور رذیل میں امتیاز کرتے ہو یہ لغو ہے جانیں سب کی برابر ہیں غریب ہو یا امیر، شریف ہو یا رذیل، عالم و فاضل ہو یا جاہل، جوان ہو یا بوڑھا اور بچہ تندرست ہو یا بیمار، قریب المرگ صحیح الاعضا ہو یا اندھا لنگڑا۔

قتل کے معاملے کا قابل راضی نامہ ہونے کا بیان

بھائی کا لفظ فرما کر نہایت لطیف طریقے سے نرمی کی سفارش بھی کر دی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارے اور دوسرے شخص کے درمیان باپ ماری کا بیر ہی سہی، مگر ہے تو وہ تمہارا انسانی بھائی۔ لہٰذا اگر اپنے ایک خطا کار بھائی کے مقابلے میں انتقام کے غصے کو پی جاؤ، تو یہ تمہاری انسانیت کے زیادہ شایان شان ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اسلامی قانون تعزیرات میں قتل تک کا معاملہ قابل راضی نامہ ہے۔ مقتول کے وارثوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ قاتل کو معاف کر دیں اور اس صورت میں عدالت کے لیے جائز نہیں کہ قاتل کی جان ہی لینے پر اصرار کرے۔ البتہ جیسا کہ بعد کی آیت میں ارشاد ہوا، معافی کی صورت میں قاتل کو خوں بہا ادا کرنا ہوگا۔

قتل عمد کا جرم میں سخت ہونے کا بیان

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ہر گناہ کے بارے میں یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا مگر اس شخص کو نہیں بخشے گا، جو شرک کی حالت میں مر جائے یا جس نے کسی مسلمان کا قتل عمد کیا ہو۔(ابوداؤد) نسائی نے اس روایت کو حضرت معاویہ سے نقل کیا ہے۔(مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 635)

بظاہر اس حدیث سے یہ مفہوم ہوتا کہ جس طرح شرک کا گناہ نا قابل معافی ہے اسی طرح قتل عمد کے گناہ بخشش نہیں ہوتی لیکن اہل السنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ قتل کا گنا ہگار مدت دراز تک شدید ترین عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد بخش دیا جائے گا ان کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

آیت (اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭوَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا) (النساء: 116)

اللہ تعالیٰ شرک کے گناہ کو نہیں بخشتا، شرک کے علاوہ اور گناہوں کو جس کو وہ چاہے بخش دیتا ہے۔ جہاں تک اس حدیث کے ظاہری مفہوم کا سوال ہے تو یہ قتل کی شدید ترین مذمت اور اس کی سخت ترین سزا کے اظہار پر محمول ہے یا اس سے یہ مراد ہے کہ جو شخص قتل مسلم کو حلال جان کر کسی مسلمان کو قتل کرے گا اس کو نہیں بخشا جائے گا علاوہ ازیں لفظ متعمدا کے (قتل عمد کی بجائے) یہ معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ جو شخص کسی مؤمن کے قتل کا اس لئے قصد کرے کہ وہ مؤمن ہے تو اس شخص کی بخشش نہ ہوگی۔

بَابُ اَيُقَادُ الْمُسْلِمُ بِالْكَافِرِ؟

باب: کیا مسلمان سے کافر کا قصاص لیا جائے گا؟

4530 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، اَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ اَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، قَالَ: انْطَلَقْتُ اَنَا وَالْاَشْتَرُ اِلَى عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَام، فَقُلْنَا: هَلْ عَهِدَ اِلَيْكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ اِلَى النَّاسِ عَامَّةً؟ قَالَ: لَا، اِلَّا مَا فِي كِتَابِي هٰذَا، قَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ: فَاَخْرَجَ كِتَابًا، وَقَالَ اَحْمَدُ: كِتَابًا مِنْ قِرَابِ سَيْفِهِ، فَاِذَا فِيهِ الْمُؤْمِنُونَ تَكَافَاُ دِمَاؤُهُمْ، وَهُمْ يَدٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ، وَيَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ اَدْنَاهُمْ، اَلَا لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ، وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ، مَنْ اَحْدَثَ حَدَثًا فَعَلَى نَفْسِهِ، وَمَنْ اَحْدَثَ حَدَثًا، اَوْ آوَى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِينَ قَالَ مُسَدَّدٌ: عَنِ ابْنِ اَبِي عَرُوبَةَ، فَاَخْرَجَ كِتَابًا

⊛⊛ قیس بن عباد بیان کرتے ہیں: میں اور جناب اشتر، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم نے ان سے دریافت کیا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص آپ کو کوئی ایسی وصیت کی تھی جو آپ نے دوسرے لوگوں کو نہ کی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں! صرف وہ چیزیں ہیں، جو میری اس تحریر میں ہیں، راوی کہتے ہیں: تو انہوں نے وہ تحریر نکالی، ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: انہوں نے اپنی تلوار کی میان میں سے وہ تحریر نکالی، تو اس میں یہ تحریر تھا:

"مومنوں کے خون برابر کی حیثیت رکھتے ہیں، اور اپنے علاوہ لوگوں کے لیے وہ ایک ہاتھ کی حیثیت رکھتے ہیں: ان کی دی ہوئی پناہ اور امان کا عام فرد بھی پابند ہوگا، خبردار کسی مومن کو کسی کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا، اور کسی ذمی کو اس کے ساتھ کیے گئے معاہدے کے دوران قتل نہیں کیا جائے گا، جو شخص کوئی نیا کام ایجاد کرے گا، تو اس کا وبال اس کے سر ہوگا، اور جو شخص کوئی نئی چیز ایجاد کرے گا، یا کسی نئی چیز ایجاد کرنے والے کو پناہ دے گا، اس پر اللہ کی تمام فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی"۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ تحریر نکالی۔

4530- إسناده صحيح. الحسن: هو ابن أبي الحسن البصري، وأخرجه النسائي في "الكبرى" (6910) و(8629) من طريق يحيى بن سعيد، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (993). وأخرجه النسائي (6911) و(6921) من طريق قتادة، عن أبي حسان الأعرج، عن علي، دون قوله" : ومن أحدث حدثاً..." وهو في "مسند أحمد" (959).

4531 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ عَلِيٍّ زَادَ فِيهِ وَيُجِيرُ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ، وَيَرُدُّ مُشِدُّهُمْ عَلَى مُضْعِفِهِمْ، وَمُتَسَرِّيهِمْ عَلَى قَاعِدِهِمْ

⊛⊛ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، اس کے بعد راوی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کی مانند روایت نقل کی ہے، جس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

''ان کا دور کا فرد بھی پناہ دے سکتا ہے، اور ان کا طاقتور ان کے کمزور شخص کو اور ان کا دستے میں شریک ہونے والا، اس میں شریک نہ ہونے والے کو (مال غنیمت کا حصہ) لوٹائے گا''۔

مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کرنے میں مذاہب اربعہ

حضرت شعبی، ابوجحیفہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی سے کہا کہ امیر المومنین کیا آپ کے پاس کوئی ایسی تحریر ہے جو اللہ کتاب میں نہ ہو، حضرت علی نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور روح کو وجود بخشا۔ مجھے علم نہیں کہ کوئی ایسی چیز ہو جو قرآن میں نہ ہو۔ البتہ، ہمیں قرآن کی وہ سمجھ ضرور دی گئی ہے جو کسی انسان کو اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے پھر کچھ چیزیں ہمارے پاس مکتوب بھی ہیں راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا وہ کیا ہیں حضرت علی نے فرمایا اس میں دیت ہے اور قیدیوں یا غلاموں کے آزاد کرنے کا ذکر ہے اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔

اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر سے بھی روایت ہے حضرت علی کی حدیث حسن صحیح ہے بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے سفیان ثوری، مالک بن انس، شافعی، احمد، اسحاق، کا یہی قول ہے کہ مومن کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ذمی کافر کے بدلے مسلمان کو بطور قصاص قتل کیا جائے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1447)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے اسی سند سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی منقول کہ کافر کی دیت مومن کی دیت کا نصف ہے حضرت عبداللہ بن عمرو کی اس باب میں منقول حدیث حسن ہے حضرت عبداللہ بن عمرو کی اس باب میں منقول حدیث بعض اہل علم اس طرف گئے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہے۔

امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے حضرت عمر بن خطاب سے منقول ہے کہ یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے۔ امام مالک، شافعی، اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ یہودی اور عیسائی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1448)

مسلمان کو کافر کے قصاص میں قتل نہ کرنے میں مذاہب فقہاء

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ آیا مسلمان کافر کے بدلے قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ اس بارے میں جمہور علماء امت کا مذہب تو

یہ ہے کہ قتل نہ کیا جائے گا اور دلیل صحیح بخاری شریف کی یہ حدیث ہے کہ حدیث (لا یقتل مسلم بکافر) مسلمان کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے، اس حدیث کے خلاف نہ تو کوئی صحیح حدیث ہے کہ کوئی ایسی تاویل ہوسکتی ہے جو اس کے خلاف ہو، لیکن تاہم صرف امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان کافر کے بدلے قتل کردیا جائے۔ (تفسیر ابن کثیر، نساء ۹۲)

کتب حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی بعض روایات میں قصاص اور دیت کے معاملے میں مسلم اور غیر مسلم کے مابین فرق کرنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

المؤمنون تتکافؤ دماؤهم وهم يد علی من سواهم، يسعی بذمتهم ادناهم، لا يقتل مومن بکافر ولا ذو عهد فی عهده. (نسائی، رقم ۴۶۵۴)

''مسلمانوں کے خون آپس میں یکساں درجہ رکھتے ہیں اور وہ دوسروں کے مقابلے میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ ان میں سے کم ترین آدمی بھی ان کی طرف سے کسی کو پناہ دینے کا اہل ہے۔ نہ کسی مسلمان کو کسی کافر کے بدلے میں قتل کیا جائے اور نہ ایسے غیر مسلم کو جس کا مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ ہو۔

اس مفہوم کی روایات سیدہ عائشہ، ۱۱ ابن عباس، ۱۲ عبداللہ بن عمرو بن العاص، ۱۳ عبداللہ بن عمر ۱۴ اور معقل بن یسار ۱۵ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔

عورت وغیر اہل پر قسامت نہ ہونے میں فقہی تصریحات کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ قسامت میں عورتوں سے قسم نہ لی جائے گا اور جو مقتول کی وارث صرف عورتیں ہوں تو ان کو قتل عمد میں نہ قسامت کا اختیار ہوگا نہ عفو کا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ایک شخص عمداً مارا گیا اس کے عصبہ یا موالی نے کہا کہ ہم قسم کھا کر قصاص لیں گے تو ہوسکتا ہے اگرچہ عورتیں معاف کردیں تو ان سے کچھ نہ ہوگا بلکہ عصبے یا موالی ان سے زیادہ مستحق ہیں خون کے کیونکہ وہی قسم اٹھائیں گے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ البتہ عصبات یا موالی نے خون معاف کردیا بعد حلف اٹھا لینے کے اور خون کے مستحق ہوجانے کے اور عورتوں نے عفو سے انکار کیا تو عورتوں کو قصاص لینے کا استحقاق ہوگا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قتل عمد میں کم سے کم دو مدعیوں سے قسم لینا ضروری ہے انہیں سے پچاس قسمیں لے کر قصاص کا حکم کردیں گے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر کئی آدمی مل کر ایک آدمی کو مار ڈالیں اس طرح کہ وہ سب کی ضربوں سے اسی وقت مرے تو سب قصاصاً قتل کیے جائیں گے اور جو بعد کئی دن کے مرے تو قسامت واجب ہوگی اس صورت میں قسامت کی وجہ سے صرف ایک شخص ان لوگوں میں سے قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ ہمیشہ قسامت سے ایک ہی شخص مارا جاتا ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قتل خطاء میں بھی پہلی قسم خون کے مدعیوں پر ہوگی وہ پچاس قسمیں کھائیں گے اپنی

حصے کے موافق ترکے میں سے اگر قسموں میں کسر پڑے تو جس وارث پر کسر کا زیادہ حصہ آئے وہ پوری قسم اس کے حصے میں رکھی جائے گی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر مقتول کی وارث صرف عورتیں ہوں تو وہی حلف اٹھا کے دیت لیں گی اور اگر مقتول کا وارث ایک ہی مرد ہو تو اسی کو پچاس قسمیں دیں گے اور وہ پچاس قسمیں کھا کر دیت لے لے گا یہ حکم قتل خطا میں ہے نہ کہ قتل عمد میں۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1457)

عمد و خطاء کسی میں بھی غلام میں قسامت نہ ہونے کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حکم ہے کہ جب غلام قصداً یا خطاء مارا جائے پھر اس کا مولیٰ ایک ایک گواہ لے کر آئے تو وہ اپنے گواہ کے ساتھ ایک قسم کھائے بعد اس کے اپنے غلام کی قیمت لے لے غلام میں قسامت نہیں ہے نہ عمد میں نہ خطا میں اور میں نے کسی اہل علم سے نہیں سنا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر غلام عمداً یا خطاء مارا گیا تو اسکے مولیٰ پر نہ قسامت ہے نہ قسم ہے اور مولیٰ کو قیمت کا اس وقت استحقاق ہوگا جب کہ وہ گواہ عادل لائے دو یا ایک لائے اور ایک قسم کھائے میں نے یہ اچھا سنا۔

(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1459)

بَابٌ فِي مَنْ وَجَدَ مَعَ أَهْلِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ؟

باب: جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پاتا ہے، کیا وہ اسے قتل کر دے گا؟

4532 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ الْحَوْطِيُّ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، الرَّجُلُ يَجِدُ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ؟ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا قَالَ سَعْدٌ: بَلَى وَالَّذِي أَكْرَمَكَ بِالْحَقِّ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمَعُوا إِلَى مَا يَقُولُ سَيِّدُكُمْ قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ إِلَى مَا يَقُولُ سَعْدٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک شخص اپنی بیوی کو کسی شخص کے ساتھ پاتا ہے، تو کیا وہ اسے قتل کر دے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں! تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ہمراہ عزت عطا کی ہے، (میں تو اسے قتل کر دوں گا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ سنو! تمہارا یہ سردار کیا کہہ رہا ہے؟

عبدالوہاب نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: سعد کیا کہہ رہا ہے؟

4533 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ، قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَأَيْتَ لَوْ وَجَدْتُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کیا ہے؟ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو پاتا ہوں؟ تو کیا میں اسے مہلت دوں گا، جب تک میں چار گواہ نہیں لے آتا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں۔

بَابُ الْعَامِلِ يُصَابُ عَلَى يَدَيْهِ خَطَأً

باب: کوئی کام کرنے والے کے دونوں ہاتھوں کو غلطی سے کوئی نقصان پہنچ جائے (تو کیا حکم ہوگا؟)

4534 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَا جَهْمِ بْنَ حُذَيْفَةَ مُصَدِّقًا فَلَاجَّهُ رَجُلٌ فِي صَدَقَتِهِ، فَضَرَبَهُ أَبُو جَهْمٍ، فَشَجَّهُ، فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: الْقَوَدَ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَكُمْ كَذَا وَكَذَا فَلَمْ يَرْضَوْا، فَقَالَ: لَكُمْ كَذَا وَكَذَا فَلَمْ يَرْضَوْا، فَقَالَ: لَكُمْ كَذَا وَكَذَا فَرَضُوا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي خَاطِبٌ الْعَشِيَّةَ عَلَى النَّاسِ وَمُخْبِرُهُمْ بِرِضَاكُمْ فَقَالُوا: نَعَمْ، فَخَطَبَ رَسُولُ اللهِ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَؤُلَاءِ اللَّيْثِيِّينَ أَتَوْنِي يُرِيدُونَ الْقَوَدَ، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِمْ كَذَا وَكَذَا فَرَضُوا، أَرَضِيتُمْ؟ قَالُوا: لَا، فَهَمَّ الْمُهَاجِرُونَ بِهِمْ، فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَكُفُّوا عَنْهُمْ، فَكَفُّوا، ثُمَّ دَعَاهُمْ فَزَادَهُمْ، فَقَالَ: أَرَضِيتُمْ؟ فَقَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: إِنِّي خَاطِبٌ عَلَى النَّاسِ وَمُخْبِرُهُمْ بِرِضَاكُمْ قَالُوا: نَعَمْ، فَخَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَرَضِيتُمْ؟ قَالُوا: نَعَمْ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوجہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا، تو ایک شخص نے اپنی زکوٰۃ کے بارے میں ان سے جھگڑا کیا، حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ نے اسے مارا اور اسے زخمی کر دیا، وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! بدلہ دلوائیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ یہ، یہ کچھ لے لو، (یعنی اس کی دیت وصول کر لو) وہ لوگ اس سے راضی نہیں ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ یہ، یہ کچھ لے لو، تو وہ لوگ راضی ہو گئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج شام میں لوگوں سے خطاب کروں گا، اور انہیں تمہاری رضامندی کے بارے میں بتاؤں گا، تو انہوں نے کہا: ٹھیک ہے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"لیث قبیلے کے یہ لوگ میرے پاس آئے یہ لوگ بدلہ لینا چاہتے تھے، میں نے انہیں اتنے، اتنے کچھ کی پیشکش کی، تو یہ لوگ راضی ہو گئے، کیا تم لوگ راضی ہو؟ تو ان لوگوں نے جواب دیا: جی نہیں! اس پر مہاجرین نے ان کی پٹائی کرنے کا ارادہ کیا،

4533- إسناده صحيح. وهو في "موطأ مالك" 737 /2و 823، ومن طريقه أخرجه مسلم (1498)، والنسائي في "الكبرى" (7293). وهو في "مسند أحمد" (10007)، و"صحيح ابن حبان" (4282) و (4409).

نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو ہدایت کی کہ انہیں کچھ نہ کہیں، وہ لوگ رک گئے، پھر نبی اکرم ﷺ نے انہیں بلوایا، اور انہیں مزید کی پیشکش کی اور دریافت کیا: کیا تم لوگ راضی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے تمہاری رضامندی کے بارے میں بتاتا ہوں، ان لوگوں نے کہا: ٹھیک ہے، پھر نبی اکرم ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے دریافت کیا: کیا تم لوگ راضی ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

بَابُ الْقَوَدِ بِغَيْرِ حَدِيدٍ

باب: لوہے کے علاوہ قصاص لینا

4535 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ جَارِيَةً وُجِدَتْ قَدْ رُضَّ رَأْسُهَا بَيْنَ حَجَرَيْنِ، فَقِيلَ لَهَا: مَنْ فَعَلَ بِكِ هَذَا؟ أَفُلَانٌ؟ أَفُلَانٌ؟ حَتَّى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ، فَأَوْمَتْ بِرَأْسِهَا، فَأُخِذَ الْيَهُودِيُّ، فَاعْتَرَفَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَضَّ رَأْسُهُ بِالْحِجَارَةِ

⊛⊛ حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں: ایک لڑکی کو ایسی حالت میں پایا گیا، کہ اس کا سر دو پتھروں کے درمیان کچلا گیا تھا، اس سے دریافت کیا گیا: تمہارے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے کیا؟ کیا فلاں نے؟ یہاں تک کہ ایک یہودی کا نام لیا گیا، تو اس نے اپنے سر کے ذریعے اشارہ کیا: جی ہاں (اس نے میرے ساتھ ایسا کیا ہے) تو اس یہودی کو پکڑ لیا گیا، اس نے اعتراف کیا، تو نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت اس کا سر پتھر کے ذریعے کچل دیا گیا۔

پتھر کے ذریعے قتل کرنے پر وجوب قصاص میں مذاہب اربعہ

حضرت انس کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل ڈالا (یعنی ایک پتھر پر اس کا سر رکھ کر دوسرے پتھر سے اس پر ضرب ماری) چنانچہ (جب لڑکی کا نزاعی بیان لیا گیا تو) اس سے پوچھا گیا کہ تمہارے ساتھ کس نے یہ معاملہ کیا ہے، کیا فلاں شخص نے؟ کیا فلاں شخص نے؟ (یعنی جن جن لوگوں پر شبہ تھا ان کا نام لیا گیا یہاں تک کہ جب اس یہودی کا نام لیا گیا تو لڑکی نے اپنے سر کے اشارے سے بتایا کہ ہاں اس نے ایسا کیا ہے۔ پھر اس یہودی کو حاضر کیا گیا اور اس نے اپنے جرم کا اقرار کیا، لہٰذا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح اس یہودی کا سر کچلنے کا حکم فرمایا اور اس کا سر پتھروں سے کچلا گیا۔"

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 628)

بظاہر یہ مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اس یہودی نے لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچلا تھا اسی طرح اس یہودی کا بھی دو پتھروں کے درمیان کچلا گیا ہو، یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح اگر کوئی عورت کسی مرد کو قتل کردے تو مقتول مرد کے بدلے میں اس عورت کو قتل کیا جاسکتا ہے، اسی طرح مقتول عورت کے بدلے میں اس کے مرد قاتل کو بھی قتل کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اکثر علماء کا یہی قول ہے، نیز یہ حدیث اس امر پر بھی دلالت ہے کہ ایسے بھاری پتھر سے کسی کو ہلاک کردینا جس کی ضرب سے عام طور پر ہلاکت واقع ہوجاتی ہو، قصاص کا موجب ہے۔ چنانچہ اکثر علماء اور تینوں ائمہ کا یہی قول ہے لیکن امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک

یہ ہے کہ اگر پتھر کی ضرب سے ہلاکت واقع ہو جائے تو اس کی وجہ سے قصاص لازم نہیں ہوتا۔ وہ فرماتے ہیں کہ جہاں تک اس یہودی سے قصاص لینے کا سوال ہے تو اس کا تعلق سیاسی اور وقتی مصالحی سے تھا۔

بَابُ الْقَوَدِ مِنَ الضَّرْبَةِ، وَقَصِّ الْأَمِيرِ مِنْ نَفْسِهِ

باب: مار پیٹ کی وجہ سے قصاص لینا اور حاکم کا اپنی ذات سے قصاص دلوانا

4536 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرٍو يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ عُبَيْدَةَ بْنِ مُسَافِعٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ قَسْمًا أَقْبَلَ رَجُلٌ فَأَكَبَّ عَلَيْهِ، فَطَعَنَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُرْجُونٍ كَانَ مَعَهُ، فَجُرِحَ بِوَجْهِهِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَعَالَ فَاسْتَقِدْ فَقَالَ: بَلْ عَفَوْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کچھ تقسیم کر رہے تھے کہ اسی دوران ایک شخص آیا اور آپ پر جھک گیا، تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی لاٹھی کے ذریعے اسے کچوکا دیا، جس کی وجہ سے اس کا چہرہ زخمی ہو گیا، نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: تم آؤ اور بدلہ لے لو، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے درگزر کیا۔

4537 - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي فِرَاسٍ، قَالَ: خَطَبَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أَبْعَثْ عُمَّالِي لِيَضْرِبُوا أَبْشَارَكُمْ، وَلَا لِيَأْخُذُوا أَمْوَالَكُمْ، فَمَنْ فُعِلَ بِهِ ذَلِكَ فَلْيَرْفَعْهُ إِلَيَّ أُقِصُّهُ مِنْهُ، قَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ: لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَدَّبَ بَعْضَ رَعِيَّتِهِ أَتُقِصُّهُ مِنْهُ؟ قَالَ: إِي وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ أُقِصُّهُ، وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَصَّ مِنْ نَفْسِهِ

❁❁ ابوفراس بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

''میں اپنے اہلکار اس لیے نہیں بھیجتا ہوں کہ وہ تمہارے جسموں پر ماریں، یا تمہارے مال تم سے چھین لیں، اگر کسی کے ساتھ ایسا ہو، تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا مقدمہ لے کر میرے پاس آئے، تاکہ میں اسے بدلہ دلواؤں، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر کوئی شخص اپنی رعایا کو سزا دیتا ہے، تو کیا آپ اس سے بھی بدلہ لیں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں! اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں جان ہے، میں اس سے بدلہ لوں گا، کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے، آپ ﷺ نے اپنی ذات سے بدلہ دلوایا تھا''۔

بَابُ عَفْوِ النِّسَاءِ عَنِ الدَّمِ

باب: خواتین کا قتل معاف کر دینا

4538 - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ حِصْنًا، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَمَةَ، يُخْبِرُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: عَلَى الْمُقْتَتِلِينَ أَنْ يَنْحَجِزُوا الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ، وَإِنْ كَانَتِ امْرَأَةً

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: بَلَغَنِي أَنَّ عَفْوَ النِّسَاءِ فِي الْقَتْلِ جَائِزٌ إِذَا كَانَتْ إِحْدَى الْأَوْلِيَاءِ، وَبَلَغَنِي عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ فِي قَوْلِهِ يَنْحَجِزُوا يَكُفُّوا عَنِ الْقَوَدِ

❁ سیدہ عائشہ صدیقہ ڈاٹھا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

" (قصاص دینے کے لیے) مقدمہ کرنے والے لوگوں کو، درجہ بدرجہ معاف کرنے کا حق ہوتا ہے، خواہ وہ کوئی عورت ہی کیوں نہ ہو"۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ قتل کے معاملے میں عورتوں کو بھی معاف کرنے کا حق ہے، جبکہ وہ پسماندگان میں سے ایک ہو۔

ابوعبید کے بارے میں مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے، وہ یہ کہتے ہیں: لفظ ینحجزوا سے مراد یہ ہے قصاص لینے سے رک جانا۔

حق قصاص کے جملہ وارثین کیلئے حق اسقاط کا بیان

اور جب قصاص کا حق تمام وارثوں کیلئے ثابت ہے تو ان میں سے ہر وارث قصاص کو وصول کرنے اور اس کا ساقط کرنے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اور قصاص میں بعض لوگوں کا حق ساقط ہونے کے سبب بقیہ کا حق لازمی طور ساقط ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قصاص میں اجزاء نہیں ہوتے۔ یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب کسی شخص نے دو بندوں کو قتل کیا ہے اور مقتولین میں سے کسی کے ولی نے معاف کر دیا ہے اب وہاں پر قتل اور مقتول میں اختلاف کے سبب دو قصاص بغیر کسی شبہ کے واجب ہوئے ہیں۔ جبکہ یہاں ایک ہی قصاص واجب ہے۔ کیونکہ قتل میں اور مقتول میں اتحاد ہے۔ اور جب قصاص ساقط ہو چکا ہے تو وہ بقیہ لوگوں کے حصے کو مال میں تبدیل کر دے گا۔ کیونکہ قصاص ایک ایسے سبب سے رکنے والا ہے جو قتل کی جانب لوٹنے والا ہے۔ اور معاف کرنے والے کو کچھ مال نہ ملے گا۔ کیونکہ وہ اپنے فعل اور اپنی مرضی سے اپنے حق کو ساقط کرنے والا ہے۔

اور جو مال واجب ہوگا اس کو تین سال میں ادا کیا جائے گا۔ جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب قصاص دو بندوں کے درمیان مشترکہ ہے اور ان میں سے ہر ایک نے معاف کر دیا ہے تو دو سال میں واجب ہوگا۔ کیونکہ دیت آدھی واجب ہے۔ پس اس کو اس صورت پر قیاس کیا جائے گا۔ جب غلطی سے کسی کے ہاتھ کو کاٹ دیا جائے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ بدلہ خون کا ایک حصہ ہے۔ اور خون کا سارا بدلہ تین سال تک مؤخر کرنے تک مؤجل ہے۔ لہٰذا بدل دم

کے بعض کا حکم بھی اسی طرح ہوگا۔اور جو مال ہاتھ میں واجب ہوا ہے ہو بدل کی جانب کا کل ہوگا۔اور وہ شریعت میں دو سال مر ہوتا ہے۔اور یہ مال قاتل کے مال میں واجب ہوگا۔کیونکہ یہ قتل عمد ہے۔(ہدایہ، کتاب الجنایات، لاہور)

عدم تجزی کے سبب سقوط قصاص میں فقہی تصریحات

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب دو اولیاء میں سے ایک نے قصاص معاف کر دیا دوسرے نے یہ جانتے ہوئے کہ اب قاتل کو قتل کرنا حرام ہے،قتل کر دیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔اور اس کو اصل قاتل کے مال سے نصف دیت ملے گی اور اگر حرمت قتل کا علم نہ تھا تو اس پر اپنے مال میں اصل قاتل کے لئے دیت ہے۔دوسرے ولی کے معاف کرنے کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔(ہندیہ از محیط ص 21 ج 6)

کسی نے دو اشخاص کو قتل کر دیا اور ان دونوں کا ولی ایک شخص ہے اس نے ایک مقتول کا قصاص معاف کر دیا تو اسے دوسرے مقتول کے قصاص میں قتل کرنے کا حق نہیں ہے۔(عالمگیری ص 21 جلد 6 از جوہرہ نیرہ)

دو قاتلوں میں سے ولی نے ایک کو معاف کر دیا تو دوسرے سے قصاص لیا جائے گا۔

(عالمگیری از محیط ص 21 جلد 6،قاضی خان ص 390 جلد 4)

کسی نے دو اشخاص کو قتل کر دیا ایک مقتول کے ولی نے قاتل کو معاف کر دیا تو دوسرے مقتول کا ولی اس کو قصاص میں قتل کر سکتا ہے۔(عالمگیری از سراج الوہاج ص 21 جلد 6،قاضی خان ص 390 ج 4)

مجروح کی موت سے قبل ولی نے معاف کر دیا تو استحسانا جائز ہے۔(عالمگیری ص 21 جلد 6 از محیط)

کسی نے کسی کو قصداً قتل کر دیا اور ولی مقتول کے لئے قاضی نے قصاص کا فیصلہ کر دیا اور ولی نے کسی شخص کو اس کے قتل کا حکم دیا۔پھر کسی شخص نے ولی سے معافی کی درخواست کی اور ولی نے قاتل کو معاف کر دیا مامور کو اس معافی کا علم نہیں ہوا اور اس نے قتل کر دیا تو مامور پر دیت لازم ہے اور وہ ولی سے یہ دیت وصول کرلے گا۔(عالمگیری از ظہیریہ ص 21 ج 6)

ولی یا وصی کو نابالغ مقتول کے خون کو معاف کرنے کا حق نہیں۔(عالمگیری از محیط سرخسی ص 21 جلد 6،قاضی خان ص 390 ج 4)

کسی نے کسی کے بھائی کو عمداً قتل کر دیا اور مقتول کے بھائی نے گواہ پیش کئے کہ اس کے سوا مقتول کا کوئی اور وارث نہیں ہے اور قاتل نے گواہ پیش کئے کہ مقتول کا بیٹا زندہ ہے تو ابھی فیصلہ ملتوی رہے گا۔اگر قاتل نے گواہ پیش کئے کہ مقتول کے بیٹے نے دیت پر صلح کر کے قبضہ بھی کر لیا ہے یا اس نے معاف کر دیا ہے تو قاتل کے گواہوں کی شہادت قبول ہوگی۔اس کے بعد بیٹا اگر اس کا انکار کرے تو قاتل کو بیٹے کے مقابلے میں دوبارہ گواہ پیش کرنے ہوں گے اور بھائی کے مقابلے میں جو شہادت پیش کی تھی کافی نہیں ہوگی۔(قاضی خان ص 397 جلد 4،عالمگیری ص 21 جلد 6)

مقتول کے دو بھائی ہیں اور قاتل نے گواہ پیش کئے کہ ایک غائب بھائی نے مال پر مجھ سے صلح کر لی ہے تو یہ شہادت قبول کر لی جائے گی پھر اگر اس غائب بھائی نے آ کر صلح کا انکار کیا تو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے،اس صورت میں حاضر بھائی کو نصف دیت مل جائے گی اور غائب کو کچھ نہیں ملے گا۔(قاضی خان ص 398 جلد 4،ہندیہ ص 21 جلد 6)

مقتول کے دو اولیاء میں سے ایک غائب ہے اور قاتل نے گواہ پیش کیے کہ غائب نے معاف کر دیا ہے تو یہ شہادت قبول کر لی جائے گی اور غائب کے حق میں معافی مان لی جائے گی اور اس عفو کے فیصلے کے بعد غائب کے آنے پر دوبارہ شہادت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر قاتل غائب کی معافی کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کے پاس گواہ نہیں ہیں لیکن چاہتا ہے کہ حاضر کو قسم دی جائے تو یہ فیصلہ غائب کے آنے تک ملتوی رکھا جائے گا۔ پھر اگر غائب نے آ کر معافی کا انکار کیا اور قسم کھائی تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔

(عالمگیری ص21 جلد6 بسوط ص162 جلد26)

قاتل کہتا ہے کہ ولی غائب کے معاف کرنے کے گواہ میرے پاس ہیں تو قاضی گواہوں کو پیش کرنے کے لیے اپنی صوابدید کے مطابق مہلت دے دے اور ابھی فیصلہ نہ کرے۔ مقررہ مدت گزرنے کے بعد یا ابتداء مقدمہ ہی میں قاتل نے گواہوں کے غائب ہونے کی بات کہی تو استحساناً اب بھی فیصلہ ملتوی رکھے۔ ہاں اگر قاضی کا گمان غالب یہ ہو کہ قاتل جھوٹا ہے اس کے پاس گواہ نہیں ہیں تو قصاص کا حکم دے سکتا ہے۔ (ہندیہ ص21 جلد6 بسوط ص162 جلد26)

بَابُ مَنْ قُتِلَ فِي عِمِّيَّا بَيْنَ قَوْمٍ

باب: جسے لوگوں کے درمیان بلوے کے دوران قتل کر دیا جائے

4539 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، وَهٰذَا حَدِيثُهُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، قَالَ: مَنْ قُتِلَ وَقَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قُتِلَ فِي عِمِّيَّا فِي رَمْيٍ يَكُونُ بَيْنَهُمْ بِحِجَارَةٍ، أَوْ بِالسِّيَاطِ، أَوْ ضَرْبٍ بِعَصًا فَهُوَ خَطَأٌ، وَعَقْلُهُ عَقْلُ الْخَطَإِ، وَمَنْ قُتِلَ عَمْدًا فَهُوَ قَوَدٌ قَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ: قَوَدُ يَدٍ، ثُمَّ اتَّفَقَا وَمَنْ حَالَ دُونَهُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَغَضَبُهُ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ وَحَدِيثُ سُفْيَانَ أَتَمُّ

طاؤس بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص کسی بلوے کے دوران مارا گیا ہو، جو پتھر مارے جانے کی، یا لاٹھیاں ماری جانے کی یا ڈنڈوں کی وجہ سے (لڑائی ہوئی تھی) تو یہ قتل خطا ہوگا، اس کی دیت قتل خطا کی دیت ہوگی، البتہ جس شخص کو جان بوجھ کر قتل کیا گیا ہو، اس میں قصاص ہوگا"۔

ابن عبید نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: جان کا قصاص ہوگا، دونوں راوی یہ الفاظ نقل کرنے میں متفق ہیں۔

"جو شخص اس میں رکاوٹ بنے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور اس کا غضب ہوگا، ایسے شخص کی کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہیں ہوگی"۔

سفیان کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے۔

4540 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي غَالِبٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ

دِيْنَارٍ، عَنْ طَاوُوسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيْثِ سُفْيَانَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
اس کے بعد راوی نے حسب سابق روایت نقل کی ہے۔

بَابُ الدِّيَةِ كَمْ هِيَ؟

باب: دیت کتنی ہوگی؟

دیت کے لغوی ومعنی مفہوم کا بیان

دیات جمع ہے دیت کی جس کے معنی ہیں مالی معاوضہ گویا دیت اس مال کو کہتے ہیں جو جان کو ختم کرنے یا کسی شخص کے جسمانی اعضاء کو ناقص (مجروح) کرنے کے بدلہ میں دیا جاتا ہے! عنوان میں جمع کا لفظ "دیات" دیت کی انواع (قسموں) کے اعتبار سے لایا گیا ہے اس سے یہ اظہار مقصود ہے کہ دیت کی مختلف قسمیں ہیں مثلاً ایک دیت تو وہ ہوتی ہے جو کسی کو جان سے مار ڈالنے کے بدلہ میں دی جاتی ہے اور ایک دیت وہ ہوتی ہے جو اعضاء کے نقصان کے بدلے میں دی جاتی ہے۔ پھر نوعیت وحیثیت کے اعتبار سے بھی دیت دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو مغلظہ کہلاتی ہے اور دوسری کو مخففہ کہتے ہیں۔

دیت مغلظہ تو یہ ہے کہ چار طرح کی سو اونٹنیاں ہوں یعنی پچیس بنت مخاض (جو ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں لگی ہو) پچیس بنت لبون (جو دو سال میں لگی ہوں) پچیس حقہ (جو تین سال کی ہو کر چوتھے سال میں لگی ہوں) اور پچیس جذعہ (جو چار سال کی ہو کر پانچویں سال میں لگی ہوں) یہ تفصیل حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت ابویوسف کے مسلک کے مطابق ہے، حضرت امام شافعی اور حضرت امام محمد کے نزدیک دیت مغلظہ یہ ہے کہ تین طرح کی اونٹنیاں ہوں یعنی تیس حقہ، تیس جذعہ، اور چالیس مثنہ (جو پانچ سال کی ہو کر چھٹے سال میں لگی ہوں) اور سب حاملہ ہوں۔ دیت مغلظہ اس شخص پر واجب ہوتی ہے جو قتل شبہ عمد کا مرتکب پایا گیا ہو۔

دیت مخففہ یہ ہے کہ اگر سونے کی قسم سے دیت دی جائے تو اس کی مقدار ایک ہزار دینار (اشرفی) ہے اور اگر چاندی کی قسم سے دی جائے تو دس ہزار درہم دیئے جائیں گے اور اگر اونٹ کی قسم سے دے تو پانچ طرح کے سو اونٹ دینے ہوں گے یعنی بیس ابن مخاض (وہ اونٹ جو ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں لگے ہوں) بیس بنت مخاض، بیس بنت لبون، بیس جذعہ دیت مخففہ اس شخص پر واجب ہوتی ہے جو قتل خطاء یا قتل جاری مجریٰ خطا اور یا قتل تسبیب کا مرتکب پایا گیا ہو۔

4541- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ، ح وحَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَضَى أَنَّ مَنْ قُتِلَ خَطَأً فَدِيَتُهُ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ: ثَلَاثُوْنَ بِنْتَ

مَخَاضٍ، وَثَلَاثُونَ بِنْتَ لَبُونٍ، وَثَلَاثُونَ حِقَّةً، وَعَشَرَةٌ بَنِي لَبُونٍ ذَكَرٍ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے فیصلہ دیا کہ جس شخص کو غلطی سے قتل کر دیا گیا ہو، اس کی دیت 100 اونٹ ہو گی، جس میں 30 بنت مخاض، 30 بنت لبون، 30 حقہ ہوں گی اور 10 بنو لبون مذکر ہوں گے۔

4542 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: كَانَتْ قِيمَةُ الدِّيَةِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَمَانَ مِائَةِ دِينَارٍ أَوْ ثَمَانِيَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ، وَدِيَةُ أَهْلِ الْكِتَابِ يَوْمَئِذٍ النِّصْفُ مِنْ دِيَةِ الْمُسْلِمِينَ، قَالَ: فَكَانَ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ حَتّٰى اسْتُخْلِفَ عُمَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ، فَقَامَ خَطِيبًا فَقَالَ: أَلَا إِنَّ الْإِبِلَ قَدْ غَلَتْ، قَالَ: فَفَرَضَهَا عُمَرُ عَلَى أَهْلِ الذَّهَبِ أَلْفَ دِينَارٍ، وَعَلَى أَهْلِ الْوَرِقِ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا، وَعَلَى أَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَيْ بَقَرَةٍ، وَعَلَى أَهْلِ الشَّاءِ أَلْفَيْ شَاةٍ، وَعَلَى أَهْلِ الْحُلَلِ مِائَتَيْ حُلَّةٍ، قَالَ: وَتَرَكَ دِيَةَ أَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَرْفَعْهَا فِيمَا رَفَعَ مِنَ الدِّيَةِ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں دیت کی رقم آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار درہم ہوتی تھی، اہل کتاب کی دیت اس وقت مسلمانوں کی دیت کا نصف ہوتی تھی''۔

راوی بیان کرتے ہیں: ایسا ہی معاملہ رہا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا، تو وہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے انہوں نے فرمایا: اونٹوں کی قیمت زیادہ ہو چکی ہے، راوی کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سونے کی شکل میں ادائیگی کرنے والے پر ایک ہزار دینار اور چاندی کی شکل میں ادائیگی کرنے والوں پر 12 ہزار دینار، گائے کی شکل میں ادائیگی کرنے والوں پر 200 گائے، اور بکری کی شکل میں ادائیگی کرنے والوں پر 20 ہزار بکریاں اور حلے کی شکل میں ادائیگی کرنے والوں پر 200 حلے مقرر کیے، البتہ انہوں نے اہل ذمہ کی دیت کو چھوڑ دیا، انہوں نے اس میں اتنا اضافہ نہیں کیا (جس طرح مسلمانوں کی) دیت میں اضافہ کیا تھا۔

4543 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَضَى فِي الدِّيَةِ عَلَى أَهْلِ الْإِبِلِ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ، وَعَلَى أَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَيْ بَقَرَةٍ، وَعَلَى أَهْلِ الشَّاءِ أَلْفَيْ شَاةٍ، وَعَلَى أَهْلِ الْحُلَلِ مِائَتَيْ حُلَّةٍ، وَعَلَى أَهْلِ الْقَمْحِ شَيْئًا لَمْ يَحْفَظْهُ مُحَمَّدٌ

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دیت کی ادائیگی کی شرح یوں مقرر کی ہے: اونٹوں کی شکل میں ادائیگی کرنے والوں پر 100 اونٹ، گائے کی ادائیگی کرنے والوں پر 200 گائے، بکری کی ادائیگی کرنے والوں پر 2000 بکریاں، حلے کی شکل میں ادائیگی کرنے والوں پر 200 حلے اور گندم کی ادائیگی کرنے والوں پر بھی کوئی چیز مقرر کی تھی، جو محمد نامی راوی کو یاد نہیں رہی۔

4544- قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَرَأْتُ عَلَى سَعِيدِ بْنِ يَعْقُوبَ الطَّالَقَانِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: ذَكَرَ عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مِثْلَ حَدِيثِ مُوسَى وَقَالَ: وَعَلَى أَهْلِ الطَّعَامِ شَيْئًا لَا أَحْفَظُهُ

عطاء بن ابی رباح، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ فرماتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا" اس کے بعد راوی نے حسب سابق روایت نقل کی ہے، جس میں راوی کے یہ الفاظ ہیں: اناج کی شکل میں ادائیگی کرنے والوں پر کچھ مقرر کیا تھا، جو مجھے یاد نہیں رہا۔

4545- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ عَنْ زَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ خِشْفِ بْنِ مَالِكٍ الطَّائِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِي دِيَةِ الْخَطَإِ عِشْرُونَ حِقَّةً، وَعِشْرُونَ جَذَعَةً، وَعِشْرُونَ بِنْتَ مَخَاضٍ، وَعِشْرُونَ بِنْتَ لَبُونٍ، وَعِشْرُونَ بَنِي مَخَاضٍ ذُكُرٍ وَهُوَ قَوْلُ عَبْدِ اللَّهِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"قتل خطاء کی دیت میں 20 حقہ 20 جزعہ 20 بنت مخاض 20 بنت لبون 20 بنو مخاض مذکر ہوں گے"۔

یہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

4546- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي عَدِيٍّ قُتِلَ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيَتَهُ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بنو عدی سے تعلق رکھنے والا ایک شخص قتل ہو گیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت 12000 (درہم) مقرر کی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عکرمہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، اس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مومن کو قتل کر دے ماسوا خطا کے (نادانستہ طور پر)۔ (النساء: ۹۲)

قتل خطاء کے شان نزول میں متعدد اقوال:

اس آیت کا شان نزول میں متعدد اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ جنگ احد میں مسلمانوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد یمان کو غلط فہمی سے قتل کر دیا تھا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جنگ احد کے دن مشرکین شکست کھا گئے تھے اس وقت ابلیس لعنت اللہ علیہ نے چلا کر کہا: اے اللہ کے بندو اے اللہ کے بندو اپنے پیچھے والوں پر حملہ کرو پھر اگلی صفوں نے پچھلی صفوں پر حملہ کیا اور وہ آپس میں گتھم گتھا ہو گئے اچانک حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسلمان حضرت یمان پر حملہ کر رہے ہیں انہوں نے چلا کر کہا یہ میرے باپ ہیں یہ میرے باپ ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کیا بہ خدا وہ اس وقت تک باز نہیں آئے جب تک کہ انہوں نے حضرت یمان کو قتل نہیں کر دیا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۰۶۰)

دوسرا قول یہ ہے کہ بنو عامر کا ایک شخص مسلمان ہو گیا تھا حضرت عیاش بن ابی ربیعہ کو اس کو خبر نہ تھی انہوں نے غلط فہمی سے اس کو قتل کر دیا اس کی تفصیل یہ ہے:

امام محمد ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عیاش بن ابی ربیعہ ابوجہل بن ہشام کے اخیافی (سوتیلے) بھائی تھے وہ مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے سے پہلے مہاجرین اولین کے ساتھ مدینہ چلے گئے ابوجہل حارث بن ہشام اور ان کے ساتھ بنو عامر کا ایک اور شخص تھا یہ ان کو لینے مدینہ پہنچ گئے عیاش سے ان کی ماں بہت محبت کرتی تھی انہوں نے کہا تمہاری ماں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک تم کو دیکھ نہ لے گی سائے میں نہیں بیٹھے گی وہ دھوپ میں لیٹتی ہے تم جا کر اپنی ماں کو دیکھ لو پھر واپس چلے جانا اور انہوں نے اللہ کی قسمیں کھا کر یقین دلایا کہ وہ ان کو واپس مدینہ پہنچا دیں گے جب وہ مدینہ کی حدود سے باہر آئے تو انہوں نے حضرت عیاش کو باندھ لیا اور بنو عامر کے شخص نے ان کو کوڑے مارے اس پر انہوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ عامری کو قتل کر دیں گے پھر وہ کافی عرصہ تک مکہ میں قید رہے اور فتح مکہ کے دن آزاد ہوئے ایک دن ان کے سامنے سے عامری آ رہا تھا وہ مسلمان ہو چکا تھا حضرت عیاش کو اس کے اسلام کا علم نہیں تھا انہوں نے اس کو قتل کر دیا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(جامع البیان جز ۵ ص ۲۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام واحدی نیشاپوری متوفی ۴۰۸ھ نے لکھا ہے کہ حضرت عیاش بن ابی ربیعہ نے غلط فہمی سے حارث بن زید کو قتل کیا تھا اس کے گمان میں وہ کافر تھا ان کو اس کے اسلام لانے کی خبر نہیں تھی۔ (الوسیط ج ۲ ص ۹۴-۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن الاثیر شیبانی متوفی ۶۳۰ھ نے لکھا ہے کہ حارث بن زید مکہ میں مسلمانوں کو ایذاء پہنچایا کرتا تھا وہ مسلمان ہو گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو اس کے اسلام لانے کی خبر نہ تھی حتیٰ کہ جب وہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچا تو عیاش بن ربیعہ نے اس کو قتل کر دیا۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۹۴)

تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے ایک مسلمان کو غلط فہمی سے قتل کر دیا تھا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

ابن زید بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء کسی لشکر کے ساتھ جا رہے تھے وہ قضاء حاجت کے لیے ایک گھاٹی میں اترے تو انہوں نے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنی بکریوں کو لے جا رہا تھا' انہوں نے اس پر تلوار سے حملہ کیا اس نے کہا "لا الہ الا اللہ" حضرت ابوالدرداء نے اس کو قتل کر دیا' اور اس کی بکریاں لے کر اپنے اصحاب کے پاس آ گئے پھر ان کے دل میں اضطراب ہوا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کا کیوں نہیں دیکھا! اس نے تم کو اپنی زبان سے اسلام لانے کی خبر دی' اور تم نے اس کی تصدیق نہیں کی' حضرت ابوالدرداء نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب میرا کیا ہوگا' آپ نے فرمایا "لا الہ الا اللہ" کا کیا ہوگا' میں بار بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی عرض کرتا اور آپ یہی فرماتے حتی کہ میں نے تمنا کی کاش یہ واقعہ میرے اسلام لانے سے پہلے کا ہوتا۔ (جامع البیان جز ۵ ص ۲۷۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۰ھ)

چوتھا قول سعید بن جبیر کا ہے' انہوں نے کہا کہ یہ آیت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے متعلق نازل ہوئی ہے انہوں نے غلط فہمی سے مرداس بن عمر کو خطاء قتل کر دیا تھا۔ (روح المعانی' الدر المنثور) اس کی تفصیل یہ ہے:

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا' ہم صبح کے وقت جہینہ کے ایک مقام حرقات میں پہنچے' میں نے ایک شخص کو پکڑ لیا اس نے کہا "لا الہ الا اللہ" میں نے اس کو نیزہ سے مار دیا' پھر مجھے اضطراب ہوا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس نے "لا الہ الا اللہ" کہہ دیا تھا پھر تم نے اس کو قتل کر دیا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے حملہ کے خوف سے "لا الہ الا اللہ" کہا تھا' آپ نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا حتی کہ تمہیں معلوم ہو جاتا کہ اس نے دل سے کہا ہے یا نہیں! آپ بار بار یہ کلمات فرماتے رہے حتی کہ میں نے تمنا کی کہ کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۶' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۲۶۹' ۶۸۷۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۴۳)

قتل خطاء کا معنی اور اس کی دیگر اقسام:

قتل خطاء کی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ فعل میں خطاء ہو جائے مثلاً انسان ایک ہرن کا نشانہ لے رہا تھا اور گولی کسی انسان کو لگ گئی' اور دوسری صورت یہ ہے کہ قصد میں خطاء ہو' قتل کرنے والے کا گمان یہ تھا کہ وہ شخص کافر ہے اور وہ درحقیقت مسلمان تھا' قتل خطا کی دوسری قسم قتل قائم مقام خطاء ہے' مثلاً ایک انسان کے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی گر گئی جس سے دوسرا شخص ہلاک ہو گیا' اس کا حکم بھی قتل خطاء کی طرح ہے۔ اس میں مقتول کے ورثاء کو دیت ادا کی جائے گی اور ایک غلام یا باندی کو آزاد کیا جائے گا' اور ایک قتل بالسبب ہے' مثلاً ایک شخص نے دوسرے کی ملکیت میں کنواں کھودا جس میں کوئی شخص گر کر ہلاک ہو گیا یا کوئی کسی سواری پر سوار تھا اور اس سواری نے کسی شخص کو ہلاک کر دیا' اس میں صرف عاقلہ پر دیت ہے۔ (آج کل ٹریفک کے حادثات میں کار' ٹرک یا بس کے نیچے آ کر جو لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں وہ بھی قتل بالسبب ہیں) (عالم گیری ج ۶ ص ۳ مطبوعہ مصر' ۱۳۱۰ھ)

دیت کا معنی:

وہ مال جو مقتول کے ورثاء کو مقتول کی جان کے عوض میں دیا جاتا ہے اس کو دیت کہتے ہیں' اگر مسلمان مقتول کے قرابت دار کافر ہوں تو ان کو دیت نہیں دی جائے گی کیونکہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا' مسلمان مقتول کے جو وارث مسلمان ہوں ان کو دیت ادا کی جائے گی۔ علامہ فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ نے لکھا ہے کہ دیت کا معنی ہے مقتول کا حق (القاموس ج ٤ ص ٥٧٩) اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ کسی مسلمان یا ذمی کو ناحق قتل کرنے یا اس کے کسی عضو کو ناحق تلف کرنے کی وجہ سے جو شرعا مالی تاوان لازم آتا ہے اس کو دیت کہتے ہیں' اور بعض اوقات جان کے تاوان کو دیت اور عضو کے تاوان کو ارش کہتے ہیں۔

قتل خطاء قتل شبہ عمد اور عقل عمد میں دیت کی مقدار:

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قتل خطاء کی دیت یہ مقرر کی ہے: ایک سال کی بیس اونٹنیاں' ایک سال کے بیس اونٹ' دو سال کی بیس اونٹنیاں' تین سال کی بیس اونٹنیاں' اور چار سال کی بیس اونٹنیاں (اس حدیث کی سند ضعیف ہے خشف بن مالک مجہول الحال ہے اور معروف یہ ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر ہے)

(سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۳۹۱' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ٤٥٤٥' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۸۱٦' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۲٦۳۱' موطا امام مالک' رقم الحدیث: ١٦٠٥)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک قتل خطاء کی دیت اسی طرح ہے جس طرح اس حدیث میں بیان کی گئی ہے اور قتل شبہ عمد (کسی شخص کو ایسے آلہ سے ضرب لگائی جائے جس سے قتل نہیں کیا جاتا اور اس کو قصد صرف ضرب لگانا ہو قتل کرنا نہ ہو لیکن اس ضرب کے نتیجہ میں مضروب مر جائے) کی دیت امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ ہے کہ پچیس ایک سال کی اونٹنیاں' پچیس دو سال کی اونٹنیاں' پچیس تین سال کی اونٹنیاں اور پچیس چار سال کی اونٹنیاں (عالم گیری ج ٦ ص ٢٤' مطبوعہ مصر' ١٣١٠ھ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا اس کو مقتول کے ورثاء کے حوالے کر دیا جائے گا اگر وہ چاہیں تو اس کو قتل کر دیں اور اگر وہ چاہیں تو اس سے دیت وصول کر لیں' قتل عمد کی دیت یہ ہے: تیس تین سال کی اونٹنیاں' تیس چار سال کی اونٹنیاں اور چالیس پانچ سال کی اونٹنیاں اس کے علاوہ جس مقدار پر وہ صلح کر لیں۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۳۹۲' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ٤٥٠٦' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۲٦۲٦)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک قتل خطاء کی دیت میں ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم بھی دیئے جا سکتے ہیں۔

(ہدایہ اخیرین ص ٥٨٥-٥٨٤' مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)

ایک ہزار دینار (٤,٣٧٤) چار اعشاریہ تین سات چار کلوگرام سونے کے برابر ہے اور دس ہزار درہم' (٣٠,٦١٨) تیس اعشاریہ چھ ایک آٹھ کلوگرام چاندی کے برابر ہے۔

دیت کی ادائیگی کی مدت اور جن لوگوں کے ذمہ دیت کی ادائیگی ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ دیت تین سال میں لی جائے گی ہر سال میں تہائی (۳،۱) دیت وصول کی جائے گی اور قتل خطاء کی دیت عاقلہ پر ہے باپ کی طرف سے جو رشتہ دار ہیں وہ عاقلہ ہیں یہ امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے بعض ائمہ نے کہا دیت صرف ان مردوں پر ہے جو عصبات ہوں عورتوں اور بچوں پر دیت نہیں ہے اور ہر شخص پر چوتھائی (۴۔۱) دینار دیت لازم کی جائے گی۔ بعض ائمہ نے کہا کہ نصف دینار تک دیت لازم کی جائے گی اگر ان رشتہ داروں سے دیت پوری ہو جائے تو فبہا ورنہ جو قریب ترین قبیلہ کے لوگ ہیں ان پر دیت لازم کی جائے گی۔ (سنن ترمذی ج ۳ ص ۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک عمد شبہ العمد اور خطا تینوں کے دیت کی ادائیگی کی مدت تین سال ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک دیت العمد معجل ہے اور باقی دیت تین سال میں ادا کی جائے گی۔ (بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۰۷)

علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

عاقلہ عصبات کو کہتے ہیں یعنی باپ کی طرف سے رشتہ دار جو قتل خطاء میں قاتل کی جانب سے مقتول کی دیت ادا کرتے ہیں۔ اور اسی معنی میں حدیث ہے "دیت عاقلہ پر ہے"

علامہ سید عبد القادر عودہ لکھتے ہیں:

امام شافعی کے نزدیک باپ دادا بیٹا اور پوتا عاقلہ میں داخل نہیں ہیں امام احمد کا بھی ایک یہی قول ہے امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک آباء اور ابناء عاقلہ میں داخل ہیں کیونکہ دیت کو برداشت کرنے میں عصبات میراث کی طرح ہیں جس طرح میراث میں عصبات اقرب فالاقرب اعتبار کیا جاتا ہے اسی طرح دیت کو برداشت کرنے میں بھی ان کا اعتبار ہوگا۔

(التشریع الجنائی ج ۲ ص ۱۹۸۔۱۹۰ ملخصا مطبوعہ بیروت)

جو لوگ کسی کمپنی کی بس ٹرک یا ٹریلر کے نیچے آ کر حادثہ میں ہلاک ہو جاتے ہیں اس میں قاتل کی عاقلہ وہ کمپنی یا ادارہ ہے اور اس کی دیت اس کمپنی کو ادا کرنی چاہئے۔

امام مالک اور امام احمد کے نزدیک عاقلہ کے ہر فرد پر دیت کی جو مقدار ہوگی وہ حاکم کی رائے پر موقوف ہے امام شافعی کے نزدیک امیر آدمی پر نصف دینار اور متوسط شخص پر چوتھائی مثقال ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک کسی شخص سے تین یا چار درہم سے زیادہ نہ لیے جائیں (نصف دینار پانچ درہم یعنی ایک اعشاریہ ایک دو تولہ چاندی کے برابر ہے اور ربع مثقال ایک اعشاریہ ایک ایک پانچ گرام چاندی کے برابر ہے)

اگر کسی شخص کے عصبات نہ ہوں تو اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ امام محمد اور امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ قاتل کے مال سے دیت وصول کی جائے گی دیت کی ادائیگی کی مدت تین سال ہے۔

(التشریع الجنائی ج ۲ ص ۱۹۸۔ ۱۹۰ ملخصا مطبوعہ بیروت)

عورت کی نصف دیت کی تحقیق:

عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے' یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے اور رسول اللہ ﷺ سے مرفوعاً مروی ہے' کیونکہ عورت کا حال اور اس کی منفعت مرد سے کم ہے' عورت کے اعضاء اور اطراف کی دیت بھی مرد کی دیت کا نصف ہے۔(ہدایہ آخرین ص ۵۸۰ 'مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔
(سنن کبریٰ ج ۸ ص ۹۵ 'مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ از حماد از ابراہیم روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورت کے تمام زخموں کی دیت مردوں کے زخموں کی دیت کا نصف ہے۔(کتاب الآثار ص ۱۲۶ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۷ ھ)

امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ ھ روایت کرتے ہیں:

سر کی چوٹ اور دیگر جن زخموں کی تہائی یا اس سے زیادہ دیت ہوتی ہے' ان میں عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے
(موطا امام مالک' رقم الحدیث ۱۶۰۷)

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ نے لکھا ہے کہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔
(الجامع الاحکام القرآن ج ۵ ص ۳۲۵)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں:

عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے اور عورت کے اعضاء اور زخموں کی دیت بھی مردوں کی دیت کا نصف ہے۔
(روضۃ الطالبین ج ۹ ص ۲۵۷ 'مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ ھ لکھتے ہیں:

عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

(الانصاف ج ۱۰ ص ۶۳ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۷۶ ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث میں بھی ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے اور ائمہ اربعہ کا بھی یہی مذہب ہے اور اس پر تمام ائمہ مذاہب کا اجماع ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور جس نے کسی مسلمان کو خطاء (بلاقصد) قتل کر دیا تو اس پر ایک مسلمان گردن (غلام یا باندی) کو آزاد کرنا لازم ہے اور اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے ماسوا اس کے کہ وہ معاف کر دیں۔(النساء:۹۲)

قتل خطاء کے کفارہ میں مسلمان غلام کو آزاد کرنے کی حکمت:

اس آیت میں مسلمان کو خطاء قتل کرنے والے پر دو چیزیں واجب کی ہیں' کفارہ اور دیت' اور کفارہ میں یہ تصریح کی ہے کہ

مسلمان غلام کو آزاد کیا جائے کیونکہ قاتل نے مسلمان شخص کو قتل کیا ہے تو اس کے کفارہ میں مسلمان غلام کو آزاد کرے غلام ہونا بہ منزلہ موت ہے اور آزادی بہ منزلہ حیات ہے تو ایک مسلمان کو مارنے کی تلافی اس طرح ہوگی کہ ایک مسلمان کو زندہ کیا جائے ہر چند کہ یہاں غلام کا مطلقاً ذکر کیا گیا ہے لیکن یہ قاعدہ ہے کہ جب مطلق کو ذکر کیا جائے تو اس سے ذات کے اعتبار سے کامل فرد مراد ہوتا ہے اور صفت اپنے اطلاق پر رہتی ہے اس لیے اندھا لنگڑا مجنون اور لولا غلام آزاد کرنا معتبر نہیں اور نہ ہی مکاتب مدبر یا ام ولد کا اعتبار ہوگا اس کے علاوہ غلام کا چھوٹا یا بڑا ہونا مرد یا عورت ہونا کالا یا گورا ہونا یہ از قبیل صفات ہیں اور کسی بھی صفت کا غلام آزاد کیا جاسکے گا اب چونکہ اسلام کی تعلیمات کی اشاعت کی وجہ سے غلام بنانے کا دور ختم ہو چکا ہے اس لیے اب قتل خطاء کے کفارہ میں مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے جائیں گے۔

ورثاء مقتول میں دیت کو تقسیم کرنے کے احکام:

مسلمان مقتول کی دیت کے متعلق ہم بتا چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سو اونٹ ہیں یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم اور یہ دیت تین سال کے اندر مقتول کے ورثاء کو ادا کی جائے گی اور جس طرح ورثاء میں مرنے والے کا ترکہ تقسیم کیا جاتا ہے اسی قاعدہ اور تناسب سے دیت تقسیم کی جائے گی مقتول کی تجہیز و تکفین کے بعد اس میں سے پہلے میت کا قرض ادا کیا جائے گا پھر تہائی (۱-۳) دیت سے اس کی وصیت پوری کی جائے گی اور اگر مقتول کا کوئی وارث نہ ہو تو پھر دیت بیت المال میں جمع کر دی جائے گی۔

یہ تمام تفصیل اس وقت ہے جب مقتول کے ورثاء دیت معاف نہ کریں لیکن اگر انہوں نے معاف کر دی تب بھی کفارہ بہر حال ادا کرنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پھر اگر وہ مقتول اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور وہ (مقتول) مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان گردن کا آزاد کرنا ہے۔ (النساء: ۹۲)

دار الحرب میں کسی مسلمان کو خطاء قتل کرنے پر دیت لازم نہ کرنے کی حکمت

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان نے مسلمان کو دار الحرب میں خطاء قتل کر دیا تو اس کے کفارہ میں صرف ایک مسلمان غلام کو آزاد کیا جائے گا اور مقتول کے اولیاء کو دیت ادا نہیں کی جائے گی کیونکہ دیت بطور وراثت دی جاتی ہے اور دار الاسلام اور دار الحرب کے رہنے والوں کے درمیان وراثت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اگر وہ (مقتول) اس قوم سے ہو جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے اور ایک مسلمان گردن کو آزاد کیا جائے۔ (النساء: ۹۲)

ذمی کافر کی دیت میں مذاہب ائمہ کا بیان

جس کافر قوم سے مسلمانوں نے معاہدہ کیا ہو اس کے کسی فرد کو اگر کسی مسلمان نے خطاء قتل کر دیا یا مسلمان ملک میں کسی ذمی کافر کو مسلمان نے خطاء قتل کر دیا تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ حکم بیان فرمایا ہے کہ اس کے ورثاء کو بھی دیت ادا کی جائے

گی اور کفارہ میں ایک مسلمان غلام کو آزاد کیا جائے گا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک ذمی کافر اور مسلمان کی دیت میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دیت کو کسی خاص مقدار میں سے معین نہیں فرمایا اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس کے ورثاء کو پوری دیت ادا کی جائے گی' نیز اہل عرب میں دیت کا لفظ سو اونٹوں میں معروف تھا اور اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد مقتول کی دیت سو اونٹ ادا کرنے کا تعامل تھا' اس لیے جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ معاہد اور ذمی کو اگر خطاء قتل کر دیا جائے تو اس کی دیت ادا کی جائے گی تو اس کو متعارف معنی پر محمول کیا جائے گا اور اس کا معنی ہوگا کہ ذمی مقتول کے ورثاء کو پوری دیت ادا کی جائے گی' نیز اس آیت کے نزول سے پہلے مسلم اور کافر کی دیت میں فرق نہیں تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ذمی کی دیت کو مسلم کی دیت کے ذکر کے بعد بغیر کسی فرق کے ذکر کیا لہٰذا اس آیت میں بھی دیت کو متعارف معنی پر محمول کیا جائے گا اور ذمی کافر کی بھی پوری دیت ادا کی جائے گی۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا کہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہے امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت کا تہائی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ٥ ص ٣٢٧ مطبوعہ ایران)

ذمی کافر کی نصف دیت پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور اس کا غیر مستحکم ہونا

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ روایت کرتے ہیں:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کافر کی دیت مومن کی دیت کا نصف ہے۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن لکھا ہے کیونکہ عمرو بن شعیب از والد از جد مختلف فیہ ہے۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث: ١٤١٨' سنن نسائی' رقم الحدیث: ٤٨٢١' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ٢٦٤٤' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ٤٥٨٣)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

یہودی اور نصرانی کی دیت میں اہل علم کا اختلاف ہے' بعض اہل علم کا مذہب اس مسئلہ میں اس حدیث کے مطابق ہے' اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہے' امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے' اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم ہے' اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے' امام مالک بن انس' امام شافعی اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے' اور بعض اہل علم نے کہا کہ یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے' یہ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا قول ہے۔ (سنن ترمذی ج ٣ ص ١٠٨-١٠٧ مطبوعہ دارالفکر بیروت ١٤١٤ھ)

امام نسائی نے اس حدیث کو جس سند سے روایت کیا ہے' اس میں ایک راوی محمد بن راشد ہے اس کے متعلق امام عبداللہ بن مبارک نے کہا یہ صادق تھا لیکن یہ شیعی یا قدری تھا۔ (تہذیب التہذیب ج ٩ ص ١٣٥)

اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو جس سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں ایک روای عبدالرحمان بن الحارث بن عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ ہے اس کے متعلق امام احمد نے کہا یہ متروک ہے اور علی بن المدینی نے اس کو ضعیف کہا ہے تاہم اس کی تعدیل

بھی کی گئی ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ٦ ص ١٤٣)

ان حوالوں سے واضح ہو گیا کہ جس حدیث سے ائمہ ثلاثہ نے استدلال کیا ہے وہ اس قدر مستحکم نہیں کہ وہ قرآن مجید کے ذکر کردہ لفظ کے متعارف معنی کے مزاحم ہو سکے۔

ذمی کافر اور مسلم کی دیت کے مساوی ہونے پر امام اعظم کے دلائل

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قتل نفس میں مسلمان اور کافر ذمی یا معاہد کی دیت برابر ہے' قرآن مجید میں لفظ دیت کے متعارف معنی کے علاوہ ان کے موقف پر حسب ذیل احادیث دلیل ہیں' امام ابوحنیفہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہودی اور نصرانی کی دیت مسلم کی دیت کی مثل ہے۔ (مسند ابی حنیفہ مع شرح القاری ص ۸۰، ۲ مطبوعہ بیروت)

امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ ھ روایت کرتے ہیں: ابراہیم نخعی نے کہا ذمی مرد کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔ (کتاب الآثار رقم الحدیث: ۹۶۹)

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ ھ لکھتے ہیں: ابوالہیثم روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ذمی کی دیت آزاد مسلمان کے برابر ہے۔ (کتاب الآثار رقم الحدیث: ۵۸۷)

زہری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نصرانی کی دیت اور یہودی کی دیت کو آزاد مسلمان کے برابر قرار دیا امام محمد نے کہا ہمارا اسی حدیث پر عمل ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار رقم الحدیث: ۵۸۹)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳٦۰ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ذمی کی دیت مسلم کی دیت کی مثل ہے۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۷۹۰)

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابوکرز ضعیف ہے لیکن باقی احادیث اور آثار صحیحہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے موقف پر قوی دلیل ہیں اور ظاہر قرآن بھی آپ کے موقف پر دلیل ہے کیونکہ قرآن مجید نے مسلم اور کافر کی دیت عمد اور دیت خطا میں کوئی فرق نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: سو جو شخص (غلام یا باندی) کو نہ پائے تو وہ مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے یہ اللہ کی طرف سے (اس کی) توبہ ہے اور اللہ بہت علم والا بڑی حکمت والا ہے۔ (النساء: ۹۲)

قتل خطاء کے کفارہ کا بیان

کسی مسلمان نے کسی مسلمان کو دارالاسلام میں خطاء قتل کیا ہو یا کسی مسلمان کو دارالحرب میں خطاء قتل کیا ہو یا کسی ذمی کو دارالاسلام میں قتل کیا ہو تینوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان قاتل پر کفارہ لازم کیا ہے اور وہ ایک مسلمان گردن (باندی یا غلام) کو آزاد کرنا ہے' اب اگر کسی شخص کی قدرت میں غلام آزاد کرنا نہ ہو یا غلام کا رواج ہی ختم ہو گیا ہو جیسا کہ آج کل ہے تو وہ دو ماہ

کے مسلسل روزے رکھے گا' بایں طور کہ یہ روزے رمضان کے علاوہ کسی اور ماہ میں اس ترتیب سے رکھے جائیں کہ عیدین اور ایام کے دن ان میں حائل نہ ہوں' اس لیے یہ روزے ایام تشریق کے بعد رکھنے چاہئیں اور جو شخص نادم ہو کر خطاء قائم مقام خطاء قتل شبہ عمد اور قتل بالسبب میں دیت اور کفارہ ادا کر دے گا تو اللہ کے نزدیک اس کی توبہ قبول ہو جائے گی۔

بَابٌ فِي دِيَةِ الْخَطَإِ شِبْهِ الْعَمْدِ

باب: عمد کے ساتھ مشابہت رکھنے والے قتل خطاء کی دیت کا بیان

4547 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مُسَدَّدٌ خَطَبَ يَوْمَ الْفَتْحِ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ صَدَقَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ - إِلَى هَاهُنَا حَفِظْتُهُ عَنْ مُسَدَّدٍ، ثُمَّ اتَّفَقَا - أَلَا إِنَّ كُلَّ مَأْثُرَةٍ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تُذْكَرُ وَتُدْعَى مِنْ دَمٍ، أَوْ مَالٍ تَحْتَ قَدَمَيَّ، إِلَّا مَا كَانَ مِنْ سِقَايَةِ الْحَاجِّ وَسِدَانَةِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ: أَلَا إِنَّ دِيَةَ الْخَطَإِ شِبْهِ الْعَمْدِ مَا كَانَ بِالسَّوْطِ، وَالْعَصَا، مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ: مِنْهَا أَرْبَعُونَ فِي بُطُونِ أَوْلَادِهَا وَحَدِيثُ مُسَدَّدٍ أَتَمُّ.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے موقع پر، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے تین مرتبہ تکبیر کہی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، وہی ایک معبود ہے، جس نے اپنے وعدے کو سچ کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی، اور (دشمن کے) لشکروں کو پسپا کیا"

راوی کہتے ہیں: روایت کے الفاظ یہاں تک مجھے مسدد کی زبانی سن کر یاد ہیں، اس کے بعد یہ الفاظ نقل کرنے میں متفق ہیں:

"خبردار! زمانہ جاہلیت سے تعلق رکھنے والی ہر ترجیحی چیز جس کا دعویٰ کیا جائے، خواہ اس کا تعلق جان سے ہو، یا مال سے ہو، میرے ان دونوں پاؤں کے نیچے (کالعدم قرار پاتی ہے) البتہ حاجیوں کو پانی پلانے اور بیت اللہ کی خدمت کے شرف کا حکم مختلف ہے (وہ دونوں باقی رہیں گے)۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خبردار! عمد کے ساتھ مشابہت رکھنے والے قتل خطاء کی دیت، یعنی وہ قتل جو لاٹھی' یا عصا کے

4547-إسناده صحيح. خالد: هو ابن مهران الحذاء، وحماد: هو ابن زيد. وأخرجه ابن ماجه (/2627م)، والنسائي في "الكبرى" (6969) من طريق حماد ابن زيد، بهذا الإسناد. وهو في صحيح ابن حبان (6011). وأخرجه النسائي (6970) من طريق هشيم بن بشير، و (6972) من طريق بشر بن المفضل، و (6973) من طريق يزيد بن زريع، ثلاثتهم عن خالد الحذاء، عن القاسم ابن ربيعة، عن عقبة بن أوس (وقال بشر: ابن أوس، لم يسمّه، وقال يزيد: يعقوب ابن أوس، وهو وجه قيل في اسمه، وهذا اختلاف لا يضر) عن رجل من أصحاب النبي - صلى الله عليه وسلم - فلم يسمه. وأخرجه أحمد (6533)، وابن ماجه (2627)

ذریعے ہو، اس کی دیت 100 اونٹ ہے، جس میں سے 40 ایسی اونٹنیاں ہوں گی، جن کے پیٹ میں بچہ موجود ہو۔
مسدد کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے۔

شبہ عمد قتل میں اختلاف فقہاء واحکام دیت کا بیان

شبہ عمد اس کی تشریح میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قتل شبہ عمد۔ وہی قتل عمد ہے بشرطیکہ ایسے آلہ سے ہو جو قتل کرنے کے لئے موضوع نہ ہو (جیسے بڑا پتھر یا بڑی لکڑی) امام ابو یوسف اور امام محمد نے فرمایا قصداً ایسی چیز سے قتل کرنا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایسی چیز سے قصداً مارنا کہ اکثر اس سے موت واقع نہیں ہوتی پس اگر ایک یا دو کوڑے مارے اور موت واقع ہوگئی تو سب کے نزدیک یہ قتل شبہ عمد ہے اور اگر چھوٹے کوڑے سے پیہم اتنا مارا کہ مرگیا تو شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قتل عمد ہوگا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صاحبین کے نزدیک شبہ عمد اور اگر کسی بڑے پتھر یا بڑے تختہ سے قتل کردیا (جو پھسلواں ہو) اکثر ٹھہرتا نہ ہو تو امام صاحب کے نزدیک شبہ عمد ہے اور باقی کے نزدیک قتل عمد۔ امام صاحب نے فرمایا اگر پہاڑ بھی پھینک کر مار دیا اور مرگیا تو قصاص نہ ہوگا۔

جو ضرب قتل کے معاملہ میں شبہ عمد ہے وہ قتل سے کم باقی جسمانی نقصان رسانی میں عمداً قرار دی جائے گی۔ یہ فیصلہ باتفاق ائمہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سن لو قتل خطا شبہ عمد کوڑے اور لاٹھی سے قتل کرنا ہے۔ عنقریب آئندہ بیان کیا جائے گا کہ کوڑے اور لاٹھی کا لفظ عام ہے چھوٹی ہو یا بڑی سب کو شامل ہے۔ جمہور کا قول ہے کہ لاٹھی کا اطلاق صرف چھوٹے پر ہوتا ہے (جو لوگ عموماً ہاتھ میں لیتے ہیں کسی بڑے لکڑ یا بلی کو لاٹھی نہیں کہا جاتا)

(۲) دوسرا قتل خطا یہ ہے کہ نشانہ چوک جائے مار رہا ہو شکار سمجھ کر اور ہو وہ آدمی یا مار رہا ہو کسی کو کافر حربی سمجھ کر اور نکلے وہ مسلمان۔ (۳) فعل میں چوک جائے مار رہا ہو نشانہ پر اور لگ جائے کسی مسلمان کے۔ (۴) قائم مقام خطا (یعنی غلطی بھی نہیں ہے بلکہ غلطی جیسی حرکت ہے) جیسے کوئی شخص سو رہا ہو۔ سوتے میں کروٹ لے اور کسی مسلمان کے اوپر گر پڑے اور وہ مرجائے (۵) قتل سببی جیسے کسی نے اپنے ملک سے باہر کسی جگہ کنواں کھدوایا (اور کوئی اس میں گر کر مرگیا) یا پتھر نصب کردیا (اور کوئی اس سے ٹھوکر کھا کر یا ٹکرا کر مرگیا)۔

ان تمام اقسام کا حکم یہ ہے کہ عاقلہ پر بالاتفاق دیت (خون بہا) واجب ہے کیونکہ قصاص تو بہرحال نہیں ہے۔ اگر دیت بھی نہ ہوگی تو ناحق خون ہوگا اور معصوم خون رائیگاں جائے گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سب کے نزدیک قاتل پر کفارہ واجب ہے اور قاتل میراث سے بھی بالاجماع محروم ہو جائے گا۔ صرف پانچویں قسم میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے الگ ہے۔ امام صاحب کے نزدیک یہ حقیقت میں قتل ہی نہیں ہے۔ قتل نام ہے مقتول کے جسم پر خاص تصرف کرنے کا اور پانچویں قسم میں مقتول کے جسم پر قاتل کوئی تصرف نہیں کرتا بلکہ اس کا محل فعل زمین یا کنواں یا کوئی اور چیز ہے۔ جمہور کے قول کی دلیل یہ ہے کہ (یہ حقیقت میں قتل ہو یا نہ ہو) شریعت نے اس کو قتل قرار دیا ہے یہاں تک کہ بالاجماع دیت واجب ہے پس مذکورہ آیت کے حکم کا عموم چاہتا ہے کہ کفارہ بھی واجب ہو بلکہ آیت کا تقاضا تو یہ ہے کہ دیت کبھی واجب ہوتی ہے اور کبھی واجب نہیں ہوتی مگر کفارہ تو بہرحال واجب ہوتا

ہے۔ ان کے نزدیک کفارہ کا وجوب تو گناہ کو دور کرنے کے لئے ہوتا ہے اور سوتا ہوا آدمی اگر کروٹ لے کر کسی پر گر جائے اور وہ مر جائے تو مرنے والے کا کیا قصور ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تین آدمیوں سے قلم اٹھا لیا گیا (یعنی ان کا گناہ نہیں لکھا جاتا گویا وہ گناہ ہی نہیں ہوتا اگر گناہ ہوتا تو ضرور اعمال نامہ میں لکھا جاتا) ایک سوتا ہوا آدمی بیدار ہونے تک) الخ۔

لہٰذا جس نے دوسرے کی زمین میں ظلماً کنواں کھدوایا اور اس میں کوئی مؤمن گر کر مر گیا ضرور موجب کفارہ ہے اس صورت میں کفارہ ہونا (جب کہ مجرمانہ اور غاصبانہ فعل کرنے کی وجہ سے مؤمن کی ہلاکت ہوئی ہے) ناپسندیدہ حکم ہے۔

فتحریر رقبۃ مؤمنۃ. پس اس کا کفارہ کسی مسلمان بردہ کو آزاد کرنا ہے۔

ایک روایت میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول آیا ہے کہ شبہ عمد میں کفارہ واجب نہیں۔ کفایہ شرح ہدایہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ جرجانی نے کہا ہمارے علماء کا ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ شبہ عمد میں کفارہ واجب نہیں۔ میں کہتا ہوں یہی فتویٰ زیادہ مناسب بھی ہے کہ آلہ (قاتلہ) نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہونے والے شبہ کی وجہ سے شبہ عمد میں قصاص تو ساقط ہو جاتا ہے لیکن معصیت کاملہ تو ہوتی ہے کیونکہ معصیت کے کامل ہونے کا مدار نیت اور ارادہ پر ہے (آلہ پر نہیں) آلہ کوئی ہو یہاں تک کہ گھونسے مارتے مارتے غصہ کے ساتھ مار ڈالے تو معصیت کامل ہو جاتی ہے لہٰذا شبہ عمد خالص گناہ کبیرہ ہے بلکہ تلوار سے قتل کرنے سے بھی زیادہ برا ہے۔ دیکھو واجب القتل قاتل سے قصاص صرف تلوار سے لیا جاتا ہے (تاکہ مرنے والے کو سہولت ہو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر کام کو خوبی سے کرنا اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے لہٰذا اگر تم (قصاص میں) قتل کرو تو خوبی سے قتل کرو۔ (زیادہ ایذا رساں طریقے سے نہ کرو) اور ذبح کرو تو خوبی کے ساتھ کرو۔ چھری تیز کر لی جائے اور ذبیحہ کو زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔

(رواہ احمد ومسلم واصحاب السنن الاربعۃ عن حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ)

فتحریر رقبۃ خبر ہے مبتدا محذوف ہے یعنی اس کے عوض ایک بردہ کو آزاد کرنا واجب ہے۔ تحریر کا معنی ہے آزاد کرنا۔ ہر عمدہ اعلیٰ چیز کو حر کہا جاتا ہے۔ قاموس میں ہر بہتر چیز کو حر کہتے ہیں۔ آزاد کو حر کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ حر میں شرافت اور خیر ہوتی ہے۔

رقبۃ (گردن) سے مراد جان ہے جیسے راس (سر) بول کر جان مراد لی جاتی ہے۔ بردہ کی آزادی کا یہ مطلب ہے کہ جو باندی تمام کامل طور پر مملوک ہو اس کو آزاد کیا جائے لہٰذا جس باندی کے بطن سے مالک کا بچہ ہو جائے وہ یونہی آزاد ہو جاتی ہے۔ قتل کے عوض اس کو آزاد کرنا درست نہیں۔ نہ اس کو بیچنا جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ام ولد کو اس کے بچہ نے آزاد کرا دیا۔ اسی طرح امام صاحب کے نزدیک مدبر غلام کو بھی آزاد کرنا جائز نہیں (کیونکہ آقا کے مرنے کے بعد وہ خود ہی آزاد ہو جائے گا گویا اس کی مملوکیت ناقص ہے) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے۔ یہی اختلاف مدبر کو بیچنے کے متعلق ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناجائز اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے۔ مکاتب غلام نے اگر بدل کتابت (زر قیمت) میں سے کچھ ادا نہ کیا ہو تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو آزاد کرنا جائز ہے کیونکہ عقد کتابت تراضی باہمی سے فسخ ہو سکتا ہے امام شافعی کے نزدیک ناجائز ہے جیسے اس مکاتب کو آزاد کرنا بالاتفاق ناجائز ہے جس نے بدل کتابت میں سے کوئی حصہ ادا کر دیا ہو۔ پاگل نابینا گونگے اور نپٹ بہرے کو آزاد کرنا جائز نہیں۔ جس کے دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں کٹے ہوں یا ایک ہی طرف کا ایک ہاتھ

اور ایک پاؤں کٹا ہوا اس کو بھی آزاد کرنا جائز نہیں ایسے لوگ حقیقت میں مردہ کی طرح ہیں اور بالکل بیکار ہیں۔ اگر ایک جانب کا ہاتھ اور دوسری جانب کا پاؤں کٹا ہو یا کانا یا چوندھایا مبروص یا شب کور ہو تو اس کو آزاد کرنا جائز ہے کیونکہ ایسے لوگ بالکل ناکارہ نہیں ہیں اگرچہ کامل طور پر کارآمد بھی نہیں ہیں۔ پیدائشی نامرد۔ خصی اور نس کٹے کو آزاد کرنا درست ہے کیونکہ اگرچہ مردیت سے یہ محروم ہوتے ہیں اور نسل آفریں نہیں ہوتے مگر غلاموں سے جو خدمت مقصود ہوتی ہے اس میں نسل آفرینی کا کوئی دخل نہیں۔ اسی طرح اس باندی کو آزاد کرنا جائز ہے جو نپٹ ہو کیونکہ وہ خدمت کے کام کی بہر حال ہوتی ہے (اگرچہ صنفی قربت کی اہل نہیں ہوتی)۔

قاتل کا عاقل بالغ مسلمان ہونا ضروری ہے کیونکہ کفارہ عبادت ہے اس لئے عبادت کی شرطیں اس میں ہونی ضروری ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کفارہ کو مالی ضمان (جیسے دیت وغیرہ) پر قیاس کرتے ہیں اور دیت ادا کرنے کے لئے نہ بالغ ہونا شرط ہے نہ عاقل ہونا نہ مسلمان ہونا (اس لئے) کفارہ میں بھی ان کے نزدیک کوئی شرط نہیں۔

امام شافعی کے نزدیک کفارۂ قتل کے لئے اپنے اختیار سے آزاد کرنا شرط ہے اس لئے بہ نیت کفارہ اگر کسی نے اپنے باپ کو خریدا تو جائز نہیں (کیونکہ باپ تو خریدتے ہی بغیر خریدنے والے کے اختیار کے خود ہی آزاد ہو جائے گا) امام صاحب کے نزدیک باپ یا کسی اور قریبی رشتہ دار کو (جو خریدتے ہی خود آزاد ہو جائے) بہ نیت کفارہ خریدنا کافی ہے کیونکہ آپ کے نزدیک سبب اختیاری کے ساتھ نیت کا اقتران موجب آزادی ہے (خریدنا سبب آزادی ہے اور خریدنا مشتری کا اختیاری فعل ہے۔ پس خریدتے وقت کفارہ کی نیت ہونا ضروری ہے) اسی طرح اگر (کسی کا باپ زید کا غلام ہو اور زید) عمرو کو اس کا باپ بطور ہبہ دے دے یا باپ کی ملکیت بطور وصیت مل جائے دونوں صورتوں میں امام شافعی کے نزدیک کفارۂ قتل کے لئے اس کی آزادی جائز نہ ہوگی اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کافی ہو جائے گی ہاں اگر باپ بیٹے کو یا بیٹا باپ کو میراث میں مل جائے (اور آزاد ہو جائے) تو یہ آزادی کفارۂ قتل کے لئے بالاجماع کافی نہ ہوگی خواہ کفارہ کی نیت کر لی ہو۔

آیت میں چونکہ مؤمنہ کا لفظ آیا ہے اس لئے بالاجماع کفارۂ قتل کے لئے باندی غلام کا مسلمان ہونا ضروری ہے' کفارۂ قسم' کفارۂ ظہار اور کفارۂ صوم کے لئے مسلمان ہونے کی شرط نہیں ہے۔

مسلمان ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ (شرعاً) اس کو مسلمان مان لیا گیا ہو مثلاً کسی مسلمان باپ یا مسلمان ماں نے اپنے چھوٹے بچہ کو (خرید کر کفارۂ قتل میں) آزاد کر دیا تو جائز ہے (کیونکہ بچہ مذہب کے اعتبار سے شرعاً اشرف کے تابع مانا گیا ہے اور اس بچہ کے ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہے لہٰذا اس بچہ کو مسلمان قرار دیا جائے گا) ابن منذر اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف اس قول کی نسبت کی ہے کہ مؤمنہ سے مراد وہ بردہ ہے جس کو ایمان کا شعور ہو اور نماز روزہ کرتا ہو لیکن قرآن میں جہاں رقبہ کے ساتھ مؤمنہ کی قید نہیں لگائی ہے۔ وہاں نوزائیدہ بچہ یا اس سے بڑا جو قابل شعور نہیں وہ بھی جائز ہے' کذا فی اخرج عبدالرزاق عن قتادہ۔ حضرت ابی کی قراءت میں لا یجزی فیہا صبی بھی زیادہ آیا ہے۔

ودیۃ۔ اور خون بہا بھی (خون کا مالی عوض) اس کا عطف تحریر رقبۃ پر ہے۔ قاموس میں ہے دیت بکسر دال مقتول کا (مالی) حق۔ دیت کی مقدار مجمل ہے اور کس پر دیت واجب ہے اس کا بیان بھی آیت میں نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان فرما

دیا ہے۔
دیت عاقلہ (قاتل کے عصبی رشتہ دار) پرواجب ہے اور جتنا چندہ ادا کرنا ایک ایک شخص پر لازم ہوگا اتنا ہی قاتل پر بھی ہوگا یہ قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قاتل پر کچھ واجب نہ ہوگا۔
عاقلہ پر دیت واجب ہونا اگرچہ قرآن سے مستنبط نہیں ہے لیکن احادیث مشہورہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے اور اس پر اجماع بھی ہے یہ احادیث اگرچہ آحاد ہیں لیکن اجماع سے ان کی تائید ہونے کے بعد قرآن جیسی قوت ان میں پیدا ہو جاتی ہے (گویا عاقلہ پر دیت کا وجوب قطعی ہے) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ بنی ہذیل کی دو عورتوں میں لڑائی ہوگئی ایک نے دوسری کے پتھر مارا اور وہ حاملہ تھی مضروب مرگئی اور پیٹ کا بچہ بھی مرگیا رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا کہ بچہ کی دیت ایک بردہ ہے غلام ہو یا باندی اور مقتول کی دیت قاتلہ کے عاقلہ پر ہوگی۔ حدیث کے دوسرے الفاظ اس طرح آئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقتولہ کی دیت قاتلہ کے عصبات پر مقرر کردی اور ایک بردہ کی آزاد پیٹ کے بچے کے عوض۔
بیہقی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ ہم نے تمام علماء میں یہ اجماعی مسئلہ پایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمان کی دیت جب غلطی سے اس کو کسی حر نے قتل کیا ہو سو اونٹ قرار دی ہے اور یہ دیت مجرم کے عاقلہ پر ہوگی اور یہ بات بھی ہم نے علماء کے اجماع میں پائی کہ کل دیت تین سال میں وصول کی جائے گی ہر سال ایک تہائی ادا کرنی ہوگی۔
بیہقی نے باسناد ابن لہیعہ سعید بن مسیب کا قول نقل کیا ہے کہ قسط وار تین سال میں دیت وصول کرنا سنت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورۂ بالا قول سے قسط وار دیت وصول ہونے پر علماء کا اجماع ثابت ہوتا ہے۔ ترمذی نے جامع میں اور ابن منذر نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔ ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق اور بیہقی نے باسناد شعبی منقطعاً نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوری دیت کے لئے تین سال اور آدھی دیت کے لئے دو سال اور آدھی سے کم کے لئے ایک سال کی مدت مقرر کی ہے۔ بیہقی نے یزید بن ابی حبیب کی روایت سے منقطعاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی فیصلہ نقل کیا ہے۔
قتل عمد میں اگر کچھ مال پر صلح ہو جائے یا بعض وارثوں کے معاف کر دینے سے قصاص ساقط ہو جائے اور مال ادا کرنا لازم ہو جائے یا کسی اور وجہ سے قتل عمد میں قصاص کی جگہ مال دینا پڑے تو یہ ادائیگی قاتل کے مال سے ہوگی۔ عاقلہ پر دیت کا وجوب نہ ہوگا۔ اسی طرح قاتل کے اقرار سے اگر دیت کا وجوب ہوتا ہو تو عاقلہ پر اس کی ادائیگی واجب نہیں اور غلام مقتول ہو یا قاتل بہرحال اس سلسلہ میں بھی عاقلہ پر دیت نہیں۔ مجرم کے مال سے وصول کی جائے گی۔
دارقطنی اور طبرانی نے مسند الشامیین میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بن صامت کی روایت سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عاقلہ پر (واجب) نہ قرار دو۔ اقرار کرنے والے (کے اقرار) کی دیت میں سے کچھ بھی۔ اس حدیث کی اسناد بہت ضعیف ہے اس کی اسناد میں محمد بن سعید کذاب اور حارث بن صبہان منکر الحدیث ہے۔ دارقطنی اور بیہقی نے موقوفاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ غلام کے سلسلہ میں (خواہ غلام قاتل ہو یا مقتول) اور قتل عمد میں (اگر قصاص ساقط ہو گیا ہو) اور مصالحت میں اور (قاتل کے) اقرار میں (جو دیت لازم ہوتی ہو وہ) عاقلہ ادا نہیں کرے گا۔ اس حدیث کی سند منقطع ہے پھر اس میں

عبدالملک بن حسین راوی بھی آیا ہے جو ضعیف ہے۔ بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ قتل عمد میں یا مصالحت یا اقرار کی صورت میں اور غلام کے جرم کی صورت میں عاقلہ کچھ برداشت نہیں کرے گا۔ موطا رحمۃ اللہ علیہ میں زہری کا قول منقول ہے سنت (صحابہ رضی اللہ عنہم یا سنت رسول ﷺ) اس بات پر گزری ہے کہ عاقلہ ان صورتوں میں کچھ برداشت نہیں کرے گا۔ بیہقی نے ابوالزناد کی وساطت سے فقہاء اہل مدینہ کی رائے بھی یہی نقل کی ہے۔

امام شافعی کے نزدیک کسی شخص کے عاقلہ اس کے قبیلہ والے اور عصبات ہوتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی پنچائیت والے اور وہ نہ ہوں تو پھر قبیلہ والے حسب تفاوت قرابت عاقلہ شمار ہوں گے اور آزاد کردہ غلام کے عاقلہ وہ ہوں گے جو آزاد کرنے والے کے عاقلہ ہیں اور مولی المؤالات (یعنی وہ دو شخص جنہوں نے باہم طے کرلیا ہو کہ ہم دونوں کا جان مال ایک ہی ہے جو ایک کا ہے وہی دوسرے کا) کے عاقلہ دوسرے کے عاقلہ ہوں گے اور اگر وہ خود موجود ہو تو وہ مع اپنے عاقلہ کے قاتل کے عاقلہ ہوں گے۔

عاقلہ میں سے ایک شخص پر ہر سال چار درہم سے زائد چندہ امام صاحب کے نزدیک نہیں ہوسکتا ہے۔ دوسری روایت میں ہر سال کی جگہ تین سال کا لفظ آیا ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آدھے دینار سے زائد ایک شخص پر (تاوان) نہ ہوگا۔ جس کا عاقلہ نہ ہو اس کے مقتول کی دیت بیت المال میں داخل ہو جائے گی۔ (تفسیر قرطبی، بیروت)

مقدار دیت کے احکام کا بیان

مسئلہ: علماء کا اجماع ہے کہ شبہ عمد میں دیت مغلظہ ہے اور یہی دیت مغلظہ اس قتل عمد میں بھی ہے جس میں کسی وجہ سے قصاص ساقط ہوگیا ہو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شبہ عمد کی دیت مغلظہ ایسی ہی ہے جیسے قتل عمد کی مگر شبہ عمد کے قاتل کو قتل نہیں کیا جائے گا اور اس کی صورت یہ ہے کہ لوگوں میں شیطان کود پڑے اور اندھا دھند سنگ باری کی گئی ہو مگر فتنہ نہ ہو اور ہتھیار کا استعمال نہ ہو۔ رواہ احمد۔

قتل خطا کی دوسری قسموں میں دیت خفیفہ ہے اور دیت مغلظہ صرف اونٹوں میں ہوگی (چاندی سونے وغیرہ میں نہ ہوگی)

امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دیت مغلظہ میں سو اونٹ اس طرح دیئے جائیں گے کہ ۲۵ بنت مخاض ۲۵ بنت لبون ۲۵ حقہ اور ۲۵ جذعہ۔ امام محمد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک، ۳۰ جذعہ، ۳۰ حقہ اور ۴۰ ثنیہ ادا کرتے ہوں گے۔ ثنیہ سب کے سب اونٹنیاں ہوں گی جن کے پیٹ میں بچے ہوں۔ کیونکہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سنو قتل شبہ عمد یعنی کوڑے اور لاٹھی کے قتل میں سو ہیں جن میں سے ۴۰ ایسی ہوں جن کے پیٹ میں بچے ہوں۔ رواہ احمد وابوداؤد والنسائی ابن حبان نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو کی روایت سے لکھا ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) جس نے قصداً قتل کیا اس کو مقتول کے وارثوں کے سپرد کر دیا جائے گا اگر وہ چاہیں تو اس کو (قصاص میں) قتل کر دیں اور چاہیں تو دیت لے لیں۔ ۳۰ حقہ ۳۰ جذعہ اور چالیس یا کھر جن کے پیٹ میں بچے ہوں۔ حضرت عبادہ بن صامت کی روایت میں (فرمان نبوی) آیا ہے۔ سنو سب سے بڑی دیت میں سو اونٹ ہیں جن میں سے چالیس با کھر ہوں جن کے پیٹ کے اندر بچے ہوں۔ رواہ الدارقطنی

والبیہقی۔ اس حدیث کی سند میں انقطاع ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مؤمن کے قتل میں سو اونٹ ہیں۔ لیکن اونٹنی کے پیٹ کے اندر بچہ کی موجودگی یقین کے ساتھ معلوم نہیں ہوسکتی اور معلوم بھی ہوجائے تو حمل بعض اعتبار سے خود ایک ایسا جانور ہے جو عنقریب پیٹ سے الگ ہوکر مستقل طور پر باہر جائے گا اس لئے اگر اونٹنی کے گابھن ہونے کی شرط لگائی جائے گی تو اونٹوں کی تعداد سو سے زائد ہوجائے گی۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عقلی دلیل نص شرعی کے مقابل ہے (جو قابل قبول نہیں) یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ پیٹ میں بچہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اونٹنی حاملہ ہونے کے قابل ہو۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ: اونٹوں میں دیت خفیفہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس طرح ہے۔ ۲۰ جذعہ، ۲۰ حقہ، ۲۰ بنت لبون، ۲۰ بنت مخاض اور ۲۰ ابن مخاض۔ امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ امام شافعی اور امام مالک کا بھی اس سے اتفاق ہے مگر ان کے نزدیک ابن مخاض کی جگہ ابن لبون ہونا چاہئے۔ (۲) [بنت مخاض ایک سال عمر کی اونٹنی جو دوسرے سال میں شروع ہوگئی ہو اگر نر ہو تو ابن مخاض کہا جائے گا۔ بنت لبون (مادہ) ابن لبون (نر) دو سالہ اونٹنی اور اونٹ جو تیسرے سال میں لگ گیا ہو۔ حقہ نر اور مادہ اونٹ جو چوتھے سال میں لگ گیا ہو جذعہ وہ نر یا مادہ اونٹ جو چار چھوڑ کر پانچویں سال میں لگ گیا ہو]

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد اور بزار اور دار قطنی اور بیہقی اور اصحاب السنن نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود کی روایت سے بیان کی ہے کہ قتل خطا کی دیت میں رسول اللہ ﷺ نے (سو اونٹوں کی) ڈگری دی۔ ۲۰ بنت مخاض، ۲۰ ابن مخاض، ۲۰ بنت لبون، ۲۰ حقہ اور ۲۰ جذعہ۔ اس حدیث کے سلسلۂ روایت میں حجاج بن ارطاۃ پھر زید بن جبیر پھر خشف بن مالک پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آتے ہیں۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے دار قطنی کی بیان کردہ حدیث سے استدلال کیا ہے جس کے راوی ابوعبیدہ ہیں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے باپ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود نے فرمایا قتل خطا کی دیت (سو اونٹ) پانچ حصے کرکے ہیں۔ (۲۰ حقہ، ۲۰ جذعہ، ۲۰ بنت مخاض، ۲۰ بنت لبون، ۲۰ ابن لبون نر۔ دار قطنی نے لکھا ہے یہ سند حسن ہے اس کے راوی ثقہ ہیں اور مندرجہ فوق حدیث کے راویوں میں سے خشف بن مالک ضعیف راوی ہے۔ اہل علم کے نزدیک قابل ثبوت نہیں کیونکہ اوّل تو خشف بن مالک کی روایت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی راویت کے خلاف ہے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے براہ راست اپنے باپ کا قول نقل کیا ہے جس کی سند صحیح ہے۔ خشف بن مالک سے زیادہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ کے قول اور مسلک سے واقف تھے۔ پھر یہ بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی دینداری اور تقویٰ سے بعید ہے کہ کسی مسئلہ میں رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ معلوم ہوتے اور اس کو خود نقل کرنے کے بعد اپنا فتویٰ اس کے خلاف دیں۔ اس کے علاوہ خشف مجہول شخص ہے اس سے روایت کرنے والا صرف زید بن جبیر ہے اور زید بن جبیر کا قول صرف حجاج بن ارطاۃ نے بیان کیا ہے اور حجاج مدلس ہے پھر حجاج کی روایت اس کے بعد والے لوگوں نے مختلف طور پر نقل کی ہے۔

ابن جوزی نے لکھا ہے کہ دار قطنی نے تو کہا تھا کہ ابوعبیدہ نے کسی حدیث کی سماعت اپنے باپ سے نہیں کی لیکن اس حدیث

میں خود کہتے ہیں کہ ابوعبیدہ نے اپنے باپ سے سنا یہ کلام کا تضاد ہے پھر ثقہ راوی کی حدیث کو مجہول کہنا (صرف اس وجہ سے کہ ان سے سننے والا صرف ایک شخص ہے) غلط ہے علماء حدیث کی یہ شرط ہے کہ ہر راوی سے سننے والے اور نقل کرنے والے (کم سے کم) دو شخص ہوں بجائے خود بے دلیل بات ہے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ بیہقی نے دار قطنی کی گرفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ دار قطنی کو وہم ہو گیا اور اسپ تازی کو کبھی ٹھوکر لگ ہی جاتی ہے۔ حافظ نے کہا میں نے خود جامع سفیان ثوری میں اوّل الذکر حدیث تین سلسلوں سے منقول دیکھی ہے ایک منصور از ابراہیم از عبداللہ بن مسعود۔ دوسرے ابواسحاق از علقمہ از ابن مسعود۔ تیسرے عبدالرحمن بن یزید بن ہارون از سلیمان تیمی از ابو مجلذ از ابوعبیدہ از ابن مسعود اور ان سب سلسلہ میں ابن مخاض (نر) کا ذکر آیا ہے۔

مسئلہ: اگر نقد کی شکل میں دیت دی جائے تو ہزار دینار طلائی یا بارہ ہزار درہم نقرئی امام احمد کے نزدیک اور دس ہزار درہم نقرئی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہونا چاہئے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اصل تو اونٹ ہیں اگر اونٹ نہ ہوں تو پھر دو قول ہیں (۱) ہزار دینار طلائی یا ۱۲ ہزار درہم نقرئی۔ (۲) قبضہ کے وقت اونٹوں کی قیمت کا اندازہ اور اندازہ کے مطابق روپیہ کی ادائیگی خواہ ہزار دینار اور بارہ ہزار درہم سے زائد ہو یا کم۔

ہزار دینار طلائی کا ثبوت اس حدیث سے ملتا ہے جو ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے بیان کی ہے۔ ہم آئندہ اس کو بیان کریں گے۔ نقرئی دیت کی مقدار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دیت کے بارہ ہزار مقرر کئے۔ یہ حدیث عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے اصحاب السنن نے بیان کی ہے۔ البتہ عکرمہ رضی اللہ عنہ سے نیچے عمرو بن دینار پر راویوں کا اختلاف ہو گیا۔ محمد بن مسلمہ طائفی نے عمرو بن دینار کی روایت سے اس کو مرفوعاً ذکر کیا ہے اور سفیان بن عیینہ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مرسلاً۔ رواہ عبدالرزاق فی مصنفہ۔ ابن ابی حاتم نے اپنے باپ کا قول نقل کیا ہے کہ اس کو مرسل کہنا زیادہ صحیح ہے۔ ابن حزم نے لکھا ہے کہ سفیان بن عیینہ کے مشہور شاگردوں نے اس کو مرسلاً ہی ذکر کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک درہم کا وزن چھ (دانگ) تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے سات ہو گیا اس لئے چھ (دانگ) کے حساب کے بارہ ہزار سات کے حساب سے تقریباً دس ہزار ہو جاتے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے (دوسرے) قول کی وجہ یہ ہے کہ عمرو بن شعیب کی حدیث میں آیا ہے کہ بستیوں والوں پر حضور ﷺ قیمت مقرر کرتے تھے۔ اگر اونٹ گراں ہوئے تو قیمت اونچی کر دیتے تھے اور ارزاں ہوئے تو قیمت گھٹا دیتے تھے۔ یہ حدیث امام شافعی نے بحوالہ مسلم بروایت ابن جریج بیان کی ہے اور ابوداؤد و نسائی نے بسلسلہ محمد بن راشد از سلیمان بن موسیٰ از عمرو بن شعیب۔

مسئلہ: جمہور کے نزدیک دیت میں صرف مذکورۂ بالا تین چیزیں (اونٹ دینار درہم) دینے کا ثبوت ہے لیکن امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ و امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو سو گائیں یا دو ہزار بکریاں یا دو سو جوڑے کپڑے (ہر جوڑے

میں دو کپڑے) بھی دیئے جاسکتے ہیں کیونکہ عطاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دیت میں اونٹ والوں پر سو اونٹ اور گائے والوں پر دو سو گائیں اور بکریاں والوں پر دو ہزار بکریاں اور کپڑوں والوں پر دو سو جوڑے کپڑوں کے مقرر فرمائے۔ (رواہ ابوداؤد)

ابن جوزی نے بھی اپنے سلسلہ سے یہ حدیث نقل کی ہے اور اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ ابوداؤد نے اس کو عطاء کی روایت سے مراسیل میں ذکر کیا ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ کا نام ذکر نہیں کیا۔

مسئلہ: قتل کو چھوڑ کر عام طور پر زخمی کرنے کی دیت ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کی روایت کردہ حدیث میں مذکورہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کو نامۂ مبارک بھیجا جس میں لکھا تھا کہ جو شخص کسی مؤمن کو مار ڈالے اس کو پکڑ کر (وارثوں کو) قصاص کے لیے دیا جائے مگر مقتول کے وارث اگر راضی ہوں (تو دیت دی جائے) مرد کو عورت کے عوض قتل کیا جائے۔ قتل کی دیت سو اونٹ ہے اور سونے والوں پر ایک ہزار دینار (طلائی) ناک پوری کاٹ لی جائے تو (پوری) دیت سو اونٹ ہیں۔ دانتوں کے توڑنے میں دیت ہے، ہونٹوں کو کاٹ ڈالنے میں دیت ہے، دونوں خصیوں (کو بیکار کر دینے) میں دیت ہے، ذکر (کاٹ دینے یا بیکار کر دینے) میں دیت ہے۔ پشت (توڑ دینے) میں دیت ہے۔ دونوں آنکھوں کے (پھوڑ دینے) میں دیت ہے۔ دونوں ہاتھ (کاٹ ڈالنے یا توڑ دینے) میں سو اونٹ ہیں اور ایک ہاتھ میں پچاس، دونوں پاؤں (توڑنے یا کاٹنے) میں پوری دیت ہے اور ایک ٹانگ میں آدھی دیت ہے اور جو چوٹ ام الدماغ (دماغی جھلی) تک پہنچ جائے اس میں کل دیت کا ایک تہائی حصہ ہے اور جو ضرب جوف کے اندر پہنچ جائے اس میں ایک تہائی دیت ہے اور ہڈی کو جگہ سے ہٹا دینے والی ضرب میں پندرہ اونٹ ہیں اور ہاتھ یا پاؤں کی کوئی انگلی (ٹوٹ یا کٹ گئی) ہو تو دس اونٹ ہیں اور دانت (ٹوٹ گیا ہو تو اس) میں پانچ اونٹ ہیں۔ (رواہ النسائی والدارمی)۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں اتنا زائد ہے اور آنکھ (پھوٹنے) میں پچاس اونٹ ہیں اور ہڈی کو کھول دینے والی چوٹ میں پانچ ہیں۔ اس حدیث کی صحت کے متعلق علماء حدیث کا اختلاف ہے۔ ابوداؤد نے مراسیل میں کہا ہے کہ اس حدیث کی سند بیان کی گئی ہے مگر وہ صحیح نہیں ہے۔ حاکم، ابن حبان اور بیہقی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ امام احمد نے فرمایا مجھے امید ہے کہ یہ حدیث صحیح ہوگی۔

ائمہ کی ایک جماعت نے اگرچہ سند کے اعتبار سے اس کو صحیح نہیں مانا ہے مگر رسول اللہ ﷺ کی تحریر کی وجہ سے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور حضور کا خط مشہور ہی ہے تو (گویا) شہرت کی وجہ سے اس کو صحیح مانا گیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں کہا ہے کہ علماء نے اس حدیث کو اس وقت تک قبول نہیں کیا جب تک ان کو ثابت نہیں ہو گیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی تحریر (کردہ) ہے۔ ابن عبدالبر نے کہا یہ تحریر مشہور ہے اور اس کا مضمون اہل علم خوب جانتے ہیں۔ اس کی شہرت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ سند کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ لوگوں نے اس کو قبول کر لیا اور مان لیا ہے گویا یہ متواتر کے مشابہ ہو گئی (ہمہ گیر شہرت کی وجہ سے بغیر سند کے قابل قبول ہے) حاکم نے لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور امام زمانہ زہری نے اس تحریر کی صحت کی شہادت دی ہے۔

عبدالرزاق نے اپنی سند سے سعید بن مسیب کا بیان نقل کیا ہے کہ ضرب جب جوف کے اندر پار ہو گئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دو تہائی (دیت دینے) کا فیصلہ کیا۔ ابن ابی شیبہ نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے دارقطنی نے موقوفاً حضرت زید بن ثابت

رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ ہڈی کو توڑنے والی ضرب میں دس اونٹ ہیں۔ عبدالرزاق اور بیہقی نے بھی اس حدیث کا استخراج کیا ہے اور بیہقی نے اس کو مرفوع کیا ہے مگر مرفوع ہونا صحیح نہیں ہے۔

ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے بحوالہ ابن ابی اسحاق مکحول کی روایت نقل کی ہے کہ ہڈی کھول دینے والی چوٹ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ اونٹ دینا مقرر کیا ہے اور اس سے کم چوٹ میں مقدار دیت کی تعیین نہیں فرمائی۔ عبدالرزاق نے حسن کی روایت سے لکھا ہے کہ کھول دینے والی چوٹ سے کم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دینے کا فیصلہ نہیں کیا۔ اس حدیث کو بیہقی نے زہری، ربیعہ ابوالزناد اور اسحاق بن ابی طلحہ کی روایت سے مرسلاً بیان کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کو برابر قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ (سب) دانت برابر ہیں، دانت اور داڑھ برابر ہے اور یہ اور یہ برابر ہیں اس حدیث کو ابوداؤد اور بزار نے مکمل اور ابن ماجہ نے مختصر نقل کیا ہے اور ابن حبان نے بھی لکھا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے یہ اور یہ برابر ہیں یعنی چھنگلی اور انگوٹھا برابر ہیں۔

ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ نے عمرو بن شعیب کی روایت سے حدیث کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں، انگلیاں اور دانت برابر ہیں، ہر انگلی میں دس اونٹ ہیں اور ہر دانت میں پانچ اونٹ۔ ابن ابی شیبہ نے زمانہ حجاج کے ایک بوڑھے آدمی کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص نے دوسرے کے سر پر پتھر مارا چوٹ سے اس کی شنوائی اور قوت فہم اور گویائی اور مردمی جاتی رہی مگر زندہ رہا۔ عورتوں سے قربت صنفی نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں چار دیتیں نافذ فرمائیں (یعنی مضروب کو چارگنی دیت دلوائی)

مسئلہ: عورت کو قتل اور زخمی کرنے کی دیت مرد کو قتل اور زخمی کرنے کی دیت سے آدھی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تہائی دست سے کم کی تنصیف ہوگی۔ آخر میں شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول سے رجوع کر لیا اور جمہور کا مسلک اختیار کر لیا۔

امام شافعی نے بروایت امام محمد بن حسن از امام ابوحنیفہ از حماد از ابراہیم نخعی بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا عورت کے قتل اور قتل سے کم (ضرب) کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے۔ سعید بن منصور نے زیادہ وغیرہ کی وساطت سے شعبی کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی فرماتے تھے عورتوں کی چوٹ کی دیت مرد کی چوٹ کی دیت سے نصف ہے دیت کم ہو یا زیادہ۔

بغوی نے حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت کا قول نقل کیا ہے کہ مردوں اور عورتوں کی چوٹ کی دیت ایک تہائی تک برابر ہے (یعنی کمی بیشی نہ ہوگی) اور تہائی سے زائد ہو تو عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہوگی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مگر دانت اور ہڈی کھول دینے والی ضرب (کی دیت) اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس میں دونوں (کی دیت) برابر ہے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (اس میں بھی) نصف دیت قرار دی ہے۔

سعید بن منصور نے بحوالہ منصور بوساطت ہشیم بروایت مغیرہ از ابراہیم نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا چھنگلی اور انگوٹھا برابر ہیں اور مرد و عورت دانت کی شکستگی اور ہڈی کو کھول دینے والی ضرب کی دیت میں برابر ہیں۔ اس کے علاوہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے۔ بیہقی نے بروایت سفیان از جابر از شعبی نقل کیا ہے کہ شریح نے کہا، مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی لکھ کر بھیجا تھا۔

نسائی نے بروایت اسماعیل بن عیاش از ابن جریج از عمرو بن شعیب لکھا ہے کہ تہائی دیت تک عورت کی ضرب کی دیت مرد کی ضرب کی دیت کی طرح ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا امام مالک کہتے تھے کہ یہ سنت میں ہے اس فیصلہ میں ان کا اتباع تو کرتا تھا مگر سنت ہونے میں مجھ کچھ شبہ تھا پھر مجھے معلوم ہوا کہ سنت کہنے سے امام مالک کی مراد یہ ہے کہ اہل مدینہ کی سنت ہے۔ یہ معلوم ہونے کے بعد میں نے اپنا شبہ دور کر دیا۔ شعبی کے نزدیک سب سے زیادہ عجیب فتویٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے مگر جمہور نے اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ عورت کے احوال مرد کے احوال سے بہرحال ناقص ہیں اور اس کی افادیت مرد کی افادیت سے کم ہے۔ قتل کے معاملہ میں دیت کا آدھا ہونا تو اجماعاً ثابت ہے' لہٰذا اجزاء جسمانی کی ضرب کی صورت میں بھی بدل مالی نصف ہونا چاہئے اور تہائی یا تہائی سے زائد کی صورت پر بھی قیاس کا تقاضا یہی ہے۔

مسئلہ: امام شافعی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غلام اور باندی کی دیت اتنی ہے جتنی ان کی قیمت ہو خواہ کتنی ہی ہو۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے مگر ان کے نزدیک اتنی بات زائد ہے کہ اگر غلام کی قیمت دس ہزار یا اس سے زائد اور باندی کی قیمت پانچ ہزار یا اس سے زائد ہو تو ہر ایک کی قیمت میں سے دس درہم کم کر دیئے جائیں گے۔ اسی طرح غلام کے زخمی ہونے کی دیت اس کی قیمت کے تناسب سے اور آزاد کے زخمی ہونے کا معاوضہ اس کی پوری دیت کے تناسب سے ہوگا۔ بیہقی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا ہے۔ دونوں نے فرمایا کہ جو آزاد غلام کو قتل کر دے اس پر غلام کی قیمت ادا کرنا لازم ہے خواہ کتنی ہی ہو۔ عبدالرزاق نے لکھا ہے کہ غلام کی قیمت کو آزاد کی دیت کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرار دیا یہ روایت منقطع ہے۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح سند کے ساتھ زہری کی طرف اس قول کی نسبت کی ہے کہ غلام کے زخمی ہونے کا معاضہ اس کی قیمت کے تناسب سے ایسا ہی ہے جیسے آزاد کے زخمی ہونے کا معاوضہ اس کی دیت کے تناسب سے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی دلیل یہ ہے کہ اللہ نے فرمادیا: وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ یہ حکم آزاد کو بھی شامل ہے اور غلام کو بھی۔ اسی لئے غلام کو قتل کرنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے۔ پس غلام کو غلطی سے قتل کرنے پر دیت اور بحیثیت آدمیت اس کی جان کا عوض لازم ہے لہٰذا حر کی دیت سے زائد یا برابر غلام کی دیت نہ ہونی چاہئے کیونکہ غلام کی آدمیت ناقص ہے۔ بعض حیثیتوں سے وہ مال ہے اور بعض جہات سے آدمی۔ دیکھو آزاد عورت کی دیت باوجودیکہ وہ کامل آدمی ہوتی ہے آزاد مرد کی دیت سے کم ہے لیکن اگر کسی غلام کو جس کی قیمت ۲۰ ہزار تھی غصب کر لیا اور غلام غاصب کے قبضہ میں آکر مر گیا تو پوری قیمت دینی ہوگی خواہ کتنی بھی ہو غصب کا تاوان محض مالیت کے لحاظ سے ہوتا ہے (ضمان نفس نہیں ہوتا)

مسئلہ: اگر غلام نے کسی کو غلطی سے قتل کر دیا یا زخمی کر دیا تو آقا سے کہا جائے گا غلام کو اس جرم کے عوض (مضروب یا اولیاء مقتول) کو دے دو یا تاوان ادا کرو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا غلام کا جرم اس کی گردن سے وابستہ رہے گا۔ ہاں اگر اس کا آقا

تاوان ادا کر دے تو غیر! اس اختلاف کا حاصل اس وقت نکلے گا کہ آزادی کے بعد (تاوان ادا کرنے سے پہلے) وصول دیت کے لئے غلام کو پکڑا جائے گا یا آقا کو۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غلام کو پکڑا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر آقا کو غلام کے جرم کا علم ہو گیا تھا اور علم کے بعد اس نے آزاد کیا تو آقا کو غلام کے جرم کا عوض ادا کرنے کا اختیار ہے اور اگر جرم کا علم حاصل ہونے سے پہلے آزاد کیا ہو تو آقا پر تاوان لازم ہے یا ادائے قیمت جو بھی کم ہو وہی دیا جائے گا۔

مسلمۃ الی اہلہ مقتول کے گھر والوں کو یعنی وارثوں کو دی جائے دوسرے ترکہ کی طرح وارث اس میں تصرف کریں گے یعنی اول کفن دفن میں صرف ہوگا پھر مقتول کا قرض ادا کیا جائے گا۔ پھر جتنا مال باقی رہے گا اس کے ایک تہائی کو وصیت میں دیا جائے گا (بشرطیکہ ایک تہائی یا تہائی سے زائد کی وصیت ہو اور اگر ایک تہائی سے کم کی وصیت ہو تو جتنی وصیت ہوگی اس کو پورا کیا جائے گا) اور اگر وارث چاہیں تو ایک تہائی سے زائد مال بھی وصیت میت میں دے سکتے ہیں اس کے بعد وارثوں کو تقسیم کیا جائے۔

الا ان یصدقوا مگر اگر وارث دیت کو صدقہ کر دیں یعنی معاف کر دیں (اور قاتل سے نہ لیں) یا مرنے سے پہلے مقتول معاف کر دے۔ معافی کو صدقہ سے تعبیر کرنے سے غرض ہے معاف کر دینے کی ترغیب دینا اور معافی کی فضیلت ظاہر کرنا (کہ معافی ایک قسم کا اپنی طرف سے صدقہ ہے لہٰذا معاف کر دینا بہتر ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بھلائی صدقہ ہے۔ بخاری بروایت جابر رضی اللہ عنہ و مسلم بروایت حذیفہ جو لوگ صدقہ کے مال کو مال کا میل کچیل سمجھتے ہیں اسی لئے صدقہ قبول نہیں کرتے ان کو (بصورت معافی) دینے کی آیت میں ترغیب ہے۔

فان کان من قوم عدو لکم وھو مؤمن پس اگر مقتول خود تو مسلمان ہو مگر ہو تمہارے دشمن کی قوم میں سے یعنی کافروں کی قوم میں سے۔

فتحریر رقبۃ مؤمنۃ تو (قتل کا) عوض مسلمان بردہ کو آزاد کرنا۔ یعنی دیت نہیں دی جائے گی۔

آیت کا مطلب دو طرح سے بیان کیا گیا ہے (۱) کوئی مسلمان دار الحرب میں رہ گیا ہو ہجرت کر کے دار الاسلام میں نہ آیا ہو یا ہجرت کر کے آ گیا پھر دار الحرب کو واپس چلا گیا ہو مگر اسلام سے نہ پھرا ہو اور اس کو کوئی مسلمان غلطی سے مار ڈالے تو چونکہ اس نے گناہ کیا اس لئے کفارہ واجب ہے مگر دیت واجب نہیں کیونکہ عصمت دم کی قیمت دار الاسلام پر موقوف ہے اور دار الاسلام تھا نہیں (واقعہ دار الحرب کا ہے) اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ عاقلہ کو جو دیت ادا کرنی پڑتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مقتول کو بچانا ان کا فرض تھا جو انہوں نے ادا نہیں کیا مگر نصرت و امداد کا وقوع تو دار الاسلام میں ممکن ہے دار الحرب میں تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔

ابن المنذر رضی اللہ عنہ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ البجلی کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مشرکوں کے ساتھ اقامت پذیر رہا اس سے (ہماری) ذمہ داری الگ ہے۔

(۲) مقتول مسلمان تھا' دار الاسلام میں تھا مگر تھا کافر خاندان میں سے اس کا خاندان کنبہ کافر تھا اور دار الحرب میں تھا جس سے مسلمانوں کی جنگ تھی جیسے حارث بن زید تھے۔ اس صورت میں قتل کا کفارہ ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا ہے دیت واجب نہیں کیونکہ مسلمانوں کا اس قوم سے کوئی معاہدہ نہیں اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ مسلمان اور کافر کے درمیان (اختلاف دین کی وجہ

ہے اور وراثت کا قانون بھی جاری نہیں۔

اول مطلب زیادہ صحیح ہے کیونکہ اگر مقتول کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کی دیت بیت المال میں داخل کر دی جائے گی۔ لیکن آیت کے عموم سے مؤخر الذکر مطلب کی ترجیح ہو رہی ہے۔

وان کان من قوم بینکم وبینھم میثاق اور اگر مقتول اس قوم میں سے ہو جس کا تم سے معاہدہ ہے یعنی اہل معاہدہ اور اہل ذمہ میں سے ہو۔ (۲) [ابن ابی شیبہ ابن ابی حاتم حاکم طبرانی اور بیہقی نے سنن میں لکھا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے آیت فَاِنْ کَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّکُمْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ کے ذیل میں فرمایا بعض لوگ حاضر ہو کر مسلمان ہو جاتے پھر واپس جا کر اپنی قوم کے پاس رہنے لگتے اور قوم والے کافر ہوتے۔ مسلمان جب اس قوم پر چڑھائی کرتے تو وہ مسلمان بھی نادانستگی میں ان کے ہاتھ سے مارا جاتا نتیجہ میں غلطی سے قتل کرنے والا ایک بردہ آزاد کر دیتا اور آیت وَاِنْ کَانَ مِنْ قَوْمٍ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَھُمْ مِّیْثَاقٌ کی تشریح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا بعض لوگ معاہد ہوتے تھے اور ان کی قوم بھی مسلمانوں کی معاہد ہوتی تھی مگر کسی کے ہاتھ سے معاہد قوم کا کوئی شخص مارا جاتا تو مارنے والا اس کی قوم کو دیت دیتا اور ایک بردہ بھی آزاد کرتا تھا۔]

فدیۃ مسلمۃ الی اھلہ تو قتل کے عوض دیت ادا کرنی اور مقتول کے وارثوں کو دینی واجب ہے۔ ادائے دیت کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ مقتول کافر ذمی یا معاہد ہو یا مقتول مسلمان ہو اور اس کا وارث بھی مسلمان ہو۔ ان دو صورتوں کے علاوہ مقتول کے وارثوں کو دیت دینے کی کوئی شکل نہیں۔ بیت المال میں داخل کر دی جائے گی۔

صاحب مدارک نے لکھا ہے اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کی طرح ہے۔ میں کہتا ہوں آیت میں کوئی ایسی دلیل نہیں۔ دیت تو (قرآن میں) مجمل ہے اس کی توضیح احادیث میں مختلف طور پر منقول ہے۔ مرد عورت اور آزاد و غلام کی دیت میں جو اختلاف ہے ہم اوپر لکھ چکے ہیں پس ہو سکتا ہے کہ مسلم اور کافر کی دیت میں بھی اختلاف ہو۔

مسئلہ: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسلمان اور کافر کی دیت برابر ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کافر جس قسم کا بھی ہو اس کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہے یعنی چھ ہزار درہم۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہودی اور عیسائی کی دیت چار ہزار درہم ہے اور مجوسی نیز بت پرست کی دیت آٹھ سو درہم۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اگر قتل عمد ہو تو مسلمان پر اس کی دیت ایسی ہی ہے جیسے مسلمان کی اور اگر قتل خطا ہو تو مجوسی اور وثنی کی دیت آٹھ سو درہم ہے اور کتابی کے متعلق امام احمد کے دو قول آئے ہیں ایک قول امام مالک کے قول کی طرح ہے اور دوسرا قول امام شافعی کے قول کی طرح ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل وہ حدیث ہے جس کے راوی عمرو بن شعیب از شعیب از والد شعیب ہیں۔ یہ حدیث دو طرح سے آئی ہے ایک کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہے۔ دوسری حدیث بایں الفاظ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابی عیسائی اور یہودی کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہونے کا فیصلہ کیا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اہل کتاب یعنی عیسائیوں اور یہودیوں کی دیت بیان کی ہے اس کی دلیل عمرو بن شعیب از

شعیب از والد شعیب کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دیت کی قیمت سو دینار یا آٹھ ہزار درہم تھی اور اہل کتاب کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہوتی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آغاز خلافت تک یہ بات رہی جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپ نے ایک تقریر کی اور فرمایا اونٹ گراں ہو گئے ہیں چنانچہ آپ نے نقد دیت دینے والوں پر ہزار دینار طلائی یا بارہ ہزار درہم نقرئی مقرر کئے اور گائے والوں پر دو سو گائیں اور بکریاں والوں پر دو ہزار بکریاں اور کپڑے والوں پر دو سو جوڑے۔ لیکن ذمیوں کی دیت نہیں بڑھائی۔ رواہ ابوداؤد۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فضیل بن عیاض کے سلسلہ سے سعید بن المسیب کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم اور مجوسی کی آٹھ سو درہم مقرر کی۔ دار قطنی نے بھی اپنی سند سے سعید بن مسیب کا یہ بیان نقل کیا ہے۔

بیہقی نے جو امام شافعی کے طریق سے روایت نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سعید بن مسیب نے معاہد کی دیت کے سلسلہ میں فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (معاہد کی دیت میں) چار ہزار درہم کا فیصلہ کیا تھا۔ بیہقی اور دار قطنی نے مجوسی عورت (کے قتل کی دیت) کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ: کا فرمان نقل کیا ہے کہ مجوسیہ (کی دیت) چار سو درہم ہے۔ ابن حزم نے ایصال میں حضرت عقبہ بن عامر کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے۔ طحاوی اور ابن عدی اور بیہقی نے بھی یہ حدیث بیان کی ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس سند میں ایک راوی ابن لہیعہ ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت عثمان کی خلافت میں ایک شخص نے ایک بے نظیر شکاری کتے کو قتل کر دیا جس کی قیمت آٹھ سو درہم جانچی گئی حضرت عثمان نے یہی قیمت دلوادی پس مجوسی کی قیمت کتے کی قیمت کے برابر ہو گئی۔

بیہقی نے زہری کی روایت سے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہونے کے قائل تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ذمی کی دیت مسلمان کی دیت (کے برابر) ہے۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط۔ ہدایہ میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ ہر معاہد کی دیت معاہد ہونے کی حالت میں ہزار دینار ہے۔ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی فیصلہ کیا تھا۔ میں کہتا ہوں طبرانی کی روایت کردہ حدیث دار قطنی نے بھی نقل کی ہے لیکن یہ بھی صراحت ہے کہ نافع (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد) سے سوائے ابوبکر قرشی نہدی عبداللہ بن عبدالملک کے اور کسی نے یہ حدیث نقل نہیں کی اور نہدی متروک الحدیث ہے۔ دار قطنی نے صراحت کر دی ہے کہ یہ حدیث باطل اور بے اصل ہے۔ ابن حبان نے بھی کہا یہ حدیث باطل ' اس کے کلام رسول اللہ ﷺ ہونے کی کوئی اصل نہیں اور ابوبکر قابل استناد نہیں۔

دار قطنی نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید کی روایت سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاہد کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر مقرر کی' دار قطنی نے کہا اس کی سند میں عثمان بن عبدالرحمن وقاصی ہے جو متروک الحدیث ہے دار قطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے نقل کیا ہے کہ قبیلۂ بنی عامر کے دو شخصوں کی دیت رسول اللہ ﷺ نے مسلمان کی دیت کے برابر قرار دی تھی۔ اس حدیث کا ایک درمیانی راوی ابوبکر عیاش ہے۔ عیاش نے کہا یہ دونوں شخص معاہد تھے۔ دار قطنی نے کہا اس

حدیث کی سند میں ایک راوی ابوسعید سعید بن مرزبان بقال ہے جس کو یحییٰ نے ہیچ کہا اور فلاس نے متروک۔
رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر۔اس کو عبدالرزاق نے مصنف میں رباح کی وساطت سے بروایت عبید اللہ از حمید از انس رضی اللہ عنہ بیان کیا۔حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک یہودی بلا قصد مارا گیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارہ ہزار درہم دیت کا فیصلہ کیا۔اس سلسلہ میں رباح ضعیف ہے۔
طحاوی اور حاکم نے جعفر بن عبداللہ بن حاکم کی روایت سے لکھا ہے کہ رفاعہ بن اشموئل یہودی ملک شام میں مارا گیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی دیت ایک ہزار دینار مقرر کی۔امام احمد نے ان احادیث کو جن سے امام ابوحنیفہ نے استدلال کیا ہے قتل عمد پر اور دوسرے لوگوں نے جو احادیث پیش کی ہیں ان کو قتل خطا پر محمول کیا ہے۔
وتحریر رقبة مؤمنة ۔اور ایک مسلمان بردہ آزاد کرنا۔یعنی قاتل کے پاس اگر موجود ہو یا ضروریات کی تکمیل اور ادائے قرض کے بعد اتنا روپیہ بچ رہے کہ وہ بردہ خرید سکتا ہو تو اس کو ایک بردہ آزاد کرنا چاہئے۔
فمن لم یجد ،لیکن جس کو بردہ نہ ملے۔
فصیام شهرین متتابعین ،تو اس پر دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا واجب ہے۔
اگر دو ماہ میں ایک دن بھی بلا عذر روزہ رکھنے سے رہ گیا یا نیت کرنا بھول گیا یا کسی دوسرے روزے کی نیت کر لی تو اجماعی فیصلہ ہے کہ اس کو از سر نو روزے رکھنا چاہئے کیونکہ پے در پے تسلسل کے ساتھ روزے رکھنا ضروری ہے لیکن حیض کی وجہ سے اگر عورت کو روزے ناغہ کرنے پڑ جائیں تو باتفاق علماء اس کو از سر نو روزے رکھنے کی ضرورت نہیں۔اگر بیماری یا سفر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا تو جمہور کے نزدیک از سر نو رکھنا چاہئے لیکن شافعی کا قدیم قول ہے کہ نئے سرے سے رکھنا ضروری نہیں۔ابن ابی حاتم نے مجاہد کا قول نقل بھی یہ ہی نقل کیا ہے۔اگر روزہ رکھنے سے عاجز ہو تو صرف کھانا کھلانا۔امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کافی نہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی صحیح ترین قول یہی ہے لیکن شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول اور امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ ظہار کی طرح اس صورت میں بھی کھانا کھلانا کافی ہوگا۔ابن ابی حاتم نے مجاہد کا قول اس طرح بھی نقل کیا ہے۔
ہم کہتے ہیں یہ ظہار پر قیاس کرنا بغیر کسی قیاسی وجہ کے ہے۔آیت میں تو واجب مجموعہ کو قرار دیا ہے(قیاس اور وہ بھی بغیر علت جامعہ کے نص کے مقابلہ میں متروک ہے)
توبة من الله ۔بطور توبہ کے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی ہوئی ہے۔توبہ یا علت حکم (مفعول لہ) ہے یعنی سابق حکم اس لئے دیا گیا تا کہ اللہ تم پر مہربانی فرمائے۔یا مفعول مطلق ہے(شروع ترجمہ اسی مفہوم کو ظاہر کر رہا ہے) یا مضاف محذوف ہے اور اس وقت صیام شہرین سے حال ہوگا۔یعنی روزے رکھنا ایسی حالت میں ہے کہ قبول توبہ ہو وغیرہ وغیرہ۔
وكان الله عليما حكيما ۔اور اللہ بڑے علم و حکمت والا ہے یعنی وہ قاتل کی حالت کو جانتا ہے اور جو کچھ اس نے مقرر کیا ہے اس کی مصلحت سے واقف ہے۔
بغوی نے لکھا ہے کہ مقیس بن صبابہ کندی اور اس کا بھائی ہشام مسلمان ہو گئے ایک روز مقیس کو محلہ بنی النجار میں ہشام کی لاش

وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور واقعہ عرض کیا۔ حضور ﷺ نے اس کے ساتھ ایک فہری شخص کو بھیج دیا اور بنی نجار کو کہلا بھیجا۔
رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ اگر تم ہشام کے قاتل سے واقف ہو تو اس کو مقیس کے حوالہ کر دو تا کہ وہ اپنے بھائی کا قصاص لے سکے
اور نہیں جانتے ہو تو ہشام کی دیت ادا کرو۔ فہری نے رسول اللہ ﷺ کا پیام پہنچا دیا۔ بنی نجار نے جواب دیا اللہ کے رسول کا حکم
سر آنکھوں پر ہم کو ہشام کا قاتل تو معلوم نہیں۔ ہاں ہم دیت ادا کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے مقیس کو سو اونٹ دے دیئے۔ مقیس
اور فہری لوٹ آئے راستے میں مقیس کو شیطان نے بہکایا اس نے خیال کیا کہ اگر میں دیت لے کر بیٹھ رہوں گا تو یہ بڑی ذلت کی
بات ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ میں فہری کو قتل کر دوں تا کہ جی کا بدلہ بھی ہو جائے اور دیت مزید بچ رہے چنانچہ اس نے فہری کو غافل پا کر
زور سے ایک پتھر مارا اور اس کا سر پھاڑ دیا (فہری مر گیا) پھر اونٹ پر سوار ہو کر باقی اونٹوں کو ہنکا کر مکہ لے گیا اور مرتد ہو گیا۔ اس پر
آیت ذیل نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری سورۂ نساء، لاہور)

4548 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ خَالِدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ مَعْنَاهُ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4549 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، قَالَ: خَطَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ أَوْ فَتْحِ مَكَّةَ عَلَى دَرَجَةِ الْبَيْتِ أَوِ الْكَعْبَةِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ أَيْضًا عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَوَاهُ أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، مِثْلَ حَدِيثِ خَالِدٍ، وَرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ يَعْقُوبَ السَّدُوسِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَقَوْلُ زَيْدٍ، وَأَبِي مُوسَى مِثْلُ حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِيثِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اس کی مانند روایت نقل کرتے ہیں، جس میں یہ الفاظ ہیں:
نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر خانہ کعبہ کی سیڑھی پر کھڑے ہو کر یہ خطبہ ارشاد فرمایا:
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دیگر راویوں نے یہ روایت اسی طرح اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے، بعض راویوں نے اسے
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے، جبکہ بعض راویوں نے اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے
سے نقل کیا ہے۔

4549- صحیح من حدیث عبد الله بن عمرو بن العاص كما في الروايتين السالفتين قبله. وهذا إسناد ضعيف لضعف علي بن زيد - وهو ابن جدعان - كما قال البيهقي في "السنن" 8/ 68، وابن القطان في "بيان الوهم والإيهام" 5/ 410. وأخرجه ابن ماجه (2628)، والنسائي في "الكبرى" (6975) من طريق علي بن زيد بن جدعان، به. وهو في "مسند أحمد" (4583).

4550 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: قَضَى عُمَرُ فِي شِبْهِ الْعَمْدِ: ثَلَاثِينَ حِقَّةً، وَثَلَاثِينَ جَذَعَةً، وَأَرْبَعِينَ خَلِفَةً مَا بَيْنَ ثَنِيَّةٍ إِلَى بَازِلِ عَامِهَا

مجاہد بیان کرتے ہیں: شبہ عمد کے بارے میں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ اس میں 30 ایسی اونٹنیاں ہوں گی جو حقہ ہوں، 30 جذعہ ہوں اور 40 خلفہ ہوں، جو ثنیہ سے لے کر بازل کے درمیان کی ہونگی۔

4551 - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: فِي شِبْهِ الْعَمْدِ أَثْلَاثٌ ثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ حِقَّةً، وَثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ جَذَعَةً، وَأَرْبَعٌ وَثَلَاثُونَ ثَنِيَّةً إِلَى بَازِلِ عَامِهَا وَكُلُّهَا خَلِفَةٌ

⊛⊛ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: شبہ عمد میں اونٹوں کی تین قسمیں ہوں گی 33 حقہ ہونگی، 33 جذعہ ہوں گی، اور 34 ثنیہ سے بازل تک ہوں گی، لیکن ان میں سے ہر ایک حاملہ ہوگی۔

4552 - وَبِهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، وَالْأَسْوَدِ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فِي شِبْهِ الْعَمْدِ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ حِقَّةً، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ جَذَعَةً، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بَنَاتِ لَبُونٍ، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بَنَاتِ مَخَاضٍ

⊛⊛ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شبہ عمد کے بارے میں یہ فرماتے ہیں: 25 حقہ، 25 جذعہ، 25 بنت لبون اور 25 بنت مخاض ہوں گی۔

4553 - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: فِي الْخَطَإِ أَرْبَاعًا خَمْسٌ وَعِشْرُونَ حِقَّةً، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ جَذَعَةً، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بَنَاتِ لَبُونٍ، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بَنَاتِ مَخَاضٍ

⊛⊛ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قتل خطا کی دیت کے اونٹ چار طرح کے ہوں گے، 25 حقہ، 25 جذعہ، 25 بنت لبون اور 25 بنت مخاض ہوں گی۔

4554 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ، عَنْ أَبِي عِيَاضٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، فِي الْمُغَلَّظَةِ أَرْبَعُونَ جَذَعَةً خَلِفَةً، وَثَلَاثُونَ حِقَّةً وَثَلَاثُونَ بَنَاتِ لَبُونٍ، وَفِي الْخَطَإِ ثَلَاثُونَ حِقَّةً، وَثَلَاثُونَ بَنَاتِ لَبُونٍ، وَعِشْرُونَ بَنُو لَبُونٍ ذُكُورٌ، وَعِشْرُونَ بَنَاتِ مَخَاضٍ

⊛⊛ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مغلظ دیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

4553- إسناده حسن أبو إسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبيعي، وسفيان: هو الثوري. وأخرجه ابن أبي شيبة 134 /9، والطبري في "تفسيره" 211 /5، والدارقطني (3374)، والبيهقي 74 /8 من طريق سفيان الثوري، بهذا الإسناد. وأخرجه عبد الرزاق (17236)، وابن أبي شيبة 134 /9، والطبري 210 /5 من طريق إبراهيم النخعي، والطبري 210 /5

اس میں 40 جذعہ ہوں گی جو حاملہ ہوں، 30 حقہ ہونگی، 30 بنت لبون ہونگی، جبکہ قتل خطاء کی دیت میں 30 حقہ، 30 بنت لبون، 20 بنولبون مذکر، 20 بنت مخاض ہوں گی۔

4555 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، فِي الدِّيَةِ الْمُغَلَّظَةِ فَذَكَرَ مِثْلَهُ سَوَاءً.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ: إِذَا دَخَلَتِ النَّاقَةُ فِي السَّنَةِ الرَّابِعَةِ فَهُوَ حِقٌّ وَالْأُنْثَى حِقَّةٌ، لِأَنَّهُ يَسْتَحِقُّ أَنْ يُحْمَلَ عَلَيْهِ وَيُرْكَبَ، فَإِذَا دَخَلَ فِي الْخَامِسَةِ فَهُوَ جَذَعٌ وَجَذَعَةٌ، فَإِذَا دَخَلَ فِي السَّادِسَةِ وَأَلْقَى ثَنِيَّتَهُ فَهُوَ ثَنِيٌّ وَثَنِيَّةٌ، فَإِذَا دَخَلَ فِي السَّابِعَةِ فَهُوَ رَبَاعٌ وَرَبَاعِيَةٌ، فَإِذَا دَخَلَ فِي الثَّامِنَةِ وَأَلْقَى السِّنَّ الَّذِي بَعْدَ الرَّبَاعِيَةِ فَهُوَ سَدِيسٌ وَسَدَسٌ، فَإِذَا دَخَلَ فِي التَّاسِعَةِ وَفَطَرَ نَابُهُ وَطَلَعَ فَهُوَ بَازِلٌ، فَإِذَا دَخَلَ فِي الْعَاشِرَةِ فَهُوَ مُخْلِفٌ، ثُمَّ لَيْسَ لَهُ اسْمٌ وَلَكِنْ يُقَالُ: بَازِلُ عَامٍ، وَبَازِلُ عَامَيْنِ، وَمُخْلِفُ عَامٍ، وَمُخْلِفُ عَامَيْنِ، إِلَى مَا زَادَ. وَقَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ: ابْنَةُ مَخَاضٍ لِسَنَةٍ، وَابْنَةُ لَبُونٍ لِسَنَتَيْنِ، وَحِقَّةٌ لِثَلَاثٍ، وَجَذَعَةٌ لِأَرْبَعٍ، وَثَنِيٌّ لِخَمْسٍ، وَرَبَاعٌ لِسِتٍّ، وَسَدِيسٌ لِسَبْعٍ، وَبَازِلٌ لِثَمَانٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ أَبُو حَاتِمٍ، وَالْأَصْمَعِيُّ: وَالْجُذُوعَةُ وَقْتٌ وَلَيْسَ بِسِنٍّ قَالَ أَبُو حَاتِمٍ قَالَ بَعْضُهُمْ: فَإِذَا أَلْقَى رَبَاعِيَتَهُ فَهُوَ رَبَاعٌ، وَإِذَا أَلْقَى ثَنِيَّتَهُ فَهُوَ ثَنِيٌّ وَقَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: إِذَا لَقِحَتْ فَهِيَ خَلِفَةٌ، فَلَا تَزَالُ خَلِفَةً إِلَى عَشَرَةِ أَشْهُرٍ، فَإِذَا بَلَغَتْ عَشَرَةَ أَشْهُرٍ فَهِيَ عُشَرَاءُ قَالَ أَبُو حَاتِمٍ: إِذَا أَلْقَى ثَنِيَّتَهُ فَهُوَ ثَنِيٌّ، وَإِذَا أَلْقَى رَبَاعِيَتَهُ فَهُوَ رَبَاعٌ

سعید بن مسیب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مغلظہ دیت کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوعبید اور دیگر حضرات نے یہ بات بیان کی ہے:

جب اونٹ چوتھے سال میں داخل ہوجائے تو وہ حق ہوتا ہے اگر اونٹنی ہو تو حقہ ہوتی ہے، کیونکہ وہ اس بات کا مستحق ہوجاتا ہے کہ اس پر سواری بھی کی جائے اور وزن بھی لادا جائے۔

جب وہ پانچویں سال میں داخل ہو، تو وہ جذع یا جذعہ ہوتا ہے۔

جب وہ چھٹے سال میں داخل ہو اور اس کے دانت نکل آئیں تو اسے ثنی یا ثنیہ کہتے ہیں۔

جب وہ آٹھویں سال میں داخل ہو اور اس کے وہ دانت نکل آئیں جو رباعیہ کے بعد ہوتے ہیں، تو وہ سدیس یا سدس ہوگا۔

جب وہ نویں سال میں داخل ہو اور اس کے اطراف کے دانت نکل آئیں، تو وہ بازل ہوگا۔

جب وہ دسویں سال میں داخل ہو، تو وہ مخلف ہوگا۔

پھر اس کے بعد ان کا کوئی باقاعدہ نام نہیں ہے، صرف یہ کہا جاتا ہے کہ ایک سال کا بازل، دو سال کا بازل، ایک سال کا

مخلف، دوسال کا مخلف، آگے جہاں تک بھی جائے۔

نضر بن شمیل بیان کرتے ہیں: بنت مخاض ایک سال کی اونٹنی ہوتی ہے بنت لبون 2 سال کی ہوتی ہے، حقہ تین سال کی ہوتی ہے، جذعہ چار سال کی ہوتی ہے، ثنی پانچ سال کی ہوتی ہے، رباع 6 سال کی ہوتی ہے سدیس 7 سال کی ہوتی ہے، اور بازل 8 سال کا ہوتا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوحاتم اور اصمعی کہتے ہیں: جذعہ کا تعلق وقت سے ہوتا ہے، سال سے نہیں ہوتا ہے۔

ابوحاتم کہتے ہیں: بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے: جب اونٹ کے چار دانت نکل آئیں، تو وہ رباع ہوتا ہے، اور جب اس کے دو دانت نکل آئیں، تو وہ ثنی ہوتا ہے۔

ابوعبید کہتے ہیں: جب اونٹنی حاملہ ہو جائے، تو اسے خلفہ کہتے ہیں اور وہ دس ماہ تک خلفہ رہتی ہے، جب دس مہینے پورے ہو جائیں، تو اسے عشراء کہا جاتا ہے۔

ابوحاتم کہتے ہیں: جب اس کے دو دانت نکل آئیں، تو ثنی ہوتا ہے اور جب چار دانت نکل آئیں، تو وہ رباع ہوتا ہے۔

بَابُ دِيَاتِ الْأَعْضَاءِ

باب: اعضاء کی دیت کی وضاحت

4556 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ غَالِبٍ التَّمَّارِ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ مَسْرُوقِ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْأَصَابِعُ سَوَاءٌ عَشْرٌ عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"تمام انگلیاں برابر کی حیثیت رکھتی ہیں، ہر انگلی کی دیت 10،10 اونٹ ہوگی"

4557 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ غَالِبٍ التَّمَّارِ، عَنْ مَسْرُوقِ بْنِ أَوْسٍ، عَنِ الْأَشْعَرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْأَصَابِعُ سَوَاءٌ، قُلْتُ: عَشْرٌ عَشْرٌ؟ قَالَ: نَعَمْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ غَالِبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مَسْرُوقَ بْنَ أَوْسٍ، وَرَوَاهُ إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي غَالِبٌ التَّمَّارُ، بِإِسْنَادِ أَبِي الْوَلِيدِ، وَرَوَاهُ حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي صَفِيَّةَ، عَنْ غَالِبٍ، بِإِسْنَادِ

4556- صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لجهالة مسروق بن أوس، وقد اختلف في إسناده على غالب التمار فمرفوعه كما هو عند المصنف هنا، ومرة يرويه لا يذكر في إسناده حميد بن هلال كما سيأتي عند المصنف في الطريق التالية. وصوب الدارقطني في "العلل" 249 /7 رواية غالب عن مسروق دون ذكر حميد في الإسناد، وأما علي ابن المديني فرجح ذكر حميد بن هلال فيما نقله عنه البيهقي 92 /8. وأخرجه ابن ماجه (2654)، والنسائي في "الكبرى" (7020) و (7021) من طريق سعيد بن أبي عروبة بهذا الإسناد. واقتصر ابن ماجه على قوله: "الأصابع سواء." وأخرجه النسائي (7018) من طريق سعيد بن أبي عروبة، عن قتادة، عن مسروق، عن أبي موسى. وهو في "مسند أحمد" (19610) و (19707).

إسْمَاعِيلَ

حضرت اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تمام انگلیاں برابر کی حیثیت رکھتی ہیں، میں نے عرض کی: (ان میں سے ہر ایک کی دیت) 10،10 ہوگی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4558 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي ح وحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذِهِ وَهٰذِهِ سَوَاءٌ يَعْنِي الْإِبْهَامَ وَالْخِنْصَرَ

4558 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''یہ اور یہ برابر کی حیثیت رکھتی ہیں'' راوی کہتے ہیں: یعنی انگوٹھا اور چھوٹی انگلی۔

4559 - حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، حَدَّثَنِي شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْأَصَابِعُ سَوَاءٌ، وَالْأَسْنَانُ سَوَاءٌ، الثَّنِيَّةُ وَالضِّرْسُ سَوَاءٌ، هٰذِهِ وَهٰذِهِ سَوَاءٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، عَنْ شُعْبَةَ، بِمَعْنَى عَبْدِ الصَّمَدِ،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تمام انگلیاں برابر کی حیثیت رکھتی ہیں، تمام دانت برابر کی حیثیت رکھتے ہیں، سامنے کے دانت اور داڑھیں یہ سب برابر کی حیثیت رکھتے ہیں''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4560 - حَدَّثَنَاهُ الدَّارِمِيُّ، عَنِ النَّضْرِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ، أَخْبَرَنَا أَبُو حَمْزَةَ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْأَسْنَانُ سَوَاءٌ، وَالْأَصَابِعُ سَوَاءٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تمام دانت برابر ہیں اور تمام انگلیاں برابر ہیں''

4561 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَابِعَ الْيَدَيْنِ،

وَالرِّجْلَيْنِ سَوَاءٌ

⊙⊙ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کو برابر قرار دیا ہے۔

4562 - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فِي خُطْبَتِهِ وَهُوَ مُسْنِدٌ ظَهْرَهُ إِلَى الْكَعْبَةِ فِي الْأَصَابِعِ عَشْرٌ عَشْرٌ

⊙⊙ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پشت خانہ کعبہ کے ساتھ لگائی ہوئی تھی، (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:)

''انگلیوں (کی دیت) دس، دس (اونٹ ہوگی)''

4563 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ أَبُو خَيْثَمَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فِي الْأَسْنَانِ خَمْسٌ خَمْسٌ

⊙⊙ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''دانتوں (کی دیت) پانچ، پانچ (اونٹ ہوگی)''

4564 - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَجَدْتُ فِي كِتَابِي عَنْ شَيْبَانَ، وَلَمْ أَسْمَعْهُ مِنْهُ فَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرٍ، صَاحِبٌ لَنَا ثِقَةٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ رَاشِدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِي ابْنَ مُوسَى، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَوِّمُ دِيَةَ الْخَطَإِ عَلَى أَهْلِ الْقُرَى أَرْبَعَ مِائَةِ دِينَارٍ، أَوْ عَدْلَهَا مِنَ الْوَرِقِ، وَيُقَوِّمُهَا عَلَى أَثْمَانِ الْإِبِلِ، فَإِذَا غَلَتْ رَفَعَ فِي قِيمَتِهَا، وَإِذَا هَاجَتْ رُخْصًا نَقَصَ مِنْ قِيمَتِهَا، وَبَلَغَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ أَرْبَعِ مِائَةِ دِينَارٍ إِلَى ثَمَانِ مِائَةِ دِينَارٍ، وَعَدْلُهَا مِنَ الْوَرِقِ ثَمَانِيَةُ آلَافِ دِرْهَمٍ، وَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَيْ بَقَرَةٍ، وَمَنْ كَانَ دِيَةُ عَقْلِهِ فِي الشَّاءِ فَأَلْفَيْ شَاةٍ، قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَقْلَ مِيرَاثٌ بَيْنَ وَرَثَةِ الْقَتِيلِ عَلَى قَرَابَتِهِمْ، فَمَا فَضَلَ فَلِلْعَصَبَةِ قَالَ: وَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَنْفِ إِذَا جُدِعَ الدِّيَةَ كَامِلَةً، وَإِذَا جُدِعَتْ ثَنْدُوَتُهُ فَنِصْفُ الْعَقْلِ خَمْسُونَ مِنَ الْإِبِلِ أَوْ عَدْلُهَا مِنَ الذَّهَبِ، أَوِ الْوَرِقِ أَوْ مِائَةُ بَقَرَةٍ أَوْ أَلْفُ شَاةٍ، وَفِي الْيَدِ إِذَا قُطِعَتْ نِصْفُ الْعَقْلِ، وَفِي الرِّجْلِ نِصْفُ الْعَقْلِ، وَفِي الْمَأْمُومَةِ ثُلُثُ الْعَقْلِ ثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ مِنَ الْإِبِلِ، وَثُلُثٌ أَوْ قِيمَتُهَا مِنَ

4562- إسناده حسن. حسين المعلم: هو ابن ذكوان، وهمام: هو ابن يحيى العوذي. وأخرجه ابن ماجه (2653)، والنسائي في "الكبرى" (7026) من طريق عمرو ابن شعيب، به. وهو في "مسند أحمد" (6681).

الذَّهَبِ اَوِ الْوَرِقِ، اَوِ الْبَقَرِ، اَوِ الشَّاءِ، وَالْجَائِفَةُ مِثْلُ ذٰلِكَ وَفِي الْاَصَابِعِ فِي كُلِّ اُصْبُعٍ عَشْرٌ مِنَ الْاِبِلِ وَفِي الْاَسْنَانِ فِي كُلِّ سِنٍّ خَمْسٌ مِنَ الْاِبِلِ، وَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَقْلَ الْمَرْاَةِ بَيْنَ عَصَبَتِهَا مَنْ كَانُوا لَا يَرِثُوْنَ مِنْهَا شَيْئًا اِلَّا مَا فَضَلَ عَنْ وَرَثَتِهَا، وَاِنْ قُتِلَتْ فَعَقْلُهَا بَيْنَ وَرَثَتِهَا، وَهُمْ يَقْتُلُوْنَ قَاتِلَهُمْ، وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ لِلْقَاتِلِ شَيْءٌ، وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَارِثٌ فَوَارِثُهُ اَقْرَبُ النَّاسِ اِلَيْهِ، وَلَا يَرِثُ الْقَاتِلُ شَيْئًا قَالَ مُحَمَّدٌ: هٰذَا كُلُّهُ حَدَّثَنِيْ بِهِ سُلَيْمَانُ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ مِنْ اَهْلِ دِمَشْقَ، هَرَبَ اِلَى الْبَصْرَةِ مِنَ الْقَتْلِ

❁❁ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ قتل خطاء کی دیت مختلف علاقوں والوں پر 400 دینار، یا اس کے برابر چاندی مقرر کرتے تھے، آپ ﷺ اونٹوں کی قیمت کے اعتبار سے اس کا تعین کرتے تھے، جب اونٹ مہنگے ہوتے تو آپ ﷺ اس کی ادائیگی میں اضافہ کر دیتے اور جب اونٹوں کی قیمت کم ہو جاتی، تو آپ ﷺ دیت کی رقم میں بھی کمی کر دیتے تھے، نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں یہ 400 دینار سے لے کر 800 دینار تک، یا اس کے برابر چاندی آٹھ ہزار درہم تک رہی۔

راوی بیان کرتے ہیں: گائے کی شکل میں ادائیگی کرنے والوں پر نبی اکرم ﷺ نے 200 گائے، کا فیصلہ دیا تھا، اور جس شخص نے بکریوں کی شکل میں دیت ادا کرنی ہو، تو دو ہزار بکریاں ہوں گی۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''دیت کی رقم مقتول کے ورثاء کے درمیان، وراثت کے طور پر تقسیم ہوگی، جو ان کی قرابت داری کے اعتبار سے ہوگی جو بچ جائے گا وہ عصبہ کو ملے گا''۔

راوی بیان کرتے ہیں: ناک کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ نے فیصلہ دیا ہے، جب اسے مکمل طور پر کاٹ دیا جائے، تو پھر اس میں مکمل دیت کی ادائیگی لازم ہوگی اور اگر اس کا کنارہ کاٹا جائے، تو اس میں نصف دیت کی ادئیگی لازم ہوگی، جو 50 اونٹ ہوں گے، یا اس کے برابر سونا یا چاندی ہوگی، یا 100 گائے ہوں گی، یا 1000 بکریاں ہوں گی۔ جب ہاتھ کو کاٹ دیا جائے، تو اس میں نصف دیت کی دائیگی ہوگی، پاؤں میں بھی نصف دیت کی ادائیگی ہوگی، ماموسہ زخم میں ایک تہائی دیت کی ادائیگی ہوگی، یا 33 اونٹ ہوں گے، یا پھر سونے یا چاندی یا گائے یا بکریوں کے حساب سے ایک تہائی دیت ہوگی، جائفہ زخم کا حکم بھی اس کی مانند ہے، انگلیوں میں سے ہر ایک انگلی میں 10 اونٹوں کی ادائیگی لازم ہوگی اور دانتوں میں سے ہر دانت میں، پانچ اونٹوں کی ادائیگی لازم ہوگی، نبی اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ عورت کی طرف سے اگر دیت ادا کرنی ہو، تو وہ اس کے عصبہ رشتہ داروں پر لازم ہوگی، خواہ کوئی بھی ہوں، لیکن یہ لوگ اس کے وارث نہیں بنیں گے، انہیں صرف وہ حصہ ملے گا، جو اس عورت کی وراثت میں سے بچ جائے گا، اور اگر عورت قتل ہو جاتی ہے، تو اس کی دیت اس کے ورثاء کے درمیان تقسیم ہوگی، اور وہی لوگ اس کے قاتل کو (قصاص

میں) قتل کا (فیصلہ کرنے کا) حق رکھیں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا ہے: "قاتل کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو، تو اس کا سب سے قریبی رشتے دار اس کا وارث ہوگا، لیکن قاتل کو وراثت میں سے کچھ نہیں ملے گا"

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عمرو بن شعیب ان کے والد ان کے دادا کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: محمد بن راشد کا تعلق دمشق سے ہے، یہ قتل (کے خوف کی وجہ سے) بھاگ کر بصرہ چلے گئے تھے۔

4565 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ بِلَالٍ الْعَامِلِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ رَاشِدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِي ابْنَ مُوسَى، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَقْلُ شِبْهِ الْعَمْدِ مُغَلَّظٌ مِثْلُ عَقْلِ الْعَمْدِ، وَلَا يُقْتَلُ صَاحِبُهُ قَالَ: وَزَادَنَا خَلِيلٌ، عَنِ ابْنِ رَاشِدٍ، وَذَلِكَ أَنْ يَنْزُوَ الشَّيْطَانُ بَيْنَ النَّاسِ، فَتَكُونُ دِمَاءٌ فِي عِمِّيَّا فِي غَيْرِ ضَغِينَةٍ، وَلَا حَمْلِ سِلَاحٍ

⊛⊛ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"عمد سے مشابہت رکھنے والے قتل کی دیت شدید ہوگی، جو قتل عمد کی دیت کی مانند ہوگی، البتہ ایسا کرنے والے شخص کو (قصاص کے طور پر) قتل نہیں کیا جاسکتا"۔

ایک راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: "اس کی صورت یوں ہوگی کہ شیطان لوگوں کے درمیان فساد پیدا کرے، اور ہوے کے دوران کچھ لوگ اندھے قتل ہو جائیں اور ان لوگوں کے درمیان کوئی گہری عداوت نہ ہو، انہوں نے ہتھیار اٹھائے ہوئے نہ ہوں"۔

4566 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ، أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ يَعْنِي الْمُعَلِّمَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، أَنَّ أَبَاهُ، أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فِي الْمَوَاضِحِ خَمْسٌ

⊛⊛ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"موضحہ زخم میں پانچ اونٹوں کی ادائیگی لازم ہوگی"

دس شجاج ہونے کا فقہی بیان

شجاج دس ہیں۔ ان میں سے ایک حارصہ ہے اور حارصہ اس کو کہتے ہیں جو جلد کو خارش زدہ کرے اور خون نہ نکالے۔ دوسرا دامعہ ہے جو خون کو ظاہر کردے لیکن اس کو نہ بہائے۔ جس طرح آنکھ کا آنسو ہے۔ تیسرا دامیہ ہے جو خون کو بہا دے۔ چوتھا باضعہ ہے جو کھال کو کاٹ دے۔ پانچواں متلاحمہ ہے جو گوشت کو نکال دے، چھٹا سمحاق ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان باریک جھلی تک پہنچ جائے۔ ساتواں موضحہ ہے جب زخم سے ہڈی دکھ جائے اور وہ ہڈی ظاہر ہو جائے۔ آٹھواں ہاشمہ ہے جو

ہڈی کو توڑ دے۔ نواں منقلہ ہے جو ہڈی کو توڑ دینے کے بعد اس کو منتقل کر دے۔ دسواں آمہ ہے جب زخم اس طرح کا ہے کہ وہ ام راس تک سرایت کر جائے اور ام راس وہ جگہ ہے جہاں دماغ ہوتا ہے۔ (ہدایہ، کتاب الجنایات، لاہور)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر ہر موضحہ کی دیت پانچ پانچ اونٹ ہیں (سنن ابن ماجہ: جلددوم: حدیث نمبر 813)

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ جس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ فتح فرمایا تو خطبہ میں ارشاد فرمایا ہر ایک زخم جو ہڈی کھول دے اس میں پانچ اونٹ ہیں۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1156)

اس کی دس 10 قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ حارصہ: جلد کے اس زخم کو کہتے ہیں جس میں جلد پر خراش پڑ جائے مگر خون نہ چھلکے۔ دامعہ: سر کی جلد کے اس زخم کو کہتے ہیں جس میں خون چھلک آئے مگر بہے نہیں۔ دامیہ: سر کی جلد کے اس زخم کو کہتے ہیں جس میں خون بہہ جائے۔ باضعہ: جس میں سر کی جلد کٹ جائے۔ متلاحمہ: جس میں سر کا گوشت بھی پھٹ جائے۔ سمحاق: جس میں سر کی ہڈی کے اوپر کی جھلی تک زخم پہنچ جائے۔ موضحہ: جس میں سر کی ہڈی نظر آ جائے۔ ہاشمہ: جس میں سر کی ہڈی ٹوٹ جائے۔ منقلہ: جس میں سر کی ہڈی ٹوٹ کر ہٹ جائے۔ آمہ: وہ زخم جوام الدماغ، یعنی دماغ کی جھلی تک پہنچ جائے۔

ان کے علاوہ زخموں کی ایک قسم جائفہ بھی کی گئی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ زخم جوف تک پہنچے اور یہ زخم پیٹھ، پیٹ اور سینے میں ہوتا ہے۔ اور اگر گلے کا زخم غذائی نالی تک پہنچ جائے تو وہ بھی جائفہ ہے۔

(عالمگیری ص 28 ج 6، شامی ص 510 جلد 5، بحر الرائق ص 333 جلد 8)

موضحہ میں قصاص ہونے کا بیان

موضحہ میں قصاص ہے لیکن اس میں شرط عمد ہے اسی حدیث کے سبب کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موضحہ میں قصاص کا فیصلہ کیا ہے۔ کیونکہ ممکن ہے چھری ہڈی تک پہنچ گئی ہو۔ اور وہ دونوں برابر ہو جائیں۔ پس برابری ثابت ہو جائے گی۔

اور دوسرے شجاجوں میں کوئی قصاص نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں برابری کا اعتبار کرنا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی ایسی حد نہیں ہے جہاں چھری رک جائے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ موضحہ سے بڑے زخموں کو توڑنا ہے۔ اور ہڈی توڑنے میں قصاص نہیں ہے اور امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اسی طرح ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط میں لکھا ہے اور ظاہر الروایت بھی یہی ہے۔ اور جو موضحہ سے پہلے ہیں۔ ان میں قصاص واجب ہے۔ کیونکہ ان میں برابری کا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ اور ان میں ہڈی توڑنا بھی نہیں ہے۔ اور نہ ہی غالب ہلاکت کا کوئی خوف ہے۔ پس اس زخم کی گہرائی کو ایک سلائی سے ناپ لیا جائے گا۔ اس کے بعد اسی کی مقدار کے برابر ایک لوہا بنایا جائے گا۔ اور اس سے قاطع کی کاٹ دی گئی مقدار کے برابر کاٹا جائے گا۔ تاکہ قصاص کی وصولی ثابت ہو جائے۔

اور موضحہ کے سوا میں حکومت عدل واجب ہے۔ کیونکہ موضحہ کے سوا میں کوئی دیت مقرر نہیں ہے۔ اور نہ اس کو ضائع کیا جا سکتا ہے۔ پس حکومت عدل سے اس کا اعتبار کیا جانا لازم ہے۔ حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما سے اسی طرح

روایت کیا گیا ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ موضحہ اور اس سے کم زخم اگر قصداً لگائے گئے ہوں تو ان میں قصاص ہے اور اگر خطاء ہوں تو موضحہ سے کم زخموں میں حکومت عدل ہے اور موضحہ میں دیتِ نفس کا بیسواں حصہ ہے اور ہاشمہ میں دیت نفس کا دسواں حصہ ہے اور منقلہ میں دیت نفس کا پندرہ فیصد حصہ اور آمہ اور جائفہ میں دیت کا تہائی حصہ ہے۔ ہاں اگر جائفہ آر پار ہو گیا تو دو تہائی دیت ہے۔ (عالمگیری ص 29 جلد 6، بحرالرائق ص 334، جلد 8، فتح القدیر ص 312، جلد 8، بدائع صنائع ص 316، جلد 7)

موضحہ خطاء میں دیت کے بیسویں حصے کا بیان

جب موضحہ خطاء ہے تو اس کی دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے جبکہ ہاشمہ میں دیت کا بیسواں حصہ ہے۔ اور منقلہ میں دیت کا دسواں اور نصف دسواں ہے۔ اور آمہ میں تہائی دیت ہے۔ اور جائفہ میں تہائی دیت ہے۔ اور جب جائفہ پار ہو چکا ہے تو وہ دو جائفے ہیں۔ اور ان میں دیت کے دو تہائی واجب ہیں۔ اسی دلیل کے سبب سے جو حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے خط میں موجود ہے۔ کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ موضحہ میں پانچ اونٹ ہیں۔ اور ہاشمہ میں دس اونٹ ہیں۔ جبکہ منقلہ میں پندرہ اونٹ ہیں۔ اور آمہ میں تہائی دیت واجب ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق مأمومہ بھی روایت کیا گیا ہے۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جائفہ میں تہائی دیت ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایسا جائفہ جو دوسری جانب پار ہو جائے اس میں دو تہائی دیت کا فیصلہ فرمایا تھا۔ کیونکہ جب جائفہ پار ہو جائے تو اس کو دو جائفوں کے حکم میں سمجھ لیا جائے گا۔ کہ ایک جانب اندر سے ہے اور دوسرا جانب باہر سے ہے۔ اور ہر جائفہ میں تہائی دیت ہے۔ پس نافذہ میں دو تہائی دیت واجب ہو جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر بن حزم میرے پاس ایک تحریر لے کر آئے جو کہ چمڑے کی ایک ٹکڑے پر لکھی ہوئی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ بیان ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اے ایمان والو پورا کرو اقرار کو اس کے بعد چند آیات کریمہ تلاوت فرمائیں پھر فرمایا جان میں سو اونٹ ہیں اور آنکھ میں پچاس اونٹ ہیں اور ہاتھ میں پچاس اونٹ ہیں اور پاؤں میں پچاس اونٹ ہیں اور جو زخم مغز تک پہنچ جائے اس میں تہائی دیت ہے اور اگر (زخم) پیٹ کے اندر تک پہنچ جائے تو اس میں تہائی دیت ہے اور (جس زخم یا چوٹ سے) ہڈی جگہ سے ہل جائے اس میں دیت پندرہ اونٹ ہیں اور انگلیوں میں دس دس اونٹ ہیں اور دانتوں میں پانچ پانچ اونٹ دیت ہے اور جس زخم سے ہڈی نظر آنے لگے اس میں پانچ اونٹ ہیں۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1161)

اگر بیس 20 موضحہ زخم لگائے اور درمیان میں صحت نہ ہوئی تو پوری دیت نفس تین سال میں ادا کی جائے گی اور اگر درمیان میں صحت واقع ہوگئی تو ایک سال میں پوری دیت نفس ادا کرنا ہوگی۔ (عالمگیری از کافی ص 29 جلد 6)

اور جب کسی کے سر پر ایسا موضحہ لگایا کہ اس کی عقل جاتی رہی۔ یا پورے سر کے بال ایسے اڑے کہ پھر نہ اُگے تو صرف دیت نفس واجب ہوگی اور اگر سر کے بال مختلف جگہوں سے اڑ گئے تو بالوں کی حکومت عدل اور موضحہ کی ارش میں سے جو زیادہ ہوگا وہ

لازم آئے گا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ بال پھر نہ اُگیں، لیکن اگر دوبارہ پہلے کی طرح بال اُگ آئیں تو کچھ لازم نہیں ہے۔

(شامی ودر مختار ص 513 جلد ج 5، عالمگیری ص 29 جلد 6)

اور جب کسی کی بھنوں پر خطاء ایسا موضحہ لگایا کہ بھنوں کے بال گر گئے اور پھر نہ اُگے تو صرف نصف دیت لازم ہوگی۔

(عالمگیری ص 30 جلد 6)

اور جب کسی کے سر پر ایسا موضحہ لگایا کہ اس سے سننے یا دیکھنے یا بولنے کے قابل نہ رہا۔ تو اس پر نفس کی دیت کے ساتھ موضحہ کا ارش بھی واجب ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اس زخم سے موت نہ ہوئی ہو، اور اگر موت واقع ہوگئی تو ارش ساقط ہو جائے گا۔ اور عمد کی صورت میں جنایت کرنے والے کے مال سے تین سال میں دیت ادا کی جائے گی اور بصورت خطا عاقلہ پر تین سال میں دیت ہے۔ (شامی ودر مختار ص 513، جلد 5)

خون کا جم کر سیاہ ہو جانے میں متلاحمہ کا بیان

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے متلاحمہ کو باضعہ مقدم قرار دیا ہے اور متلاحمہ یہ ہے کہ جس میں خون جم کر سیاہ ہو جائے۔ جس طرح ہم نے بیان کر دیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے لیکن اس میں عبارت کا اختلاف ہے۔ اور معنی وحکم کی جانب لوٹنے والا نہیں ہے۔

اور آمہ کے بعد ایک دوسرا زخم وہ ہے جس کو دامغہ کہتے ہیں۔ جو دماغ تک پہنچنے والا ہو۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ نے اس کو سبب سے بیان نہیں کیا ہے کیونکہ یہ عام طور پر قتل بننے والا ہے۔ اور یہ کوئی ایسی جنایت متقصرہ بھی نہیں ہے کہ اس کے حکم کو الگ بیان کر دیا جائے۔

لغت کے اعتبار سے شجاج چہرے اور سر کے ساتھ خاص ہے۔ اور جو زخم چہرے اور سر کے سوا ہو اس کو جراحت کہتے ہیں۔ اور قول صحیح کے مطابق حکم حقیقت پر مرتب ہونے والا ہے۔ یہاں تک کہ چہرہ اور سر کے سوا پنڈلی اور ہاتھ میں زخم ہے۔ تو اس کیلئے مقرر کردہ دیت ثابت نہ ہوگی۔ پس محض حکومت عدل واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ ارش کا اندازہ توقیفی ہے۔ اور توقیف اسی زخم کا نام ہے جو چہرے اور سر کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں جو حکم وارد ہوا ہے۔ وہ اس عیب کے سبب سے ہے جو کسی زخمی کو زخم کے اثر کے سبب لاحق ہو جاتا ہے۔ اور عیب ان زخموں کے ساتھ خاص ہے۔ جو عام طور پر کھلے رہنے والے ہیں۔ اور کھلے رہنے والے یہی دو اعضاء ہیں۔ یعنی چہرہ اور سر ہیں۔ ان کے سوا کوئی نہیں ہے۔

زہری سے روایت ہے کہ میرے پاس حضرت ابوبکر بن حزم ایک کتاب لے کر آئے جو کہ چمڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھی ہوئی تھی وہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تھی یہ ایک بیان ہے خدا اور اس کے رسول کی جانب سے اے اہل ایمان! تم لوگ اقرار کو پورا کرو (یعنی معاہدات کی پابندی کرو) پھر اس کے بعد چند آیات کریمہ تلاوت فرمائیں پھر فرمایا کہ جان میں ایک سو اونٹ ہیں اور آنکھ میں پچاس اونٹ ہیں اور زخم مغز تک پہنچے اس میں تہائی دیت ہے اور جو پیٹ کے اندر تک پہنچ جائے

اس میں ایک تہائی دیت ہے اور جس سے ہڈی جگہ سے ہل جائے اس میں پندرہ اونٹ ہیں اور انگلیوں میں (دیت) دس دس اونٹ ہیں اور دانتوں میں پانچ پانچ اونٹ دیت ہے اور جس زخم سے ہڈی نظر آنے لگے اس میں دیت پانچ اونٹ ہیں (یعنی زخم ایسا سخت لگ جائے تو اس کی دیت پانچ اونٹ ہیں)۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1160)

4567 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ السُّلَمِيُّ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنِي الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَيْنِ الْقَائِمَةِ السَّادَّةِ لِمَكَانِهَا بِثُلُثِ الدِّيَةِ.

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ نے آنکھ کے بارے میں یہ فیصلہ دیا ہے: اگر وہ اپنی جگہ پر برقرار ہو (صرف بینائی رخصت ہو جائے) تو اس میں ایک تہائی دیت کی ادائیگی لازم ہوگی''۔

موضحہ کے ساتھ قوت سماعت وبصارت کے زوال پر وجوب دیت کا بیان

جب موضحہ کے سبب سے زخمی شخص کی قوت سماعت یا قوت بصارت یا کلام کرنے کی طاقت ختم ہو جائے تو کاٹنے والے پر دیت کے ساتھ ساتھ موضحہ کا ارش بھی واجب ہوگا۔ مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ یہ شیخین کا قول ہے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ شجہ سماعت اور کلام کی دیت میں داخل ہوگا۔ مگر وہ بصر کی دیت میں داخل نہ ہوگا۔ پہلے مسئلہ کی دلیل یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک جنایت میں نفس کے سوا واقع ہے۔ اور فائدہ بھی ایک ساتھ خاص ہے۔ پس یہ اعضائے مختلفہ کے مشابہ ہو جائے گا۔ جبکہ عقل میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ عقل کا نفع تمام اعضاء کی جانب لوٹنے والا ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ سماعت اور کلام یہ دونوں باطنی چیزیں ہیں۔ پس ان میں سے ہر ایک کو عقل پر قیاس کیا جائے گا۔ جبکہ بصارت ایک ظاہری چیز ہے۔ پس اس کو عقل کے ساتھ لاحق نہ کیا جائے گا۔ (ہدایہ کتاب الجنایات، لاہور)

موضحہ کے سبب دونوں آنکھوں کے ختم ہو جانے کا بیان

جب کسی شخص نے کسی بندے کو شجہ موضحہ لگایا ہے جس کے سبب اس کو دونوں آنکھیں ختم ہو گئی ہیں۔ تو امام صاحب کے نزدیک اس پر قصاص واجب نہ ہوگا جبکہ مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ ان دونوں میں دیت واجب ہو۔ صاحبین نے کہا ہے کہ موضحہ میں قصاص ہے جبکہ مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ دونوں آنکھوں میں دیت ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب کسی بندے نے کسی شخص کی انگلی کو اوپر والے جوڑ سے کاٹ دیا ہے اس کے بعد بقیہ ساری انگلیاں یا ہاتھ ضائع ہو گیا ہے۔ تو اس میں سے کسی پر قصاص لازم نہ ہوگا اور مناسب یہ ہے کہ اعلیٰ فصل میں دیت واجب ہو۔ اور بقیہ میں حکومت عدل واجب ہو۔ اور اسی طرح جب کسی شخص کے بعض دانت توڑ دیئے ہیں اور اس کے بعد بقیہ سیاہ ہو گئے

4567- إسناده حسن. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (7015) من طريق الهيثم بن حميد، بهذا الإسناد. ويوافق هذا قضاء عمر بن الخطاب فيما أخرجه عبد الرزاق (17442)، وابن حزم في "المحلى" 10/ 421، والبيهقي 8/ 98 وإسناده صحيح.

ہیں۔ اور اس میں امام محمد علیہ الرحمہ نے کوئی اختلاف نقل نہیں کیا ہے۔ جبکہ مناسب یہ ہے کہ پورے دانت میں دیت واجب ہو۔

اور جب کسی کی بھنوں پر خطاء ایسا موضحہ لگایا کہ بھنوں کے بال گر گئے اور پھر نہ اُگے تو صرف نصف دیت لازم ہوگی۔ اور جب کسی کے سر پر ایسا موضحہ لگایا کہ اس سے سننے یا دیکھنے یا بولنے کے قابل نہ رہا۔ تو اس پر نفس کی دیت کے ساتھ موضحہ کا ارش بھی واجب ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اس زخم سے موت نہ ہوئی ہو، اور اگر موت واقع ہوگئی تو ارش ساقط ہو جائے گا۔ اور عمد کی صورت میں جنایت کرنے والے کے مال سے تین سال میں دیت ادا کی جائے گی اور بصورت خطا عاقلہ پر تین سال میں دیت ہے۔ (شامی ودر مختار ص 513، جلد 5)

اور جب کسی نے کسی کے سر پر ایسا موضحہ عمداً لگایا کہ اس کی بینائی جاتی رہی تو ذہاب بصر اور موضحہ دونوں کی دیتیں واجب ہوں گی۔ (عالمگیری ص 30 جلد 6، در مختار، شامی ص 513، جلد 5، تبیین ص 136، جلد 6، بحر الرائق ص 339 ج 8)

کوئی شخص بڑھاپے کی وجہ سے چندلا ہو گیا تھا۔ اس کے سر پر کسی نے عمداً موضحہ لگایا تو قصاص نہیں لیا جائے گا دیت لازم ہوگی اور اگر زخم لگانے والا بھی چندلا ہے تو قصاص لیا جائے گا۔ (عالمگیری ص 30 جلد 6)

بَابُ دِيَةِ الْجَنِينِ

باب: پیٹ میں موجود بچے کی دیت

4568 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ نَضْلَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، اَنَّ امْرَاَتَيْنِ كَانَتَا تَحْتَ رَجُلٍ مِنْ هُذَيْلٍ، فَضَرَبَتْ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرَى بِعَمُودٍ فَقَتَلَتْهَا، وَجَنِينَهَا، فَاخْتَصَمُوا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: اَحَدُ الرَّجُلَيْنِ: كَيْفَ نَدِي مَنْ لَا صَاحَ، وَلَا اَكَلَ، وَلَا شَرِبَ، وَلَا اسْتَهَلَّ. فَقَالَ: اَسَجْعٌ كَسَجْعِ الْاَعْرَابِ، فَقَضَى فِيهِ بِغُرَّةٍ وَجَعَلَهُ عَلَى عَاقِلَةِ الْمَرْاَةِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: دو خواتین ہذیل قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کی بیویاں تھیں، ان میں سے ایک نے دوسری کو خیمے کی لکڑی ماری اور اس عورت اور اس کے پیٹ میں موجود بچے کو قتل کر دیا، دونوں فریق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، دونوں میں سے ایک نے کہا: میں ایسے بچے کی دیت کیوں ادا کروں، جو چیخ کر رویا نہیں، اس نے کچھ کھایا نہیں، اس نے کچھ پیا نہیں، وہ چلایا نہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دیہاتیوں کی طرح پرتکلف بات کر رہا ہے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں ایک غلام کی ادائیگی کا فیصلہ دیا اور آپ نے اس کی ادائیگی عورت کے خاندان پر لازم

4568- إسناده صحيح. إبراهيم: هو ابن يزيد النخعي، ومنصور: هو ابن المعتمر. وأخرجه مسلم (1682)، وابن ماجه (2633)، والترمذي (1468)، والنسائي في "الكبرى" (6996) و (7001 - 6998) من طرق عن منصور بن المعتمر، بهذا الإسناد. ولفظ ابن ماجه مختصر بلفظ: قضى رسول الله -صلى الله عليه وسلم- بالدية على العاقلة. وهو في "مسند أحمد" (18138)، و"صحيح ابن حبان" (6016).

قرار دی۔

4569 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، وَزَادَ: فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيَةَ الْمَقْتُولَةِ عَلَى عَصَبَةِ الْقَاتِلَةِ، وَغُرَّةً لِمَا فِي بَطْنِهَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ الْحَكَمُ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ

ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں:

"نبی اکرم ﷺ نے مقتول عورت کی دیت، قاتل عورت کے خاندان پر لازم قرار دی، اور مقتول عورت کے پیٹ میں موجود بچے (کی دیت میں) غلام کی ادائیگی کو لازم قرار دیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک اور سند کے ساتھ یہی روایت حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

4570 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَهَارُونُ بْنُ عَبَّادٍ الْأَزْدِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، أَنَّ عُمَرَ، اسْتَشَارَ النَّاسَ فِي إِمْلَاصِ الْمَرْأَةِ، فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ: شَهِدْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَضَى فِيهَا بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ فَقَالَ: ائْتِنِي بِمَنْ يَشْهَدُ مَعَكَ، فَأَتَاهُ بِمُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ، زَادَ هَارُونُ: فَشَهِدَ لَهُ يَعْنِي ضَرْبَ الرَّجُلِ بَطْنَ امْرَأَتِهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: بَلَغَنِي عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ: إِنَّمَا سُمِّيَ إِمْلَاصًا، لِأَنَّ الْمَرْأَةَ تُزْلِقُهُ، قَبْلَ وَقْتِ الْوِلَادَةِ، وَكَذَلِكَ كُلُّ مَا زَلَقَ مِنَ الْيَدِ، وَغَيْرِهِ فَقَدْ مَلِصَ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اس بارے میں مشورہ کیا کہ عورت کے پیٹ میں بچہ مرجائے، تو اس کی دیت کیا ہوگی؟ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا: میں یہ گواہی دیتا ہوں: نبی اکرم ﷺ نے ایسی صورتحال میں ایک غلام یا کنیز کی ادائیگی کا فیصلہ دیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کوئی گواہ پیش کرو جو تمہاری تائید کرے؟ تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو وہ ساتھ لے کر آئے۔

ہارون نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: انہوں نے بھی گواہی دی کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کے پیٹ پر ضرب لگائے (اور اس کے پیٹ میں موجود بچہ ضائع ہو جائے، تو) یہی حکم ہوگا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوعبید کے حوالے سے مجھے یہ بات پہنچی ہے، اسے املاص کا نام اس لیے دیا گیا ہے، کیونکہ عورت ولادت کے وقت سے پہلے بچے کو نکال دیتی ہے، اس لیے ہاتھ سے گرنے والی ہر چیز کو یہ کہا جاتا ہے: وہ پھسل گئی۔

4571 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ عُمَرَ، بِمَعْنَاهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عُمَرَ قَالَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

4572 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعُودٍ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ طَاوُسًا، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ، أَنَّهُ سَأَلَ عَنْ قَضِيَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ فَقَامَ حَمَلُ بْنُ مَالِكِ بْنِ النَّابِغَةِ فَقَالَ: كُنْتُ بَيْنَ امْرَأَتَيْنِ فَضَرَبَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِمِسْطَحٍ فَقَتَلَتْهَا وَجَنِينَهَا، فَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنِينِهَا بِغُرَّةٍ وَأَنْ تُقْتَلَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ: الْمِسْطَحُ: هُوَ الصَّوْبَجُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: الْمِسْطَحُ: عُودٌ مِنْ أَعْوَادِ الْخِبَاءِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بارے میں دریافت کیا، تو حضرت حمل بن مالک رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، انہوں نے کہا: میری دو بیویاں تھیں، ان میں سے ایک نے دوسری کو لکڑی مار کر، اسے اور اس کے پیٹ میں موجود بچے کو قتل کر دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کے بارے میں ایک غلام یا کنیز کی ادائیگی کا فیصلہ دیا اور یہ حکم دیا: اس عورت کو قتل کر دیا جائے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نضر بن شمیل بیان کرتے ہیں: مسطح اس لکڑی کو کہتے ہیں: جس کے ذریعے تندور سے روٹی نکالی جاتی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوعبید کہتے ہیں: مسطح خیمے کی لکڑی کو کہتے ہیں۔

4573 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، قَالَ: قَامَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ لَمْ يَذْكُرْ وَأَنْ تُقْتَلَ زَادَ: بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ، قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: اللهُ أَكْبَرُ لَوْ لَمْ أَسْمَعْ بِهٰذَا لَقَضَيْنَا بِغَيْرِ هٰذَا،

❀❀ طاؤس بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے، اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے، تاہم اس میں یہ ذکر نہیں کیا: کہ اس عورت کو قتل کر دیا گیا تھا، انہوں نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: تاوان کی ادائیگی کا فیصلہ دیا، جو غلام یا کنیز ہوگی۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اکبر! اگر میں نے یہ روایت نہ سنی ہوتی، تو میں اس کے علاوہ کوئی اور فیصلہ دیتا۔

4574 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ التَّمَّارُ، أَنَّ عَمْرَو بْنَ طَلْحَةَ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قِصَّةِ حَمَلِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: فَأَسْقَطَتْ غُلَامًا قَدْ نَبَتَ شَعْرُهُ مَيِّتًا، وَمَاتَتِ الْمَرْأَةُ، فَقَضَى عَلَى الْعَاقِلَةِ الدِّيَةَ، فَقَالَ عَمُّهَا: إِنَّهَا قَدْ أَسْقَطَتْ يَا نَبِيَّ اللهِ غُلَامًا قَدْ نَبَتَ شَعْرُهُ، فَقَالَ أَبُو الْقَاتِلَةِ: إِنَّهُ كَاذِبٌ، إِنَّهُ وَاللهِ مَا اسْتَهَلَّ، وَلَا شَرِبَ وَلَا أَكَلَ، فَمِثْلُهُ يُطَلُّ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَسَجْعَ الْجَاهِلِيَّةِ وَكَهَانَتَهَا، أَدِّ فِي الصَّبِيِّ غُرَّةً قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كَانَ اسْمُ إِحْدَاهُمَا مُلَيْكَةَ وَالْأُخْرَى أُمَّ غُطَيْفٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت حمل بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں: اس عورت نے ایک لڑکے کو جنم دیا، جس کے بال اُگ چکے تھے، لیکن وہ مردہ تھا، پھر اس عورت کا بھی انتقال ہو گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خاندان پر دیت کی ادائیگی لازم قرار دی، (مقتول عورت کے) چچا نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! اس عورت ایسے بچے کو جنم دیا، جس کے بال اُگ چکے تھے، تو قتل کرنے والی عورت کے باپ نے کہا: یہ جھوٹ بول رہا ہے، اللہ کی قسم! نہ تو وہ بچہ چلا کر رویا، نہ اس نے کچھ پیا، نہ کچھ کھایا، ایسا خون رائیگاں جاتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا زمانہ جاہلیت کی طرح اور کاہنوں کی طرح پر تکلف بات چیت کر رہے ہو؟ تم اس بچے کے تاوان میں ایک غلام (یا کنیز) ادا کرو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ان دونوں خواتین میں سے ایک کا نام ملیکہ اور دوسری کا نام اُمِ غطیف تھا۔

4575 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا مُجَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ امْرَأَتَيْنِ مِنْ هُذَيْلٍ قَتَلَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا زَوْجٌ وَوَلَدٌ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيَةَ الْمَقْتُولَةِ عَلَى عَاقِلَةِ الْقَاتِلَةِ، وَبَرَّأَ زَوْجَهَا وَوَلَدَهَا، قَالَ: فَقَالَ عَاقِلَةُ الْمَقْتُولَةِ: مِيرَاثُهَا لَنَا، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا، مِيرَاثُهَا لِزَوْجِهَا وَوَلَدِهَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہذیل قبیلے سے تعلق رکھنے والی دو خواتین میں سے ایک نے دوسری کو قتل کر دیا، ان میں سے ہر ایک کا شوہر بھی تھا، اور اولاد بھی تھی، راوی کہتے ہیں: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول عورت کی دیت کی ادائیگی قاتل عورت کے خاندان پر لازم قرار دی، آپ نے اس عورت کے شوہر اور بچوں کو اس سے لاتعلق قرار دیا۔

راوی کہتے ہیں: تو مقتول عورت کے خاندان نے کہا: کیا اس کی وراثت ہمیں ملے گی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں! اس کی وراثت اُس کے شوہر اور بچوں کو ملے گی۔

4576 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَيَانٍ، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ فَقَتَلَتْهَا، فَاخْتَصَمُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

4576- إسناده صحيح. أبو سلمة: هو ابن عبد الرحمن بن عوف، وابن شهاب: هو محمد بن مسلم الزهري، ويونس: هو ابن يزيد الأيلي، وابن وهب: هو عبد الله، وابن السرح: هو أحمد بن عمرو بن عبد الله المصري. وأخرجه مطولاً ومختصراً البخاري (6910)، ومسلم (1681)، والنسائي في "الكبرى" (6993) من طريق عبد الله بن وهب، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (5758) من طريق عبد الرحمن بن خالد، عن ابن شهاب، عن أبي سلمة وحده، به. وهو في "مسند أحمد" (7217) و (10916)، و"صحيح ابن حبان" (6020).

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيَةَ جَنِينِهَا غُرَّةً عَبْدٍ أَوْ وَلِيدَةٍ، وَقَضَى بِدِيَةِ الْمَرْأَةِ عَلَى عَاقِلَتِهَا، وَوَرَّثَهَا وَلَدَهَا وَمَنْ مَعَهُمْ. فَقَالَ حَمَلُ بْنُ مَالِكِ بْنِ النَّابِغَةِ الْهُذَلِيُّ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ أُغْرَمُ دِيَةَ مَنْ لَا شَرِبَ وَلَا أَكَلَ، لَا نَطَقَ وَلَا اسْتَهَلَّ، فَمِثْلُ ذَلِكَ يُطَلُّ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا هَذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُهَّانِ مِنْ أَجْلِ سَجْعِهِ الَّذِي سَجَعَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہذیل قبیلے سے تعلق رکھنے والی دو عورتیں لڑ پڑیں، ان میں سے ایک نے دوسری کو پتھر مار کر قتل کر دیا، وہ لوگ اپنا مقدمہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا، اس عورت کے پیٹ میں موجود بچے کی دیت میں ایک غلام یا کنیز کو تاوان کے طور پر ادا کیا جائے گا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا کہ عورت کی دیت اس کا خاندان ادا کرے گا، اور اس کے وارث اس کی اولاد اس کے ساتھ کے دیگر رشتہ دار ہوں گے، اس پر حضرت حمل بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں ایسے بچے کی دیت کیسے ادا کروں؟ جس نے کچھ پیا نہیں، کچھ کھایا نہیں، کچھ بولا نہیں، چیخ کر رویا نہیں، اس طرح کا خون تو رائیگاں جاتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کاہنوں کا بھائی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پر تکلف گفتگو کرنے کی وجہ سے یہ بات ارشاد فرمائی۔

4577 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ، قَالَ: ثُمَّ إِنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ، فَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنَّ مِيرَاثَهَا لِبَنِيهَا، وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلَى عَصَبَتِهَا

یہی واقعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عورت پر تاوان کی ادائیگی کو لازم قرار دیا تھا، اس کا بھی انتقال ہو گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا کہ اس کی وراثت اس کے بچوں کو ملے گی، اور دیت کی ادائیگی اُس کے خاندان والوں پر لازم ہوگی۔

4578 - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ امْرَأَةً خَذَفَتِ امْرَأَةً فَأَسْقَطَتْ، فَرُفِعَ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ فِي وَلَدِهَا خَمْسَ مِائَةِ شَاةٍ، وَنَهَى يَوْمَئِذٍ عَنِ الْخَذْفِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا الْحَدِيثُ خَمْسَ مِائَةِ شَاةٍ وَالصَّوَابُ مِائَةُ شَاةٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَكَذَا قَالَ عَبَّاسٌ، وَهُوَ وَهْمٌ

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک عورت نے دوسری عورت کو پتھر مار کر اس کے پیٹ میں موجود بچے کو ضائع کر دیا، یہ مقدمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے بچے کی دیت میں 500 بکریوں کی ادائیگی لازم قرار دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن پتھر مارنے سے منع کر دیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: روایت میں اسی طرح 500 بکریاں ہیں، لیکن درست یہ ہے: ایک سو بکریوں کی ادائیگی لازم قرار دی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عباس نامی راوی نے اسی طرح بیان کیا ہے، اور یہ وہم ہے۔

4579 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنِينِ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ، أَوْ فَرَسٍ، أَوْ بَغْلٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَخَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، لَمْ يَذْكُرَا أَوْ فَرَسٍ أَوْ بَغْلٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ میں موجود بچے کے ضائع کرنے پر جرمانے کے طور پر ایک غلام یا کنیز یا گھوڑا یا خچر کی ادائیگی کا فیصلہ دیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں راویوں نے گھوڑے اور خچر کا ذکر نہیں کیا۔

4580 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الْعَوَقِيُّ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، وَجَابِرٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: الْغُرَّةُ خَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ رَبِيعَةُ: الْغُرَّةُ: خَمْسُونَ دِينَارًا

امام شعبی بیان کرتے ہیں: غلام کی قیمت 500 درہم ہوگی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ربیعہ کہتے ہیں: غلام کی قیمت 50 دینار ہوگی۔

شرح

ربیعہ بن ابوعبدالرحمن کہتے تھے کہ غلام یا لونڈی کی قیمت جو پیٹ کے بچے کی دیت میں دی جائے پچاس دینار ہونے چاہئے یا چھ سو درہم اور عورت مسلمان آزاد کی دیت پانچ سو دینار ہیں یا چھ ہزار درہم۔

کہا مالک نے آزاد عورت کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کی دیت عورت کی دیت کا دسواں حصہ ہے اور وہ پچاس دینار ہے یا چھ سو درہم اور یہ دیت پیٹ کے بچے میں اس وقت لازم آتی ہے جب کہ وہ پیٹ سے نکل پڑے مردہ ہو کر میں نے کسی کو اس میں اختلاف کرتے نہیں سنا اگر پیٹ سے زندہ نکل کر مر جائے تو پوری دیت لازم ہوگی۔

کہا مالک نے جنین یعنی پیٹ کے بچے کی زندگی اس کے رونے سے معلوم ہوگی اگر رو کر مر جائے تو پوری دیت لازم آئے گی

4579- وأخرجه ابن ماجه (2639) من طريق محمد بن بشر، والترمذي (1469) من طريق ابن أبي زائدة، كلاهما عن محمد بن عمرو، به ولم يذكر الفرس والبغل. وهو في "مسند أحمد" (9655) عن يحيى بن سعيد القطان، و(10467) عن يزيد بن هارون كلاهما عن محمد بن عمرو. وليس في روايتهما ذكر الفرس والبغل. وأخرجه البخاري (5758) و (5759) و (6904)، ومسلم (1681)، والنسائي في "الكبرى" (6994)

اور لونڈی کے جنین میں اس لونڈی کی قیمت کا دسواں حصہ دینا ہوگا۔

کہا مالک نے اگر ایک عورت حاملہ نے کسی مرد یا عورت کو مار ڈالا تو اس سے قصاص نہ لیا جائے گا جب تک وضع حمل نہ ہو اگر عورت حاملہ کو کسی نے مار ڈالا عمداً یا خطاء تو اس کے جنین کی دیت واجب نہ ہوگی بلکہ اگر عمداً مارا ہے تو قاتل قتل کیا جائے گا اور اگر خطاء مارا ہے تو قاتل کے عاقلہ پر عورت کی دیت واجب ہوگی۔ سوال ہوا مالک سے اگر کسی نے یہودیہ یا نصرانیہ کے جنین کو مار ڈالا تو جواب دیا کہ اس کی ماں کی دیت کا دسواں حصہ دینا ہوگا۔ (موطا امام مالک)

اسقاط حمل کے سبب وجوب غرہ کا بیان

جب کسی شخص نے ایک عورت کے پیٹ پر مارا ہے اور اس عورت نے جنین کو گرا دیا ہے تو اس پر ایک غرہ واجب ہو جائے گا۔ اور یہ غرہ دیت کے عشر کا آدھا ہے۔ مصنف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ مرد کی دیت مذکر میں ہے اور مؤنث میں عورت کی دیت کا عشر واجب ہے۔ اور دونوں میں سے ہر ایک پانچ سو دراہم ہیں۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ کیونکہ جنین کی زندگی یقینی نہیں ہے۔ اور ظاہری حالت حقدار بننے کی صلاحیت رکھنے والی نہیں ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جنین میں غرہ واجب ہے۔ یعنی وہ غلام یا باندی جس کی قیمت پانچ سو دراہم ہو۔ اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ''یا پانچ سو دراہم'' پس اس اثر کے سبب ہم نے قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔ اور یہی حدیث اس شخص کے خلاف حجت ہے۔ جس نے چھ سو دراہم کی مقدار کو مقرر کیا ہے۔ جس کو امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے بھی اختیار کیا ہے۔

ہمارے نزدیک یہ غرہ پانچ سو دراہم کا ہے تو یہ عاقلہ پر واجب ہے۔ جبکہ امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک قاتل کے مال سے واجب ہے۔ کیونکہ یہ جزء کا بدلہ ہی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عاقلہ پر غرہ کا فیصلہ کیا ہے۔ کیونکہ غرہ جان کا بدلہ ہے۔ اسی سبب سے آپ ﷺ نے اس کو دیت کا نام دے کر اس طرح کہا ہے کہ وہ اس کی دیت ادا کریں۔ تو اس پر عاقلہ نے کہا ہے کہ کیا ہم ادا کریں ایسے جنین کی دیت جس نے نہ کوئی آواز نکالی اور نہ وہ رویا ہے۔ لیکن عواقل پانچ سو دراہم سے کم دیت ادا نہیں کیا کرتے۔

(ہدایہ، کتاب الجنایات، لاہور)

اور جب کسی نے کسی حاملہ عورت کو ایسا مارا، یا ڈرایا، یا دھمکایا، یا کوئی ایسا فعل کیا جس کی وجہ سے ایسا مرا ہوا بچہ ساقط ہوا جو آزاد تھا۔ اگرچہ اس کے اَعضاء کی خِلقت مکمل نہیں ہوئی تھی بلکہ صرف بعض اَعضاء ظاہر ہوئے تھے تو مارنے والے کے عاقلہ پر مرد کی دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ سو درہم ایک سال میں واجب الادا ہوں گے۔ ساقط شدہ بچہ مذکر ہو یا مؤنث اور ماں مسلمہ ہو یا کتابیہ یا مجوسیہ، سب کا ایک ہی حکم ہے۔

(شامی و درمختار ص 516 جلد 5، تبیین الحقائق ص 139 ج 6، عالمگیری ص 34 جلد 6، بحر الرائق ص 341 جلد 8، فتح القدیر ص 324 جلد 8، مبسوط ص 87 جلد 26)

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ کے بچہ میں جو اپنی ماں کے پیٹ میں مارا

بچے ایک غرہ (یعنی ایک غلام یا باندی دینے کا) حکم فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس پر حکم فرمایا اس نے کہا کہ اس کا میں کس طریقہ سے تاوان ادا کروں کہ جس نے نہ تو کھایا اور نہ ہی پیا اور نہ اس نے شور مچایا نہ گفتگو کی۔ ایسے کا خون تو لغو ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ارشاد فرمایا یہ تو کاہن ہے (یعنی کاہنوں جیسی باتیں بنا رہا ہے)۔

(سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1124)

غرہ کے ایک سال یا تین سال میں وجوب پر فقہی اختلاف کا بیان

غرہ ایک سال میں واجب ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ تین سال میں واجب ہوگا۔ کیونکہ وہ جان کا بدلہ ہے اسی سبب سے غرہ جنین کے وارثوں کے درمیان بطور میراث تقسیم کیا جاتا ہے۔

ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو محمد بن حسن سے روایت کی گئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث ملی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاقلہ پر ایک سال میں غرہ واجب کیا ہے۔ کیونکہ جب الگ جان ہونے کی وجہ سے غرہ جان کا بدلہ ہے تو ماں کے اتصال کے سبب وہ اس کا عضو ہوگا۔ پس وراثت کے حق میں ہم نے پہلی مشابہت پر عمل کیا ہے۔ اور ایک سال تک کی مہلت میں ہم نے دوسری مشابہت پر عمل کیا ہے۔ اس لئے کہ جب عضو کا بدلہ تہائی دیت یا اس سے کم ہو اور وہ نصف عشر سے زائد ہو تو وہ ایک سال میں واجب ہوا کرتا ہے۔ جبکہ دیت کے اجزاء میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ دیت کا ہر ہر حصہ جس بندے پر واجب ہوتا ہے وہ تین سالوں میں واجب ہوتا ہے۔ اور اس میں مذکر و مؤنث دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ ہماری روایت کردہ حدیث میں اطلاق ہے۔ کیونکہ انسانیت کے حکم میں تفاوت کے سبب دو زندہ آدمیوں میں فرق ظاہر ہوجاتا ہے۔ جبکہ جنین میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پس اس کی دیت ایک ہی مقدار کے مطابق لازم ہوگی۔ اور وہ پانچ سو دراہم ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ربیعہ بن ابو عبدالرحمن کہتے تھے کہ غلام یا لونڈی کی قیمت جو پیٹ کے بچے کی دیت میں دی جائے پچاس دینار ہونے چاہئے یا چھ سو درہم اور عورت مسلمان آزاد کی دیت پانچ سو دینار ہیں یا چھ ہزار درہم۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ آزاد عورت کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کی دیت عورت کی دیت کا دسواں حصہ ہے اور وہ پچاس دینار ہے یا چھ سو درہم اور یہ دیت پیٹ کے بچے میں اس وقت لازم آتی ہے جب کہ وہ پیٹ سے نکل پڑے مردہ ہوکر میں نے کسی کو اس میں اختلاف کرتے نہیں سنا اگر پیٹ سے زندہ نکل کر مرجائے تو پوری دیت لازم ہوگی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جنین یعنی پیٹ کے بچے کی زندگی اس کے رونے سے معلوم ہوگی اگر رو کر مرجائے تو پوری دیت لازم آئے گی اور لونڈی کے جنین میں اس لونڈی کی قیمت کا دسواں حصہ دینا ہوگا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک عورت حاملہ نے کسی مرد یا عورت کو مار ڈالا تو اس سے قصاص نہ لیا جائے گا جب تک وضع حمل نہ ہو اگر عورت حاملہ کو کسی نے مار ڈالا عمداً یا خطاءً تو اس کے جنین کی دیت واجب نہ ہوگی بلکہ اگر عمداً مارا ہے تو قاتل قتل کیا جائے گا اور اگر خطاء مارا ہے تو قاتل کے عاقلہ پر عورت کی دیت واجب ہوگی۔ سوال ہوا مالک سے اگر کسی نے یہودیہ یا نصرانیہ کے جنین کو مار ڈالا تو جواب دیا کہ اس کی ماں کی دیت کا دسواں حصہ دینا ہوگا۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1425)

زندہ بچہ جننے کے بعد اس کے مرجانے کا بیان

جب کسی عورت نے زندہ بچے کو جنم دیا ہے اور اس کے بعد وہ فوت ہو گیا ہے تو اس میں پوری دیت واجب ہوگی کیونکہ مارنے والے نے پہلے ماری گئی ضرب کے سبب ایک زندہ جان کو ہلاک کیا ہے۔ اور جب مردہ بچے کو جنم دے کر ماں فوت ہو گئی ہے تو مارنے والے پر ماں کے قتل کے سبب دیت واجب ہو جائے گی۔ اور بچے کو گرانے کے سبب غرہ واجب ہو جائے گا۔ اور درست یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں دیت اور غرہ کا فیصلہ کیا ہے۔

اور جب مارنے کے سبب سے ماں فوت ہو گئی ہے اور اس کے بعد جنین کو زندہ نکالا گیا ہے اور اس کے بعد وہ بھی فوت ہو گیا ہے تو مارنے والے پر ماں اور جنین دونوں کی دیت لازم ہو جائے گی۔ کیونکہ مارنے والے دو جانوں کا قتل کیا ہے۔

اور جب ماں فوت ہو گئی ہے اور اس کے بعد اس نے مردہ جنین کو جنم دیا ہے تو مارنے والے پر ماں کی دیت اور جنین میں کچھ واجب نہ ہوگا۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے جنین میں غرہ واجب ہوگا۔ کیونکہ ظاہر ہونے والا یہی ہے۔ اس لئے کہ جنین کی موت ضرب سے واقع ہونے والی ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا۔ جس طرح ماں نے جنین کو مردہ جنم دیا ہے۔ اور ماں زندہ ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ماں کی موت بچے کی موت کے دو اسباب میں سے ایک ہے۔ کیونکہ ماں کے مرنے کے سبب بچے کا دم گھٹ گیا تھا۔ کیونکہ بچہ ماں کے سانس لینے کے سبب سانس لینے والا ہے۔ پس شک کے سبب ضمان لازم نہ ہوگا۔

اگر مذکورہ اسباب کی بناء پر دو مردہ بچے ساقط ہوئے تو دو غرے یعنی ایک ہزار درہم عاقلہ پر واجب ہوں گے۔ اور اگر ایک زندہ پیدا ہو کر مر گیا اور دوسرا مردہ پیدا ہوا تو زندہ پیدا ہونے والے کی دیت نفس اور مردہ پیدا ہونے والے کا غرہ یعنی پانچ سو درہم عاقلہ پر ہیں اور اگر ماں مر گئی پھر دو 2 مردہ بچے پیدا ہوئے تو صرف ماں کی دیت نفس عاقلہ پر واجب ہوگی اور اگر ماں کے مرنے کے بعد دو 2 بچے زندہ پیدا ہو کر مر گئے تو عاقلہ پر تین دیتیں واجب ہوں گی اور اگر ایک مردہ بچہ ماں کی موت سے پہلے خارج ہوا اور دوسرا مردہ بچہ ماں کی موت کے بعد تو پہلے پیدا ہونے والے کا غرہ اور ماں کی دیت نفس عاقلہ پر ہے اور بعد میں پیدا ہونے والے کا کچھ نہیں۔ (شامی ص 517 جلد 5، عالمگیری ص 35 جلد 6، مبسوط ص 90 جلد 26)

اگر ماں کی موت کے بعد زندہ بچہ ساقط ہو کر مر گیا تو ماں اور بچہ دونوں کی دو دیتیں عاقلہ پر واجب ہیں۔

(درمختار و شامی ص 518 جلد 5، مبسوط ص 90 جلد 26، عالمگیری ص 35 جلد 6، قاضی خان ص 393 جلد 4)

جنین میں واجب ہونے والے غرہ کا میراث میں تقسیم ہو جانے کا بیان

جنین میں جو غرہ واجب ہوا ہے وہ اس کی میراث میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ غرہ جنین کی جان کا بدلہ ہے۔ پس اس کے وارث اس کے غرہ کے بھی وارث بن جائیں گے۔ اور مارنے والا اس کا وارث نہ بن سکے گا۔ حتیٰ کہ جب کسی بندے نے اپنی بیوی کے پیٹ پر مارا ہے۔ اور اس نے مارنے والے کے مردہ بیٹے کو جنم دیا ہے تو باپ کی عاقلہ پر غرہ واجب ہے۔ مگر وہ اس میں وارث نہ ہوگا کیونکہ وہ ناحق قاتل ہے۔ اور قاتل کو میراث نہیں ملا کرتی۔

اور جب باندی کے جنین میں جب وہ مذکر ہو تو اس کی قیمت کا نصف عشر واجب ہے۔ اور جب وہ زندہ ہے اور مؤنث ہے تو

اس کی قیمت کا عشر واجب ہوگا۔
حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس میں ماں کی قیمت کا عشر واجب ہے۔ کیونکہ جنین ایک طرح ماں کا حصہ ہے۔ اور اجزاء کی ضمان کی مقدار اجزاء کے اصل سے لی جاتی ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ ضمان جنین کی جان کا بدلہ ہے۔ کیونکہ طرف کا ضمان اس وقت واجب ہوتا ہے جب اصل کا نقصان ظاہر ہو جائے۔ جبکہ جنین کے ضمان میں اصل کے نقصان کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔ پس یہ ضمان جنین کی جان کا بدلہ ہے۔ پس اس کو جنین کی جان کی مقدار کے برابر مقرر کیا جائے گا۔
حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب ماں کی واقع ہو جائے تو اس مسئلہ کو بہائم پر قیاس کرتے ہوئے نقصان کا ضمان واجب کر دیا جائے گا۔ اور یہ اس سبب سے ہے کہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک غلام کے قتل کا ضمان مال کا ضمان ہے۔ جس طرح اس کو ہم ان شاء اللہ بیان کریں گے۔ پس امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قانون کے مطابق یہ قیاس درست ہوا۔
اسقاط کی ان سب صورتوں میں جن میں جنین کا غرہ یا دیت لازم ہوگی وہ جنین کے ورثاء میں تقسیم کی جائے گی۔ اور اس کی ماں بھی اس کی وارث ہوگی، ساقط کرنے والا وارث نہیں ہوگا۔ (درمختار و شامی ص518 ج5 تبیین الحقائق ص141 ج6، عالمگیری ص34 ج6، بحر الرائق ص342 جلد8، فتح القدیر ص328 ج8، بدائع صنائع ص326 ج7، مبسوط ص90 ج26)

ماری گئی باندی کے حمل کو آزاد کر دینے کا بیان

جب باندی کو مار دیا گیا ہے اور اس کے آقا نے اس کے پیٹ میں موجود حمل کو آزاد کر دیا ہے اور اس کے بعد اس باندی نے زندہ جنین کو جنم دیا ہے اور اس کے بعد وہ فوت ہو گیا ہے اور اس میں زندہ جنین کی قیمت واجب ہو جائے گی۔ وہ جنین خواہ آزادی کے بعد فوت ہوا ہے۔ کیونکہ مارنے والے نے سابقہ ضرب سے جنین کو قتل کیا ہے۔ اور اس وقت وہ آزادی کی حالت میں تھا۔ پس قیمت واجب ہوگی۔ اور دیت واجب نہ ہوگی۔ اور زندہ ہونے کے اعتبار سے اس جنین کی قیمت واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ ضارب نے اس کو اس حالت میں قتل کیا ہے کہ وہ زندہ تھا۔ پس ہم سبب اور تلف ان دونوں احوال پر غور و فکر کیا ہے۔
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ شیخین کا موقف ہے۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک جنین کی قیمت واجب ہو جائے گی۔ جو اس کے مضروب و غیر مضروب کے درمیان ہے۔ کیونکہ آزادی سرایت کو روکنے والی ہے۔
اگر حاملہ باندی کو ڈرایا، دھمکایا، یا ایسا مارا کہ اس کا ایسا حمل ساقط ہو گیا جو زندہ پیدا ہوتا تو غلام ہوتا تو اس کے زندہ رہنے کی صورت میں اس کی جو قیمت ہوتی مذکر میں اس کی قیمت کا بیسواں اور مؤنث میں قیمت کا دسواں مارنے والے کے مال میں نقد لازم آئے گا۔ (درمختار و شامی ص518 ج5، عالمگیری ص35 ج6، بحر الرائق ص342 ج8 تبیین الحقائق ص140 جلد6، فتح القدیر ص328 ج8)
اگر مذکورہ بالا صورت میں مذکر و مؤنث ہونے کا پتہ نہ چلے تو جس کی قیمت کم ہوگی وہ لازم ہوگی اور اگر باندی کے مالک اور ضارب (1) میں ساقط شدہ حمل کی قیمت کی تعیین میں اختلاف ہو تو ضارب کی بات مانی جائے گی۔
(شامی ص518 جلد5، عالمگیری ص35 جلد6، عنایہ ص328 جلد8)
اگر مذکورہ بالا صورت میں زندہ بچہ پیدا ہوا جس سے باندی میں کوئی نقص پیدا ہو کر اس کی قیمت گھٹ گئی تو ضارب پر جنین کی

قیمت لازم ہوگی اور یہ قیمت اگر باندی کی قیمت میں جو کمی واقع ہوئی اس سے کم ہو تو اس کمی کو جنین کی قیمت میں اضافہ کرکے پورا کر دیا جائے گا۔ (درمختار وشامی ص518، جلد5)

مذکورہ بالا صورت میں باندی کے مردہ حمل گرا پھر باندی بھی مرگئی تو ضارب پر باندی کی قیمت تین سال میں واجب الادا ہوگی۔ (عالمگیری ص35 جلد6)

مذکورہ بالا صورت میں ضرب کے بعد مولیٰ نے حمل کو آزاد کردیا۔ اس کے بعد زندہ بچہ پیدا ہوکر مرگیا تو اس بچے کے زندہ ہونے کی صورت میں جو قیمت ہوتی وہ ضارب پر لازم ہوگی۔

(عالمگیری ص35 جلد6، درمختار وشامی ص518 جلد5، تبیین ص141 ج6، بحرالرائق ص343 ج8، فتح القدیر ص329 ج8)

کسی نے غیر کی باندی سے زنا کیا جس سے وہ حاملہ ہوگئی پھر زانی اور اس کی بیوی نے کوئی تدبیر کرکے حمل گرادیا اس سے باندی مرگئی تو باندی کی قیمت، اور اگر حمل مردہ ساقط ہوا تھا تو غرہ اور اگر ساقط ہوکر مرا تو اس کی پوری قیمت واجب ہوگی اور اگر مضغہ تھا تو کچھ نہیں۔ (بحرالرائق ص322 جلد8)

جنین کے کفارہ وعدم کفارہ میں فقہی اختلاف کا بیان

احناف کے نزدیک جنین میں کوئی کفارہ نہیں ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک جنین میں کفارہ ہے۔ کیونکہ جنین بھی ایک طرح سے جان ہے۔ پس احتیاط کے سبب اس میں کفارہ واجب ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ کفارے میں سزا کا معنی ہوتا ہے۔ اور سزا مطلق جانوں میں سمجھی گئی ہے۔ پس وہ ان سے متعدی ہونے والی نہیں ہے۔ پس اسی سبب سے پورا بدل واجب نہ ہوگا۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ البتہ جس وقت مارنے والا چاہے کیونکہ وہ ایک ممنوع چیز کا ارتکاب کرنے والا ہے۔ مگر جب کفارے کے ذریعے سے اس نے اللہ کا قرب حاصل کرلیا ہے۔ تو اس کیلئے یہی بہتر ہوگا۔ اور وہ اپنے عمل کردہ کی معافی ہے۔

اور ایسا جنین جس کے کچھ اعضاء ظاہر ہوچکے ہیں۔ اور مذکورہ تمام احکام میں مکمل جنین کے حکم میں ہوگا۔ کیونکہ ہماری روایت کردہ حدیث مطلق ہے۔ کیونکہ وہ جنین ام ولد ہونے کے حق میں اور عدت کے گزر جانے اور نفاس کے حق میں ولد بن چکا ہے۔ پس ان احکام میں بھی وہ ولد بن جائے گا۔ کیونکہ اسی مقدار کے سبب جنین خون بستہ اور دوسرے خون سے الگ ہونے والا ہے۔ پس وہ ایک جان بن جائے گی۔

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جنین کے اتلاف میں کفارہ نہیں ہے اور جس حمل میں بعض اعضا بن چکے ہوں اس کا حکم تام الخلقت کی طرح ہے۔ (بحرالرائق ص343، جلد8، فتح القدیر ص329، جلد8، تبیین الحقائق ص141، جلد6)

اور اگر ایسے مضغہ کا اسقاط کیا جس میں اعضا نہیں بنے تھے اور معتبر دائیوں نے یہ شہادت دی کہ یہ مضغہ بچہ بننے کے قابل ہے اگر باقی رہتا تو انسانی صورت اختیار کرلیتا تو اس میں حکومتِ عدل ہے۔ (شامی ص519، جلد5)

بَابٌ فِيْ دِيَةِ الْمُكَاتَبِ

باب: مکاتب غلام کی دیت

4581- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ هِشَامٍ، وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ الصَّوَّافُ، جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِي دِيَةِ الْمُكَاتَبِ يُقْتَلُ يُودَى مَا أَدَّى، مِنْ مُكَاتَبَتِهِ دِيَةَ الْحُرِّ وَمَا بَقِيَ دِيَةَ الْمَمْلُوكِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: قتل ہو جانے والے مکاتب غلام کی دیت کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا ہے: وہ اپنی کتابت کی رقم میں سے، جتنے حصے کی ادائیگی کر چکا ہو، اس حساب سے آزاد شخص کی دیت ہو گی، اور جو ادائیگی اس کے ذمے باقی ہو، اس حساب سے غلام کی دیت کی ادائیگی لازم ہوگی۔

4582- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَصَابَ الْمُكَاتَبُ حَدًّا، أَوْ وَرِثَ مِيرَاثًا يَرِثُ عَلَى قَدْرِ مَا عَتَقَ مِنْهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرْسَلَهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، وَإِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعَلَهُ إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ قَوْلَ عِكْرِمَةَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب مکاتب غلام پر حد جاری ہو جائے، یا وہ کسی کا وارث بن رہا ہو، تو وہ اتنے حصے کا وارث بنے گا، جتنا حصہ آزاد ہوا ہے"۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

جبکہ بعض اسناد کے ہمراہ یہ عکرمہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل راویت کے طور پر منقول ہے۔

اسماعیل بن علیہ نے اسے عکرمہ کے اپنے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔

بَابٌ فِيْ دِيَةِ الذِّمِّيِّ

باب: ذمی کی دیت

4583- حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ

عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: دِيَةُ الْمُعَاهِدِ نِصْفُ دِيَةِ الْحُرِّ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، مِثْلَهُ.

❁❁ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''ذمی کی دیت آزاد شخص کی دیت کا نصف ہوگی''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُقَاتِلُ الرَّجُلَ فَيَدْفَعُهُ عَنْ نَفْسِهِ

باب: جو شخص کسی دوسرے پر حملہ کردے، اور دوسرا شخص اپنا دفاع کرتے ہوئے اسے نقصان پہنچائے

4584 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَاتَلَ أَجِيرٌ لِي رَجُلًا فَعَضَّ يَدَهُ فَانْتَزَعَهَا، فَنَدَرَتْ ثَنِيَّتُهُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَهْدَرَهَا، وَقَالَ: أَتُرِيدُ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ فِي فِيكَ تَقْضَمُهَا كَالْفَحْلِ؟ قَالَ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَهْدَرَهَا، وَقَالَ: بَعِدَتْ سِنُّهُ

❁❁ صفوان بن یعلی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

''میرے ایک مزدور نے ایک شخص کے ساتھ جھگڑا کیا، اس نے اس کے ہاتھ پر کاٹا، اس نے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کے سامنے والے دانت ٹوٹ گئے، وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، نبی اکرم ﷺ نے اس کے نقصان کو رائیگاں قرار دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم یہ چاہتے تھے؟ کہ وہ اپنا ہاتھ تمہارے منہ میں رہنے دیتا، تاکہ تم اسے اونٹ کی طرح چبا دیتے۔

ایک سند کے ساتھ یہ بات منقول ہے: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اسے رائیگاں قرار دیا تھا، اور یہ فرمایا تھا: اس کا دانت ضائع ہوگیا۔

4585 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ وَعَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ، بِهَذَا زَادَ ثُمَّ قَالَ: يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَاضِّ إِنْ شِئْتَ أَنْ تُمَكِّنَهُ مِنْ يَدِكَ فَيَعَضَّهَا ثُمَّ تَنْزِعُهَا مِنْ فِيهِ وَأَبْطَلَ دِيَةَ أَسْنَانِهِ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کاٹنے والے شخص سے فرمایا: اگر تم چاہو، تو تم اپنا ہاتھ اس کے منہ میں دے دو، وہ اس کو کاٹے گا، پھر تم اپنا ہاتھ کھینچ لینا، راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس کے دانت کی دیت کو ضائع قرار دیا۔

4583- حديث حسن، وهذا إسناد ضعيف، محمد بن إسحاق - وإن كان مدلساً وقد عنعن - متابع، وأخرجه ابن ماجه (2644) من طريق عبد الرحمن بن عياش، والترمذي (1472)، والنسائي في "الكبرى" (6982) من طريق أسامة بن زيد الليثي، والنسائي (6981) من طريق سليمان بن موسى، ثلاثتهم عن عمرو بن شعيب، به. وهو في "مسند أحمد" (6692) و (6716).

دفاعی طریقے سے زخمی کرنے پر قصاص نہ ہونے کا بیان

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے شخص کا بازو کاٹ لیا۔ اس نے ہاتھ کھینچ لیا اس کا دانت نکل گیا پھر یہ مقدمہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کا دانت اکھڑ گیا تھا اس کو کچھ نہیں دلوایا اور فرمایا تم چاہتے ہو کہ تم اپنے بھائی کا گوشت چبالو جس طریقہ سے کہ جانور چباتا ہے۔

(سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1063)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے دانتوں سے دوسرے شخص کا ہاتھ پکڑا اس نے اپنا ہاتھ زور سے کھینچا اس کا ایک دانت ٹوٹ گیا یا اس کے کئی دانت ٹوٹ گئے اس نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی فریاد کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو مجھ سے کیا کہتا ہے؟ کیا تو یہ کہتا ہے کہ میں اس کو حکم دوں کہ وہ اپنا ہاتھ تیرے منہ میں دے دے پھر اس کو تو دانت سے چبائے کہ جس طریقہ سے کہ جانور چباتا ہے اگر تو چاہے تو اس کو اپنا ہاتھ دے دے چبانے کے واسطے پھر نکال لے اگر چاہے۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1062)

بَابٌ فِيمَنْ تَطَبَّبَ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَأَعْنَتَ

باب: جو شخص طبیب بن کر دوا دے، لیکن اسے طب کا علم نہ ہو، پھر وہ کوئی نقصان کر دے

4586 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَنْطَاكِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، أَنَّ الْوَلِيدَ بْنَ مُسْلِمٍ، أَخْبَرَهُمْ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَطَبَّبَ، وَلَا يُعْلَمُ مِنْهُ طِبٌّ، فَهُوَ ضَامِنٌ قَالَ نَصْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا لَمْ يَرْوِهِ إِلَّا الْوَلِيدُ، لَا نَدْرِي هُوَ صَحِيحٌ أَمْ لَا

⊛⊛ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص طبیب کے طور پر (کسی کا علاج کرے) اور اس کا طبیب ہونا معلوم نہ ہو (اس کے علاج کی وجہ سے کسی کا نقصان ہو جائے) تو وہ شخص اس کا تاوان ادا کرے گا"۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت صرف ولید نے نقل کی ہے، ہمیں نہیں پتہ یہ درست ہے کہ نہیں۔

4587 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، حَدَّثَنِي بَعْضُ الْوَفْدِ الَّذِينَ قَدِمُوا عَلَى أَبِي قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا طَبِيبٍ تَطَبَّبَ عَلَى قَوْمٍ، لَا يُعْرَفُ لَهُ تَطَبُّبٌ قَبْلَ ذٰلِكَ فَأَعْنَتَ فَهُوَ ضَامِنٌ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ: أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ بِالنَّعْتِ، إِنَّمَا هُوَ

قَطْعُ الْعُرُوقِ وَالْبَطُّ وَالْكَيُّ

حضرت عمر بن عبد العزیز کے صاحبزادے عبد العزیز بیان کرتے ہیں: کچھ لوگ وفد کی شکل میں میرے والد کے پاس آئے اور انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کسی قوم کا طبیب ہو، اور یہ بات پتہ نہ ہو کہ وہ طب میں مہارت رکھتا ہے یا نہیں، اور پھر وہ کوئی نقصان کر دے، تو وہ اس کا ضامن ہوگا''۔

عبد العزیز بیان کرتے ہیں: یہ حکم دوا بتانے کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ یہ رگ کو کاٹنے، یا چیرا لگانے، یا داغ لگانے کی صورت میں ہے۔

جادو کے ذریعے مارنے والے کو قتل کر دینے کا بیان

اور اگر سحر میں کوئی ایسا قول و فعل نہ ہو ارتداد و کفر کا موجب ہوتا ہے، لیکن سحر کرنے والا اس بات کا دعویٰ کرے کہ میں اپنے اس جادو کے زور سے وہ کام کر سکتا ہوں جو خدا کرتا ہے۔ مثلاً میں انسان کو جانور کی صورت میں تبدیل کر سکتا ہوں یا لکڑی کو پتھر اور پتھر کو لکڑی بنا سکتا ہوں یا ایسے کام کر سکتا ہوں جو پیغمبر کر سکتے ہیں اور ان معجزات کی طرح میں بھی معجزہ دکھا سکتا ہوں مثلاً میں ہوا میں اڑ سکتا ہوں یا ایک مہینے کی مسافت ایک لمحے میں طے کر سکتا ہوں تو اس کو بھی اس دعوے کی وجہ سے مرتد و کافر قرار دیا جا سکتا ہے نہ کہ نفس سحر کے سبب۔ اگر وہ یوں کہے کہ میرے عملیات میں ایک خاصیت ہے اور وہ یہ کہ میں اپنے عمل جادو کے ذریعہ کسی جاندار کو جان سے مار سکتا ہوں، یا کسی تندرست کو بیمار اور بیمار کو تندرست کر سکتا ہوں یا میں لوگوں کے خیالات تک کو اچھا یا برا بنا سکتا ہوں تو اس کا یہ سحر جھوٹ بولنے اور فسق اختیار کرنے کے حکم میں ہوگا اور وہ (سحر کرنے والا) فاسق و کاذب قرار پائے گا اور وہ اپنے اس عمل (سحر) کے ذریعہ کسی بے گناہ کو ہلاک کر ڈالے تو اس کو قزاق اور قاتل کی طرح سزائے موت دے کر مار ڈالا جائے کیونکہ وہ اپنے اس عمل کے ذریعہ فتنہ و فساد پھیلانے اور بے گناہوں کو ہلاکت میں ڈالنے کا مجرم قرار پائے گا۔ اس بارے میں ساحر اور ساحرہ کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔

ایک روایت میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ سے یہ منقول ہے کہ جس شخص کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ سحر کرتا ہے اور اقرار و تنبیہ کے ذریعہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو اس کو مار ڈالنا چاہئے اس سے توبہ کا مطالبہ کرنے یا مہلت دینے کی ضرورت نہیں ہے اگر وہ کہے کہ میں سحر کو ترک کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں تو اس کی بات کو قبول نہ کرنا چاہئے۔ ہاں اگر وہ یوں کہے کہ میں پہلے تو بیشک سحر کرتا تھا مگر ایک مدت سے اپنے فعل سے باز آ گیا ہوں تو اس کے اس قول کو قبول کر لیا جائے اور اس کو معاف کر دیا جائے۔

حضرت امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے سحر کیا اور اس کے سحر کی وجہ سے سحر زدہ مر گیا تو ساحر سے جواب طلب کرنا چاہئے اگر وہ اقرار کرے کہ میں نے اس شخص پر سحر کیا تھا اور میرا سحر اکثر اوقات جان لے لیتا ہے تو اس پر قصاص واجب ہوگا اور اگر یہ کہے کہ میں نے اس شخص پر سحر کیا تھا اور میرا سحر کبھی جان لے لیتا ہے اور کبھی جان نہیں لیتا ہے تو یہ قتل عمد کے حکم میں ہوگا اور اس پر شبہ عمد کے احکام نافذ ہوں گے اور اگر وہ یوں کہے کہ سحر تو میں نے کسی دوسرے شخص کے لیے سحر کیا گیا تھا اور اس وجہ سے اس کا اثر

جس شخص پر ہو گیا اور یہ ہلاک ہو گیا تو یہ قتل خطاء کے حکم میں ہو گا اور اس (ساحر) پر قتل خطاء کے احکام نافذ ہوں گے۔

بَابٌ فِي دِيَةِ الْخَطَإِ شِبْهِ الْعَمْدِ

باب: ایسے قتل خطاء کی دیت، جو عمد کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو

4588 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ مُسَدَّدٌ - خَطَبَ يَوْمَ الْفَتْحِ - ثُمَّ اتَّفَقَا - فَقَالَ: أَلَا إِنَّ كُلَّ مَأْثُرَةٍ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ دَمٍ أَوْ مَالٍ تُذْكَرُ وَتُدْعَى تَحْتَ قَدَمَيَّ، إِلَّا مَا كَانَ مِنْ سِقَايَةِ الْحَاجِّ وَسِدَانَةِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ: أَلَا إِنَّ دِيَةَ الْخَطَإِ شِبْهِ الْعَمْدِ مَا كَانَ بِالسَّوْطِ وَالْعَصَا مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ: مِنْهَا أَرْبَعُونَ فِي بُطُونِهَا أَوْلَادُهَا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:
"خبردار! زمانہ جاہلیت سے تعلق رکھنے والی جان یا مال سے متعلق، ہر ترجیحی چیز، جس کا ذکر کیا جاتا ہو، یا جس کا دعویٰ کیا جاتا ہو، وہ میرے ان دونوں پاؤں کے نیچے کالعدم قرار پاتی ہے، البتہ حاجیوں کو پانی پلانے اور بیت اللہ کی خدمت کا حکم مختلف ہے"
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"خبردار! عمد کے ساتھ مشابہت رکھنے والے قتل خطاء کی دیت، یعنی وہ قتل جو لاٹھی یا عصا کے ذریعے ہو، 100 اونٹ ہو گی جس میں 40 ایسی اونٹنیاں ہوگی، جن کے پیٹ میں بچہ موجود ہو"۔

4589 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ خَالِدٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ مَعْنَاهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابٌ فِي جِنَايَةِ الْعَبْدِ يَكُونُ لِلْفُقَرَاءِ

باب: غریب لوگوں کا غلام اگر کوئی جرم کردے (تو ادائیگی کس کے ذمے ہوگی؟)

4590 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ غُلَامًا لِأُنَاسٍ فُقَرَاءَ قَطَعَ أُذُنَ غُلَامٍ لِأُنَاسٍ أَغْنِيَاءَ، فَأَتَى أَهْلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا أُنَاسٌ فُقَرَاءُ، فَلَمْ يَجْعَلْ عَلَيْهِ شَيْئًا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کچھ غریب لوگوں کا ایک غلام تھا، اس نے امیر لوگوں کے ایک غلام کا کان کاٹ دیا، وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مقدمہ لے کر آئے، تو دوسرے فریق نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم غریب لوگ ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کوئی ادائیگی لازم قرار نہیں دی۔

بَابٌ فِيمَنْ قَتَلَ فِي عِمِّيَّا بَيْنَ قَوْمٍ

باب: جو شخص لوگوں کے درمیان بلوے میں مارا جائے

4591-قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حُدِّثْتُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَتَلَ فِي عِمِّيَّا، أَوْ رِمِّيَّا يَكُونُ بَيْنَهُمْ بِحَجَرٍ، أَوْ بِسَوْطٍ، فَعَقْلُهُ عَقْلُ خَطَإٍ، وَمَنْ قَتَلَ عَمْدًا فَقَوَدُ يَدَيْهِ، فَمَنْ حَالَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص کسی بلوے میں مارا جائے، یا لوگوں کے درمیان ایک دوسرے کو پتھر مارنے، یا ڈنڈے مارنے کے دوران مارا جائے، تو اس کی دیت قتل خطاء کی ہوگی، اور جسے جان بوجھ کر قتل کیا گیا ہو، تو اس میں قاتل سے جان کا قصاص لیا جائے گا، اور جو شخص اس میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرے گا، اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی"۔

بَابٌ فِي الدَّابَّةِ تَنْفَحُ بِرِجْلِهَا

باب: اگر جانور اپنا پاؤں کسی کو مار کر (نقصان پہنچائے، تو اس کا حکم کیا ہوگا؟)

4592-حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الرِّجْلُ جُبَارٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الدَّابَّةُ تَضْرِبُ بِرِجْلِهَا وَهُوَ رَاكِبٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"(جانور کے) لات مار کر (نقصان کرنے) کو رائیگاں قرار دیا جائے گا، اور کان میں گر کر (مرنے والے کا خون) رائیگاں ہوگا"۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے: جانور اس وقت پاؤں مارے، جب آدمی اس پر سوار ہو۔

حق ضمان میں اسباب کی رعایت کا بیان

علامہ شمس الائمہ امام سرخسی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں کہ دارالاسلام کی حفاظت میں آنے سے پہلے اسلام سے جو عصمت ثابت ہوتی ہے وہ صرف امام کے حق میں ثابت ہے احکام میں ثابت نہیں ہوتی کیا تم ان دو مسلمانوں کے بارے میں نہیں دیکھتے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک دوسرے کا مال یا جان تلف کردے تو اس پر ضمان نہ ہوگا حالانکہ وہ اس فعل کی وجہ سے گناہگار ہوگا اور اصل یہ ہے کہ احکام میں عصمت صرف دارالاسلام میں رہنے کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ دین کی

وجہ سے، کیونکہ دین تو حق شرع کے لحاظ سے ان لوگوں کو روکتا ہے جو اس دین کا اعتقاد رکھتا ہے اور جو اعتقاد نہیں رکھتے انہیں نہیں روکتا، جبکہ اس کے برخلاف جب انسان دارالاسلام میں ہو تو اس کے مال کی حفاظت اس شخص سے بھی کی جائے گی جو اس دین حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو یا اعتقاد نہ رکھتا ہو، لہٰذا گناہ کی حیثیت سے جو عصمت ثابت ہوتی ہے اس اعتبار سے ہم نے کہا کہ ان کا یہ فعل مکروہ ہے اور قانون کے اعتبار سے عدم عصمت کی بناء پر (چونکہ مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے) ہم نے کہا کہ اس کا لیا ہوا مال واپس کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ ان میں سے ہر ایک جب دوسرے کا مال لیتا ہے تو محض مال لینے کی وجہ سے اس کا مالک بن جاتا ہے۔ (المبسوط، ج ۱۴، ص ۵۸، مطبوعہ بیروت)

مجنون کو ہتھیار کسنے پر قتل کر دینے کا بیان

اور جب کسی مجنون شخص نے دوسرے پر ہتھیار تان لیا اور مشہور علیہ نے اس کو بطور عمد قتل کر دیا ہے تو مشہور علیہ کے مال میں سے اس کی دیت واجب ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ قاتل پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ اسی اختلاف کے مطابق بچے اور جانور کا اختلاف ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جانور میں قاتل پر ضمان واجب ہے۔ جبکہ بچے اور مجنون میں کچھ واجب نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ قاتل نے اپنے دفاع کیلئے قتل کیا ہے پس اس کو بالغ شاہر پر قیاس کریں گے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ مقتول کے فعل نے اس کو قتل کرنے پر برانگیختہ کیا ہے۔ پس یہ مجبور کیے گئے شخص کے مشابہ ہو جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ جانور کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اگر وہ ثابت ہو بھی جاتا ہے تو اس پر ضمان واجب نہ ہوگا۔ جبکہ بچہ اور مجنون تو ان دونوں کا عمل اگر چہ مجموعی طور پر اعتبار کر لیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب ان دونوں کا عمل ثابت ہو جائے تو ان پر ضمان واجب ہو جائے گا۔ اور یہ ان کے حق عصمت کے سبب سے ہے۔ جبکہ جانور کی عصمت اس کے حق مالک کے سبب سے ہے۔ پس ان دونوں کا عمل عصمت کو ساقط کرنے والا ہے۔ جبکہ جانور کا عمل یہ سقوط عصمت والا نہ ہو گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مشہور علیہ نے ایک معصوم جان کو قتل کیا ہے یا اس نے ایسے مال کو ضائع کیا ہے جو مالک کے حق کے سبب معصوم ہے۔ جبکہ جانور کا عمل یہ ساقط کرنے کی صلاحیت رکھنے والا نہیں ہے۔ اور بچے اور مجنون کا عمل بھی مسقط نہیں ہے۔ خواہ ان کو حق عصمت ہے۔ کیونکہ ان کا اختیار درست نہیں ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے ان کی جانب عمل ثابت ہونے سے قصاص واجب نہیں ہوتا۔ جبکہ عاقل بالغ میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا اختیار درست ہے۔ پس اس اباحت کے سبب قصاص واجب نہ ہوگا اور شر کو دور کرنے والی اباحت ہی ہے۔ پس دیت واجب ہو جائے گی۔ (ہدایہ، کتاب الجنایات، لاہور)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور مجنون نے کسی پر تلوار کھینچی اور اس نے مجنون کو قتل کر دیا تو قاتل پر دیت واجب ہے جو خود اپنے مال سے ادا کرے۔ یہی حکم بچہ کا ہے کہ اس کی بھی دیت دینی ہوگی اور اگر جانور نے حملہ کیا اور جانور کو مار ڈالا تو اس کی

قیمت کا تاوان دینا ہوگا۔(درمختار، کتاب جنایات، بیروت)

بَابُ الْعَجْمَاءُ، وَالْمَعْدِنُ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ

باب: جانوروں کے مارنے، یا کان میں گرنے، یا کنویں میں گرنے کا نقصان رائیگاں جائے گا

4593- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، سَمِعَا أَبَا هُرَيْرَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْعَجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ، وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْعَجْمَاءُ: الْمُنْفَلِتَةُ الَّتِي لَا يَكُونُ مَعَهَا أَحَدٌ، وَتَكُونُ بِالنَّهَارِ، لَا تَكُونُ بِاللَّيْلِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جانور کے زخمی کرنے کو رائیگاں قرار دیا جائے گا، کان میں گرنے کو رائیگاں قرار دیا جائے گا، کنویں میں گرنے کو رائیگاں قرار دیا جائے گا، اور ''رکاز'' میں خمس کی ادائیگی لازم ہوگی''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عجماء سے مراد یہ ہے: جانور جب رسی تڑوا کر بھاگ گیا ہو، اور اس کے ساتھ کوئی نہ ہو، یہ دن کا وقت ہو، رات کا وقت نہ ہو۔

مسلمانوں کے راستوں میں کنواں کھودنے کا بیان

جب کسی شخص نے مسلمانوں کے راستے میں کنواں کھودا ہے۔ یا اس نے راستے میں پتھر رکھ دیا ہے اور اس کے بعد اس سے کوئی شخص فوت ہو گیا ہے تو فوت ہونے والے کی دیت اس کی عاقلہ پر واجب ہو جائے گی۔ اور جب کوئی جانور ہلاک ہو گیا ہے تو اس کا ضمان رکھنے والے کے مال سے واجب ہو جائے گا۔ کیونکہ رکھنے والا زیادتی کرنے والا ہے۔ پس جو چیز اس سے پیدا ہونے والی ہے۔ وہ اس کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ عاقلہ جان کا بوجھ اٹھانے والی ہے۔ مال کا بوجھ اٹھانے والی نہیں ہے۔ پس جانور کا ضمان زیادتی کرنے والے کے مال سے ہوگا۔ اور راستے میں مٹی ڈالنا یا کیچڑ ڈالنا یہ بھی لکڑی اور پتھر رکھنے کے حکم میں ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جو ہم نے بیان کر دی ہے۔

4593- إسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة. وأخرجه البخاري (1499) و (6912)، ومسلم (1710)، وابن ماجه (2673)، والترمذي (647) و (1431) و (1432)، والنسائي في "الكبرى" (2286) و (2287) و (2288) و (5803) من طريق ابن شهاب الزهري، به وقد جاء عند بعضهم عن سعيد ابن المسيب وحده. وأخرجه مسلم (1710) من طريق الأسود بن العلاء عن أبي سلمة وحده، به. وأخرجه البخاري (2355) من طريق أبي صالح السمان، والبخاري (6913)، ومسلم (1710) من طريق محمد بن زياد، ومسلم (1710)، والنسائي في "الكبرى" (2287) من طريق عبيد الله بن عبد الله بن عتبة، والنسائي (2289) و (5804) من طريق محمد بن سيرين، و (5805) من طريق الأعرج، خمستهم عن أبي هريرة. وهو في "مسند أحمد" (7120)، و"صحيح ابن حبان" (6005).

اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے۔ جب کسی شخص نے راستے کو صاف کیا ہے۔ اس کے بعد کوئی شخص صاف کی گئی جگہ پر فوت ہو گیا ہے۔ تو صفائی کرنے والا ضامن نہ ہو گا کیونکہ وہ زیادتی کرنے والا نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس نے راستے میں کوئی نئی چیز نہیں بنائی۔ بلکہ اس نے راستے سے موذی چیز کو دور کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ جب اس نے راستے میں کوڑا کرکٹ اکٹھا کیا ہے اور اس سے پھسل کر کوئی آدمی فوت ہو گیا ہے تو وہ ضامن ہو گا کیونکہ وہ راستے کو مصروف کرنے والا ہے۔ اور زیادتی کرنے والا ہے۔

اور جب کسی بندے نے راستے میں پتھر رکھ دیا ہے۔ اور اس کے بعد دوسرے اس کو وہاں سے دور کر کے دوسری جگہ پر رکھ دیا ہے۔ اور ایک بندہ اس کے سبب سے ہلاک ہو گیا ہے۔ تو ضمان اس بندے پر واجب ہو گا جس نے پتھر کو دور ہٹایا ہے۔ کیونکہ پہلے پتھر رکھنے والے کا فعل اس کے سبب سے مصروف ہونے والے راستے سے خالی ہونے کی وجہ سے فسخ ہو چکا ہے۔ اور راستہ دوسرے کے فعل کے سبب ہوا ہے اور اسی سے دوسری جگہ مصروف ہوئی ہے۔

اور جب کسی نے کنویں کے قریب راستے پر پتھر رکھ دیا اور کوئی شخص اس میں پھنس کر کنویں میں گر پڑا تو پتھر رکھنے والا ضامن ہو گا اور اگر کسی نے پتھر نہیں رکھا تھا بلکہ سیلاب وغیرہ سے بہہ کر پتھر وہاں آ گیا تھا تو کنواں کھودنے والا ضامن ہو گا۔

(مبسوط ص 17، ج 27، عالمگیری ص 45 ج 6، خانیہ علی الھندیہ ص 462 ج 3، بحر الرائق ص 349 ج 8)

اور جب کسی شخص نے کنویں میں پتھر یا لوہا ڈال دیا۔ پھر اس میں کوئی گر پڑا اور پتھر یا لوہے سے ٹکرا کر مر گیا تو کنواں کھودنے والا ضامن ہو گا۔ (مبسوط ص 18، ج 27، عالمگیری ص 45 ج 6، بحر الرائق ص 349 ج 8)

کنواں کھودنے کے سبب نقصان جان پر دیت کا بیان

علامہ امام شمس الائمہ سرخسی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی نے راستے میں کنواں کھودا اس میں کوئی شخص گر گیا اور اس کا ہاتھ کٹ گیا۔ پھر کنویں سے نکلا تو دو شخصوں نے اس کا سر پھاڑ دیا جس سے وہ بیمار ہو کر پڑا رہا پھر مر گیا تو اس کی دیت تینوں پر تقسیم ہو جائے گی۔ (مبسوط ص 18 جلد 27، عالمگیری ص 46 جلد 6)

اور جب کسی نے کنواں کھودنے کے لیے کسی کو مزدور رکھا۔ مزدور نے کنواں کھودا۔ اس کے بعد کوئی آدمی اس میں گر کر ہلاک ہو گیا۔ یہ کنواں اگر مسلمانوں کے ایسے عام راستے پر کھودا گیا تھا جس کو ہر شخص عام راستہ خیال کرتا تھا تو مزدور ضامن ہو گا۔ مستاجر نے اس کو یہ بتایا ہو کہ یہ عام راستہ ہے یا نہ بتایا ہو اسی طرح غیر معروف راستہ پر اگر کنواں کھودا گیا اور مستاجر نے مزدور کو یہ بتا دیا تھا کہ یہ عام مسلمانوں کا راستہ ہے تو بھی مزدور ضامن ہو گا۔ اور اگر مزدور کو یہ نہیں بتایا تھا کہ یہ عام راستہ مسلمانوں کا ہے تو مستاجر ضامن ہو گا۔ (عالمگیری ص 46 ج 6)

مشترکہ دیوار کے گر جانے سے ہلاکت پر وجوب ضمان کا بیان

اور جب دیوار پانچ بندوں کے درمیان مشترکہ ہے۔ اور ان میں سے ایک پر اشہاد کیا گیا ہے اور اس کے بعد اس دیوار نے کسی آدمی کو قتل کر دیا ہے۔ تو جس پر اشہاد کیا گیا ہے وہ خمس دیت کا ضامن ہو گا۔ اور دیت اس کی عاقلہ پر واجب ہو گی۔

اور جب کوئی مکان تین بندوں کے درمیان مشترکہ ہے۔ اوران میں سے ہرایک نے اس گھر میں کنواں کھودا ہوا ہے۔ اوراس کا یہ کھودنا دوسرے دونوں شرکاء کی مرضی کے بغیر ہے۔ یااس نے دیوار بنائی ہوئی ہے۔ اس کے بعد اس سے کوئی آدمی ہلاک ہوگیا ہے۔ تواس پر دوتہائی دیت واجب ہوگی۔ جواس کی عاقلہ ادا کرے گی۔ یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں اس کی عاقلہ پر نصف دیت واجب ہوگی۔ اوران کی دلیل یہ ہے کہ جس پر اشہاد ہوا ہے۔ اس کے حصے کا تلف اعتبار کیا گیا ہے۔ اور جس پر اشہاد نہیں ہوا ہے۔ اس کے حصے کا تلف ضائع ہونے والا ہے۔ پس یہ دو اقسام بن جائیں گی۔ پس ضمان بھی نصف نصف تقسیم کردیا جائے گا۔ جس طرح شیر کے زخمی کرنے، سانپ کے ڈسنے اور انسان کے زخمی کرنے میں اس کا حکم گزر گیا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ موت ایک سبب سے حاصل ہونے والی ہے۔ اور وہ بوجھ مقدر ہے اور گہرائی بھی مقدر ہے۔ کیونکہ گہرائی اور بوجھ کی اصل علت کوئی نہیں ہے۔ اور وہ قلیل ہے۔ حتیٰ کہ ہر جز علت کا ہے اور جب کئی علل جمع ہوجائیں۔ اور جب بات یہی ہے۔ تو موت ایک علت کی جانب منسوب ہوگی۔ اس کے بعد ملکیت کے حساب سے اس علت کو علت والوں پر تقسیم کردیا جائے گا۔ جبکہ زخمی کرنے میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ہر زخم بہ ذات خود تلف کرنے کی علت ہے۔ اگرچہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو۔ جس طرح معلوم کیا جاچکا ہے۔ مگر جمع ہوجانے کے وقت اولیت نہ ہونے کے سبب موت کو سب کی جانب مضاف کردیا جائے گا۔

ایک گراؤ دیوار کے دو مالک تھے ایک اوپری حصے کا، دوسرا نیچے کے حصے کا ان میں سے کسی ایک سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا گیا پھر پوری دیوار گر پڑی تو جس سے مطالبہ کیا گیا تھا۔ وہ نصف دیت کا ضامن ہوگا اور اگر اوپر والی دیوار گری اور اسی کے مالک سے مطالبہ بھی کیا گیا تھا تو یہ ضامن ہوگا، نیچے والی کا مالک ضامن نہیں ہوگا۔

(عالمگیری از محیط سرخسی، ص 40 جلد 6، مبسوط ص 13 ج 27، بحر الرائق ص 354 ج 8، خانیہ علی الہندیہ ص 466 جلد 3)

کسی کی دیوار گراؤ تھی، اس سے انہدام کا مطالبہ کیا گیا مگر اس نے دیوار نہیں گرائی پھر وہ دیوار خود بخود پڑوس کی دیوار پر گر پڑی جس سے پڑوسی کی دیوار بھی گر پڑی تو اس پر پڑوسی کی دیوار کا ضمان واجب ہے اور پڑوسی کو اختیار ہے کہ چاہے تو وہ اپنی دیوار کی قیمت اس سے بطور ضمان وصول کرے اور ملبہ ضامن کو دے دے اور چاہے تو ملبہ اپنے پاس رکھے اور نقصان پڑوسی سے وصول کرے اور اگر وہ ضامن سے یہ مطالبہ کرے کہ اس کی دیوار جیسی تھی ویسی ہی نئی بنا کردے، تو یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ اور اگر پہلی گری ہوئی دیوار سے ٹکرا کر کوئی شخص گر پڑا تو اس کا ضمان پہلی دیوار کے مالک کے عاقلہ پر ہے۔ اور اگر دوسری دیوار کے ملبہ سے ٹکرا کر کوئی شخص گر پڑا تو اس کا ضمان کسی پر نہیں ہے۔ اگر دوسری دیوار کا مالک بھی وہی ہے جو پہلی دیوار کا مالک ہے تو دوسری دیوار سے مرنے والے کا ضامن بھی وہی ہوگا۔ (عالمگیری از محیط ص 39 ج 6، بحر الرائق ص 355 جلد 8)

مشترکہ دیوار کو گرانے پر مطالبہ کرنے کا بیان

کسی گراؤ دیوار کے پانچ مالک تھے۔ ان میں سے کسی ایک سے دیوار گرانے کا مطالبہ ہوا تھا اور وہ دیوار کسی آدمی پر گر پڑی

بس سے وہ مرگیا تو جس سے مطالبہ ہوا تھا وہ دیت کے پانچویں حصے کا ضامن ہوگا۔ اور یہ پانچواں حصہ بھی اس کے عاقلہ سے لیا جائے گا اسی طرح کسی گھر میں اگر تین آدمی شریک ہیں ان میں سے ایک نے اس گھر میں اپنے دوسرے دونوں شریکوں کی اجازت کے بغیر کنواں کھودا، یا دیوار بنائی اور اس سے کوئی شخص ہلاک ہوگیا تو اس کے عاقلہ پر دو تہائی دیت واجب ہوگی۔ (عالمگیری ص 38 ج6، فتح القدیر مع عنایہ ص344 ج8، در مختار و شامی ص528 ج5، بحر الرائق ص355 ج8، تبیین الحقائق ص448 ج6، مجمع الانہر ص659 ج6)

اور اگر کنواں یا دیوار اپنے شریکوں کے مشورے سے بنائی گئی تھی تو یہ جنایت متصور نہیں ہوگی۔

(عالمگیری از سراج الوہاج ص38 ج6)

کسی شخص نے صرف ایک بیٹا اور ایک مکان چھوڑا اور اس پر اتنا قرض تھا جو مکان کی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ تھا اور اس مکان کی دیوار راستہ کی طرف گراؤ تھی۔ اس کے انہدام کا مطالبہ اس کے بیٹے سے کیا جائے گا۔ اگر چہ وہ اس کا مالک نہیں ہے، اور اگر اس کی طرف تقدم کے بعد دیوار گر پڑے تو باپ کے عاقلہ پر دیت ہوگی۔ بیٹے کے عاقلہ پر دیت واجب نہیں ہوگی۔

غلام مکاتب گراؤ دیوار کا مالک تھا، اس سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا گیا اور اس پر گواہ بھی بنا لیے گئے تو اگر غلام کے لیے دیوار کے انہدام کے امکان سے پہلے ہی دیوار گر پڑی تو غلام ضامن نہیں ہوگا۔ اور اگر تمکن کے بعد گری ہے تو ضامن ہوگا۔ اور یہ استحسانا ہے اور قتیل کے ولی کے لیے اپنی قیمت اور قتیل کی دیت سے کم کا ضامن ہوگا۔ اور اگر دیوار اس کے آزاد ہونے کے بعد گری ہے تو اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی۔ اور اگر وہ غلام مکاتب زر کتابت ادا نہ کرسکا اور پھر غلامی میں لوٹ آیا، پھر دیوار گری تو دیت نہ اس پر واجب ہے نہ اس کے مولا پر۔ اور اسی طرح اگر دیوار بیچ دی پھر گر پڑی تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔ اور اگر بیچی نہ تھی کہ گر پڑی اور اس سے ٹکرا کر کوئی آدمی گر پڑا اور مر گیا تو یہ غلام ضامن ہوگا۔ اور اگر زر کتابت ادا کرنے سے عاجز رہا اور غلامی میں لوٹ آیا تو مولا کو اختیار ہے چاہے غلام اس کو دے دے چاہے فدیہ دے دے۔ اور اگر کوئی آدمی اس قتیل سے ٹکرا کر گر پڑا اور مر گیا تو صاحب دیوار پر ضمان نہیں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری از شرح زیادات للعتابی ص 38 ج6، در مختار و شامی ص526 جلد5)

گاڑی سے نقصان پہنچنے پر ڈرائیور پر عدم وجوب ضمان کا بیان

سوار اس نقصان کا ضامن ہوگا۔ جس کو جانور نے روند ڈالا ہے۔ اگر چہ اس نے اگلے پاؤں سے روندا ہو یا اس نے پچھلے پاؤں سے روندا ہے۔ یا اس نے اپنے سر سے زخمی کیا ہے یا اس نے دانت کے اگلے حصے سے کاٹ دیا ہے یا اس نے اگلے پاؤں سے مارا ہے۔ اور اسی طرح جب اس نے دھکا دیا ہے۔ تو وہ سوار ضامن نہ ہوگا۔ اور جب جانور نے اپنے پاؤں کے کھر سے مارا ہے یا اپنی دم سے مارا ہے۔ اس بارے میں قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے راستے سے گزرنا مباح ہے لیکن اس میں سلامتی کی شرط ہے۔ کیونکہ گزرنے والا ایک طرح سے تصرف کرنے والا ہے۔ اور وہ ایک طرح سے دوسرے کے حق میں متصرف ہے۔ کیونکہ راستہ سب لوگوں کے درمیان مشترکہ ہوا کرتا ہے۔ پس ہم اس کی اباحت کے قائل اپنی شرط کے ساتھ ہوں گے۔ تاکہ دونوں طرح سے مہربانی ثابت ہو جائے۔

اور اس کے بعد گزرنے والا سلامتی کے ساتھ اس حالت میں مقید ہے جس میں احتراز کرنا ممکن ہے۔ اور جن چیزوں میں

احتراز کرنا ممکن نہیں ہے۔ ان میں سلامتی کے ساتھ گزرنا مقید نہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں تصرف سے روکنا یہ باب تصرف کو بند کرنا ہوگا جبکہ تصرف کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جبکہ روندنے سے احتراز ممکن ہے۔ کیونکہ یہ چلانے کی ضروریات میں سے نہیں ہے۔ پس ہم نے گزرنے والے کو سلامتی کی شرط کے مقید کر دیا ہے۔ جبکہ کھر اور دم سے احتراز ممکن نہیں ہے۔ پس وہ سلامتی کے ساتھ مقید نہ ہوگا۔ اور جب سوار نے سواری کو رستے میں کھڑا کر دیا ہے۔ تو وہ لات مارنے کا بھی ضامن ہوگا۔ کیونکہ اس کو کھڑا کرنے سے احتراز ممکن ہے۔ اگر چہ اس کیلئے دولتی سے احتراز ممکن ہے۔ پس سوار اس کو راستے میں کھڑا کرنے اور اس کی وجہ سے راستے کو مصروف کرنے کی بناء پر متعدی ہو جائے گا کیونکہ وہ ضامن ہوگا۔

جانور کے سبب ہونے والے نقصان میں ضمان کا بیان

پہلی صورت میں اگر جانور کا مالک جانور کے ساتھ نہ ہو تو وہ کسی نقصان کا ضامن نہیں ہوگا خواہ جانور کھڑا ہو یا چل رہا ہو اور ہاتھ پیر سے کسی کو کچل دے یا دُم یا پیر سے کسی کو نقصان پہنچائے یا کاٹ لے اور اگر جانور کا مالک اس کی رسی پکڑ کر آگے آگے چل رہا تھا یا پیچھے سے ہانک رہا تھا جب بھی مذکورہ بالا صورت میں ضامن نہیں ہے۔

(عالمگیری ص50 ج6، در مختار و شامی ص530 ج5، تبیین الحقائق ص149 ج6، بحر الرائق ص357 ج8، عنایہ علی الفتح ص345 ج8، مبسوط ص5 ج27)

اگر جانور کا مالک اپنی ملک میں سوار ہو کر چلا رہا تھا اور جانور نے کسی کو کچل کر ہلاک کر ڈالا تو مالک کے عاقلہ پر دیت ہے اور مالک پر کفارہ ہے اور وراثت سے بھی مالک محروم ہوگا۔

(عالمگیری ص50 ج6، در مختار و شامی ص530 ج5، تبیین الحقائق ص149 ج6، بحر الرائق ص457 ج8، عنایہ علی الفتح القدیر ص345 ج8، مبسوط ص5 ج27)

اگر مالک اپنی ملک میں سوار ہو کر جانور کو چلا رہا تھا اور جانور نے کسی کو کاٹ لیا یا لات ماری یا دم ماردی تو مالک پر ضمان نہیں ہے۔ (عالمگیری ص50 ج6، در مختار و شامی ص530 ج5، تبیین الحقائق ص149 ج6، بحر الرائق ص357 ج8، عنایہ علی فتح القدیر ص345 ج8)

دوسری صورت یعنی اگر جنایت کسی دوسرے شخص کی زمین میں ہوئی اور یہ جانور مالک کے داخل کئے بغیر رسی تڑا کر اس کی زمین میں داخل ہو گیا تو مالک ضامن نہیں ہوگا۔ اور اگر مالک نے خود غیر کی زمین میں جانور کو داخل کیا تھا تو ہر صورت میں مالک ضامن ہوگا۔ خواہ جانور کھڑا ہو یا چل رہا ہو۔ مالک اس پر سوار ہو یا سوار نہ ہو۔ رسی پکڑ کر چلا رہا ہو یا پیچھے سے ہانک رہا ہو یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مالک زمین کی اجازت کے بغیر جانور کے مالک نے اس زمین میں جانور کو داخل کیا ہو اور اگر صاحب زمین کی اجازت سے جانور کو داخل کیا تھا تو اس کا حکم وہی ہے جو اپنی زمین کا ہے۔

(عالمگیری ص50 ج6، تبیین الحقائق ص149 ج6، در مختار و شامی ص530 ج5، بحر الرائق ص357 ج8، عنایہ علی فتح القدیر ص345 ج8)

بَابٌ فِي النَّارِ تَعَدَّى

باب: جب آگ پھیل جائے (تو اس کا حکم کیا ہوگا؟)

4594 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ح وحَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ

التَّيْمِيُّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ الصَّنْعَانِيُّ، كِلَاهُمَا عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: النَّارُ جُبَارٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"آگ (سے ہونے والے نقصان) کو رائیگاں قرار دیا جائے گا"

بَابُ الْقِصَاصِ مِنَ السِّنِّ

باب: دانتوں کا قصاص لینا

4595 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَسَرَتِ الرُّبَيِّعُ أُخْتُ أَنَسِ بْنِ النَّضْرِ ثَنِيَّةَ امْرَأَةٍ، فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَضَى بِكِتَابِ اللهِ الْقِصَاصَ، فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا الْيَوْمَ. قَالَ: يَا أَنَسُ كِتَابُ اللهِ الْقِصَاصُ، فَرَضُوا بِأَرْشٍ أَخَذُوهُ، فَعَجِبَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ قِيلَ لَهُ كَيْفَ يُقْتَصُّ مِنَ السِّنِّ؟ قَالَ: تُبْرَدُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی بہن سیدہ ربیع رضی اللہ عنہا نے ایک خاتون کا دانت توڑ دیا، وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی کتاب کے حکم کے مطابق قصاص کا فیصلہ دیا، تو حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے، اس کا دانت آج نہیں توڑا جائے گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! اللہ کی کتاب میں قصاص کا حکم موجود ہے، راوی بیان کرتے ہیں: تو دوسرے فریق کے لوگ دیت وصول کرنے پر راضی ہو گئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر متعجب ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھا لیں، تو اللہ تعالیٰ اُسے پوری کر دیتا ہے"۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے سنا: ان سے دریافت کیا گیا: دانت میں قصاص کیسے دلوایا جائے گا؟ تو انہوں نے کہا: اسے رگڑ دیا جائے گا۔

4595- إسناده صحيح. حميد الطويل: هو ابن أبي حميد، والمعتمر: هو ابن سليمان التيمي. وأخرجه البخاري (2703)، وابن ماجه (2649)، والنسائي في "الكبرى" (6932) و(6933) و(8232) و(11080) من طريق حميد الطويل، عن أنس. وأخرجه مسلم (1675)، والنسائي (6931) من طريق حماد بن سلمة، عن ثابت عن أنس. وجعل الذي أقسم اليمين أم الرُّبيع لا أنس بن النضر. وهو في "مسند أحمد" (12302)، و"صحيح ابن حبان" (6490).

کِتَابُ السُّنَّةِ

سنت کا بیان

لفظ سنن کے مختلف لغوی معانی کا بیان

لفظ سنن ،سُنّت ،کی جمع ہے اور ،سُنّت ،سے مراد وہ طریقہ ہے جس پر انسان چلتا ہے اور اس کو لازم پکڑ لیتا ہے۔اسی معنی میں ،سنۃ الانبیاء ،یعنی ،،انبیاء کا طریقہ ،،کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔

ایک شاعر خالد الہذلی نے اپنے ماموں ابوذویب کے بارے میں کہا ہے۔جس رستے پر تو چل پڑے تو پھر اس پر گھبراہٹ محسوس نہ کر ،کیونکہ سب سے پہلا شخص جو کسی رستے سے راضی ہوتا ہے وہ وہی ہوتا ہو جو اس پر چلنے والا ہو،،۔

ایک اور شاعر نے کہا ہے: آل ہاشم کے وہ لوگ جو ،طف ،نامی مقام میں ہیں ،انہوں نے صبر کیا ہے اور ایک دوسرے کو تسلی دیتے ہوئے باعزت لوگوں کے لیے (صبر کا) ایک طریقہ چھوڑا ہے،،۔

لبید کا شعر ہے:وہ لوگ ایک ایسی قوم میں سے ہیں جن کے لیے ان کے آباء واجداد نے ایک طریقہ چھوڑا ہے اور ہر قوم کا ایک طریقہ اور اس کا کوئی امام ہوتا ہے۔

مفضل ،نے کہا ہے کہ ،سُنّت ،سے مراد ،امت ،ہے اور اس نے دلیل کے طور پر یہ شعر پڑھا ہے۔لوگوں نے تمہاری بزرگی جیسی بزرگی کسی میں نہیں پائی اور پچھلی اقوام میں تمہاری قوم جیسی قوم نہیں دیکھی،،۔

اس میں ،سُنّت ،کا معنی ،قوم ،لینے میں کوئی دلیل نہیں ہے ،کیونکہ یہ احتمال بھی موجود ہے کہ ،سنن ،سے مراد ،اہل سنن ،ہوں۔

امام خلیل کا کہنا ہے کہ ،سن الشئی ،کا معنی کسی شے کی صورت بنانا ہے اور ،حما مسنون ،کا لفظ بھی اسی سے ہے ،جس کا معنی ،صورت دیا گیا کیچڑ ،ہے۔ایک قول یہ بھی ہے کہ ،سن الماء والدرع ،اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ ان کو انڈیل دیا جائے اور ،حما مسنون ،کا اس سے ہونا ممکن ہے ،لیکن انڈیلنے کی مٹی کی طرف نسبت بعید ہے۔ایک قول یہ بھی ہے کہ ،مسنون ،سے مراد ،متغیر ،ہے۔بعض اہل لغت کا کہنا ہے:یہ لفظ ،سن الماء ،سے ہے ،یعنی جب کوئی شخص مسلسل پانی انڈیلتا رہے۔پس ،سن ،کا بنیادی معنی پانی اور پسینہ وغیرہ انڈیلنا ہے۔

زہیر کا شعر ہے۔ہم ان گھوڑوں کو دشمن کا سامنا کرنے کے لیے روزانہ تیار کرتے ہیں اور ان کے کھروں پر ان کا پسینہ بہایا جاتا ہے۔یعنی ان پر پسینہ بہایا جاتا ہے۔اس شعر میں رستے کو انڈیلے ہوئے پانی سے تشبیہ دی گئی ہے ،کیونکہ انڈیلے ہوئے پانی میں پانی کا بہنا مسلسل ایک ہی نہج پر ہوتا ہے۔پس ،سُنّت ،کا لفظ ،اسم مفعول ،کے معنی میں ہے جیسا کہ ،غرفۃ ،کا لفظ ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ سُنّت کا لفظ "سننتُ النصل" سے ہے، یعنی میں نے چاقو کے پھل کو تیز کیا۔ ۔۔ن۔ ب ۔۔ نے اس کو کسی سان پر تیز کیا ہو۔ اور "سُنّت" سے مراد اچھا طریقہ ہوگا کہ جس کا اہتمام کیا جائے، جیسا کہ چاقو کے پھل کی پر ۔۔ وغیرہ کی جاتی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ "سُنّت" کا لفظ "سن الابل" سے ماخوذ ہے، یعنی اونٹوں کی اچھی طرح نگہبانی کرنا اور "سُنّت" کا معنی یہ ہوگا کہ صاحب سُنّت کی حیثیت اپنی قوم کی نگرانی میں ایسی ہی ہوگی جیسا کہ ایک چرواہا اپنے اونٹوں کی نگہبانی کرتا ہے۔ اور جس کام کو رسول اللہ نے جاری کیا اس کو "سُنّت" کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ آپ نے اس کام کی اچھی طرح نگہبانی کی اور اس کو دوام بخشا۔

سنت کی لغوی تعریف کا بیان

علامہ ابن منظور الافریقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ سنت کا لغوی معنی راستہ یا طریقہ ہے۔ سنت سے مراد طریقہ ہے چاہے اچھا ہو یا برا ہو اور حدیث میں ہے کہ جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کے لیے اس کا اجر ہے اور جس نے اس طریقے پر عمل کیا تو اس جاری کرنے والے کے لیے بھی اس کا اجر ہے۔ اور جس نے کوئی برا طریقہ جاری کیا مراد یہ ہے کہ جس نے اس برے طریقے پر عمل کیا تا کہ اس طریقے میں اس کی پیروی کی جائے۔ اور ہر وہ شخص جو کہ پہلی مرتبہ کوئی کام کرتا ہے اور اس کے بعد آنے والوں نے اس پر عمل کیا تو کہا گیا ہے کہ اس نے اسے جاری کیا۔ (لسان العرب: باب س۔ن۔ن)

علامہ زبیدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ کہ سنت سے مراد طریقہ ہے چاہے اچھا ہو یا برا، جبکہ علامہ ازہری کا قول یہ ہے کہ سنت سے مراد پسندیدہ اور سیدھا رستہ ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص "اہل سنت" میں سے ہے، یعنی سیدھے اور پسندیدہ رستے پر ہے۔ (تاج العروس: باب س۔ن۔ن)

علامہ ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا اصل معنی طریقہ اور رستہ ہے مجوس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے الفاظ ہیں: "ان کے بارے میں اہل کتاب کی سنت (طریقہ) جاری کرو"، یعنی ان سے بھی اہل کتاب کی طرح جزیہ وصول کرو۔ (النھایۃ فی غریب الحدیث: باب السین مع النون)

امام راغب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ طریقہ ہے کہ جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم قصد کرتے تھے۔ (المفردات: باب س۔ن۔ن)

امام ابن فارس رحمہ اللہ لکھتے ہیں سنت کا معنی طریقہ ہے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ (معجم مقاییس اللغۃ: باب س۔ن۔ن)

سنت کے اصطلاحی مفہوم کا بیان

فقہاء، اصولیین، محدثین اور علمائے متکلمین نے سنت کا لفظ مختلف معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ان علماء کا سنت کی تعریف میں یہ اختلاف، اختلاف تضاد نہیں ہے بلکہ تنوع کا اختلاف ہے۔ علماء کی ہر جماعت نے اپنے میدان، موضوع اور اس کے دائرہ کار کے اعتبار سے سنت کی تعریف کی ہے اور ان میں ہر جماعت دوسری جماعت کی سنت کی تعریف کو بھی مانتی اور قبول کرتی ہے۔

فقہاء کے نزدیک سنت کی تعریف

علم الفقہ میں سنت کا لفظ فرض کے بالمقابل استعمال کیا جاتا ہے۔اور جب فقہاء کسی فعل کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ وہ سنت ہے تو اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ فرض نہیں ہے۔

الدکتور وھبہ الزحیلی لکھتے ہیں۔فقہاء کے نزدیک سنت سے مراد وہ چیز ہے جو کہ عبادات سے متعلق ہو اور واجب یعنی فرض نہ ہو۔عام طور پر اس سنت یعنی جو فرض نہیں ہے کو مندوب بھی کہتے ہیں۔(اصول الفقہ الاسلامی:ص ۴۵۰)

محدثین کے ہاں سنت کی تعریف

محدثین کے نزدیک سنت اور حدیث قریباً مترادف ہیں۔سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، تقریرات اور پیدائشی واکتسابی اوصاف کا نام ہے۔جبکہ ان چاروں چیزوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت حدیث کہلاتی ہے۔یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول، فعل، تقریر یا صفت کو جب کوئی صحابی رسول اللہ کی طرف منسوب کرتا ہے تو صحابی کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس نسبت کو حدیث کہتے ہیں۔سنت اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، تقریرات اور اوصاف کا نام ہے تو حدیث اس کی روایت ہے۔اس لحاظ سے دیکھا جائے تو سنت اور حدیث میں کچھ فرق نہیں ہے۔

حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، تقریرات اور اوصاف کے حوالے سے جو کچھ بیان ہو رہا ہے وہ سنت ہے۔یہی وجہ ہے کہ حدیث کی امہات الکتب میں سے اکثر کے نام سنن سے شروع ہوتے ہیں مثلاً سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ وغیرہ۔سنت اور حدیث میں ایک فرق یہ ہے کہ حدیث کا لفظ سنت کی نسبت عام ہے کیونکہ حدیث کا مقصود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے متعلق جمیع حالات، واقعات، اقوال اور افعال وغیرہ کو جمع کرنا ہے، چاہے وہ بعثت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوں یا بعثت کے بعد ہوں۔جبکہ سنت صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اقوال وافعال وتقریرات وغیرہ پر مشتمل ہوگی جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور شریعت صادر ہوں۔اس پہلو سے غالب وصف کا اعتبار کرتے ہوئے احادیث کی کتب کو سنن کہا گیا ہے۔

ڈاکٹر حمزہ ملیباری لکھتے ہیں کہ اصطلاح میں سنت سے مراد ہر وہ قول یا فعل یا تقریر یا اکتسابی وصف ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سے لے کر وفات تک کے دورانیے میں بطور شریعت صادر ہوا ہو۔جبکہ حدیث نبوی سے مراد ہر وہ قول، فعل، تقریر، پیدائشی یا اکتسابی وصف ہے کہ جس کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہو، چاہے یہ بعثت سے پہلے ہو یا بعد میں ہو، چاہے بطور شریعت صادر ہوا ہو یا شریعت نہ ہو۔مجازاً اس کا اطلاق صحابہ اور تابعین کے اقوال، افعال، تقریرات اور اوصاف پر بھی ہو جاتا ہے۔

پس اس پہلو سے حدیث، سنت کی نسبت عام ہے کیونکہ سنت سے مراد صرف وہی امور ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور شریعت صادر ہوئے ہوں۔(علوم الحدیث فی ضوء تطبیقات المحدثین النقاد: ص ۱۵، ۱۶)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر حدیث شریعت نہیں ہے مثلاً وہ احادیث جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے ماقبل کی زندگی کے

حالات وافعال پر مشتمل ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدائشی اوصاف کو بیان کرنے والی ہیں وغیرہ۔ جن احادیث کا تعلق شریعت سے ہے وہ سنت ہیں۔ اسی لیے جب بھی شریعت اسلامیہ کے مصادر کی بات کی جاتی ہے تو قرآن وسنت کہا جاتا ہے نہ کہ قرآن وحدیث۔ دوسری اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول یا فعل سنت نہیں ہے بلکہ وہی اقوال وافعال سنن ہیں جو کہ بطور شریعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوئے ہیں۔

علمائے اصول کے نزدیک سنت کی تعریف

اصولیین کے نزدیک سنت کی تعریف میں الدکتور عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں کہ اصولیین کی اصطلاح میں قرآن کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی اقوال، افعال اور تقریرات صادر ہوئی ہیں وہ سنت ہیں۔ پس سنت اس اعتبار سے ادلہ احکام میں سے ایک دلیل ہے اور مصادر شریعت میں سے ایک مصدر ہے۔ (الوجیز: ص ۱۶۱، ۱۶۲)

اصولیین کا اصل موضوع یہ ہے کہ کیا چیز شریعت ہے اور کیا چیز شریعت نہیں ہے۔ اس لیے اصولیین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کو سنت کی تعریف میں شامل نہیں کیا کیونکہ اصولیین کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدائشی یا اکتسابی اوصاف سے کوئی حکم شرعی مستنبط نہیں ہوتا جبکہ محدثین کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکتسابی اوصاف سے بھی کوئی شرعی حکم نکل سکتا ہے لہذا انہوں نے اکتسابی اوصاف کو بھی سنت کی تعریف میں داخل کر دیا ہے۔ فقہاء کے مختلف طبقات نے مختلف پہلوؤں سے سنت کے معنی ومفہوم پر روشنی ڈالی ہے اور اِن معانی میں جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، کوئی تضاد نہیں۔ فقہاء، محدثین اور اصولیین کے نزدیک سنت کا اطلاق صرف انہی امور پر ہوگا جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور شریعت صادر ہوئے ہیں۔

سنت اور حدیث میں فرق ہونے کا بیان

نکاح کرنا سنت ہے، حدیث نہیں؛ قربانی کرنا سنت ہے، حدیث نہیں؛ مسواک کرنا سنت ہے، حدیث کوئی نہیں کہتا۔ سنت کا لفظ ایسے عمل متوارث پر بھی بولا جاتا ہے جس میں نسخ کا کوئی احتمال نہ ہو، حدیث کبھی ناسخ ہوتی ہے کبھی منسوخ؛ مگر سنت کبھی منسوخ نہیں ہوتی، سنت ہے ہی وہ جس میں توارث ہو اور تسلسلِ تعامل ہو، حدیث کبھی ضعیف بھی ہوتی ہے کبھی صحیح، یہ صحت وضعف کا فرق ایک علمی مرتبہ ہے، ایک علمی درجہ کی بات ہے، بخلاف سنت کے کہ اس میں ہمیشہ عمل نمایاں رہتا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے مسلک کے لحاظ سے اپنی نسبت ہمیشہ سنت کی طرف کی ہے اور اہلِ سنت کہلاتے ہیں، حدیث کی طرف جن کی نسبت ہوئی اس سے ان کا محض ایک علمی تعارف ہوتا رہتا ہے اور اس سے مراد محدثین سمجھے گئے ہیں، مسلکاً یہ حضرات اہلسنت شمار ہوتے تھے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "سَيَأْتِيكُمْ عَنِّي أَحَادِيثُ مُخْتَلِفَةٌ، فَمَا جَاءَكُمْ مُوَافِقًا لِكِتَابِ اللهِ وَلِسُنَّتِي فَهُوَ مِنِّي، وَمَا جَاءَكُمْ مُخَالِفًا لِكِتَابِ اللهِ وَلِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں کہ میری طرف سے کچھ اختلافی احادیث آئینگی۔ ان میں سے جو "کتاب اللہ" اور "میری سنت" کے موافق ہونگی، وہ میری طرف سے ہونگی۔ اور جو "کتاب اللہ" اور "میری سنت" کے خلاف ہونگی وہ میری طرف سے نہیں ہونگی۔

(۱) سنن الدارقطنی: کتاب فی الاقضیۃ والاحکام وغیر ذلک، کتاب عمر رضی اللہ عنہ الی ابی موسی الاشعری، ۴۹۲۶،۳(۴۴۲۷)؛ (۲) الکفایۃ فی علم الروایۃ للخطیب: التوثق فی استفتاء الجماعۃ، ۳۱۱(۵۰۰۳)؛ (۳) ذم الکلام واھلہ لعبداللہ الانصاری: الباب التاسع، باب: ذکر إعلام المصطفی صلی اللہ، ۵۸۹(۲۰۶)؛ (۴) الاباطیل والمناکیر والمشاہیر للجورقانی: کتاب الفتن، باب: الرجوع الی الکتاب والسنۃ، ۲۷۷(۲۹۰)

مذاہب اربعہ کے مطابق مفہوم سنت کا بیان

جمیع اہل سنت کے نزدیک ،سنت، سے مراد رسول اللہ کے اقوال، افعال وتقریرات ہیں۔ معروف حنفی فقہاء علامہ کمال الدین ابن الہمام (متوفی ۸۶۱ھ) اور علامہ ابن امیر الحاج (متوفی ۸۷۱ھ) لکھتے ہیں۔

(السنۃ) وھی لغۃ (الطریقۃ المعتادۃ) محمودۃ کان اولا (وفی الاصول قولہ علیہ السلام وفعلہ وتقریرہ) مما لیس من الامور الطبیعیۃ (التقریر والتحبیر: الباب الثالث السنۃ)

،سنت، کا لغوی معنی ایسا طریقہ ہے جس کے لوگ عادی ہوں چاہے وہ اچھا ہو یا برا... اور اصول فقہ میں ،سنت، سے مراد رسول اللہ کا وہ قول، فعل اور تقریر ہے جو طبعی امور کے علاوہ ہیں۔

شافعی فقیہ امام زرکشی (متوفی ۷۹۴ھ) فرماتے ہیں۔

المراد ھنا ما صدر من الرسول من الاقوال والافعال والتقریر والھم وھذا الاخیر لم یذکرہ الاصولیون (البحر المحیط: مباحث السنۃ)

یہاں یعنی اصول فقہ میں سنت سے مراد رسول اللہ کے اقوال، افعال، تقریرات اور کسی کام کو کرنے کا ارادہ ہیں۔ اس آخری قسم کو ،سنت، کی تعریف میں عموماً اصولیین نے بیان نہیں کیا ہے۔

مالکی فقیہ امام شاطبی (متوفی ۷۹۵ھ) لکھتے ہیں۔

واذا جمع ما تقدم تحصل منہ فی الاطلاق اربعۃ اوجہ قولہ علیہ الصلاۃ والسلام وفعلہ وتقریرہ وکل ذلک اما متلقی بالوحی او بالاجتھاد بناء علی صحۃ الاجتھاد فی حقہ وھذہ الثلاثۃ والرابع ما جاء عن الصحابۃ او الخلفاء (الموافقات، ج ۲، ج ۴، ص ۷)

سنت کے بارے میں ہم نے جو پیچھے بحث کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ،سنت، سے مطلق طور پر مراد رسول اللہ کا قول، فعل اور تقریر ہے اور یہ تینوں یا تو وحی کی بنیاد پر ہوں گے یا آپ کا اجتہاد ہوگا، بشرطیکہ آپ کے لیے اجتہاد کرنے کا قول صحیح ہو۔ یہ ،سنت، کی تین صورتیں ہیں اور اس کی چوتھی صورت صحابہ اور خلفائے راشدین کی سنت ہے۔

نام نہاد حنبلی فقیہ ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں۔

الحدیث النبوی ھو عند الاطلاق ینصرف الی ما حدث بہ عنہ بعد النبوۃ من قولہ وفعلہ واقرارہ فان سنتہ ثبتت من ھذہ الوجوہ الثلاثۃ (مجموع الفتاوی، جلد ۱۸، ص ۶،۷)

حدیث نبوی سے مراد آپ کا وہ قول، فعل اور تقریر ہے جو کہ آپ سے نبوت کے بعد صادر ہوا ہو۔ پس آپ کی ،سنت، ان

تین صورتوں سے ثابت ہوتی ہے۔

فقہی مباحث میں جب اہل سنت کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس سے مراد صحابہ،، تابعین،، تبع تابعین،، حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ ہوتے ہیں۔

فقہاء احناف کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک افعال کا بیان

فقہائے احناف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی چھ اقسام بیان کی ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں جن کے مزید دلائل کتب فقہائے احناف میں ہیں۔

پہلی قسم

فقہائے احناف کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی ایک قسم وہ ہے جو کہ ،غیر ارادی افعال، پر مشتمل ہے۔ غیر ارادی افعال کئی قسم کے ہوتے ہیں جن میں ایک کو فقہائے احناف نے ،زلۃ، یعنی بھول چوک کا نام دیا ہے۔ ،زلۃ، کے علاوہ غیر ارادی افعال کی ایک دوسری قسم کے طور پر فقہائے احناف نے آپ کے ان افعال کو بھی بیان کیا ہے جو آپ سے نیند یا بے ہوشی کی حالت میں سرزد ہوئے ہوں۔ فقہائے احناف کے نزدیک اس قسم کے افعال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کسی بھی امتی کے لیے جائز نہیں ہے۔

فخر الاسلام امام بزدوی (متوفی ۴۸۳ھ) لکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی اقسام میں مباح، مستحب، واجب اور فرض شامل ہیں۔ آپ کے افعال کی ایک اور قسم ،زلۃ، بھی ہے۔ ،زلۃ، کا تعلق اس باب (یعنی اتباع) سے نہیں ہے کیونکہ ،زلۃ، میں کسی بھی نبی و رسول کی اقتداء و پیروی درست نہیں ہے۔ (قرآن و سنت میں) اس قسم کے افعال کے تذکرہ کے ساتھ ہی خود فاعل یا اللہ کی طرف سے ایک بیان متصل بعد ہوتا ہے (جو کہ اس کے قابل اقتداء نہ ہونے کی طرف اشارہ کر رہا ہوتا ہے)۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:،، اور حضرت آدم نے نافرمانی کی،،۔ ایک اور جگہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک قبطی کے قتل ہونے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:،، حضرت موسیٰ نے کہا یہ تو شیطان کا کام ہے،،۔ ،زلۃ، سے مراد وہ فعل ہے جس کے کرنے کا فاعل نے ارادہ نہ کیا ہو لیکن فاعل نے ایک دوسرے مباح فعل کا قصد کیا ہو اور اس مباح فعل کے ارتکاب نے فاعل کو ،زلۃ، تک پہنچا دیا ہو،،۔ پس وہ شخص ایک مقصود بعینہ حرام فعل (یعنی ایسا حرام فعل کہ اس کے ارتکاب کا قصد کیا گیا ہو) میں مشغول ہونے کی وجہ سے پھسل گیا،،۔ (اصول البزدوی، باب افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

شمس الائمہ امام سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) فرماتے ہیں۔ جان لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ افعال جو کہ قصد و ارادے سے ہوں، ان کی چار اقسام ہیں: مباح، مستحب، واجب اور فرض۔ ایک پانچویں قسم ،زلۃ، کی بھی ہے لیکن وہ اس باب (یعنی اتباع کے باب) میں داخل نہیں ہے، کیونکہ ،زلۃ، میں آپ کی اقتداء جائز نہیں ہے۔ اس باب میں ان افعال کے حکم کو بیان کیا جائے گا جن میں آپ کی اقتداء ہوگی۔ اسی لیے نیند یا بے ہوشی کے عالم میں آپ سے صادر ہونے والے افعال کا تذکرہ اس جگہ نہیں ہوگا

، کیونکہ ان حالتوں میں آپ سے صادر ہونے والے افعال میں آپ کا قصد وارادہ شامل نہیں ہوتا ہے۔

لہٰذا ان حالتوں میں آپ سے صادر ہونے والے افعال حکم شرعی میں داخل نہ ہوں گے۔ جہاں تک ،زلۃ، کا معاملہ ہے تو اس میں عین فعل کا قصد نہیں ہوتا لیکن اصل فعل کی طرف قصد موجود ہوتا ہے۔ (اصول السرخسی، باب الکلام فی افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

علامہ علاؤالدین بخاری (متوفی ۷۳۰ھ) لکھتے ہیں۔ بنیادی طور پر افعال کی دو ہی قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو ان افعال کی ہے جن کا صرف وجود ہو اور کوئی زائد صفت (مثلاً ارادہ وغیرہ) ان کے ساتھ متصل نہ ہو۔ جیسا کہ کسی سوتے ہوئے یا بھولے ہوئے آدمی کا فعل ہے۔ یہ افعال نہ تو حسن ہوں گے اور نہ ہی قبیح ہو سکتے ہیں۔ دوسری قسم میں وہ افعال شامل ہیں جن کے وجود کے ساتھ کوئی زائد صفت (مثلاً ارادہ وغیرہ) بھی شامل ہو، جیسا کہ مکلفین کے افعال ہیں۔ ان افعال کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم ،حسن، کہلاتی ہے اور دوسری ،قبیح،۔ ،حسن، کی آگے مزید تین قسمیں ہیں، یعنی واجب، مندوب اور مباح۔ اور ،قبیح، کی دو قسمیں ہیں، یعنی حرام و مکروہ۔ اور ان تمام افعال کا صدور سوائے آخری قسم (یعنی قبیح) کے تمام مکلفین سے ممکن ہے، چاہے وہ انبیاء ہوں یا عام انسان۔ جہاں تک آخری قسم (یعنی قبیح) کا تعلق ہے تو انبیاء کے سوا تمام لوگوں سے اس کا وقوع ممکن ہے جبکہ انبیاء سے ان افعال کا صدور ممکن نہیں ہے جو کہ معصیت ہوں، کیونکہ عام مسلمانوں کا عقیدہ یہی ہے کہ انبیاء کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے معصوم ہوتے ہیں۔

ہمارے اصحاب (یعنی حنفیہ) کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء صغائر سے بھی پاک ہوتے ہیں، اگرچہ وہ ،زلۃ، کا ارتکاب کر سکتے ہیں ، جبکہ بعض اشعریہ کا عقیدہ اس کے برعکس ہے (یعنی ان کے نزدیک انبیاء ،زلۃ، کے علاوہ صغائر کے بھی مرتکب ہو سکتے ہیں)۔ پس یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اس باب میں افعال سے مراد آپ کے وہ افعال ہیں جو قصد وارادے سے واقع ہوں اور ،زلۃ، کی قبیل سے نہ ہوں، کیونکہ اس باب میں آپ کی اتباع کا مسئلہ زیر بحث ہے اور آپ کے جو افعال بھول چوک میں سے ہوں یا بے ہوشی و نیند کی حالت میں آپ سے صادر ہوئے ہوں تو ان میں آپ کی اقتداء درست نہیں ہے، ،زلۃ، میں عین فعل کا ارادہ نہیں ہوتا لیکن اصل فعل کا قصد ضرور ہوتا ہے۔

ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ نے عصمت انبیاء کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ،زلۃ، کا معنی یہ نہیں ہے کہ وہ حق سے باطل اور اطاعت سے معصیت کی طرف پھسل گئے، بلکہ اس کا اصل معنی یہ ہے کہ وہ افضل سے مفضول اور زیادہ صحیح سے صحیح کی طرف مائل ہو گئے۔ (کشف الاسرار شرح اصول البزدوی، باب افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

علامہ علاؤالدین بخاری (متوفی ۷۳۰ھ) کی اس مذکورہ بالا عبارت میں ایک قابل غور اہم نکتہ یہ ہے کہ انہوں نے مباح کو ،قبیح، کے بالمقابل ،حسن، کی ایک قسم قرار دیا ہے۔ پس ،مباح، اگرچہ ،حسن، ہوتا ہے لیکن اس پر کوئی اجر وثواب نہیں ہوتا ہے۔

علامہ صاحب اپنی کتاب میں مباح کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

واما الثالث فهو المباح ذليس فى ادائه ثواب، ولا فى تركه عقاب، (کشف الاسرار، باب اقسام العزیمۃ)

تیسری قسم مباح ہے جس کی ادائیگی میں نہ تو کوئی ثواب ہے اور نہ ہی اس کے چھوڑنے پر کوئی سزا ہے،،۔

مذکورہ بالا بحث سے ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ، مباح، پر اگر اجر و ثواب نہیں ہے تو اس کو، حسن، کس پہلو سے کہا گیا ہے؟ بعض اصولیین نے، مباح، کے، حسن، ہونے کی بحث کو مستقل طور پر بیان کیا ہے اور اس میں اس نکتے کی بھی وضاحت کی ہے۔

امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) لکھتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ کیا مباح، حسن، ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ اگر تو، حسن، سے مراد یہ ہے کہ فاعل کو اس کو کرنے کی اجازت ہے تو اس اعتبار سے مباح، حسن، ہے۔ اور اگر، حسن، سے مراد یہ ہے کہ اس کے فاعل کی تعظیم کی جائے اور اس کا فاعل قابل تعریف ہو اور اسی طرح قبیح، سے مراد یہ ہے کہ اس کے فاعل کی مذمت یا سزا کا اعتقاد ہو تو اس معنی میں مباح، حسن، نہیں ہے۔ (المستصفی: المقطب الاول فی الثمرۃ وھی الحکم، مسألۃ الجائز لا یتضمن الامر والمباح)

دوسری قسم

اس قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ افعال شامل ہیں جو جبلی امور سے متعلق ہیں۔ فقہائے احناف کے نزدیک یہ افعال بالاتفاق مباح ہیں۔

علامہ علاؤ الدین بخاری لکھتے ہیں۔ علماء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تمام افعال کی شرعی حیثیت کے بارے میں اختلاف کیا ہے جو بھول چوک یا سہو کے علاوہ ہیں مثلاً آپ کا ظہر کی دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دینا یہاں تک کہ ذوالیدین نے کہا: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ اور ایسے طبعی افعال کے علاوہ ہیں جن سے کوئی بھی ذی روح مخلوق خالی نہیں ہوتی۔ مثلاً سانس لینا، کھڑا ہونا، بیٹھنا، کھانا، پینا وغیرہ۔ یہ تمام افعال آپ اور اُمت کے حق میں مباح ہیں اور ان کے مباح ہونے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ (کشف الاسرار شرح اصول البزدوی، باب افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

علامہ ابن الہمام (متوفی ۸۶۱ھ) اور ابن امیر حاج الحنفی (متوفی ۸۷۱ھ) لکھتے ہیں۔

(مسألة الاتفاق فی افعاله الجبلية) ای الصادرة بمقتضی طبيعته فی اصل خلقته كالقيام و القعود و النوم و الاكل و الشرب (الباحة لنا و له) التقرير والتحبير: المقالة الثانية فی احوال الموضوع، مسألة الاتفاق فی افعاله الجبلية الصادرة بمقتضی طبعيته)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جبلی افعال جو کہ آپ سے بتقاضائے طبیعت صادر ہوئے ہیں، جیسا کہ کھڑا ہونا، بیٹھنا، سونا، کھانا اور پینا وغیرہ، تو اس کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ یہ تمام افعال آپ اور امت کے حق میں مباح ہیں،،۔

پہلا نکتہ

اس بحث میں پہلا نکتہ تو یہ ہے کہ مباح کی تعریف احناف کے نزدیک بالاتفاق یہ ہے کہ جس کے کرنے پر کوئی ثواب نہ ہو اور نہ ہی اس کے ترک پر عذاب ہو۔

علامہ علاؤ الدین بخاری فرماتے ہیں کہ تیسری قسم مباح ہے جس کی ادائیگی میں نہ تو کوئی ثواب ہے اور نہ ہی اس کے چھوڑنے پر کوئی سزا ہے۔ (کشف الاسرار، باب اقسام العزیمۃ)

دوسرا نکتہ

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ امام جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے افعال جو کہ امت کے حق میں، مباح، ہیں، ان کے لیے لفظ ،سُنّت، بھی استعمال نہیں ہوسکتا ہے۔

امام ابوبکر جصاص فرماتے ہیں کہ: سُنّت کے احکام تین قسم پر ہیں۔فرض، واجب اور مندوب۔اور مباح فعل پر لفظ ،سُنّت، کا اطلاق درست نہیں ہے، کیونکہ ہم یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ ،سُنّت، کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کام کریں یا کوئی حکم اس لیے دیں کہ اس میں آپ کی اقتداء کی جائے، اس پر عمل میں دوام اختیار کیا جائے اور اس پر عمل سے ثواب حاصل ہو، اور یہ تینوں باتیں مباح میں معدوم ہیں۔ (الفصول فی الاصول، باب القول فی سنن رسول اللہ ﷺ)

تیسرا نکتہ

تیسرا نکتہ یہ ہے کہ بعض فقہائے احناف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جبلی امور کی پیروی کو ،حسن، کہا ہے تو اس سے ان کی یہ مراد نہیں ہے کہ وہ ان افعال کو ،مباح، بھی کہتے ہیں اور باعث اجر و ثواب بھی سمجھتے ہیں۔ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ فقہائے احناف کے نزدیک واجب اور مندوب کی طرح مباح بھی ،حسن، کی ایک قسم ہے۔اور ،حسن، سے مراد بعض اوقات ایسے افعال بھی ہوتے ہیں جو کسی اخروی اجر و ثواب کے وعدے کے بغیر بھی کسی اور پہلو سے ،حسن، ہوتے ہیں۔

علامہ ابن الہمام اور ابن امیر الحاج الحنفی لکھتے ہیں۔سُنّت دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہے۔سُنّت الہدیٰ جس کو قائم کرنا تکمیل دین کے لیے ہوتا ہے اور اس کے بلاعذر تارک، جبکہ وہ اس کے ترک پر مصر بھی ہو، کو گمراہ قرار دیا جائے گا اور وہ قابل مذمت ہوگا۔جیسا کہ فرض نمازوں کے لیے اذان کی مثال ہے اور سُنّت کی دوسری قسم سُنّت الزائدۃ ہے۔جیسا کہ آپ کا کھانا، بیٹھنا اور لباس پہننا۔فقہاء کا کہنا یہ ہے کہ سنن الزوائد کو اختیار کرنا ،حسن، ہے اور ان کے چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے، یعنی ان کو چھوڑنا ناپسندیدہ یا برا نہیں ہے۔ (التقریر والتحبیر: المقالۃ الثانیۃ فی احوال الموضوع، تقسیم الحنفیۃ الحکم اما رخصۃ او عزیمۃ)

یہ وہی انداز ہے جو ہم نے عمامے کی بحث میں اختیار کیا ہے کہ اگر کوئی شخص ہم سے یہ سوال کرے کہ عمامہ باندھنا چاہیے یا نہیں، تو ہم اسے یہی جواب دیں گے کہ باندھنا چاہیے، لیکن اس کا باندھنا دین کا موضوع نہیں ہے کہ جس کے چھوڑنے کو ناپسندیدگی یا بری نظروں سے دیکھا جائے۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں۔

کیا مباح ،حسن، ہے یا نہیں، تو اس مسئلے میں راجح مسلک تفصیل ہے۔اور وہ یہ کہ مباح اس اعتبار سے تو ،حسن، ہے کہ اس کے فاعل کو اس کے کرنے کی اجازت ہے یا اس اعتبار سے بھی ،حسن، ہوسکتا ہے کہ اس کی اپنے مقصود سے موافقت ہے۔لیکن مباح اس اعتبار سے بالکل بھی ،حسن، نہیں ہے کہ اس کا فاعل قابل تعریف ہو۔ (اصول الفقہ الاسلامی، ج ۱، ص ۹۰)

چوتھا نکتہ

آخری نکتہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض وہ جبلی افعال جو قرآن کی کسی ایسی نص کا بیان بن رہے ہوں جس

کو اس حکم وجوب یا استحباب کے درجے میں ہوتو پھر یہ جبلی افعال کم از کم مستحب ضرور ہوں گے اور ان کی اتباع باعث اجر وثواب ہو

گی۔

امام ابوبکر جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے افعال جو ہر شخص کو پیش آتے ہیں اور

کوئی بھی عادتاً ان سے مستغنی نہیں ہوسکتا ہے، مثلاً کھانا، پینا، کھڑا ہونا، بیٹھنا اور سونا وغیرہ جیسا کہ آپ کے بارے میں مروی ہے کہ

جب آپ اپنے گھر میں ہوتے تو اپنا جوتا خود گانٹھ لیتے تھے اور اپنا کپڑا خود سی لیتے تھے۔

آپ کے ایسے افعال وجوب کے درجے کے نہیں ہیں۔ کیونکہ ہم یہ بات پہلے بیان کر چکے ہیں کہ آپ ان افعال سے علیحدہ

نہیں رہ سکتے تھے اور ان افعال کو کرنے کی حاجت ہر کسی کو پیش آتی ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ مسئلہ بھی ہے کہ ان افعال میں ہر کسی

کے لیے آپ کی اقتداء ممکن بھی نہیں ہے کیونکہ ان افعال کا ہر حال میں کرنا محال ہے۔ جوتے کو گانٹھ لینے اور کپڑے کو سی لینے کے عمل

کے ظاہری فعل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ نے ان افعال کو ہمارے حق میں واجب کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا تھا۔ یہ بھی امکان ہے

کہ آپ سے اس قسم کے افعال تقرب الی اللہ کی نیت سے وارد ہوئے ہوں کیونکہ ان افعال کو کرتے وقت آپ نے تواضع، ترک

تکبر، گھر والوں کے ساتھ مساوات کا ارادہ کیا تاکہ اس پر اللہ کی طرف سے اجر وثواب ہو اور آپ کی امت بھی آپ کی اس مسئلے میں

اقتداء کرے۔ (الفصول فی الاصول، باب القول فیما یستدل بہ علی احکام افعالہ علیہ السلام)

<u>تیسری قسم</u>

یہ قسم سہو وجبلی افعال کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادی افعال پر مشتمل ہے۔ آپ کے ارادی افعال کی بھی

فقہائے احناف نے دو قسمیں بنائی ہیں۔ پہلی قسم آپ کے ان افعال پر مشتمل ہے جن کی صفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق

میں واضح ہو، یعنی ان افعال کا آپ کے حق میں فرض، واجب، مستحب یا مباح ہونا معلوم ہو۔

امام سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) فرماتے ہیں۔

وكان ابو الحسن الكرخي رحمه الله يقول: ان علم صفة فعله انه فعله واجبا او ندبا او مباحا فنه

يتبع فيه بتلك الصفة. (اصول السرخسی، باب افعال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم)

ابو الحسن کرخی فرماتے تھے کہ اگر آپ کے کسی فعل کی صفت معلوم ہو جائے کہ آپ نے اس کو واجب، مندوب یا مباح سمجھ کر

کیا ہے تو آپ کی اس فعل میں پیروی اسی صفت (یعنی وجوب، ندب یا اباحت) کے ساتھ کی جائے گی۔

علامہ علاؤ الدین بخاری (متوفی ۷۳۰ھ) لکھتے ہیں۔

ثم بعد ذلك ما ان علمت صفة ذلك الفعل فى حقه عليه السلام او لم تعلم. فن علمت

فالجمهور على ان امته مثله وذهب شرذمة الى ان حكم ما علمت صفته كحكم مالم تعلم صفته

هكذا ذكر بعض الاصوليين. (کشف الاسرار، باب افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

پھر اس کے بعد یا تو اس فعل کی صفت (یعنی اس کا واجب، مندوب یا مباح ہونا) آپ کے حق میں معلوم ہوگا یا نہیں۔ اگر تو

آپ کے حق میں اس فعل کی صفت معلوم ہے تو جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ آپ کی امت بھی (اس فعل پر عمل کرنے میں) آپ کی مانند ہو گیا اور ایک چھوٹی جماعت کا کہنا یہ ہے کہ آپ کے جن افعال کی صفت معلوم ہو ان کا حکم بھی ان افعال جیسا ہی ہے جن کی صفت معلوم نہ ہو۔ بعض اصولیین نے اسی طرح اس کا ذکر کیا ہے۔

والاتباع: ان یفعل مثل فعله، وفی حکمه، فذا فعله واجبا، فعلنا علینا الوجوب، وذا فعله ندبا، او مباحا، فعلناه کذلك، لنکون قد وفینا الاتباع حقه فکان الاتباع والتاسی: ان نفعل مثل ما فعله، علی الوجه الذی فعله علیه (الفصول فی الاصول، باب القول فی افعال النبی ﷺ)

اتباع سے مراد یہ ہے کہ کوئی امتی ویسا ہی کام کرے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اور اس کام کے حکم میں بھی آپ کی اتباع کرے۔ یعنی جب آپ نے ایک کام کو واجب سمجھ کر کیا ہے تو ہم بھی اس کو واجب سمجھ کر کریں اور اگر آپ نے کسی فعل کو مندوب یا مباح سمجھ کر کیا ہو تو ہم بھی اسے مندوب یا مباح سمجھ کر کریں، تا کہ ہم اتباع کا صحیح معنی میں حق ادا کرنے والے ہو جائیں پس اتباع اور پیروی سے مراد ہے کہ ہم وہ کام کریں جو آپ نے کیا ہے اور اس ارادہ و نیت کے ساتھ کریں جس ارادہ و نیت سے آپ نے کیا ہے۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ افعال جن کی صفت آپ کے حق میں معلوم ہو، ان افعال کی پیروی و اتباع اسی صفت کے ساتھ جائز ہے۔ یعنی اگر واجب کو واجب، مندوب کو مندوب اور مباح کو مباح سمجھ کر کیا جائے۔

امام ابو بکر جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) کی مذکورہ بالا عبارت میں ایک اہم نکتہ جو بیان ہوا ہے وہ متابعت یا اتباع کی تعریف ہے۔ امام صاحب کے بقول آپ نے جس فعل کو مباح سمجھ کر ادا کیا تو امت کے لیے بھی یہ لازم ہے کہ اسے مباح سمجھ کر ادا کرے اور جس فعل کو آپ نے مستحب جانتے ہوئے ادا کیا تو امت بھی اس فعل کی ادائیگی کے وقت اس کے مستحب ہونے کا عقیدہ رکھے۔ اگر آپ نے کسی فعل کو مباح سمجھا اور امت نے اس کو مستحب بنا دیا یا آپ نے کسی فعل کو مستحب سمجھ کر ادا کیا اور امت نے اسے واجب بناتے ہوئے اس پر عمل شروع کر دیا تو یہ آپ کی اتباع یا متابعت تصور نہیں ہوگی۔

امام ابو بکر جصاص فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال جو آپ سے قصد و ارادے سے صادر ہوئے ہوں، تین قسم پر ہیں: واجب، مندوب اور مباح، سوائے ان افعال کے جن کے بارے میں کوئی دلیل ہو کہ وہ ان صغائر میں سے ہیں جن کی معافی ہو چکی ہے۔ (الفصول فی الاصول، باب القول فی افعال النبی ﷺ)

تیسرا نکتہ یہ ہے کہ امام جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) اور تقریباً تمام اصولیین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادی افعال کی تین قسمیں بنائی ہیں اور فرض و واجب کو علیحدہ علیحدہ بیان نہیں کیا جبکہ امام سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) اور امام بزدوی (متوفی ۴۸۳ھ) نے فرض اور واجب کے فرق کو بیان کرتے ہوئے آپ کے ارادی افعال کی چار قسمیں بنائی ہیں۔

علامہ علاؤالدین بخاری (متوفی ۷۳۰ھ) لکھتے ہیں: ثم الشیخ و شمس الائمة رحمهما الله قسما افعاله علیه السلام سوی الزلة وما لیس عن قصد علی اربعة اقسام فرض و واجب و مستحب و مباح و

القاضی الامام وسائر الاصولیین قسموها علی ثلاثة اقسام واجب مستحب ومباح.

(کشف الاسرار، باب افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

پھر امام بزدوی اور امام سرخسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان افعال کے علاوہ جو کہ بھول چوک میں سے ہیں یا قصدا نہیں ہیں، باقی افعال کو چار قسموں فرض، واجب، مستحب اور مباح میں تقسیم کیا ہے، جبکہ امام ابوبکر جصاص اور باقی اصولیین نے ان کو واجب، مستحب اور مباح میں تقسیم کیا ہے۔

چوتھی قسم

یہ قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارادی افعال پر مشتمل ہے جن کی صفت یعنی ان کا فرض، واجب، سنت یا مباح ہونا واضح نہ ہو، نہ آپ کے حق میں اور نہ ہی امت کے حق میں۔

امام سرخسی فرماتے ہیں۔

وکان ابو الحسن الکرخی رحمہ اللہ یقول: ان علم صفة فعلہ انہ فعلہ واجبا او ندبا او مباحا فنہ یتبع فیہ بتلک الصفة. وان لم یعلم فنہ یثبت فیہ صفة الباحة. ثم لا یکون الاتباع فیہ ثابتا لا بقیام الدلیل وکان الجصاص رحمہ اللہ یقول بقول الکرخی رحمہ اللہ لا انہ یقول: اذا لم یعلم فالاتباع لہ فی ذلک ثابت حتی یقوم الدلیل علی کونہ مخصوصا وهذا هو الصحیح.

(اصول السرخسی، باب الکلام فی افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

اور امام ابوالحسن کرخی فرماتے تھے کہ اگر آپ کے فعل کی صفت معلوم ہو کہ وہ واجب ہے یا مندوب یا مباح، تو اس فعل میں آپ کی اتباع اسی صفت کے ساتھ ہوگی اور اگر اس فعل کی صفت آپ کے حق میں معلوم نہ ہو تو آپ کا وہ فعل مباح متصور ہوگا اور اس فعل میں (امت کے لیے) آپ کی اتباع اسی وقت ثابت ہوگی جبکہ اس کی کوئی دلیل ہو۔ امام جصاص کا بھی وہی موقف ہے جو کہ امام کرخی کا ہے (یعنی آپ کے جن افعال کی صفت معلوم نہ ہو وہ مباح افعال متصور ہوں گے) لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر آپ کے کسی فعل کی صفت معلوم نہ ہو (تو وہ مباح تو ہوگا) لیکن اس میں آپ کی اتباع ثابت ہے الا یہ کہ اس فعل کے آپ کے ساتھ مخصوص ہونے کی کوئی دلیل ہو۔

علامہ علاؤ الدین بخاری (متوفی ۷۳۰ھ) لکھتے ہیں۔ اگر آپ کے کسی فعل کی صفت معلوم نہ ہو (کہ وہ واجب ہے یا مندوب یا مباح) اور اس فعل کا تعلق معاملات سے ہو تو بالاجماع وہ فعل مباح ہے۔ ابوالیسر نے اسی طرح کہا ہے۔ اور اگر وہ فعل (جس کی صفت معلوم نہ ہو) عبادات سے متعلق ہو تو اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء کا کہنا یہ ہے کہ آپ کے ایسے افعال کے بارے میں توقف کیا جائے گا اور ان پر وجوب، ندب یا اباحت میں سے کوئی بھی حکم نہ لگایا جائے گا اور ہمارے لیے آپ کے ایسے افعال میں اتباع اس وقت تک ثابت نہ ہوگی جب تک کہ کوئی ایسی دلیل نہ ہو جو اس فعل کے وصف (یعنی وجوب، ندب یا اباحت) کو ظاہر کردے اور امت کی اس فعل میں آپ کے ساتھ شرکت کو بھی ثابت کرے۔ عام اشاعرہ اور شوافع کی ایک

جماعت امام غزالی، ابو بکر دقاق اور ابو القاسم بن کج رحمہم اللہ وغیرہ کا یہی موقف ہے۔ جبکہ علماء کی ایک دوسری جماعت کا کہنا یہ ہے کہ ہمارے لیے آپ کے ایسے افعال میں آپ کی اتباع واجب ہے اور ان افعال کا کرنا آپ پر بھی واجب ہے اور امت پر بھی۔ یہ امام مالک کا مذہب ہے اور شوافع میں سے ابو العباس، اصطخری، ابن ابی ہریرۃ اور ابن خیران رحمہم اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ حنابلہ اور معتزلہ کی ایک جماعت نے بھی اسی موقف کو اختیار کیا ہے۔ (کشف الاسرار، باب افعال النبی ﷺ)

امام جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) احناف کے اس موقف کے دلائل کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ اگر تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے فعل (کہ جس کی صفت وجوب، ندب یا اباحت معلوم نہ ہو) کو مباح سمجھ کر عمل کر لیا تو تم اس اندیشے سے بے خوف نہیں ہو سکتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کو مندوب یا واجب سمجھ کر کیا ہو اور تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہو۔ ایسے شخص کو یہ جواب دیا جائے گا: اگر آپ نے اس فعل (کہ جس کی صفت معلوم نہ ہو) کو مندوب یا واجب سمجھ کر کیا ہوتا تو آپ اپنے اس فعل کی اس صفت کو ضرور بیان کرتے، کیونکہ ہم اس کے محتاج ہیں۔ پس جب آپ نے اپنے کسی فعل کی صفت واضح نہیں کی تو ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ آپ نے ہمیں یہ فعل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے اور آپ کا یہ فعل ہمارے حق میں مباح ہے۔

پس اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ آپ نے اگر اس فعل (کہ جس کی صفت واضح نہیں ہے) کو مباح سمجھ کر کیا تھا تو آپ اس کی اباحت کو ہی واضح کر دیتے (لیکن آپ نے اس کی اباحت کو واضح نہیں کیا) پس جس طرح آپ کے لیے یہ جائز تھا کہ آپ ایک مباح کام کریں اور اس کی اباحت کو بیان نہ کریں تو اسی طرح آپ کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ آپ کسی کام کو مندوب یا واجب سمجھ کر کریں اور اس کے ندب یا وجوب کو بیان نہ کریں۔ ہم اس کو شخص کو یہ جواب دیں گے: یہ لازم نہیں ہے کہ ایسا ہی ہو۔ آپ کے لیے یہ تو جائز تھا کہ آپ تمام کے تمام مباحات کو بیان نہ کریں جبکہ ہمارے دین میں تمام مباحات سے واقفیت ضروری نہیں ہے، کیونکہ مباحات کے ارتکاب پر نہ تو کوئی ثواب ہے اور نہ ہی ان کے انکار پر کوئی سزا ہے۔ جہاں تک مندوب و واجب کا تعلق ہے تو اس کے بیان کو ترک کرنا آپ کے لیے جائز نہیں تھا کیونکہ ہم مندوب و واجب کی معرفت کے محتاج ہیں تاکہ مندوب کے کرنے سے ثواب ہو اور واجب کو ترک کرنے سے ہم محرمات میں نہ جا پڑیں۔ (الفصول فی الاصول، باب القول فی افعال النبی ﷺ)

جیسا کہ امام جصاص نے بیان کیا ہے، ایک اہم نکتہ اس بحث میں یہ ہے کہ آپ کے اس قسم کے تمام افعال کو بھی علمائے احناف نے واجب یا مستحب قرار نہیں دیا ہے بلکہ ان افعال میں بھی ایک قسم 'مباح' ہے کہ جس کے ارتکاب پر کسی امتی کے لیے اجر و ثواب کا کوئی عقیدہ رکھنا درست نہیں ہے۔

دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ قرآن کی وہ عمومی آیات کہ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مطلق اتباع کا تذکرہ ہے، ان سے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ شاید آپ کی یہ اتباع آپ کے ہر ہر فعل میں امت کے حق میں واجب یا فرض ہے۔

امام سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) ان آیات کی وضاحت کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں۔

ففی قولہ: (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) دلیل علی ان التاسی بہ فی افعالہ لیس

واجب. لانه لو كان واجبا لكان من حق الكلام ان يقول عليكم. ففي قوله لكم. دليل على ان ذلك مباح لنا لا ان يكون لازما علينا والامر بالاتباع التصديق والاقرار بما جاء به. فان الخطاب بذلك لاهل الكتاب وذلك بين في سياق الأية. (اصول السرخسی، باب الکلام فی افعال النبی ﷺ)

اللہ کے اس قول، ،البتہ تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے،، میں اس بات پر دلیل ہے کہ آپ کے افعال میں آپ کی پیروی واجب نہیں ہے، کیونکہ اگر آپ کے افعال میں آپ کی پیروی واجب ہوتی تو پھر آیت مبارکہ میں ،لکم، کی بجائے ،علیکم، کے الفاظ ہوتے۔ پس اللہ تعالیٰ کے الفاظ ،لکم، میں اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے افعال کی اتباع امت کے حق میں مباح ہے نہ کہ لازم۔ اور ،فَاتَّبِعُوْنِيْ، میں اتباع سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق واقرار کرنا ہے (یعنی اتباع سے مراد آپ کی باتوں پر ایمان لانا ہے) کیونکہ آیت کے سیاق میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ ان آیات میں اصل خطاب اہل کتاب سے ہے۔

پانچویں قسم

فقہائے حنفیہ کے نزدیک پانچویں قسم آپ کے ان افعال پر مشتمل ہے جو قرآن کی کسی نص کا بیان ہوں۔ آپ کے ان افعال کا وہی حکم ہوگا جو کہ اصل یعنی مبیّن کا ہوگا۔

امام جصاص فرماتے ہیں۔ آپ کا فعل کسی مجمل نص کا بیان بن رہا ہو اور اس مجمل نص کا حکم وجوب، ندب یا اباحت کا ہو تو جو حکم اس مجمل نص کا ہوگا وہی حکم آپ کے فعل کا بھی ہوگا۔ اگر اس مجمل نص کا حکم وجوب کا ہے تو اس نص کے بیان میں جو آپ کا فعل ہوگا وہ بھی واجب ہوگا۔ اور اگر وہ مجمل نص مندوب کے درجے میں ہو تو اس کے بیان میں آپ کا فعل بھی مندوب ہوگا اور اگر وہ مجمل نص مباح کا درجہ رکھتی ہو تو اس کے بیان میں آپ کا فعل بھی مباح ہوگا چنانچہ جب آپ کا فعل کسی مجمل نص کا بیان بن رہا ہو اور وہ واجب کے درجے میں ہو تو اس کی مثال فرض نمازوں کی رکعات ہیں جو کہ قرآن کی مجمل نص (اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ) کا بیان ہیں۔ اسی طرح حج میں آپ کے افعال (وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ) کی مجمل نص کا بیان ہیں۔ اسی طرح ایک ایسی مجمل نص جو کہ مندوب کے حکم میں ہو اس کے بیان کی مثال (وَافْعَلُوا الْخَيْرَ) اور (اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ) ہے، کیونکہ تمام قسم کی بھلائیوں پر عمل واجب نہیں ہے اور اسی طرح تمام قسم کے احسانات جو کہ آپ نے کیے ہیں وہ بھی واجب نہیں ہیں، جیسا کہ نفل صدقات اور نفلی نماز وغیرہ۔ (الفصول فی الاصول، باب القول فیما یستدل بہ علی احکام افعالہ علیہ السلام)

امام جصاص نے اس بات کو بھی واضح کیا ہے کہ اگر کسی مجمل نص کا حکم وجوب کا ہے تو یہ لازم نہیں ہے کہ اس نص کے بیان میں آپ کے ہر ہر فعل کا حکم بھی وجوب کا ہی ہو، یعنی اس نص کے بیان میں بعض افعال کا حکم تو وجوب کا ہی ہوگا لیکن بعض افعال مندوب یا مباح بھی ہوں گے۔ جیسا (اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ) کا مجمل حکم تو وجوب کا ہے لیکن آپ نے اس کے بیان میں جو بھی افعال مثلاً رکوع، سجدہ، قومہ، جلسہ استراحت، تکبیرات، تسبیحات، قعدہ وتشہد وغیرہ کیے ہیں وہ سب واجب نہیں ہیں۔ یعنی نماز کے تمام افعال وجوب کا درجہ نہیں رکھتے ہیں۔ (الفصول فی الاصول، باب القول فیما یستدل بہ علی احکام افعالہ علیہ السلام)

چھٹی قسم

چھٹی قسم آپ کے ان افعال پر مشتمل ہے جو کہ آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں۔ آپ کے ان افعال میں بھی بالاتفاق اتباع نہیں ہے۔

علامہ علاؤ الدین بخاری لکھتے ہیں۔ اور آپ کے افعال میں آپ کی اتباع کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ فعل آپ کی ذات سے مخصوص نہ ہو جیسا کہ چاشت اور تہجد کی نماز کا آپ کے حق میں واجب ہونا یا آپ کو چار سے زائد نکاح کی اجازت ہونا اور مال غنیمت کا کچھ حصہ اپنے لیے خاص کر لینا اور خمس، کا پانچواں حصہ وغیرہ۔ کیونکہ ان افعال میں آپ کے ساتھ امت کے شریک ہونے کی بالاتفاق کوئی دلیل نہیں ہے۔ (کشف الاسرار، باب افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

بَابُ شَرْحِ السُّنَّةِ

باب: سنت کی وضاحت

4596- حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَرَقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى أَوْ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَتَفَرَّقَتِ النَّصَارَى عَلَى إِحْدَى أَوْ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً

◈◈ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: یہودی 71 (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) 72 فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور عیسائی 71 (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) 72 فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور میری امت 73 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔

4597- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ قَالَ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ نَحْوَهُ قَالَ حَدَّثَنِي أَزْهَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَرَازِيُّ عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْهَوْزَنِيِّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ أَنَّهُ قَامَ فِينَا فَقَالَ أَلَا إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِينَا فَقَالَ أَلَا إِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوا عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَإِنَّ هَذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ

زَادَ ابْنُ يَحْيَى وَعَمْرٌو فِي حَدِيثَيْهِمَا وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَجَارَى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ لِصَاحِبِهِ

وَقَالَ عَمْرٌو الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ لَا يَبْقَى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ

4596- حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل محمد بن عمرو - وهو ابن علقمة الليثي - خالد: هو ابن عبد الله الواسطي. وأخرجه ابن ماجه (3991)، والترمذي (2831) من طريقين عن محمد بن عمرو، به. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح. وهو في "مسند أحمد" (8396) و"صحيح ابن حبان" (2647)، و(6731).

✧✧ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے ایک مرتبہ وہ کھڑے ہوئے اور بولے: جان لو! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے، آپ نے فرمایا: تم سے پہلے جو اہل کتاب تھے وہ 72 فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور یہ امت 73 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ جن میں سے 72 جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا اور وہ ایک (فرقہ) ''جماعت'' ہوگی۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: میری امت میں کچھ لوگ نکلیں گے جن کے اندر خواہش نفس یوں سرایت کر جائے گی جیسے کتے کا (زہر) آدمی (جسے کتے نے کاٹا ہو) کے اندر سرایت کر جاتا ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: جیسے کتے (کا زہر) اس آدمی کے اندر سرایت کر جاتا ہے جسے اس نے کاٹا ہو اور کوئی ایک جوڑ ایسا نہیں ہوتا جس میں وہ داخل نہ ہو۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْجِدَالِ وَاتِّبَاعِ الْمُتَشَابِهِ مِنَ الْقُرْآنِ

باب: اختلاف کرنے اور قرآن کے متشابہات کی پیروی کرنے کی ممانعت

4598 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ التُّسْتَرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَرَاَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (هُوَ الَّذِي اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ اٰيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ) اِلٰى (اُولُو الْاَلْبَابِ) قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَاَيْتُمُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰئِكَ الَّذِينَ سَمَّى اللّٰهُ فَاحْذَرُوهُمْ

✧✧ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

''وہی وہ ذات ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی ہے جس میں سے بعض محکم آیات ہیں''۔

یہ آیت یہاں تک ہے ''عقل مند لوگ''۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو قرآن کے متشابہات کی پیروی کرتے ہیں' تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے نشاندہی کی ہے۔ تم ان سے بچو!

آیات متشابہات اور محکمات کا بیان

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔(آل عمران)

4598- إسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة بن قعنب. وأخرجه البخاري (4547)، ومسلم (2665)، والترمذي (3236) و (3237) من طريق يزيد بن إبراهيم، بهذا الإسناد. وأخرجه ابن ماجه (47) من طريق أيوب السختياني، والترمذي (3237)

امام ابوعبداللہ قرطبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں نو مسائل ہیں۔

مسئلہ نمبر:(۱) امام مسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

(آیت) هو الذین انزل علیك الكتب منه ایت محكمت هن ام الكتب واخر متشبهت. فاما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغآء الفتنة وابتغآء تاویله. وما یعلم تاویله الا الله والرسخون فی العلم یقولون امنا به كل من عند ربنا وما یذكر الا اولو الالباب (۷) ام المومنین نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو قرآن کریم کی متشابہ آیتوں کی پیروی کرتے ہیں تو وہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ نام دیا ہے لہٰذا تم ان سے بچو۔

(صحیح مسلم، کتاب العلم، جلد ۲، صفحہ ۳۳۹، ایضاً صحیح بخاری، منہ آیات محکمات، رقم الحدیث، ۴۱۸۳، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

ابوغالب نے بیان کیا ہے: میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا اور وہ اپنے گدھے پر سوار تھے، یہاں تک کہ جب وہ مسجد دمشق کے راستے تک پہنچ کر رکے تو وہاں کچھ سر کھڑے کئے گئے تو آپ نے پوچھا: یہ سر کن کے ہیں؟ تو بتایا گیا: یہ خوارج کے سر ہیں جو عراق سے لائے گئے ہیں، تو حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آگ کے کتے ہیں، آگ کے کتے ہیں، آگ کے کتے ہیں! آسمان کے سائے کے نیچے شریر ترین مقتول ہیں، اچھائی اور مبارک اس کے لئے جس نے انہیں قتل کیا اور انہوں نے اسے قتل کیا، انہوں نے یہی جملہ طوبی لمن قتلهم وقتلوه تین بار کہا، پھر رونے لگے، تو میں نے عرض کی: اے ابوامامہ رضی اللہ عنہ کون سی شے تمہیں رلا رہی ہے؟ تو انہوں نے کہا: ان کے لئے رحمت ہو، بے شک وہ اہل اسلام میں سے تھے پھر اس سے نکل گئے، پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔

(آیت) هو الذین انزل علیك الكتب منه ایت محكمت. الی آخر الایات، پھر یہ آیت تلاوت کی:

(آیت) ولا تكونوا كالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جآءهم البینت. (آل عمران ۱۰۵:)

ترجمہ: اور نہ ہو جانا ان لوگوں کی طرح جو فرقوں میں بٹ گئے تھے اور اختلاف کرنے لگے تھے اس کے بعد بھی جب آچکی تھیں ان کے پاس روشن نشانیاں۔

تو میں نے کہا: اے ابوامامہ! کیا یہ وہ لوگ ہیں؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ پھر میں نے کہا: کیا یہ ایسی شے ہے جو تم اپنی رائے سے کہہ رہے ہو یا ایسی شے ہے جسے تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا: بلاشبہ تب تو میں جرات کرنے والا ہوں بلاشبہ تب تو میں جرات کرنے والا! (نہیں) بلکہ میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (کئی بار) سنا ہے نہ ایک بار، نہ دو بار، نہ تین بار، نہ چار بار، نہ سات بار، اور انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں پر رکھ لیں۔

بیان کیا: ورنہ انہیں خاموش کرا دیا جاتا۔(۲) (المعجم الکبیر للطبرانی، جلد ۸، صفحہ ۲۶۷، رقم الحدیث، ۸۰۴۴، ایضاً جامع ترمذی، باب ومن سورۃ آل عمران حدیث ۲۹۲۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) انہوں نے یہ تین بار کہا: پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے

ہوئے سنا ہے: بنی اسرائیل اکہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے ایک فرقہ جنت میں ہوگا، اور بقیہ تمام فرقے جہنم میں ہوں گے اور یقیناً یہ امت ان پر ایک فرقے کا اضافہ کرے گی ایک جنت میں ہوگا اور باقی تمام جہنم میں ہوں گے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، جلد ۸، صفحہ ۲۷۳، رقم الحدیث ۸۰۵۱)

مسئلہ نمبر: (۲) محکمات اور متشابہات کے بارے میں متعدد اقوال پر علماء نے اختلاف کیا ہے، پس حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے اور وہی حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما کے قول کا مقتضا بھی ہے کہ محکمات قرآن کریم کی وہ آیات ہیں جن کی تاویل معروف ہو اور اس کا معنی وتفسیر سمجھے جاسکیں، اور متشابہ وہ ہے جسے جاننے کے لئے کسی کے پاس کوئی ذریعہ نہ ہو یہ ان میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ خاص کر لیا ہے نہ کہ اپنی خلق کے ساتھ بعض علماء نے کہا ہے: ان کی مثال میں قیامت قائم ہونے کا وقت ہے، یاجوج اور ماجوج اور دجال کا نکلنا ہے، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا ظہور ہے اور اسی طرح سورتوں کے اوائل میں حروف مقطعات ہیں۔ (المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۱۰، دار الکتب العلمیہ)

میں (مفسر) کہتا ہوں: یہ احسن قول ہے جو متشابہ کے بارے کیا گیا ہے اور ہم نے سورۃ البقرہ کے اوائل میں ربیع بن خثیم سے پہلے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو نازل فرمایا اور اس میں سے جو چاہا اسے اپنے علم کے ساتھ خاص کر لیا۔

(المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۴۰۰، دار الکتب العلمیہ) الحدیث

اور ابوعثمان نے کہا ہے: محکم سے مراد وہ سورۃ فاتحہ ہے جس کے بغیر نماز جائز نہیں ہوتی، اور محمد بن فضل نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد سورۃ اخلاص ہے کیونکہ اس میں فقط توحید کے سوا اور کچھ نہیں، اور کبھی یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن سارے کا سارا محکم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) کتب احکمت ایتہ۔ (ہود: ۱)

ترجمہ: یہ وہ کتاب ہے محفوظ ومستحکم بنادی گئی ہیں جس کی آیتیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تمام کا تمام متشابہ ہے، کیونکہ ارشاد گرامی ہے: کتابا متشابھا۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: آیت کے معنی میں سے اس میں کوئی شے نہیں ہے، کیونکہ قول باری تعالیٰ (آیت) کتب احکمت ایتہ۔ یعنی نظم اور وصف میں اس کی آیات پختہ اور مضبوط ہیں اور یہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حق ہیں اور کتابًا متشابھا کا معنی ہے کہ اس کی بعض آیات بعض کی مشابہ ہیں اور بعض بعض کی تصدیق کرتی ہیں، اور قول باری تعالیٰ: (آیت) ایٰت محکمت۔ اور واخر متشبھت۔ سے مراد یہ نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں متشابہ احتمال اور اشتباہ کے باب سے ہے جو اس قول میں ہے: ان البقر تشابہ علینا۔ یعنی وہ گائے ہم پر ملتبس ہوگئی، یعنی یہ (لفظ) گائیوں میں سے بہت سی انواع کا احتمال رکھتا ہے، اور محکم سے مراد وہ ہے جو اس کے مقابلہ میں ہو، اور وہ وہ ہے جس میں کوئی التباس نہ ہو اور وہ سوائے ایک وجہ کے اور کوئی احتمال نہ رکھتا ہو۔

اور کہا گیا ہے: بے شک متشابہ وہ ہے جو کئی وجوہ کا احتمال رکھتا ہے، پھر جب ان وجوہ کو ایک وجہ کی طرف لوٹا دیا جائے اور باقی باطل قرار دی جائیں تو وہ متشابہ محکم ہو جاتا ہے، پس محکم ہمیشہ اصل ہوتا ہے اور فروع اس کی طرف لوٹائی جاتی ہیں اور متشابہ وہی فرع ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا: محکمات سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

(آیت) قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم۔ تین آیات تک، اور سورۃ بنی اسرائیل میں یہ ارشاد ہے:

(آیت) وقضی ربك الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا۔

ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: یہ میرے نزدیک ایک مثال ہے جو آپ نے محکمات کے بارے میں بیان فرمائی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بھی بیان کیا: محکمات سے مراد قرآن کریم کی ناسخ آیات، احکام حرام کو بیان کرنے والی اور اس کے فرائض کو بیان کرنے والی وہ آیات ہیں جن کے ساتھ ایمان لایا جاتا ہے اور جن کے مطابق عمل کیا جاتا ہے اور متشابہات سے مراد اس کی منسوخ آیات، اس کی مقدم ومؤخر آیات، اس کی امثال، اس کی اقسام اور وہ جن کے ساتھ ایمان لایا جاتا ہے اور ان کے مطابق عمل نہیں کیا جاتا۔

حضرت ابن مسعود وغیرہ نے کہا ہے: محکمات سے مراد ناسخ آیات ہیں اور متشابہات سے مراد منسوخ آیات ہیں۔ اور یہی حضرت قتادہ، ربیع اور ضحاک نے کہا ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۴۰۰، دارالکتب العلمیہ)

محمد بن جعفر بن زبیر نے کہا ہے: محکمات وہ آیات ہیں جن میں رب کریم کی حجت، بندوں کی عصمت اور جھگڑوں اور باطل کو دور کرنے کا ذکر ہے جس معنی پر انہیں وضع کیا گیا ہے اس سے نہ انہیں پھیرا جاسکے اور نہ اس میں کوئی تحریف کی جاسکے، اور متشابہات وہ ہیں جن میں تصریف وتحریف اور تاویل ہوسکتی ہے، اللہ تعالیٰ نے انکے ساتھ بندوں کو آزمایا ہے، مجاہد اور ابن اسحاق نے یہی کہا ہے، ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اس آیت کے بارے میں سب سے احسن قول یہی ہے۔

(المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۴۰۱، دارالکتب العلمیہ)

نحاس نے کہا ہے: جو کچھ محکمات اور متشابہات کے بارے کہا گیا ہے ان میں احسن یہ ہے کہ محکمات وہ ہیں جو قائم بنفسہ ہیں ان میں کسی اور کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی جیسا کہ (آیت) ولم یکن له کفوا احد (الاخلاص: ۴) اور (آیت) وانی لغفار لمن تاب۔ (طٰہٰ: ۸۲) اور (آیت) ان اللہ لا یغفر ان یشرك به۔ (النساء: ۴۸)

میں (مفسر) کہتا ہوں: جو کچھ نحاس نے کہا ہے وہ اس کی وضاحت کرتا ہے جسے ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے اور وہی وضع زبان پر جاری ہے اور وہ یہ کہ محکم احکم سے اسم مفعول ہے اور الاحکام کا معنی الاتقان (پختہ کرنا) ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو لفظ واضح المعنی ہو اس میں کوئی اشکال اور تردد نہیں ہوتا۔ بلاشبہ وہ (محکم) اپنے مفرد کلمات کے واضح ہونے اور ان کی ترکیب کے پختہ اور مضبوط ہونے میں اسی طرح ہوتا ہے اور جب دو امروں میں سے کوئی ایک محتمل ہوجائے تو اس میں تشابہ اور اشکال آجاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن خویز منداد نے کہا ہے: متشابہ کی کئی وجوہ ہیں ایک وہ ہے جس کے ساتھ حکم متعلق ہوتا ہے وہ یہ ہے جس میں علماء کا اختلاف ہو کہ دو آیتوں میں سے کون سی آیت نے دوسری کو منسوخ کردیا ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایسی حاملہ عورت کے بارے جس کا خاوند فوت ہوجائے یہ نظریہ ہے کہ یہ دونوں مدتوں میں سے زیادہ کے ساتھ عدت

گزارے گی اور حضرت عمر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن مسعود رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہم یہ کہتے ہیں کہ اس کی عدت وضع حمل ہے اور وہ کہتے ہیں چھوٹی سورۃ نساء (یعنی سورۃ طلاق) نے چار مہینے اور دس دن عدت والے حکم کو منسوخ کر دیا ہے اور حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین کہتے ہیں یہ حکم منسوخ نہیں ہوا، اور اسی طرح ان کا وارث کے لئے وصیت کرنے کے بارے میں اختلاف ہے کیا وہ منسوخ کر دی گئی ہے یا منسوخ نہیں کی گئی؟ اور اسی طرح دو آیتوں میں تعارض کی صورت میں اختلاف ہے کہ ان میں سے اولی کون سی ہے کہ اسے مقدم کیا جائے جب نسخ نہ پہچانا جائے اور نہ اس کی شرائط پائی جائیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: (آیت) **واحل لکم ما وراء ذلکم۔** (النساء:۲۴) یہ تقاضا کرتا ہے کہ ملک یمین کی حیثیت سے دو قریبی عورتوں کو اپنے پاس جمع کرنا مباح ہے، جبکہ ارشاد باری تعالیٰ: (آیت) **وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف۔** (النساء:۲۳) اس سے منع کرتا ہے اور اسی میں سے وہ تعارض بھی ہے جو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں پایا جاتا ہے اور وہ جو قیاس میں پایا جائے، پس وہی متشابہ ہے اور ایک آیت کو دو قراتوں پڑھنا متشابہ میں سے نہیں ہے اور اسم کبھی محتمل یا مجمل ہوتا ہے وہ تفسیر کا محتاج ہوتا ہے، کیونکہ اس میں سے واجب اتنی مقدار ہی ہوتی ہے جسے وہ اسم یا پوری آیت شامل ہوتی ہے اور وہ قراتیں دو آیتوں کی طرح ہوتی ہیں اور دونوں کے موجب کے مطابق عمل واجب ہوتا ہے، جیسا کہ پڑھا گیا ہے: (آیت) **وامسحوا برءوسکم وارجلکم۔** (المائدہ:۶) **(الرجلکم)** کی قرات اور کسرہ دونوں کے ساتھ ہے، جیسا کہ اس کا بیان سورۃ المائدہ میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مسئلہ نمبر: (۳) بخاری نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کہا: میں قرآن کریم میں ایسی اشیاء پاتا ہوں جو مجھے مختلف نظر آتی ہیں، (یعنی ان میں اختلاف ہے) آپ نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ اس نے بیان کیا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) **فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتساءلون۔** (المومنون)

ترجمہ: تو کوئی رشتہ داریاں نہ رہیں گی ان کے درمیان اس روز اور نہ وہ ایک دوسرے کے متعلق پوچھ سکیں گے۔

اور فرمایا:

(آیت) **واقبل بعضھم علی بعض یتساءلون۔** (الطور)

ترجمہ: اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھیں گے۔

اور کہا

(آیت) **ولا یکتمون اللہ حدیثا۔**

ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات نہیں چھپائیں گے۔

اور پھر کہا:

(آیت) **واللہ ربنا ما کنا مشرکین** (انعام)

ترجمہ: قسم بخدا! اے ہمارے رب ہم مشرک نہ تھے۔
توانہوں نے اس آیت میں (اپنے شرک کو) چھپایا، اور سورۃ النازعات میں ہے۔
(آیت) ام السماء بنها، رفع سمکها، فسوها، واغطش لیلها واخرج ضحها، والارض بعد ذالك دحها۔
پس اس میں زمین کی تخلیق سے پہلے آسمان کی تخلیق کا ذکر کیا۔ پھر فرمایا
(آیت) ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین وتجعلون له اندادا، ذلك رب العلمین، وجعل فیها رواسی من فوقها وبرك فیها وقدر فیها اقواتها فی اربعة ایام سواء للسائلین، ثم استوی الی السماء وهی دخان فقال لها وللارض ائتیا طوعا او کرها قالتا اتینا طائعین۔ (فصلت)
سو اس میں آسمان کی تخلیق سے پہلے زمین کی تخلیق کا ذکر کیا اور فرمایا:
(آیت) وکان الله غفورا رحیما۔ (النساء)۔ اور (آیت) وکان الله عزیزا حکیما (النساء) اور (آیت) وکان الله سمیعا بصیرا۔ (النساء)
تو گویا کہ وہ تھا پھر گزر گیا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: فلا انساب بینھم نفخہ اولی کے بارے میں ہے پھر صور میں پھونکا جائے گا اور جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہوگا وہ گر پڑے گا سوائے اس کے جس کے بارے اللہ تعالیٰ چاہے گا، اس وقت ان کے درمیان نہ نسب ہوں گے اور نہ وہ ایک دوسرے کے بارے پوچھیں گے، پھر دوسرے لمحہ میں ان میں سے بعض بعض کی طرف متوجہ ہوں گے اور ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔
اور جہاں تک ما کنا مشرکین اور ولا یکتمون الله حدیثا کا تعلق ہے تو چونکہ اللہ تعالیٰ اخلاص والوں کے گناہوں کی مغفرت فرمادے گا، تو مشرکین کہیں گے، آؤ ہم کہتے ہیں: ہم مشرک نہیں تھے، تو اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دے گا اور انکے اعمال کے بارے ان کے اعضاء گفتگو کریں گے تو اس وقت یہ معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کسی بات کو نہیں چھپائے گا اور اس وقت کفار یہ خواہش کریں گے کاش وہ مسلمان ہوتے، اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو دو دنوں میں تخلیق فرمایا، پھر اوپر کی طرف توجہ فرمائی تو دو دنوں میں انہیں ٹھیک ٹھیک سات آسمان بنا دیا، پھر زمین کو بچھایا اور اس سے پانی اور کھیتی نکالی اور ان میں پہاڑ، درخت، ٹیلے اور جو کچھ انکے درمیان ہے وہ سب دو دنوں میں تخلیق فرما دیا، پس اس لئے اللہ تعالیٰ ارشاد ہے۔ (آیت) والارض بعد ذلك دحها۔ (نازعات) نتیجۃً زمین اور جو کچھ اس میں ہے وہ چار دنوں میں تخلیق کیا گیا اور دو دنوں میں آسمان بنایا گیا۔
اور ارشاد باری تعالیٰ (آیت) وکان الله غفورا رحیما۔ (یعنی وہ ذاتی طور پر غفور اور رحیم ہے یعنی وہ ہمیشہ رہا اور ہمیشہ اسی طرح رہے گا) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی شے کا ارادہ نہیں کیا مگر اسے اسی کے مطابق کیا جو ارادہ فرمایا۔ تجھ پر افسوس ہے، چاہیے کہ تجھ پر قرآن مختلف نہ ہو، کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر، جلد ۲، صفحہ ۷۱۲)
مسئلہ نمبر: (۴) قولہ تعالیٰ: (آیت) واخر متشبهت۔ اس میں اخر غیر منصرف ہے، کیونکہ اسے الف لام سے معدول

کیا گیا ہے، کیونکہ اس میں اصل یہ ہے کہ یہ الف لام کے ساتھ صیغہ صفت ہو جیسا الکبر اور الصغر، پس جب اسے الف لام کے جاری ہونے کی جگہ سے معدول کر دیا گیا تو یہ غیر منصرف ہو گیا، ابوعبید نے کہا ہے: انہوں نے اسے منصرف نہیں کہا کیونکہ اسکا واحد منصرف نہیں ہوتا چاہے وہ معرفہ ہو یا نکرہ، اور مبرد نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے: اس بنا پر یہ لازم آتا ہے کہ غضاب اور عطاش بھی منصرف نہ ہوں، اور امام کسائی نے کہا ہے: یہ غیر منصرف ہے کیونکہ یہ صفت ہے، اور مبرد نے اس کا بھی انکار کیا ہے اور کہا ہے: بے شک لبذا اور حطما بھی دونوں صفتیں ہیں اور یہ دونوں منصرف ہیں۔

سیبویہ نے کہا ہے: یہ جائز نہیں ہے کہ اخر الف لام سے معدول ہو، کیونکہ اگر یہ الف لام سے معدولہ ہوتا تو یہ معرفہ ہوتا، کیا آپ جانتے نہیں ہیں کہ سحر تمام اقوال میں معرفہ ہے کیونکہ یہ السحر سے معدول ہے اور امس اس کے قول کے مطابق جس نے کہا: ذھب امس یہ الامس سے معدول ہے پس اگر اخر بھی الف لام سے معدول ہوتا تو وہ بھی معرفہ ہوتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نکرہ کے ساتھ اس کی صفت بیان کی ہے۔

مسئلہ نمبر: (۵) قولہ تعالیٰ: (آیت) فاما الذین فی قلوبھم زیغ۔ پس الذین مبتدا ہونے کے سبب مرفوع ہے اور خبر (آیت) فیتبعون ما تشابہ منہ۔ ہے اور زیغ کا معنی جھکاؤ اور کجی ہے اور اسی سے زاغت الشمس (سورج کا ڈھلنا) اور زاغت الابصار (آنکھوں کا تھکنا) ہے اور کہا جاتا ہے زاغ یزیغ زیغا جب وہ قصد وارادہ ترک کر دے اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

(آیت) فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبھم۔ (الصف:۵)

ترجمہ: پس جب انہوں نے کجروی اختیار کی تو اللہ نے بھی ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔

اور یہ آیت کفار، زندیق، جاہل، بدعتی، تمام گروہوں کو عام ہے۔ اگرچہ اس وقت اس سے اشارہ نجران کے عیسائیوں کی طرف تھا، اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس ارشاد (آیت) فاما الذین فی قلوبھم زیغ۔ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اگر یہ حرور یہ اور خارجیوں کے گروہ نہیں ہیں تو پھر میں نہیں جانتا وہ کون ہیں۔ (المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۴۰۲ ، دار الکتب العلمیہ)

میں کہتا ہوں: یہ تفسیر حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث سے گزر چکی ہے وہی کافی ہے۔

مسئلہ نمبر: (۶) قولہ تعالیٰ: (آیت) فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغآء الفتنۃ وابتغآء تاویلہ۔ ہمارے شیخ ابوالعباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: متشابہ کی پیروی کرنے والے اس سے خالی نہیں ہوتے کہ وہ اس کی پیروی کریں اور اسے جمع کرتے رہیں قرآن کریم میں تشکیک تلاش کرنے کے لئے اور عوام کو گمراہ کرنے کے لئے جیسا کہ زنادقہ اور قرآن کریم میں طعنہ زنی کرنے والے قرامطہ نے کیا، یا وہ متشابہ کے ظواہر کے مطابق اعتقاد رکھنے کی طلب میں ایسا کرتے ہیں، جیسا کہ ان مجسمہ نے کیا جنہوں نے قرآن کریم اور احادیث طیبہ سے ان آیات وروایات کو جمع کیا جن کا ظاہر (اللہ تعالیٰ کی) جسمیت پر دلالت کرتا ہے، یہاں تک کہ انہوں نے یہ اعتقاد رکھا کہ اللہ تعالیٰ ایک جسم مجسم ہے اور وہ صورت مصورہ ہے اس کا چہرہ، آنکھ، ہاتھ، پہلو پاؤں اور انگلیاں سبھی اعضاء ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان سے مبرہ اور بلند ہے یا وہ متشابہ کی پیروی کرتے ہیں ان کی تاویلات کو ظاہر

کرنے کے لئے اور ان کے معانی کی وضاحت کرنے کے لئے یا جیسا کہ صبیغ نے کیا جس وقت اس نے عمر پر کثرت سے اس بارے سوال کئے پس یہ چار اقسام ہوئیں۔

(۱) ان کے کفر میں کوئی شک نہیں، کیونکہ اللہ تعالی نے توبہ قبول کئے بغیر ان کے بارے میں قتل کا حکم دیا ہے۔

(۲) صحیح قول ان کی تکفیر کا ہے، کیونکہ ان کے اور بتوں اور تصویروں کی عبادت کرنے والوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ اور اگر انہوں نے توبہ کی تو ان کی توبہ قبول کی جائے گی، ورنہ یہ قتل کر دیئے جائیں گے جیسا کہ مرتد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

(۳) چونکہ اس کی تاویل کے جواز میں اختلاف ہے لہٰذا اسی بنا پر اس کے جائز ہونے میں علماء نے اختلاف کیا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ سلف کا مذہب متشابہ کی تاویل کے لئے تعرض کو ترک کرنا ہے باوجود اس کے کہ انہیں ان کے ظاہر معنی کے محال ہونے کا یقین تھا، پس وہ کہتے: تم اس سے گزر جاؤ جیسے وہ آئے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ اس کی تاویلات کا اظہار کرنا چاہیے اور اسے ایسے معنی پر محمول کیا جائے بغیر یقین کے جس پر لغۃً محمول کرنا صحیح ہو جیسا کہ مجمل کی تعیین کی جاتی ہے۔

(۴) اس میں حکم ادب بلیغ کا ہے جیسا کہ حضرت عمر نے صبیغ کے ساتھ کیا اور ابو بکر انباری نے کہا ہے: ائمہ سلف اسے سزا دیتے تھے جو قرآن کریم کے مشکل حروف (متشابہ) کی تفسیر کے بارے سوال کرتا تھا کیونکہ سائل اگر اپنے سوال سے بدعت کو دوام بخشنے اور فتنہ برپا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو یہ درحقیقت انکار اور بہت بڑی تعزیر کا مستحق ہے اور اگر اس کا یہ قصد نہیں تب بھی وہ گناہ کا جرم کرنے کے سبب عتاب کا مستحق ہے، کیونکہ اس نے منافقین ملحدین کے لئے اس وقت ایک راستہ ایجاد کر دیا ہے کہ وہ تاویل کے حقائق اور قرآن کریم کے مناہج سے انحراف کرتے ہوئے قرآن کریم میں تحریف کرنے کے بارے کمزور مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور ان میں تشکیک پیدا کرنے کا قصد و ارادہ کریں، اور اسی سے وہ روایت ہے جو اسماعیل بن اسحاق القاضی نے ہمیں بیان کی کہ ہمیں سلیمان بن حرب نے حماد بن زید عن یزید بن حازم عن سلیمان بن یسار کی سند سے یہ خبر دی ہے کہ صبیغ بن عسل مدینہ طیبہ آیا اور وہ قرآن کریم کی متشابہ (آیات) اور دیگر اشیاء کے بارے سوال کرنے لگا تو اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے اسے بلا بھیجا، پس اسے حاضر کیا گیا تو آپ نے اس کے لئے کھجور کے گچھوں کی جڑیں تیار کی ہوئی تھیں، پس جب وہ حاضر ہوا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں عبداللہ صبیغ ہوں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں عبداللہ عمر ہوں، پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس جڑ کے ساتھ اس کے سر پر ضرب لگائی اور اسے زخمی کر دیا، پھر لگاتار اسے مارا یہاں تک کہ اس کا خون اس کے چہرے پر بہنے لگا، تو اس نے کہا: یہ کافی ہے اسے امیر المومنین، قسم بخدا جو میں اپنے سر میں پاتا تھا وہ نکل گیا ہے۔

(سنن دارمی، کتاب مقدمہ، باب من هاب الفتیا وکرہ التنطع والبدع، جلد اول، رقم الحدیث، ۱۴۴، مکتبہ مدینہ منورہ) اور اس کے ادب کے بارے میں روایات مختلف ہیں ان کا ذکر سورۃ الذاریات میں آئے گا، پھر اللہ تعالی نے اسے توبہ کی طرف متوجہ کیا اور اسے اس کے دل میں ڈال دیا، پس اس نے توبہ کر لی، اور اس کی توبہ انتہائی اچھی اور حسین تھی۔ (آیت) ابتغاء الفتنۃ۔ کا معنی ہے مومنین کے لئے التباس اور شبہات کو طلب کرنا تا کہ وہ ان کے درمیان فساد پیدا کر دیں اور وہ لوگوں کو اپنی کجی کی طرف لوٹا لائیں اور ابو اسحاق الزجاج نے کہا ہے: (آیت) ابتغاء تاویلہ۔ کا معنی ہے کہ انہوں نے اپنے دوبارہ اٹھائے جانے اور زندہ کئے جانے کے

بارے تاویل تلاش کی تو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمادیا کہ اس کی اور اس کے وقت کی تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: (آیت) هل ینظرون الا تاویله یوم یاتی تاویله یعنی جس دن وہ اسے دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے یعنی دوبارہ زندہ کیا جانا، قبروں سے اٹھایا جانا اور عذاب۔ (آیت) یقول الذین نسوه من قبل یعنی انہوں نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ (آیت) قد جاءت رسل ربنا بالحق (اعراف: ۵۳) یعنی تحقیق ہم نے اس کی تاویل دیکھ لی جس کے بارے ہمیں رسل علیہم السلام نے آگاہ کیا تھا فرمایا پس وقف اس قول باری تعالیٰ پر ہے: (آیت) وما یعلم تاویله الا الله. یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ دوبارہ کب اٹھایا جائے گا۔

مسئلہ نمبر: (۷) قولہ تعالیٰ: (آیت) وما یعلم تاویله الا الله۔ کہا جاتا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت جن میں حی بن اخطب بھی تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: ہمیں خبر پہنچی ہے کہ آپ پر الم نازل ہوئی ہے پس اگر آپ اپنے قول میں سچے ہیں تو پھر آپ کی امت کی بادشاہی اکہتر برس ہوگی، کیونکہ حساب ابجمل میں الف سے مراد ایک ہے، لام سے مراد تیس ہیں اور میم سے مراد چالیس ہیں تب یہ آیت نازل ہوئی (آیت) وما یعلم تاویله الا الله. اور یہاں تاویل بمعنی تفسیر ہوگا۔ جیسا کہ تیرا یہ قول ہے۔ تاویل هذه الكلمة على كذا (یعنی اس کلمہ کی تفسیر اس معنی پر ہے) اور یہ مایؤول الامر الیہ کے معنی میں بھی ہوسکتا ہے، (یعنی جس کی طرف امر لوٹتا ہے) اور اس کا اشتقاق آل الامر الی کذا یؤول الیہ سے ہے یعنی بمعنی صار، اور اولته تاویلا بمعنی صیرته ہے، (یعنی میں نے اس کی تاویل کی) اور بعض فقہاء نے اس کی تعریف کی اور کہا: هو ابداء احتمال فی اللفظ مقصود بدلیل خارج عنه، یعنی کسی لفظ میں مقصود احتمال کو خارجی دلیل کے ساتھ ظاہر کرنا، اور تفسیر سے مراد لفظ کا بیان اور اس کی وضاحت ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) لاریب فیه۔ یعنی اس میں کوئی شک نہیں، اور تفسیر کی اصل فسر ہے اور اس کا معنی بیان ہے، کہا جاتا ہے: فسرت الشیء (بالتخفیف) افسره (بالکسر) فسر اور تاویل معنی کا بیان ہوتا ہے، جیسا کہ یہ قول لا شک فیہ عند المومنین، یعنی مومنین کے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں یا چونکہ یہ فی نفسہ حق ہے لہٰذا اس کی ذات شک کو قبول نہیں کرتی، اور بالاشبہ شک کرنے والے کا وصف ہے اور جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دادا کے بارے میں اب (باپ) ہونے کا قول ہے، کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں تاویل کی ہے: یا بنی آدم۔

مسئلہ نمبر: (۸) قولہ تعالیٰ: (آیت) والرسخون فی العلم، والرسخون فی العلم میں علماء کا اختلاف ہے، کیا یہ ابتداء کلام ہے اور اس کا ماقبل سے تعلق منقطع ہے، یا یہ اپنے ماقبل پر معطوف ہے، اور واو جمع کے لیے ہے۔ اکثر کا موقف یہ ہے کہ یہ ماقبل سے منقطع ہے اور یہ کہ قول باری تعالیٰ الا الله پر پہلا کلام مکمل ہوچکا ہے، یہ قول حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت عروہ بن زبیر اور حضرت عمر بن عبد العزیز، رضوان اللہ علیہم اجمعین اور کئی دوسروں کا ہے، اور یہی امام کسائی، اخفش فراء اور ابوعبید علم کی انتہاء نہیں مگر آگے اس قول پر (آیت) امنا به کل من عند ربنا اور اسی کی مثل حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا ہے اور علامہ طبری نے اسی طرح یونس بن اشہب عن مالک بن انس سے بیان کیا ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ا صفحہ ۴۰۳ دار الکتب العلمیہ) اور اس بنا پر یقولون، الرسخون کی خبر ہے،

علامہ خطابی نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی وہ کتاب جس کے ساتھ ایمان لانے اور جس کی تصدیق کرنے کا ہمیں حکم ارشاد فرمایا ہے اس کی آیات کی دو قسمیں بتاتی ہیں، ایک محکم اور دوسری متشابہ، پس اللہ تعالیٰ نے قائل سے فرمایا:

(آیت) هو الذين انزل عليك الكتب منه ايت محكمت هن ام الكتب واخر متشبهت فاما الذين فى قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاويله وما يعلم تاويله الا الله والرسخون فى العلم يقولون امنا به كل من عند ربنا۔ پس بتادیا کہ کتاب میں تشابہ کو اپنے علم کے ساتھ خاص کرلیا ہے اور اس کے بغیر کوئی بھی اس کی تاویل کو نہیں جانتا، پھر اللہ تعالیٰ نے راسخین فی العلم کی تعریف بیان فرمائی کہ وہ کہتے ہیں ہم اس کے ساتھ ایمان لائے اور اگر ان کی طرف سے ایمان لائے، اور اگر ان کی طرف سے ایمان صحیح نہ ہوتا تو وہ اس پر تعریف کے مستحق نہ ہوتے، اور اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ اس آیت میں وقف تام اس قول پر ہے (آیت) وما يعلم تاويله الا الله۔ اور جو اس کے بعد ہے وہ دوسرا نیا کلام ہے اور وہ یہ قول ہے۔

"(آیت) والرسخون فى العلم يقولون امنا به۔ اور یہی حضرات ابن مسعود، ابی بن کعب، ابن عباس، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے۔

اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت ہے کہ الرسخون کا اپنے ماقبل پر عطف نسق ہے اور ان کا خیال ہے کہ وہ بھی اس کا علم رکھتے ہیں اور اس کے بارے میں بعض اہل لغت نے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے: اس کا معنی ہے والراسخون فى العلم يعلمونه قائلين امنا (راسخون فی العلم اسے جانتے ہیں درآنحالیکہ وہ کہتے ہیں ہم ایمان لائے) اور یہ گمان ہے کہ یقولون حال ہونے کی بنا پر محل نصب میں ہے، اور عام اہل لغت اس کا انکار کرتے ہیں اور اسے بعید سمجھتے ہیں، کیونکہ عرب فعل اور مفعول کو اکٹھا مضمر نہیں کرتے اور حال مذکور نہیں ہوتا مگر تبھی جب فعل ظاہر ہو اور جب فعل ظاہر نہیں تو وہ حال نہیں ہوسکتا اور اگر یہ جائز ہے تو پھر یہ کہا جانا بھی جائز ہے، عبد الله راكبا یعنی اقبل عبد الله راكبا۔ بلاشبہ فعل مذکور کے ساتھ یہ جائز ہوتا ہے جیسا کہ قول: عبد الله يتكلم يصلح بين الناس (عبد اللہ کلام کر رہا ہے درآنحالیکہ وہ لوگوں کے درمیان صلح کرا رہا ہے) تو اس میں یصلح اس کے لئے حال ہے اسی طرح شاعر کا قول ہے، ابوعمر نے یہ مجھے سنایا ہے اور اس نے کہا ہمیں ابوالعباس ثعلب نے سنایا ہے:

ارسلت فيها قطما لكالكا يقصر يمشى ويطول باركا:

بمعنی يقصر ماشيا (یعنی یمشی حال واقع ہو رہا ہے۔) پس عام علماء کا قول علمائے نحو کے مذاہب کی تائید سے اکیلے حضرت مجاہد کے قول سے اولی اور ارجح ہے اور یہ بھی کہ یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق سے کسی شے کی نفی کرے اور اسے اپنی ذات کے لئے ثابت کرے اور پھر اس میں کوئی اس کا شریک ہو۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں دیکھتے :

(آیت) قل لا يعلم من فى السموت والارض الغيب الا الله۔ (النمل:۶۵)

ترجمہ : آپ فرمایئے (خود بخود) نہیں جان سکتے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں غیب کو سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

اور یہ ارشاد: (آیت) لا یجلیها لوقتها الا هو (الاعراف:۱۸۷)

ترجمہ : نہیں ظاہر کرے گا اسے اپنے وقت پر مگر وہی۔

اور یہ ارشاد: (آیت) کل شی هالك الا وجهه۔ (القصص:۸۸)

ترجمہ : ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے۔

پس یہ سب انہیں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ خاص کیا ہے اور اپنے سوا کسی کو اس میں شریک نہیں کیا، اور اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد ہے :

(آیت) وما یعلم تأویله الا الله۔ اور اگر والراسخون واوعطف نسق کے لئے ہو تو پھر اس قول کا کوئی فائدہ نہیں (آیت) کل من عند ربنا۔ واللہ اعلم۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: جو کچھ خطابی نے بیان کیا ہے انہوں نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے قول کے سبب نہیں کہا، تحقیق انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الرّٰسخون اسم جلالت پر معطوف ہے اور وہ بھی تشابہ کا علم رکھنے میں شامل ہیں، اور بلاشبہ وہ اس کے بارے اپنے علم کے ساتھ ہی کہتے ہیں (آیت) امنا به۔ (ہم اس کے ساتھ ایمان لائے اور ربیع محمد بن جعفر بن زبیر اور قاسم بن محمد وغیرہم نے یہی کہا ہے۔ اور اس تاویل پر یقولون۔ الرّٰسخون۔ سے حال ہونے کی بنا پر محل نصب میں ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۴۰۳، دار الکتب العلمیہ) جیسا کہ شاعر نے کہا:

الریح تبکی شجوها والبرق یلمع فی الغمامه (احکام القرآن للجصاص، جلد، صفحہ ۵)

یہ شعر دونوں معنوں کا احتمال رکھتا ہے، پس یہ بھی جائز ہے کہ والبرق مبتدا ہو، اور تاویل اول کی بنا پر یلمع خبر ہو اور یہ ماقبل سے منقطع ہو، اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ الریح پر معطوف ہو، اور یلمع دوسری تاویل کی بنا پر حال محل میں ہو، بمعنی الامعا، اور یہ قول کرنے والوں نے بھی اس طرح استدلال کیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رسوخ فی العلم کے ساتھ ان کی مدح کی، پس وہ کیسے ان کی مدح کر سکتا تھا جبکہ وہ جاہل اور ناواقف ہوتے؟ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: انا ممن یعلم تأویله (المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۴۰۳، دار الکتب العلمیہ) (میں بھی ان میں سے ہوں جو اس کی تاویل جانتے ہیں) اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا: انا ممن یعلم تأویله۔ اسے ان سے امام الحرمین ابوالمعالی نے بیان کیا ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: بعض علماء نے اس قول کو پہلے قول کی طرف ہی لوٹایا ہے اور کہا ہے کلام مکمل ہو رہا ہے عند اللہ پر اس کا معنی ہے یعنی متشابہات کی تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور راسخون فی العلم اس کے بعض کو جانتے ہیں درآنحالیکہ وہ یہ کہتے ہیں ہم اس کے ساتھ ایمان لائے یہ سب ہمارے رب کی جانب سے ہے (اور ان کا یہ علم) ان دلائل کے سبب ہے جو محکم آیات میں بیان کئے گئے ہیں اور اسے اس کی قدرت دی گئی ہے جس نے اسے اس کی طرف لوٹایا ہے، پس جب انہوں نے بعض تاویل کو جان لیا اور بعض کو نہ جانا اور انہوں نے یہ کہا: ہم تمام کے ساتھ ایمان لائے یہ سب ہمارے رب کی جانب سے ہے، اور ان مخفی چیزوں میں سے جو اس کی شرع صالح میں ہیں جنہیں ہمارا علم محیط نہیں تو ان کا علم ہمارے رب کی جانب سے ہے، اور ان مخفی

چیزوں میں سے جو اس کی شرح صالح میں ہیں جنہیں ہمارا علم محیط نہیں تو ان کا علم ہمارے رب کے پاس ہے اور اگر کوئی کہنے والا کہے کہ راسخین پر بعض کی تفسیر مشتبہ ہوگئی، یہاں تک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں نہیں جانتا الا واہ کیا ہے اور یہ جانتا ہوں کہ غسلین کیا ہے تو کہا جائے گا: یہ کوئی الزام نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس نے اس کے بعد اسے جان لیا اور اس کی تفسیر بیان فرمائی جس پر واقف ہوئے، اور اس سے زیادہ پختہ اور مضبوط جواب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے یہ نہیں فرمایا، وکل راسخ، کہ اس سے یہ ثابت ہو، پس جب ایک کو اس کا علم نہیں ہوا تو دوسرے نے اسے جان لیا، اور ابن فورک نے اسے ترجیح دی ہے کہ راسخون فی العلم تاویل جانتے ہیں اور انہوں نے اس میں خوب بیان کیا ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۴۰۲، دار الکتب العلمیہ) (اے اللہ! اسے دین میں فقاہت عطا فرما اور اسے تاویل کا علم عطا فرما) وہ جسے تیرے لئے وہ بیان کرے، یعنی اسے اپنی کتاب کے معانی کا علم فرما۔ اور اس بناء پر وقف (آیت) والراسخون فی العلم پر ہوگا، ہمارے شیخ ابو العباس احمد عمر نے کہا ہے: اور یہی صحیح ہے، کیونکہ انہیں راسخین کا نام دینا اس کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس محکم سے زیادہ علم رکھتے ہیں جسے جانتے ہیں وہ تمام لوگ برابر ہوتے ہیں جو کلام عرب کو سمجھے اور کون سے شے میں ان کا رسوخ ہے جب وہ اتنا ہی جانتے ہیں جتنا سب جانتے ہیں، لیکن متشابہ متنوع قسم ہے، ان میں سے ایک یہ ہے جسے یقیناً کوئی نہیں جانتا جیسا کہ روح اور قیامت کا علم کہ یہ ان میں سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب کے ساتھ خاص کیا ہے اور اس کا علم کوئی نہیں حاصل کر سکتا نہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور نہ کوئی اور۔ پس حذاق اور تبحر علماء میں سے جنہوں نے یہ کہا ہے راسخین متشابہ کا علم نہیں رکھتے تو انہوں نے متشابہ کی اسی نوع کا ارادہ کیا ہے اور رہا وہ جسے وجوہ لغت پر اور کلام عرب کی طرز پر محمول کرنا ممکن ہوتا ہے تو اس میں تاویل کی جا سکتی ہے اور اس کی صحیح تاویل جانی جا سکتی ہے اور اس سے اسے زائل کیا جا سکتا ہے جس کا تعلق غیر صحیح تاویل کے ساتھ ہو، جیسا کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قول: وروح منہ، الی غیر ذالک۔ پس کسی کو راسخ کا نام نہیں دیا جا سکتا مگر تبھی جب وہ (اللہ تعالیٰ کی جانب سے) دی گئی قدرت واستطاعت کے مطابق اس نوع میں سے کثیر کا علم رکھتا ہو اور جو یہ کہتے ہیں کہ متشابہ سے مراد منسوخ ہے تو اس قول کی بنا پر راسخین کو تاویل کے علم میں داخل کرنا صحیح ہے لیکن متشابہات کو اس نوع کے ساتھ خاص کرنا صحیح نہیں ہے۔

(المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۴۰۲، دار الکتب العلمیہ)

الرسوخ کا معنی ہے کسی شے میں ثابت ہونا، اور ہر ثابت راسخ ہوتا ہے، اور اجرام میں اس کی اصل یہ ہے کہ اس نے پہاڑ اور درخت زمین میں راسخ کردئے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۴۰۳، دار الکتب العلمیہ) شاعر نے کہا ہے:

لقد رسخت فی الصدر منی مودۃ للیلی ابت ایاتھا ان تغیرا

میری طرف سے لیلیٰ کے لئے محبت سینے میں راسخ ہوگئی اس کی علامات نے انکار کر دیا کہ وہ متغیر ہوں۔

اور رسخ الایمان فی قلب فلان یرسخ رسوخا فلاں کے دل میں ایمان راسخ ہوگیا۔

اور بعض نے بیان کیا ہے: رسخ الغدیر: اس کا معنی ہے تالاب کا پانی بہہ پڑا اسے ابن فارس نے بیان کیا ہے پس یہ اضداد میں سے ہے۔

اور سعی ور ضعخ ور صن ور سب تمام شبت فیہ کے معنی میں ہیں۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راسخین فی العلم کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ وہ ہے جس کی قسم سچی ہو، اس کی زبان سچ بولے اور اس کا دل مستقیم اور سیدھا ہو۔ ہو من برت یمینہ وصدق لسانہ واستقام قبلہ (جامع البیان للطبری جلد ۳، ۳، صفحہ ۲۱۷) اور اگر کہا جائے: قرآن کریم میں متشابہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت) وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس مانزل الیھم۔ (النحل: ۴۴)

ترجمہ: اور (اسی طرح) ہم نے نازل کیا آپ پر یہ ذکر تا کہ آپ کر بیان کریں لوگوں کے لئے (اس ذکر کو) جو نازل کیا گیا ہے ان کی طرف۔

تو اللہ تعالیٰ نے کیونکہ تمام قرآن کو واضح نہیں بنایا؟ تو اسے کہا جائے گا: حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے بظاہر اس میں حکمت علماء کی فضیلت کا اظہار ہے کیونکہ اگر سارا قرآن واضح ہوتا تو علماء میں سے بعض کی بعض پر فضیلت ظاہر نہ ہوتی، اور اسی طرح وہ کرتا ہے جو کوئی شے تصنیف کرتا ہے کہ اس کے بعض مقامات کو واضح ذکر کرتا ہے اور بعض کو مشکل بنا دیتا ہے اور اس میں (علماء کی) جماعت کے لئے جگہ چھوڑ دیتا ہے، کیونکہ وہ شے جسے پانا آسان ہو اس کی قدر و قیمت کم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر: (۹) قولہ تعالیٰ: (آیت) کل من عند ربنا۔ اس میں ضمیر ہے جو کتاب اللہ کے محکم و متشابہ سبھی کی طرف لوٹ رہی ہے اور تقدیر عبارت ہے: کلہ من عند ربنا۔ اور لفظ کل کے اس پر دلالت کرنے کی وجہ سے ضمیر کو حذف کر دیا گیا ہے۔

کیونکہ یہ لفظ اضافت کا تقاضا کرتا ہے، پھر فرمایا:

(آیت) وما یذکر الا اولو الالباب۔ یعنی صاحب عقل ہی یہ کہتا ہے اور ایمان لاتا ہے اور جہاں وقف ہو وہاں وقف کرتا ہے اور متشابہ کی اتباع چھوڑ دیتا ہے۔ اور لب کا معنی عقل ہے اور لب کل شیء سے مراد ہر شے کا مغز اور اس کا خالص ہونا ہے اور اسی وجہ سے عقل کو لب کہا گیا ہے اور اولو ذو کی جمع ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ آل عمران، بیروت)

ہماری سمجھ سے بلند آیات کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ قرآن میں ایسی آیتیں بھی ہیں جن کا بیان بہت واضح بالکل صاف اور سیدھا ہے۔ ہر شخص اس کے مطلب کو سمجھ سکتا ہے، اور بعض آیتیں ایسی بھی ہیں جن کے مطلب تک عام ذہنوں کی رسائی نہیں ہو سکتی، اب جو لوگ نہ سمجھ میں آنے والی آیتوں کے مفہوم کو پہلی قسم کی آیتوں کی روشنی میں سمجھ لیں یعنی جس مسئلہ کی صراحت جس آیت میں پائیں لے لیں، وہ تو راستی پر ہیں اور جو صاف اور صریح آیتوں کو چھوڑ کر ایسی آیتوں کو دلیل بنائیں جو ان کے فہم سے بالاتر ہیں، ان میں الجھ جائیں تو منہ کے بل گر پڑیں، ام الکتاب یعنی کتاب اللہ اصل اصولوں کی وہ صاف اور واضح آیتیں ہیں، شک و شبہ میں نہ پڑو اور کھلے احکام پر عمل کرو انہی کو فیصلہ کرنے والی مانو اور جو نہ سمجھ میں آئے اسے بھی ان سے ہی سمجھو، بعض اور آیتیں ایسی بھی ہیں کہ ایک معنی تو ان کا ایسا نکلتا ہے جو ظاہر آیتوں کے مطابق ہو اور اس کے سوا اور معانی بھی نکلتے ہیں، گو وہ حرف لفظ اور ترکیب کے اعتبار سے واقعی طور پر نہ ہو تو ان غیر ظاہر معنوں میں نہ پھنسو، محکم اور متشابہ کے بہت سے معنی اسلاف سے منقول

ہیں، حضرت ابن عباس تو فرماتے ہیں کہ محکمات وہ ہیں جو ناسخ ہوں جن میں حلال حرام احکام حدود فرائض ہوں
ہو، اسی طرح آپ سے یہ بھی مروی ہے (آیت قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الخ) اور
احکامات والی اور (آیت: وقضی ربك ان لا تعبدوا الخ) اور اس کے بعد کی تین آیتیں محکمات ہیں،
فرماتے ہیں سورتوں کے شروع میں فرائض اور احکام اور روک ٹوک اور حلال وحرام کی آیتیں ہیں، سعید بن جبیر کہتے ہیں انہیں ام
کتاب اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ تمام کتابوں میں ہیں، حضرت مقاتل کہتے ہیں اس لئے کہ تمام مذہب والے انہیں مانتے ہیں
متشابہات ان آیتوں کو کہتے ہیں جو منسوخ ہیں اور جو پہلے اور بعد کی ہیں اور جن میں مثالیں دی گئیں ہیں اور قسمیں کھائی گئی ہیں
جن پر صرف ایمان لایا جاتا ہے اور عمل کیلئے وہ احکام نہیں، حضرت ابن عباس کا بھی یہی فرمان ہے حضرت مقاتل فرماتے ہیں
سے مراد سورتوں کے شروع کے حروف مقطعات ہیں۔ حضرت مجاہد کا قول یہ ہے کہ ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والی ہیں، جیسے
اور جگہ ہے آیت (كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ)(39۔الزمر:23) اور مثانی وہ ہے جہاں دو مقابل کی چیزوں کا ذکر ہو جیسے جنت
دوزخ کی صفت، نیکوں اور بدوں کا حال وغیرہ وغیرہ۔ اس آیت میں متشابہ محکم کے مقابلہ میں اس لئے ٹھیک مطلب وہی ہے جو ہم
نے پہلے بیان کیا اور حضرت محمد بن اسحاق بن یسار کا یہی فرمان ہے، فرماتے ہیں یہ رب کی حجت ہے ان میں بندوں کا بچاؤ ہے
جھگڑوں کا فیصلہ ہے، باطل کا خاتمہ ہے، انہیں ان کے صحیح اور اصل مطلب سے کوئی گھما نہیں سکتا نہ ان کے معنی میں ہیر پھیر ہو سکتا
ہے۔ متشابہات کی سچائی میں کلام نہیں ان میں تصرف وتاویل نہیں کرنی چاہئے۔ ان سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ایمان کو آزماتا
ہے جیسے حلال حرام سے آزماتا ہے، انہیں باطل کی طرف لے جانا اور حق سے پھیرنا چاہئے۔ پھر فرماتا ہے کہ جن کے دلوں میں کج
ٹیڑھ پن گمراہی اور حق سے باطل کی طرف ہی ہے وہ تو متشابہ آیتوں کو لے کر اپنے بدترین مقاصد کو پورا کرنا چاہتے ہیں اور لفظی
اختلاف سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے مذموم مقاصد کی طرف موڑ لیتے ہیں اور جو محکم آیتیں ان میں ان کا وہ مقصد پورا نہیں ہوتا۔
کیونکہ ان کے الفاظ بالکل صاف اور کھلے ہوئے ہوتے ہیں نہ وہ انہیں ہٹا سکتے ہیں نہ ان سے اپنے لئے کوئی دلیل حاصل کر سکتے
ہیں۔ اسی لئے فرمان ہے کہ اس سے ان کا مقصد فتنہ کی تلاش ہوتی ہے تاکہ اپنے ماننے والوں کو بہکائیں، اپنی بدعتوں کی مدافعت
کریں جیسا کہ عیسائیوں نے قرآن کے الفاظ روح اللہ اور کلمۃ اللہ سے حضرت عیسیٰ کے اللہ کا لڑکا ہونے کی دلیل لی ہے۔ پس اس
متشابہ آیت کو لے کر صاف آیت جس میں یہ لفظ ہیں کہ (آیت ان ھو الا عبد الخ یعنی حضرت عیسیٰ اللہ کے غلام ہیں، جن پر اللہ کا
انعام ہے، اور جگہ ہے آیت (اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ) (3۔آل عمران:59) یعنی حضرت عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ
کے نزدیک حضرت آدم کی طرح ہے کہ انہیں اللہ نے مٹی سے پیدا کیا پھر اسے کہا کہ ہو جا، وہ ہو گیا، چنانچہ اسی طرح کی اور بھی بہت
سی صریح آیتیں ہیں ان سب کو چھوڑ دیا اور متشابہ آیتوں سے حضرت عیسیٰ کے اللہ کا بیٹا ہونے پر دلیل لے لی حالانکہ آپ اللہ کی
مخلوق ہیں، اللہ کے بندے ہیں، اس کے رسول ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ان کی دوسری غرض آیت کی تحریف ہوتی ہے تاکہ اسے اپنی
جگہ سے ہٹا کر مفہوم بدل لیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہ آیتوں میں
جھگڑتے ہیں تو انہیں چھوڑ دو، ایسے ہی لوگ اس آیت میں مراد لئے گئے ہیں۔ یہ حدیث مختلف طریق سے بہت سی کتابوں میں

مروی ہے، صحیح بخاری شریف میں بھی یہ حدیث اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے، ملاحظہ ہو کتاب التفسیر، ایک اور حدیث میں ہے یہ لوگ خوارج ہیں (مسند احمد) پس اس حدیث کو زیادہ سے زیادہ موقوف سمجھ لیا جائے تاہم اس کا مضمون صحیح ہے اس لئے کہ پہلی بدعت خوارج نے ہی پھیلائی ہے، فرقہ محض دنیاوی رنج کی وجہ سے مسلمانوں سے الگ ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت حنین کی غنیمت کا مال تقسیم کیا اس وقت ان لوگوں نے اسے خلاف عدل سمجھا اور ان میں سے ایک نے جسے ذوالخویصرہ کہا جاتا ہے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر صاف کہا کہ حضرت عدل کیجئے، آپ نے اس تقسیم میں انصاف نہیں کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ نے امین بنا کر بھیجا تھا، اگر میں بھی عدل نہیں کروں تو پھر برباد ہو اور نقصان اٹھائے، جب وہ پلٹا تو حضرت عمر فاروق نے درخواست کی کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں اسے مار ڈالوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوڑ دو اس کے ہم خیال ایک ایسی قوم پیدا ہوگی کہ تم لوگ اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلہ اور اپنی قرآن خوانی کو ان کی قرآن خوانی کے مقابلہ میں حقیر سمجھو گے لیکن دراصل وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے، تم جہاں انہیں پاؤ گے قتل کر دوگے، انہیں قتل کرنے والے کو بڑا ثواب ملے گا، حضرت علی کی خلافت کے زمانہ میں ان کا ظہور ہوا اور آپ نے انہیں نہروان میں قتل کیا پھر ان میں پھوٹ پڑی تو ان کے مختلف الخیال فرقے پیدا ہو گئے، نئی نئی بدعتیں دین میں جاری ہو گئیں اور راہ حق کی راہ سے بہت دور چلے گئے، ان کے بعد قدریہ فرقے کا ظہور ہوا، پھر معتزلہ پھر جہمیہ وغیرہ پیدا ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوئی کہ میری امت میں عنقریب، تہتر فرقے ہوں گے سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک جماعت کے، صحابہ نے پوچھا وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جو اس چیز پر ہوں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب (مستدرک حاکم) ابو یعلیٰ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن کو پڑھے گی لیکن اسے اس طرح پھینکے گی جیسے کوئی کھجور کی گٹھلیاں پھینکتا ہو، اس کے غلط مطالب بیان کرے گی، پھر فرمایا اس کی حقیقی تاویل اور واقعی مطلب اللہ ہی جانتا ہے، لفظ اللہ پر وقف ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، حضرت عبداللہ بن عباس تو فرماتے ہیں تفسیر چار قسم کی ہے، ایک وہ جس کے سمجھنے میں کسی کو مشکل نہیں، ایک وہ جسے عرب اپنے لغت سے سمجھتے ہیں، ایک وہ جسے جید علماء اور پورے علم والے ہی جانتے ہیں اور ایک وہ جسے بجز ذات الٰہی کے اور کوئی نہیں جانتا۔ یہ روایت پہلے بھی گزر چکی ہے، حضرت عائشہ کا بھی یہی قول ہے، معجم کبیر میں حدیث ہے کہ مجھے اپنی امت پر صرف تین باتوں کا ڈر ہے۔ مال کی کثرت کا جس سے حسد و بغض پیدا ہوگا اور آپس کی لڑائی شروع ہوگی، دوسرا یہ کہ کتاب اللہ کی تاویل کا سلسلہ شروع ہوگا حالانکہ اصلی مطلب ان کا اللہ ہی جانتا ہے اور اہل علم والے کہیں گے کہ ہمارا اس پر ایمان ہے۔ تیسرے یہ کہ علم حاصل کرنے کے بعد اسے بے پرواہی سے ضائع کر دیں گے، یہ حدیث بالکل غریب ہے اور حدیث میں ہے کہ قرآن اس لئے نہیں اترا کہ ایک آیت دوسری آیت کی مخالف ہو، جس کا تمہیں علم ہو اور اس پر عمل کرو اور جو متشابہ ہوں ان پر ایمان لاؤ۔ (ابن مردویہ) ابن عباس حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت مالک بن انس سے بھی یہی مروی ہے کہ بڑے سے بڑے عالم بھی اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتے ... اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ پختہ علم والے یہی کہتے ہیں اس کی تاویل کا علم اللہ ہی کو ہے کہ اس پر ہمارا ایمان ہے۔ ابی بن کعب بھی یہی فرماتے ہیں، امام ابن

جریر بھی اسی سے اتفاق کرتے ہیں، یہ تو تھی وہ جماعت جو الا اللہ پر وقف کرتی تھی اور بعد کے جملہ کو اس سے الگ کرتی تھی، کچھ لوگ یہاں نہیں ٹھہرتے اور فی العلم پر وقف کرتے ہیں، اکثر مفسرین اور اہل اصول بھی یہی کہتے ہیں، ان کی بڑی دلیل یہ ہے کہ جو سمجھ میں نہ آئے اس بات کا ٹھیک نہیں، حضرت ابن عباس فرمایا کرتے تھے میں ان راسخ علماء میں ہوں جو تاویل جانتے ہیں، مجاہد فرماتے ہیں راسخ علم والے تفسیر جانتے ہیں، حضرت محمد بن جعفر بن زبیر فرماتے ہیں کہ اصل تفسیر اور مراد اللہ ہی جانتا ہے اور مضبوط علم والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے پھر متشابہات آیتوں کی تفسیر محکمات کی روشنی کرتے ہیں جن میں کسی کو بات کرنے کی گنجائش نہیں رہتی، قرآن کے مضامین ٹھیک ٹھاک سمجھ میں آتے ہیں دلیل واضح ہوتی ہے، عذر ظاہر ہو جاتا ہے، باطل چھٹ جاتا ہے اور کفر دفع ہو جاتا ہے، حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس کیلئے دعا کی کہ اے اللہ انہیں دین کی سمجھ دے اور تفسیر کا علم سکھا، بعض علماء نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا ہے، قرآن کریم میں تاویل دو معنی میں آئی ہے، ایک معنی جن سے مفہوم کی اصلی حقیقت اور اصلیت کی نشاندہی ہوتی ہے، جیسے قرآن میں ہے: (يٰٓاَبَتِ ھٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا) 12۔یوسف:100) میرے باپ میرے خواب کی یہی تعبیر ہے، اور جگہ ہے آیت (هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ) 7۔الاعراف:53) کافروں کے انتظار کی حد حقیقت کے ظاہر ہونے تک ہے اور یہ دن وہ ہوگا جب حقیقت سچائی کی گواہ بن کر نمودار ہوگی، پس ان دونوں جگہ پر تاویل سے مراد حقیقت ہے، اگر اس آیت مبارکہ میں تاویل سے مراد یہی تاویل لی جائے تو الا اللہ پر وقف ضروری ہے اس لئے کہ تمام کاموں کی حقیقت اور اصلیت، بجز ذات پاک کے اور کوئی نہیں جانتا تو راسخون فی العلم مبتدا ہوگا اور یقولون امنابہ خبر ہوگی اور یہ جملہ بالکل الگ ہوگا اور تاویل کے دوسرے معنی تفسیر اور بیان اور ہے اور ایک شئی کی تعبیر دوسری شے ہے، جیسے قرآن میں ہے آیت (نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ) 12۔یوسف:36) ہمیں اس کی تاویل بتا یعنی تفسیر اور بیان، اگر آیت مذکورہ میں تاویل سے یہ مراد لی جائے تو فی العلم پر وقف کرنا چاہئے، اس لئے کہ پختہ علم والے علماء جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کیونکہ خطاب انہی سے ہے، گو حقائق کا علم انہیں بھی نہیں، تو اس بنا پر امنا بہ حال ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بغیر معطوف علیہ کے معطوف ہو، جیسے اور جگہ ہے آیت (لِلْفُقَرَاۗءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ) 59۔الحشر:8) سے (يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ) 59۔الحشر:10) تک دوسری جگہ ہے آیت (وَّجَاۗءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا) 89۔الفجر:22) یعنی وجاء الملائکۃ صفوفا صفوفا اور ان کی طرف سے یہ خبر کہ ہم اس پر ایمان لائے اس کے یہ معنی ہوں گے کہ متشابہ پر ایمان لائے، پھر اقرار کرتے ہیں کہ یہ سب یعنی محکم اور متشابہ حق اور سچ ہے اور یعنی ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہے اور گواہی دیتا ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس میں کوئی اختلاف اور تضاد نہیں، جیسے اور جگہ ہے آیت (اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا) 4۔النسآء:82) یعنی کیا یہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے، اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف ہوتا، اسی لئے یہاں بھی فرمایا کہ اسے صرف عقلمند ہی سمجھتے ہیں جو اس پر غور و تدبر کریں، جو صحیح سالم عقل والے ہوں جن کے دماغ

درست ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوتا ہے کہ پختہ علم والے کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی قسم سچی ہو، جس کی زبان راست گو ہو، جس کا دل سلامت ہو، جس کا پیٹ حرام سے بچا ہوا اور جس کی شرم گاہ زنا کاری سے محفوظ ہو، وہ مضبوط علم والے ہیں (ابن ابی حاتم) اور حدیث میں ہے کہ آپ نے چند لوگوں کو دیکھا کہ وہ قرآن شریف کے بارے میں لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو تم سے پہلے لوگ بھی اسی میں ہلاک ہوئے کہ انہوں نے کتاب اللہ کی آیتوں کو ایک دوسرے کے خلاف بتا کر اختلاف کیا حالانکہ کتاب اللہ کی ہر آیت ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہے، تم ان میں اختلاف پیدا کر کے ایک کو دوسری کے متضاد نہ کہو، جو جانو وہی کہو اور جو نہیں جانو اسے جاننے والوں کو سونپ دو۔ (مسند احمد) اور حدیث میں ہے کہ قرآن سات حرفوں پر اترا، قرآن میں جھگڑنا کفر ہے، قرآن میں اختلاف اور تضاد پیدا کرنا کفر ہے، جو جانو اس پر عمل کرو، جو نہ جانو اسے جاننے والے کی طرف سونپو جل جلالہ (ابویعلی)

راسخ فی العلم کون

نافع بن یزید کہتے ہیں راسخ فی العلم وہ لوگ ہیں جو متواضع ہوں جو عاجزی کرنے والے ہوں، رب کی رضا کے طالب ہوں، اپنے سے بڑوں سے مرعوب نہ ہوں، اپنے سے چھوٹے کو حقیر سمجھنے والے نہ ہوں۔ پھر فرمایا کہ یہ سب دعا کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں کو ہدایت پر جمانے کے بعد انہیں ان لوگوں کے دلوں کی طرح نہ کر جو متشابہ کے پیچھے پڑ کر برباد ہو جاتے ہیں بلکہ ہمیں اپنی صراط مستقیم پر قائم رکھ اور اپنے مضبوط دین پر دائم رکھ، ہم پر اپنی رحمت نازل فرما، ہمارے دلوں کو قرار دے، ہم سے گندگی کو دور کر، ہمارے ایمان و یقین کو بڑھا تو بہت بڑا دینے والا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے حدیث (**یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک**) اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر جما ہوا رکھ، پھر یہ دعا ربنا لاتزغ پڑھتے اور حدیث میں ہے کہ آپ بکثرت یہ دعا پڑھتے تھے حدیث (**اللھم مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک**) حضرت اسماء نے ایک دن پوچھا کیا دل الٹ پلٹ ہو جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہر انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے، اگر چاہے قائم رکھے اگر چاہے پھیر دے، ہماری دعا ہے ہمارا رب دلوں کو ہدایت کے بعد ٹیڑھا نہ کر دے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمتیں عنایت فرمائے، وہ بہت زیادہ دینے والا ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی دعا سکھائیے کہ میں اپنے لئے مانگا کروں، آپ نے فرمایا یہ دعا مانگ (حدیث: **اللھم رب محمد النبی اغفرلی ذنبی و اذھب غیظ قلبی و اجرنی من مضلات الفتن**) اے اللہ اے محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رب میرے گناہ معاف فرما، میرے دل کا غصہ اور رنج اور سختی دور کر اور مجھے گمراہ کرنے والے فتنوں سے بچا لے، حضرت عائشہ صدیقہ نے بھی آپ کی دعا یا مقلب القلوب سن کر حضرت اسماء کی طرح میں نے بھی یہی سوال کیا اور آپ نے وہی جواب دیا اور پھر قرآن کی یہ دعا سنائی، یہ حدیث غریب ہے لیکن قرآنی آیت کی تلاوت کے بغیر یہی بخاری مسلم میں بھی مروی ہے، اور نسائی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو جاگتے تو یہ دعا پڑھتے (حدیث **لا الہ الا انت سبحانک استغفرک لذنبی و اسئلک رحمۃ اللھم زدنی علما ولا تزغ بعد اذ ھدیتنی وھب لی من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب**) اے اللہ تیرے سوا

کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتا ہوں اور تجھ سے تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں، اللہ میرے علم میں زیادتی فرما اور میرے دل کو تو نے ہدایت دے دی ہے اسے گمراہ نہ کرنا اور مجھے اپنے پاس کی رحمت بخش تو بہت زیادہ دینے والا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے مغرب کی نماز پڑھائی، پہلی دو رکعتوں میں الحمد شریف کے بعد مفصل کی چھوٹی سی دو سورتیں پڑھیں اور تیسری رکعت میں سورۃ الحمد شریف کے بعد یہی آیت پڑھی۔ ابوعبداللہ صابحی فرماتے ہیں میں اس وقت ان کے قریب چلا گیا تھا، یہاں تک کہ میرے کپڑے ان کے کپڑوں سے مل گئے تھے اور میں نے خود اپنے کان سے ابوبکر صدیق کو یہ پڑھتے ہوئے سنا (عبدالرزاق) حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جب تک یہ حدیث نہیں سنی تھی آپ اس رکعت میں قل ھو اللہ پڑھا کرتے تھے لیکن یہ حدیث سننے کے بعد امیر المومنین نے بھی اسی کو پڑھنا شروع کیا اور کبھی ترک نہیں کیا۔ پھر فرمایا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اے اللہ تو قیامت کے دن اپنی تمام مخلوق کو جمع کرنے والا ہے اور ان میں فیصلے اور حکم کرنے والا ہے، ان کے اختلافات کو سمیٹنے والا ہے اور ہر ایک کو بھلے برے عمل کا بدلہ دینے والا ہے اس دن کے آنے میں اور تیرے وعدوں کے سچے ہونے میں کوئی شک نہیں۔

(تفسیر ابن کثیر، سورہ آل عمران، بیروت)

بَاب مُجَانَبَةِ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ وَبُغْضِهِمْ بَاب مُجَانَبَةِ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ وَبُغْضِهِمْ

باب: خواہش نفس کی پیروی کرنے والوں سے لاتعلق رہنا اور ان سے دشمنی رکھنا

4599- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الْحُبُّ فِي اللهِ وَالْبُغْضُ فِي اللهِ

✧✧ مجاہد ایک صاحب کے حوالے سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والا عمل یہ ہے: اللہ تعالیٰ کی وجہ سے (کسی سے) محبت رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے (کسی سے) دشمنی رکھنا۔

شرح

اگر بندہ کا احساس اتنا لطیف اور اس جذبہ اتنا پاکیزہ ہو جائے تو ظاہر ہے کہ قدم قدم پر یہی روشنی اس کی راہنمائی کرتی رہے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بری باتوں اور گناہوں سے بچتا رہے گا اور اچھی باتیں اور نیک کام کرتا رہے گا اسی لئے جذبہ کو بہترین عمل قرار دیا گیا ہے۔

اور یہ کہ میری محبت اللہ کیلئے ہو

جملہ عبادات کی ایک لازمی صفت، محبت کے شدید جذبات کا پایا جانا ہے۔ اللہ کے ساتھ محبت کے جو جذبات روا ہونا چاہئیں اور واجب بھی ہیں اور نہ ہی شریعت کی پابندی سے آزاد ہوں۔ ابن قیم نے اغاثۃ اللہفان میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کیلئے محبت کے جذبات کے اظہار کیلئے ایسے الفاظ کا استعمال ناجائز ہے جس میں پاکیزہ

جذبات اور غایت درجے کی ذلت اور انکساری اور حاجت روی کے جذبات نہ پائے جاتے ہوں۔
عشق، غرام(1) صبابة (2) شغف (3) اور ھَوَیٰ جیسے الفاظ پاکیزہ جذبات کے اظہار کیلئے استعمال نہیں ہوتے۔ محبت کے جذبات کیلئے جو الفاظ اللہ کیلئے جائز اور درست ہیں، ان کا تذکرہ کرتے ہوئے ابن قیم علاوہ لفظ محبت کے عبادت، انابت (4) اور اخبات (5) کا ذکر کرتے ہیں۔

1)) فریفتگی

2)) (محبت کے جذبات میں) سلگتا ہوا جوش اور جذبہ اشتیاق۔

3)) کسی کی طرف اُس کے پرکشش ہونے کی وجہ سے دل پر کھچاؤ محسوس کر کے بے قرار ہو جانا اور سب کچھ کرنے پر آمادہ ہونا۔

4)) دادرسی کیلئے پُرامید ہو کر رجوع کرنا۔

5)) اللہ کے سامنے فروتنی، انکساری اور ذلت کے جذبات کو بہ خوشی قبول کر کے پیش کرنا۔

صالحین کی نظر میں اللہ کیلئے محبت کس قدر اہم ہے اور کس قدر یہ نازک، لطیف اور پُر مغز جذبہ ہے، اس کا اندازہ تو اقتباس پڑھ کر ہوگا البتہ اگر کتاب وسنت کو چھوڑ کر کسی اور ذریعے سے محبت کے جذبات کی آبیاری کی جاتی ہے تو وہ نہایت سنگین نتائج کو لاتی ہے، اگر شرعی علم ہی سب جذبات کی بنیاد بنا رہے اور علم ہی کے ہاتھ میں جذبات کی باگ رہے تو پھر بندہ منزل پر جلد پہنچ جاتا ہے، بھٹکنے سے بچ جاتا ہے۔

محبت میں ایک ایسی طاقت ہوتی ہے جو مطلوب کی طرف ایک زبردست حرکت کا باعث بنتی ہے۔ رحمن سے محبت قرآن سے محبت، علم وعرفان اور ایمان سے محبت اِن لطیف معانی کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے تو مال ودولت، حصول زر، صنم پرستی اور مظاہر پرستی کی محبت شرک کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔ عورتوں اور چھوکروں سے محبت رذیل اخلاق کی طرف جبکہ وطن پرستی، قوم پرستی اور نسل پرستی سے محبت تعصب کی طرف لے جاتی ہے اور اگر تم غور وفکر سے کام لو تو بندے کے ہر فعل کے پیچھے محبت کی وجہ سے ارادے کی قوت پیدا ہوتی ہے لہٰذا ایسی زور آور اور مفید قوت کو صحیح رخ پر نہ ڈالا جائے تو بڑے بھیانک نتائج سامنے آئیں گے، اس لئے بندہ سب سے زیادہ جس چیز کا محتاج ہے وہ اُن امور کی بابت اس کی آگاہی ہے جو اُسے ہلاکت میں ڈالنے والے ہیں اور اس آگاہی کا نام شریعت میں علم ہے۔ علم کی بدولت ضرر رساں اور نفع بخش چیزوں سے آگاہی ہوتی ہے۔ پس جب کبھی کوئی بندہ اس بات کا علم حقیقی پالے گا کہ بندے کیلئے کون کون سی چیزیں ضرر رساں ہیں اور کون کون سی نفع بخش تو وہ ضرر سے بچے گا اور اُس سے نفرت کرے گا، نفع دینے والے کام دلجمعی سے انجام دے گا تو ایسے قلب میں نفرت اور محبت کی صحیح پہچان ایسی بیٹھے گی کہ وہ اُس چیز سے محبت کرے گا جسے اُس کے رب نے پسند کیا ہوگا اور اُس چیز سے نفرت کرے گا جو اُس کے رب کے ہاں قابل نفرت ہے۔

اس بات کو تم ایک اور طرح سے بھی سمجھ سکتے ہو، ایک طریقہ عقل اور دانش کا ہے اور دوسرا شریعت اور وحی کا ہے، واقعہ یہ ہے کہ انسان کی عقل اور فطرت میں اچھائیوں سے محبت ایسی رچ بس گئی ہے کہ ہر عاقل اس بات سے محبت کرتا ہے کہ سچ کا بول بالا ہو،

عدل وانصاف، احسان، وفاداری اور فرماں برداری، عفت، دلیری، سخاوت، بلند اخلاق، امانت میں خیانت نہ کرنا، صلہ رحمی کرنا، لوگوں کا بھلا چاہنا، عہد و پیمان کا پاس لحاظ رکھنا، پڑوسی کے حقوق ادا کرنا، مہمان نواز اور غریب نواز ہونا، دُکھ بانٹنا اور ایسے ہی دوسرے اعلیٰ اخلاق سے محبت انسانی فطرت میں بسادی گئی ہے، دوسری طرف برائیوں کے خلاف نفس کی فطرت اللہ کی طرف سے ایسی بنائی گئی ہے کہ وہ اُن سے نفرت کرتا ہے۔ پس اعلیٰ قدروں کو اس پر قیاس کرو کہ آدمی پیاس کی حالت میں صاف شفاف ٹھنڈے پانی کی طرف فطری طور پر مائل ہوتا ہے، بھوک کے وقت پاکیزہ اور تازہ پکوان بھوک کو تو مٹاتے ہی ہیں، نفس میں ایک تازگی اور قوت بھی پیدا کرتے ہیں، گرمی میں ٹھنڈے لباس اور جاڑے میں گرم لباس بدن کو سکون پہنچاتے ہیں۔ جیسے ان چیزوں کی طرف طبیعت کا رجحان ایک فطری واقعہ ہے، اسی طرح بلند اخلاق کی طرف انسان کا فطری میلان بھی ایک واقعہ ہے اور اُن کے متضاد اخلاق سے نفرت کرنا بھی اس کا فطرح رجحان ہے۔ بعضے لوگوں نے جو یہ کہا ہے کہ اچھائی اور برائی کا سارا دارومدار وحی پر ہے اور عقل ودانش اور انسانی فطرت اچھائیوں کا ادراک کرنے سے قاصر ہے تو اُن کا دعویٰ سراسر انسانی فطرت اور خالق کی تخلیق کی غایت کے خلاف ہے۔ ایک دوسرے مقام پر ہم نے اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔

انسان کی فطرت کو جو دوسرا طریقہ متاثر کرتا ہے وہ شریعت اور وحی کا ہے۔ اس معتمد ذریعے سے بندے کو اس بات کا علم دیا جاتا ہے کہ وہ اچھے اور برے میں تمیز کر سکے۔ اچھائی سے محبت اور برائی سے نفرت جہاں انسانی فطرت ہے وہاں وحی بھی اسی فطرت کو مہمیز دینے کے واسطے نازل ہوئی ہے مگر علم کا یہ ذریعہ عقل اور فطرت کی نسبت، بہت وسیع، واضح، سچ اور عدل پر مبنی ہے کیونکہ عقل سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں وہ یقینی اور واضح نہیں ہوتے، آج تک عقل اور فطرت کے ذریعے صرف ایک ذات تمام اچھائیوں کو پا گئی تھی اور وہ ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، آپ سب سے زیادہ علم رکھتے تھے اور بہت اعلیٰ وارفع عقل و رائے کے مالک تھے۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ درست رائے سب سے بڑی عبادت ہے اور سنت کی پیروی سے ہی درست رائے حاصل ہوتی ہے۔ جن شخصیات کو علم میں رسوخ ہوتا ہے اُن کی رائے حق کے موافق ہوتی ہے۔ اس بات کو سورت سباء میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: ویری الذین اوتوا العلم الذی انزل الیک من ربک ھو الحق جن لوگوں کو علم سے بہرہ مند کیا گیا ہے اُن کی رائے یہی ہے کہ جو تمہاری طرف (کلام) نازل کیا گیا ہے تمہارے رب کی طرف سے وہی عین حق (کی بات) ہے۔

بلاشبہ سلف صالحین بھی اپنی آراء کا اظہار کیا کرتے تھے مگر وہ سنت کی پیروی میں رہ کر رائے دیتے تھے جبکہ سلف صالحین نے ہی دوسرے فرقوں کو جنہوں نے امور غیبیہ اور شرعی احکام میں غلط رائے کو اپنایا، اھواء پرست اور شبہات کو فروغ دینے والے اہل شبہات کے ناموں سے موسوم کیا تھا کیونکہ سنت کے مخالف رائے صرف جہالت ہے علم سے اُس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہی خواہش پرستی انسان کو صحیح علم سے دور لے جاتی ہے پھر اس کی مار محبت اور نفرت پر پڑتی ہے۔ نفس پرست غلط چیزوں سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اے قاری! محبت اور نفرت کی باگ ڈور علم کے ہاتھوں میں دے دو۔ خواہش نفس سے بچنے کا صرف یہی ایک طریقہ ہے۔

اب کچھ نفع بخش محبتوں کا حال سنو اور اگر سچ پوچھو تو یہ محبتیں بالآخر اللہ کی محبت کیلئے معاون ہی ثابت ہوتی ہیں۔ ان میں

ہے۔ایک محبت تو وہ ہے، جو شوہر اپنی جورو سے کرتا ہے،اِس محبت کیلئے تم چاہو تو عشق کا لفظ بھی استعمال کرلو۔آدمی اپنی منکوحہ اور زیر ملکیت لونڈی سے جو حظ حاصل کرتا ہے اُس سے نفس میں عفت پیدا ہوتی ہے اور نفس پر قابو پانے کا ملکہ حاصل ہوتا ہے۔پھر عفت مآب نفس غیر عورت کی طرف مائل نہیں ہوتا اور خود شارع کو یہ مطلوب بھی ہے کہ آدمی کا دل اپنی جورو سے خوب آشنائی پائے کیونکہ جتنا زوجین میں محبت کا رشتہ مضبوط ہوگا اتنا مرد اپنے نفس کو غیر عورت کی طرف جھکاؤ سے محفوظ پائے گا،اس طرف رغبت دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا (اعراف:189) وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی کی جنس سے اُس کا جوڑا بنایا تاکہ اُس کے پاس سکون حاصل کرے۔

اسی طرح سورت روم کی آیت 21 میں زوجین کے بیچ پیدا ہونے والی محبت کو اللہ کی ایک بڑی نشانی کے طور پر پیش کیا گیا ہے: وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً اور اُس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم اُن کے پاس (جاکر) سکون حاصل کرو (اور اس کے علاوہ اُس نے) تمہارے درمیان محبت اور رحمت (الفت بھی) پیدا کردی۔

صحیحین کی روایت ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں آپ کو سب سے زیادہ کون پسند ہے تو آپ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا! آپ کے اِس قول کی وجہ سے محدث زمان حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ جب بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے تو اِن الفاظ کا بھی اضافہ فرماتے کہ مجھ سے بنت صدیق رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی چہیتی بیوی نے روایت کی ہے کہ جس کی پاک دامنی سات آسمانوں سے بھی اوپر سے نازل ہوئی تھی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے امورِ دُنیا میں سے میرے لئے تین چیزوں میں محبت کا سامان پایا جاتا ہے،عورت اور خوشبو،اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو نماز میں ہے۔

بنابریں شوہر کا اپنی بیوی سے محبت کرنا ناپسندیدہ فعل نہیں ہے جب تک یہ محبت اُس محبت کے آڑے نہ آجائے جو اِس محبت سے بڑھ کر نفع بخش ہے اور وہ اللہ اور اُس کے رسول کی محبت ہے۔ہر وہ محبت جو اللہ اور اُس کے رسول کی محبت کے آڑے آئے یا اُس میں کمزوری پیدا کرنے کا سبب بنے تو وہ حد درجے مذموم ہے کیونکہ وہ محبت ضرر اور نقصان کا باعث بن رہی ہے،ہاں اُن مشروبات یا ماکولات کی طرف میلان ہونا کچھ مانع نہیں جو اللہ اور اُس کے رسول کی محبت کے آڑے نہیں آتے اور نہ ہی وہ اللہ اور اُس کے رسول سے محبت کے رشتے کو کمزور کرنے کا سبب بنتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آپ ٹھنڈے اور میٹھے مشروبات کو پسند فرماتے تھے۔شہد اور میٹھے حلوا بھی آپ کو بے حد مرغوب تھے،گھوڑوں سے آپ شدید محبت کرتے تھے،آپ لبادوں میں قمیض کو سب سے زیادہ پسند فرماتے تھے اور ترکاریوں میں کدو پسند فرماتے تھے۔اِن چیزوں کی محبت ایسی نہیں ہے کہ وہ اللہ کی محبت کے آڑے آئے بلکہ الٹا یہ اُس محبت میں تقویت کا ہی سبب بنتی ہے،نفس جب اِن سے اپنی ضرورت پوری کرلیتا ہے تو پھر وہ اللہ کی محبت کیلئے اپنے آپ کو فارغ البال پاتا ہے۔ہاں اِن چیزوں کی محبت کے پیچھے طبیعت کا میلان اور نیت کا بڑا دخل ہے۔

اب اگر لباس اور خوراک سے محبت کی وجہ یہ ہوئی کہ جسم میں توانائی حاصل کرکے اور صاف ستھرا ہو کر اللہ کی محبت کے اظہار

کیلئے عبادت کی طرف مائل ہوتا ہے تو اُس کا کھانا پینا اور سونا سب باعث اجر وثواب ہے اور اگر محض انسانی فطرت کی وجہ سے اچھا لباس پہننے یا خوراک کھانے سے محبت رکھتا ہے تو پھر اس کام پر نہ ثواب ہے اور نہ عتاب، اگر چہ وہ اس موقع کو ہاتھ سے جانے دیتا ہے کہ ان چیزوں کو حاصل کر کے ثواب بھی پا سکتا تھا اگر ان چیزوں سے اُس کی محبت اس لئے ہوتی کہ وہ اللہ سے اُس کی محبت میں معاون بنیں۔ (اغاثۃ اللھفان، مؤلف: ابن قیم الجوزیہ)

4600۔ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ وَذَكَرَ ابْنُ السَّرْحِ قِصَّةَ تَخَلُّفِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ قَالَ وَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِينَ عَنْ كَلَامِنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ حَتَّى إِذَا طَالَ عَلَيَّ تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ أَبِي قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّي فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَوَاللَّهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ ثُمَّ سَاقَ خَبَرَ تَنْزِيلِ تَوْبَتِهِ

◇◇ عبدالرحمن بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں، یہ عبداللہ، حضرت کعب کے وہ صاحبزادے ہیں جو ان کے نابینا ہونے کے بعد، ان کو ساتھ لے کر چلا کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں، اس کے بعد ابن سرح نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے کا پورا واقعہ بیان کیا ہے۔ جس میں یہ الفاظ بھی ہیں "انہوں نے مسلمانوں کو ہم تین افراد کے ساتھ کلام کرنے سے منع کر دیا۔ یہاں تک کہ جب کافی دن گزر گئے تو ایک دن میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہوا، جو میرے چچازاد تھے، میں نے انہیں سلام کیا۔ اللہ کی قسم! انہوں نے مجھے سلام کا جواب بھی نہیں دیا۔

اس کے بعد حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اپنی توبہ کے بارے میں قرآن کا حکم نازل ہونے تک کا واقعہ بیان کیا ہے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا امتحان

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ بے انتہا دلچسپ اور رقت آمیز ہے۔ یہ انہوں نے اس وقت خود ہی بیان فرمایا جب بوڑھے اور بینائی سے محروم ہو چکے تھے۔

فرماتے ہیں میرا واقعہ یہ ہے کہ جس زمانہ میں شرکت تبوک سے پیچھے رہ گیا اس وقت میں انتہائی خوش حالی میں تھا۔ اس سے پہلے دو سواریاں میرے پاس کبھی جمع نہیں ہوئی تھیں اور اس جنگ میں تو دو سواریاں بھی میں نے خرید رکھی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنگ کا ارادہ فرماتے تو عام طور پر اس خبر کو پھیلنے نہ دیتے۔ جب یہ جنگ ہوئی تو سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ دور دراز اور جنگلوں کا سفر درپیش تھا اور کثیر التعداد دشمن سے سامنا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امور میں مسلمانوں کو آزاد کر رکھا تھا کہ جس طرح چاہیں دشمن کے مقابلے کی تیاری کر لیں اور اپنا ارادہ مسلمانوں پر ظاہر فرما دیا تھا۔ اد۔

مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کثیر تعداد میں تھے کہ ان کا اندراج رجسٹر پر نہ ہو سکتا تھا۔ کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بہت کم ایسے لوگ ہوں گے کہ جن کی غیر حاضری کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو سکتا تھا بلکہ گمان تھا کہ کثرت لشکر کی وجہ سے غائب رہنے کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم بھی نہ ہو سکے گا جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی علم نہ ہو جائے۔ یہ لڑائی جس وقت ہوئی وہ زمانہ پھلوں کے پکنے کا تھا۔ سایہ گستری بارآوری اور خنکی کا موسم تھا ایسے زمانہ میں میری طبیعت آرام طلبی اور راحت گیری کی طرف بہت مائل ہوگئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مسلمانوں نے تیاریاں شروع کر دیں۔ میں صبح اٹھ کر جہاد کی تیاری کے لئے باہر نکلتا لیکن خالی ہاتھ واپس ہوتا۔ تیاری اور اسباب سفر کی خریداری وغیرہ کچھ نہ کرتا۔ دل بہلا لیتا کہ جب میں چاہوں گا دم بھر میں تیاری کر لوں گا۔ دن گزرتے چلے گئے۔ لوگوں نے تیاریاں مکمل کر لیں حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ مسلمان جہاد کیلئے روانہ ہو گئے۔ میں نے دل میں کہا کہ ایک دو دن بعد تیاری کر کے میں بھی مل جاؤں گا۔ اس عرصہ میں مسلمانوں کا لشکر بہت دور جا چکا تھا میں تیاری کیلئے باہر نکلا لیکن پھر بغیر تیاری کے واپس آ گیا حتی کہ ہر روز یہی ہوتا رہا دن نکل گئے۔ لشکر تبوک پہنچ گیا۔ اب میں نے کوچ کا ارادہ کر لیا کہ جلدی سے پہنچ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہو جاؤں۔ کاش اب بھی کوچ کر جاتا۔ لیکن آخرکار یہ بھی نہ ہو سکا۔ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد جب کبھی میں بازار میں نکلتا تو مجھے یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا کہ جو مسلمان نظر آتا ہے اس پر یا تو نفاق کی پھٹکار نظر آتی ہے یا ایسے مسلمان دکھائی دیتے ہیں جو واقعی اللہ کی طرف سے معذور لنگڑے لولے تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک پہنچ چکے تو مجھے یاد فرمایا اور پوچھا کعب بن مالک کیا کر رہا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کو خوش عیشی اور آرام طلبی نے مدینے ہی میں روک لیا ہے تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے غلط خیال قائم کیا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس میں تو بھلائی اور نیکی کے سوا کچھ نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش رہے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لانے لگے تو میں سخت پریشان تھا کہ اب کیا کروں؟ میں غلط حیلے سوچنے لگا تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عتاب سے محفوظ رہ سکوں۔ چنانچہ ہر ایک سے رائے لینے لگا۔ اور جب معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا چکے ہیں تو اب غلط سوچ وبچار سے دستبردار ہو گیا۔ اب میں نے اچھی طرح معلوم کر لیا کہ میں کسی طرح بھی نہیں بچ سکتا۔ چنانچہ میں نے سچ سچ کہنے کا ارادہ کر لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس آئے تو سب سے پہلے مسجد گئے۔ دو رکعت نماز پڑھی، پھر لوگوں کے ساتھ مجلس کی۔ اب جنگ میں شریک نہ ہونے والے آ آ کر عذر و معذرت کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے۔ ایسے لوگوں کی تعداد اسی (80) سے کچھ اوپر تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحکم ظاہر ان کی بات قبول کیے جا رہے تھے اور ان کی کوتاہیوں کے لئے طلب مغفرت کر رہے تھے۔ میری باری آئی میں نے آ کر سلام عرض کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہاں آؤ، میں سامنے جا بیٹھا۔ مجھ سے فرمایا: تم کیوں رکے رہے؟ کیا تم نے تیاری جہاد کیلئے خریداری نہیں کر لی تھی؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور سے بات کرتا تو صاف صاف بری ہو جاتا کیوں کہ مجھے بحث و تکرار اور معذرت کرنا خوب آتا ہے لیکن اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کہ اس وقت تو جھوٹی بات بنا کر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر

لوں گا۔ لیکن بہت جلد ہی اللہ آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا اور اگر میں سچ سچ کہہ دیا تو حسین عاقبت کی مجھے اللہ کی طرف سے امید ہو سکتی ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم میں کوئی معقول عذر نہیں رکھتا تھا۔ میرے پاس عدم شرکت جنگ کا درحقیقت کوئی حیلہ نہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ہاں یہ تو سچ کہتا ہے۔ اچھا اب تم چلے جاؤ اور انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں کیا حکم فرماتا ہے چنانچہ میں چلا گیا۔ بنی سلمہ کے لوگ بھی میرے ساتھ اٹھے اور ساتھ ہو لیئے۔ اور کہنے لگے: اللہ کی قسم ہم نے تمہیں پہلے کوئی خطا کرتے نہیں دیکھا ہے دوسرے لوگوں نے جیسے عذرات پیش کر دیئے تم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ بھی عذر نہیں کیا۔ ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کیلئے جیسے استغفار کیا تھا تمہارے لئے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ استغفار کافی ہوتا۔ غرض کہ لوگوں نے اس بات پر اس قدر زور دیا کہ میں نے ایک بار یہ ارادہ کر ہی لیا کہ پھر واپس جاؤں اور کوئی عذر تراش دوں۔ لیکن میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ میری طرح کیا کسی اور کی بھی صورت حال ہے۔ کہا ہاں تمہاری طرح کے اور دو آدمی ہیں۔ جنہوں نے سچ سچ کہہ دیا ہے میں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ کہا گیا مرارہ بن الربیع العامری اور ہلال بن امیہ الواقفی۔ کہا گیا یہ دونوں مرد صالح ہیں، بدر میں شریک تھے۔ اب میرے سامنے ان کا نقش قدم تھا اسے لئے میں دوبارہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ گیا۔ اب معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تینوں سے سلام کلام کرنے سے لوگوں کو ممانعت کر دی ہے اور لوگوں نے ہمارا بالکل بائیکاٹ کر دیا ہے اور ہم ایسے بدل گئے کہ زمین پر رہنا ہمیں بوجھ معلوم ہونے لگا۔ ہم پر اس ترک تعلقات کے پچاس دن گزر گئے ان دونوں نے تو منہ چھپا کر خانہ نشینی ہی اختیار کر لی، روتے پیٹتے رہے میں ذرا سخت مزاج تھا۔ قوت برداشت تھی، جا کر جماعت کے ساتھ برابر نماز پڑھتا تھا۔ بازاروں میں گھومتا تھا لیکن مجھ سے کوئی بولتا نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما رہتے۔ میں سلام کرتا اور دیکھتا کہ جواب سلام کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ ہلتے کہ نہیں، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی نماز پڑھ لیتا۔ کنکھیوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا، میں نماز پڑھنے لگتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھتے۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو جاتا تو نظر پھیر لیتے۔ جب اس بائیکاٹ کی مدت لمبی ہوتی گئی تو میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پھاند کر ان کے یہاں گیا وہ میرے چچا زاد بھائی تھے۔ میں انہیں بہت چاہتا تھا۔ سلام کیا واللہ انہوں نے جواب نہ دیا۔ میں نے کہا اے ابو قتادہ! تمہیں اللہ کی قسم کیا تم نہیں جانتے میں اللہ کو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوست رکھتا ہوں۔ وہ سن کر خاموش ہو گئے۔ میں نے اللہ کی قسم دے کر بات کی پھر کچھ نہ بولے، میں نے پھر قسم دی کچھ بھی نہ کہا، لیکن انجان پن سے بولے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ پھر دیوار پھاند کر واپس ہو گیا۔

ایک دن بازار مدینہ میں گھوم رہا تھا کہ شام کا ایک قبطی جو مدینہ کے بازار میں کھانے کی کچھ چیزیں بیچ رہا تھا، لوگوں سے کہنے لگا کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا کوئی پتہ دے۔ لوگوں نے میری طرف اشارہ کر دیا وہ میرے پاس آیا اور شاہ غسان کا ایک مکتوب میرے حوالے کیا۔ چونکہ میں پڑھا لکھا تھا، پڑھا تو لکھا تھا کہ: ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تمہارے آقا (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر سختی کی ہے۔ اللہ نے تمہیں کوئی معمولی آدمی تو نہیں بنایا ہے۔ تم کوئی گرے پڑے نہیں ہو۔ تم ہمارے پاس آ جاؤ، ہم

تمہیں نواز دیں گے۔

میں نے یہ پڑھ کر کہا: میرے اللہ! یہ تو نئی مصیبت آ پڑی۔ میں نے اس مکتوب کو آگ میں جھونک دیا اور جب پچاس میں چالیس دن گزر گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد میرے پاس آیا اور کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ اپنی عورت سے علیحدہ ہو۔ میں نے پوچھا کیا حکم ہے کہ طلاق دوں؟ کہا نہیں صرف الگ رہو، قربت نہ کرنا، کہا کہ دوسرے دونوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی عورت سے کہہ دیا کہ میکے چلی جاؤ حتی کہ اللہ کا کوئی حکم پہنچے۔ ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کرنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہلال ایک شیخ ضعیف ہے اس کی خدمت کیلئے کوئی آدمی نہیں۔ اگر میں ان کی خدمت میں لگی رہوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نامنظور تو نہ کریں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا لیکن وہ تم سے قربت نہ کرے کہنے لگی اس غریب کو تو ہلنا جلنا مشکل ہو گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی کے دن سے آج تک لگا تار روتا رہتا ہے۔ میرے گھر والوں میں سے ایک نے کہا تم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیوی سے خدمت لینے کی اجازت حاصل کر لو جیسے کہ ہلال کو اجازت مل گئی۔ میں نے کہا اللہ کی قسم میں اس بات کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست نہ کروں گا۔ نہ معلوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرمائیں گے، میں نوجوان آدمی ہوں مجھے کسی سے درخواست لینے کی ضرورت نہیں۔ اب ہم نے مزید دس دن گزارے اور لوگوں کے قطع تعلق کو پچاس دن گزر گئے۔ پچاسویں دن کی صبح اپنے گھر کی چھت پر صبح کی نماز پڑھ کر میں اس حال میں بیٹھا ہوا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں فرمایا ہے یعنی میری جان مجھ پر بھاری معلوم ہو رہی تھی۔ یہ وسیع دنیا مجھے تنگ محسوس ہو رہی تھی کہ سلع پہاڑی پر سے ایک پکارنے والے کی آواز میرے کان میں پڑی کہ وہ بلند آواز میں چیخ رہا تھا کہ "اے کعب بن مالک! خوش ہو جاؤ۔" یہ سنتے ہی میں سجدے میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ اللہ نے میری توبہ قبول کر لی۔ مصیبت کا زمانہ گزر گیا۔ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع سنا دی، کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی توبہ قبول کر لی ہے۔ لوگ ہمیں خوشخبری دینے کیلئے دوڑے۔ ان دونوں کے پاس بھی گئے اور میرے پاس بھی ایک سوار تیز گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا۔ لیکن پہاڑی پر چڑھ کر آواز دینے والا زیادہ کامیاب رہا کہ جلد تر مجھے خبر مل گئی کیوں کہ گھوڑے کی رفتار سے آواز کی رفتار تیز تر ہوتی ہے۔ چنانچہ جب وہ شخص مجھ سے ملا جس کی آواز میں نے سنی تھی تو اس خوشخبری دینے کے صلے میں اپنے کپڑے اتار کر میں نے اسے پہنا دیئے۔ واللہ میرے پاس اس وقت دوسرا جوڑا نہیں تھا میں نے اپنے لئے مستعار (تیار شدہ) کپڑے لے کر پہن لئے۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے ارادے سے نکلا۔ لوگ مجھے راہ میں جوق در جوق ملتے اور مبارک باد دیتے جاتے۔ میں مسجد میں داخل ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی طلحہ بن عبید اللہ دوڑ پڑے، مجھ سے مصافحہ کر کے مبارک باد دی۔ مہاجرین میں سے کسی نے ان کے سوا یہ اقدام نہیں کیا۔ کعب رضی اللہ عنہ نے طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس خلوص کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ میں نے آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ (مبارک) خوشی سے چمک اٹھا۔ کہنے لگے: خوش ہو جاؤ جب سے تم پیدا ہوئے ایسی خوشی کا دن تم پر نہ آیا ہوگا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بشارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یا اللہ کی طرف سے

؟ فرمانے لگے اللہ کی طرف سے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جاتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ (مبارک) چمک اٹھتا تھا۔ گویا چاند کا ٹکڑا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی آپکے چہرہ (مبارک) ہی سے ظاہر ہو جاتی۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری قبولیت توبہ کی یہ برکت ہونی چاہیے کہ میں اپنا سارا مال ومتاع اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں لٹا دوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہیں کچھ رکھو اور کچھ صدقہ کر دو۔ یہی بہتر صورت ہے میں نے کہا خیبر سے جو حصہ مجھے ملا تھا وہ میں اپنے لئے رکھ لیتا ہوں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچائی کی برکتوں کے سبب للہ نے مجھے نجات بخشی۔ اللہ کی قسم میں نے جب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راست گوئی کا ذکر کیا پھر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ آئندہ بھی کبھی مجھ سے جھوٹ نہ بلوائے۔ (بخاری شریف)

بَاب تَرْكِ السَّلَامِ عَلَى أَهْلِ الْأَهْوَاءِ

باب: بدمذہبوں کو سلام نہ کرنا

4601- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى أَهْلِي وَقَدْ تَشَقَّقَتْ يَدَايَ فَخَلَّقُونِي بِزَعْفَرَانٍ فَغَدَوْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَقَالَ اذْهَبْ فَاغْسِلْ هٰذَا عَنْكَ

✧✧ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنے گھر آیا' میرے دونوں ہاتھ پھٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس پر زعفران لگا دیا۔ صبح کے وقت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے مجھے سلام کا جواب نہیں دیا۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اور اسے دھو دو۔

بدمذہبوں سے سلام کی ممانعت کا بیان

4602- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ سُمَيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهُ اعْتَلَّ بَعِيرٌ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ وَعِنْدَ زَيْنَبَ فَضْلُ ظَهْرٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْنَبَ أَعْطِيهَا بَعِيرًا فَقَالَتْ أَنَا أُعْطِي تِلْكَ الْيَهُودِيَّةَ فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرَهَا ذَا الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمَ وَبَعْضَ صَفَرٍ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، سیّدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کا ایک اونٹ بیمار ہو گیا۔ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک اضافی اونٹ تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم یہ اونٹ اسے دے دو۔ تو سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بولیں: کیا میں یہ

4602- إسناده ضعيف لجهالة سمية -وقيل في اسمها أيضاً: شميسة-، وقد اختلف فيه عن ثابت البناني -وهو ابن أسلم- كما سيأتي بيانه. حماد: هو ابن سلمة. وأخرجه ابن سعد في "طبقاته 8/ 126 - 127"، وإسحاق بن راهويه (1408)، وأحمد (25002) و (26250)، والطبراني في "الكبير" 24/ (188)، وفي "الأوسط" (2609) من طريق حماد بن سلمة، به. وخالف حماداً فيه جعفر بن سليمان الضبعي عند أحمد (26866).

اس یہودیہ کو دے دوں؟ نبی اکرم ﷺ ناراض ہو گئے اور آپ نے ذوالحجہ محرم اور صفر کے کچھ حصے تک ان سے لاتعلقی اختیار کی۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْجِدَالِ فِي الْقُرْآنِ

باب: قرآن کے بارے میں بحث کرنے کی ممانعت

4603- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ هَارُونَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمِرَاءُ فِي الْقُرْآنِ كُفْرٌ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، قرآن کے بارے میں بحث کرنا (جو قرآن کے احکام کے خلاف ہو) کفر ہے۔

بَابٌ فِي لُزُومِ السُّنَّةِ

باب: سنت کو لازم پکڑنا

سنت کی اہمیت کا بیان

4604- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرِو بْنُ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ حَرِيزِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَوْفٍ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُ فَلَهُ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ

✧✧ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: یاد رکھنا مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس کی مانند (سنت) دی گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک بھرے ہوئے پیٹ والا شخص اپنے تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کر کہے کہ تم اس قرآن کو لازم پکڑو۔ تمہیں اس میں جو چیز حلال ملے تم اسے حلال سمجھو اور تمہیں اس میں جو چیز حرام ملے اسے حرام قرار دو۔ (پھر نبی اکرم نے فرمایا) خبردار! تمہارے لئے پالتو گدھوں کا گوشت حلال نہیں ہے اور ہر نوکیلے دانت والے درندے کا گوشت بھی حلال نہیں ہے اور گری ہوئی چیز کو اٹھانا بھی حلال نہیں ہے۔ البتہ اس چیز کا مالک اس سے بے نیاز ہو (تو اٹھایا جا سکتا ہے) اور جو

4603-حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل محمد بن عمرو -وهو ابن علقمة الليثي- ولكنه متابع. وهو في "مسند أحمد" (10539). وأخرجه النسائي في "الكبرى" (8039) من طريق أبي حازم سلمة بن دينار، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة، أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال": أنزل القرآن على سبعة أحرف، المراء في القرآن كفر": وهذا إسناد صحيح. وهو في "مسند أحمد" (7989)، وصححه الحاكم 2/ 223، ووافقه الذهبي.

شخص کسی قوم کے ہاں پڑاؤ کرے تو ان لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اس کی مہمان نوازی کریں۔ اگر وہ اس کی مہمان نوازی نہیں کرتے تو اس شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مہمان نوازی کے حساب سے ان سے وصول کرے۔

شرح

قرآن کا مثل" حدیث ہے یعنی جس طرح قرآن مجید مجھ پر نازل کیا گیا ہے اسی طرح حدیث بھی مجھے بارگاہ الوہیت ہی سے عطا ہوئی ہے لیکن فرق یہی ہے کہ قرآن وحی ظاہر ہے اور حدیث وحی پوشیدہ۔ لہٰذا واجب العمل دونوں میں الا الا سکل سے بطور مثال کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان چیزوں کی حرمت قرآن میں کہیں مذکور نہیں ہے میں نے ہی ان کی حرمت بیان کی ہے جس پر عمل کرنا واجب وضروری ہے۔ اہلی گدھا اسے کہتے ہیں جو گھر میں رہتا ہے یہ حرام ہے گدھا وحشی جسے گورخر کہتے ہیں۔ ان سب کی حرمت احادیث ہی سے ثابت ہے معاہد اس کافر کو کہتے ہیں جس کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ صلح وامان ہوا ہو، خواہ وہ کافر ہو یا غیر ذمی، اس کے بارہ میں فرمایا کہ اس کا لقطہ حلال نہیں ہے، ہاں اگر لقطہ ایسی چیز ہے جس سے اس کا مالک بے نیاز و بے پرواہ ہو جیسے گٹھلی، چھلکے، گاجر، مولی یا ایسی ہی کوئی حقیر چیز تو اس کے لئے لینا جائز ہے لقطہ اس چیز کو کہتے ہیں جو راستہ میں گری پڑی پائی جائے۔ آخر میں فرمایا گیا ہے کہ جو آدمی کسی کے یہاں مہمان جائے تو میزبان پر اس کی مہمانداری لازم ہے علماء فرماتے ہیں کہ یہ حکم فرض نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا مستحب واولیٰ ہے، اسی طرح یہ حکم دینا کہ اگر میزبان مہمان نوازی نہ کرسکے تو میزبان کے لئے جائز ہے کہ وہ اس میزبان سے مہمانداری کا عوض وصول کرلے یعنی اس سے روپیہ پیسہ لے۔ اس کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ یا تو ایسی شکل میں جائز ہوا جب کہ مہمان ایسا مضطر ولاچار ہو کہ اگر میزبان سے وہ کچھ نہ لے تو اس کے ہلاک ہوجانے کا خطرہ ہو۔ یا پھر یہ کہا جائے گا کہ جواز کا حکم ابتدائے اسلام میں تھا لیکن اب منسوخ ہے۔

4605- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِي مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُولُ لَا نَدْرِي مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ اتَّبَعْنَاهُ

✧✧ عبید بن ابو رافع اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: میں تم میں سے کسی شخص کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے تکیے سے ٹیک لگا کر یہ کہے' جس کے پاس میرا کوئی حکم آچکا ہو جو میں نے دیا ہو یا جس سے میں نے منع کیا ہو تو وہ یہ کہے کہ ہمیں اللہ کی کتاب میں یہ بات نہیں ملی۔ ورنہ ہم اس کی پیروی کرلیتے۔

4606- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ

4605- إسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة، وأبو النضر: هو سالم بن أبي أمية القرشي مولاهم. وابن كثير: هو محمد بن كثير العبدي. وأخرجه ابن ماجه (13)، والترمذي (2854) من طريق سفيان بن عيينة بهذا الإسناد.

عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِي اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ قَالَ ابْنُ عِيسٰى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَنَعَ اَمْرًا عَلٰى غَيْرِ اَمْرِنَا فَهُوَ رَدٌّ

✧✧ قاسم بن محمد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
جو شخص ہمارے حکم میں کوئی ایسی بات کرے جس کا ہم نے حکم نہیں دیا تو وہ مردود ہوگی۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی ایسا کام کرے جو ہمارے حکم کے مخالف ہو تو وہ مردود ہوگا۔

4607- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَمْرٍو السُّلَمِيُّ وَحُجْرُ بْنُ حُجْرٍ قَالَا اَتَيْنَا الْعِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ وَهُوَ مِمَّنْ نَزَلَ فِيهِ (وَلَا عَلَى الَّذِينَ اِذَا مَا اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ) فَسَلَّمْنَا وَقُلْنَا اَتَيْنَاكَ زَائِرِينَ وَعَائِدِينَ وَمُقْتَبِسِينَ فَقَالَ الْعِرْبَاضُ صَلّٰى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ فَقَالَ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَاَنَّ هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَمَاذَا تَعْهَدُ اِلَيْنَا فَقَالَ اُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَاِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرٰى اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُورِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

✧✧ عبدالرحمن بن عمرو اور حجر بن حجر بیان کرتے ہیں ہم لوگ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ ان حضرات میں سے ہیں جن کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی ہے:

''اور ان لوگوں پر کوئی حرج نہیں ہے جب وہ تمہارے پاس آئیں تا کہ تم انہیں سواری کے لئے جانور دو تو تم نے کہا: میرے پاس تمہیں سواری کے لئے دینے کے لیے جانور نہیں ہے''۔

حجر بیان کرتے ہیں ہم نے انہیں سلام کیا اور ان سے کہا ہم آپ کے پاس آپ کی زیارت کرنے کے لئے' آپ کی عیادت کرنے کے لیے اور آپ سے استفادہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ تو حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمیں نماز پڑھائی، پھر انہوں نے ہماری طرف رخ کیا اور ایسا وعظ کیا جس کے نتیجے میں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل لرز گئے۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ تو الوداعی وعظ محسوس ہوتا ہے۔ آپ ہمیں کیا تلقین کرتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

4607- وأخرجه ابن ماجه (44)، والترمذي (2871) من طريق ثور بن يزيد، والترمذي (2870) من طريق بحير بن سعد، كلاهما عن خالد بن معدان، عن عبد الرحمن بن عمرو وحده به. وأخرجه ابن ماجه (43)

میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی اور حاکم وقت کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کی تلقین کرتا ہوں۔ اگرچہ وہ کوئی شخص حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا عنقریب بہت سے اختلافات دیکھے گا تو تم پر میری اور ہدایت یافتہ اور ہدایت کا مرکز خلفاء کی سنت کی پیروی کرنا لازم ہے۔ تم اسے پکڑ لینا اور اسے مضبوطی سے تھام لینا اور تم نئے پیدا ہونے والے معاملات سے پرہیز کرنا کیونکہ ہر نئی پیدا ہونے والی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

بدعت کا معنیٰ:

کسی ایسے قول کو وارد کرنا جس کے کرنے والے اور کہنے والے نے صاحب شریعت کی اتباع نہ کی ہو اور نہ اس کو سابقہ شرعی مثالوں سے اور شرعی قواعد سے مستنبط نہ کیا ہو۔ اس کے متعلق حدیث میں ہے کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے۔ (المفردات ص، ۳۹، مکتبہ مرتضائیہ ایران)

ہر وہ بدعت جو ضلالت وگمراہی ہے اس سے مراد وہ بدعت ہے جس کی شریعت میں اصل موجود نہ ہو۔

فقہاء نے بدعت کی کئی اقسام بیان کی ہیں۔ جن میں سے معروف دو اقسام ہیں۔

بدعت کی اقسام: (۱) بدعت حسنہ (۲) بدعت سیعہ

(۱) بدعت حسنہ:

وہ بدعت جس کی شریعت میں اصل ہو اور یہ نیا کام یا نیا نیک عمل ہو تو ایسی بدعت کو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ ایسی بدعت پر عمل مستحسن بھی ہوتا ہے کہیں واجب بھی ہوتا ہے۔ اس بدعت کا ثبوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اتفاق کرنا کہ نماز تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ جب حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے اس عمل کو دیکھا تو فرمایا: "نعم البدعة هذه" یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔ (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۲۶۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

بخاری شریف کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس بدعت حسنہ پر اتفاق کیا ہے۔ وہ نماز تراویح باجماعت ہے۔

(۱) بدعت حسنہ کا ثبوت:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اون کے کپڑے پہنے ہوئے کچھ دیہاتی حاضر ہوئے، آپ نے ان کی بدحالی اور ان کی ضرورت کو دیکھا پھر آپ نے لوگوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی، لوگوں نے کچھ دیر کی، جس سے آپ کے چہرہ انور پر کچھ احساس کے آثار ظاہر ہوئے، پھر ایک انصاری درہموں کی تھیلی لے کر آیا پھر دوسرا آیا اور پھر لانے والوں کا تانتا بندھ گیا، حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے مسلمانوں میں کسی نیک طریقہ کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔ اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی نہیں ہوگی۔ اور جس نے مسلمانوں میں کسی برے طریقے کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی

اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۴۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۲) بدعت سیئہ:

ہر وہ بدعت جس کی قرآن وسنت، اجماع وقیاس میں کوئی اصل موجود نہ ہو، ایسی نئی بدعت کو بدعت سیئہ کہتے ہیں جسے شریعت نے گمراہ کہا ہے۔ ایسی بدعت پر عمل کرنا گمراہی ہے۔

اس مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر نیا کام بدعت نہیں ہے بلکہ ہر وہ عمل جس کی قرآن وحدیث میں کوئی اصل موجود نہ ہو، وہ بدعت سیئہ ہے۔

بدعت کے مفاہیم واقسام:

بدعت کی پانچ اقسام ہیں۔ ان میں سے پہلی قسم واجب ہے اور یہ وہ بدعت ہے جو قواعد وجوب پر مشتمل ہو اور اس کی دلیل شریعت میں موجود ہو جیسے ضائع ہونے کے ڈر سے قرآن مجید اور شریعت کی تدوین۔ بے شک ہمارے بعد آنے والوں کے لیے تبلیغ کرنا اجماعاً واجب ہے اور اسے چھوڑ دینا اجماعاً حرام ہے۔ اس طرح کی چیزوں کے وجوب میں اختلاف کرنا درست نہیں ہے۔ دوسری قسم بدعت محرمہ ہے۔ یہ وہ بدعت ہے جس کی دلیل شریعت میں حرام کے قواعد کے مطابق ہو۔ جیسے ٹیکس اور ایسے نئے ظالمانہ امور جو کہ قواعد شریعت کے منافی ہوں۔ جیسے جہلاء کو علماء پر فوقیت دینا اور شریعت کے کسی ایسے عہدے پر فائز کرنا جو وراثتی طریقے سے اس کے لیے درست نہ ہو اور اس منصب کو اس شخص کے لیے درست قرار دیا جائے جو کہ اس کے باپ کے لیے تھا اور وہ بذات خود اس منصب کا اہل نہ ہو اور تیسری قسم بدعت مستحبہ ہے اور یہ وہ بدعت ہے جو قواعد استحباب پر مشتمل ہو اور شریعت میں اس کی حمایت میں دلائل موجود ہوں جیسا کہ نماز تراویح اور امر صحابہ کے خلاف (مصلحت وغیرہ کے پیش نظر) حکمرانان وقت، قاضیوں اور اہم منصب داروں کی تصویروں کو آویزاں کرنا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شمار مصالح اور شرعی مقاصد لوگوں کے دلوں میں حکمرانوں کی عظمت ڈالے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے صحابہ کے زمانے میں صحابہ کے دین اور سابق الہجرہ ہونے کی وجہ سے لوگ ان کی تعظیم کرتے تھے پھر نظام درہم برہم ہو گیا اور وہ زمانہ گزر گیا اور نیا زمانہ آ گیا اس زمانہ میں لوگ تصویروں کے بغیر کسی کی عظمت نہیں کرتے تھے لہٰذا تصویروں کی حیثیت کو تسلیم کرلیا گیا۔ یہاں تک کہ متعلقہ مصلحتیں حاصل ہو گئیں اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود تو جو کی روٹی اور نمک کھایا کرتے تھے جبکہ اپنے عاملین کے لئے آدھی بکری روزانہ مقرر کر رکھی تھی کیونکہ اگر دوسرے عاملین بھی اسی طریقہ پر عمل کرتے جس پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود تھے تو وہ عوام الناس کی نظروں میں گر جاتے اور لوگ ان کا احترام نہ کرتے اور ان کی مخالفت پر اتر آتے لہٰذا یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ کسی دوسرے کو کسی اور شکل میں نظام کی حفاظت کے لیے تیار کیا جائے اور اسی طرح جب آپ شام گئے تو آپ نے معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ پردہ کئے ہوئے اور پردہ لٹکائے ہوئے تھے اور ان کے پاس خوبصورت سواری اور اعلیٰ رعب دار کپڑے تھے اور آپ اس طرح پیش آتے جس طرح بادشاہ پیش آتے تھے پھر اس کے بارے میں ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا ہم ایسے علاقے میں ہیں جہاں ہمیں اس

کی ضرورت ہے۔ لہٰذا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ نہ میں تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے احوال کو بہتر جانتے ہو کہ تمہیں اس کی ضرورت ہے کہ نہیں اور اگر ضرورت ہے تو یہ بہتر ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسروں کے نظائر (Precedents) سے یہ دلیل ملتی ہے کہ ائمہ کے احوال اور امور سلطنت، زمانے، شہروں، صدیوں کے اختلاف سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس طرح انہیں حسن معاملات اور حسن سیاسیات میں تنوع کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ یہ احوال پرانے نہ ہو جائیں اور بعض اوقات یہ مصلحتیں واجب ہو جاتی ہیں اور چوتھی قسم بدعت مکروہ کی ہے اور یہ وہ ہے جو شریعت اور اس کے قواعد میں سے دلائل کراہت پر مشتمل ہو جیسے بعض فضیلت والے اور بابرکت ایام کو عبادات کے لئے مخصوص کرنا۔ اس کی مثال وہ روایت ہے جسے امام مسلم اور دیگر نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے اور اسی رات کو قیام کے لئے مختص کرنے کو منع کیا ہے۔ اور اسی طرح اس باب میں محدود مندوبات کو زیادہ کرنا جیسے نمازوں کے بعد تینتیس بار تسبیح کرنا آیا ہے پھر ان کو سو بار کیا جائے، اور اسی طرح زکوٰۃ فطر کے لیے ایک صاع دینا آیا ہے پھر اسے دس صاعات بنا دیا جائے یہ اس وجہ سے ہے کہ ان امور میں زیادتی شارع پر جرات اور اس کی بے ادبی ہے۔ پس عظیم لوگوں کی شان یہ ہے کہ اگر انہیں کسی امر سے روکا جائے تو وہ رک جائیں کیونکہ اس حکم سے سرتابی سوئے ادب ہے۔ لہٰذا واجب میں زیادتی یا واجب پر زیادتی سخت منع ہے۔ کیونکہ اس طرح یہ اعتقاد پہنچتا ہے کہ واجب اور اس پر زیادتی دونوں واجب ہیں۔ جیسا کہ امام مالک نے شوال کے چھ (روزوں کو) ملانے سے منع کیا ہے۔ کہیں ایسا نہ سمجھا جائے کہ یہ بھی رمضان میں سے ہیں اسی طرح امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوا پھر اس نے فرض نماز ادا کی اور ساتھ ہی کھڑا ہو گیا تاکہ دو رکعتیں (نفل) پڑھے۔ تو اسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ یہاں تک کہ تو اپنے فرض اور نفل میں فرق کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسی وجہ سے ہم سے پہلے لوگ ہلاک ہو گئے تو پھر اسے آقا علیہ السلام نے فرمایا اے ابن خطاب اللہ تعالیٰ نے تجھے درست پایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ ہم سے پہلے لوگوں نے نوافل کو فرائض کے ساتھ ملا دیا انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ یہ تمام واجبات میں سے ہیں اور یہ شریعت میں تغیر ہے جو کہ اجماعاً حرام ہے اور پانچویں قسم بدعت مباح ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی چیز کی دلیل شریعت کے قواعد و ضوابط میں اباحت کے اصولوں کے مطابق ہو جیسا کہ آٹا چھاننے کے لیے چھلنی کا استعمال کرنا اور آثار میں پہلی چیز جو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد کی وہ تھی اتخاذ المناخل للدقیق یعنی آٹا چھاننے کے لئے چھلنی کا استعمال کیونکہ زندگی میں لوگوں کی طبیعت میں نرمی ہونا اور اس کی اصلاح کرنا مباحات میں سے ہے اور اس کے تمام وسائل بھی مباح میں سے ہیں۔

(القرافی، الوارالبروق فی انوار الفروق، 4:202-205 علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 711ھ)

بدعت کا گمراہانہ مفہوم:

جس طرح بدعقیدہ لوگوں نے بدعت کا مفہوم معاشرے میں مشہور کر رکھا ہے، اگر اسے تسلیم کر لیا جائے، تو ان گمراہ لوگوں کے مدارس، ان کی تنظیمات، ان کی جماعتیں، ان کے جلسے، ان کے استقبالیہ پروگرام، سالانہ تقریبات، جماعت کیلئے الیکشن، جماعت

کیلئے امیر کا، یا صدر کا انتخاب، نصابی کتابیں، فہم قرآن کورسز، سالانہ اجتماع، قرآن کلاس کورسز، سالگرہ کے پروگرام اسی طرح گویا ان کے شب و روز بدعت سیہ کے گڑھے میں گر جائیں گے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی خود ساختہ بدعت کے مطابق سو فیصد تو یہ خود بدعتی ثابت ہو جائیں گے، ان لوگوں نے دوسروں کو بدعت سے کیا بچانا ہے جو خود بدعتی ہیں۔

نام نہاد بدعت کو مٹانے والے:

دور حاضر میں کچھ لوگوں نے خود فریبی میں آ کر بدعت کو مٹانے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے حالانکہ ان بیچاروں کو خود معلوم ہی نہیں کہ بدعت کیا چیز ہوتی ہے۔ بس انتہائی گھبراتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعتی دوزخی ہے۔ ہم نے پوچھا؟ کہ تم لوگ بدعت سے کیا مراد لیتے ہو کہا، جو چیز نبی کریم ﷺ کے دور میں نہ ہو بعد میں ایجاد کر لی گئی ہو وہ بدعت ہے اور گمراہی ہے ہم نے کہا ذرا یہ بتاؤ کہ نبی کریم ﷺ کے دور اقدس میں یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں قرآن مجید پر اعراب لگا ہوا تھا۔ کہا نہیں، تو ہم نے کہا کہ کیا قرآن کو اعراب سے پڑھنا بھی بدعت و گمراہی ہوا۔ کیونکہ تمہارے نزدیک ہر وہ عمل جو نبی کریم ﷺ کے دور میں نہ ہو وہ بدعت اور گمراہی ہے تو پھر کیا آپ لوگ قرآن پر لگا اعراب کو دنیا سے ختم کرو گے کیونکہ وہ بدعت ہے۔ ہمارے اس سوال پر نام نہاد تبلیغ کرنے والا مبلغ مبہوت و پریشان ہو گیا۔

4608 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ عَتِيقٍ عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

◈◈ احنف بن قیس بیان کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے: آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا (دینی معاملات میں) بحث و مباحثہ کرنے والے لوگ ہلاکت کا شکار ہو گئے۔

بَابُ لُزُومِ السُّنَّةِ

باب: جو شخص سنت کو لازم پکڑنے کی دعوت دے

4609 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا

◈◈ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی ہدایت کی طرف دعوت دے اسے ان لوگوں کے اجر جتنا اجر ملے گا جو اس کی پیروی کریں گے اور ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ جو شخص کسی برائی کی

4609- إسناده صحيح. وأخرجه مسلم (2674)، وابن ماجه (206)، والترمذي (2868) من طريق العلاء بن عبد الرحمن، به. وهو في "مسند أحمد" (9160)، و"صحيح ابن حبان" (112).

طرف دعوت دے تو اس کو ان سب لوگوں جتنا گناہ ملے گا جو اس کی پیروی کریں گے اور ان لوگوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔

4610 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَعْظَمَ الْمُسْلِمِينَ فِي الْمُسْلِمِينَ جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ أَمْرٍ لَمْ يُحَرَّمْ فَحُرِّمَ عَلَى النَّاسِ مِنْ أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ

عامر بن سعد اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مسلمانوں کے معاملے میں سب سے زیادہ جرم اس شخص کا ہو گا جو کسی ایسے معاملے کے بارے میں دریافت کرے جو حرام نہیں ہوا تھا اور اس کے سوال پوچھنے کی وجہ سے وہ حرام ہو گیا۔

4611 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ أَبَا إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيَّ عَائِذَ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ عُمَيْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَخْبَرَهُ قَالَ كَانَ لَا يَجْلِسُ مَجْلِسًا لِلذِّكْرِ حِينَ يَجْلِسُ إِلَّا قَالَ اللهُ حَكَمٌ قِسْطٌ هَلَكَ الْمُرْتَابُونَ فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يَوْمًا إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ فِتَنًا يَكْثُرُ فِيهَا الْمَالُ وَيُفْتَحُ فِيهَا الْقُرْآنُ حَتَّى يَأْخُذَهُ الْمُؤْمِنُ وَالْمُنَافِقُ وَالرَّجُلُ وَالْمَرْأَةُ وَالصَّغِيرُ وَالْكَبِيرُ وَالْعَبْدُ وَالْحُرُّ فَيُوشِكُ قَائِلٌ أَنْ يَقُولَ مَا لِلنَّاسِ لَا يَتَّبِعُونِي وَقَدْ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ مَا هُمْ بِمُتَّبِعِيَّ حَتَّى أَبْتَدِعَ لَهُمْ غَيْرَهُ فَإِيَّاكُمْ وَمَا ابْتُدِعَ فَإِنَّ مَا ابْتُدِعَ ضَلَالَةٌ وَأُحَذِّرُكُمْ زَيْغَةَ الْحَكِيمِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ عَلَى لِسَانِ الْحَكِيمِ وَقَدْ يَقُولُ الْمُنَافِقُ كَلِمَةَ الْحَقِّ قَالَ قُلْتُ لِمُعَاذٍ مَا يُدْرِينِي رَحِمَكَ اللهُ أَنَّ الْحَكِيمَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ وَأَنَّ الْمُنَافِقَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الْحَقِّ قَالَ بَلَى اجْتَنِبْ مِنْ كَلَامِ الْحَكِيمِ الْمُشْتَهِرَاتِ الَّتِي يُقَالُ لَهَا مَا هَذِهِ وَلَا يُثْنِيَنَّكَ ذَلِكَ عَنْهُ فَإِنَّهُ لَعَلَّهُ أَنْ يُرَاجِعَ وَتَلَقَّ الْحَقَّ إِذَا سَمِعْتَهُ فَإِنَّ عَلَى الْحَقِّ نُورًا قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ وَلَا يُنْئِيَنَّكَ ذَلِكَ عَنْهُ مَكَانَ يُثْنِيَنَّكَ وَقَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي هَذَا الْمُشَبِّهَاتِ مَكَانَ الْمُشْتَهِرَاتِ وَقَالَ لَا يُثْنِيَنَّكَ كَمَا قَالَ عُقَيْلٌ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ بَلَى مَا تَشَابَهَ عَلَيْكَ مِنْ قَوْلِ الْحَكِيمِ حَتَّى تَقُولَ مَا أَرَادَ بِهَذِهِ الْكَلِمَةِ

یزید بن عمیرہ جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں' بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب بھی کسی محفل میں وعظ و نصیحت کے لیے بیٹھتے تھے تو یہ فرمایا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والا ہے، عدل سے کام لینے والا ہے، شک کرنے والے لوگ ہلاکت کا شکار ہو جائیں گے۔ ایک دن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے بعد ایسے فتنے آ رہے ہیں جن میں مال زیادہ ہو جائے گا۔ قرآن کو کھول دیا جائے گا یہاں تک کہ ہر مومن، منافق، مرد و عورت، بڑی عمر کا شخص، چھوٹی عمر کا فرد، غلام اور آزاد اس کا علم حاصل کر لیں گے پھر عنقریب ایسا ہو گا: کوئی شخص یہ کہے گا کہ لوگ میری پیروی کیوں نہیں کرتے جب کہ میں قرآن کا علم حاصل کر چکا ہوں اور پھر بھی میری پیروی نہیں کرتے؟ میں ان کے لئے کوئی نئی چیز ایجاد کرتا ہوں' (حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے

فرمایا) تو اس نے جو نئی چیز نکالی ہوگی تم اس سے بچنا کیونکہ جو چیز اس نے نکالی ہوگی گمراہی ہوگی اور میں تمہیں سمجھدار آدمی کی گمراہی سے بچنے کی تلقین کرتا ہوں کیونکہ شیطان گمراہی کی بات سمجھدار آدمی کی زبانی بیان کرتا ہے اور منافق کبھی کبھار حق کی بات بھی کہہ دیتا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے! اگر کوئی سمجھدار آدمی گمراہی کی بات کہہ دے تو مجھے کیسے پتہ چلے گا اور اگر کوئی منافق آدمی حق کی بات کہہ دے تو (مجھے کیسے پتہ چلے گا)، انہوں نے فرمایا: ہاں۔ تم سمجھدار آدمی کے اس کلام سے اجتناب کرنا جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ تم اس وجہ سے اس سے لاتعلقی اختیار نہ کرنا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ اس سے رجوع کرے اور حق کو قبول کرلے جب تم اس سے سنو بے شک حق کے اندر ایک نور ہے۔

امام ابوداؤد بیان کرتے ہیں اس روایت کے اندر بعض اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام زہری کے حوالے سے ایک روایت میں لفظ "يُثْنِيَنَّكَ" کی بجائے "لَا يَنْئَيَنَّكَ" منقول ہے۔

امام زہری کے حوالے سے ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں' انہوں نے فرمایا:

ہاں! دانا شخص کی وہ بات جو تمہیں تشابہ لگے یہاں تک کہ تم یہ کہہ دو کہ اس نے اس بات کے ذریعے کیا مراد لیا ہے؟

4612 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ كَتَبَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَسْأَلُهُ عَنِ الْقَدَرِ ح وحَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ قَالَ حَدَّثَنَا أَسَدُ بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ دُلَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ يُحَدِّثُنَا عَنِ النَّضْرِ ح وحَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ قَبِيصَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ أَبِي الصَّلْتِ وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِ ابْنِ كَثِيرٍ وَمَعْنَاهُمْ قَالَ كَتَبَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَسْأَلُهُ عَنِ الْقَدَرِ فَكَتَبَ أَمَّا بَعْدُ أُوصِيكَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالِاقْتِصَادِ فِي أَمْرِهِ وَاتِّبَاعِ سُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَرْكِ مَا أَحْدَثَ الْمُحْدِثُونَ بَعْدَ مَا جَرَتْ بِهِ سُنَّتُهُ وَكُفُوا مُؤْنَتَهُ فَعَلَيْكَ بِلُزُومِ السُّنَّةِ فَإِنَّهَا لَكَ بِإِذْنِ اللَّهِ عِصْمَةٌ ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّهُ لَمْ يَبْتَدِعِ النَّاسُ بِدْعَةً إِلَّا قَدْ مَضَى قَبْلَهَا مَا هُوَ دَلِيلٌ عَلَيْهَا أَوْ عِبْرَةٌ فِيهَا فَإِنَّ السُّنَّةَ إِنَّمَا سَنَّهَا مَنْ قَدْ عَلِمَ مَا فِي خِلَافِهَا وَلَمْ يَقُلِ ابْنُ كَثِيرٍ مَنْ قَدْ عَلِمَ مِنَ الْخَطَإِ وَالزَّلَلِ وَالْحُمْقِ وَالتَّعَمُّقِ فَارْضَ لِنَفْسِكَ مَا رَضِيَ بِهِ الْقَوْمُ لِأَنْفُسِهِمْ فَإِنَّهُمْ عَلَى عِلْمٍ وَقَفُوا وَبِبَصَرٍ نَافِذٍ كَفُّوا وَهُمْ عَلَى كَشْفِ الْأُمُورِ كَانُوا أَقْوَى وَبِفَضْلِ مَا كَانُوا فِيهِ أَوْلَى فَإِنْ كَانَ الْهُدَى مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ لَقَدْ سَبَقْتُمُوهُمْ إِلَيْهِ وَلَئِنْ قُلْتُمْ إِنَّمَا حَدَثَ بَعْدَهُمْ مَا أَحْدَثَهُ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَ غَيْرَ سَبِيلِهِمْ وَرَغِبَ بِنَفْسِهِ عَنْهُمْ فَإِنَّهُمْ هُمُ السَّابِقُونَ فَقَدْ تَكَلَّمُوا فِيهِ بِمَا يَكْفِي وَوَصَفُوا مِنْهُ مَا يَشْفِي فَمَا دُونَهُمْ مِنْ مَقْصَرٍ وَمَا فَوْقَهُمْ مِنْ مَحْسَرٍ وَقَدْ قَصَّرَ قَوْمٌ دُونَهُمْ فَجَفَوْا وَطَمَحَ عَنْهُمْ أَقْوَامٌ فَغَلَوْا وَإِنَّهُمْ بَيْنَ ذَلِكَ لَعَلَى هُدًى مُسْتَقِيمٍ كَتَبْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْإِقْرَارِ بِالْقَدَرِ فَعَلَى الْخَبِيرِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَعْتَ مَا أَعْلَمُ مَا أَحْدَثَ

النَّاسُ مِنْ مُحْدَثَةٍ وَلَا ابْتَدَعُوا مِنْ بِدْعَةٍ هِيَ أَبْيَنُ أَثَرًا وَلَا أَثْبَتُ أَمْرًا مِنَ الْإِقْرَارِ بِالْقَدَرِ لَقَدْ كَانَ ذَكَرَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ الْجُهَلَاءُ يَتَكَلَّمُونَ بِهِ فِي كَلَامِهِمْ وَفِي شِعْرِهِمْ يُعَزُّونَ بِهِ أَنْفُسَهُمْ عَلَى مَا فَاتَهُمْ ثُمَّ لَمْ يَزِدْهُ الْإِسْلَامُ بَعْدُ إِلَّا شِدَّةً وَلَقَدْ ذَكَرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَيْرِ حَدِيثٍ وَلَا حَدِيثَيْنِ وَقَدْ سَمِعَهُ مِنْهُ الْمُسْلِمُونَ فَتَكَلَّمُوا بِهِ فِي حَيَاتِهِ وَبَعْدَ وَفَاتِهِ يَقِينًا وَتَسْلِيمًا لِرَبِّهِمْ وَتَضْعِيفًا لِأَنْفُسِهِمْ أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ لَمْ يُحِطْ بِهِ عِلْمُهُ وَلَمْ يُحْصِهِ كِتَابُهُ وَلَمْ يَمْضِ فِيهِ قَدَرُهُ وَإِنَّهُ مَعَ ذَلِكَ لَفِي مُحْكَمِ كِتَابِهِ مِنْهُ اقْتَبَسُوهُ وَمِنْهُ تَعَلَّمُوهُ وَلَئِنْ قُلْتُمْ لِمَ أَنْزَلَ اللهُ آيَةَ كَذَا لِمَ قَالَ كَذَا لَقَدْ قَرَءُوا مِنْهُ مَا قَرَأْتُمْ وَعَلِمُوا مِنْ تَأْوِيلِهِ مَا جَهِلْتُمْ وَقَالُوا بَعْدَ ذَلِكَ كُلِّهِ بِكِتَابٍ وَقَدَرٍ وَكُتِبَتِ الشَّقَاوَةُ وَمَا يُقْدَرْ يَكُنْ وَمَا شَاءَ اللهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ وَلَا نَمْلِكُ لِأَنْفُسِنَا ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ثُمَّ رَغِبُوا بَعْدَ ذَلِكَ وَرَهِبُوا

◇◇ ابوصلت بیان کرتے ہیں ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور ان سے تقدیر کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اسے جواب میں لکھا۔

امابعد! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور اس کے معاملے میں میانہ راوی اختیار کرنے اور اس کے نبی کی سنت کی پیروی کرنے اور بدعتیوں نے جو بدعات ایجاد کی ہیں۔ انہیں ترک کرنے جبکہ اس بارے میں سنت آ چکی ہو اور لوگوں کی ضرورت پوری ہو چکی ہو‘ کی ہدایت کرتا ہوں۔ تم پر سنت کو لازم پکڑنا ضروری ہے کیونکہ اللہ کے حکم کے تحت یہ تمہارے لیے (گمراہی سے بچاؤ) کا ذریعہ ہوگی پھر تم یہ بات جان لو۔ لوگوں نے جو بھی بدعت ایجاد کی اس سے پہلے وہ دلیل آ چکی تھی جو اس کے خلاف تھی یا جس میں عبرت موجود تھی کیونکہ سنت اس ہستی نے جاری کی ہے جو یہ جانتے تھے۔ اس کے خلاف میں جو غلطی بھٹکنا‘ حماقت اور گہرائی ہے‘ یہاں ابن کثیر نامی راوی نے لفظ ”من قد علم“ نقل نہیں کیا۔

(حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) تم اپنے لیے اس چیز سے راضی ہو جس سے پہلے زمانے کے لوگ اپنے لیے راضی رہے کیونکہ انہوں نے اس علم پر وقوف کیا اور وہ لوگ گہری بصیرت کی وجہ سے (اس طرح کے نئے نظریات اختیار کرنے سے) رک گئے۔ انہیں امور کے کشف کی زیادہ طاقت اور صلاحیت حاصل تھی اور ان میں جو فضیلت موجود تھی وہ اس بات کی زیادہ حقدار تھی۔ اگر ہدایت وہ ہوتی جس پر تم لوگ گامزن ہو تو وہ تم سے پہلے اس کی طرف چلے جاتے لیکن اگر تم یہ کہو کہ ان کے بعد بدعت اس نے ایجاد کی جوان حضرات کے راستے کے علاوہ دوسروں کے راستے کی پیروی کرے گا اور ان کے راستے کو ترک کر دے گا وہ لوگ ایسے ہیں جو سبقت لے جا چکے ہیں اور انہوں نے اس بارے میں ایسی بات کی ہے جو کفایت کر جاتی ہے اور انہوں نے اس کا جو وصف بیان کیا ہے وہ تسلی کر دیتا ہے تو جو ان کے علاوہ کمی کرے گا یا اس سے زیادہ اضافہ کرے گا تو ان لوگوں نے جنہوں نے اس میں کمی کی وہ زیادتی کریں گے اور جنہوں نے اس میں اضافہ کیا وہ غلو سے کام لیں گے جبکہ وہ حضرات ان دونوں کے درمیان ہدایت کے سیدھے راستے (پر گامزن) تھے۔ تم نے تقدیر کا اقرار کرنے کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے خط لکھا ہے تو اللہ کے علم کے تحت تم نے صاحب علم کی طرف رجوع کیا ہے۔ لوگوں نے جتنے بھی نئے امور نکالے ہیں اور جو بدعات

...ان میں مجھے ایسی کسی چیز کا علم نہیں ہے جو تقدیر کا اقرار کرنے کے حوالے سے منقول روایات کے حوالے سے زیادہ واضح اور ...مے کی حقیقت کے اعتبار سے زیادہ ثابت شدہ ہو۔

جہلاء نے زمانہ جاہلیت میں اپنے کلام میں اور اپنے اشعار میں اس کا تذکرہ کیا ہے انہیں جو چیز نہیں مل پاتی تھی وہ اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے تسلی دیتے تھے اور اس کے بعد اسلام نے بھی اسے مزید پختگی دی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک یا دو سے زیادہ حدیث میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ مسلمانوں نے آپ سے یہ بات سنی۔ آپ کی زندگی میں اور آپ کے وصال کے بعد اس بارے میں یقین رکھتے ہوئے اور معاملے کو پروردگار کی طرف منسوب کرتے ہوئے اور اپنے آپ کو کمزور سمجھتے ہوئے اس بارے میں گفتگو کی کیونکہ یہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے اللہ تعالیٰ کا علم محیط نہ ہو اور اس کی کتاب (لوح محفوظ) اسے گھیرے ہوئے نہ ہو اور اس بارے میں اس کی تقدیر طے نہ ہو چکی ہو اور اس کے ساتھ وہ لوگ اس کی محکم کتاب سے اقتباس کرتے تھے اور اس سے علم حاصل کرتے تھے۔ اگر تم لوگ یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں آیت کیوں نازل کی اور فلاں کیوں فرمایا تو ان آیات کو ان حضرات نے بھی پڑھا تھا جو تم پڑھتے ہو اور ان لوگوں کو اس کی اس تاویل کا پتہ چل گیا جس سے تم ناواقف رہے اور ان حضرات نے اس سب کے بعد یہی کہا کہ یہ کتاب (لوح محفوظ) اور تقدیر کے مطابق ہے۔ شقاوت طے کی جا چکی ہے جو تقدیر میں لکھا گیا ہے وہ ہو کر رہے گا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ ہوگا اور وہ جو نہیں چاہے گا وہ نہیں ہوگا۔ ہم اپنی ذات کو کوئی نفع یا نقصان پہنچانے کے مالک نہیں ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے (اللہ تعالیٰ کی طرف) رغبت اختیار کی اور (اس کے خوف سے) خوفزدہ رہے۔

4613 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ يَعْنِيْ ابْنَ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ صَخْرٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ لِابْنِ عُمَرَ صَدِيْقٌ مِّنْ اَهْلِ الشَّامِ يُكَاتِبُهُ فَكَتَبَ اِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اِنَّهُ بَلَغَنِيْ اَنَّكَ تَكَلَّمْتَ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الْقَدَرِ فَاِيَّاكَ اَنْ تَكْتُبَ اِلَيَّ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهُ سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ اَقْوَامٌ يُكَذِّبُوْنَ بِالْقَدَرِ

حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک دوست تھا جو شام سے تعلق رکھتا تھا اور وہ انہیں خط لکھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے خط لکھا کہ مجھے پتہ چلا ہے' تم تقدیر کے بارے میں بحث کرتے ہو۔ آئندہ مجھے خط نہ لکھنا کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت میں کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو تقدیر کا انکار کریں گے۔

تقدیر پر ایمان لانے کی فرضیت کا بیان

تقدیر پر ایمان لانا فرض اور لازم ہے یعنی وجود ایمان کے لئے یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ بندوں کے تمام اعمال خواہ وہ نیک ہوں یا بد، ان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھ دیئے گئے ہیں، بندہ سے جو عمل بھی سرزد ہوتا ہے وہ اللہ کے علم و اندازہ کے مطابق ہوتا ہے، لیکن اللہ نے انسان کو عقل و دانش کی دولت سے نواز کر اس کے سامنے نیکی اور بدی دونوں راستے واضح کر دیئے ہیں اور ان پر چلنے کا اختیار دے دیا اور بتادیا کہ اگر نیکی کے (راستہ کو) اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہوگا جس پر

جزاء واضح میں سے نوازے جاؤ گے اور اگر بدی کے راستہ کو اختیار کرو گے تو یہ اللہ کے غضب اور اس کی ناراضگی کا باعث ہوگا جس کی وجہ سے سزا اور عذاب کے مستحق گردانے جاؤ گے۔

اب اس وضح اور صاف ہدایت کے بعد جو آدمی نیکی و بھلائی کے راستہ کو اختیار کرتا ہے تو وہ ازراہ فضل و کرم اللہ کی رحمت سے نوازا جائے گا اور اس پر اللہ کی جانب سے فلاح و سعادت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اگر کوئی عقل کا اندھا اپنے کسب و اختیار سے برائی کے راستہ کو اختیار کرتا ہے تو وہ ازراہ عدل سزا کا مستوجب ہوگا اور اسے عذاب و تباہی کے غار دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ تقدیر کا مسئلہ عقل و فکر کی رسائی سے باہر ہے کیونکہ یہ اللہ کا ایسا ایک راز ہے جس کا انسانی عقل میں آنا تو درکنار اسے نہ تو کسی مقرب فرشتہ پر ظاہر کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کا بھید کسی پیغمبر اور رسول کو معلوم ہے۔

اس لئے اس مسئلہ میں زیادہ غور و فکر کرنا اور اس میدان میں عقل کے گھوڑے دوڑانا جائز نہیں ہے بلکہ تحقیق و جستجو کے تمام راستوں سے ہٹ کر صرف یہ اعتقاد رکھنا ہی فلاح و سعادت کا ضامن ہے کہ اللہ نے یہ مخلوق پیدا کر کے ان کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے، ایک گروہ وہ ہے جو اچھے اعمال اور نیک کام کرنے کی بنا پر اللہ کی جنت اور اس کی نعمتوں کا مستحق ہوگا جو محض اس کا فضل و کرم ہوگا۔ اور دوسرا گروہ وہ ہے جو برے اعمال کرنے کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جائے گا جو عین عدل ہوگا۔ منقول ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے قضاء و قدر کے بارہ میں سوال کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "یہ ایک بڑا راستہ ہے اس پر نہ چلو" اس آدمی نے "پھر یہی سوال کیا" "انہوں نے فرمایا "یہ ایک گہرا دریا ہے، اس میں نہ اترو" وہ آدمی نہ مانا اور اس نے پھر سوال کیا۔ آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اللہ کا ایک راز ہے جو تم سے پوشیدہ ہے اس لئے اس کی تفتیش و تحقیق میں مت پڑو"۔ لہٰذا اخروی سعادت اسی میں ہے کہ اس مسئلہ کے بارہ میں اللہ اور اللہ کے رسول نے جو کچھ بتایا ہے اور جن اعتقادات کو ماننے کے لئے کہا ہے اس پر عمل پیرا ہو جائے، ورنہ اپنی عقل کے تیر چلانا در حقیقت گمراہی کا راستہ اختیار کرنا اور تباہی و بربادی کی راہ پر لگنا ہے۔

4614۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَرَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ قَالَ قُلْتُ لِلْحَسَنِ يَا أَبَا سَعِيدٍ أَخْبِرْنِي عَنْ آدَمَ أَلِلسَّمَاءِ خُلِقَ أَمْ لِلْأَرْضِ قَالَ لَا بَلْ لِلْأَرْضِ قُلْتُ أَرَأَيْتَ لَوِ اعْتَصَمَ فَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الشَّجَرَةِ قَالَ لَمْ يَكُنْ لَهُ مِنْهُ بُدٌّ قُلْتُ أَخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ﴾ قَالَ إِنَّ الشَّيَاطِينَ لَا يَفْتِنُونَ بِضَلَالَتِهِمْ إِلَّا مَنْ أَوْجَبَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَحِيمَ

✧✧ خالد بیان کرتے ہیں، میں نے حسن بصری سے کہا: اے ابو سعید! آپ ہمیں بتایئے حضرت آدم علیہ السلام کو آسمان کے لئے پیدا کیا گیا تھا یا زمین کے لئے؟ انہوں نے جواب دیا: زمین کے لئے، میں نے کہا: آپ کا کیا خیال ہے اگر وہ بچے رہتے اور درخت کا پھل نہ کھاتے (تو ہم زمین پر آتے؟) انہوں نے فرمایا: یہ کرنا ان کی مجبوری تھی۔ میں نے ان سے کہا آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بتائیں

""تم اسے بہکانے والے نہیں ہو ماسوائے اس شخص کے جو جہنم میں ضرور جائے گا""۔

حسن بصری نے فرمایا: شیاطین انہی لوگوں کو گمراہی میں مبتلا کرتے ہیں جن پر جہنم میں جانا اللہ تعالیٰ نے واجب کر دیا ہو۔

شرح

مسئلہ نمبر-1 وما تعبدون میں ما الذی کے معنی میں ہے۔ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ مصدریہ ہے یعنی تم اور تمہاری ان بتوں کی عبادت۔ایک قول یہ کیا گیا ہے: تم اپنے معبودوں کے ساتھ جن کی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو یہ کہا جاتا ہے: جاء فلاں وفلان جاء فلان مع فلان دونوں کا معنی ومفہوم ایک ہی ہے۔

علیہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے بفتنین یعنی گمراہ کرنے والے۔نحاس نے کہا: جتنا مجھے علم ہے اہل تفسیر کا اس پر اتفاق ہے تم کسی کو گمراہ کرنے والے نہیں مگر جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ مقدر کر دے کہ وہ اسے گمراہ کریں۔شاعر نے کہا۔

فرد بنعتمه کیدہ علیه و کان لننا فاتنا

اس نے اپنی نعمت سے اس کا مکر اسی پر لوٹا دیا جب کہ وہ ہمیں گمراہ کرنے والا تھا۔

مسئلہ نمبر-2 اس آیت میں قدریہ کا رد ہے۔عمرو بن ذر نے کہا ہم حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس حاضر ہوئے ان کے سامنے تقدیر کا ذکر کیا گیا حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے تو وہ ابلیس کو پیدا نہ فرماتا جب کہ وہ گناہ کی جڑ ہے اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں علم ہے اسے پہچان لیا جس نے پہچان لیا اور جاہل رہ گیا جو جاہل رہ گیا پھر یہ آیت پڑھی فانکم وما تعبدون. ما انتم علیه بفتنین. مگر وہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جہنم میں داخل ہونے کے بارے میں لکھ دیا فرمایا: اس آیت نے لوگوں کے درمیان فرق کر دیا ہے اس میں یہ راز ہے شیاطین کسی کو بھی گمراہ نہیں کر سکتے مگر جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہو کہ وہ ہدایت نہ پائیں اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا تو وہ ہدایت پائے تو اس بندے اور شیطان کے درمیان حائل ہو جاتا اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: و اجلب علیهم بخیلك و رجلك (الاسراء:64) یعنی تو ان تک کوئی چیز نہیں پہنچا سکتا مگر جو میرے علم میں ہے۔

لبید بن ربیعہ نے تقدیر کی حقانیت کے بارے میں کہا اور خوب کہا:

ان تقوی ربنا خیر نفل و باذن الله ریثی و عجل احمد الله فلا ند له بیدیه الخیر ما شاء فعل

من هداه سبیل الخیر اهتدی ناعم البال و من شاء اضل

بے شک تقویٰ بہترین احسان ہے اللہ کے اذن سے میری سستی اور تیزی ہے میں اللہ کے حمد بیان کرتا ہوں اور اس کا کوئی مد مقابل نہیں اس کے قبضہ قدرت میں خیر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جسے وہ بھلائی کے راستہ کے طرف ہدایت دے وہ بڑی مد مقابل نہیں اسی کے قبضہ قدرت میں خیر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جسے وہ بھلائی کے راستہ کی طرف ہدایت دے وہ بڑی آسانی سے ہدایت پا جاتا ہے اور جس کے حق میں چاہتا ہے گمراہی مقدر کر دیتا ہے۔

فراء نے کہا: اہل حجاز کہتے ہیں فتنت الرجل میں نے انسان کو گمراہ کر دیا۔اہل نجد مزید فیہ کا فعل ذکر کرتے ہیں افتنته میں نے اسے گمراہ کر دیا۔

مسئلہ نمبر 3: حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ پڑھا: الا من ھو صال الجحیم یعنی لام مضموم ہے۔ نحاس نے کہا: ... یزید کی جماعت کا کہنا ہے یہ غلطی ہے کیونکہ یہ جائز نہیں: ھذا قاض المدینۃ اس بارے میں سب سے جو گفتگو ... سب سے بہترین ہے کہ: جو معنی پر محمول ہے کیونکہ من کا معنی جماعت ہے تقدیر کلام یوں ہوگی صالون ... کی وجہ سے نون حذف ہے اور واؤ اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اصل میں یہ ... صال میں سائل کی طرف قلب کیا گیا یا ... کو حذف کر دیا گیا اور لام مضموم ہی رہ گیا یہ شفا جرف ھار) (التوبہ 109) کی مثل ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ صال کا لام کلمہ تخفیف کے طریقہ پر حذف کر دیا گیا اور اعراب اس کے عین کلمہ پر جاری ہوا جس طرح عربوں نے اس قول سے حذف کیا بابالیت بالیۃ اصل ہے یہ بالیۃ تھا یہ بالی سے ماخوذ ہے جس طرح عافیۃ عافی سے ماخوذ ہے اس کی مثل اس کی قرات ہے و جنا الجنتین دان۔ (الرحمن) (اور ولہ الجوار المنشئت) (رحمن 24) یہاں بھی عین کلمہ پر اعراب جاری کیا گیا ہے۔ جماعت کی قرات میں صالی یاء کے ساتھ ہے کاتب نے تحریر میں اسے حذف کر دیا کیونکہ تلفظ میں یہ ساقط ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورۃ صافات، ...)

4815 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنِ الْحَسَنِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ) قَالَ خَلَقَ هَؤُلَاءِ لِهَذِهِ وَهَؤُلَاءِ لِهَذِهِ

◇◇ حسن بصری اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اور اسی کے لئے اس نے انہیں پیدا کیا ہے''۔

حسن بصری فرماتے ہیں: یہ لوگ (یعنی کچھ لوگ) اس (جنت) کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور یہ (یعنی کچھ لوگ) اس (جہنم) کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

شرح

مگر جس پر آپ کا رب رحم فرمائے اور اللہ نے انہیں اسی لئے پیدا فرمایا اور آپ کے رب کی بات پوری ہوگی کہ میں جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے دونوں جماعتوں سے بھر دوں گا۔ (ھود، ۱۱۹)

۶:۔ ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ لوگ اختلاف کرنے والے ہیں مختلف دینوں پر مگر جن پر رب تیرے رحم فرمائے وہ اختلاف نہیں کریں گے (پھر فرمایا) (آیت) ولذلک خلقھم اور اسی اختلاف کے لئے انکو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔

۷:۔ ابن جریر و ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اہل باطل ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے سوائے اہل حق کے جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا اور اسی رحمت کے لئے انہیں پیدا فرمایا۔

۸:۔ ابن ابی حاتم و ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (آیت) ولا یزالون مختلفین یعنی

لوگ مذہبوں کا ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔سوائے قبلہ والے (کہ جن پر تیرے رب نے رحم فرمایا) (آیت) الا من رحم ربك اسی رحمت کے لئے ان کو پیدا فرمایا۔

۹:۔ابن ابی حاتم وابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد اللہ کی رحمت کے اہل جماعت والے ہیں اگرچہ ان کے گھر اور ان کے بدن جدا جدا ہوں، اور اس کی نافرمانی کرنے والے جو مختلف فرقوں والے ہیں اگرچہ ان کے بدن اکٹھے ہوں (مگر وہ ہمیشہ مختلف ہی رہیں گے) (آیت) الا من رحم ربك (اسی لئے ان کو پیدا کیا گیا) رحمت کے لئے اور عبادت کے لئے اور اس کو اختلاف کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔

۱۰:۔ابن جریر وابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (آیت) الا من رحم ربک کے بارے میں فرمایا کہ ان کو دو فرقوں میں پیدا کیا گیا ایک فریق جس پر رحم کیا جائے گا۔وہ اختلاف نہیں کرے گا۔اور دوسرا فرقہ جس پر رحم نہیں کیا جائے وہ اختلاف کرے گا۔اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) فمنهم شقي وسعيد (ھود آیت ۱۰۵)

۱۱:۔ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے قریش سے روایت کیا کہ میں عمرو بن عبید کے پاس تھا۔دو آدمی آئے اور بیٹھ گئے اور کہا اے ابو عثمان حسن رضی اللہ عنہ اس آیت (آیت) ولا يزالون مختلفين (۱۱۸) الا من رحم ربك، ولذلك خلقهم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔کہا کہ وہ فرمایا کرتے تھے۔(آیت) فريق في الجنة وفريق في السعير یعنی ایک فرقہ جنت میں ہوگا اور ایک فرقہ دوزخ میں ہوگا)

۱۲:۔ابن جریر وابن ابی حاتم وابوالشیخ رحمہم اللہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) ولذلك خلقهم کے بارے میں فرمایا کہ ان لوگوں کو پیدا کیا گیا جنت کے لئے اور ان لوگوں کو دوزخ کے لئے اور پیدا کیا گیا ان لوگوں کو رحمت کے لئے اور ان لوگوں کو عذاب کے لئے۔

اختلاف سے بچنا چاہیے

۱۳:۔ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ابی نجیح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ دو آدمیوں نے طاوس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جھگڑا کیا اور ان دونوں کا آپ کے بارے میں اختلاف ہو گیا انہوں نے فرمایا تم دونوں نے میرے بارے میں اختلاف کیا ان میں سے ایک نے کہا اسی لئے ہم کو پیدا کیا گیا آپ نے فرمایا تو نے جھوٹ بولا پھر اس نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتے ہیں (آیت) ولا يزالون مختلفين (۱۱۸) الا من رحم ربك ولذلك خلقهم پھر فرمایا ان کو پیدا کیا گیا رحمت اور جماعت کے لئے۔

(تفسیر درمنثور، سورہ ھود، بیروت)

4616- حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ قَالَ قُلْتُ لِلْحَسَنِ (مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ) قَالَ إِلَّا مَنْ أَوْجَبَ اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ أَنَّهُ يَصْلَى الْجَحِيمَ

✧✧ خالد حذاء بیان کرتے ہیں میں نے حسن بصری سے دریافت کیا: (قرآن کی اس آیت کا مفہوم کیا ہے)

''تم اسے نہیں بہکا سکو گے ماسوائے اس کے جو جہنم میں جائے گا''۔

حسن بصری نے فرمایا: جس شخص پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کو واجب کر دیا وہ جہنم میں جائے گا۔

4617- حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ كَانَ الْحَسَنُ يَقُولُ لَأَنْ يُسْقَطَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَقُولَ الْأَمْرُ بِيَدِي

◇◇ حسن بصری فرماتے ہیں، آسمان سے زمین پر گر جانا میرے نزدیک اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ میں یہ کہوں کہ میں اپنے معاملات پر اختیارات رکھتا ہوں۔

4618- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا الْحَسَنُ مَكَّةَ فَكَلَّمَنِي فُقَهَاءُ أَهْلِ مَكَّةَ أَنْ أُكَلِّمَهُ فِي أَنْ يَجْلِسَ لَهُمْ يَوْمًا يَعِظُهُمْ فِيهِ فَقَالَ نَعَمْ فَاجْتَمَعُوا فَخَطَبَهُمْ فَمَا رَأَيْتُ أَخْطَبَ مِنْهُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا أَبَا سَعِيدٍ مَنْ خَلَقَ الشَّيْطَنَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ خَلَقَ اللَّهُ الشَّيْطَنَ وَخَلَقَ الْخَيْرَ وَخَلَقَ الشَّرَّ قَالَ الرَّجُلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ كَيْفَ يَكْذِبُونَ عَلَى هَذَا الشَّيْخِ

◇◇ حمید بیان کرتے ہیں حسن بصری مکہ آئے تو اہل مکہ کے پڑھے لکھے افراد نے مجھے کہا کہ میں نے ان سے یہ بات کہوں کہ وہ کسی دن ہمارے ساتھ مجلس رکھیں جس میں وہ ان لوگوں کو وعظ و نصیحت کریں۔ انہوں نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ جب وہ لوگ جمع ہو گئے تو حسن بصری نے انہیں خطبہ دیا، میں نے ان سے بہترین خطیب کوئی نہیں دیکھا۔ ایک شخص نے کہا: اے ابوسعید! شیطان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: سبحان اللہ! کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی پیدا کرنے والا بھی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو پیدا کیا ہے، اسی نے ہر بھلائی کو پیدا کیا ہے۔ اس نے ہر برائی کو پیدا کیا ہے' تو ایک شخص بولا! اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو برباد کرے یہ اس بزرگ کے بارے میں کیسی جھوٹی باتیں کرتے ہیں۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے احوال کا بیان

پیدائش: 21ھ/642ء وفات: 110ھ/728ء صوفی بزرگ خواجہ حسن بصری،

ولادت

حضرت عمر فاروق کے زمانہ خلافت 21 ہجری میں پیدا ہوئے حضرت عمر نے اپنے ہاتھ سے ان کے منہ میں لعاب ڈالا اور نام بھی انہوں نے رکھا (1)۔ جب آپ حضرت عمر فاروق کے حضور میں لائے گئے تو انہوں نے آپ کو نہایت خوبرو دیکھ کر فرمایا کہ یعنی یہ حسین ہے اس لیے اس کا نام حسن رکھو۔ فاروق اعظم نے آپ کے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس کو دین کے علم کا ماہر بنا اور لوگوں میں محبوب بنا جو بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئی اور آپ کو علم دین اور فقر میں بلند مرتبہ عطا ہوا۔

نام

آپ کا نام مبارک حسن، کنیت ابو محمد، ابوسعید، ابوالنصر اور ابوعلی تھی۔ آپ کے والد موسیٰ راعی زید بن ثابت انصاری کے آزاد کردہ غلام تھے۔ والدہ ماجدہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کی لونڈی تھیں انکی تربیت بھی ام المؤمنین نے ہی فرمائی۔ آپ کی والدہ کا

نام خیرہ تھا

ابتدائی حالات

ابتدا میں آپ جواہرات بیچا کرتے تھے۔ اس لیے حسن لولوئی کے نام سے مشہور تھے۔ اس پیشے سے آپ نے بہت روپیہ کمایا۔ لیکن جب عشق الہٰی کا غلبہ ہوا تو سارا زروپیہ راہ خدا میں لٹا دیا اور گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ خوف الہٰی سے ہر وقت روتے رہتے تھے۔ کثرت گریہ کے باعث آنکھوں میں گڑھے پڑ گئے تھے۔ مزاج میں انکسار بہت تھا۔ آپ کے نزدیک زہد کی بنیاد حزن والم ہے۔ تصوف میں خوف والم کا مسلک آپ ہی سے منسوب ہے۔ تمام اکابر صوفیاء آپ کو شیخ الشیوخ مانتے ہیں۔ آخر عمر میں بصرہ میں سکونت اختیار کر لی۔

خرقہ خلافت

آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بیعت سے مشرف ہوئے اور ان سے خرقہ فقر پایا۔ شاہ ولایت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت حسن بصری کو وہ خرقہ خاص مع کلاہ چہار تر کی عنایت فرمایا جو انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عطا ہوا تھا اور ساتھ ہی اپنی نگاہ فقر سے ظاہری و باطنی علوم اسرار الٰہیہ عطا کر کے خلافت کبریٰ سے نوازا اور ذکر کلمہ طیبہ بطریق نفی اثبات جیسا کہ حضرت علی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل ہوا تھا، وہ آپ کو سکھایا اور آپ کے ذریعہ سے وہ طریقہ تمام دنیا میں رائج ہوا۔ (3) امام مزی تہذیب الکمال میں لکھتے ہیں یونس بن عبید اللہ نے کہا کہ میں نے حسن بصری سے پوچھا ابو سعید آپ روایت بیان کرتے ہوئے یہ کیوں فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حالانکہ یقیناً آپ نے ان کا عہد نہیں پایا تو انہوں نے جواب دیا اے بھتیجے تم نے مجھ سے وہ بات پوچھی ہے جو تم سے پہلے مجھ سے کسی اور نے نہیں پوچھی۔ اگر میرے نزدیک تمہاری خاص حیثیت نہ ہوتی تو میں تمہیں بیان نہ کرتا۔ میں جس زمانے میں ہوں وہ تمہارے سامنے ہے (وہ حجاج بن یوسف کا دور تھا)۔ ہر وہ روایت جس میں تم نے مجھ سے سنا کہ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ دراصل حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، مگر یہ کہ میں ایسے زمانے میں ہوں جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ مجبوراً نہیں کر سکتا۔

سلسلہ قادریہ اور سلسلہ چشتیہ آپ کے وسیلہ سے جناب علی کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے۔ تصوف میں آپ ایک خاص مقام حاصل ہے۔ سنت نبوی کے سخت پابند تھے۔

علمی مقام

حضرت امام حسن بصری تفسیر و حدیث میں امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔ علم ظاہر و باطن کے علاوہ آپ زہد و ریاضت میں بھی کامل تھے۔ شب و روز یاد الٰہی میں مصروف رہتے۔ منقول ہے کہ ستر برس تک سوائے عذر شرعی کے آپ کا وضو نہ ٹوٹا اور آپ کبھی بے وضو نہ رہے۔ یہاں تک کہ مرتبہ کمال تک پہنچے۔ آپ خشیت الٰہی کے سبب اس قدر گریہ کرتے کہ آپ کی آنکھیں کبھی خشک نہ دیکھی گئیں، یہاں تک کہ روتے روتے آنکھوں میں گڑھے پڑ گئے۔ حضرت امام حسن بصری کا معمول تھا کہ ہفتہ میں ایک بار وعظ فرمانے کے علاوہ زیادہ وقت تنہائی اور گوشہ نشینی میں گزارتے۔ آپ کا وعظ اکثر دل کے خطروں اور اعمال کی خرابیوں اور نفس کے

وسوسوں وخواہشات سے متعلق ہوا کرتا تھا۔آپ کے وعظ میں لوگوں کی کثیر تعداد شریک ہوتی جن میں اپنے وقت کے تمام علماء و اولیاء شامل ہوتے۔ حضرت رابعہ بصری بھی آپ کے مواعظ سے اکتساب فیض کرتیں۔ جب آپ کا ذکر حضرت امام باقر کے سامنے ہوتا تو وہ فرماتے حسن رضی اللہ عنہ کا کلام انبیاء علیہم السلام کے کلام کے مشابہ ہے۔ حضرت بلال بن ابی بردہ فرمایا کرتے تھے میں نے حسن بصری سے زیادہ کسی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشابہ نہیں پایا۔ایک شخص نے کسی بزرگ سے سوال کیا کہ حسن بصری کو ہم لوگوں پر کس وجہ سے بزرگی اور سرداری ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ تمام مخلوق ان کے علم کی حاجت مند ہے اور اس کو سوائے خالق کے کسی کی حاجت نہیں۔دین میں سب اس کے محتاج ہیں، اس سبب سے وہ سب کا سردار ہے۔

وصال

یکم رجب 110 ہجری نواسی 89 سال کی عمر میں بصرہ میں انتقال کیا(6)۔آپ کا وصال 4۔محرم الحرام (8-اپریل 729ء) بروز جمعۃ المبارک کو 111ھ ہوا۔آپ کا مزار پُرانوار بصرہ (عراق) سے نو میل مغرب کی طرف مقام زبیر پر واقع ہے۔

حوالہ جات

تاریخ مشائخ چشت از محمد زکریا المہاجر المدنی صفحہ 145 ناشر مکتبہ الشیخ کراچی* تاریخ مشائخ چشت از محمد زکریا المہاجر المدنی صفحہ 144 ناشر مکتبہ الشیخ کراچی، سیر الاولیاء، سیر الاقطاب، تہذیب الکمال جلد 4 صفحہ 124، ازالۃ الخفاء۔جلد سوم، تاریخ مشائخ چشت از محمد زکریا المہاجر المدنی صفحہ 121 ناشر مکتبہ الشیخ کراچی

4619- حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ عَنِ الْحَسَنِ (كَذَلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ) قَالَ الشِّرْكُ

✧✧ حمید بیان کرتے ہیں' حسن بصری فرماتے ہیں (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:)

''اسی طرح ہم اسے جرم کرنے والوں کے دل میں جگہ دیتے ہیں''۔

حسن بصری فرماتے ہیں اس سے مراد شرک ہے۔

سلطان الفقر حضرت حسن بصری کے احوال کا بیان

اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے بعد فقرِ خاص الخاص کا مرتبہ سلطان الفقر دوم حضرت امام خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو تفویض ہوا۔آپ رضی اللہ عنہ کو امانتِ فقر وخرقہ خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منتقل ہوا۔آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلفاء میں جلیل القدر مرتبہ حاصل ہے۔آپ رضی اللہ عنہ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے فقرِ خاص الخاص کو امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچانے والا واسطہ اور وسیلہ ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کا نام مبارک حسن، کنیت ابو محمد، ابو سعید، ابو نصر اور ابو علی تھی۔آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حسب روایت یسار تھا اور وہ حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام خیرہ رضی اللہ عنہا تھا اور وہ اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھیں۔حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی پرورش حضرت اُم سلمہ رضی اللہ

ملازمہ تھیں۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی پرورش آپ رضی اللہ عنہا کی بابرکت ہاتھوں میں ہوئی اور انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی رضاعت بھی فرمائی۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی پیدائش 21ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حضور میں لائے گئے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو نہایت خوبرو دیکھ کر فرمایا کہ یعنی یہ حسن ہے اس لیے اس کا نام حسن رکھو۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس کو دین کے علم کا ماہر بنا اور لوگوں میں محبوب بنا۔ یہ دعا بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ کو علم دین اور فقر میں بلند مرتبہ عطا ہوا۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی پرورش و تربیت اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی قربت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بالواسطہ صحبت کا فیض حاصل کیا اور انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ حضرت امام حسن مجتبیٰ اور حضرت محمد حنفیہ رضی اللہ عنہم سے فیض کامل پایا اور دین کا ظاہری و باطنی تمام علم حاصل کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے: میں نے ایک سو تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے جن میں ستر بدری اصحاب رضی اللہ عنہ تھے لہٰذا تابعین میں حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا رتبہ سب سے بلند ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بیعت سے مشرف ہوئے اور ان سے خرقۂ فقر پایا۔ شاہِ ولایت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو وہ خرقۂ خاص مع کلاہ چہار ترکی عنایت فرمایا جو انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عطا ہوا تھا اور ساتھ ہی اپنی نگاہِ فقر سے ظاہری و باطنی علوم و اسرارِ الٰہیہ عطا کر کے خلافتِ کبریٰ سے نوازا اور ذکرِ کلمہ طیبہ بطریق نفی و اثبات جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل ہوا تھا، وہ آپ رضی اللہ عنہ کو سکھایا اور آپ رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے وہ طریقہ تمام دنیا میں رائج ہوا۔ (سیر الاولیاء، سیر الاقطاب)

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے بہ اجازت و خلافت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان تمام سلاسل طریقت و تصوف کا نظام قائم کیا جو ساری دنیا میں وصال و معرفتِ الٰہی کے لیے آج تک رائج رہے ہیں۔ سلسلہ قادریہ ہو یا سہروردیہ، چشتیہ ہو یا نقشبندیہ، رفاعیہ ہو یا شاذلیہ، المغربیہ ہو یا کلابیہ، تمام سلاسل بالآخر جا کر حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے ہی توسط سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتے ہیں، سوائے سلسلہ نقشبندیہ کے جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے توسط سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

باوجود اس حقیقت کے کہ تمام سلاسلِ طریقت مکمل تحقیق و اعتقاد کے ساتھ اپنے اپنے شجرۂ مشائخ کو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ملاتے ہیں، محدثین کے درمیان حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملاقات، خلافت اور سماعِ حدیث پر اختلاف پایا جاتا ہے اور اس کی وجہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ انہیں حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایسی کوئی حدیث دستیاب نہیں ہو سکی جسے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سن کر اور ان کا نام لے کر روایت کیا ہو۔ اگر محدثین کی اس بات کو درست مان لیا جائے کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی حضرت علی کرم

نللہ وجہہ سے نہ ملاقات ہوئی، نہ ان سے خرقہ خلافت پایا تو تمام سلاسل طریقت کا نظام زمین بوس ہو جاتا ہے کہ اگر حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی کڑی بیچ میں سے نکال دی جائے تو کس طرح تمام سلاسل حضرت علی رضی اللہ عنہ اور پھر ان سے آقا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچے؟

قرآئن وشواہد کے لحاظ سے بھی یہ بات قابل قبول نہیں کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نہ ملے ہوں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ھ میں پیدا ہوئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دورِ خلافت ھ میں اس وقت بصرہ منتقل ہوئے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ منتقل ہو گئے۔ یعنی یہ دونوں متبرک ہستیاں تقریباً سولہ سال ایک ہی مقام مدینہ منورہ میں اکٹھی رہیں، حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اسی حلاقے میں انہی لوگوں کے درمیان سنِ بلوغت کو پہنچے، انہی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجدِ نبوی میں نماز پڑھتے رہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں دو سال مدینہ میں ہی رہے بعد میں بصرہ منتقل ہو گئے، انکی امامت میں نماز پڑھتے رہے، ان سے خطبۂ جمعہ سماعت کرتے رہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ ملاقات نہ ہوئی ہو اور احادیث کی سماعت نہ کی ہو۔ حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ تہذیب الکمال میں روایت کرتے ہیں: جس دن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اس وقت حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے اور ان کی عمر چودہ سال تھی۔

قرآئن وشواہد سے ملاقات ثابت ہونے کے باوجود محدثین یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر ملاقات ہوئی اور ان سے حدیث بھی سنی تو ان کا نام لے کر روایت کیوں نہ کی۔ اس کے جواب میں امام نسائی، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مزی رحمۃ اللہ علیہ سمیت کئی اکابر آئمہ نے نہ صرف تحقیق کر کے ان چند احادیث کو تلاش کیا جن کو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا بلکہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے اس قول کو بھی تلاش کیا جس میں اس کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لیے بغیر حدیث کو براہِ راست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیوں روایت کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا زمانہ نہیں پایا۔ چنانچہ امام مزی رحمۃ اللہ علیہ تہذیب الکمال میں لکھتے ہیں: یونس بن عبید اللہ نے کہا کہ میں نے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ابو سعید آپ روایت بیان کرتے ہوئے یہ کیوں فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: حالانکہ یقیناً آپ نے ان کا عہد نہیں پایا تو انہوں نے جواب دیا: اے بھتیجے تم نے مجھ سے وہ بات پوچھی ہے جو تم سے پہلے مجھ سے کسی اور نے نہیں پوچھی۔ اگر میرے نزدیک تمہاری خاص حیثیت نہ ہوتی تو میں تمہیں بیان نہ کرتا۔ میں جس زمانے میں ہوں وہ تمہارے سامنے ہے (وہ حجاج بن یوسف کا دور تھا)۔ ہر وہ روایت جس میں تم نے مجھ سے سنا کہ میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: وہ دراصل حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، مگر یہ کہ میں ایسے زمانے میں ہوں جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ مجبوراً نہیں کر سکتا۔ (تہذیب الکمال)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلافت سنبھالتے ہی ایک طرف خارجی ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تو دوسری طرف بنو امیہ نے ان کے خلاف طوفان کھڑا کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فراست یہ دیکھ رہی تھی کہ مستقبل میں ان کا نام لینے والے اور ان کا ساتھ دینے والے ہر شخص کو چن چن کر ختم کر دیا جائے گا جبکہ تقدیر حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے علمِ معرفت کی وراثتِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک منتقل کرنے کا عظیم کام لینے والی تھی اس لیے اپنے امیر اپنے امام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایما پر ہی حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے ان کا نام لینے سے اس قدر احتیاط برتی ہوگی تا کہ وہ خاموشی، رازداری اور سکون سے اپنے ذمہ واجب الادا فرض سے سبکدوش ہو جائیں اور دشمنانِ اسلام میں سے کسی کو خبر نہ ہو۔ وہ یہی سمجھتے رہیں کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ محدثین کو ایسی احادیث دستیاب نہ ہوتا جن کو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اس بات کا ہرگز ثبوت نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث روایت ہی نہ کی بلکہ یہ محدثین کی اپنی تحقیق کی کمی اور کمزوری ہے کیونکہ جن محدثین نے خلوصِ نیت سے تحقیق کی انہوں نے ایسی احادیث کو پایا بھی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں ایسی ایک حدیث کا تذکرہ فرماتے ہیں کہ ہشیم نے ہم سے بیان کیا کہ یوسف نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے، لڑکے سے جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے، سوتے ہوئے سے جب تک وہ نیند سے بیدار نہ ہو، دیوانہ سے جب تک اس کا جنون جاتا نہ رہے۔ اسی حدیث کو ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ، حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے حسن ہونے کو ثابت کیا ہے۔

اسی طرح امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ہمیں علی بن حجر نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا ان سے حمید نے بیان کیا، وہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً جب اللہ تعالیٰ توفیق دے تو وسعت کا مظاہرہ کرو اور ایک صاع گندم وغیرہ کا صدقہ ادا کیا کرو۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے خرقہ حاصل کرنا ثابت کیا ہے اور اس مسئلہ میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام اتحاف الفرقہ بوصل الخرقہ ہے۔ اس کے علاوہ سلف سے لے کر خلف تک تمام مشائخ و اولیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیعت و خلافت حاصل ہے۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سماعِ حدیث اور ملاقات کے اختلافی مسئلہ پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ فخر جہاں فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان مناظرہ ہوا جو تین دن جاری رہا۔ حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کا انکار کرتے رہے اور فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کے حق میں دلائل دیتے رہے۔ اس سلسلے میں حضرت فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی احادیث کو جمع کیا جو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائیں اور ان احادیث کو فخر الحسن کے عنوان سے ایک مخطوطہ میں تحریر فرمایا۔ بوجہ اختصار ان تمام احادیث اور ان کے حوالہ جات کو تو تحریر نہیں کیا جا سکتا البتہ چند کا حوالہ ذیل میں دیا جا رہا ہے:۔

(ابن ماجہ، السنن، کتاب الجہاد، باب فضل النفقہ فی سبیل اللہ تعالیٰ، احمد بن حنبل، المسند، امام نسائی، کتاب السنن الکبریٰ، کتاب الصیام)

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ تفسیر وحدیث میں امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔ علم ظاہر و باطن کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ زہد وریاضت میں بھی کامل تھے۔ سات سات روز بعد روزہ افطار فرماتے اور شب و روز یادِالٰہی میں مصروف رہتے۔ منقول ہے کہ ستر برس تک سوائے عذرِ شرعی کے آپ رضی اللہ عنہ کا وضو نہ ٹوٹا اور آپ رضی اللہ عنہ کبھی بے وضو نہ رہے۔ یہاں تک کہ مرتبہ کمال تک پہنچے۔ آپ رضی اللہ عنہ خشیتِ الٰہی کے سبب اس قدر گریہ کرتے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں کبھی خشک نہ دیکھی گئیں، یہاں تک کہ روتے روتے آنکھوں میں گڑھے پڑ گئے۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ ہفتہ میں ایک بار وعظ فرمانے کے علاوہ زیادہ وقت تنہائی اور گوشہ نشینی میں گزارتے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا وعظ اکثر دل کے خطروں اور اعمال کی خرابیوں اور نفس کے وسوسوں وخواہشات سے متعلق ہوا کرتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے وعظ میں لوگوں کی کثیر تعداد شریک ہوتی جن میں اپنے وقت کے تمام علماء واولیاء شامل ہوتے۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا بھی آپ رضی اللہ عنہ کے مواعظ سے اکتسابِ فیض کرتیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کا ذکر حضرت امام باقر علیہ السلام کے سامنے ہوتا تو وہ فرماتے: حسن رضی اللہ عنہ کا کلام انبیاء علیہم السلام کے کلام کے مشابہ ہے۔ حضرت بلال بن ابی بردہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: میں نے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشابہ نہیں پایا۔

ایک شخص نے کسی بزرگ سے سوال کیا کہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو ہم لوگوں پر کس وجہ سے بزرگی اور سرداری ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ تمام مخلوق اس کے علم کی حاجت مند ہے اور اس کو سوائے خالق کے کسی کی حاجت نہیں۔ دین میں سب اس کے محتاج ہیں، اس سبب سے وہ سب کا سردار ہے۔ (ازالۃ الخفاء۔ جلد سوم)

خواہش اور انسان کے درمیان ایمان کے حائل ہو جانے کا بیان

4620۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ رَجُلٍ قَدْ سَمَّاهُ غَيْرُ ابْنِ كَثِيرٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عُبَيْدٍ الصِّيدِ عَنِ الْحَسَنِ فِي قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ) قَالَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْاِيْمَانِ

✧✧ حسن بصری فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

”اور ان کے اور جو وہ خواہش رکھتے ہیں ان کے درمیان حائل کر دیا گیا“۔

حسن فرماتے ہیں: یعنی ان لوگوں کے درمیان اور ایمان کے درمیان حائل کیا گیا۔

شرح

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ا۔ الفریابی وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت وحیل بینھم وبین مایشتھون (اور ان میں اور ان کی مطلوب چیزوں میں آڑ کر دی جائے گی) یعنی ان کے اور ایمان کے درمیان رکاوٹ پیدا ہوگی۔

۲۔ الفریابی وعبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وحیل بینھم وبین

مایشتھون (یعنی قیامت کے آڑ کردی جائے گی) مایشتھون سے مراد ہے مال اولاد شان وشوکت اور اہل عیال آیت کما فعل باشیاعھم من قبل (جیسا کہ ان کے ہم مشرب لوگوں کے ساتھ کیا جائے گا) یعنی جیسے ان سے پہلے کافروں کے ساتھ کیا۔

۳۔البیہقی نے شعب الایمان میں سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت وحیل بینھم وبین مایشتھون سے مراد ہے توبہ۔

۴۔ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس قول وحیل بینھم وبین مایشتھون کے بارے میں روایت کیا کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی بہت مالدار تھا اس کا ایک نالائق بیٹا اس کا وارث بن گیا اور وہ اپنے باپ کے مال میں نافرمانیاں کرتا جب اس کے چچوں نے یہ دیکھا تو اس نوجوان کے پاس آئے اور اس کو لعن طعن کیا تو نوجوان پریشان ہوگیا اس نے اپنی جائیداد کو خاموشی کے ساتھ بیچا اور وہاں سے کوچ کر گیا ایک چشمہ کے پاس آیا جو اس کے سامنے تھا اس نے اپنا مال مویشی وہاں چھوڑے ایک محل بنایا۔

اس کے درمیان وہ ایک دن بیٹھا ہوا تھا اچانک اس کے پاس چادر میں لپٹی ایک عورت آئی جس کا چہرہ بڑا خوبصورت اور اس کی خوشبو بہت عمدہ تھی۔اس عورت نے کہا اے اللہ کے بندے تو کون ہے اس نے کہا میں بنی اسرائیل میں سے ایک آدمہ ہوں کہنے لگی یہ محل اور یہ مال تیرا ہے؟ اس نے کہا! ہاں عورت نے کہا کیا تیری بیوی ہے؟ کہا نہیں کہنے لگی۔تیری زندگی کیسے خوشگوار ہوگی کہ تیری بیوی نہیں ہے اس نے کہا بات یہی ہے مرد نے پوچھا کیا تیرا کوئی خاوند ہے؟ کہنے لگی نہیں۔اس نے کہا کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ میں تیرے ساتھ شادی کروں اس نے کہا میں ایک عورت ہوں تجھ سے ایک میل کا فاصلہ پر رہتی ہوں جب کل کا دن آئے گا تو ایک دن کا زادراہ لینا اور میرے پاس آجانا اور اگر تو اپنے راستے میں سخت خوف کو دیکھے تو کہنا ہاں (میں کیا کروں) کہنے لگی تجھ پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور تجھے کوئی خوف زدہ نہیں کرے گا۔جب کل کا دن آیا اس نے ایک دن کا زادراہ کیا اور محل کی طرف چل پڑا اس نے دروازہ کھٹکھٹایا ایک نوجوان لوگوں میں سب سے اچھے چہرے والا اور پاکیزہ خوشبو والا نکلا اس نے پوچھا اے اللہ کے بندے تو کون ہے؟ اس نے کہا میں اسرائیلی ہوں اس نے پوچھا تجھے کیا حاجت ہے۔میں نے کہا مجھے اس محل کی مالکہ نے بلایا ہے نوجوان نے کہا یا تو نے سچ کہا تو نے اپنے راستے میں کوئی خوفناک چیز پائی ہے میں نے کہا ہاں اگر مجھے وہ بتاتی کہ تو نہ گھبرانا مجھے وہ خوف زدہ کردیتا جو میں نے دیکھا میں آیا یہاں تک کہ جب مجھ پر راستہ کھل گیا اچانک میں ایک کتیا کے پاس پہنچا جس کا منہ کھلا ہوا تھا۔میں گھبرا گیا میں اچھلا اور اچانک میں اس کے پیچھے تھا اور جب میں اس کتیا کے پیچھے س کے سنے پر چڑھ گیا اور اس کا گلا کاٹنے لگا دروازے پر کھڑے آدمی نے کہا تو اس کو نہ پائے گا یہ آخری زمانہ میں ہوگا۔ایک نوجوان بوڑھوں کی مجلس میں بیٹھے گا تو ان کی مجلس میں غالب آجائے گا اور ان کی بات کو قابو کرے گا پھر میں آگے بڑھا یہاں تک کہ میرے لیے ایک راستہ کھلا وہاں سو بکریاں جمع تھیں اس میں سے ایک میمنہ ہے جو ان کا دودھ پی رہا ہے جب وہ ان کے پاس آیا اور اس نے گمان کیا کہ یہ کوئی چیز نہ چھوڑے گا، اس نے اپنا منہ کھولا ہوا ہے۔اور زیادہ کو تلاش کر رہا ہے دروازے پر کھڑے آدمی نے کہا تو اس کو نہیں پائے گا۔آخری زمانے

میں ایک بادشاہ ہوگا جو سب لوگوں کو جمع کرے گا۔ کہا پھر میں آگے بڑھا میرے لیے راستہ کھلا تو میں ایک درخت کے پاس تھا اس درخت کی سرسبز وشاداب ٹہنی نے مجھے خوش کر دیا تو میں نے اس آدمی کے پاس جانے کا ارادہ کیا جس کے پاس درانتی تھی جو کاٹ رہا تھا جس تک وہ پہنچا اور جس کو وہ نہیں پہنچا اس کو بھی کاٹ دیا تھا اس نے اس سے کہا کاش تو اس شاخ کو کوٹتے جہاں تک تیرا ہاتھ پہنچا ہے اور جہاں تک تیرے ہاتھ نہیں پہنچا اس کو چھوڑ دیتا اس درانتی والے نے کہا تو چلا جا یہ اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈال دے تیرے پاس اس کی خبر آئے گی اس نے اس درخت کو کاٹ دیا مجھے ایک دوسرے درخت نے بلایا اے اللہ کے بندے مجھ سے اس کو پکڑ لے یہاں تک کہ ایک اور درخت نے مجھے بلایا اے اللہ کے بندے ہم سے اس کو پکڑ لے اور کہا تو اس کو نہیں پائے گا یہ آخر زمانہ میں ہوگا مرد تھوڑے ہو جائیں گے اور عورتیں بہت ہوں گی یہاں تک کہ جب ایک آدمی کسی عورت سے نکاح کا پیغام دے گا تو اس کو دس یا بیس عورتیں اپنی ذات کی طرف بلائیں گی اسرائیلی نے کہا میں آگے بڑھا یہاں تک کہ میرا راستہ کھل گیا اچانک میں ایک آدمی کے پاس ہوں جو ہر انسان کے لیے پانی بھر رہا تھا۔ ہر آدمی کو ایک چلو پانی پلا رہا ہے۔ جب لوگ اس سے متفرق ہو گئے تو وہ اپنے گھڑے میں پانی ڈالتا ہے تو اس کے گھڑے میں کوئی پانی نہیں ہوتا۔ نوجوان نے کہا تو اس کو نہیں آئے گا یہ آخری زمانے میں ہوگا ایک قاضی ہوگا جو لوگوں کو علم سکھائے گا پھر وہ ان کی مخالفت کریں گے۔ اللہ کی نافرمانی کی طرف پھر میں آگے بڑھا یہاں تک کہ اچانک میرا راستہ کھل گیا اچانک میں ایک آدمی کے ساتھ تھا جو کنویں پر پانی بھر رہا تھا جب وہ نکالتا اپنے ڈول کو تو اس کو حوض میں ڈال دیتا اور پانی لوٹ کر کنویں میں چلا جاتا تھا اس نے کہا یہ آدمی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نیک عمل کو اس پر رد کر دیا ہے اور ان کو قبول نہیں کیا پھر میں آگے بڑھا یہاں تک کہ مجھ پر راستہ کھل گیا اچانک میں ایک ایسے آدمی کے ساتھ تھا جو بیج بو رہا تھا پھر اسے کاٹتا ہے۔ تو وہ پاکیزہ گندم ہوتی ہے نوجوان نے کہا یہ وہ آدمی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے نیک عمل کو قبول کر لیا اور ان کو بڑھا دیا ہے۔

اسرائیلی نے کہا پھر میں آگے بڑھا یہاں تک کہ اچانک میرا راستہ کھل گیا اچانک میں ایک بکری کے ساتھ تھا وہاں ایک قوم اس کی ٹانگوں کو پکڑے ہوئے تھے اور ایک آدمی اس کی سینگوں کو پکڑے ہوئے ہے اور ایک آدمی اس کی دم کو پکڑے لیٹا ہوئے ہے اور ایک آدمی اس پر سوار ہے اور ایک آدمی اس کو دودھ رہا ہے۔ محل کے دروازے پر کھڑے ہوئے آدمی نے کہا یہ بکری دنیا (کی مثال) ہے جو لوگ اس کی ٹانگوں کو پکڑے ہوئے ہیں وہ اس کے بالا خانے سے گرتے ہیں اور جس نے اس کے سنگوں کو پکڑ رکھا ہے وہ تنگ زندگی بسر کرتا ہے زندگی اور جو اس کی دم کو پکڑے ہوئے ہے تو دنیا نے اس سے پیٹھ پھیر لی۔ اور جو اس پر سوار ہوا تو اس نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور جو اس کو دودھ رہا ہے۔ کیا عمدہ نعمت ہے جو اس کو لے گیا پھر میں آگے بڑھا یہاں تک کہ اچانک میرا راستہ کھل گیا میں اچانک ایسے آدمی کے ساتھ تھا جو اپنی گدی کے بل چت لیٹا ہوا تھا اس نے کہا اے اللہ کے بندے! میرے قریب ہو جا میرا ہاتھ پکڑ اور مجھے پاس بٹھا لیا (کہنے لگا) اللہ کی قسم! میں نہیں بیٹھا جب سے اللہ نے مجھ کو پیدا فرمایا اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور وہ دوڑنے لگا۔ یہاں تک کہ میں نے اس کو نہ دیکھا اس نوجوان نے اسے کہا یہ تیری زندگی ہے جو ختم ہو چکی ہے اور میں موت کا فرشتہ ہوں اور میں وہ عورت ہوں جو تیرے پاس آئی تھی اللہ نے مجھے حکم دیا ہے تیری روح کے قبض کرنے کا اس جگہ میں پھر میں تجھ کو جہنم

کی طرف لے جاؤں گا اور کہا کہ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی آیت: وحیل بینھم وبین ما یشتھون.

شوہر کے ساتھ خیانت کرنے والی عورت

۵۔ الزبیر بن بکار فی الموفقیات بسند ضعیف عکرمہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ پردے فاش نہ کرو کیونکہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا اس کی ایک عورت تھی اور جب وہ اس کی طرف کھانا لاتی تو اس کے سر پر کھڑی رہتی پھر کہتی اللہ تعالیٰ اس عورت کا پردہ فاش کرنے جو اپنے شوہر کی خیانت کرے اس کے غائب ہونے پر ایک دن اس کی طرف ایک مچھلی بھیجی گئی پھر وہ اس کے سر پر کھڑے ہو کر کہنے لگی اللہ تعالیٰ اس عورت کے پردے کو چاک کردے جو اپنے شوہر کی خیانت کرے اس کے غائب ہونے پر۔ مچھلی نے قہقہہ مارا یہاں تک کہ پیالے سے نیچے گر پڑی اس نے تین مرتبہ ایسا کیا۔ ہر دفعہ مچھلی قہقہہ لگاتی اور تڑپ جاتی یہاں تک کہ دستر خوان سے نیچے گر جاتی۔

وہ بنی اسرائیل کے ایک عالم کے پاس آیا اور اس بات کی خبر دی اس نے کہا چلا جا اپنے رب کو یاد کر اور اپنے کھانے کو کھا لے شیطان کو دور بھگا ایک فتنہ پرور آدمی نے اس سے کہا اس کے بیٹے کی طرف جا کیونکہ وہ اس سے زیادہ عالم ہے وہ آدمی گیا اور اس کو سب کچھ بتایا اس عالم نے کہا میرے پاس اس کو لے آ جو تیرے گھر میں ہے جس کی شرم گاہ کو تو نے نہیں دیکھا۔ وہ اس کے پاس لے آیا اس نے ان کے چہروں کو دیکھا پھر کہا اس حبشیہ سے پردہ ہٹادو اس سے پردہ ہٹادیا گیا تو وہ نوجوان لڑکی کے بازو کی طرح تھا اس نے کہا اس سے اس عورت کو مچھلی ملی۔ اس نوجوان کا عالم باپ مر گیا اس کے پردہ فاش کرنے سے اس کا پردہ فاش ہو گیا اس سے زیادہ باتیں کی تو وہ ان سے بھاگ گیا اور بلقا کی زمین میں بنی اسرائیل کی آخری زمین میں بسیرہ جمالیا اس کے پاس ایک خوبصورت عورت فتویٰ لینے کے لیے آئی اس عالم نے اس سے کہا کیا تیرے لیے یہ ممکن نہیں کہ مجھے اپنے اوپر قدرت دے دے تو میں تجھ کو ایک سو دینار دوں گا اس عورت نے کہا کیا اس سے بہتر کی تو خواہش رکھتا ہے۔ تو میرے گھر آ اور مجھ سے شادی کرے۔ اور میں تیرے لیے ہمیشہ حلال ہو جاؤں گی۔ اس نے کہا تیرا گھر کہا ہے؟ اس نے اس کو بتادیا تو اس پر یہ رات خوشگوار رہی۔ وہ گذرا تو ایک کتیا اچانک بھونکنے لگی۔ اس کے پیٹ میں اس کے بچے تھے اس نے کہا یہ کیسی عجیب بات ہے اس سے کہا گیا آگے جا تو مکلف نہیں عنقریب تیرے پاس اس کی خبر آئے گی وہ چلا تو اچانک ایک آدمی ایک پتھر کو اٹھا رہا ہے جب بھی اس پر بھاری ہوتا ہے اور اس سے گر جاتا ہے تو وہی اس پر اور اضافہ کر لیتا ہے اس نے اس سے کہا تو اس کی اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا اور تو اس پر اور زیادہ کر لیتا ہے۔ اس نے کہا یہاں سے چلا جا تم تو مکلف نہیں عنقریب اس کی خبر تیرے پاس آئے گی وہ چلا گیا تو اچانک ایک آدمی کنویں سے پانی نکال رہا ہے اور کنویں کی جانب ایک حوض میں اس کو ڈال رہا ہے اور حوض میں سوراخ ہے پانی کنویں میں چلا جاتا ہے اس عالم اس نے کہا اگر تو پتھر سے سوراخ کو بند کر دیتا تو پانی کو روک لیتا اس نے کہا چلا جا تو اس بات کا مکلف نہیں کیا۔ اس کی خبر عنقریب تیرے پاس آئے گی وہ چلا اچانک ایک ہرنی تھی اور ایک آدمی اس پر سوار تھا اور دوسرا اس کو دوہ رہا تھا اور تیسرا اس کے سینگوں کو تھامے ہوا تھا اور دوسرے لوگ اس کی ٹانگوں کو پکڑے ہوئے تھے اس نے کہا کیا ہی عجیب معاملہ ہے اس نے کہا چلا جا تو مکلف نہیں عنقریب تیرے پاس اس کی خبر آئے گی وہ آدمی چلا گیا اچانک کہ وہ عالم ایک آدمی کے پاس پہنچا وہ زمین میں بیج بو رہا وہ زمین پر نہیں گرتا کہ وہ اگ آتا ہے پھر وہ چلتا رہا وہ محل تک جا پہنچا ہے جس کا اس عورت نے وعدہ کیا تھا اس کے سامنے نہر ہے اور

ایک آدمی پلنگ پر بیٹھا ہوا ہے اس عالم نے اس سے پوچھا اس محل تک پہنچنے کا کیا راستہ ہے۔ میں نے اس رات بڑے عجائب دیکھے ہیں اس آدمی نے پوچھا وہ کیا تھے تو اس نے کتیا کا ذکر کیا تو اس نے کہا لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا۔ کہ چھوٹے بڑوں اور کمینے شرفاء پر اور بیوقوف حلیم پر جھپٹیں گے اس عالم نے چار پائی پر بیٹھے آدمی کے سامنے پتھر اٹھانے والے کا ذکر کیا اس آدمی نے جواب دیا کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا ایک آدمی کے پاس امانت ہوگی اس کو ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھے گا مگر زیادہ امانتیں لے لے گا اس نے پانی نکالنے والے کا ذکر کیا۔ اس آدمی نے جواب دیا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا ایک آدمی ایک عورت سے شادی کرے گا اس کے دین شرافت اور جمال کی وجہ سے شادی نہیں کرے وہ اس عورت کے مال کا خواہش مند ہوگا جبکہ وہ عورت بچہ بھی نہ جنے گی۔ تو اس پر ہر چیز اس میں لوٹ آئے گی اس عالم نے ہرنی کا ذکر کیا تو آدمی نے بتایا وہ دنیا ہے جو اس پر سوار ہے وہ بادشاہ ہے دودھ دوہنے والی اچھی زندگی گزار رہا ہے۔ اور جو اس کی سینگوں کو پکڑے ہوئے ہے وہ تنگ دست ہے۔ اور جو اس کی دم کو پکڑے ہوئے ہے تو اس کے پاس گزارہ کے لائق روزی نہیں ہے اور جو اس کی ٹانگوں کو پکڑے ہوئے ہیں وہ ذلیل لوگ ہیں اس نے بیج کا ذکر کیا کہ تو اس آدمی نے بتایا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا پتہ ہی نہ چلے کہ شادی کب ہوئی اور کب بچے پیدا ہوئے اور کب بالغ ہوا اس اسرائیلی نے اس آدمی کا ذکر کیا جو فصل کاٹ رہا تھا تو چار پائی میں بیٹھنے والے آدمی نے کہا وہ ملک الموت ہے جو چھوٹے بڑے کو کاٹتا ہے۔ اور میں وہی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تیری طرف بھیجا ہے تا کہ تیری روح کو انتہائی بری حالت میں قبض کرلوں۔

۶۔ ابن ابی شیبہ نے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے یہ آیت نہیں پڑھی مگر اس میں شراب کی ٹھنڈک کو پایا یعنی یہ آیت **وحیل بینھم وبین مایشتھون** (اور ان میں اور ان کی مطلوبہ چیزوں کی آڑ کردی جائے گی۔

۷۔ البیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے ٹھنڈا پانی پیا۔ اور رونے لگے ان سے کہا گیا آپ کیوں رو رہے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا میں نے اللہ کی کتاب میں سے اس آیت کو یاد کیا آیت **وحیل بینھم وبین مایشتھون**. اور میں نے پہچان لیا کہ دوزخ والے صرف ٹھنڈے پانی کو ہی چاہیں گے اور اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا ذکر فرمایا آیت **ان افیضوا علینا من الماء** (الاعراف آیت ۵۰) (ہم پر پانی بہادو یعنی جنتی لوگوں سے کہیں گے کہ ہم کو ٹھنڈا پانی دیدو کیونکہ دوزخ میں ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا)۔

۸۔ عبد بن حمید وابن ابی حاتم نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت انہم کانوا فی شک مریب (کیونکہ یہ سب بڑے شک میں پڑے ہوئے تھے) فرمایا تم بچو! شک سے اور فریب سے کیونکہ جو شخص شک کی حالت میں مر گیا تو وہ اسی پر اٹھایا جائے گا اور جس کو حالت یقین پر موت آئی تو اسے یقین پر اٹھایا جائے گا۔ (تفسیر درمنثور، سورہ سبا، بیروت)

جھوٹی باتیں منسوب کرنے کا بیان

4621- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمٌ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ كُنْتُ أَسِيرُ بِالشَّامِ فَنَادَانِي رَجُلٌ مِّنْ خَلْفِي فَالْتَفَتُّ فَإِذَا رَجَاءُ بْنُ حَيْوَةَ فَقَالَ يَا أَبَا عَوْنٍ مَا هَذَا الَّذِي يَذْكُرُونَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قُلْتُ إِنَّهُمْ يَكْذِبُونَ عَلَى الْحَسَنِ كَثِيرًا

✧✧ ابن عون بیان کرتے ہیں، میں شام گیا وہاں ایک شخص نے پیچھے سے مجھے آواز دی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رجاء بن حیوہ تھے۔ انہوں نے کہا: اے ابن عون! یہ لوگ حسن بصری کے حوالے سے کیا بات نقل کرتے ہیں؟ تو میں نے جواب دیا: یہ لوگ حسن بصری کے حوالے سے بہت سی جھوٹی باتیں بیان کرتے ہیں۔

4622- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ سَمِعْتُ أَيُّوبَ يَقُولُ كَذَبَ عَلَى الْحَسَنِ ضَرْبَانِ مِنَ النَّاسِ قَوْمٌ الْقَدَرُ رَأْيُهُمْ وَهُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يُنَفِّقُوا بِذَلِكَ رَأْيَهُمْ وَقَوْمٌ لَهُ فِي قُلُوبِهِمْ شَنَآنٌ وَبُغْضٌ يَقُولُونَ أَلَيْسَ مِنْ قَوْلِهِ كَذَا أَلَيْسَ مِنْ قَوْلِهِ كَذَا

✧✧ ایوب بیان کرتے ہیں دو طرح کے لوگوں نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی طرف سے جھوٹی باتیں بیان کی ہیں، ایک وہ لوگ جو تقدیر کے منکر ہیں وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کے اس نظریے کی تائید ہو جائے اور دوسرے وہ لوگ جن کے دلوں کے اندر نفرت اور دشمنی تھی۔ وہ یہ کہتے تھے: کیا اس نے فلاں موقع پر یہ بات نہیں کہی تھی اور فلاں موقع پر یہ بات نہیں کہی تھی؟

4623- حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى أَنَّ يَحْيَى بْنَ كَثِيرٍ الْعَنْبَرِيَّ حَدَّثَهُمْ قَالَ كَانَ قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ يَقُولُ لَنَا يَا فِتْيَانُ لَا تُغْلَبُوا عَلَى الْحَسَنِ فَإِنَّهُ كَانَ رَأْيُهُ السُّنَّةَ وَالصَّوَابَ

✧✧ یحییٰ بن کثیر بیان کرتے ہیں' قرہ بن خالد نے ہم سے کہا' اے نوجوانو! حسن بصری کے معاملے میں مبالغے سے کام نہ لینا کیونکہ ان کی رائے سنت کے مطابق اور بالکل ٹھیک ہے۔

4624- حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ لَوْ عَلِمْنَا أَنَّ كَلِمَةَ الْحَسَنِ تَبْلُغُ مَا بَلَغَتْ لَكَتَبْنَا بِرُجُوعِهِ كِتَابًا وَأَشْهَدْنَا عَلَيْهِ شُهُودًا وَلَكِنَّا قُلْنَا كَلِمَةٌ خَرَجَتْ لَا تُحْمَلُ

✧✧ ابن عون بیان کرتے ہیں اگر ہمیں یہ پتہ ہوتا کہ حسن بصری کی باتیں اس حد تک پہنچ جائیں گی جہاں اب پہنچ چکی ہیں تو ہم ان کے رجوع کو تحریری طور پر لے لیتے اور اس پر گواہ بھی بنا لیتے۔ لیکن ہم نے تو یہ سوچا تھا: انہوں نے یہ بات کہی ہے کہ ان کے منہ سے نکل گئی ہے۔ اب اس کو نوٹ نہیں کیا جائے گا۔

4625- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ قَالَ لِي الْحَسَنُ مَا أَنَا بِعَائِدٍ إِلَى شَيْءٍ مِنْهُ أَبَدًا

✧✧ حضرت ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حسن بصری نے مجھ سے فرمایا: آئندہ میں اس بارے میں (تقدیر کے بارے میں) کبھی کوئی بات نہیں کروں گا

4626- حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ الْبَتِّيِّ قَالَ مَا فَسَّرَ الْحَسَنُ آيَةً قَطُّ إِلَّا عَنِ الْإِثْبَاتِ

✧✧ عثمان بتی فرماتے ہیں' حسن بصری نے جس بھی آیت کی تفسیر بیان کی اس میں انہوں نے تقدیر کا (اثبات) کیا ہے۔

بَابٌ فِي التَّفْضِيلِ

باب: ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا

4627 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نَقُولُ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَعْدِلُ بِأَبِي بَكْرٍ أَحَدًا ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ نَتْرُكُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ

◇◇ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہم یہ کہا کرتے تھے ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے، پھر ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، پھر ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ترک کر دیتے تھے یعنی ان میں سے کسی ایک کو کسی دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔

4628 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ إِنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نَقُولُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ أَفْضَلُ أُمَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهُ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ

◇◇ سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہم لوگ یہ کہا کرتے تھے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں آپ کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

4629 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا جَامِعُ بْنُ أَبِي رَاشِدٍ حَدَّثَنَا أَبُو يَعْلَى عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ قَالَ ثُمَّ خَشِيتُ أَنْ أَقُولَ ثُمَّ مَنْ فَيَقُولَ عُثْمَانُ فَقُلْتُ ثُمَّ أَنْتَ يَا أَبَةِ قَالَ مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

◇◇ محمد بن حنفیہ بیان کرتے ہیں، میں نے اپنے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے دریافت کیا، اللہ کے رسول کے بعد لوگوں میں سب سے زیادہ بہتر کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، میں نے دریافت کیا: پھر کون ہے، انہوں نے جواب دیا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پھر مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے ان سے دریافت کیا: پھر کون ہیں؟ تو وہ "حضرت عثمان رضی اللہ عنہ"

4628- صحيح، وهذا إسناد ضعيف لضعف عنبسة - وهو ابن خالد الأيلي - وقد توبع. وأخرجه أحمد بن حنبل في "فضائل الصحابة (64)، ومن طريقه عبد الله بن أحمد في السنة (1353)، وابن هانئ النيسابوري في "مسائل الإمام أحمد" (1943)

4629- إسناده صحيح. أبو يعلى: هو المنذر بن يعلى الثوري، وسفيان: هو ابن سعيد الثوري، ومحمد بن كثير: هو العبدي. وأخرجه البخاري (3671) عن محمد بن كثير، بهذا الإسناد. وأخرجه بنحوه ابن ماجه (106) من طريق عبد الله بن سلمة، عن علي. وابن سلمة ضعيف. وهو في "مسند أحمد" (833) و (835).

کہیں گے اس لیے میں نے کہا: پھر اس کے بعد آپ ہوں گے، ابا جان! انہوں نے فرمایا: میں تو مسلمانوں کا ایک عام فرد ہوں۔

4630 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِينٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي الْفِرْيَابِيَّ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ يَقُولُ مَنْ زَعَمَ أَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ أَحَقَّ بِالْوِلَايَةِ مِنْهُمَا فَقَدْ خَطَّأَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارَ وَمَا أُرَاهُ يَرْتَفِعُ لَهُ مَعَ هَذَا عَمَلٌ إِلَى السَّمَاءِ

✧✧ سفیان بیان کرتے ہیں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان دونوں حضرات سے خلافت کے زیادہ حقدار تھے تو اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام مہاجرین اور انصار کو غلط قرار دیا۔ میرے خیال میں اس کے اس نظریے کے ساتھ کوئی بھی عمل آسمان کی طرف بلند نہیں ہوگا (یعنی قبول نہیں کیا جائے گا)۔

4631 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ ثَنَا قَبِيصَةُ ثَنَا عَبَّادُ بْنُ السَّمَّاءِ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ يَقُولُ الْخُلَفَاءُ خَمْسَةٌ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

✧✧ سفیان بیان کرتے ہیں: خلفاء پانچ ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ۔

بَابٌ فِي الْخُلَفَاءِ

باب: خلفاء کا بیان

خلافت راشدہ اور خلفائے راشدین کا بیان

اس سے پہلے کہ "خلفائے راشدین" کے حالات پڑھے جائیں ضرورت ہے کہ خلافتِ راشدہ کا مفہوم ومنشاء سمجھ لیا جائے، خلافت کے لغوی معنی جانشینی اور کسی کی جگہ پر اس کے بعد بیٹھنے کے ہیں، یہ لفظ خود اپنے مفہوم ومنشاء کو ظاہر کر رہا ہے کہ وہ ایک اصل کا سایہ، ایک آئینہ کا عکس اور ایک حقیقی منصب کی قائم مقامی ہے، اسی کو امامت کے لفظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ دونوں لفظ خلیفہ اور امام ایک ہی شخص کی دو مختلف حیثیتوں کو ظاہر کرتے ہیں، اپنے پیش رو کے نائب اور قائم مقام ہونے کے لحاظ سے وہ خلیفہ اور اپنے زمانے کے پیروؤں کے لحاظ سے وہ امام اور پیشوا ہے، اس بنا پر در حقیقت خلافت وامامت پیغمبر کی قائم مقامی اور اس کے بعد اس کی امت کی پیشوائی ہے، صحیحین میں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں پیغمبر اور انبیاء سیاست کرتے تھے، جب ایک پیغمبر مرتا تھا تو دوسرا پیغمبر پیدا ہوتا تھا؛ لیکن پیغمبری اب ختم ہوگئی، تم میں خلفاء ہوں گے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ خلافت، پیغمبری کی نیابت اور قائم مقامی ہے اور نبوت کے بعد اسلام میں یہ سب سے بڑا درجہ اور رتبہ ہے، اسی لئے ان امور میں جن کی نسبت پیغمبری کی وحی اور فیصلہ موجود نہ ہو اس کا حکم اور فیصلہ بھی واجب الاطاعت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد میرے ہدایت پائے ہوئے جانشینوں کی پیروی کرو، اسی لئے ایک پیغمبر کے انتخاب کے

لئے ظاہری حیثیت سے اس کی سیاسی وانتظامی استعداد وصلاحیت کو دیکھا جائے، اس سے بہت زیادہ اس کے اندر پیغمبرانہ صحبت کی اثر پذیرائی اور اس کے روحانی وعلمی واخلاقی فضائل ومناقب کی تلاش کرنی چاہئے، ان چار بزرگوں کا درجہ بدرجہ اس منصب اعظم کے لئے انتخاب اس نقطہ نظر کی تشریح وتوضیح ہے۔

اسلام میں خلافت کے فرائض اس قدر وسیع اور عالمگیر ہیں کہ تمام دینی ودنیوی مقاصد کی تکمیل اس کے تحت میں آجاتی ہے؛ لیکن ان کی اجمالی تشریح صرف ایک فقرہ میں کی جاسکتی ہے، یعنی پیغمبر کے کاموں کو قائم اور باقی اور ہر خارجی آمیزش سے پاک وصاف رکھنا اور ان کو ترقی دینا، یہ فقرہ ایک لفظ میں بھی سماسکتا ہے، یعنی اقامتِ دین لیکن یہ لفظ خود اس قدر وسیع ہے کہ تمام دینی ودنیوی مقاصد کو شامل ہوجاتا ہے اور اقامت ارکانِ اسلام مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، جہاد، منصب قضاۃ، اقامتِ حدود اور وعظ وپند وتعلیم وغیرہ سب اس کے جزئیات میں داخل ہوجاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی ان ہی مقاصد کی تکمیل میں صرف ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ وجانشین ہوئے، انہوں نے بھی اپنی زندگی کو ان ہی مقاصد کی تکمیل کے لئے وقف کیا، خلفاء کے دور؛ بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اگرچہ ان مقاصد کی تکمیل کے لئے الگ الگ اشخاص مقرر تھے، مثلاً نماز کی امامت اور صدقات وزکوۃ کے وصول کرنے کا کام مخصوص اشخاص سے متعلق تھا، برائیوں پر روک ٹوک کرنے کے لئے اور اشخاص معین تھے، مقدمات کے فیصلہ کا کام مخصوص اشخاص سے لیا جاتا تھا، قرآن وسنت کی تعلیم اور لوگ دیتے تھے؛ لیکن خلافت کی تعریف ان تمام مقاصد کو شامل ہے، اس لئے ان اشخاص کے لئے متفرق طور پر جن اوصاف کی ضرورت ہے خلیفہ کو ان سب کا جامع ہونا چاہئے؛ لیکن ان ظاہری اوصاف کے علاوہ روحانی فضائل کے لحاظ سے خلیفہ میں پیغمبرانہ تعلیم وتاثیر کا فیضان پورے جوش کے ساتھ جاری رہتا ہے، پیغمبر جن لوگوں میں اس قسم کی روحانی استعداد دیکھتا ہے، اشارات وتلویحات کے ذریعہ ان ہی کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کرتا ہے، زمانہ کے انقلاب اور حالات کے تغیر نیا سلام کے حقیقی نصب العین کو چالیس سال کے بعد بدل دیا اور ان لوگوں کے ہاتھوں میں یہ منصب چلا گیا جو اندرونی وباطنی وروحانی حیثیت سے اس کے لائق نہ تھے؛ بلکہ ان کو صرف ظاہری طور پر ثقہ، متدین، پاکباز، پابند ارکانِ اسلام اور عالم بالکتاب والسنۃ دیکھ کر امام وخلیفہ تسلیم کرلیا گیا؛ لیکن ایک پیغمبر کی نگاہ ان ظاہری صفات کے ساتھ مخصوص روحانی فضائل وکمالات پر بھی پڑتی ہے اور ان ہی فضائل وکمالات کے لحاظ سے قرآن وحدیث میں ایسے مخصوص اشارات پائے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت کاملہ کا حقیقی مستحق صرف صحابہ رضی اللہ عنہم کا گروہ تھا؛ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل دیکھے تو ان میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو سب سے بہتر پایا، اس لئے اس کو چن لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کے بعد اپنے بندوں کے دل دیکھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہ کے دل کو سب سے بہتر پایا اس لئے ان کو اپنا وزیر بنالیا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی حفاظت کے لئے جنگ کرتے ہیں۔

لیکن یہ ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا پورا گروہ خلیفہ نہیں ہوسکتا تھا، اس لئے خود اس گروہ میں ایسے مخصوص قیود اوصاف کا

اضافہ کیا گیا جس سے خلافت کا مفہوم خدا اور رسول کے منشاء کے مطابق محدود ہو کر بالکل مکمل ہو جائے اور جن لوگوں میں یہ اوصاف موجود ہوں ان کی نسبت یہ اطمینان حاصل ہو سکے کہ وہ خلافت کو صحیح اصول پر چلائیں گے؛ چنانچہ قرآن وحدیث کے اشارات وتلویحات سے خلافت کے مفہوم کی تکمیل کے لئے جن مخصوص اوصاف کی ضرورت ہے وہ یہ ہیں:

خلیفہ مہاجرین اول میں سے ہو، صلح حدیبیہ اور دوسرے اہم غزوات مثلاً بدر وتبوک میں شامل اور سورہ نور کے اترنے کے وقت موجود رہا ہو! چنانچہ خداوند تعالیٰ مہاجرین اول کے متعلق فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ

وہ لوگ جن کو ہم اگر زمین میں جگہ دیدیں گے تو یہ لوگ نماز قائم کریں گے زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔ (الحج)

اور یہ تمام چیزیں مقاصدِ خلافت میں شامل ہیں، شرکائے صلح حدیبیہ کی نسبت ارشاد ہوتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ۔ (الفتح)

محمد رسول اللہ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں۔

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس گروہ کے ذریعہ سے اعلاء کلمۃ اللہ ہوگا جو خلافت کا سب سے بڑا مقصد ہے، جو لوگ سورہ نور کے اترنے کے وقت موجود تھے ان کی نسبت ارشاد ہوتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ۔ (نور)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ ان کو زمین کا خلیفہ بنائیگا جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنا چکا ہے جو ان سے پہلے تھے اور ان کے اس دین کو جو ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوط کر دے گا۔

اب اس آیت میں "مِنْکُمْ" کے لفظ سے وہی جماعت مراد ہے جو اس موقع پر موجود تھی اور یہ اگر عام مسلمان مراد ہوتے تو ایمان وعمل صالح کے لحاظ کے ساتھ یہ لفظ بیکار ہو جاتا، بہر حال اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مخصوص جماعت سے خدا نے خلافت کا وعدہ کیا ہے اور اس کے ذریعہ سے دین کو استحکام حاصل ہوگا، شرکائے بدر وتبوک کے فضائل میں اس قسم کی آیات واحادیث وارد ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت کے لئے جن اوصاف کی ضرورت ہے وہ ان میں موجود تھے۔

(۱) وہ مبشر بالجنہ ہیں۔

(۲) وہ امت کے طبقہ علیاء یعنی صدیقین، شہداء، صالحین، اور محدثین میں شامل ہو اور جنت میں ان کا درجہ بلند ہو۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اس کے ساتھ ایسا ہو جیسا کہ مستحق خلافت کے ساتھ ہو سکتا ہے، مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے استحقاقِ خلافت کا ذکر کیا ہو، ایسے قرائن بیان فرمائے ہوں کہ جن سے فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ سمجھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ بناتے تو اسی شخص کو بناتے جو کام نبوت سے تعلق رکھتے ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں اس سے لئے

ہوں۔

(۴) خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وعدے کیے ہوں وہ اس کی ذات سے پورے ہوں۔

(۶) اس کا قول حجت ہو۔

یہ اوصاف اگرچہ متفرق طور پر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم میں پائے جاتے تھے؛ لیکن ان کا مجموعہ صرف خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہ کی ذات تھی؛ چنانچہ ان اوصاف کو اگر بہ ترتیب پیش نظر رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے کوئی وصف ایسا نہیں ہے جو ان کی ذات میں موجود نہ تھا، یہ لوگ مہاجرین اولین میں سے تھے، صلح حدیبیہ میں شریک تھے، بدر، احد اور تبوک اور دوسرے اہم غزوات میں شریک تھے اور سورہ نور کے اترنے کے وقت موجود تھے، مبشر بالجنۃ تھے، امت کے طبقہ علیا سے تھے؛ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ایک پہاڑ پر تھے کہ ایک چٹان ہلنے لگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا ٹھہر تجھ پر صرف نبی یا صدیق یا شہید ہیں۔

ہرایک خلیفہ کے متعلق الگ الگ بھی اس قسم کی حدیثیں وارد ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ تمام امت میں نہایت بلند درجہ رکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نسبت ارشاد فرمایا کیا تم پہلے شخص نہیں ہو جو میری اُمت میں جنت میں داخل ہوگے، تم حوضِ کوثر پر میرے رفیق ہو اور غار میں میرے رفیق تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت ارشاد ہوا کہ گذشتہ امتوں میں محدثین تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہوگا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے، بہت سی آیتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوئی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس حدیث کے مصداق تھے، حضرت عثمان کی نسبت فرمایا کہ جس سے فرشتے شرماتے ہیں کیا میں اس سے نہ شرماؤں، ہر پیغمبر کے رفیق ہوتے ہیں اور جنت میں میرا رفیق عثمان رضی اللہ عنہ ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت ارشاد ہوا کہ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ میرے ساتھ تم کو وہی نسبت حاصل ہو جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ کے ساتھ تھی، کل میں یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہے اور اس کو اللہ اور اس کے رسول محبوب رکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بزرگوں کے ایسے اوصاف بیان فرمائے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہی خلافت کے حقیقی مستحق تھے؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر سب سے زیادہ رحمدل ابوبکر رضی اللہ عنہ، خدا کے بارے میں سب سے زیادہ بولنے والے عمر رضی اللہ عنہ، سب سے زیادہ حیادار عثمان رضی اللہ عنہ اور سب سے بڑے قاضی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ اگر تم لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو ان کو دنیا کا حقیر سمجھنے والا اور آخرت کا شائق پاؤ گے، اگر عمر رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو ان کو قوی امین پاؤ گے اور میرا خیال ہے کہ تم لوگ ایسا نہ کرو گے تو ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے۔

ان اوصاف کے ساتھ جو کام منصب نبوت سے تعلق رکھتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ان سے وہ کام لئے

مثلاً ابوبکر رضی اللہ عنہ کو متعدد مواقع پر اپنی جگہ امام بنایا ہے اور امیر الحج مقرر فرمایا ہے، مسلمانوں کے معاملہ میں ہمیشہ شیخین سے مشورے کئے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بعض غزوات کا امیر بنایا ہے اور صدقات مدینہ کا عامل مقرر فرمایا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے صلح حدیبیہ کے زمانہ میں سفیر کا کام لیا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یمن کا قاضی مقرر کر کے بھیجا ہے۔

خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وعدہ کئے تھے وہ ان کے زمانے میں پورے ہوئے، مثلاً اقامت صلوٰۃ، ایتائے زکوٰۃ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور تمکین وتقویت دین سے وہ وعدے پورے ہوئے جو آیت "اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ" (الحج) اور "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ" (النور) میں کئے گئے تھے، اسلام کے مقابل میں یہودیت نصرانیت اور مجوسیت کے مغلوب ہوجانے سے، لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (الانفال) کی بشارت پوری ہوئی اور فتوحات کی کثرت نے "مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ (الفتح) کی موعودہ خیر وبرکت کو پورا کیا، آیہ من یرتد منکم میں مرتدین کی جنگ کی طرف جو اشارہ ہے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (القیامہ) میں کتابی شکل میں قرآن مجید کی تدوین کی طرف جو اشارہ ہے اس کی تکمیل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے ہوئی قتال خوارج کی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ اگر میں ان کو پاتا تو عاد کی طرح قتل کر ڈالتا اور ان کی جنگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں ہوئی۔

امور دین میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح کے مطابق ان کا قول وفعل حجت تھا؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ کی سنت اتباع فرض ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے بعد کے لوگوں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید کرو۔

غرض اس قسم کے بے شمار فضائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا اور رسول کی مرضی کے مطابق خلافت کے حقیقی مستحق اور اس کی تعریف کا صحیح مصداق صرف خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے کارنامہ ہائے زندگی بھی جو اس کتاب میں مذکور ہیں، اس کی تصدیق کریں گے۔

4632 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ مُحَمَّدٌ كَتَبْتُهُ مِنْ كِتَابِهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أَرَى اللَّيْلَةَ ظُلَّةً يَنْطِفُ مِنْهَا السَّمْنُ وَالْعَسَلُ فَأَرَى النَّاسَ يَتَكَفَّفُونَ بِأَيْدِيهِمْ فَالْمُسْتَكْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ وَأَرَى سَبَبًا وَاصِلًا مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ فَأَرَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخَذْتَ بِهِ فَعَلَوْتَ بِهِ ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَعَلَا بِهِ ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَعَلَا بِهِ ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَانْقَطَعَ ثُمَّ وُصِلَ فَعَلَا بِهِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ بِأَبِي وَأُمِّي لَتَدَعَنِّي فَلَأَعْبُرَنَّهَا فَقَالَ اعْبُرْهَا قَالَ أَمَّا الظُّلَّةُ فَظُلَّةُ الْإِسْلَامِ وَأَمَّا مَا يَنْطِفُ مِنَ السَّمْنِ وَالْعَسَلِ فَهُوَ الْقُرْآنُ لِينُهُ وَحَلَاوَتُهُ وَأَمَّا الْمُسْتَكْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ فَهُوَ الْمُسْتَكْثِرُ مِنَ الْقُرْآنِ وَالْمُسْتَقِلُّ مِنْهُ وَأَمَّا السَّبَبُ الْوَاصِلُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ

فَهُوَ الْحَقُّ الَّذِیْ اَنْتَ عَلَیْهِ تَاْخُذُ بِهٖ فَیُعْلِیكَ اللّٰهُ ثُمَّ یَاْخُذُ بِهٖ بَعْدَكَ رَجُلٌ فَیَعْلُوْ بِهٖ ثُمَّ یَاْخُذُ بِهٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَیَعْلُوْ بِهٖ ثُمَّ یَاْخُذُ بِهٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَیَنْقَطِعُ ثُمَّ یُوْصَلُ لَهٗ فَیَعْلُوْ بِهٖ اَیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَتُحَدِّثَنِّیْ اَصَبْتُ اَمْ اَخْطَاْتُ فَقَالَ اَصَبْتَ بَعْضًا وَّاَخْطَاْتَ بَعْضًا فَقَالَ اَقْسَمْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَتُحَدِّثَنِّیْ مَا الَّذِیْ اَخْطَاْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْسِمْ

❖❖ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: میں نے گزشتہ رات خواب میں ایک بادل دیکھا جس میں سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے میں نے لوگوں کو دیکھا وہ اسے اپنے ہاتھوں میں لے رہے ہیں۔ کچھ لوگ زیادہ لے رہے ہیں کچھ لوگ کم لے رہے ہیں۔ پھر میں نے ایک رسی دیکھی جو آسمان سے لے کر زمین تک آئی ہوئی تھی۔ پھر میں نے آپ کو دیکھا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے اسے تھاما اور اس کے ذریعے اوپر چڑھ گئے۔ پھر ایک اور شخص نے اسے تھاما اور وہ بھی اوپر چڑھ گیا۔ پھر ایک اور شخص نے اسے تھاما اور وہ بھی اوپر چڑھ گیا۔ پھر ایک اور شخص نے اسے پکڑا تو وہ ٹوٹ گئی۔ پھر وہ جڑ گئی تو وہ بھی اس کے ذریعے اوپر چلا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھے موقع دیجئے کہ میں اس کی تعبیر بیان کروں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم اس کی تعبیر بیان کرو۔ انہوں نے عرض کی: اس بادل سے مراد اسلام کا بادل ہے اور اس شہد اور گھی ٹپکنے سے مراد قرآن ہے اس کی نرمی اور اس کی حلاوت ہے اور زیادہ اور کم وصول کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کو زیادہ حاصل کرتے ہیں اور جو اسے کم حاصل کرتے ہیں اور آسمان اور زمین کے درمیان لٹکی ہوئی رسی سے مراد وہ حق ہے جس پر آپ گامزن ہیں۔ آپ نے اسے حاصل کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سربلندی عطا کی۔ پھر آپ کے بعد اسے ایک اور شخص نے حاصل کیا تو وہ بھی سربلند ہوا۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ مجھے بتائیے کہ میں نے اس کی صحیح تعبیر کی ہے یا غلط کی ہے؟ آپ نے فرمایا: کچھ صحیح بیان کی ہے اور کچھ غلط بیان کی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ مجھے بتائیے کہ میں نے کیا غلطی کی ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قسم نہ دو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر کا اصل نام "عبداللہ" ہے اور ابوقحافہ عثمان کے بیٹے ہیں۔ سلسلہ نسب: عبداللہ ابن ابوقحافہ عثمان ابن عامر ابن عمرو ابن کعب ابن سعد ابن تیمم ابن مرہ جو ساتویں پشت میں جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب سے مل جاتا ہے حضرت ابوبکر وہ پہلے مرد ہیں جنہوں نے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور ایمان واسلام سے مشرف ہوئے۔ حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا غزوہ اور اہم واقعہ نہیں ہے جس میں ان کی شرکت، رفاقت اور ہمراہی کا شرف حاصل نہ ہوا ہو، یہ واحد شخص ہیں جو نہ تو اپنے زمانہ جاہلیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا رہے اور نہ زمانہ اسلام میں کبھی جدا ہوئے۔ جو خود بھی صحابی ہو اس کے ماں باپ بھی صحابی ہوں۔ اس کی اولاد بھی صحابی ہو اور اولاد کی اولاد بھی صحابی ہو، یہ عظیم تر خصوصیت اگر کسی صحابی کو حاصل ہے تو وہ صرف حضرت ابوبکر صدیق ہیں، حضرت ابوبکر نہ صرف سیرت اور باطن کے اعتبار سے تمام صحابہ میں سے

مثال تھے بلکہ ان کا سراپا اور ظاہری جمال بھی مثالی تھا۔ سفید رنگت ہلکا جسم، ابھری ہوئی پیشانی، خفیف رخسارے اور خوبصورت آنکھیں، ان سب نے ملکر ان کی شخصیت کو بڑی دل آویز اور پرکشش بنا دیا تھا۔ واقعہ فیل کے دو سال چار ماہ اور کچھ روز بعد مکہ شریف میں پیدا ہوئے اور جمادی الثانی ۱۳ھ کی بائیسویں تاریخ (یا آٹھویں) کو منگل کے دن مغرب وعشاء کے درمیان بعمر ۶۳ سال مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت ابوبکر نے وصیت کی تھی کہ میری میت کو میری بیوی اسما بنت عمیس غسل دیں چنانچہ حضرت اسماء نے آپ کو غسل دیا اور حضرت عمر فاروق نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ دو سال چار ماہ آپ کی خلافت رہی، صحابہ اور تابعین کی بہت بڑی تعداد کو آپ سے روایت حدیث کا شرف حاصل ہے۔ لیکن رحلت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ تھوڑے دن زندہ رہے۔ اس کی وجہ سے آپ کی روایتوں کی تعداد بہت قلیل ہے۔

نام ونسب، خاندان

عبداللہ نام، ابوبکر کنیت، صدیق اور عتیق لقب، والد کا نام عثمان اور کنیت ابوقحافہ، والدہ کا نام سلمٰی اور ام الخیر کنیت، والد کی طرف سے پورا سلسلہ نسب یہ ہے: عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی التیمی اور والدہ کی طرف سے سلسلہ نسب یہ ہے: ام الخیر بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ (طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث)، اس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں مرہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد

ابوقحافہ عثمان بن عامر شرفائے مکہ میں سے تھے اور نہایت معمر تھے، ابتداء جیسا کہ بوڑھوں کا قاعدہ ہے، وہ اسلام کی تحریک کو بازیچہ اطفال سمجھتے تھے؛ چنانچہ حضرت عبداللہ کا بیان ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی ہے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آیا، وہاں ابوقحافہ موجود تھے، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس طرف سے گزرتے ہوئے دیکھ کر نہایت برہمی سے کہا کہ ان بچوں نے میرے لڑکے کو بھی خراب کر دیا۔ (الاصابہ)

ابوقحافہ فتح مکہ تک نہایت استقلال کے ساتھ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے، فتح مکہ کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے وہ اپنے فرزند سعید حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ضعف پیری کو دیکھ کر فرمایا کہ انہیں کیوں تکلیف دی، میں خود ان کے پاس پہنچ جاتا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت سے ان کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور کلمات طیبات تلقین کر کے مشرف باسلام فرمایا، حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے بڑی عمر پائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے فرزند ارجمند حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد بھی کچھ دنوں تک زندہ رہے، آخر عمر میں بہت ضعیف ہو گئے تھے، آنکھوں کی بصارت جاتی رہی تھی۔ (اصابہ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی والدہ

حضرت ام الخیر سلمٰی بنت صخر کو ابتداہی میں حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا، ان سے پہلے صرف انتالیس اصحاب مسلمان ہوئے تھے، یہ قلیل جماعت باعلان اپنے اسلام کا اظہار نہیں کر سکتی تھی اور نہ مشرکین وکفار کو بیانگ دہل

دین مبین کی دعوت دے سکتی تھی؛ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مذہبی جوش اس بے بسی پر نہایت مضطرب تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے ایک روز نہایت اصرار کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر مجمع عام میں شریعت حقہ کے فضائل ومحامد پر تقریر کی اور کفار ومشرکین کو شرک وبت پرستی چھوڑ کر اسلام قبول کر لینے کی دعوت دی، کفار ومشرکین جن کے کان کبھی ان الفاظ سے مانوس نہ تھے نہایت برہم ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہایت بے رحمی اور خدانا ترسی کے ساتھ اس قدر مارا کہ بالآخر بنی تیم کو باوجود مشرک ہونیکے اپنے قبیلہ کے ایک فرد کو اس حال میں دیکھ کر ترس آگیا اور انہوں نے عام مشرکین کے پنجہ ظلم سے چھڑا کر ان کو مکان تک پہنچادیا، شب کے وقت بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ باوجود درد اور تکلیف کے اپنے والد اور خاندانی اعزہ کو اسلام کی دعوت دیتے رہے، صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ دریافت کر کے اپنی والدہ کے ساتھ ارقم بن ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان میں آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور وہ مشرف باسلام ہوگئیں۔ (الاصابہ)

حضرت ام الخیر رضی اللہ عنہ نے بھی طویل عمر پائی چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت تک زندہ رہیں؛ لیکن اپنے شوہر سے پہلے وفات پائی۔ (ایضاً بحوالہ طبرانی)

قبل اسلام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام سے قبل ایک متمول تاجر کی حیثیت رکھتے تھے اور ان کی دیانت، راستبازی اور امانت کا خاص شہرہ تھا اہل مکہ انکو علم تجربہ اور حسن خلق کے باعث نہایت معزز سمجھتے تھے، ایام جاہلیت میں خوں بہا کا مال آپ ہی کے ہاں جمع ہوتا تھا، اگر کبھی کسی دوسرے شخص کے یہاں جمع ہوتا تو قریش اس کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ (کنز العمال)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایام جاہلیت میں بھی شراب سے ویسی ہی نفرت تھی جیسی زمانہ اسلام میں، اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ شراب نوشی میں نقصان آبرو ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچپن ہی سے ان کو خاص انس اور خلوص تھا اور آپ کے حلقہ احباب میں داخل تھے، اکثر تجارت کے سفروں میں بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوتا تھا۔

اسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خلعت نبوت عطا ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخفی طور پر احباب مخلصین اور محرمان راز کے سامنے اس حقیقت کو ظاہر فرمایا تو مردوں میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا، بعض ارباب سیر نے ان کے قبول اسلام کے متعلق بہت سے طویل قصے نقل کیے ہیں؛ لیکن یہ سب حقیقت سے دور ہیں، اصل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا آئینہ دل پہلے سے صاف تھا، فقط خورشید حقیقت کی عکس افگنی کی دیر تھی، گذشتہ صحبتوں کے تجربوں نے نبوت کیخط وخال کو اس طرح واضح کر دیا تھا کہ معرفت حق کے لئے کوئی انتظار باقی نہ رہا، البتہ ان کے اول مسلمان ہونے میں بعض مورخین اور اہل آثار نے کلام کیا ہے، بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اسلام سب سے مقدم

ہے، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اولیت کا فخر حاصل ہے اور بعض کا خیال ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے؛ لیکن اس کے مقابلہ میں ایسے اخبار وآثار بھی بکثرت موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اولیت کا طغرائے شرف وامتیاز صرف اسی ذات گرامی کے لئے مخصوص ہے، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ایک قصیدہ سے بھی اسی خیال کی تائید ہوتی ہے:

اذا تذ کرۃ شجوا من اخی ثقۃ — فاذ کر اخاک ابابکر بما فعلا

جب تمہیں کسی سچے بھائی کا غم آوے — تو اپنے بھائی ابوبکر کو یاد کرو انکے کارناموں کی بنا پر

خیر البریۃ اتقاھا واعدلھا — بعد النبی واوفاھا بما حملا

وہ تمام مخلوق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تقویٰ اور عدل کے لحاظ سے بہتر تھے اور انہوں نے جو کچھ اٹھایا اس کو پورا کر کے چھوڑا۔

والثانی التالی المحمود مشھدہ — واول الناس منھم صدق الرسلا

وہی ثانی اور آپ کے بعد متصل ہیں جن کی مشکلات میں موجودگی کی تعریف کی گئی اور وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسولوں کی تصدیق کی ہے۔

محققین نے ان مختلف احادیث وآثار میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ عورتوں میں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بچوں میں، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غلاموں میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آزاد اور بالغ مردوں میں سب سے اول مومن ہیں۔ (فتح الباری)

اشاعت اسلام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہونے کے ساتھ ہی دین حنیف کی نشر واشاعت کے لئے جدوجہد شروع کر دی اور صرف آپ کی دعوت پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جو معدن اسلام کے سب سے تاباں ودرخشاں جواہر ہیں مشرف باسلام ہوئے، حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ بھی آپ ہی کی ہدایت سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، یہ وہ اکابر صحابہ ہیں جو آسمان اسلام کے اختر ہائے تاباں ہیں؛ لیکن ان ستاروں کا مرکز شمسی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق ہی کی ذات تھی، اعلانیہ دعوت کے علاوہ ان کا مخفی روحانی اثر بھی سعید روحوں کو اسلام کی طرف مائل کرتا تھا؛ چنانچہ اپنے صحن خانہ میں ایک چھوٹی سی مسجد بنائی تھی اور اس میں نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نہایت رقیق القلب تھے قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے لوگ آپ کے گریہ وبکا کو دیکھ کر جمع ہوجاتے اور اس پر اثر منظر سے نہایت متاثر ہوتے۔ (بخاری باب الہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ)

مکہ کی زندگی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد کفار کی ایذارسانی کے باوجود تیرہ برس تک مکہ میں تبلیغ ودعوت کا سلسلہ جاری رکھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس بے بسی کی زندگی میں جان، مال، رائے ومشورہ، غرض ہر حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ سلم کے دست وبازو اور رنج وراحت میں شریک رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ صبح وشام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جاتے اور دیر تک مجلس راز قائم رہتی۔(ایضاً) قبائل عرب اور عام مجمعوں میں تبلیغ وہدایت کے لئے جاتے تو یہ بھی ہمرکاب ہوتے اور نسب دانی اور کثرت ملاقات کے باعث لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کراتے۔

(کنز العمال ج: فضائل ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ)

مکہ میں ابتداء جن لوگوں نے داعی توحید کو لبیک کہا ان میں کثیر تعداد غلاموں اور لونڈیوں کی تھی جو اپنے مشرک آقاوں کے پنجہ ظلم وستم میں گرفتار ہونے کے باعث طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان مظلوم بندگان توحید کو ان کے جفاکار مالکوں سے خرید کر آزاد کردیا؛ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، نذیرہ رضی اللہ عنہ، نہدیہ رضی اللہ عنہ، جاریہ رضی اللہ عنہ، بنی موئل رضی اللہ عنہ اور بنت نہدیہ وغیرہ نے اسی صدیقی جود وکرم کے ذریعہ سے نجات پائی۔

کفار جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دست تعدی دراز کرتے تو یہ مخلص جانثار خطرہ میں پڑ کر خود سینہ سپر ہوجاتا، ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں تقریر فرمارہے تھے مشرکین اس تقریر سے سخت برہم ہوئے اور اس قدر مارا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہوگئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر کہا خدا تم سے سمجھے کیا تم صرف ان کو اس لئے قتل کردوگے کہ ایک خدا کا نام لیتے ہیں (فتح الباری)، اسی طرح ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی حالت میں عقبہ بن معیط نے اپنی چادر سے گلوئے مبارک میں پھندا ڈال دیا، اس وقت اتفاقاً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہنچ گئے اور اس ناہنجار کی گردن پکڑ کر خیر الانام علیہ السلام سے علیحدہ کیا اور فرمایا کیا تم اس کو قتل کردوگے جو تمہارے پاس خدا کی نشانیاں لایا اور کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

(بخاری باب مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ من المشرکین بمکہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں رشتہ مصاہرت مکہ ہی میں قائم ہوا یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں؛ لیکن رخصتی ہجرت کے دوسال بعد ہوئی۔

ہجرت حبشہ کا قصد اور واپسی

ابتداء مشرکین قریش نے مسلمانوں کی قلیل جماعت کو چنداں اہمیت نہ دی؛ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ روز بروز ان کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اور اسلام کا حلقہ اثر وسیع ہوتا جاتا ہے تو نہایت سختی سے انہوں نے اس تحریک کا سدباب کرنا چاہا، ایذا اور تکلیف رسانی کی تمام ممکن صورتیں عمل میں لانے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے جانثاروں کو ان مصائب میں مبتلا پایا تو ستم زدوں کو حبش کی طرف ہجرت کی اجازت دی اور بہت سے مسلمان حبش کی طرف روانہ ہوگئے، حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ بھی باوجود وجاہت ذاتی اور اعزاز خاندانی کے اس دار وگیر سے محفوظ نہ تھے؛ چنانچہ جب حضرت طلحہ بن عبداللہ ان کی تبلیغ سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے چچا نوفل بن خویلد نے ان دونوں کو ایک ساتھ باندھ کر مارا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خاندان نے کچھ حمایت نہ کی (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث: یہ واقدی کی روایت ہے) ان اذیتوں سے مجبور ہوکر آپ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لی اور رخت سفر باندھ کر عازم حبش ہوئے، جب مقام برک الغماد میں پہنچے تو ابن الدغنہ رئیس قارہ سے ملاقات ہوئی، اس نے پوچھا ابوبکر کہاں کا قصد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ قوم نے مجھے جلاوطن کر دیا ہے، اب ارادہ ہے کہ کسی اور ملک کو چلا جاؤں اور آزادی سے خدا کی عبادت کروں، ابن الدغنہ نے کہا کہ تم سا آدمی جلاوطن نہیں کیا جاسکتا تم مفلس وبینوا کی دست گیری کرتے ہو، قرابت داروں کا خیال رکھتے ہو، مہمان نوازی کرتے ہو، مصیبت زدوں کی اعانت کرتے ہو، میرے ساتھ واپس چلو اور اپنے وطن ہی میں اپنے خدا کی عبادت کرو؛ چنانچہ آپ ابن الدغنہ کے ساتھ پھر مکہ واپس آئے ابن الدغنہ نے قریش میں پھر کر اعلان کر دیا کہ آج سے ابوبکر رضی اللہ عنہ میری امان میں ہیں، ایسے شخص کو جلاوطن نہ کرنا چاہئے جو محتاجوں کی خبر گیری کرتا ہے، قرابت داروں کا خیال رکھتا ہے، مہمان نوازی کرتا ہے اور مصائب میں لوگوں کے کام آتا ہے، قریش نے ابن الدغنہ کی امان کو تسلیم کیا؛ لیکن فرمائش کی کہ ابوبکر کو سمجھا دو کہ وہ جب اور جس طرح جی چاہے اپنے گھر میں نمازیں پڑھے اور قرآن کی تلاوت کریں؛ لیکن گھر سے باہر نمازیں پڑھنے کی ان کو اجازت نہیں مگر جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عبادت الٰہی کے لئے اپنے صحن خانہ میں ایک مسجد بنالی تھی، کفار کو اس پر بھی اعتراض ہوا، انہوں نے ابن الدغنہ کو خبر دی کہ ہم نے تمہاری ذمہ داری پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے مکان میں چھپ کر اپنے مذہبی فرائض ادا کریں، لیکن اب وہ صحن خانہ میں مسجد بنا کر اعلان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، اس سے ہم کو خوف ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے متاثر ہوکر اپنے آبائی مذہب سے بدعقیدہ نہ ہوجائیں، اس لئے تم انہیں مطلع کردو کہ اس سے باز آجائیں ورنہ تم کو ذمہ داری سے بری سمجھیں، ابن الدغنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا کر کہا، تم جانتے ہو کہ میں نے کس شرط پر تمہاری حفاظت کا ذمہ لیا ہے، اس لئے یا تو تم اس پر قائم رہو یا مجھے ذمہ داری سے بری سمجھو، میں نہیں چاہتا کہ عرب میں مشہور ہو کہ میں نے کسی کے ساتھ بدعہدی کی، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہایت استغنا کے ساتھ جواب دیا کہ مجھے تمہاری پناہ کی حاجت نہیں میرے لئے خدا اور اسکے رسول کی پناہ کافی ہے۔ (بخاری جلد اول باب ہجرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ)

ہجرت مدینہ اور خدمت رسول

کفار ومشرکین کا دست ستم روز بروز زیادہ دراز ہوتا گیا تو آپ نے پھر دوبارہ ہجرت کا قصد فرمایا اس وقت تک مدینہ کی سرزمین نور اسلام سے منور ہو چکی تھی اور ستم رسیدہ مسلمانوں کو نہایت خلوص ومحبت کے ساتھ اپنے دامن میں پناہ دے رہی تھی، اس لئے اس دفعہ آپ نے مدینہ کو اپنی منزل قرار دیا اور ہجرت کی تیاری شروع کردی، لیکن بارگاہ نبوت سے یہ حکم ہوا کہ ابھی عجلت سے کام نہ کرو، امید ہے کہ خدائے پاک کی طرف سے مجھے بھی ہجرت کا حکم ہوگا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہایت تعجب سے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا آپ کو بھی ہجرت کا حکم ہوگا؟ ارشاد ہوا "ہاں" عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ہمراہی کا شرف

نصیب ہو،" فرمایاہاں! تم ساتھ چلوگے" اس بشارت کے بعد ارادہ ملتوی کردیا اور چار ماہ تک منتظر رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً صبح وشام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لایا کرتے تھے، ایک روز منہ کو چھپائے ہوئے خلاف معمول ناوقت تشریف لائے اور فرمایا کہ کوئی ہوتو ہٹادو میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ گھر والوں کے سوااور کوئی نہیں ہے، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے ہجرت کا حکم ہوگیا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پھر ہمراہی کی تمنا ظاہر کی، ارشاد ہواہاں تیار ہوجاؤ وہ تو چار مہینے سے اسی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، فوراً تیار ہوگئے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہ نے جلدی جلدی رخت سفر درست کیا، حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کو توشہ دان باندھنے کے لئے کوئی چیز نہیں ملی تو انہوں نے اپنا کمر بند پھاڑ کر باندھا اور دربار نبوت سے ذات النطاقین کا خطاب پایا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی سے دو اونٹ تیار کرلئے تھے، ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور ایک پر خود سوار ہوئے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم وصدیق رضی اللہ عنہ کا مختصر قافلہ راہی مدینہ ہوا۔ (بخاری جلد باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحاب الی المدینۃ)

اس قافلہ کی پہلی منزل غار ثور تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غار میں پہلے داخل ہوکر اس کو درست کیا، جو سوراخ اور پھٹ نظر آئے ان کو بند کیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر تشریف لانے کے لئے عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں داخل ہوئے اور اپنے رفیق مونس کے زانو پر سر مبارک رکھ کر مشغول استراحت ہوگئے، اتفاقاً اسی حالت میں ایک سوراخ سے جو بند ہونے سے رہ گیا تھا ایک زہریلے سانپ نے سر نکالا، لیکن اس خادم جاں نثار نے اپنے آقا کی راحت میں خلل انداز ہونا گوارہ نہ کیا اور خود اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اس پر پاؤں رکھ دیا، سانپ نے کاٹ لیا زہر اثر کرنے لگا درد وکرب کے باعث آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے؛ لیکن اس وفا شعار رفیق نے اپنے جسم کو حرکت نہ دی کہ اس سے خواب راحت میں خلل اندازی ہوگی، اتفاقاً آنسو کا ایک قطرہ ڈھلک کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر ٹپکا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوگئے اور اپنے مخلص غمگسار کو بے چین دیکھ کر فرمایا ابوبکر کیا ہے؟ عرض کیا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں، سانپ نے کاٹ لیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اس مقام پر اپنا لعاب دہن لگادیا، اس تریاق سے زہر کا اثر دور ہوگیا۔ (زرقانی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ہدایت کردی تھی کہ دن کو مکہ میں جو واقعات پیش آئیں رات کو ہمارے پاس آکر ان کی اطلاع کرتے رہنا، اسی طرح اپنے غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ مکہ کی چراگاہ میں بکریاں چرائیں اور رات کے وقت غار کے پاس لے آئیں، چنانچہ صبح کے وقت جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ واپس آتے تو حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ ان کے نشان قدم پر بکریاں لائے تاکہ نشان مٹ جائے اور کسی کو شبہ نہ ہو، رات کے وقت انہی بکریوں کا تازہ دودھ غذا کے کام آتا غرض تین دن اور تین راتیں اسی حالت میں بسر ہوئیں اور یہ تمام کاروائی اس احتیاط سے عمل میں آتی تھی کہ قریش کو ذرا بھی شبہ نہ ہوا۔

اس عرصہ میں کفار بھی اپنی کوششوں سے غافل نہ تھے جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی ہے اسی روز قریش

کی مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا فتویٰ صادر ہو چکا تھا اور تمام ضروری تدبیریں عمل میں آ چکی تھیں؛ چنانچہ ابو جہل وغیرہ نے اس روز رات بھر کاشانہ اقدس کا محاصرہ رکھا؛ لیکن جب وقت معین پر خواب گاہ میں داخل ہوئے تو وہ گوہر مقصود سے خالی تھا، وہاں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دولت کدہ پر گئے اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہ سے ان کے والد کو دریافت کیا، انہوں نے لاعلمی ظاہر کی تو ابو جہل نے غضبناک ہو کر زور سے ایک طمانچہ مارا اور اسے یقین ہو گیا کہ یہ دونوں ایک ساتھ یہاں سے روانہ ہو گئے۔ (سیرت ابن ہشام)

قریش اپنی ناکامی پر سخت برہم ہوئے، اسی وقت اعلان کیا گیا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے؛ چنانچہ متعدد بہادروں نے مذہبی جوش اور انعام کی طمع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش شروع کی، مکہ کے اطراف میں کوئی آبادی، ویرانہ، جنگل اور پہاڑیاں، سنسان میدان ایسا نہ ہوگا جس کا جائزہ نہ لیا گیا ہو، یہاں تک کہ ایک جماعت غار کے پاس پہنچی، اسوقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہایت اضطراب ہوا اور حزن و یاس کے عالم میں بولے "اگر وہ ذرا بھی نیچے کی طرف نگاہ کریں گے تو ہم دیکھ لئے جائیں گے" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تشفی دی اور فرمایا مایوس وغمزدہ نہ ہوں، ہم صرف دو نہیں ہیں، ایک تیسرا (یعنی خدا) بھی ہمارے ساتھ ہے (مسلم فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ)، اس تشفی آمیز فقرہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطمینان ہو گیا اور ان کا مضطرب دل امداد غیبی کے تیقن پر لازوال جرات واستقلال سے مملو ہو گیا، خدا کی قدرت کہ کفار جو تلاش کرتے ہوئے اس غار تک پہنچے تھے، ان کو مطلق محسوس نہ ہوا کہ ان کا گوہر مقصود اسی کان میں پنہاں ہے اور وہ ناکام واپس چلے گئے۔

چوتھے روز یہ کارواں آگے روانہ ہوا، اب اس میں بجائے دو کے چار آدمی تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو راستہ کی خدمات کے لئے پیچھے بٹھالیا ہے، عبد بن اریقط آگے آگے راستہ بتاتا جاتا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مہبط وحی والہام کی حفاظت کے لئے کبھی آگے بڑھ جاتے ہیں اور کبھی پیچھے ہو جاتے ہیں، اسی اثنا میں سراقہ بن جعشم قریش کا ہرکارہ گھوڑا اڑاتا ہوا قریب پہنچ گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خوفزدہ ہو کر کہا "یارسول اللہ! یہ سوار قریب پہنچ گیا" ارشاد ہوا، غمگین نہ ہو، خدا ہمارے ساتھ ہے" بارگاہ رب العالمین میں دعا کی، اس کا اثر یہ ہوا کہ سراقہ کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے، اتر کر پانسہ پھینک کر فال نکالی، جواب آیا کہ اس تعاقب سے دستبردار ہو جاؤ نہ مانا، پھر آگے بڑھا، پھر وہی واقعہ پیش آیا، مجبور ہو کر امان طلب کی اور واپس آ گیا۔ (بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہایت کثیر الاحباب تھے راہ میں بہت سے ایسے شناسا ملے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے نہ تھے وہ پوچھتے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ آپ گول مول جواب دیتے کہ یہ ہمارے رہنما ہیں غرض اس طرح پہلی منزل ختم ہوئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک سایہ دار چٹان کے نیچے فرش درست کر کے اپنے محبوب آقا کے لئے استراحت کا سامان بہم پہنچایا اور خود کھانے کی تلاش میں نکلے، اتفاق سے ایک گڈریا اسی چٹان کی طرف آ رہا تھا اس سے پوچھا کہ یہ بکریاں کس کی ہیں؟ اس نے ایک شخص کا نام لیا پھر دریافت فرمایا کہ اس میں کوئی دودھاری بکری بھی ہے؟ اس نے کہا

ہاں: آپ نے فرمایا ہمیں دودھ دو گے؟ اس نے رضامندی ظاہر کی تو آپ نے ہدایت کی کہ پہلے تھن کو اور ہاتھوں کو گرد وغبار سے اچھی طرح صاف کرلو، اس نے حسب ہدایت وہ دودھ دوہ کر پیش کیا، آپ نے ٹھنڈا کرنے کے لئے اس میں تھوڑا سا پانی ملایا اور کپڑے سے چھان کر خدمت بابرکت میں لائے، آپ نے نوش کیا اور دوسری منزل کے لئے چل کھڑے ہوئے۔ (ایضا)

اسی طرح یہ مختصر قافلہ دشمنوں کی گھاٹیوں سے بچتا ہوا بارہویں ربیع الاول سنہ نبوت کے چودہویں سال مدینہ کے قریب پہنچا، انصار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کا حال معلوم ہو چکا تھا وہ نہایت بے چینی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا انتظار کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہر کے قریب پہنچے تو انصار استقبال کے لئے نکلے اور ہادی برحق کو حلقہ میں لے کر شہر قبا کی طرف بڑھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جلوس کو داہنی طرف مڑنے کا حکم دیا اور بنی عمرو بن عوف میں قیام پذیر ہوئے یہاں انصار جوق در جوق زیارت کے لئے آنے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی کے ساتھ تشریف فرما تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر لوگوں کا استقبال کر رہے تھے بہت سے انصار جو پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف نہیں ہوئے تھے وہ غلطی سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہونے لگے یہاں تک کہ جب آفتاب سامنے آنے لگا اور جاں نثار خادم نے بڑھ کر اپنی چادر سے آقائے نامدار پر سایہ کیا تو اس وقت خادم ومخدوم میں امتیاز ہو گیا اور لوگوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا۔

(بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ)

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں چند روز مقیم رہ کر مدینہ تشریف لائے اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان ہوئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ آئے اور حضرت خارجہ بن زید ابن ابی زہیر رضی اللہ عنہ کے مکان میں فروکش ہوئے (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث) کچھ عرصہ کے بعد آپ کے اہل وعیال بھی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ پہنچ گئے، (ایضا) لیکن مدینہ کی آب وہوا مہاجرین کے لئے نہایت ناموافق ہوئی، خصوصا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایسے شدید بخار میں مبتلا ہوئے کہ زندگی سے مایوس ہو گئے، ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حال پوچھا تو اس وقت یہ شعر وردزبان تھا۔

کل امرء مصبح فی اهله والموت ادنی من شراك نعله

ہر آدمی اس حالت میں ساتھ اپنے اہل وعیال میں صبح کرتا ہے کہ موت جوتے کے تسمہ سے بھی قریب ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ حال دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کیفیت عرض کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:

اللهم حبب الينا المدينة كحبنا مكة او اشد وصححها وبارك لنا فی صاعها ومدها وانقل حماها فاجعلها بالجحفة۔ (بخاری باب مقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ)

اے خدا تو مکہ کی طرح یا اس سے بھی زیادہ مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا کر، اسکو بیماریوں سے پاک فرما، اسکے صاع اور مد میں برکت دے اور اس کے (وبائی) بخار کو جحفہ میں منتقل کردے"

دعا مقبول ہوئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بستر مرض سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ کی ہوا مہاجرین کے لئے مکہ سے بھی

زیادہ خوش آئند ہوگئی۔

مواخات

مدینہ پہنچنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کی باہمی اجنبیت وبیگانگی دور کرنے کے لئے ایک دوسرے سے بھائی چارہ کرادیا، اس مواخابت میں طرفین کے اعزاز ومرتبہ کا خاص طور پر لحاظ کیا گیا؛ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی برادری حضرت حارثہ بن زہیر رضی اللہ عنہ سے قائم کی گئی جو مدینہ میں ایک معزز شخصیت کے آدمی تھے۔

(اسد الغابہ تذکرہ خارجہ بن زہیر رضی اللہ عنہ)

تعمیر مسجد

مدینہ اسلام کے لئے آزادی کی سرزمین تھی، فرزندان توحید جو کفار کے خوف سے ادھر ادھر منتشر ہوگئے تھے آہستہ آہستہ اس مرکز پر جمع ہونے لگے اور اب آزادی واجتماع کے ساتھ معبود حقیقی کی پرستش کا موقع حاصل ہوا، اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے تعمیر مسجد کا خیال پیدا ہوا، اس کے لئے جو زمین منتخب ہوئی وہ دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی، گو ان کے اولیاء واقرباء بلا قیمت پیش کرنے پر مصر تھے، تاہم رحمت اللعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یتیموں کا مال لینا پسند نہ فرمایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس کی قیمت دلوادی۔ (فتح الباری)

اس طرح مدینہ پہنچنے کے بعد بھی سب سے پہلی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کے ابر کرم نے اسلام کے لئے جود وسخا کی بارش کی قیمت ادا کرنے کے علاوہ یہ پیر مرد اس کی تعمیر میں بھی نوجوانوں کے دوش بدوش سرگرم کار رہا۔

غزوات ودیگر حالات

مدینہ پہنچ کر مسلمانوں کی بے بسی اور مظلومیت کا دور ختم ہو چکا تھا اور آزادی کے ساتھ دین متین کی نشر واشاعت کا وقت آگیا تھا؛ لیکن عرب کی جنگجو قوم مذہب کی حقانیت اور صداقت کو بھی تیر وتفنگ اور نوک سناں سے وابستہ سمجھی جاتی تھی اس لئے اس نے ہمیشہ علمبردار اسلام کو اپنی جنگ جوئی سے منبر وعظ وہدایت کو چھوڑ کر میدان رزم میں آنے کے لئے مجبور کیا؛ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد سے فتح مکہ تک خونریز جنگوں کا سلسلہ جاری رہا اور ان سب لڑائیوں میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک مشیر ووزیر باتدبیر کی طرح ہمیشہ شرف ہمرکابی سے مشرف رہے۔

غزوہ بدر

غزوہ بدر حق وباطل کا اول اور فیصلہ کن معرکہ تھا، خدا کا برگزیدہ پیغمبر ایک سایہ دار جگہ کے نیچے اپنی محدود جماعت کے ساتھ حق وصداقت کی حمایت میں سرگرم کارزار تھا اور وہی پیر مرد جس نے اپنے وعظ سے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، ابوعبیدہ بن الجراح اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جیسے الوالعزم اکابر صحابہ کو حلقہ بگوش اسلام بنالیا تھا نہایت جاں بازی کے ساتھ تیغ بکف اپنے ہادی کی حفاظت میں مصروف تھا، کفار ومشرکین ہر طرف سے نرغہ کرتے آتے اور یہ ایک ایک کو شجاعت خداداد سے بھگا دیتا تھا۔

(زرقانی ج ا غزوہ بدر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی کثرت دیکھ کر محزون ہوتیا اور سربسجود ہو کر خدا سے دعا فرماتے "اے خدا مجھ کو بے یارومدگار نہ چھوڑ اور اپنا عہد پورا کر، اے خدا کیا تو چاہتا ہے کہ آج سے تیری پرستش نہ ہو" اس عالم حزن ویاس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدیم مونس باوفا اور ہمدم غمگسار شمشیر برہنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں مصروف ہوتا اور تسلی اور دلدہی کے کلمات اس کی زبان پر جاری ہوتے۔ (ایضا)

اس خوفناک جنگ میں بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری سے غافل نہ ہوئے، ایک دفعہ ردائے مبارک شانہ اقدس سے گر گئی، فوراً تڑپ کر آئے اور اٹھا کر شانہ پر رکھ دی، پھر رجز پڑھتے ہوئے غنیم کی صف میں گھس گئے، درحقیقت یہی وہ وارفتگی جوش اور حب رسول کا جذبہ تھا جس نے قلت کو کثرت کے مقابلہ میں سربلند کیا۔ (فتح الباری)

اس جنگ میں مال غنیمت کے علاوہ تقریباً ستر قیدی ہاتھ آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے متعلق کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ سب قتل کر دیے جائیں؛ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ سب اپنے ہی بھائی بند ہیں اس لیے ان کے ساتھ رحم وتلطف کا برتاد کرنا چاہئے اور فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دینا چاہیے، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے پسند آئی۔ (مسلم باب امداد الملائکۃ وغزوہ بدر)

غزوہ اُحد

بدر کی شکست قریش مکہ کے دامن شجاعت پر ایک نہایت بدنما دھبہ تھا، انہوں نے جوش انتقام میں نہایت عظیم الشان تیاریاں کیں؛ چنانچہ معرکہ احد اسی جوش کا نتیجہ تھا، اس جنگ میں مجاہدین اسلام باوجود قلت تعداد پہلے غالب آئے؛ لیکن اتفاقی طور پر پانسہ پلٹ گیا، بہت سے مسلمانوں کے پائے ثبات متزلزل ہو گئے، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آخر وقت تک ثابت قدم رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سخت مجروح ہوئے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہاڑ پر لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے، ابوسفیان نے پہاڑ کے قریب آ کر پکارا کیا قوم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟ کوئی جواب نہ ملا تو اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لیا، (بخاری باب غزوہ احد) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو رئیس امت سمجھتے تھے۔

اختتام جنگ کے بعد کفار مکہ واپس ہوئے تو ایک جماعت انکے تعاقب میں روانہ کی گئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اس میں شامل تھے، (بخاری باب المغازی باب الذین استجابوا اللہ والرسول) غزوہ احد کے بعد بنونضیر کی جلاوطنی، غزوہ خندق اور جو دوسرے غزوات پیش آئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سب میں برابر کے شریک تھے۔

غزوہ مصطلق اور واقعہ افک

۶ ھ میں غزوہ بنی مصطلق پیش آیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس معرکہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، یہ مہم کامیابی کے ساتھ واپس آئی اور شب کے وقت مدینہ کے قریب تمام لشکر نے پڑاؤ ڈالا صبح کے وقت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں رفع حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئیں، واپس آئیں تو دیکھا

کر گلے کا ہار کہیں گر گیا، تلاش کرتی ہوئی پھر اس طرف چلیں، لیکن جب ڈھونڈ کر پڑاؤ پر واپس پہنچیں تو لوگ روانہ ہو چکے تھے، اسی سے غمگین وملول بیٹھ گئیں، اتفاقاً صفوان بن المعطل رضی اللہ عنہ نے جو نہایت ضعیف اور بوڑھے آدمی تھے اور عموماً کوچ کے بعد قیام گاہ کا جائزہ لے کر سب سے پیچھے روانہ ہوتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ لیا اور اونٹ پر بٹھا کر مدینہ لائے۔

منافقین کی جماعت نے جو عموماً اپنی مفسدہ پردازی فتنہ انگیزی سے اسلام میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کرتی رہتی تھی اس واقعہ کو نہایت مکروہ صورت میں مشتہر کیا، دوسری طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بارگاہ نبوت میں جو غیر معمولی رسوخ، تقرب اور اعزاز حاصل تھا، اس لئے بعض مسلمانوں کو بھی آمادہ رشک کر دیا تھا؛ چنانچہ انہوں نے بھی اس افتراء میں منافقین کی تائید کی سب سے زیادہ افسوسناک امر یہ تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک پروردہ نعمت اور عزیز مسطح بن اثاثہ جس کے دواب تک متکفل تھے اس سازش میں افترا پردازوں کا ہم آہنگ تھا۔

عزت وآبرو انسان کو دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے، اسی بنا پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے نہایت روح فرسا آزمائش تھی، لیکن خدائے پاک نے بہت جلد اس سے نجات دیدی اور وحی الہیٰ نے اس شرمناک بہتان کی اس طرح قلعی کھولی:

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۲۴:۱۱)

جن لوگوں نے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) پر تہمت لگائی وہ تمہاری ہی جماعت سے ہیں اس کو تم اپنے لئے شر نہ سمجھو؛ بلکہ وہ تمہارے لئے خیر ہے ان میں ہر شریک گناہ کو بقدر شرکت سزا ملے گی اور ان میں سے جس نے بہت زیادتی کی ہے اس پر سخت عذاب ہوگا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس برات کے بعد مسطح بن اثاثہ کی کفالت سے دستبردار ہو گئے اور فرمایا خدا کی قسم: اس فتنہ پردازی کے بعد اس کی کفالت نہیں کرسکتا، لیکن جب یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (النور: ۲۴:۲۲)

تم میں بڑے اور صاحب قدرت لوگ رشتہ داروں مساکین اور مہاجرین کو امداد نہ دینے کی قسم نہ کھائیں اور چاہئے کہ (اگلے قصور) معاف کریں اور ان سے درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو بخش دے اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحمت والا ہے"

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا "خدا کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ خدا مجھے بخش دے اور قسم کھائی کہ اب ہمیشہ اس کا کفیل رہوں گا۔ (یہ تمام تفصیل بخاری باب حدیث الافک سے ماخوذ ہے)

واقعہ حدیبیہ

اسی سال یعنی ۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو صحابہ کے ساتھ زیارت کعبہ کا عزم فرمایا جب مکہ کے قریب پہنچے تو خبر ملی کہ قریش مزاحم ہوں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ

عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ قتل وخونریزی نہیں ! بلکہ زیارت کعبہ کے قصد سے روانہ ہوئے ہیں اس لئے تشریف لے چلئے جو کوئی اس راہ میں سدِ راہ ہوگا ہم اس سے لڑیں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بسم اللہ چلو غرض آگے بڑھ کر مقام حدیبیہ میں پڑاؤ ڈالا گیا اور طرفین سے مصالحت کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی، اسی اثناء میں مشہور ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو سفیر ہوکر گئے تھے شہید ہوگئے، یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام جاں نثاروں سے جہاد کی بیعت لی، یہی وہ بیعت ہے جو تاریخ اسلام میں" بیعت رضوان" کے نام سے مشہور ہے۔ (بخاری باب غزوہ حدیبیہ)

قریش مکہ ان تیاریوں سے خوفزدہ ہوکر کچھ نرم پڑ گئے اور مصالحت کیخیال سے عروہ بن مسعود کو سفیر بنا کر بھیجا، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے ہوئے کہا" محمد! خدا کی قسم میں تمہارے ساتھ ایسے چہرے اور مخلوط آدمی دیکھتا ہوں کہ وقت پڑیگا تو وہ تم سب کو چھوڑ کر الگ ہوجائیں گے، اس جملہ نے جاں نثاران رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نشتر کا کام کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے حلیم الطبع بزرگ نے برہم ہوکر کہا کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، عروہ نے انجان بن کر پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ، اس نے مخاطب ہوکر کہا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں تمہارا زیر بار احسان نہ ہوتا تو تمہیں نہایت سخت جواب دیتا۔ (بخاری کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب)

حدیبیہ میں جو معاہدہ طے پایا وہ بظاہر کفار کے حق میں زیادہ مفید تھا، اس بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہایت اضطراب ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کفار سے اس قدر دب کر کیوں صلح کی جاتی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ محرم اسرار نبوت تھے، فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نافرمانی نہیں کرسکتے اور وہ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معین وناصر ہے۔ (ایضا)

اس معاہدہ کے باعث قریش مکہ سے کچھ اطمینان ہوا تو ۷ھ میں خیبر پر فوج کشی ہوئی پہلے حضرت ابوبکر صدیق سپہ سالار تھے؛ لیکن درحقیقت یہ کارنامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے مقدر ہوچکا تھا؛ چنانچہ خیبر ان ہی کے ہاتھ مفتوح ہوا (بخاری باب مناقب علی بن ابی طالب) اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسی سال ماہ شعبان میں بنی کلاب کی سرکوبی کے لئے مامور ہوئے، (زرقانی) وہاں سے کامیابی کے ساتھ واپس آئے تو بنوفزارہ کی تنبیہ کے لئے ایک جماعت کے ساتھ روانہ کئے گئے اور بہت سے قیدی اور مال غنیمت کے ساتھ واپس آئے۔ (مسلم باب التنفیل وفداء المسلمین بالاساری)

قریش مکہ کی عہد شکنی کے باعث ۸ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار کی جماعت سے مکہ کا قصد فرمایا اور فاتحانہ جاہ وجلال سے مکہ میں داخل ہوئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ہمراہ تھے، مکہ پہنچ کر اپنے والد ابوقحافہ عثمان بن عامر کو دربار نبوت میں پیش کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت کے ساتھ ان کے سینہ پر ہاتھ پھیر کر نور ایمان سے مشرف فرمایا۔

(اصابہ تذکرہ ابوقحافہ عثمان بن عامر)

مکہ سے واپسی کے وقت بنوہوازن سے جنگ ہوئی جو عموماً غزوہ حنین کے نام سے مشہور ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس میں بھی ثابت قدم اصحاب کی صف میں شامل تھے، یہاں سے بڑھ کر طائف کا محاصرہ ہوا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فرزند

حضرت عبداللہ اسی محاصرہ میں عبداللہ بن محجن ثقفی کے تیر سے زخمی ہوئے اور آخرکار یہی زخم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اوائل خلافت میں ان کی شہادت کا باعث ہوا۔ (اسد الغابہ تذکرہ عبداللہ بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ)

۹ھ میں افواہ پھیلی کہ قیصر روم عرب پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے چونکہ مسلسل جنگوں کے باعث یہ نہایت عسرت و تنگ حالی کا زمانہ تھا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی تیاریوں کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے حسب حیثیت اس میں شرکت کی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دولتمند تھے اس لئے بہت کچھ دیا؛ لیکن اس موقع پر بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا امتیاز قائم رہا، گھر کا سارا اثاثہ لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تم نے اپنے اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ عرض کیا ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے،

(ابوداود کتاب الزکوٰۃ: مطبوعہ مصر)

غرض اس سرمایہ سے ایک عظیم الشان فوج تیار ہوگئی اور حدود شام کی طرف بڑھی؛ لیکن تبوک پہنچ کر معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی اس لئے سب لوگ واپس آگئے۔ (طبقات ابن سعد حصہ مغازی)

امارت حج

اسی سال یعنی ۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امارت حج کے منصب پر مامور فرمایا اور ہدایت کی کہ منی کے عظیم الشان اجتماع میں اعلان کردیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی برہنہ شخص خانہ کعبہ کا طواف کرے،

چونکہ سورہ برات اسی زمانہ میں نازل ہوئی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حج کے موقع پر اس کو سنانے کے لئے بھیجے گئے تھے اس لئے بعضوں کو یہ شک پیدا ہوگیا ہے کہ امارت حج کی خدمت بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کو تفویض کی گئی تھی؛ لیکن یہ شدید غلطی ہے کیونکہ یہ دو مختلف خدمتیں تھیں؛ چنانچہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس شرف کے تنہا مالک تھے۔ (فتح الباری)

مرض الموت اور استخلاف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ابھی صرف سوا دو برس ہوئے تھے اور اس قلیل عرصہ میں مدعیان نبوت، مرتدین اور منکرین زکوۃ کی سرکوبی کے بعد فتوحات کی ابتداء ہی ہوئی تھی کہ پیام اجل پہنچ گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ ایک دن جب کہ موسم نہایت سرد وخنک تھا، آپ نے غسل فرمایا غسل کے بعد بخار آگیا اور مسلسل پندرہ دن تک شدت کے ساتھ قائم رہا، اس اثناء میں مسجد میں تشریف لانے سے بھی معذور ہوگئے؛ چنانچہ آپ کے حکم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ امامت کی خدمت کے فرائض انجام دیتے تھے۔

مرض جب روز بروز بڑھتا گیا اور افاقہ سے مایوسی ہوتی گئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلا کر جانشینی کے متعلق مشورہ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا عمر رضی اللہ عنہ کے اہل ہونے میں کس کو شبہ

ہوسکتا ہے؛ لیکن وہ کسی قدر متشدد ہیں" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا" میرے خیال میں عمر رضی اللہ عنہ کا باطن ظاہر سے اچھا ہے" لیکن بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تشدد کے باعث پس و پیش تھی؛ چنانچہ حضرت طلحہ عیادت کے لئے آئی تو شکایت کی کہ آپ عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں، حالانکہ جب آپ کے سامنے وہ اس قدر متشدد تھے تو خدا جانے آئندہ کیا کریں گے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا" جب ان پر خلافت کا بار پڑے گا تو ان کو خود نرم ہونا پڑے گا۔" اسی طرح ایک دوسرے صحابی نے کہا، آپ عمر رضی اللہ عنہ کے تشدد سے واقف ہونے کے باوجود ان کو جانشین کرتے ہیں، ذرا سوچ لیجئے آپ خدا کے یہاں جارہے ہیں وہاں کیا جواب دیجئے گا۔" فرمایا" میں عرض کروں گا خدایا میں نے تیرے بندوں میں سے اس کو منتخب کیا ہے جو ان میں سب سے اچھا ہے۔"

غرض سب کی تشفی کردی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر عہد نامہ خلافت لکھوانا شروع کیا، ابتدائی الفاظ لکھے جاچکے تھے غش آگیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام اپنی طرف سے بڑھا دیا تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ پڑھ کر سناؤ، انہوں نے پڑھا تو بے ساختہ اللہ اکبر پکار اٹھے اور کہا خدا تمہیں جزائے خیر دے تم نے میرے دل کی بات لکھ دی، غرض عہد نامہ مرتب ہو چکا تو اپنے غلام کو دیا کہ مجمع عام میں سنادے اور خود بالا خانہ پر تشریف لے جا کر تمام حاضرین سے فرمایا کہ میں نے اپنے عزیز بھائی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا ہے؛ بلکہ اس کو منتخب کیا ہے جو تم لوگوں میں سب سے بہتر ہے، تمام حاضرین نے اس حسن انتخاب پر سمعنا وطعنا کہا، اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر نہایت مفید نصیحتیں کیں جو ان کی کامیاب خلافت کے لئے نہایت عمدہ دستور العمل ثابت ہوئیں۔

(طبقات ابن سعد قسم اول ج وصیت ابوبکر رضی اللہ عنہ)

اس فرض سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ذاتی اور خانگی امور کی طرف توجہ کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو انہوں نے مدینہ یا بحرین کے نواح میں اپنی جاگیر دیدی تھی؛ لیکن خیال آیا کہ اس سے دوسرے وارثوں کی حق تلفی ہوگی، اس لئے فرمایا" جان پدر! افلاس وامارت دونوں حالتوں میں تم مجھے سب سے زیادہ محبوب رہی ہو؛ لیکن جو جاگیر میں نے تمہیں دی ہے، کیا تم اس میں اپنے بھائی بہنوں کو شریک کرلوگی؟" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حامی بھرلی تو آپ رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے قرض کی ادائیگی کے لئے وصیت فرمائی اور کہا کہ ہمارے پاس مسلمانوں کے مال میں سے ایک لونڈی اور دو اونٹنیوں کے سوا کچھ نہیں، عائشہ رضی اللہ عنہا! میرے مرتے ہی یہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دی جائیں؛ چنانچہ یہ تمام چیزیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دی گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ میری تجہیز وتکفین سے فارغ ہوکر دیکھنا کوئی اور چیز تو نہیں رہ گئی ہے، اگر ہو تو اس کو بھی عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دینا، گھر کا جائزہ لیا گیا تو بیت المال کی کوئی اور چیز کاشانہ صدیقی سے برآمد نہیں ہوئی (طبقات ابن سعد)

تجہیز وتکفین کے متعلق فرمایا کہ اس وقت جو کپڑا بدن پر ہے اسی کو دھو کر دوسرے کپڑوں کے ساتھ کفن دینا، عائشہ نے عرض کیا

کہ یہ تو پرانا ہے، کفن کے لئے نیا ہونا چاہئے، فرمایا" زندے مردوں کی بہ نسبت نئے کپڑوں کے زیادہ حق دار ہیں میرے لئے یہی پھٹا پرانا بس ہے"۔

اس کے بعد پوچھا آج دن کون سا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا دوشنبہ پھر پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال کس روز ہوا تھا؟ کہا گیا کہ دوشنبہ کے روز" فرمایا تو پھر میری آرزو ہے کہ آج ہی رات تک اس عالم فانی سے رحلت کر جاؤں چنانچہ یہ آخری آرزو بھی پوری ہوئی، یعنی دوشنبہ کا دن ختم کر کے منگل کی رات کو تریسٹھ برس کی عمر میں اواخر جمادی الاول ۱۳ھ کو رہ گزین عالم جاوداں ہوئے۔ (طبقات ابن سعد)

وصیت کے مطابق رات ہی کے وقت تجہیز وتکفین کا سامان کیا گیا، آپ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے غسل دیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی؛ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا اور اس طرح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق زندگی آپ کے پہلو میں مدفون ہو کر دائمی رفاقت کے لئے جنت میں پہنچ گیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

میں نے جس شخص پر اسلام پیش کیا اس نے پس وپیش سے کام لیا مگر ایک واحد ابوبکر تھے جنہوں نے میری ایک آواز پر لبیک کہا اور اسلام قبول کیا۔

ابوبکر کے مال نے مجھے جتنا نفع پہنچایا اتنا نفع مجھے کسی کے مال سے نہیں پہنچا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق نے روتے ہوئے عرض کیا " یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اور میرا مال سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے۔

میں اگر اللہ کے سوا کسی کو اپنا دوست وخلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔

ایک موقع پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج سے مسجد نبوی میں کھلنے والی تمام کھڑکیاں اور دروازے بند کر دیئے جائیں آئندہ صرف ابوبکر کا دروازہ کھلا رکھا جائے گا۔

آپ امت پر اتنے شفیق تھے کہ ایک روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" میری امت پر ان میں سب سے مہربان ابوبکر ہیں۔" (ترمذی)

تم (ابوبکر صدیق) غار میں بھی میرے ساتھ رہے اور بروز قیامت حوض کوثر پر بھی میرے ہمراہ ہوگے۔ (ترمذی)

انبیاء کرام کے سوائے سورج کبھی ابوبکر سے بہتر آدمی پر طلوع نہیں ہوا۔

کسی قوم کے لئے بہتر نہیں کہ ان میں ابوبکر ہوں اور ان کی امامت کوئی دوسرا کرے۔

اے ابوبکر! تم کو اللہ جل شانہ نے آتش جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔ اسی روز سے آپ کا لقب عتیق مشہور ہو گیا۔

ایک روز آپ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا:" یارسول اللہ! کیا کوئی شخص ایسا بھی ہے جس کو بروز قیامت جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟" سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" ہاں ابوبکر! مجھے امید ہے کہ تم انہی لوگوں میں سے

ہو"۔ (بخاری)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ارشاد فرمایا" ہم نے ہر شخص کے احسان کا بدلہ چکا دیا مگر ابوبکر کے احسانات ایسے ہیں کہ ان کا بدلہ اللہ جل شانہ ہی عطا فرمائے گا"۔

آپ کو یہ اعزاز بھی تنہا حاصل ہے کہ آپ کی مسلسل چار نسلوں کو شرف صحابیت حاصل ہوا۔ آپ کے والد گرامی حضرت ابی قحافہ آپ خود، آپ کے صاحبزادے عبدالرحمن اور پوتے ابوعتیق محمد بھی شرف صحابیت سے مشرف ہوئے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی آپ پر کسی دوسرے کو فضیلت نہیں دی۔

صحابہ کی نظر میں

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ" حضرت ابوبکر ہمارے سردار، ہمارے بہترین فرد، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سب سے زیادہ محبوب تھے۔

ایک موقع پر حضرت عمر فاروق نے ارشاد فرمایا کہ" اگر ابوبکر شب ہجرت میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور مرتدین سے قتال کا کارنامہ مجھے دے کر میری ساری عمر کے اعمال لے لیں تو میں سمجھوں گا کہ میں ہی فائدے میں رہا"۔

حضرت عمر ارشاد فرماتے ہیں کہ" ابوبکر نے ایسا راستہ اختیار کیا کہ اپنے بعد آنے والے کو مشقت میں ڈال گئے"۔

اس عظیم خلیفہ نے ہر معاملے میں اپنا وہی معیار رکھا جو اس وقت کسی عام مزدور کا ہوا کرتا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس رب کی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری رسول بنا کر بھیجا اور ابوبکر سے اس کی تصدیق کروائی۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت معصب بن عمیر فرماتے ہیں" اس امر پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر کا لقب صدیق ہے کیونکہ آپ نے بے خوف و نڈر ہو کر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور اس میں کسی قسم کی کوئی جھجک سرزد نہیں ہوئی۔

وفات

22 جمادی الثانی 13 ہجری بمطابق 23 اگست 634ء کو آپ نے 63 برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔۔ اپنی وفات سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو ترغیب دی کی وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر لیں۔ لوگوں نے آپ کی ہدایت پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ وفات کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ تمام رقم جو کہ بطور وظیفہ آپ رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے دوران خلافت لی تھی اپنی وراثت سے بیت المال کو واپس کر دی۔۔ آپ کی مدت خلافت دو سال تین ماہ اور گیارہ دن تھی۔ زندگی میں جو عزت و احترام آپ کو ملا۔ بعد وصال بھی آپ اسی کے مستحق ٹھہرے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلمکے پہلو میں محو استراحت ہوئے۔ آپ کی لحد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب اس طرح بنائی گئی کہ آپ کا سر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ مبارک تک آتا ہے۔

اقوال

تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی تحقیر نہ کرے، کیونکہ اللہ جل شانہ کے نزدیک ادنیٰ درجے کا مسلمان بھی اعلیٰ درجہ رکھتا ہے۔ ہم نے بزرگی کو تقویٰ میں، بے نیازی کو یقین میں اور عزت کو تواضع میں پایا۔ اللہ جل شانہ وہی اعمال قبول فرماتا ہے جو صرف اس کی رضا کے لیے کئے جائیں۔ جس نے پنج وقتہ نمازیں پابندی وقت کے ساتھ خشوع وخضوع سے ادا کیں تو وہ اللہ کی حفاظت میں آ گیا۔ اے لوگو! اللہ کے خوف سے رو، اگر رونہ سکو تو رونے کی کوشش ضرور کرو۔ مسلمان کا حق مارنے والے پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ جس جسم کی غذا حرام ہو وہ جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ سچ بولنا اور نیکی کرنا جنت اور جھوٹ بولنا اور بدکاری کرنا دوزخ ہے۔ جس کام کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا وعدہ فرمایا ہے اس کے کرنے میں جلدی کرو۔

4633 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فَأَبَى أَنْ يُخْبِرَهُ

✧✧ عبید اللہ بن عبد اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی واقعہ نقل کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتانے سے انکار کر دیا۔

4634 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ رُؤْيَا فَقَالَ رَجُلٌ أَنَا رَأَيْتُ كَأَنَّ مِيزَانًا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فَوُزِنْتَ أَنْتَ وَأَبُو بَكْرٍ فَرَجَحْتَ أَنْتَ بِأَبِي بَكْرٍ وَوُزِنَ عُمَرُ وَأَبُو بَكْرٍ فَرَجَحَ أَبُو بَكْرٍ وَوُزِنَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَحَ عُمَرُ ثُمَّ رُفِعَ الْمِيزَانُ فَرَأَيْنَا الْكَرَاهِيَةَ فِي وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا: تم میں سے کس شخص نے کیا خواب دیکھا ہے؟ تو ایک شخص نے عرض کی: میں نے دیکھا ہے جیسے ایک ترازو آسمان سے نازل ہوا ہے۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا۔ آپ کا پلڑا بھاری تھا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری تھا، پھر میزان اٹھا لیا گیا۔

راوی بیان کرتے ہیں ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے۔

4635 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ أَيُّكُمْ رَأَى رُؤْيَا فَذَكَرَ مَعْنَاهُ وَلَمْ يَذْكُرِ الْكَرَاهِيَةَ قَالَ فَاسْتَاءَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي فَسَاءَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ ثُمَّ يُؤْتِي اللَّهُ

4634- حديث حسن، وهذا إسناد رجاله ثقات إلا أن فيه عنعنة الحسن - وهو ابن أبي الحسن البصري - لكن بانضمام هذا الإسناد إلى ما بعده يحسن الحديث إن شاء الله. الأشعث: هو ابن عبد الملك الحمراني، ومحمد بن عبد الله الأنصاري: هو ابن المثنى. وأخرجه الترمذي (2440)، والنسائي في "الكبرى" (8080)

الْمُلْكَ مَنْ يَّشَاءُ

✧✧ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کس شخص نے کیا خواب دیکھا ہے؟

اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا ذکر نہیں ہے۔ تاہم یہ الفاظ ہیں کہ یہ بات آپ کو پسند نہیں آئی (یعنی آپ نے اس برا سمجھا)

آپ نے فرمایا: یہ خلافتِ نبوت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا حکومت عطا کر دے گا۔

4636 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ اَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُرِيَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ صَالِحٌ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ نِيطَ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنِيطَ عُمَرُ بِاَبِي بَكْرٍ وَنِيطَ عُثْمَانُ بِعُمَرَ قَالَ جَابِرٌ فَلَمَّا قُمْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا اَمَّا الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَّا تَنَوُّطُ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَهُمْ وُلَاةُ هٰذَا الْاَمْرِ الَّذِي بَعَثَ اللهُ بِهِ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ يُوْنُسُ وَشُعَيْبٌ لَمْ يَذْكُرَا عَمْرَو بْنَ اَبَانَ

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: گزشتہ رات ایک نیک شخص کو خواب میں دکھایا گیا کہ ابوبکر کو اللہ کے رسول کے ساتھ منسلک کر دیا گیا ہے۔ عمر کو ابوبکر کے ساتھ منسلک کر دیا گیا ہے اور عثمان کو عمر کے ساتھ منسلک کر دیا گیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھے تو ہم نے کہا: اس نیک شخص سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان حضرات کو ایک دوسرے سے منسلک کرنے کا مطلب اس معاملے (حکومت) کا نگران ہونا ہے جس کے ہمراہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث کیا ہے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: یونس اور شعیب (نامی راوی) نے عمرو (نامی راوی) کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

4637 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِي عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّي رَاَيْتُ كَاَنَّ دَلْوًا دُلِّيَ مِنَ السَّمَاءِ فَجَاءَ اَبُو بَكْرٍ فَاَخَذَ بِعَرَاقِيهَا فَشَرِبَ شُرْبًا ضَعِيفًا ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ فَاَخَذَ بِعَرَاقِيهَا فَشَرِبَ حَتّٰى تَضَلَّعَ ثُمَّ جَاءَ عُثْمَانُ فَاَخَذَ بِعَرَاقِيهَا فَشَرِبَ حَتّٰى تَضَلَّعَ ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَاَخَذَ بِعَرَاقِيهَا فَانْتَشَطَتْ وَانْتَضَحَ عَلَيْهِ مِنْهَا شَيْءٌ

✧✧ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ گویا ایک ڈول ہے جسے آسمان سے لٹکایا گیا ہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے اس کے دونوں کناروں کو تھام

لیا اور اس کو کمزوری کے ساتھ پیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے۔ انہوں نے اس کے دونوں کناروں کو تھاما اور اس کو خوب اچھی طرح پیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے بھی اس کے دونوں کناروں کو اچھی طرح تھاما اور اسے اچھی طرح سے پی لیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے اس کے دونوں کناروں کو تھاما اور وہ ہل گیا اور اس کا کچھ پانی ان پر چھلک گیا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

نام ونسب اور خاندان

عمر نام، ابوحفص کنیت، فاروق لقب، والد کا نام خطاب اور والدہ کا نام ختمہ تھا، پورا سلسلہ نسب یہ ہے: عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر بن مسالک (اصابہ) عدی کے دوسرے بھائی مرہ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں، اس لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل جاتا ہے۔

حضرت عمر کا خاندان ایام جاہلیت سے نہایت ممتاز تھا، آپ کے جد اعلیٰ عدی عرب کے باہمی منازعات میں ثالث مقرر ہوا کرتے تھے اور قریش کو کسی قبیلہ کے ساتھ کوئی ملکی معاملہ پیش آجاتا تو سفیر بن کر جایا کرتے تھے اور یہ دونوں منصب عدی کے خاندان میں نسلاً بعد نسل چلے آرہے تھے، ددھیال کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ ننھیال کی طرف سے بھی نہایت معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے، آپ کی والدہ ختمہ، ہاشم بن مغیرہ کی بیٹی تھیں اور مغیرہ اس درجہ کے آدمی تھے کہ جب قریش کسی قبیلہ سے نبرد آزمائی کے لئے جاتے تھے تو فوج کا اہتمام ان ہی کے متعلق ہوتا تھا۔ (عقد الفرید باب فضائل العرب)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چالیس برس پہلے پیدا ہوئے، ایام طفولیت کے حالات پردہ خفا میں ہیں؛ بلکہ سن رشد کے حالات بھی بہت کم معلوم ہیں، شباب کا آغاز ہوا تو ان شریفانہ مشغلوں میں مشغول ہوئے جو شرفائے عرب میں عموماً رائج تھے، یعنی نسب دانی، سپہ گری، پہلوانی اور خطابت میں مہارت پیدا کی، خصوصاً شہسواری میں کمال حاصل کیا، اسی زمانہ میں انہوں نے لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا تھا؛ چنانچہ زمانہ جاہلیت میں جو لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان میں سے ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ (استیعاب تذکرہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ)

تعلیم وتعلم سے فارغ ہونے کے بعد فکر معاش کی طرف متوجہ ہوئے، عرب میں لوگوں کا ذریعہ معاش زیادہ تر تجارت تھا، اسلئے انہوں نے بھی یہی شغل اختیار کیا اور اسی سلسلہ میں دور دور ممالک کا سفر کیا، اس سے آپ کو بڑے تجربے اور فوائد حاصل ہوئے، آپ کی خودداری بلند حوصلگی، تجربہ کاری اور معاملہ فہمی اسی کا نتیجہ تھی اور ان ہی اوصاف کی بنا پر قریش نے آپ کو سفارت کے منصب پر مامور کر دیا تھا، قبائل میں جب کوئی پیچیدگی پیدا ہو جاتی تھی تو آپ ہی سفیر بن کر جاتے تھے اور اپنے غیر معمولی فہم وتدبر اور تجربہ سے اس عقدہ کو حل کرتے تھے۔ (فتوح البلدان بلاذری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ستائیسواں سال تھا کہ ریگستان عرب میں آفتاب اسلام روشن ہوا اور مکہ کی گھاٹیوں سے توحید کی صدا بلند ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے یہ آواز نہایت نامانوس تھی اس لئے سخت برہم ہوئے، یہاں تک کہ جس کی نسبت معلوم

ہوجاتا کہ یہ مسلمان ہوگیا ہے اس کے دشمن بن جاتے، ان کے خاندان کی ایک کنیز بسینہ نامی مسلمان ہوگئی تھی، اس کو اتنا مارتے کہ مارتے مارتے تھک جاتے، بسینہ کے سوا اور جس جس پر قابو چلتا زدوکوب سے دریغ نہیں کرتے تھے؛ لیکن اسلام کا نشہ ایسا نہ تھا جو چڑھ کر اتر جاتا، ان تمام سختیوں پر ایک شخص کو بھی وہ اسلام سے بددل نہ کر سکے۔

اسلام اور ہجرت

قریش کے سربرآوردہ اشخاص میں ابوجہل اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں سب سے زیادہ سرگرم تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ ان ہی دونوں کے لئے اسلام کی دعا فرمائی

:اللھم اعز الاسلام بأحد الرجلین اما ابن ھشام واما عمر بن الخطاب (جامع ترمذی مناقب عمر رضی اللہ عنہ)

خدایا اسلام کو ابوجہل یا عمر بن الخطاب سے معزز کر، مگر یہ دولت تو قسام ازل نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قسمت میں لکھ دی تھی، ابوجہل کے حصہ میں کیونکر آتی؟ اس دعائے مستجاب کا اثر یہ ہوا کہ کچھ دنوں کے بعد اسلام کا یہ سب سے بڑا دشمن اس کا سب سے بڑا دوست اور سب سے بڑا جاں نثار بن گیا، یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دامن دولت ایمان سے بھر گیا "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ" تاریخ وسیر کی کتابوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تفصیلات اسلام میں اختلاف ہے۔

ایک مشہور واقعہ جس کو عام طور پر ارباب سیر لکھتے ہیں، یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی انتہائی سختیوں کے باوجود ایک شخص کو بھی اسلام سے بددل نہ کر سکے تو آخر کار مجبور ہو کر (نعوذ باللہ) خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا اور تلوار کمر سے لگا کر سیدھے رسول اللہ کی طرف چلے راہ میں اتفاقاً نعیم بن عبداللہ مل گئے، ان کے تیور دیکھ کر پوچھا خیر تو ہے؟ بولے "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کرنے جاتا ہوں، انہوں نے کہا پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو خود تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام لاچکے ہیں" فوراً پلٹے اور بہن کے یہاں پہنچے، وہ قرآن پڑھ رہی تھیں، ان کی آہٹ پا کر چپ ہوگئیں اور قرآن کے اجزاء چھپالئے؛ لیکن آواز ان کے کان میں پڑ چکی تھی، بہن سے پوچھا یہ کیسی آواز تھی؟ بولیں کچھ نہیں، انہوں نے کہا میں سن چکا ہوں کہ تم دونوں مرتد ہوگئے ہو، یہ کہہ کر بہنوئی سے دست وگریباں ہوگئے اور جب ان کی بہن بچانے کو آئیں تو ان کی بھی خبر لی، یہاں تک کہ ان کا جسم لہولہان ہوگیا؛ لیکن اسلام کی محبت پر ان کا کچھ اثر نہ ہوا" بولیں عمر جو بن آئے کرلو؛ لیکن اسلام اب دل سے نہیں نکل سکتا" ان الفاظ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل پر خاص اثر کیا، بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا، ان کے جسم سے خون جاری تھا، اسے دیکھ کر اور بھی رقت ہوئی، فرمایا تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھے بھی سناو، فاطمہ رضی اللہ عنہ نے قرآن کے اجزاء سامنے لاکر رکھ دیئے، اٹھا کر دیکھا تو یہ سورۃ تھی:

"سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ"

"زمین وآسمان میں جو کچھ ہے سب خدا کی تسبیح پڑھتے ہیں، وہ غالب اور حکمت والا ہے۔"

ایک ایک لفظ پر ان کا دل مرعوب ہوتا جاتا تھا، یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے:

"اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ"

خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ

تو بے اختیار پکار اٹھے "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰهِ"

یہ وہ زمانہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان پر جو کوہ صفا کے نیچے واقع تھا پناہ گزین تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آستانہ مبارک پر پہنچ کر دستک دی، چونکہ شمشیر بکف تھے، صحابہ کو تردد ہوا؛ لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا آنے دو، مخلصانہ آیا ہے تو بہتر ہے ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کردوں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اندر قدم رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود آگے بڑھے اور ان کا دامن پکڑ کر فرمایا" کیوں عمر! کس ارادے سے آئے ہو؟ نبوت کی پر جلال آواز نے ان کو کپکپا دیا، نہایت خضوع کے ساتھ عرض کیا ایمان لانے کے لئے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے ساختہ اللہ اکبر کا نعرہ اس زور سے مارا کہ تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ (سیرۃ النبی ج: ۱،۰۰۰ بحوالہ اسد الغابہ، ابن عساکر و کامل ابن اثیر)

یہی روایت تھوڑے سے تغیر کے ساتھ دار قطنی، ابو یعلی، حاکم اور بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، دونوں میں فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلی میں سورہ حدید کی آیہ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے، دوسری میں سورہ طٰہٰ کی یہ آیت ہے:

"اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ"

"میں ہوں خدا کوئی نہیں معبود؛ لیکن میں، تو مجھ کو پوجو اور میری یاد کے لئے نماز کھڑی کرو"۔

جب اس آیت پر پہنچے تو بے اختیار لا الہ الا اللہ پکار اٹھے اور درِ اقدس پر حاضری کی درخواست کی؛ لیکن یہ روایت دو طریقوں سے مروی ہے اور دونوں میں ایسے رواۃ ہیں جو قبول کے لائق نہیں؛ چنانچہ دار قطنی نے اس روایت کو مختصراً لکھا ہے کہ اس کا ایک راوی قاسم بن عثمان بصری قوی نہیں۔ (دار قطنی باب الطہارۃ للقرآن)

ذہبی نے مستدرک حاکم کے استدلال میں لکھا ہے کہ روایت واہی و منقطع ہے (مستدرک حاکم) ان دونوں روایتوں کے مشترک راوی اسحاق بن یوسف، قاسم بن عثمان، اسحاق بن ابراہیم الحسینی اور اسامہ بن زید بن اسلم ہیں اور یہ سب کے سب پایہ اعتبار سے ساقط ہیں۔

ان روایتوں کے علاوہ مسند ابن حنبل میں ایک روایت خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جو گو ایک تابعی کی زبان سے مروی ہے تاہم اس باب میں سب سے زیادہ محفوظ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھیڑنے نکلا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑھ کر مسجد حرام میں داخل ہوگئے اور نماز شروع کردی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ الحاقہ تلاوت فرمائی، میں کھڑا سنتا رہا اور قرآن کے نظم و اسلوب سے حیرت میں تھا، دل میں کہا جیسا قریش کہا کرتے ہیں، خدا کی قسم یہ شاعر ہے، ابھی یہ خیال آیا ہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

"اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ"

"یہ ایک بزرگ قاصد کا کلام ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں، تم بہت کم ایمان رکھتے ہو۔"

میں نے کہا یہ تو کاہن ہے، میرے دل کی بات جان گیا ہے، اس کے بعد ہی یہ آیت پڑھی:

"وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ"

"یہ کاہن کا کلام بھی نہیں تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو، یہ تو جہانوں کے پروردگار کی طرف سے اترا ہے"۔

آپ نے یہ سورۃ آخر تک تلاوت فرمائی اور اس کو سن کر اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر کر گیا۔ (مسند ابن حنبل)

اس کے علاوہ صحیح بخاری میں خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ روایت ہے کہ بعثت سے کچھ پہلے یا اس کے بعد ہی وہ ایک بت خانہ میں سوتے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک بت پر ایک قربانی چڑھائی گئی اور اس کے اندر سے آواز آئی، اے جلیح ایک فصیح البیان کہتا ہے: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ. اس آواز کا سننا تھا کہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے؛ لیکن میں کھڑا رہا کہ دیکھوں اس کے بعد کیا ہوتا ہے کہ پھر وہی آواز آئی، اس واقعہ پر تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ لوگوں میں چرچا ہوا کہ یہ نبی ہیں۔

(باب بنیان الکعبہ باب اسلام عمر رضی اللہ عنہ)

اس روایت میں اس کا بیان نہیں ہے کہ اس آواز کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کیا اثر ہوا۔

پہلی عام روایت بھی اگر صحیح مان لی جائے تو شاید واقعہ کی ترتیب یہ ہوگی کہ اس ندائے غیب پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لبیک نہیں کہا اور اس کا کوئی تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت سے وہ نہ پیدا کر سکے کہ اس میں ان کی رسالت اور نبوت کا کوئی ذکر نہ تھا تاہم چونکہ توحید کا ذکر تھا اس لئے ادھر میلان ہوا ہوگا؛ لیکن چونکہ ان کو قرآن سننے کا موقع نہیں ملا، اس لئے اس توحید کی دعوت کی حقیقت نہ معلوم ہو سکی، اس کے بعد جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ الحاقہ جس میں قیامت اور حشر ونشر کا نہایت موثر بیان ہے، نماز میں پڑھتے سنی تو ان کے دل پر ایک خاص اثر ہوا جیسا کہ اس فقرے سے ظاہر ہوتا ہے وقع الاسلام فی قلبی کل موقع، یعنی اسلام میرے دل میں پوری طرح بیٹھ گیا تاہم چونکہ وہ طبعاً مستقل مزاج اور پختہ کار تھے اس لئے انہوں نے اسلام کا اعلان نہیں کیا؛ بلکہ اس اثر کو شاید وہ روکتے رہے؛ لیکن اس کے بعد جب ان کی بہن کا واقعہ پیش آیا اور سورہ طٰہٰ پر نظر پڑی جس میں توحید کی نہایت موثر دعوت ہے تو دل پر قابو نہ رہا اور بے اختیار کلمہ توحید پکار اٹھے اور در اقدس پر حاضری کی درخواست کی۔

اور اگر وہ پہلی روایت صحیح تسلیم نہ کی جائے تو واقعہ کی سادہ صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس ندائے غیب نے ان کے دل میں توحید کا خیال پیدا کیا لیکن چونکہ تین برس دعوت محدود اور مخفی رہی تھی اس لئے ان کو اس کا حال نہ معلوم ہو سکا اور مخالفت کی شدت کے باعث کبھی خود بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جانے اور قرآن سننے کا موقع نہ ملا پھر جب رفتہ رفتہ اسلام کی حقیقت کی مختلف آوازیں ان کے کانوں میں پڑتی گئیں تو ان کی شدت کم ہوتی گئی، بالآخر وہ دن آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ان کو سورۃ الحاقہ سننے کا موقع ملا اور وہ لبیک کہتے ہوئے اسلام کے آستانہ پر حاضر ہو گئے۔

زمانہ اسلام

عام مورخین اور ارباب سیر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کا ابتدائی زمانہ نبوی مقرر کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ چالیسویں مسلمان تھے۔

(آج کل کے ایک نوجوان خوش فہم صاحب قلم نے تمام گذشتہ روایات کو ایک سرے سے ناقابل التفات قرار دے کر یہ

دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہایت قدیم الاسلام تھے، شاید مقصود یہ ہو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے بعد ہی ان کا شمار ہو، اس مقصد کے لئے انہوں نے تنہا بخاری کو سند قرار دیا ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کی تمہید میں وہ لکھتے ہیں کہ: اسی فطرت سلیمہ کی بنا پر ان (عمر رضی اللہ عنہ) کو اسلام سے ہمدردی پیدا ہوئی؛ چنانچہ ان کی ہمشیرہ اور سعید بن زید نے اسلام قبول کیا تو گو وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے تاہم لوگوں کو اسلام پر قائم رہنے کی تاکید کیا کرتے تھے؛ چنانچہ سعید نے اس واقعہ کو ایک موقع پر بیان کیا ہے۔"

کان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یقیم علی الاسلام انا واختہ وما اسلم

"یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ کو اور اپنی بہن کو اسلام پر مضبوط کرتے تھے حالانکہ خود نہیں اسلام لاتے تھے"۔ (سیر الصحابہ)

اس حدیث میں اپنے موافق مطلب تحریر کرنے کے بعد وہ فرماتے ہیں: "اس حدیث کا بعض لوگوں نے اور بھی مطلب بیان کیا ہے اور قسطلانی نے اس کی تردید کی ہے۔" اس کے بعد بت خانہ میں ندائے غیب سننے کے واقعہ کا ذکر کیا۔

پہلی حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اسلام کے ساتھ ہمدردی اور دوسری میں ہاتف غیب کی آواز سننے کا ذکر ہے، ان دونوں باتوں کو ملا کر انہوں نے فوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آغاز اسلام ہی میں مسلمان ہونے کا قطعی فیصلہ کر دیا اور اسی واقعہ کو ان کے فوری اسلام کا سبب قرار دیدیا، اس کے بعد ایک اور شہادت پر مصنف کی نظر پڑی کہ مرض الموت میں ایک نوجوان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ الفاظ کہے: "اے امیر المومنین: خدا نے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور سبقت کے ذریعہ سے (جس کو آپ جانتے ہیں) جو بشارت دی ہے اس سے آپ خوش ہوں" اس قدر شواہد اور اتنے دلائل کے بعد فاضل مصنف ناظرین سے داد طلب ہیں کہ ایک طرف تو صحیح بخاری کی متعدد روایات ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فطری سلامت روی اور حق پرستی کو ظاہر کرتی ہیں، دوسری طرف مزخرفات کا یہ دفتر بے پایاں ہے جو ان میں گذشتہ اوصاف سے متعارض صفات تسلیم کراتا ہے، ناظرین انصاف کریں کہ ان میں سے کس کو صحیح تسلیم کیا جائے؟

افسوس مصنف کو دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی متعدد مسامحات میں گرفتار ہونا پڑا ہے، ہم ناظرین کو مصنف کے ابتدائی دلائل کی طرف توجہ دلاتے ہیں، مصنف نے سب سے پہلے اسلام کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہمدردی میں سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی یہ روایت پیش کی ہے:

کان عمر بن الخطاب یقیم علی الاسلام انا واختہ وما اسلم (بخاری باب اسلام عمر رضی اللہ عنہ)

"یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ کو اور اپنی بہن کو اسلام پر مضبوط کرتے تھے حالانکہ خود مسلمان نہیں ہوئے تھے۔"

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا بعض لوگوں نے ایک اور مطلب بھی بیان کیا ہے اور قسطلانی نے اس کی تردید کی ہے، یہاں پر مصنف نے اپنا مطلب ثابت کرنے کے لئے بڑی جسارت سے کام لیا ہے، اول تو حدیث کے لفظ میں صریح تحریف کی ہے اور تحریف بھی ادب عربی کے خلاف ہے، پھر حدیث میں "یقیم" کے بجائے "موثقی" ہے، (بخاری ج باب اسلام سعید بن زید واسلام عمر رضی اللہ عنہ) جس کے معنی باندھنے کے ہیں نہ کہ مضبوط کرنے اور قائم رکھنے کے یہ عربی کا محاورہ ہے اور قسطلانی نے باندھنے

کے معنی لیے ہیں، اور مصنف کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ قسطلانی سے مصنف کے بیان کردہ معنی کی تائید ہوتی ہے، حالانکہ یہ سراسر غلط ہے، ہذا بہتان عظیم؛ چنانچہ قسطلانی کے الفاظ یہ ہیں، (قسطلانی) بحبل او قد کالا سیر تضییقا واھانۃ یعنی موٹھی سے مراد رسی یا تسمہ سے قیدی کی طرح تنگ کرنے اور ذلیل کرنے کے لئے باندھنا ہے، البتہ قسطلانی نے مصنف کے اختیار کردہ غلط معنی کی تردید کی ہے جس کو بعض خوش فہموں نے اختیار کرنا چاہا تھا۔

دوسری حدیث جو مصنف نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے باب میں پیش کی ہے، یعنی ہاتف غیب کی آواز، اس روایت میں کوئی ایسا فقرہ نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو سن کر متاثر ہوئے اور فوراً اسلام لیا آئے، اس قصہ کے آخر میں یہ صاف مذکور ہے کہ اس کے بعد تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا شہرہ ہوا، اس لئے یہ بالکل ہی آغاز اسلام کا واقعہ ہوگا، اگر اسی وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا ثابت ہو جائیگا تو اس سے یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ حضرت عبداللہ بن عمر کی ولادت سے پہلے ہی آپ مسلمان ہو چکے تھے جو قطعی غلط ہے، جیسا کہ آگے ثابت ہوگا۔

آیئے اب ہم صحیح بخاری ہی کے ارشادات پر چل کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کی تاریخ تلاش کریں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے واقعہ کے بیان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ بخاری میں ہیں: "حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ایک ہنگامہ برپا ہو گیا، مشرکین بکثرت ان کے مکان پر جمع ہو گئے اور کہنے لگے صبا عمر، عمر بے دین ہو گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوف زدہ گھر کے اندر تھے اور میں مکان کی چھت پر تھا" (صحیح بخاری اسلام عمر رضی اللہ عنہ)

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے وقت نہ صرف یہ کہ وہ پیدا ہو چکے تھے؛ بلکہ سن تمیز کے اس درجہ پر پہنچ چکے تھے کہ ان کو لڑکپن کے واقعات وضاحت سے یاد رہ گئے اور تجربہ اس کا شاہد ہے کہ ۵ سال کا بچہ واقعات کو اس طرح سے محفوظ نہیں رکھ سکتا، آگے چلیے، ۳ھ یعنی بعثت کے سولہویں سال غزوہ احد ہوا، بخاری میں خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس وقت ان کی عمر ۱۴ سال تھی اس لئے چھوٹی عمر کے بچوں کے ساتھ چھانٹ دیئے گئے تھے اور مجاہدین میں نہیں لئے گئے، (بخاری باب غزوۃ الخندق) اس حساب سے بعثت کے دو سال بعد آپ کی پیدائش ماننی پڑے گی، اور کم از کم پانچ سال کی عمر واقعات محفوظ رہنے کے لئے ماننی ہوگی تو پانچ سال یہ اور دو سال بعد بعثت کے کل سات سال ہو جاتے ہیں، لہٰذا خود صحیح بخاری کی تائید سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ اسلام ۷ھ بعثت ہوگا، اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہاتف غیب کی آواز سننے کے سات سال بعد اسلام لائے۔)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہو جانے سے اسلام کی تاریخ میں ایک نیا دور شروع ہو گیا، اس وقت تک چالیس یا اس سے کچھ کم وبیش آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے؛ لیکن وہ نہایت بے بسی ومجبوری کے عالم میں تھے، اعلانیہ فرائض مذہبی ادا کرنا تو در کنار اپنے کو مسلمان ظاہر کرنا بھی خطرہ سے خالی نہ تھا اور کعبہ میں نماز پڑھنا تو بالکل ناممکن تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے دفعتاً حالت بدل گئی، انہوں نے اعلانیہ اپنے اسلام کا اظہار کیا، صرف اتنا ہی نہیں؛ بلکہ مشرکین کو جمع کر کے باآواز بلند اپنے ایمان کا اعلان کیا، مشرکین نہایت برافروختہ ہوئے؛ لیکن عاص بن وائل نے جو رشتہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

حامیوں تھے، ان کو اپنی پناہ میں لے لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ قبول اسلام سے پہلے اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کی مظلومیت کا تماشہ دیکھتے تھے اس لئے شوق مساوات نیا سے پسند نہ کیا کہ وہ اسلام کی نعمت سے متمتع ہونے کے بعد عاص بن وائل کی حمایت کے سہارے اس کے نتائج سے محفوظ رہیں، اس لیے انہوں نے پناہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور برابر ثبات واستقلال کے ساتھ مشرکین کا مقابلہ کرتے رہے، یہاں تک کہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ برابر کعبہ میں جا کر نماز ادا کی۔ (ابن سعد)

یہ پہلا موقع تھا کہ حق، باطل کے مقابلہ میں سربلند ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس صلہ میں دربار نبوت سے فاروق کا لقب مرحمت ہوا۔

ہجرت

مکہ میں جس قدر مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی، اسی قدر مشرکین قریش کے بغض وعناد میں بھی ترقی ہوتی گئی، اگر پہلے وہ صرف فطری خونخواری اور جوش مذہبی کی بنا پر مسلمانوں کو اذیت پہنچاتے تھے تو اب انہیں سیاسی مصالح نے مسلمانوں کے کامل استیصال پر آمادہ کر دیا تھا، سچ یہ ہے کہ اگر بلاکشان اسلام میں غیر معمولی جوش ثبات اور وارفتگی کا مادہ نہ ہوتا ایمان پر ثابت قدم رہنا غیر ممکن تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۷ نبوی میں اسلام لائے تھے اور ۱۳ نبوی میں ہجرت ہوئی، اس طرح گویا انہوں نے اسلام لانے کے بعد تقریباً ۶/ ۷ برس تک قریش کے مظالم برداشت کئے، جب مسلمانوں کو مدینہ کی جانب ہجرت کی اجازت ملی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس سفر کے لئے آمادہ ہوئے اور بارگاہ نبوت سے اجازت لے کر چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور اس شان کے ساتھ روانہ ہوئے کہ پہلے مسلح ہو کر مشرکین کے مجمعوں سے گزرتے ہوئے خانہ کعبہ پہنچے، نہایت اطمینان سے طواف کیا، نماز پڑھی، پھر مشرکین سے مخاطب ہو کر کہا کہ جس کو مقابلہ کرنا ہو وہ مکہ سے باہر نکل کر مقابلہ کر لے؛ لیکن کسی کی ہمت نہ ہوئی اور وہ مدینہ روانہ ہو گئے۔ (زرقانی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچ کر قبا میں رفاعہ بن عبدالمنذر کے مہمان ہوئے، قبا کا دوسرا نام عوالی ہے؛ چنانچہ صحیح مسلم میں ان کی فرودگاہ کا نام عوالی ہی لکھا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اکثر صحابہ نے ہجرت کی یہاں تک کہ ۶۲۲ء میں خود آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مکہ کی گھاٹیوں سے نکل کر مدینہ کے افق سے ضوافگن ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لانے کے بعد غریب الوطن مہاجرین کے رہنے سہنے کا اس طرح انتظام فرمایا کہ ان میں اور انصار میں برادری قائم کر دی، اس موقع پر انصار نے عدیم النظیر ایثار سے کام لے کر اپنے مہاجر بھائیوں کو مال واسباب میں نصف کا شریک بنا لیا، اس رشتہ کے قائم کرنے میں درجہ ومراتب کا خاص طور پر خیال رکھا گیا تھا یعنی جو مہاجر جس رتبہ کا تھا اسی حیثیت کے انصاری سے اس کی برادری قائم کی گئی تھی؛ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ کے برادر اسلام حضرت عتبہ بن مالک قرار پائے تھے جو قبیلہ بنی سالم کے معزز رئیس تھے۔

مدینہ کا اسلام مکہ کی طرح بے بس ومجبور نہ تھا؛ بلکہ اب آزادی اور اطمینان کا دور تھا اور اس کا وقت آ گیا تھا کہ فرائض وارکان

محدود اور معین کئے جائیں نیز مسلمانوں کی تعداد وسیع سے وسیع تر ہوتی جاتی تھی اور وہ دور دور کے محلوں میں آباد ہونے لگے تھے، اس بنا پر شدید ضرورت تھی کہ اعلان نماز کا کوئی طریقہ معین کیا جائے؛ چنانچہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اسی کا انتظام کرنا چاہا، بعض صحابہ کی رائے ہوئی کہ آگ جلا کر لوگوں کو خبر کی جائے، بعض کا خیال تھا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح بوق وناقوس سے کام لیا جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک آدمی اعلان کے لئے کیوں نہ مقرر کیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ رائے پسند آئی اور اسی وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا گیا، اس طرح اسلام کا ایک شعار اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق قائم ہوا، (صحیح بخاری کتاب الاذان باب بدء الاذان) جس سے تمام عالم قیامت تک دن اور رات میں پانچ وقت توحید و رسالت کے اعلان سے گونجتا رہے گا۔

غزوات و دیگر حالات

مدینہ میں سب سے پہلا معرکہ بدر کا پیش آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس معرکہ میں رائے، تدبر جانبازی اور پامردی کے لحاظ سے ہر موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست و باز و رہے، عاص بن ہشام ابن مغیرہ جو رشتہ میں ان کا ماموں ہوتا تھا، خود ان کے خنجر خارا شگاف سے واصل جہنم ہوا۔ (ابن جریر: ۲، واستیعاب ترجمہ عمر بن الخطاب)

یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خصوصیات میں سے ہے کہ اسلام کے مقابلہ میں قرابت و محبت کے تعلقات سے مطلقاً متاثر نہیں ہوتے تھے، آپ کے ہاتھوں عاص کا قتل اس کی روشن مثال ہے۔

بدر کا میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا، غنیم کے کم و بیش ستر آدمی مارے گئے اور تقریباً اسی قدر گرفتار ہوئے؛ چونکہ ان میں سے قریش کے اکثر بڑے بڑے معزز سردار تھے، اس لئے یہ بحث پیدا ہوئی کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے رائے لی، لوگوں نے مختلف رائیں دی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے ہوئی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اختلاف کیا اور کہا کہ ان سب کو قتل کر دینا چاہئے، اور اس طرح کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے ہاتھوں سے اپنے عزیز کو قتل کرے، علی عقیل کی گردن ماریں اور فلاں جو میرا عزیز ہے اس کا کام میں تمام کردوں۔

واقعہ بدر کے بعد خود مدینہ کے یہودیوں سے لڑائی ہوئی اور ان کو جلاوطن کیا گیا اسی طرح غزوہ سویق اور دوسرے چھوٹے چھوٹے معرکے پیش آئے، سب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سرگرم پیکار رہے، یہاں تک کہ شوال ۳ھ میں احد کا معرکہ پیش آیا، اس میں ایک طرف تو قریش کی تعداد تین ہزار تھی جس میں دو سو سوار اور سات سو زرہ پوش تھے، ادھر غازیان اسلام کی کل تعداد صرف سات سو تھی جس میں سو زرہ پوش اور دو سو سوار تھے، شوال ہفتہ کے دن لڑائی شروع ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ فوج کے عقب میں متعین کر دیا تھا کہ ادھر سے کفار حملہ نہ کرنے پائیں۔

مسلمانوں نے غنیم کی صفیں تہ و بالا کر دیں، کفار شکست کھا کر بھاگے اور غازیان دین مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہوگئے، تیر اندازوں نے سمجھا کہ اب معرکہ ختم ہو چکا ہے، اس خیال سے وہ بھی لوٹنے میں مصروف ہوگئے، تیر اندازوں کا اپنی جگہ سے ہٹنا تھا کہ خالد بن ولید نے (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) دفعۃً عقب سے زور و شور کے ساتھ حملہ کر دیا، مسلمان

چونکہ غافل تھے اس لئے ناگہانی ریلے کو روک نہ سکے، یہاں تک کہ کفار نے خود ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر یورش کر دی اور اس قدر تیروں اور پتھروں کی بارش کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے، پیشانی پر زخم آیا اور رخساروں میں مغفر کی کڑیاں چبھ گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گڑھے میں گر پڑے اور لوگوں کی نظروں سے چھپ گئے۔

جنگ کا زور وشور جب کسی قدر کم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تیس فدائیوں کے ساتھ پہاڑ پر تشریف لائے، اسی اثنا میں خالد کو ایک دستہ فوج کے ساتھ اس طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ خدایا یہ لوگ یہاں تک نہ آنے پائیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چند مہاجرین اور انصار کے ساتھ آگے بڑھ کر حملہ کیا اور ان لوگوں کو ہٹا دیا۔ (طبری)

ابوسفیان سالار قریش نے درہ کے قریب پہنچ کر پکارا کہ اس گروہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ کوئی جواب نہ دے، ابوسفیان نے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام لے کر کہا، یہ دونوں اس مجمع میں ہیں یا نہیں؟ اور جب کسی نے جواب نہ دیا تو بولا کہ ضرور یہ لوگ مارے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا، پکار کر کہا: او دشمن خدا! ہم سب زندہ ہیں، ابوسفیان نے کہا "اعل ھبل" یعنی اے ہبل بلند ہو، (ہبل ایک بت کا نام تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر سے فرمایا جواب دو، اللہ اعلی واجل یعنی خدا بلند و برتر ہے۔

(بخاری کتاب المغازی، غزوہ احد)

غزوہ احد کے بعد ۳ھ میں حضرت عمر کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ان کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں، بنونضیر کو ان کی بدعہدی کے باعث مدینہ سے جلاوطن کیا گیا، اس واقعہ میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ شریک رہے، ۵ھ میں غزوہ خندق پیش آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے باہر نکل کر خندق تیار کرائی، دس ہزار کفار نے خندق کا محاصرہ کیا، وہ لوگ کبھی کبھی خندق میں گھس کر حملہ کرتے تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے ادھر ادھر کچھ کچھ فاصلے پر اکابر صحابہ کو متعین فرما دیا تھا کہ دشمن ادھر سے نہ آنے پائیں، ایک حصہ پر حضرت عمر متعین تھے؛ چنانچہ یہاں پر ان کے نام کی ایک مسجد آج بھی موجود ہے، ایک دن کافروں کے مقابلہ میں ان کو اس قدر مصروف رہنا پڑا کہ عصر کی نماز قضا ہوتے ہوتے رہ گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا کہ آج کافروں نے نماز پڑھنے تک کا موقع نہ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے بھی اب تک عصر کی نماز نہیں پڑھی، (بخاری کتاب الصلوۃ باب مواقیت الصلوۃ) کامل ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد مسلمانوں کے ثبات واستقلال کے آگے کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور یہ میدان بھی غازیوں کے ہاتھ رہا۔

۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت کعبہ کا ارادہ فرمایا اور اس خیال سے کہ کسی کو لڑائی کا شبہ نہ ہو، حکم دیا کہ کوئی ہتھیار باندھ کر نہ چلے، ذوالحلیفہ پہنچ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ دشمنوں میں غیر مسلح چلنا مصلحت نہیں ہے؛ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رائے کے موافق مدینہ سے اسلحہ منگوالئے، مکہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ قریش نے عہد کر لیا ہے کہ مسلمانوں کو مکہ میں قدم نہ رکھنے دیں گے، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لڑنا مقصود نہیں تھا اس لئے مصالحت کے خیال سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا، قریش نے ان کو روک رکھا جب کئی دن گزر گئے تو یہ خبر مشہور ہوگئی کہ وہ شہید

ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم جو تعداد میں چودہ سو تھے، ایک درخت کے نیچے جہاد پر بیعت لی؛ چنانچہ قرآن مجید کی اس آیت میں "لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ"، اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت سے پہلے ہی لڑائی کی تیاری شروع کر دی تھی، ہتھیار سج رہے تھے کہ خبر ملی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لے رہے ہیں، اسی وقت بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور جہاد کے لئے دست اقدس پر بیعت کی۔

(بخاری کتاب المغازی غزوہ حدیبیہ)

قریش مصر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سال مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے، آخر بڑے ردو قدح کے بعد ایک معاہدہ پر طرفین رضامند ہو گئے، اس معاہدہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر قریش کا کوئی آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں چلا جائے تو اس کو قریش کے پاس واپس کر دیا جائے گا؛ لیکن اگر مسلمانوں کا کوئی شخص قریش کے ہاتھ آ جائے تو ان کو نہ واپس کرنے کا اختیار ہوگا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیور طبیعت اس شرط سے نہایت مضطرب ہوئی اور خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ جب ہم حق پر ہیں تو باطل سے اس قدر دب کر کیوں صلح کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں خدا کا پیغمبر ہوں اور خدا کے حکم کے خلاف نہیں کرتا، اس کے بعد حضرت ابوبکر سے بھی یہی گفتگو کی، انہوں نے بھی یہی جواب دیا، بعد کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی گفتگو پر ندامت ہوئی اور اس کے کفارے میں کچھ خیرات کی۔

(بخاری کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب)

غرض معاہدہ صلح لکھا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس پر اپنے دستخط ثبت کئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کا قصد کیا، راہ میں سورہ "اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا" نازل ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر سنایا اور فرمایا کہ آج ایسی سورۃ نازل ہوئی ہے جو مجھ کو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (ایضاً کتاب التفسیر سورہ فتح)

۷ھ میں واقعہ خیبر پیش آیا، یہاں یہودیوں کے بڑے بڑے مضبوط قلعے تھے جن کا مفتوح ہونا آسان نہ تھا، پہلے حضرت ابوبکر سپہ سالار ہوئے، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس خدمت پر مامور ہوئے؛ لیکن یہ فخر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے مقدر ہو چکا تھا چنانچہ آخر میں جب آپ کو علم مرحمت ہوا تو آپ کے ہاتھوں خیبر کا رئیس مرحب مارا گیا اور خیبر مفتوح ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین مجاہدوں کو تقسیم کر دی؛ چنانچہ ایک ٹکڑا ثمغ نامی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا، انہوں نے اس کو راہ خدا میں وقف کر دیا، (ایضاً کتاب التفسیر سورہ فتح) اسلام کی تاریخ میں یہ پہلا وقف تھا جو عمل میں آیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان حدیبیہ میں جو معاہدہ ہوا خیبر کے بعد قریش نے اس کو توڑ دیا، ابوسفیان نے پیش بندی کے خیال سے مدینہ آ کر عذر خواہی کی؛ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، اس لئے وہ اٹھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا کہ وہ اس معاملہ کو طے کرا دیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سختی سے جواب دیا کہ وہ بالکل ناامید ہو گیا، غرض نقض عہد کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار مجاہدین کے ساتھ رمضان ۸ھ میں مکہ کا قصد فرمایا، قریش میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لئے انہوں نے کوئی مزاحمت نہ کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت جاہ وجلال کے

ساتھ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور باب کعبہ پر کھڑے ہوکر نہایت فصیح وبلیغ تقریر کی جو تاریخوں میں بعینہ مذکور ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مقام صفا پر لوگوں سے بیعت لینے کے لئے تشریف لائے لوگ جوق در جوق آتے تھے اور بیعت کرتے جاتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب؛ لیکن کسی قدر نیچے بیٹھے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیگانہ عورتوں کے ہاتھ مس نہیں کرتے تھے، اس لئے جب عورتوں کی باری آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا کہ تم ان سے بیعت لو؛ چنانچہ تمام عورتوں نے ان ہی کے ہاتھ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔

فتح مکہ کے بعد اسی سال ہوازن کی لڑائی پیش آئی جو غزوہ حنین کے نام سے مشہور ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس جنگ میں بھی نہایت ثابت قدمی اور پامردی کے ساتھ شریک کارزار رہے، پھر ۹ ھ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ قیصر روم عرب پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو تیاری کا حکم دیا اور جنگی تیاریوں کے لئے زر و مال سے اعانت کی ترغیب دلائی، اکثر صحابہ نے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اپنے تمام مال واملاک کا آدھا حصہ لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ (ترمذی فضائل ابی بکر؛ لیکن ترمذی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر یہ رقم پیش کی تھی، البتہ سیر وتاریخ سے ثابت ہوتا ہے)

اسلحہ اور سامان رسد مہیا ہوجانے کے بعد مجاہدین نے مقام تبوک کا رخ کیا، یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی، اس لئے چند روز قیام کے بعد سب لوگ واپس آگئے۔

عام روایت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے از خود رفتہ ہوکر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اعلان کیا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس کو قتل کرڈالوں گا۔

شاید اس میں یہ بھی مصلحت ہو کہ منافقین کو فتنہ پردازی کا موقع نہ ملے، پھر بھی فتنہ سقیفہ بنی ساعدہ کھڑا ہی ہوگیا، اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وقت پر پہنچ کر اپنے ناخن عقل سے اس گتھی کو نہ سلجھاتے تو کیا عجب تھا کہ یہی فتنہ شمع اسلام کو ہمیشہ کے لئے گل کردیتا؛ لیکن انصار کے ساتھ بہت بحث ومباحثہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور اس کے بعد اور لوگوں نے بیعت کی۔ (بخاری کتاب المناقب فضائل ابی بکر رضی اللہ عنہ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت صرف سوا دو برس رہی ان کے عہد میں جس قدر بڑے بڑے کام انجام پائے سب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ شریک رہے، قرآن شریف کی تدوین کا کام خاص ان کے مشورہ اور اصرار سے عمل میں آیا، غرض حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے عہد خلافت میں تجربہ ہوچکا تھا کہ منصب خلافت کے لئے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی شخص موزوں نہیں ہوسکتا؛ چنانچہ انہوں نے وفات کے قریب اکابر صحابہ سے مشورہ کے بعد ان کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا اور آئندہ کے لئے مفید موثر نصیحتیں کیں، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے نہایت عمدہ دستور العمل ثابت ہوئیں۔

واقعہ شہادت

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے ایک پارسی غلام فیروز نامی نے جس کی کنیت ابولولو تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنے آقا کے

بھاری محصول مقرر کرنے کی شکایت کی، شکایت بے جا تھی، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے توجہ نہ کی، اس پر وہ اتنا ناراض ہوا کہ صبح کی نماز میں خنجر لے کر اچانک حملہ کر دیا اور متواتر چھ وار کئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخم کے صدمے سے گر پڑے، اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے نماز پڑھائی۔ (مستدرک)

یہ ایسا زخم کاری تھا کہ اس سے آپ جانبر نہ ہوسکے، لوگوں کے اصرار سے چھ اشخاص کو منصب خلافت کے لئے نامزد کیا کہ ان میں سے کسی ایک کو جس پر باقی پانچوں کا اتفاق ہو جائے اس منصب کے لئے منتخب کرلیا جائے، ان لوگوں کے نام یہ ہیں، علی رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، اس مرحلہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عائشہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت لی۔ (ایضا)

اس کے بعد مہاجرین انصار، اعراب اور اہل ذمہ کے حقوق کی طرف توجہ دلائی اور اپنے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ مجھ پر جس قدر قرض ہو اگر وہ میرے متروکہ مال سے ادا ہو سکے تو بہتر ہے، ورنہ خاندان عدی سے درخواست کرنا اور اگر ان سے نہ ہو سکے تو کل قریش سے؛ لیکن قریش کے سوا اور کسی کو تکلیف نہ دینا، غرض اسلام کا ایک بڑا ہیرو ہر قسم کی ضروری وصیتوں کے بعد تین دن بیمار رہ کر محرم کی پہلی تاریخ ہفتہ کے دن ۲۴ھ میں واصل بحق ہوا اور اپنے محبوب آقا کے پہلو میں ہمیشہ کے لئے میٹھی نیند سو رہا۔

فضائل ومناقب

اسلام سے قبل عرب میں لکھنے پڑھنے کا چنداں رواج نہ تھا؛ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو قبیلہ قریش میں صرف سترہ آدمی ایسے تھے جو لکھنا جانتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی زمانہ میں لکھنا اور پڑھنا سیکھ لیا تھا، (بلاذری صلحہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرامین خطوط توقیعات اور خطبے اب تک کتابوں میں محفوظ ہیں، ان سے ان کی قوت تحریر، برجستگی کلام اور زور تحریر کا اندازہ ہوسکتا ہے، بیعت خلافت کے بعد جو خطبہ دیا اس کے چند فقرے یہ ہیں:

اللهم انی غلیظ فلینی، اللهم انی ضعیف فقونی الاوان العرب جمل انف وقد اعطیت خطامه الاوانی حامله علی المحجة

"اے خدا میں سخت ہوں تو مجھ کو نرم کر، میں کمزور ہوں مجھ کو قوت دے، ہاں عرب والے سرکش اونٹ ہیں جن کی مہار میرے ہاتھ میں دیدی گئی ہے؛ لیکن میں ان کو راستہ پر چلا کر چھوڑوں گا۔"

قوت تحریر کا اندازہ اس خط سے ہوسکتا ہے جو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام لکھا گیا تھا، اس کے چند فقرے یہ ہیں:

اما بعد فان القوة فی العمل ان لا توخروا عمل الیوم لغد فانکم اذا فعلتم ذلك تدارکت علیکم اعمالکم فلم تدروا ایها تاخذون فاضعتم

"ا، بعد! مضبوطی عمل کی یہ ہے کہ آج کا کام کل پر نہ اٹھا رکھو، ایسا کروگے تو تمہارے بہت سے کام جمع ہو جائیں گے، پھر

پریشان ہوجاؤ گے کہ کس کو کریں اور کس کو چھوڑیں، اس طرح کچھ بھی نہ ہوسکے گا۔"

شاعری کا خاص ذوق تھا اور شعرائے عرب کے کلام پر تنقیدی نگاہ رکھتے تھے، مشاہیر میں سے زہیر کے کلام کو سب سے زیادہ پسند کرتے تھے، کبھی کبھی خود بھی شعر کہتے تھے، (ابو علی الحسن بن رشیق نے کتاب العمدہ میں ان کے اشعار نقل کئے ہیں) لیکن اس کی طرف زیادہ شغل نہ تھا۔

فصاحت و بلاغت کا یہ حال تھا کہ ان کے بہت سے مقولے ضرب المثال بن گئے جو آج بھی عربی ادب کی جان ہیں، علم الانساب میں بھی ید طولی حاصل تھا، یہ علم کئی پشتوں سے ان کے خاندان میں چلا آتا تھا، ان کے والد خطاب مشہور نساب تھے، جاحظ نے لکھا ہے کہ جب وہ انساب کے متعلق کچھ بیان کرتے تھے تو اپنے باپ کا حوالہ دیتے تھے، (کتاب البیان والتبیین ج علیہ) معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ پہنچ کر عبرانی زبان بھی انہوں نے سیکھ لی تھی، مسند دارمی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ توریت کا نسخہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور پڑھنا شروع کیا، وہ پڑھتے جاتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہوتا جاتا ہے، (مسند دارمی) اس سے قیاس ہوتا ہے کہ عبرانی زبان سے اس قدر واقف ہو گئے تھے کہ توریت کو خود پڑھ سکتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فطرۃ ذہین، طباع اور صائب الرائے تھے، اصابت رائے کی اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ ان کی بہت سی رائیں مذہبی احکام بن گئیں، اذان کا طریقہ ان کی رائے کے موافق ہوا، اسیران بدر کے متعلق جو رائے انہوں نے دی وحی الٰہی نے اسی کی تائید کی، شراب کی حرمت، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ کے پردہ اور مقام ابراہیم کو مصلّی بنانے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نزول وحی سے پہلے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو رائے دی تھی۔ (تاریخ الخلفاء)

آپ کو بارگاہ نبوت میں جو خاص تقرب حاصل تھا، اس کے لحاظ سے قدرۃً ان کو شرعی احکام اور عقائد سے واقف ہونے کا زیادہ موقع ملا، طبیعت نکتہ رس واقع ہوئی تھی اس لئے آئندہ نسلوں کے لئے اجتہاد اور استنباط مسائل کی وسیع شاہراہ قائم کردی، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی شرعی مسائل پر غور و فکر کیا کرتے تھے اور جب کوئی مسئلہ خلاف عقل معلوم ہوتا تو اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کرتے تھے، سفر میں قصر کا حکم دے دیا گیا تھا؛ لیکن جب راستے مامون ہوگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اب سفر میں یہ حکم کیوں باقی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ خدا کا انعام ہے۔" مسائل دریافت کرنے میں مطلقا پس و پیش نہیں کرتے تھے اور جب تک تشفی نہ ہوجاتی ایک ہی مسئلہ کو بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے تھے، کلالہ کے مسئلہ کو جو نہایت دقیق اور مختلف فیہ مسئلہ ہے، بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سورہ نساء کی آخری آیت تمہارے لئے کافی ہے۔ (تفسیر ابن جریر)

نہایت غور و توجہ کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے، ہر ایک آیت پر مجتہدانہ حیثیت سے نگاہ ڈالتے تھے، ایک دن صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں اس آیت کے معنی پوچھے أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ لوگوں نے کہا واللہ اعلم، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس میں ایک کام کرنے والے کی تمثیل ہے، چونکہ جواب ناتمام تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے اس پر قناعت نہ کی؛ لیکن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس سے زیادہ نہ بتاسکے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اس آدمی کی مثال ہے جس کو خدا نے دولت ونعمت دی کہ خدا کی بندگی بجالائے مگر اس نے نافرمانی کی، تو اس کیا چھے اعمال بھی برباد کردیئے جائیں گے۔ (بخاری)

قرآن مجید سے استدلال میں بڑی مہارت رکھتے تھے، عراق کی فتح کے بعد یہ بحث پیدا ہوئی کہ ممالک مفتوحہ مجاہدین کی ملکیت اور وہاں کے باشندے ان کے غلام ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ مقام مفتوحہ کسی شخص یا ایک بہت سے مخصوص اشخاص کی ملکیت نہیں ہیں؛ بلکہ وقف عام ہیں اور استدلال میں یہ آیت پیش کی، وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى بالآخر سب نے اس کی تائید کی اور اسی پر فیصلہ ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایات کی تعداد ستر سے زیادہ نہیں ہے؛ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ صرف اس قدر احادیث سے واقف تھے، درحقیقت انہوں نے اپنے عہد خلافت میں جس قدر احکام صادر فرمائے ہیں وہ سب احادیث ہی کے ماخوذ ہیں، یہ دوسری بات ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں لیا ہے اور نام نہ لینے کی وجہ یہ تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کو منسوب کرنے میں نہایت محتاط تھے جب تک کے ہر لفظ پر یقین نہ ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح بیان فرمائی ہے اس وقت تک ہرگز ہرگز زبان سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ نہیں نکالتے تھے، یہی وجہ تھی کہ وہ خود بھی بہت کم احادیث روایت کرتے تھے اور دوسروں کو بھی کثرت روایت سے روکتے تھے، علامہ ذہبی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھتے ہیں:

وقد کان عمر من دجله یخظی الصاحب علی رسول الله صلی الله علیه وسلم یامرهم ان یقلوا الروایة من نبیهم (تذکرۃ الحفاظ ج تذکرہ عمر رضی اللہ عنہ)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس ڈر سے کہ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے میں غلطی نہ کریں ان کو حکم دیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم روایت کریں

محدث کا سب سے بڑا فرض روایات کی تحقیق وتنقید اور جرح وتعدیل ہے، اگرچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے عہد میں روایت کے قبول کرنے میں ثبوت اور شہادت کا لحاظ رکھا؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس میں بہت زیادہ غلو تھا اور جب تک روایت ودرایت دونوں حیثیت سے اس کا ثبوت نہ پہنچتا قبول نہ کرتے، اس کی مثالیں تفصیل کیساتھ مذہبی خدمات کے سلسلہ میں مذکور ہوچکی ہیں، اس لئے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

فقہ کا سلسلہ بھی درحقیقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہی ساختہ پرداختہ ہے ان سے اس قدر فقہی مسائل منقول ہیں کہ اگر جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے، استنباط احکام اور تفریع مسائل کے لئے بھی انہوں نے ایک شاہراہ قائم کردی تھی مختلف فیہ مسائل کے طے کرنے کے لئے اجماع صحابہ جس کثرت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوا پھر نہیں ہوا۔

اخلاق وعادات

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا حقیقی مقصد دنیا کو برگزیدہ اور پسندیدہ اخلاق کی تعلیم دینا تھا، جیسا کہ خود ارشاد

فرمایا بعثت لاتمم مکارم الاخلاق، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو براہ راست اس سرچشمہ اخلاق سے سیراب ہونے کا موقع ملا تھا اس لئے اس مقدس جماعت کا ہر فرد اسلامی اخلاق کا مجسم نمونہ تھا؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو تقرب حاصل تھا اس کے لحاظ سے ان کو زیادہ حصہ ملا، وہ محاسن ومحامد کی مجسم تصویر تھے ان کے آئینہ اخلاق میں خلوص، انقطاع الی اللہ، لذائذ دنیا سے اجتناب حفظ لسان حق پرستی، راست گوئی، تواضع اور سادگی کا عکس سب سے زیادہ نمایاں نظر آتا ہے، یہ اوصاف آپ میں ایسے راسخ تھے کہ جو شخص آپ کی صحبت میں رہتا تھا، وہ بھی کم وبیش متاثر ہو کر اسی قالب میں ڈھل جاتا تھا، مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم اس غرض سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہتے تھے کہ ان سے پرہیز گاری وتقویٰ سیکھیں، عہد فاروقی کے افسروں اور عہدیداروں کے حالات کا بغور مطالعہ کرو، تم کو معلوم ہوگا کہ وہ سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔

خوف خدا

اخلاق کی پختگی اور استواری کا اصلی سرچشمہ خشیت الٰہی اور خداوند جل وعلا جبروت وعظمت کا غیر متزلزل تیقن ہے، جو دل خشوع وخضوع اور خوف خداوندی سے خالی ہے اس کی حقیقت ایک مضغہ گوشت سے زیادہ نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خشوع وخضوع کے ساتھ رات رات بھر نمازیں پڑھتے، صبح ہونے کے قریب گھر والوں کو جگاتے اور یہ آیت پڑھتے: وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (طٰہٰ)، نماز میں عموماً ایسی سورتیں پڑھتے جن میں قیامت کا ذکر یا خدا کی عظمت کا جلال کا بیان ہوتا اور اس قدر متاثر ہوتے کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی، حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں باوجودیکہ پچھلی صف میں رہتا تھا؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ آیت: إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي پڑھ کر اس زور سے روتے تھے کہ میں رونے کی آواز سنتا تھا۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ باب اذا بکی الامام فی الصلوٰۃ)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے جب اس پر پہنچے: انّ عذاب ربک لواقع مالہ من دافع "یہ تیرے رب کا عذاب یقینی ہو کر رہنے والا ہے اس کو کوئی دفع کرنے والا نہیں" تو بہت متاثر ہوئے اور روتے روتے آنکھیں سوج گئیں، اسی طرح ایک دفعہ اس آیت پر: وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا (الفرقان) اس قدر خضوع وخشوع طاری ہوا کہ اگر کوئی ان کے حال سے ناواقف شخص دیکھ لیتا تو یہ سمجھتا کہ اسی حالت میں روح پرواز کر جائے گی، رقت قلب اور عبرت پذیری کا یہ عالم تھا کہ ایک روز صبح کی نماز میں سورہ یوسف شروع کی اور جب اس آیت پر پہنچے وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ (یوسف) تو زار وقطار رونے لگے، یہاں تک کہ قرآن مجید ختم کر کے رکوع پر مجبور ہو گئے۔ (کنز العمال)

قیامت کے مواخذہ سے بہت ڈرتے تھے اور ہر وقت اس کا خیال رہتا تھا، صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ ایک صحابی سے کہا کہ "تم کو یہ پسند ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسلام لائے، ہجرت کی، جہاد اور نیک اعمال کئے، اس کے بدلہ میں دوزخ سے بچ جائیں اور عذاب وثواب برابر ہو جائے، بولے خدا کی قسم نہیں، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی روزے رکھے، نمازیں پڑھیں، بہت سے نیک کام کئے اور ہمارے ہاتھ پر بہت سے لوگ اسلام لائے ہم کو ان اعمال سے بڑی بڑی

توقعات ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے تو یہی غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ عذاب سے بچ جائیں اور نیکی اور بدی برابر ہو جائیں۔ (بخاری باب ایام الجاہلیۃ)

ایک بار راہ میں پڑا ایک تنکا اٹھالیا اور کہا کاش میں بھی خس وخاشاک ہوتا، کاش! کاش میں پیدا ہی نہ کیا جاتا، کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔ (کنز العمال)

غرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دل ہر لحہ خوف خداوندی سے لرزاں وترساں رہتا تھا، آپ فرماتے کہ اگر آسمان سے ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا تمام دنیا کے لوگ جنتی ہیں تب بھی مواخذہ کا خوف زائل نہ ہوگا کہ شاید وہ بدقسمت انسان میں ہی ہوں۔ (ایضا)

حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اتباع سنت

تہذیب نفس اور اخلاق حمیدہ سے مزین ہونے کے لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے دل میں مبدء خلق عظیم یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خالص محبت اور اتباع سنت کا صحیح جذبہ پیدا کرے جو دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی اور جو قدم اسوہ حسنہ کا جادہ مستقیم سے منحرف ہے وہ کبھی سعادت کونین کی نعمت سے متمتع نہیں ہوسکتا، ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ اپنی جان کے سوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہیں، ارشاد ہوا، عمر میری محبت اپنی جان سے بھی زیادہ ہونی چاہئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔

آپ جمال نبوت کے سچے شیدائی تھے، ان کو اس راہ میں جان ومال اولاد اور عزیز واقارب کی قربانی سے بھی دریغ نہ تھا، عاصی بن ہشام جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ماموں تھا، معرکہ بدر میں خود ان کے ہاتھ سے مارا گیا، اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو کر علیحدگی اختیار کرلی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خبر سن کر حاضر خدمت ہونا چاہا، جب بار بار اذن طلب کرنے پر بھی اجازت نہ ملی تو پکار کر کہا" خدا کی قسم! میں حفصہ کی سفارش کے لئے نہیں آیا ہوں، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں تو اس کی گردن ماردوں۔ (فتح الباری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محبت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو ان کو کسی طرح اس کا یقین نہیں آتا تھا، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حالت وارفتگی میں قسمیں کھا کر اعلان کرتے تھے کہ جس کی زبان سے نکلے گا کہ میرا محبوب آقا دنیا سے اٹھ گیا اس کا سر توڑ دوں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب کبھی عہد مبارک یاد آجاتا تو رقت طاری ہو جاتی اور روتے روتے بیتاب ہو جاتے، ایک دفعہ سفر شام کے موقع پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مسجد اقصیٰ میں اذان دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ ہوگئی اور اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔

(فتوح الشام ازدی فتح بیت المقدس)

یہ فطری امر ہے کہ محبوب کا عزیز بھی عزیز ہوتا ہے اس بنا پر جن لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں عزیز رکھتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایام خلافت میں ان کا خاص خیال رکھا؛ چنانچہ جب آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے وظائف مقرر کیے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب غلام زید بن حارثہ کے فرزند اسامہ بن زید کی تنخواہ اپنے بیٹے عبد اللہ سے زیادہ مقرر

کی ،عبداللہ نے عذر کیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ کو تجھ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔(مسند ابن مناقب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ)اسی طرح جب فتح مدائن کے بعد مال غنیمت آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ہزار ہزار درہم مرحمت فرمائے اور اپنے صاحبزادے عبداللہ کو صرف پانچ سو دیئے ،حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عذر کیا اور کہا کہ جب یہ دونوں بچے تھے، اس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معرکوں میں پیش پیش رہا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا ہاں! لیکن ان کے بزرگوں کا جو رتبہ ہے وہ تیرے باپ دادا کا نہیں ہے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ کے مرتبہ، ان کے احترام اور آرام و آسائش کا خاص لحاظ رکھتے تھے چنانچہ ان کی تنخواہیں سب سے زیادہ بارہ ہزار مقرر کیں، (کتاب الخراج) ۲۳ ھ میں جب امیر الحجاج بن کر گئے تو ازواج مطہرات کو بھی نہایت ادب واحترام کے ساتھ ہمراہ لے گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو سواریوں کے ساتھ کر دیا تھا،یہ لوگ آگے پیچھے چلتے تھے اور کسی کو سواریوں کے قریب نہیں آنے دیتے تھے، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ منزل پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قیام کرتی تھیں اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کسی کو قیام گاہ کے متصل آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ (ابن سعد تذکرہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دستور عمل کا سب سے زریں صفحہ اتباع سنت تھا، وہ خورد ونوش، لباس وضع، نشست و برخاست غرض ہر چیز میں اسوہ حسنہ کو پیش نظر رکھتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ فقر وفاقہ سے بسر کی تھی، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روم وایران کی شہنشاہی ملنے کے بعد بھی فقر وفاقہ کی زندگی کا ساتھ نہ چھوڑا، ایک دفعہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب خدا نے مرفہ الحالی عطا فرمائی ہے اس لئے آپ کو نرم لباس اور نفیس غذا سے پرہیز نہ کرنا چاہئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، جان پدر! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عسرت اور تنگ حالی کو بھول گئیں، خدا کی قسم! میں اپنے آقا کے نقش قدم پر چلوں گا کہ آخرت کی فراغت اور خوشحالی نصیب ہو، اس کے بعد دیر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عسرت کا تذکرہ کرتے رہے، یہاں تک کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ بے تاب ہو کر رونے لگیں۔ (کنز العمال)

ایک دفعہ یزید بن ابی سفیان کے ساتھ شریک طعام ہوئے، معمولی کھانے کے بعد دسترخوان پر جب عمدہ کھانے لائے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمر رضی اللہ عنہ کی جان ہے اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روش سے ہٹ جاؤ گے تو خدا تم کو جادہ مستقیم سے منحرف کر دے گا۔ (ایضا)

اسلام میں شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو بوسہ دیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے زمانہ خلافت میں جب اس کا موقع پیش آیا تو اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ پتھر کو بوسہ دینے سے کبھی مسلمانوں کو یہ دھوکہ ہو کہ اس میں بھی الٰہی شان ہے حجر اسود کو بوسہ تو دیا؛ لیکن اس کے سامنے کھڑے ہو کر کہا:

إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ

"میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع، اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے نہ دیکھتا

تو تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا۔" (بخاری، باب ماذکر فی الحجر الاسود)

اسی طرح طواف میں رمل کا حکم مشرکین عرب کے دلوں پر رعب ڈالنے کی مصلحت پر مبنی تھا اس لئے جب خدا نے ان کو ہلاک کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ اب رمل سے کیا فائدہ ہے مگر پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار کو ترک کرنے پر جرات نہ ہوئی۔ (بخاری کتاب الحج)

ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کام جس طرح کرتے دیکھا اسی طرح وہ بھی عمل پیرا ہوں، ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اس طرف سے گزرتے تو اس جگہ دو رکعت نماز ادا کر لیتے تھے، ایک شخص نے پوچھا یہ نماز کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ہے، یہ کوشش صرف اپنی ذات تک محدود نہ تھی؛ بلکہ وہ چاہتے تھے کہ ہر شخص کا دل اتباع سنت کے جذبہ سے معمور ہو جائے۔

ایک دفعہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عین خطبہ کی حالت میں اس کی طرف دیکھا اور کہا آنے کا یہ کیا وقت ہے؟ انہوں نے کہا کہ بازار سے آرہا تھا کہ اذان سنی، وضو کر کے فوراً حاضر ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا" وضو پر کیوں اکتفا کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جمعہ کو) غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔

(بخاری کتاب الجمعہ باب فضل الغسل یوم الجمعہ)

زہد وقناعت

دنیا طلبی اور حرص تمام بداخلاقیوں کی بنیاد ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس سے طبعی نفرت تھی، یہاں تک کہ خود ان کے ہم مرتبہ معاصرین کو اعتراف تھا کہ وہ زہد وقناعت کے میدان میں سب سے آگے ہیں، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: قدامتِ اسلام اور ہجرت کے لحاظ سے بہت سے لوگوں کو عمر بن الخطاب پر فوقیت حاصل ہے؛ لیکن زہد وقناعت میں وہ سب سے بڑھے ہوئے ہیں، صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کچھ دینا چاہتے تو وہ عرض کرتے کہ مجھ سے زیادہ حاجت مند لوگ موجود ہیں جو اس عطیہ کے زیادہ مستحق ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے کہ اس کو لے لو، پھر تمہیں اختیار ہے کہ اپنے پاس رکھو یا صدقہ کر دو، انسان کو اگر بے طلب مل جائے تو لے لینا چاہیے۔ (ابوداود، کتاب الزکوۃ، باب فی الاستعفاف)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جسم کبھی نرم اور ملائم کپڑے سے مس نہیں ہوا، بدن پر بارہ بارہ پیوند کا کرتہ، سر پر پھٹا ہوا عمامہ اور پاؤں میں پھٹی ہوئی جوتیاں ہوتی تھیں، اسی حالت میں وہ قیصر وکسریٰ کے سفیروں سے ملتے تھے اور وفود کو باریاب کرتے تھے، مسلمانوں کو شرم آتی تھی، مگر اقلیم زہد کے شہنشاہ کے آگے کون زبان کھولتا، ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ نے کہا، امیر المومنین !اب خدا نے مرفہ الحال کیا ہے، بادشاہوں کے سفراء اور عرب کے وفود آتے رہتے ہیں، اس لئے آپ کو اپنے طرز معاشرت میں تغیر کرنا چاہئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، افسوس تم دونوں امہات المومنین ہو کر دنیا طلبی کی ترغیب دیتی ہو، عائشہ رضی اللہ عنہا! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت کو بھول گئیں کہ تمہارے گھر میں صرف ایک کپڑا تھا

جس کو دن کو بچھاتے اور رات کو اوڑھتے تھے، حفصہ رضی اللہ عنہ! تم کو یاد نہیں ہے کہ ایک دفعہ تم نے فرش کو دہرا کر کے بچھا دیا تھا، اس کی نرمی کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر سوتے رہے۔

بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی تو آنکھ کھلی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یاحفصۃ ماذا صنعت ثنیت المھاد حتی ذھب بی النوم الی الصباح مالی وللدنیا ومالی شغلتمو فی بلین الفراش (کنزالعمال)

"حفصہ تم نے یہ کیا کیا فرش کو دہرا کر دیا کہ میں صبح تک سوتا رہا مجھے دنیاوی راحت سے کیا تعلق ہے؟ اور فرش کی نرمی کی وجہ سے تو نے مجھے غافل کر دیا۔"

ایک دفعہ گزی کا کرتہ ایک شخص کو دھونے اور پیوند لگانے کے لئے دیا اس نے اس کے ساتھ ایک نرم کپڑے کا کرتہ پیش کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو واپس کر دیا اور اپنا کرتہ لے کر کہا اس میں پسینہ خوب جذب ہوتا ہے۔ (ایضا)

کپڑا عموماً گرمی میں بنواتے تھے اور پھٹ جاتا تو پیوند لگاتے چلے جاتے، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق گفتگو کی تو فرمایا، مسلمانوں کے مال میں اس سے زیادہ تصرف نہیں کر سکتا۔ (ایضا) ایک دفعہ دیر تک گھر میں رہے، باہر آئے تو لوگ انتظار کر رہے تھے، معلوم ہوا کہ پہننے کو کپڑے نہ تھے اس لئے ان ہی کپڑوں کو دھو کر سوکھنے کو ڈال دیا تھا، خشک ہوئے تو وہی پہن کر باہر نکلے۔

غذا بھی عموماً نہایت سادہ ہوتی تھی، معمولاً روٹی اور روغن زیتون دسترخوان پر ہوتا تھا، روٹی گیہوں کی ہوتی تھی؛ لیکن آٹا چھانا نہیں جاتا تھا، مہمان یا سفراء آتے تھے تو کھانے کی ان کو تکلیف ہوتی تھی کیونکہ وہ ایسی سادی اور معمولی غذا کے عادی نہیں ہوتے تھے، حفص بن ابی العاص رضی اللہ عنہ اکثر کھانے کے وقت موجود ہوتے تھے؛ لیکن شریک نہیں ہوتے تھے، ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وجہ پوچھی تو کہا کہ آپ کے دسترخوان پر ایسی سادہ اور معمولی غذا ہوتی ہے کہ ہم لوگ اپنے لذیذ اور نفیس کھانوں پر اس کو ترجیح نہیں دے سکتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں قیمتی اور لذیذ کھانا کھانے کی مقدرت نہیں رکھتا؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر قیامت کا خوف نہ ہوتا تو میں بھی تم لوگوں کی طرح دنیاوی عیش وعشرت کا دلدادہ ہوتا۔ (ایضا)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر شخص کو اپنی طرح زہد اور سادگی کی حالت میں دیکھنا چاہتے تھے، وقتاً فوقتاً اپنے عمال اور احکام کو ہدایت کرتے رہتے تھے کہ رومیوں اور عجمیوں کی طرز معاشرت نہ اختیار کریں، سفر شام میں جب انہوں نے افسروں کو اس وضع میں دیکھا کہ بدن پر حریر ودیبا کے حلے اور پر تکلف قبائیں ہیں اور وہ اپنی زرق برق پوشاک اور ظاہری شان وشوکت سے عجمی معلوم ہوتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ کو اس قدر غصہ آیا کہ گھوڑے سے اتر پڑے اور سنگریزے اٹھا کر ان پر پھینکے اور فرمایا کہ اس قدر جلد تم نے عجمی عادتیں اختیار کر لیں، اسی طرح ایک دفعہ ایک شخص جس کو انہوں نے یمن کا عامل مقرر کیا تھا، اس صورت سے ملنے آیا کہ لباس فاخرہ زیب تن کئے ہوئے تھے اور بالوں میں خوب تیل پڑا ہوا تھا، اس وضع کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہایت ناراض

ہوئے اور وہ کپڑے اتروا کر موٹا جھوٹا کپڑا پہنایا۔

احنف بن قیس ایک جماعت کے ساتھ عراق کی ایک مہم پر روانہ کیے گئے، وہ وہاں سے کامیاب ہوکر تزک و احتشام کے ساتھ واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے زرق برق پوشاک دیکھ کر منہ پھیرلیا، وہ لوگ امیر المومنین کو برہم دیکھ کر دربار سے اٹھ آئے اور عرب کی سادہ پوشاک زیب تن کر کے پھر حاضر خدمت ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس لباس میں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرداً فرداً ہر ایک سے بغلگیر ہوئے۔

قناعت کا یہ حال تھا کہ اپنے زمانہ خلافت میں چند برس تک مسلمانوں کے مال سے ایک خرمہرہ نہیں لیا حالانکہ فقر و فاقہ سے حالت تباہ تھی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کی عسرت اور تنگدستی کو دیکھ کر اس قدر تنخواہ مقرر کردی جو معمولی خوراک اور لباس کے لئے کافی ہو؛ لیکن شہنشاہ قناعت نے اس شرط پر قبول کیا کہ جب تک ضرورت ہے لوں گا اور جب میری مالی حالت درست ہو جائے گی، کچھ نہ لوں گا، فرمایا کرتے تھے کہ میرا حق مسلمانوں کے مال میں اسی قدر ہے جس قدر یتیم کے مال میں ولی کا ہوتا ہے، (کنزالعمال) میں اپنی ذات پر اس سے زیادہ نہیں صرف کرسکتا جس قدر خلافت سے پہلے اپنے مال میں سے صرف کرتا تھا، ایک دفعہ ربیع بن زیاد حارثی نے کہا امیر المومنین! آپ کو خدا نے جو مرتبہ بخشا ہے اس کے لحاظ سے آپ دنیا میں سب سے زیادہ عیش و نشاط کی زندگی کے مستحق ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہایت خفا ہوئے اور فرمایا میں قوم کا امین ہوں، امانت میں خیانت کب جائز ہے، (کنزالعمال) ایک دفعہ عتبہ بن فرقد شریک طعام تھے اور ابلا ہوا گوشت اور سوکھی روٹی کے ٹکڑے زبردستی حلق سے فرو کر رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تم سے نہیں کھایا جاتا تو نہ کھاؤ، عتبہ رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا، کہنے لگے امیر المومنین! اگر آپ اپنے کھانے پہننے میں کچھ زیادہ صرف کریں گے تو اس سے مسلمانوں کا مال کم نہ ہو جائے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، افسوس تم مجھے دنیاوی عیش و تنعم کی ترغیب دیتے ہو۔ (ایضا)

اپنے وسیع کنبہ کے لئے بیت المال سے صرف دو درہم روزانہ لیتے تھے اور تکلیف و عسرت کے ساتھ بسر کرتے تھے، ایک دفعہ حج میں اسی درہم صرف ہو گئے تو اس کا افسوس ہوا اور اسے اسراف تصور کیا، (اسد الغابہ) کپڑے پھٹ جاتے تھے؛ لیکن اس خیال سے کہ بیت المال پر بار نہ پڑے اسی میں پیوند پر پیوند لگاتے جاتے تھے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے، میں نے شمار کیا تو ان کے تہبند پر بارہ پیوند لگے ہوئے تھے، (کنزالعمال) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے زمانہ خلافت میں دیکھا کہ ان کے کرتہ کے مونڈھے پر تہہ بہ تہہ پیوند لگے ہوئے ہیں، (موطا امام مالک باب ما جاء فی لبس الثیاب) غرض فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے زہد و قناعت کا جو نمونہ پیش کیا، دنیا کی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ ان کی عظمت وشان کے تاج پر زہد و قناعت ہی کا طرہ زیب دیتا ہے۔

خلافت کے بارگراں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ محتاط بنا دیا تھا کیونکہ اس وقت ان کی معمولی بے احتیاطی اور فرو گذاشت قوم کے لئے صد ہا خرابیوں کا باعث ہو سکتی تھی اور مشکوک طبائع ان کی ذرا سی لغزش سے طرح طرح کے افسانے اختراع کرسکتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو کبھی ملکی عہدے نہیں دیئے کہ اس میں جانبداری پائی جاتی تھی، عمال

وحکام کے تحائف واپس کر دیتے اور اس سختی سے چشم نمائی کرتے کہ پھر کسی کو جرات نہ ہوتی، ایک دفعہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے آپ کی زوجہ عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہ کے پاس ہدیۃً ایک نفیس چادر بھیجی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں، (کنز العمال) اسی طرح ایک دفعہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیت المال کا جائزہ لیا تو وہاں صرف ایک درہم موجود تھا، انہوں نے اس خیال سے کہ یہ یہاں کیوں پڑا ہے، اٹھا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کو دیدیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے درہم واپس لے کر بیت المال میں داخل کر دیا اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ افسوس تم کو مدینہ میں آل عمر رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی کمزور نظر نہ آیا، تم چاہتے ہو کہ قیامت کے دن تمام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالبہ میری گردن پر ہو۔ (ایضا)

فتح شام کے بعد قیصر روم سے دوستانہ مراسم ہو گئے تھے اور خط وکتابت رہتی تھی، ایک دفعہ ام کلثوم رضی اللہ عنہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ) نے قیصر کی حرم کے پاس تحفہ کے طور پر عطر کی چند شیشیاں بھیجیں، اس نے اس کے جواب میں شیشیوں کو جواہرات سے بھر کر بھیجا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ گو عطر تمہارا تھا؛ لیکن قاصد جو لے کر گیا وہ سرکاری تھا اور اس کے مصارف عام آمدنی سے ادا کئے گئے تھے؛ چنانچہ جواہرات لے کر بیت المال میں داخل کر دیئے اور ان کو کچھ معاوضہ دے دیا، اسی طرح ایک بازار میں ایک فربہ اونٹ فروخت ہوتے دیکھا، دریافت سے معلوم ہوا کہ آپ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ہے، ان سے پوچھا کہ یہ اونٹ کیسا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے اس کو خرید کر سرکاری چراگاہ میں بھیج دیا تھا اور اب کچھ فربہ ہو گیا ہے تو بیچنا چاہتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا چونکہ یہ سرکاری چراگاہ میں فربہ ہوا ہے اس لئے تم صرف راس المال کے مستحق ہو، اور بقیہ قیمت لے کر بیت المال میں داخل کر دی۔ (ایضا)

خلافت سے پہلے آپ تجارت کرتے تھے، بیت المال سے وظیفہ مقرر ہونے سے بیشتر تک کچھ دنوں زمانہ خلافت میں بھی یہ مشغلہ جاری تھا، ایک دفعہ شام کی طرف مال بھیجنا چاہا، روپیہ کی ضرورت ہوئی تو حضرت عبدالرحمن بن عوف سے قرض طلب کیا، انہوں نے کہا، آپ امیر المومنین ہیں، بیت المال سے اس قدر رقم قرض لے سکتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیت المال سے نہیں لوں گا، کیونکہ اگر ادا کرنے سے پہلے مرجاوں گا تو تم لوگ میرے ورثاء سے مطالبہ نہ کرو گے اور یہ بار میرے سر رہ جائے گا، اس لئے چاہتا ہوں کہ کسی ایسے شخص سے لوں جو میرے متروکہ سے وصول کرنے پر مجبور ہو۔ (طبقات ابن سعد)

ایک دفعہ بیمار ہوئے طبیبوں نے شہد تجویز کیا، بیت المال میں شہد موجود تھا؛ لیکن قلب متقی بغیر مسلمانوں کی اجازت کے لینے پر راضی نہ تھا؛ چنانچہ اسی حالت میں مسجد میں تشریف لائے اور مسلمانوں کو جمع کر کے اجازت طلب کی، جب لوگوں نے اجازت دے دی تو استعمال فرمایا، (ایضاً) بحرین سے مال غنیمت میں مشک وعنبر آیا اس کو مسلمانوں میں تقسیم کرنے کے لئے کسی ایسے شخص کی تلاش ہوئی جس کو عطریات کے وزن میں دستگاہ ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس کام کو کر سکتی ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم سے یہ کام نہیں لوں گا، کیونکہ مجھے خوف ہے کہ تمہاری انگلیوں میں جو کچھ لگ جائیگا اسے اپنے جسم پر لگاؤ گی اور اس طرح عام مسلمانوں سے زیادہ میرے حصہ میں آجائے گا۔ (کنز العمال)

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عراق سے زیورات بھیجے، اس وقت آپ کی گود میں آپ کی سب سے محبوب یتیم بھتیجی اسماء بنت زید رضی اللہ عنہ کھیل رہی تھی، اس نے ایک انگوٹھی ہاتھ میں لے لی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بطائف الحیل اس سے لے کر زیورات میں ملادی اور لوگوں سے کہا کہ اس لڑکی کو میرے پاس سے لے جاؤ، اسی طرح عبداللہ بن ارقم نے معرکہ جلولا کے بعد زیورات بھیجے تو آپ کے ایک صاحبزادے نے ایک انگوٹھی کی درخواست کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سوال پر خفا ہوئے اور کچھ نہ دیا۔ (ایضا)

ایک دفعہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر کہ مال غنیمت آیا ہوا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور کہا امیر المومنین! اس میں میرا حق مجھ کو عنایت کیجئے، میں ذوالقربیٰ میں سے ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نور نظر تیرا حق میرے خاص مال میں ہے، یہ تو غنیمت کا مال ہے، افسوس ہے کہ تو نے اپنے باپ کو دھوکہ دینا چاہا، وہ بیچاری خفیف ہو کر چلی گئیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تمنا تھی کہ اپنے محبوب آقا حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہوں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دیدی تھی، مگر خیال یہ تھا کہ شاید خلافت کے رعب نے انہیں مجبور کیا ہو، اس لئے اپنے صاحبزادے کو وصیت فرمائی کہ مرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر اجازت لی جائے، اگر اذن ہو تو خیر ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا، اس طرح وفات کے بعد بھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ورع وتقویٰ کا بدیع المثال نمونہ پیش کیا، رضی اللہ عنہ۔

تواضع

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان اور رعب وداب کا ایک طرف تو یہ حال تھا کہ محض نام سے قیصر وکسریٰ کے ایوان حکومت میں لرزہ پیدا ہو جاتا تھا، دوسری طرف تواضع اور خاکساری کا یہ عالم تھا کہ کاندھے پر مشک رکھ کر بیوہ عورتوں کے لئے پانی بھرتے تھے، مجاہدین کی بیویوں کا بازار سے سودا سلف خرید کر لادیتے تھے، پھر اس حالت میں تھک کر مسجد کے گوشہ میں فرش خاک پر لیٹ جاتے تھے۔

ایک دفعہ اپنے ایام خلافت میں سر پر چادر ڈال کر باہر نکلے، ایک غلام کو گدھے پر سوار جاتے دیکھا چونکہ تھک گئے تھے اس لئے اپنے ساتھ بٹھا لینے کی درخواست کی، اس کے لئے اس سے زیادہ کیا شرف ہو سکتا ہے، فوراً اتر پڑا اور سواری کے لئے اپنا گدھا پیش کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اپنی وجہ سے تمہیں تکلیف نہیں دے سکتا تم جس طرح سوار تھے سوار رہو میں تمہارے پیچھے بیٹھ لوں گا، غرض اسی حالت میں مدینہ کی گلیوں میں داخل ہوئے، لوگ امیر المومنین کو ایک غلام کے پیچھے دیکھتے تھے اور تعجب کرتے تھے۔ (بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ)

آپ کو بارہا سفر کا اتفاق ہوا؛ لیکن خیمہ وخرگاہ کبھی ساتھ نہیں رہا، درخت کا سایہ شامیانہ اور فرش خاک بستر تھا، سفر شام کے موقع پر مسلمانوں نے اس خیال سے کہ عیسائی امیر المومنین کے معمولی لباس اور بے سروسامانی کو دیکھ کر اپنے دل میں کیا کہیں گے؟ سواری کے لئے ترکی گھوڑا اور پہننے کے لئے قیمتی لباس پیش کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے لئے یہی بس ہے۔

ایک دن صدقہ کے اونٹوں کے بدن پر تیل مل رہے تھے، ایک شخص نے کہا امیر المومنین! یہ کام کسی غلام سے لیا ہوتا؟ بولے مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہوسکتا ہے؟ جو شخص مسلمانوں کا والی ہے وہ ان کا غلام بھی ہے۔ (کنز العمال)

تشدد و ترحم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تند مزاجی کے افسانے نہایت کثرت سے مشہور ہیں اور ایک حد تک وہ صحیح بھی ہیں؛ لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہے کہ قدرت نے ان کو لطف اور رحم دلی سے نا آشنا رکھا تھا، اصل یہ ہے کہ ان کا غیظ و غضب بھی خدا کے لئے تھا اور لطف و رحم بھی اسی کے لئے، جیسا کہ ایک موقع پر خود ارشاد فرمایا تھا:

والله لقد لان قلبي في الله حتى لهو ألين من الزبد ولقد اشتد قلبي في الله حتى لهو أشد من الحجر." واللہ! میرا دل خدا کے بارے میں نرم ہوتا ہے تو جھاگ سے بھی نرم ہو جاتا ہے اور سخت ہوتا ہے تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے۔" (کنز العمال)

مثال کے طور پر چند واقعات درج ذیل ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ اور لطف و رحم محض خدا کے لئے تھا، ذاتیات کو مطلقاً دخل نہ تھا۔

غزوہ بدر میں کافروں نے بنو ہاشم کو مسلمانوں سے لڑنے پر مجبور کیا تھا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عباس رضی اللہ عنہ کہیں نظر آئیں تو ان کو قتل نہ کرنا، ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکل گیا کہ بنو ہاشم میں کیا خصوصیت ہے؟ اگر عباس رضی اللہ عنہ سے مقابلہ ہو گیا تو ضرور مزہ چکھاؤں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ گستاخی دیکھ کر آپے سے باہر ہو گئے اور کہا اجازت دیجئے کہ میں اس کا سر اڑا دوں۔ (ابن سعد قسم اول جز و تذکرہ عباس رضی اللہ عنہ)

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے، یہ خود ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے تھے؛ لیکن ان کے اہل و عیال مکہ میں تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کا قصد فرمایا تو حاطب رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے خیال سے اپنے بعض مشرک دوستوں کو اس کی اطلاع دیدی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو برافروختہ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اجازت دیجئے کہ اس کو قتل کردوں۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ فتح وما بعث بہ حاطب رضی اللہ عنہ ابی بلتعہ)

اسی طرح خویصرہ نے ایک دفعہ گستاخانہ کہا" محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عدل کر" حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصے سے بیتاب ہو گئے اور اس کو قتل کر دینا چاہا؛ لیکن رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا۔

غرض اسی قسم کے متعدد واقعات ہیں جن سے اگر تم مزاج کی سختی کا اندازہ کر سکتے ہو تو دوسری طرف للہیت کا بھی اعتراف کرنا پڑے گا۔

ایام خلافت میں جو سختیاں ظاہر ہوئیں وہ اصول سیاست کے لحاظ سے نہایت ضروری تھیں، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی، حکام سے سختی کے ساتھ باز پرس، مذہبی پابندی کے لئے تنبیہ و تعزیر اور اسی قسم کے تمام امور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرائض منصبی میں داخل تھے، اس لئے انہوں نے جو کچھ کیا وہ منصب خلافت کی حیثیت سے ان پر واجب تھا، ورنہ ان کا دل لطف

ومحبت کے شریفانہ جذبات سے خالی نہ تھا؛ بلکہ وہ جس قدر مذہبی اور انتظامی معاملات میں سختی اور تشدد کرتے تھے، ہمدردی کے موقعوں پر اس سے زیادہ لطف ورحم کا برتاؤ کرتے تھے، خدا کی ذی عقل مخلوق میں غلاموں سے زیادہ قابل رحم حالت کسی کی نہیں ہوگی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عنان خلافت ہاتھ میں لینے کے ساتھ تمام عربی غلاموں کو آزاد کرادیا، (یعقوبی) اور یہ قانون بنادیا کہ اہل عرب کبھی کسی کے غلام نہیں ہوسکتے، کنزالعمال میں بہ تصریح ان کا قول مذکور ہے کہ "لا تسترق عربی" یعنی عربی غلام نہیں ہوسکتے، عام غلاموں کا آزاد کرانا بہت مشکل تھا تاہم ان کے حق میں بہت سی مراعات قائم کیں، مجاہدین کی تنخواہیں مقرر ہوئیں تو آقا کے ساتھ اسی قدر ان کے غلام کی تنخواہ مقرر ہوئی، (فتوح البلدان ذکر العطاء فی خلافت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ) اکثر غلاموں کو بلا کر ساتھ کھانا کھلاتے، ایک شخص نے دعوت کی تو محض اس وجہ سے برافروختہ ہوکر اٹھ گئے کہ اس نے دسترخوان پر اپنے غلام کو نہیں بٹھایا تھا، آپ اکثر حاضرین کو سنا کر کہتے تھے کہ جو لوگ غلاموں کو اپنے ساتھ کھانا کھلانا عار سمجھتے ہیں، خدا ان پر لعنت بھیجتا ہے غلاموں کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ وہ اپنے عزیز واقارب سے جدا ہوجاتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ کوئی غلام اپنے اعزہ سے جدا نہ کیا جائے۔ (کنزالعمال)

۱۸ھ میں جب عرب میں قحط پڑا اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیقراری قابل دید تھی، دور دراز ممالک سے غلہ منگوا کر تقسیم کیا، گوشت گھی اور دوسری مرغوب غذائیں ترک کردیں، اپنے لڑکے کے ہاتھ میں خربوزہ دیکھ کر خفا ہوئے کہ قوم فاقہ مست ہے اور تو تفکہات سے لطف اٹھاتا ہے، غرض! جب تک قحط رہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر قسم کے عیش ولطف سے اجتناب رکھا۔ (ایضاً وقائع الرمادہ)

عراق عجم کے معرکہ میں نعمان بن مقرن اور دوسرے بہت سے مسلمان شہید ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ان کی شہادت کا اتنا اثر تھا کہ زاروقطار روتے تھے، مال غنیمت آیا تو غصہ سے واپس کردیا کہ مجاہدین اور شہداء کے ورثا میں تقسیم کردیا جائے۔

تم نے انتظامات کے سلسلہ میں پڑھا ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں ہر جگہ لنگر خانے، مسافر خانے اور یتیم خانے بنوائے تھے، غرباء مساکین اور مجبور ولاچار آدمیوں کے روزینے مقرر کردیئے تھے، کیا یہ تمام امور لطف وترحم کے دائرہ سے باہر ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذمیوں اور کافروں کے ساتھ جس رحمدلی اور لطف کا سلوک کیا آج مسلمان، مسلمان سے نہیں کرتے، زندگی کے آخری لمحے تک ذمیوں کا خیال رہا، وفات کے وقت وصیت میں ذمیوں کے حقوق پر خاص زور دیا۔

(بخاری، کتاب المناقب باب قصہ البیعہ والاتفاق علی رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ)

عفو

اس لطف وترحم کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ عفو اور درگزر سے بھی کام لیتے تھے، ایک دفعہ حر بن قیس اور عینیہ بن حصن حاضر خدمت ہوئے، عینیہ نے کہا آپ انصاف سے حکومت نہیں کرتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس گستاخی پر بہت غضبناک ہوئے، حر بن قیس نے کہا امیر المومنین! قرآن مجید میں آیا ہے "خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِين

(الاعراف) "یہ شخص جاہل ہے اس کی بات کا خیال نہ کیجئے، اس گفتگو سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ بالکل ٹھنڈا پڑ گیا۔ (کنز العمال)

رفاہ عام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فریضہ خلافت کی حیثیت سے رفاہ عام اور بنی نوع انسان کی بہبودی کے جو کام کئے اس کی تفصیل گزر چکی ہے، ذاتی حیثیت سے بھی ان کا ہر لحہ خلق اللہ کی نفع رسانی کے لئے وقف تھا، ان کا معمول تھا کہ مجاہدین کے گھروں پر جاتے اور عورتوں سے پوچھ کر بازار سے سودا سلف لا دیتے تھے، مقام جنگ سے قاصد آتا تو اہل فوج کے خطوط ان کے گھروں میں پہنچا آتے اور جس گھر میں کوئی لکھا پڑھا نہ ہوتا خود ہی چوکھٹ پر بیٹھ جاتے اور گھر والے جو کچھ لکھاتے لکھ دیتے، راتوں کو عموماً گشت کرتے کہ عام آبادی کا حال معلوم ہو، ایک دفعہ گشت کرتے ہوئے مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر مقام حرار پہنچے، دیکھا کہ ایک عورت پکار رہی ہے اور دو تین بچے رو رہے ہیں، پاس جا کر حقیقت حال دریافت کی، عورت نے کہا بچی بھوک سے تڑپ رہے ہیں، میں نے ان کے بہلانے کو خالی ہانڈی چڑھا دی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی وقت مدینہ آئے اور آٹا، گھی، گوشت اور کھجوریں لے چلے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم نے کہا میں لئے چلتا ہوں، فرمایا، ہاں قیامت میں تم میرا بار نہیں اٹھاؤ گے اور خود ہی سب سامان لے کر عورت کے پاس گئے، اس نے پکانے کا انتظام کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیکھتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ (کنز العمال)

ایک دفعہ کچھ لوگ شہر کے باہر اترے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور کہا مجھ کو ان کے متعلق مدینہ کے چوروں کا ڈر لگا ہوا ہے، چلو ہم دونوں چل کر پہرہ دیں؛ چنانچہ دونوں آدمی رات بھر پہرہ دیتے رہے۔ (طبری)

ایک دفعہ رات کو گشت کر رہے تھے کہ ایک بدو کے خیمہ سے رونے کی آواز آئی، دریافت سے معلوم ہوا کہ بدوی عورت دردزہ میں مبتلا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر آئے اور اپنی بیوی ام کلثوم رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر بدو کے خیمہ گئے، تھوڑی دیر کے بعد بچہ پیدا ہوا، ام کلثوم رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا اے امیر المومنین! اپنے دوست کو مبارکباد دیجئے، بدو امیر المومنین کا لفظ سن کو چونک پڑا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کچھ خیال نہ کرو، کل میرے پاس آنا، بچہ کی تنخواہ مقرر کر دوں گا۔ (کنز العمال)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی غیر معمولی مصروفیات میں سے بھی مجبور، بیکس اور اپاہج آدمیوں کی خدمت گزاری کے لئے وقت نکال لیتے تھے، مدینہ سے اکثر نابینا اور ضعیف اشخاص فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت گزاری کے ممنون تھے، خلوص کا یہ عالم تھا کہ خود ان لوگوں کو خبر بھی نہ تھی کہ یہ فرشتہ رحمت کون ہے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز علی الصبح امیر المومنین کو ایک جھونپڑے میں جاتے دیکھا، خیال ہوا کہ فاروق اعظم کا کیا کام؟ دریافت سے معلوم ہوا کہ اس میں ایک نابینا ضعیفہ رہتی ہے اور وہ روز اس کی خبر گیری کے لئے جایا کرتے ہیں۔

خدا کی راہ میں دینا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ دولتمند نہ تھے، تاہم انہوں نے جو کچھ خدا کی راہ میں صرف کیا وہ ان کی حیثیت سے بہت زیادہ تھا، ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کی تیاری کی تو اکثر صحابہ نے ضروریات جنگ کے لئے بڑی بڑی رقمیں

پیش کیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اپنے مال واسباب میں سے آدھا لاکر پیش کیا۔ (ترمذی، فضائل عمر رضی اللہ عنہ)

یہود بنی حارثہ سے آپ کو ایک زمین ملی تھی اس کو خدا کی راہ میں وقف کر دیا اسی طریقہ سے خیبر میں ایک بہترین سیر حاصل قطعہ اراضی ملا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے ایک قطعہ زمین ملا ہے جس سے بہتر میرے پاس کوئی جائداد نہیں ہے، آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وقف کردو؛ چنانچہ حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم فقراء اعزہ، مسافر، غلام اور جہاد کے لئے وقف کر دیا۔ (ابوداود کتاب الوصایا باب ماجاء فی الرجل یوقف وقف)

ایک دفعہ ایک اعرابی نے نہایت رقت انگیز اشعار سنائے اور دست سوال دراز کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ متاثر ہو کر بہت روئے اور کرتہ اتار کر دے دیا۔

مساوات کا خیال

عہد فاروقی میں شاہ گدا، امیر وغریب، مفلس ومالدار سب ایک حال میں نظر آتے تھے، عمال کو تاکیدی حکم تھا کہ کسی طرح کا امتیاز ونمود اختیار نہ کریں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود ذاتی حیثیت سے بھی مساوات اپنا خاص شعار بنایا تھا، یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنی معاشرت نہایت سادہ رکھی تھی، تعظیم وتکریم کو دل سے ناپسند کرتے تھے، ایک دفعہ کسی نے کہا، میں آپ پر قربان فرمایا ایسا نہ کہو، اس سے تمہارا نفس ذلیل ہو جائے گا، اسی طرح زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قاضی مدینہ کی عدالت میں مدعا علیہ کی حیثیت سے گئے تو انہوں نے تعظیم کے لئے جگہ خالی کردی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے اس مقدمہ میں یہ پہلی ناانصافی کی، یہ کہہ کر اپنے فریق کے برابر بیٹھ گئے۔ (کنزالعمال)

آپ کا مقولہ تھا کہ میں اگر عیش وتنعم کی زندگی بسر کروں اور لوگ مصیبت وافلاس میں رہیں تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا، سفر شام میں نفیس ولذیز کھانے پیش کئے گئے تو پوچھا کہ تمام مسلمانوں کو بھی یہ الوان نعمت میسر ہیں؟ لوگوں نے کہا ہر شخص کے لئے کس طرح ممکن ہے؟ فرمایا، تو پھر مجھے بھی اس کی حاجت نہیں۔

خلافت کی حیثیت سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جاہ وجلال کا سکہ تمام دنیا پر بیٹھا ہوا تھا؛ لیکن مساوات کا یہ عالم تھا کہ قیصر وکسریٰ کے سفراء آتے تھے تو انہیں یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ شاہ کون ہے؟ درحقیقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود نمونہ بن کر مسلمانوں کو مساوات کا ایسا درس دیا تھا کہ حاکم ومحکوم، اور آقا وغلام کے سارے امتیازات اُٹھ گئے تھے۔

غیرت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بالطبع غیور واقع ہوئے تھے، یہاں تک کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی غیرت کا پاس ولحاظ کرتے تھے، صحیح مسلم، ترمذی اور صحاح کی تقریباً سب کتابوں میں باختلاف الفاظ مروی ہے کہ معراج کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں ایک عالیشان طلائی قصر ملاحظہ فرمایا جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لئے مخصوص تھا اس کے اندر صرف اس وجہ سے تشریف نہیں لے گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی غیرت کا حال معلوم تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر فرمایا تو وہ رو کر کہنے لگے "أَعَلَيْكَ أَغَارُ يَا رَسُوْلَ اللهِ" (کیا میں آپ کے مقابلہ میں غیرت کروں گا یا رسول

(بخاری مناقب عمر رضی اللہ عنہ)

آیت حجاب نازل ہونے سے پہلے عرب میں پردہ کا رواج نہ تھا یہاں تک کہ خود ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ پردہ نہیں کرتی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت اس بے حجابی کو نہایت ناپسند کرتی تھی، بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتجی ہوئے کہ آپ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ کو پردہ کا حکم دیں اس خواہش کے بعد ہی آیت حجاب نازل ہوئی۔

آپ کی غیرت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جب آپ کو خبر ملی مسلمان عورتیں حماموں میں عیسائی عورتوں کے سامنے بے پردہ نہاتی ہیں تو تحریری حکم جاری کیا کہ مسلمان عورت کا غیر مذہب والی عورت کے سامنے بے پردہ ہونا جائز نہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت اسلام کے ان مصائب میں سے ہے جس کی تلافی نہ ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے، جس دن سے وہ مسلمان ہوئے دین الٰہی کی شوکت وعزت بڑھتی گئی اور اپنے عہد خلافت میں تو وہ کام کیے جن کی نظیر کبھی چشم فلک نے بھی نہیں دیکھی اور جس دن سے رخصت ہوئے مسلمانوں کا اقبال بھی رخصت ہوگیا۔

مدینہ منورہ میں ایک فیروز نامی ایک پارسی (ایرانی) غلام تھے جس کی کنیت ابولولو تھی۔ اس نے ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آکر شکایت کی کہ میرے آقا مغیرہ مغیرہ بن شعبہ نے مجھ سے بہت بھاری محصول مقرر کیا ہے۔ آپ کم کرا دیجیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعداد پوچھی۔ اس نے کہا روزانہ دو درہم (قریباً سات آنے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو کونسا پیشہ کرتا ہے۔ بولا کہ بخاری، نقاشی، آہنگری۔ فرمایا کہ ان صنعتوں کے مقابلہ میں یہ رقم کچھ بہت نہیں ہے۔ فیروز دل میں سخت ناراض ہو کر چلا آیا۔

دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے لیے نکلے تو فیروز خنجر لے کر مسجد میں آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے کچھ لوگ اس کام پر مقرر تھے کہ جب جماعت کھڑی ہو تو صفیں درست کریں۔ جب صفیں سیدھی ہو چکتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لاتے تھے اور امامت کرتے تھے۔ اس دن بھی حسب معمول صفیں درست ہو چکیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ امامت کے لئے بڑھے اور جونہی نماز شروع کی، فیروز نے دفعتہ گھات سے نکل کر چھ وار کیے۔ جن میں سے ایک ناف کے نیچے پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً عبد الرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ کھڑا کر دیا اور خود زخم کے صدمہ سے گر پڑے۔

(27 ذوالحجہ 23 ہجری 644 عیسوی)

عبد الرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف نے اس حالت میں نماز پڑھائی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے بسمل پڑے تھے۔ فیروز نے اور لوگوں کو بھی زخمی کیا لیکن بلاآخر پکڑ لیا گیا اور ساتھ ہی اس نے خودکشی کرلی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لوگ اٹھا کر گھر لائے۔ سب سے پہلے انھوں نے پوچھا کہ میرا قاتل کون تھا؟ لوگوں نے کہا کہ فیروز فرمایا کہ الحمد للہ کہ میں ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا جو اسلام کا دعوی رکھتا تھا۔ لوگوں کا خیال تھا زخم چنداں کاری نہیں ہے غالب شفا ہو جائے۔ چنانچہ ایک طبیب بلایا اس نے نبیذ اور دودھ پلایا اور دونوں چیزیں زخم کی راہ باہر نکل آئیں اس وقت لوگوں کو

یقین ہوگیا کہ وہ اس زخم سے جانبر نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ لوگوں نے ان سے کہا کہ اب آپ اپنا ولی عہد منتخب کر جایئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ اپنے فرزند کو بلا کر کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور اس کہو کہ عمر آپ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ عبداللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، وہ رو رہی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سلام کہا اور پیغام پہنچایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس جگہ کو میں اپنے لئے محفوظ رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن آج میں عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے آپ پر ترجیح دوں گی۔ عبداللہ واپس آئے۔ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر کی۔ بیٹے کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا کیا خبر لائے؟ انہوں نے فرمایا جو آپ چاہتے تھے۔ فرمایا کہ یہی سب سے بڑی آرزو تھی۔

اس وقت اسلام کے حق میں جو سب سے اہم کام تھا، وہ ایک خلیفہ کا انتخاب کرنا تھا۔ تمام صحابہ بار بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخوست کرتے تھے کہ اس مہم کو آپ طے کر جایئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے معاملے پر مدتوں غور کیا تھا اور اکثر سوچا کرتے تھے۔ بار بار لوگوں نے ان کو اس حالت میں دیکھا کہ سب سے الگ متفکر بیٹھے ہیں اور کچھ سوچ رہے ہیں۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خلافت کے باب میں غلطان و پیچان ہیں۔

غرض وفات کے وقت جب لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا کہ ان چھ شخصوں میں جس کی نسبت کثرت رائے ہو وہ خلیفہ منتخب کر لیا جائے۔ جن پر انتخاب کی نگاہ پڑسکتی تھی۔ علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد بن وقاص، عبدالرحمن بن عوف رضوان اللہ عنہم تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قوم اور ملک کی بہبود کا جو خیال تھا اس کا اس اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ عین کرب و تکلیف کی حالت میں جہاں تک ان کی قوت اور حواس نے یاوری دی اس دھن میں صرف رہے۔ لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ جو شخص خلیفہ منتخب ہو اس کو میں وصیت کرتا ہوں کی پانچ فرقوں کے حقوق کا نہایت خیال رکھے۔ (۱) مہاجرین (۲) انصار (۳) اعراب (۴) وہ اہل عرب جو اور شہروں میں جا کر آباد ہوگئے ہیں۔ (۵) اہل ذمہ (یعنی عیسائی، یہودی، پارسی جو اسلام کہ رعایا تھے) پھر ہر ایک کے حقوق کی تصریح کی۔

قوم کے کام سے فراغت ہو چکی تو اپنے ذاتی مطالب پر توجہ کی۔ عبداللہ اپنے بیٹے کو بلا کر پوچھا کہ مجھ پر کتنا قرض ہے۔ معلوم ہوا کہ چھیاسی ہزار درہم۔ فرمایا کہ میرے متروکہ سے ادا ہو سکے تو بہتر ورنہ خاندان عدی سے درخواست کرنا اگر وہ بھی پورا نہ کر سکیں تو کل قریش سے۔ لیکن قریش کے علاوہ کسی اور کو تکلیف نہ دینا۔ (یہ صحیح بخاری کی روایت ہے) لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مکان خرید لیا جس سے قرض ادا کیا گیا۔ (فتح الباری)

اس کے بعد نزع کی حالت شروع گئی، اسی حالت میں ایک نوجوان آپ کے پاس آیا جس کے ازار ٹخنوں سے نیچی تھی، آپ نے فرمایا کہ اے بھتیجے ذرا اپنے ازار ٹخنوں سے اوپر رکھا کرو۔ اس کپڑا بھی صاف رہتا ہے اور خدا کی اطاعت بھی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین دن کے بعد فوت ہوئے اور محرم کی پہلی تاریخ ہفتہ کے دن مدفون ہوئے۔ نماز جنازہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔ اور آفتاب عالم تاب خاک میں چھپ گیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

نام ونسب، خاندان

عثمان نام، ابوعبداللہ اور ابوعمر کنیت، ذوالنورین لقب، والد کا نام عفان، والدہ کا نام اروی تھا، والد کی طرف سے پورا سلسلہ نسب یہ ہے، عثمان بن عفان بن ابی العاص ابن امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف بن قصی القرشی، والدہ کی طرف سے سلسلہ نسب یہ ہے، اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدشمس بن عبدمناف، اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سلسلہ پانچویں پشت میں عبد مناف پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی بیضا ام الحکیم حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی سگی بہن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں اس لئے وہ ماں کی طرف سے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہیں، (فتح الباری کتاب المناقب) آپ کو ذوالنورین (دونوں نوروں والا) اس لئے کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خاندان ایام جاہلیت میں غیر معمولی وقعت واقتدار رکھتا تھا، آپ کے جد اعلیٰ امیہ بن عبدشمس قریش کے رئیسوں میں تھے، خلفائے بنوامیہ اسی امیہ بن عبدشمس کی طرف سے منسوب ہو کر اموییین کے نام سے مشہور ہیں، عقاب یعنی قریش کا قومی علم اسی خاندان کے قبضہ میں تھا، جنگ فجار میں اسی خاندان کا نامور سردار حرب بن امیہ سپہ سالار اعظم کی حیثیت رکھتا تھا، عقبہ بن معیط نے جو اپنے زور اثر اور قوت کے لحاظ سے اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا اموی تھا، اسی طرح ابوسفیان بن حرب جنہوں نے قبول اسلام سے پہلے غزوہ بدر کے بعد تمام غزوات میں رئیس قریش کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کیا تھا اسی اموی خاندان کے ایک رکن تھے؛ غرض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خاندان شرافت، ریاست اور غزوات کے لحاظ سے عرب میں نہایت ممتاز تھا اور بنوہاشم کے سوا دوسرا خاندان اس کا ہمسر نہ تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واقعہ فیل کے چھٹے سال یعنی ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ۴۷ برس قبل پیدا ہوئے، بچپن اور سن رشد کے حالات پردہ خفا میں ہیں؛ لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے عام اہل عرب کے خلاف اسی زمانہ میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا، عہد شباب کا آغاز ہوا تو تجارتی کاروبار میں مشغول ہوئے اور اپنی صداقت، دیانت اور راست بازی کے باعث غیر معمولی فروغ حاصل کیا۔

اسلام اور ہجرت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا چونتیسواں سال تھا کہ مکہ میں توحید کی صدا بلند ہوئی، گو ملکی رسم ورواج اور عرب کے مذہبی تخیل کے لحاظ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے یہ آواز نامانوس تھی، تاہم وہ اپنی فطری عفت، پارسائی، دیانتداری اور راستبازی کے

باعث اس داعی حق کو لبیک کہنے کے لئے بالکل تیار تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو انہوں نے دین مبین کی تبلیغ واشاعت کو اپنا نصب العین قرار دیا اور اپنے حلقہ احباب میں تلقین وہدایت کا کام شروع کیا، ایام جاہلیت میں ان سے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ارتباط تھا اور اکثر نہایت مخلصانہ صحبت رہتی تھی، ایک روز وہ حسب معمول حضرت ابوبکر صدیق کے پاس آئے اور اسلام کے متعلق گفتگو شروع کی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گفتگو سے آپ اتنے متاثر ہوئے کہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے، ابھی دونوں بزرگ جانے کا خیال ہی کر رہے تھے کہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا، عثمان! خدا کی جنت قبول کر، میں تیری اور تمام خلق کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوا ہوں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ زبان نبوت کے ان سادہ وصاف جملوں میں خدا جانے کیا تاثیر بھری تھی کہ میں بے اختیار کلمہ شہادت پڑھنے لگا اور دست مبارک میں ہاتھ دیکر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ (اسابہ، تذکرہ سعدی بحث کرز)

اس موقع پر یہ نکتہ بھی ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تعلق اموی خاندان سے تھا جو بنو ہاشم کا حریف تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کو اس لئے خوف وحسد کی نگاہ سے دیکھتا تھا کہ اس طریقہ سے عرب کی سیادت کی باگ بن امیہ کے ہاتھ سے نکل کر بنو ہاشم کے دست اقتدار میں چلی جائے گی، یہی وجہ تھی کہ عقبہ بن ابی معیط اور ابوسفیان وغیرہ اس تحریک کے دبانے میں نہایت سرگرمی سے پیش پیش تھے، لیکن حضرت عثمان کا آئینہ دل خاندانی تعصب کے گرد وغبار سے پاک تھا، اس لئے اس قسم کی کوئی پیش بینی ان کی صفائے باطن کو مکدر نہ کر سکی، انہوں نے نہایت آزادی کے ساتھ اپنے خاندان کے خلاف اس زمانہ میں حق کی آواز پر لبیک کہا جبکہ صرف پینتیس یا چھتیس زن ومرد اس شرف سے مشرف ہوئے تھے۔

شادی

قبول اسلام کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وہ شرف حاصل ہوا جو ان کی کتاب منقبت کا سب سے درخشاں باب ہے، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منجھلی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح پہلے ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا مگر اسلام کے بعد عتبہ کے باپ ابولہب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی عداوت ہو گئی تھی کہ اس نے اپنے بیٹے پر دباؤ ڈال کر طلاق دلوادی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادی ممدوحہ کا دوسرا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس شادی کے متعلق بعض لغو اور بے ہودہ روایتیں کتابوں میں ہیں، مگر وہ تمام تر جھوٹی ہیں اور محدثین نے موضوعات میں ان کا شمار کیا ہے۔

حبشہ کی ہجرت

مکہ میں اسلام کی روز افزوں ترقی سے مشرکین قریش کے غیظ وغضب کی آگ روز بروز زیادہ مشتعل ہوتی جاتی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اپنی وجاہت اور خاندانی عزت کے باوجود عام بلاکشان اسلام کی طرح جفا کاروں کے ظلم وستم کا نشانہ تھے، ان کو خود ان کے چچا نے باندھ کر مارا، اعزہ واقارب نے سرد مہری شروع کی اور رفتہ رفتہ ان کی سخت گیری اور جفا کاری یہاں

تک بڑھی کہ وہ ان کی برداشت سے باہر ہوگئی اور بالآخر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر ملک حبش کی طرف روانہ ہو گئے؛ چنانچہ یہ پہلا قافلہ تھا جو حق وصداقت کی محبت میں وطن اور اہل وطن کو چھوڑ کر جلا وطن ہوا۔

ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا کچھ حال معلوم نہ ہوسکا اس لئے پریشان خاطر تھے، ایک روز ایک عورت نے خبر دی کہ اس نے ان دونوں کو دیکھا تھا اتنا معلوم ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان عثمان اول من هاجر باهله من هذه الامة۔ (اصابہ تذکرہ رقیہ رضی اللہ عنہ)

یعنی اس میری امت میں عثمان رضی اللہ عنہ پہلا شخص ہے جو اپنے اہل وعیال کو لے کر ہجرت کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس ملک میں چند سال رہے، اس کے بعد جب بعض اور صحابہ رضی اللہ عنہم قریش کے اسلام کی غلط خبر پاکر اپنے وطن واپس آئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی آگئے، یہاں آکر معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی ہے، اس بنا پر بعض صحابہ پھر ملک حبش کی طرف لوٹ گئے، مگر حضرت عثمان پھر نہ گئے۔

مدینہ کی طرف

اسی اثنا میں مدینہ کی ہجرت کا سامان پیدا ہوگیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام اصحاب کو مدینہ کی ہجرت کا ایماء فرمایا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ تشریف لے گئے اور حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مہمان ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اور حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ میں برادری قائم کردی۔ (طبقات)

اس مواخات سے دونوں خاندانوں میں جس قدر محبت اور یگانگت پیدا ہوگئی تھی اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ تمام عمر سوگوار رہے اور ان کا نہایت پر درد مرثیہ لکھا۔

بیر رومہ کی خریداری

مدینہ آنے کے بعد مہاجرین کو پانی کی سخت تکلیف تھی تمام شہر میں صرف بیر رومہ ایک کنواں تھا جس کا پانی پینے کے لائق تھا؛ لیکن اس کا مالک ایک یہودی تھا اور اس نے اس کو ذریعہ معاش بنا رکھا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس عام مصیبت کو دفع کرنے کے لئے اس کنویں کو خرید کر وقف کر دینا چاہا، سعی بلیغ کے بعد یہودی صرف نصف حق فروخت کرنے پر راضی ہوا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ ہزار درہم میں نصف کنواں خرید لیا اور شرط یہ قرار پائی کہ ایک دن حضرت عثمان کی باری ہوگی اور دوسرے دن اس یہودی کے لئے یہ کنواں مخصوص رہے گا۔

جس روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی باری ہوتی تھی اس روز مسلمان اس قدر پانی بھر کر رکھ لیتے تھے کہ دو دن تک کے لئے کافی ہوتا تھا، یہودی نے دیکھا کہ اب اس سے کچھ نفع نہیں ہوسکتا تو وہ بقیہ نصف بھی فروخت کرنے پر راضی ہوگیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آٹھ ہزار درہم میں اس کو خرید کر عام مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا، اس طرح اسلام میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فیض کرم کا یہ پہلا ترشح تھا، جس نے توحید کے تشنہ لبوں کو سیراب کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت

خلیفہ سوم امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عمرو اور لقب ذوالنورین (دو نوروالے) ہے۔ آپ قریشی ہیں اور آپ کا نسب نامہ یہ ہے: عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ آپ کا خاندانی شجرہ عبد مناف پر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے۔ آپ نے آغاز اسلام ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا اور آپ کو آپ کے چچا اور دوسرے خاندانی کافروں نے مسلمان ہوجانے کی وجہ سے بے حد ستایا۔ آپ نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اس لئے آپ صاحب الہجرتین (دو ہجرتوں والے) کہلاتے ہیں اور چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں اس لئے آپ کا لقب ذوالنورین ہے۔ آپ جنگ بدر کے علاوہ دوسرے تمام اسلامی جہادوں میں کفار سے جنگ فرماتے رہے۔ جنگ بدر کے موقع پر ان کی زوجہ محترمہ جو رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں، سخت علیل ہوگئیں تھیں اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنگ بدر میں جانے سے منع فرمادیا لیکن ان کو مجاہدین بدر میں شمار فرما کر مال غنیمت میں سے مجاہدین کے برابر حصہ دیا اور اجر وثواب کی بشارت بھی دی۔ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ منتخب ہوئے اور بارہ برس تک تخت خلافت کو سرفراز فرماتے رہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی حکومت کی حدود میں بہت زیادہ توسیع ہوئی اور افریقہ وغیرہ بہت سے ممالک مفتوح ہوکر خلافت راشدہ کے زیر نگیں ہوئے۔ بیاسی برس کی عمر میں مصر کے باغیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور بارہ ذوالحجہ یا اٹھارہ ذوالحجہ ۳۵ھ جمعہ کے دن ان باغیوں میں سے ایک بدنصیب نے آپ کو رات کے وقت اس حال میں شہید کردیا کہ آپ قرآن پاک کی تلاوت فرمارہے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے خون کے چند قطرات قرآن شریف کی آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ پر پڑے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کی نماز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ (تاریخ الخلفاء وازالۃ الخفاء)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کرامات

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب طبقات میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک شخص نے راستہ چلتے ہوئے ایک اجنبی عورت کو گھور گھور کر غلط نگاہوں سے دیکھا۔ اس کے بعد یہ شخص امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس شخص کو دیکھ کر حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی پر جلال لہجہ میں فرمایا کہ تم لوگ ایسی حالت میں میرے سامنے آتے ہو کہ تمہاری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہوتے ہیں۔ شخص مذکور نے (جل بھن کر) کہا کہ کیا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ پر وحی اترنے لگی ہے؟ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ میری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہیں۔

امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اوپر وحی تو نہیں نازل ہوتی ہے لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے یہ بالکل ہی قول حق اور سچی بات ہے اور خداوند قدوس نے مجھے ایک ایسی فراست (نورانی بصیرت) عطا فرمائی ہے جس سے میں لوگوں کے

دلوں کے حالات وخیالات کو معلوم کرلیا کرتا ہوں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، ازالۃ الخفاء، ملخصاً)

آدمی جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کے قلب پر ایک سیاہ داغ اور بدنما دھبہ پڑ جاتا ہے اور چونکہ قلب پورے جسم کا بادشاہ ہے اس لئے قلب پر جب کوئی اثر پڑتا ہے تو پورا بدن اس سے متاثر ہو جاتا ہے تو خاصانِ خدا جن کی آنکھوں میں نور بصارت کے ساتھ ساتھ نور بصیرت بھی ہوا کرتا ہے وہ بدن کے ہر ہر حصہ میں ان اثرات کو اپنے نور فراست اور نگاہ کرامت سے دیکھ لیا کرتے ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ چونکہ اہل بصیرت اور صاحب باطن تھے اس لئے انہوں نے اپنی نگاہ کرامت سے شخص مذکور کی آنکھوں میں اس کے گناہ کے اثرات کو دیکھ لیا اور اس کی آنکھوں کو اس لئے زناکار کہا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ زنا العینین النظر یعنی کسی اجنبی عورت کو بری نیت سے دیکھنا یہ آنکھوں کا زنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہاتھ میں کینسر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی شریف کے منبر اقدس پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بالکل ہی اچانک ایک بدنصیب اور خبیث النفس انسان جس کا نام جہجاہ غفاری تھا کھڑا ہو گیا اور آپ کے دست مبارک سے عصا چھین کر اس کو توڑ ڈالا۔ آپ نے اپنے حلم وحیاء کی وجہ سے اس سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا لیکن خدا تعالیٰ کی قہاری وجباری نے اس بے ادبی اور گستاخی پر اس مردود کو یہ سزا دی کہ اسکے ہاتھ میں کینسر کا مرض ہو گیا اور اس کا ہاتھ گل سڑ کر گر پڑا اور وہ یہ سزا پا کر ایک سال کے اندر ہی مر گیا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، تاریخ الخلفاء)

گستاخی کی سزا

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ملک شام کی سرزمین میں تھا تو میں نے ایک شخص کو بار بار یہ صدا لگاتے ہوئے سنا کہ ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے۔ میں اٹھ کر اس کے پاس گیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس شخص کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوئے ہیں اور وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہے اور اپنے چہرے کے بل زمین پر اوندھا پڑا ہوا بار بار لگاتار یہی کہہ رہا ہے کہ ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے۔ یہ منظر دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اس سے پوچھا کہ اے شخص! تیرا کیا حال ہے؟ اور کیوں اور کس بناء پر تجھے اپنے جہنمی ہونے کا یقین ہے؟ یہ سن کر اس نے یہ کہا: اے شخص! میرا حال نہ پوچھ، میں ان بدنصیب لوگوں میں سے ہوں جو امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لئے ان کے مکان میں گھس پڑے تھے۔ میں جب تلوار لے کر ان کے قریب پہنچا تو ان کی بیوی صاحبہ نے مجھے ڈانٹ کر شور مچانا شروع کر دیا تو میں نے ان کی بیوی صاحبہ کو ایک تھپڑ مار دیا یہ دیکھ کر امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ تیرے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو کاٹ ڈالے اور تیری دونوں آنکھوں کو اندھی کر دے اور تجھ کو جہنم میں جھونک دے۔

اے شخص! میں امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے پُرجلال چہرے کو دیکھ کر اور ان کی اس قاہرانہ دعا کو سن کر کانپ اٹھا اور میرے بدن کا ایک ایک رونگٹا کھڑا ہو گیا اور میں خوف ودہشت سے کانپتے ہوئے وہاں سے بھاگ نکلا۔

امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی چار دعاؤں میں سے تین دعاؤں کی زد میں تو آ چکا ہوں، تم دیکھ رہے ہو کہ میرے دونوں ہاتھ

اور دونوں پاؤں کٹ چکے اور دونوں آنکھیں اندھی ہو چکیں اب صرف چوتھی دعا یعنی میرا جہنم میں داخل ہونا باقی رہ گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ معاملہ بھی یقیناً ہو کر رہے گا چنانچہ اب میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں اور اپنے جرم کو بار بار یاد کر کے نادم و شرمسار ہو رہا ہوں اور اپنے جہنمی ہونے کا اقرار کرتا ہوں۔ (ازالۃ الخفاء، مقصد)

مذکورہ بالا دونوں روایتوں اور کرامتوں سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگرچہ بہت بڑا ستار و غفار اور غفور و رحیم ہے، لیکن اگر کوئی بدنصیب اس کے محبوب بندوں کی شان میں کوئی گستاخی و بے ادبی کرتا ہے تو خداوند قدوس کی قہاری و جباری اس مردود کو ہرگز ہرگز معاف نہیں فرماتی بلکہ ضرور بالضرور دنیا و آخرت کے بڑے بڑے عذابوں میں گرفتار کر دیتی ہے اور وہ دونوں جہان میں قہر قہار و غضب جبار کا اس طرح سزاوار ہو جاتا ہے کہ دنیا میں لعنتوں کی بار اور پھٹکار اور آخرت میں عذاب نار کے سوا اس کو کچھ نہیں ملتا۔ رافضی اور وہابی جن کے دین و مذہب کی بنیاد ہی محبوبان خدا کی بے ادبی پر ہے ہم نے ان گستاخوں اور بے ادبوں میں سے کئی ایک کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ان لوگوں پر قہر الٰہی کی ایسی مار پڑی ہے کہ توبہ توبہ، الامان۔ اور مرتے وقت ان لوگوں کا ایسا برا حال ہوا ہے کہ توبہ توبہ۔ نعوذ باللہ!

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اللہ والوں کی بے ادبی و گستاخی کی لعنت سے محفوظ رکھے اور اپنے محبوبوں کی تعظیم و توقیر اور ان کے ادب و احترام کی توفیق بخشے۔ امین

خواب میں پانی پی کر سیراب

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور ان کے گھر میں پانی کی ایک بوند تک کا جانا بند کر دیا تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پیاس کی شدت سے تڑپتے رہتے تھے میں آپ رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو آپ اس دن روزہ دار تھے۔ مجھ کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن سلام! آج میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پر انوار سے خواب میں مشرف ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انتہائی مشفقانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ اے عثمان! رضی اللہ عنہ ظالموں نے پانی بند کر کے تمہیں پیاس سے بے قرار کر دیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! تو فوراً ہی آپ نے دریچی میں سے ایک ڈول میری طرف لٹکا دیا جو نہایت شیریں اور ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا تھا، میں اس کو پی کر سیراب ہو گیا۔

اور اب اس وقت بیداری کی حالت میں بھی اس پانی کی ٹھنڈک میں اپنی دونوں چھاتیوں اور دونوں کندھوں کے درمیان محسوس کرتا ہوں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عثمان! اگر تمہاری خواہش ہو تو ان باغیوں کے مقابلہ میں تمہاری امداد و نصرت کروں۔ اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آ کر روزہ افطار کرو۔ اے عبداللہ بن سلام! میں نے خوش ہو کر یہ عرض کر دیا کہ یارسول اللہ! آپ کے دربار پر انوار میں حاضر ہو کر روزہ افطار کرنا یہ زندگی سے ہزاروں لاکھوں درجے زیادہ مجھے عزیز ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے بعد رخصت ہو کر چلا آیا اور اسی دن رات میں باغیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

اپنے مدفن کی خبر

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع کے اس حصہ میں تشریف لے گئے جو حش کوکب کہلاتا ہے تو آپ نے وہاں کھڑے ہو کر ایک جگہ پر یہ فرمایا کہ عنقریب یہاں ایک مردِ صالح دفن کیا جائے گا۔ چنانچہ اس کے بعد ہی آپ کی شہادت ہو گئی اور باغیوں نے آپ کے جنازہ مبارکہ کے ساتھ اس قدر ہلڑ بازی کی کہ آپ کو نہ روضہ منورہ کے قریب دفن کیا جا سکا نہ جنت البقیع کے اس حصہ میں مدفون کیے جا سکے جو کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کا قبرستان تھا بلکہ سب سے دور الگ تھلگ حش کوکب میں آپ سپردِ خاک کئے گئے جہاں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہاں امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک بنے گی کیونکہ اس وقت تک وہاں کوئی قبر تھی ہی نہیں۔ (ازالۃ الخفاء، مقصد)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو ان باتوں کا بھی علم عطا فرما دیتا ہے کہ وہ کب اور کہاں وفات پائیں گے اور کس جگہ ان کی قبر بنے گی۔ چنانچہ سینکڑوں اولیاء کرام کے تذکروں میں لکھا ہوا ہے کہ ان اللہ والوں نے قبل از وقت لوگوں کو یہ بتا دیا ہے کہ وہ کب؟ اور کہاں؟ اور کس جگہ وفات پا کر مدفون ہوں گے۔

ضروری انتباہ

اس موقع پر بعض کج فہم اور بد عقیدہ لوگ عوام کو بہکاتے رہتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: **وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مبِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ** یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کو نہیں جانتا کہ وہ کون سی زمین میں مرے گا۔ لہٰذا اولیاء کرام کے سب قصے غلط ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی یہ آیت حق اور برحق ہے اور ہر مؤمن کا اس پر ایمان ہے مگر اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے کوئی شخص اپنی عقل و فہم سے اس بات کو نہیں جان سکتا کہ وہ کب اور کہاں مرے گا۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ وحی اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کو بطریق کشف و کرامت ان چیزوں کا علم عطا فرما دے تو وہ بھی یہ جان لیتے ہیں کب اور کہاں ان کا انتقال ہو گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس بات کو جانتا ہی ہے کہ کون کہاں مرے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے بتا دینے سے خاصان خدا بھی اس بات کو جان لیتے ہیں کہ کون کہاں مرے گا۔ مگر کہاں اللہ تعالیٰ کا علم اور کہاں بندوں کا علم، اللہ تعالیٰ کا علم ازلی، ذاتی اور قدیم ہے اور بندوں کا علم عطائی اور حادث ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی، ابدی اور غیر محدود ہے اور بندوں کا علم فانی اور محدود ہے۔

اب یہ مسئلہ نہایت ہی صفائی کے ساتھ واضح ہو گیا کہ قرآنی ارشاد کا مفاد کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کب اور کہاں مرے گا؟ اور اہل حق کا یہ عقیدہ کہ اولیاء کرام بھی جانتے ہیں کہ کون کب اور کہاں مرے گا؟ یہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہیں اور ان دونوں باتوں میں ہرگز ہرگز کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ جہاں یہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کب اور کہاں مرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر خدا کے بتائے کوئی نہیں جانتا اور جہاں یہ کہا گیا کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء رحمۃ اللہ علیہم جانتے ہیں کہ کون کب اور کہاں مرے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء رحمۃ اللہ علیہم خدا عزوجل کے بتا دینے سے جان لیتے ہیں۔ اب ناظرین کرام انصاف فرمائیں کہ ان دونوں باتوں میں کونسا تعارض اور

ٹکراؤ ہے؟ دونوں ہی باتیں اپنی اپنی جگہ پر سوفیصدی صحیح اور درست ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شہادت کے بعد غیبی آواز

حضرت عدی بن حاتم صحابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ کوئی شخص بلند آواز سے یہ کہہ رہا تھا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو راحت اور خوشبو کی بشارت دو اور نہ ناراض ہونے والے رب کی ملاقات کی خوشخبری سناؤ اور خدا کے غفران ورضوان کی بھی بشارت دے دو۔ حضرت عدیؓ بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اس آواز کو سن کر ادھر ادھر نظر دوڑانے لگا اور پیچھے مڑ کر بھی دیکھا مگر کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ (شواہد النبوۃ، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

مدفن میں فرشتوں کا ہجوم

روایت ہے کہ باغیوں کی ہلڑ بازیوں کے سبب تین دن تک آپ کی مقدس لاش بے گوروکفن پڑی رہی۔ پھر چند جاں نثاروں نے رات کی تاریکی میں آپ کے جنازہ مبارکہ کو اٹھا کر جنت البقیع میں پہنچا دیا اور آپ کی مقدس قبر کھودنے لگے۔ اچانک ان لوگوں نے دیکھا کہ سواروں کی ایک بہت بڑی جماعت ان کے پیچھے پیچھے جنت البقیع میں داخل ہوئی ان سواروں کو دیکھ کر لوگوں پر ایسا خوف طاری ہوا کہ کچھ لوگوں نے جنازہ مبارکہ کو چھوڑ کر بھاگ جانے کا ارادہ کر لیا۔ یہ دیکھ کر سواروں نے با آواز بلند کہا کہ آپ لوگ ٹھہرے رہیں اور بالکل نہ ڈریں، ہم لوگ بھی ان کی تدفین میں شرکت کے لیے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ یہ آواز سن کر لوگوں کا خوف دور ہو گیا اور اطمینان وسکون کے ساتھ لوگوں نے آپ کو دفن کیا۔ قبرستان سے لوٹ کر ان صحابیوں رضی اللہ عنہم نے قسم کھا کر لوگوں سے کہا کہ یقیناً یہ فرشتوں کی جماعت تھی۔ (شواہد النبوۃ)

گستاخ درندہ کے منہ میں

منقول ہے کہ حجاج کا ایک قافلہ مدینہ منورہ پہنچا۔ تمام اہل قافلہ حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر زیارت کرنے اور فاتحہ خوانی کے لئے گئے لیکن ایک شخص جو آپ سے بغض وعناد رکھتا تھا توہین واہانت کے طور پر آپ کی زیارت کے لئے نہیں گیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ وہ بہت دور ہے اس لئے میں نہیں جاؤں گا۔

یہ قافلہ جب اپنے وطن کو واپس آنے لگا تو قافلہ کے تمام افراد خیر وعافیت اور سلامتی کے ساتھ اپنے اپنے وطن پہنچ گئے لیکن وہ شخص جو آپ رضی اللہ عنہ کی قبر انور کی زیارت کے لیے نہیں گیا تھا اس کا یہ انجام ہوا کہ درمیان راہ میں بیچ قافلہ کے اندر ایک درندہ جانور روراتا اور غراتا ہوا آیا اور اس شخص کو اپنے دانتوں سے دبوچ کر اور پنجوں سے پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

یہ منظر دیکھ کر تمام اہل قافلہ نے یک زبان ہو کر یہ کہا کہ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بے ادبی و بے حرمتی کا انجام ہے۔ (شواہد النبوۃ، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

نام ،نسب ،خاندان

علی نام، ابوالحسن اور ابوتراب کنیت، حیدر (شیر) لقب، (صحیح مسلم کتاب الجہاد باب غزوہ ذی قرد وغیرہا) والد کا نام ابوطالب اور والدہ کا نام فاطمہ تھا، پورا سلسلہ نسب یہ ہے، علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مردہ بن کعب بن لوی، چونکہ ابوطالب کی شادی اپنے چچا کی لڑکی سے ہوئی تھی اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نجیب الطرفین ہاشمی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچازاد بھائی تھے۔

خاندانِ ہاشم کو عرب اور قبیلہ قریش میں جو وقعت وعظمت حاصل تھی وہ محتاجِ اظہار نہیں، خانہ کعبہ کی خدمت اور اس کا اہتمام بنو ہاشم کا مخصوص طغرائے امتیاز تھا اور اس شرف کے باعث ان کو تمام عرب میں مذہبی سیادت حاصل تھی۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب مکہ کے ذی اثر بزرگ تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی کی آغوش شفقت میں پرورش پائی تھی اور بعثت کے بعد ان ہی کے زیر حمایت مکہ کے کفرستان میں دعوتِ حق کا اعلان کیا تھا، ابوطالب ہر موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے رہے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے پنجہ ظلم وستم سے محفوظ رکھا، مشرکین قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پناہی اور حمایت کے باعث ابوطالب اور ان کے خاندان کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں، ایک گھاٹی میں ان کو محصور کر دیا، کاروبار اور لین دین بند کر دیا، شادی بیاہ کے تعلقات منقطع کر لئے، کھانا پینا تک بند کر دیا، غرض ہر طرح پریشان کیا، مگر اس نیک طینت بزرگ نے آخری لمحہ حیات تک اپنے عزیز بھتیجے کے سر سے دستِ شفقت نہ اٹھایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی آرزو تھی کہ ابوطالب کا دل نورِ ایمان سے منور ہو جائے اور انہوں نے اپنی ذات سے دنیا میں مہبط وحی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو خدمت وحمایت کی ہے اس کے معاوضہ میں ان کو نعیم فردوس کی ابدی اور لامتناہی دولت حاصل ہو، اس لئے ابوطالب کی وفات کے وقت نہایت اصرار کے ساتھ کلمہ توحید کی دعوت دی، ابوطالب نے کہا عزیز بھتیجے! اگر مجھے قریش کی طعنہ زنی کا خوف نہ ہوتا تو نہایت خوشی سے تمہاری دعوت قبول کر لیتا، (سیرت ابن ہشام) سیرت ابن ہشام میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ نزع کی حالت میں کلمہ توحید ان کی زبان پر تھا، مگر یہ روایت کمزور ہے، بہر حال ابوطالب نے گو اعلانیہ اسلام قبول نہیں کیا، تاہم انہوں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جس طرح پرورش وپرداخت کی اور کفار کے مقابلہ میں جس ثبات اور استقلال کے ساتھ آپ کی نصرت وحمایت کا فرض انجام دیا، اس کے لحاظ سے اسلام کی تاریخ میں ان کا نام ہمیشہ شکر گزاری اور احسان مندی کے ساتھ لیا جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے اس یتیم معصوم کی ماں کی طرح شفقت ومحبت سے پرورش کی، مستند روایات کے مطابق وہ مسلمان ہوئیں اور ہجرت کر کے مدینہ گئیں، ان کا

انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفن میں اپنی قمیص مبارک پہنائی اور قبر میں لیٹ کر اس کو متبرک کیا، لوگوں نے اس عنایت کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ ابو طالب کے بعد سب سے زیادہ اسی نیک سیرت خاتون کا ممنونِ احسان ہوں۔

(ترجمہ اسد الغابہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے دس برس پہلے پیدا ہوئے تھے، ابو طالب نہایت کثیر العیال اور معاش کی تنگی سے نہایت پریشان تھے، قحط وخشک سالی نے اس مصیبت میں اور بھی اضافہ کر دیا، اس لئے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے محبوب چچا کی عسرت سے متاثر ہو کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہم کو اس مصیبت و پریشان حالی میں چچا کا ہاتھ بٹانا چاہئے؛ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حسب ارشاد جعفر کی کفالت اپنے ذمہ لی اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ انتخاب نے علی رضی اللہ عنہ کو پسند کیا؛ چنانچہ وہ اس وقت سے برابر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ (زرقانی)

اسلام اور ہجرت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سن ابھی صرف دس سال کا تھا کہ ان کے شفیق مربی کو دربار خداوندی سے نبوت کا خلعت عطا ہوا، چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ رہتے تھے اس لئے ان کو اسلام کے مذہبی مناظر سب سے پہلے نظر آئے؛ چنانچہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو مصروف عبادت دیکھا، اس موثر نظارہ نے اثر کیا، طفلانہ استعجاب کے ساتھ پوچھا، آپ دونوں کیا کر رہے تھے؟ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے منصب گرامی کی خبر دی اور کفر وشرک کی مذمت کر کے توحید کی دعوت دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کان ایسی باتوں سے آشنا نہ تھے، متحیر ہو کر عرض کیا، اپنے والد ابو طالب سے دریافت کروں اس کے متعلق؟ چونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی اعلان عام منظور نہ تھا، اس لئے فرمایا کہ اگر تمہیں تامل ہے تو خود غور کرو؛ لیکن کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش سے فطرت سنور چکی تھی، توفیق الٰہی شامل ہوئی، اس لئے زیادہ غور وفکر کی ضرورت پیش نہ آئی اور دوسرے ہی دن بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد سب سے پہلے کون ایمان لایا، بعض روایات سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی، بعض سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولیت ظاہر ہوتی ہے اور بعضوں کے خیال میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا ایمان سب پر مقدم ہے؛ لیکن محققین نے ان مختلف احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا عورتوں میں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مردوں میں، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غلاموں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔

مکہ کی زندگی

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی کے تیرہ سال مکہ معظمہ میں بسر ہوئے، چونکہ وہ رات دن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، اس لئے مشورہ کی مجلسوں میں تعلیم وارشاد کے مجمعوں میں، کفار ومشرکین کے مباحثوں میں اور معبودِ حقیقی کی پرستش وعبادت کے موقعوں پر، غرض ہر قسم کی صحبتوں میں شریک رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے سرزمین مکہ میں مسلمانوں کے لئے اعلانیہ خدا کا نام لینا اور اس کی عبادت و پرستش کرنا تقریباً ناممکن تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھپ چھپ کر اپنے معبود حقیقی کی پرستش فرماتے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان عبادتوں میں شریک ہوتے، ایک دفعہ وادی نخلہ میں حسب معمول مصروف عبادت تھے کہ اتفاق سے اس طرف ابوطالب کا گزر ہوا، اپنے معصوم بھتیجے اور نیک بخت بیٹے کو مصروف عبادت دیکھ کر پوچھا کیا کرتے ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر حق کی دعوت دی تو کہنے لگے کہ اس میں کوئی ہرج نہیں؛ لیکن مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ (اسدالغابہ تذکرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ)

انتظام دعوت

منصب نبوت عطا ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین برس تک اعلانیہ دعوت اسلام کی صدا بلند نہیں فرمائی؛ بلکہ پوشیدہ طریقہ پر خاص خاص لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے رہے، چوتھے سال کے اعلان عام اور سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں میں اس کی تبلیغ کا حکم ہوا؛ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ "اپنے قریبی اعزہ کو (عذاب الٰہی سے) ڈراؤ"

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کے موافق کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے خاندان کے سامنے دعوت اسلام کی صدا بلند کی؛ لیکن مدت کا زنگ ایک دن کے صیقل سے نہیں دور ہوسکتا تھا، ابولہب نے کہا: تَبًّا لَکَ. اسی لئے تو نے ہم لوگوں کو جمع کیا تھا؟ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ پھر اپنے خاندان میں تبلیغ اسلام کی کوشش فرمائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انتظام دعوت کی خدمت پر مامور کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت مشکل سے چودہ پندرہ برس کی تھی؛ لیکن انہوں نے اس کمسنی کے باوجود نہایت اچھا انتظام کیا، دسترخوان پر بکرے کے پائے اور دودھ تھا، دعوت میں کل خاندان شریک تھا جن کی تعداد چالیس تھی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، عباس رضی اللہ عنہ، ابولہب اور ابوطالب بھی شرکاء میں تھے، لوگ کھانے سے فارغ ہوچکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھ کر فرمایا: یا بنی عبدالمطلب: خدا کی قسم میں تمہارے سامنے دنیا و آخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں، بولو تم میں سے کون اس شرط پر میرا ساتھ دیتا ہے کہ وہ میرا معاون و مددگار رہوگا؟ اس کے جواب میں سب چپ رہے، صرف شیر خدا علی مرتضی کی آواز بلند ہوئی کہ گو میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں اور مجھے آشوب چشم کا عارضہ ہے، اور میری ٹانگیں پتلی ہیں، تاہم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یار و درست و بازو بنوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا تم بیٹھ جاؤ اور پھر لوگوں سے خطاب فرمایا؛ لیکن کسی نے جواب نہ دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر آٹھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دفعہ بھی ان کو بٹھادیا، یہاں تک کہ جب تیسری دفعہ بھی اس بارگراں کا اٹھانا کسی نے قبول نہیں کیا تو اس مرتبہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جاں بازی کے لہجہ میں انہی الفاظ کا اعادہ کیا تو ارشاد ہوا کہ بیٹھ جاؤ تو میرا بھائی اور میرا وارث ہے۔" (طبری)

ہجرت

بعثت کے بعد تقریباً تیرہ برس تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی گھاٹیوں میں اسلام کی صدا بلند کرتے رہے؛ لیکن مشرکین

قریش نے اس کا جواب محض بغض وعناد سے دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائیوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے، رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جاں نثاروں کو اسیر پنجہ ستم دیکھ کر آہستہ آہستہ ان سب کو مدینہ چلے جانے کا حکم دیا؛ چنانچہ چند نفوسِ قدسیہ کے علاوہ مکہ مسلمانوں سے خالی ہوگیا، اس ہجرت سے مشرکین کو اندیشہ ہوا کہ اب مسلمان ہمارے قبضہ اقتدار سے باہر ہوگئے ہیں اس لئے بہت ممکن ہے کہ وہ اپنی قوت مضبوط کرکے ہم سے انتقام لیں، اس خطرہ نیان کو خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کا دشمن بنادیا؛ چنانچہ ایک روز مشورہ کرکے وہ رات کے وقت کاشانہ نبوت کی طرف چلے کہ مکہ چھوڑنے سے پہلے ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے رخصت کردیں؛ لیکن مشیت الٰہی تو یہ تھی کہ ایک دفعہ تمام عالم حقانیت کے نور سے پرنور اور توحید کی روشنی سے شرک کی ظلمت کافور ہوجائے، اس مقصد کی تکمیل سے پہلے آفتاب رسالت کس طرح غروب ہوسکتا ہے، اس لئے وحی الٰہی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کے ارادوں کی اطلاع دیدی اور ہجرتِ مدینہ کا حکم ہوا، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ مشرکین کو شبہ نہ ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ مرتضیٰ کو اپنے فرشِ اطہر پر استراحت کا حکم دیا اور خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ روانہ ہوگئے۔

فدیت وجان نثاری کا ایک عدیم المثال کارنامہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت زیادہ سے زیادہ بائیس تیئس برس کی تھی، اس عنفوانِ شباب میں اپنی زندگی کو قربانی کے لئے پیش کرنا فدویت وجاں نثاری کا عدیم المثال کارنامہ ہے، رات بھر مشرکین کا محاصرہ قائم رہا اور اس خطرہ کی حالت میں یہ نوجوان نہایت سکون واطمینان کے ساتھ محوِ خواب رہا، غرض تمام رات مشرکین قریش اس دھوکہ میں رہے کہ خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی استراحت فرما ہیں، صبح ہوتے ہی اپنے ناپاک ارادہ کی تکمیل کے لئے اندر آئے؛ لیکن یہاں یہ دیکھ کر وہ متحیر ہوگئے کہ شہنشاہِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جاں نثار اپنے آقا پر قربان ہونے کے لئے سربکف سورہا ہے، مشرکین اپنی اس غفلت پر سخت برہم ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر اصل مقصود کی تلاش وجستجو میں روانہ ہوگئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد دو یا تین دن تک مکہ میں مقیم رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق جن لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاروبار اور لین دین تھا، ان کے معاملات سے فراغت حاصل کی اور تیسرے یا چوتھے دن وطن کو خیرباد کہہ کر عازمِ مدینہ ہوئے، اس زمانہ میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے مہمان تھے اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی انہی کے مکان میں جاکر روکش ہوئے، (ابن سعد تذکرہ علی رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مہاجرین میں باہم بھائی چارہ کرایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا۔ (ایضا)

تعمیر مسجد

مدینہ کا اسلام مکہ کی طرح بے بس ومجبور نہ تھا؛ بلکہ آزادی وحریت کی سرزمین میں تھا جہاں ہر شخص اعلانیہ خدائے واحد کی پرستش کرسکتا اور احکام شرعیہ نہایت اطمینان کے ساتھ ادا کرسکتا تھا، مسلمانوں کی تعداد بھی روز بروز بڑھتی جاتی تھی، یہاں تک کہ

ہجرت کے چھٹے یا ساتویں مہینہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مسجد تعمیر کرنے کا خیال پیدا ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بنیاد رکھی اور اپنے رفقاء کے ساتھ خود اس کی تعمیر میں حصہ لیا، تمام صحابہ جوش کے ساتھ شریک کار تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اینٹ اور گارہ لا لا کر دیتے تھے اور یہ رجز پڑھتے تھے:

لا یستوی من یعمر المساجدا یدأب فیه قائما و قاعدا و من یری عن الغبار حائدا (زرقانی)

"جو مسجد تعمیر کرتا ہے کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اس مشقت کو برداشت کرتا ہے اور جو گرد و غبار کے باعث اس کام سے جی چراتا ہے وہ برابر نہیں ہو سکتے۔"

غزوات و دیگر حالات

سلسلہ غزوات میں سب سے پہلا معرکہ غزوہ بدر ہے، اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تین سو تیرہ جان نثاروں کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، آگے آگے دو سیاہ رنگ کے علم تھے، ان میں سے ایک حیدر کرار کے ہاتھ میں تھا، جب رزمگاہ بدر کے قریب پہنچے تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چند منتخب جان بازوں کے ساتھ غنیم کی نقل وحرکت کا پتہ چلانے کے لئے بھیجا، انہوں نے نہایت خوبی کے ساتھ یہ خدمت انجام دی اور مجاہدین نے مشرکین سے پہلے پہنچ کر اہم مقاموں پر قبضہ کر لیا، سترہویں رمضان جمعہ کے دن جنگ کی ابتدا ہوئی، قاعدہ کے موافق پہلے تنہا مقابلہ ہوا، سب سے پہلے قریش کی صف سے تین نامی بہادر نکل کر مسلمانوں سے مبارز طلب ہوئے، تین انصاریوں نے ان کی دعوت کو لبیک کہا اور آگے بڑھے، قریش کے بہادروں نے ان کا نام نسب پوچھا، جب یہ معلوم ہوا کہ دو یثرب کے نوجوان ہیں تو ان کے ساتھ لڑنے سے انکار کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکار کر کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مقابلہ میں ہمارے ہمسر کے آدمی بھیجو، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان کے تین عزیزوں کے نام لئے، حمزہ رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، اور عبیدہ رضی اللہ عنہ تینوں اپنے حریفوں کے لئے میدان میں آئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے حریف ولید کو ایک ہی وار میں تہ تیغ کر دیا، اس کے بعد جھپٹ کر عبیدہ رضی اللہ عنہ کی مدد کی اور ان کے حریف شیبہ کو بھی قتل کیا، مشرکین نے طیش میں آکر عام حملہ کر دیا، یہ دیکھ کر مجاہدین بھی نعرہ تکبیر کے ساتھ کفار کے نرغہ میں گھس گئے اور عام جنگ شروع ہوگئی، شیر خدا نے صفیں کی صفیں الٹ دیں اور ذوالفقار حیدری نے بجلی کی طرح چمک چمک کر اعدائے اسلام کے خرمن ہستی کو جلا دیا، مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمان مظفر و منصور بے شمار مال غنیمت اور تقریباً ستر قیدیوں کے ساتھ مدینہ واپس آئے، مال غنیمت میں سے آپ کو ایک زرہ ایک اونٹ اور ایک تلوار ملی،

(سیرت ابن ہشام غزوہ بدر)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

اسی سال یعنی ۲ ھ میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دامادی کا شرف بخشا یعنی اپنی محبوب ترین صاحبزادی سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقد کی درخواست سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ

عنہ نے کی تھی؛ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہیں دیا، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خواہش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، تمہارے پاس مہر ادا کرنے کے لئے کچھ ہے؟ بولے ایک گھوڑے اور ایک ذرہ کے سوا کچھ نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑا تو لڑائی کے لئے ہے البتہ ذرہ کو فروخت کردو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چار سو اسی درہم میں بیچا اور قیمت لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ بازار سے عطر اور خوشبو خرید لائیں اور خود نکاح پڑھایا اور دونوں میاں بیوی پر وضو کا پانی چھڑک کر خیر و برکت کی دعا دی۔ (زرقانی)

رخصتی

نکاح کے تقریباً دس گیارہ ماہ بعد باقاعدہ رخصتی ہوئی، اس وقت تک حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، اس لئے جب رخصتی کا وقت آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ایک مکان کرایہ پر لے لو؛ چنانچہ حارث بن النعمان کا مکان ملا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ملکہ جنت کو رخصت کرا کے اس میں لے آئے۔ (اصابہ)

جہیز

حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کو اپنے گھر سے جو جہیز ملا تھا اس کی کل کائنات یہ تھی، ایک پلنگ، ایک بستر، ایک چادر، دو چکیاں اور ایک مشکیزہ، عجیب اتفاق ہے کہ یہی چیزیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی زندگی تک ان کی رفیق رہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس میں کوئی اضافہ نہ کرسکے۔

دعوت ولیمہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی نہایت فقیرانہ وزاہدانہ تھی، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، ذاتی ملکیت میں صرف ایک اونٹ تھا جس کے ذریعہ سے اذخر (ایک قسم کی گھاس) کی تجارت کرکے دعوت ولیمہ کے لئے کچھ رقم جمع کرنے کا ارادہ تھا؛ لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حالت نشہ میں (اس وقت شراب حرام نہیں ہوئی تھی، بخاری میں مفصل واقعہ مذکور ہے) اس اونٹ کو ذبح کرکے کباب سیخ بنادیا، اس لئے اب اقلیم زہد کے تاجدار کے پاس اس رقم کے سوا جو ذرہ کی قیمت میں سے مہر ادا کرنے کے بعد بچ رہی تھی اور کچھ نہ تھی؛ چنانچہ اسی سے دعوت ولیمہ کا سامان کیا جس میں کھجور، جو کی روٹی، پنیر اور ایک خاص قسم کا شوربہ تھا؛ لیکن یہ اس زمانہ کے لحاظ سے پرتکلف ولیمہ تھا، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں اس سے بہتر ولیمہ نہیں ہوا۔ (زرقانی)

غزوہ احد

۳ھ میں اُحد کا معرکہ پیش آیا، شوال ہفتہ کے دن لڑائی شروع ہوئی اور پہلے مسلمانوں نے قلت تعداد کے باوجود غنیم کو بھگادیا؛ لیکن عقب کے محافظ تیر اندازوں کا اپنی جگہ سے ہٹنا تھا کہ مشرکین پیچھے سے یکا یک ٹوٹ پڑے، اس ناگہانی حملے سے مسلمانوں کے اوسان جاتے رہے، اسی حالت میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو چشم زخم پہنچا، دندانِ مبارک شہید ہوئے اور آپ

صلی اللہ علیہ وسلم ایک خندق میں گر پڑے، (بخاری باب غزوہ احد) مشرکین ادھر بڑھے! لیکن حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے روکا اور اسی میں لڑتے لڑتے شہید ہوئے، اس کے بعد حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر علم سنبھالا اور بے جگری کے ساتھ دادِ شجاعت دی، مشرکین کے علمبردار، ابوسعد بن ابی طلحہ نے مقابلہ کے لئے للکارا، شیر خدا نے بڑھ کر ایسا ہاتھ مارا کہ فرشِ خاک پر تڑپنے لگا اور بدحواسی کے عالم میں برہنہ ہو گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی بدحواسی اور بے بسی پر رحم آ گیا اور زندہ چھوڑ کر واپس آئے۔

مشرکین کا زور کم ہوا تو حضرت علی چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہاڑ پر لے گئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے زخم دھویا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ڈھال میں پانی بھر بھر کر گرایا، اس سے خون بند نہ ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے چٹائی جلا کر اس کی راکھ سے زخم کا منہ بند کیا۔

بنو نضیر

غزوہ احد کے بعد ۴ھ میں بنو نضیر کو ان کی بدعہدی کے باعث جلاوطن کیا گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس میں بھی پیش پیش تھے اور علم ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔

غزوہ خندق

۵ھ میں غزوہ خندق پیش آیا اس میں کفار کبھی کبھی خندق میں گھس گھس کر حملہ کرتے تھے، ایک دفعہ سواروں نے حملہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چند جان بازوں کے ساتھ بڑھ کر روکا، سواروں کے سردار عمرو بن عبدود نے کسی کو تنہا مقابلہ کی دعوت دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے کو پیش کیا، اس نے کہا میں تم کو قتل کرنا نہیں چاہتا، شیر خدا نے کہا! لیکن میں تم کو قتل کرنا چاہتا ہوں، وہ برہم ہو کر گھوڑے سے کود پڑا، اور مقابلہ میں آیا، تھوڑی دیر تک شجاعانہ مقابلہ کے بعد ذوالفقار حیدری نے اس کو واصل جہنم کیا، اس کا مقتول ہونا تھا کہ باقی سوار بھاگ کھڑے ہوئے، (سیرت ابن ہشام) کفار بہت دن تک خندق کا محاصرہ کیے رہے! لیکن بالآخر مسلمانوں کی اس پامردی اور استقلال کے آگے ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور یہ معرکہ بھی مجاہدین کرام کے ہاتھ رہا۔

بنو قریظہ

بنو قریظہ نے مسلمانوں سے معاہدہ کے باوجود ان کے مقابلہ میں قریش کا ساتھ دیا اور تمام قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا دیا تھا، اس لئے غزوہ خندق سے فراغت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف توجہ کی، اس مہم میں بھی علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے مطابق قلعہ پر قبضہ کر کے اس کے صحن میں عصر کی نماز ادا کی۔

بنو سعد کی سرکوبی

۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ بنو سعد یہود خیبر کی اعانت کے لئے مجتمع ہو رہے ہیں، اس لئے حضرت علی رضی

اللہ عنہ کو ایک سو کی جمعیت کے ساتھ ان کی سرکوبی پر مامور کیا، انہوں نے ماہ شعبان میں حملہ کر کے بنو سعد کو منتشر کر دیا اور پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں مال غنیمت میں لائے۔

صلح حدیبیہ

اسی سال یعنی ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً چودہ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ زیارت کعبہ کا ارادہ فرمایا، مقام حدیبیہ میں معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ مزاحمت کریں گے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گفتگو کے لئے سفیر بنا کر بھیجے گئے، مشرکین نے ان کو روک لیا، یہاں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ وہ شہید کر دیئے گئے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتقام کے لئے مسلمانوں سے بیعت لی، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس بیعت میں شریک تھے، بعد کو جب یہ معلوم ہوا کہ شہادت کی خبر غلط تھی تو مسلمانوں کا جوش کسی قدر کم ہوا، اور طرفین نے مصالحت پر رضامندی ظاہر کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صلح نامہ لکھنے کا حکم ہوا، انہوں نے حسب دستور بعد اما قاضی علیہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبارت سے عہد نامہ کی ابتداء کی مشرکین نے رسول اللہ کے لفظ پر اعتراض کیا اگر ہم کو رسول اللہ ہونا تسلیم ہوتا تو پھر جھگڑا ہی کیا تھا؟ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کو مٹا دینے کا حکم دیا؛ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی غیرت نے گوارہ نہ کیا اور عرض کیا، خدا کی قسم! میں اس کو نہیں مٹا سکتا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دست مبارک سے اس کو مٹا دیا اس کے بعد معاہدہ صلح لکھا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زیارت کا ارادہ ملتوی کر کے مدینہ واپس تشریف لائے۔

فتح خیبر

ےھ میں خیبر پر فوج کشی ہوئی، یہاں یہودیوں کے بڑے بڑے مضبوط قلعے تھے جن کا مفتوح ہونا آسان نہ تھا، پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی تسخیر پر مامور ہوئے؛ لیکن کامیابی نہ ہوئی، حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل ایک ایسے بہادر کو علم دوں گا جو خدا اور رسول کا محبوب ہے اور خیبر کی فتح اسی کے ہاتھ سے مقدر ہے، صبح ہوئی تو ہر شخص متمنی تھا کہ کاش اس فخر وشرف کا تاج اس کے سر پر ہوتا؛ لیکن یہ دولت گرانمایہ حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے لئے مقدر ہو چکی تھی، صبح کو بڑے بڑے جاں نثار اپنے نام سننے کے منتظر تھے کہ دفعتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کا نام لیا، یہ آواز غیر متوقع تھی، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کر ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب لگایا جس سے یہ شکایت فوراً جاتی رہی۔ (ایضا کتاب المغازی غزوہ خیبر)

مرحب

اس کے بعد علم مرحمت فرمایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا یارسول اللہ! کیا میں لڑ کر ان کو مسلمان بنالوں؟ فرمایا نہیں؛ بلکہ پہلے اسلام پیش کرو اور ان کو اسلام کے فرائض سے آگاہ کرو کیونکہ تمہاری کوششوں سے ایک شخص بھی مسلمان ہو گیا تو وہ تمہارے لئے بڑی سے بڑی نعمت سے بہتر ہے (ایضاً) لیکن یہودیوں کی قسمت میں اسلام کی عزت کے بجائے شکست، ذلت اور رسوائی لکھی تھی، اس لئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور ان کا معزز سردار مرحب بڑے جوش

غرور سے یہ رجز پڑھتا ہوا نکلا۔

قد علمت خیبر انی مرحب شاکی السلاح بطل مجرب

خیبر مجھ کو جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں سلح پوش ہوں، بہادر ہوں، تجربہ کار ہوں

اذا الحروب اقبلت تلهب

جب کہ لڑائی کی آگ بھڑکتی ہے

فاتح خیبر اس متکبرانہ رجز کا جواب دیتے ہوئے بڑھا:

انا الذی سمتنی امی حیدرہ کلیث غابات کریہ المنظرہ

میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے حیدر رکھا ہے جھاڑی کے شیر کی طرح مہیب اور ڈراونا

اوفیھم بالصاع کیل السندرہ

میں دشمنوں کو نہایت سرعت سے قتل کر دیتا ہوں

اور جھپٹ کر ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا، (صحیح بخاری مطبوعہ مصر باب غزوہ ذی قرد) اس کے بعد حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر حملہ کیا اور حیرت انگیز شجاعت کے ساتھ اس کو مسخر کر لیا۔

مہم مکہ

رمضان ۱۰ھ میں مکہ پر فوج کشی کی تیاریاں شروع ہوئیں، ابھی مجاہدین روانہ نہ ہوئے تھے، معلوم ہوا کہ ایک عورت غنیم کو یہاں کے تمام حالات سے مطلع کرنے کے لئے روانہ ہوگئی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، اور مقداد رضی اللہ عنہ کو اس کی گرفتاری پر مامور کیا، یہ تینوں تیز گھوڑوں پر سوار ہو کر اس کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ اور خاخ کے باغ میں گرفتار کر کے خط مانگا، پہلے اس عورت نے لاعلمی ظاہر کی؛ لیکن جب ان لوگوں نے جامہ تلاشی کا ارادہ کیا تو اس نے خط حوالہ کر دیا اور یہ لوگ خط لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب یہ خط پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ مشہور صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے مشرکین مکہ کے نام بھیجا تھا اور اس میں بعض مخفی حالات کی اطلاع تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ سے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرد جرم قرار دینے سے قبل اصل حالات سن لیں، واقعہ یہ ہے کہ مجھ کو قریش سے کوئی نسبی تعلق نہیں ہے، صرف اس کا حلیف ہوں اور مکہ میں دوسرے مہاجرین کی قرابتیں ہیں جو فتح مکہ کے وقت ان کے اہل وعیال کی حفاظت کرتے، میں نے اس خیال سے کہ اگر کوئی نازک وقت آئے تو میرے بچے بے یار و مددگار نہ رہ جائیں یہ خط لکھا تھا، حاشا وکلا اس سے مخبری یا اسلام کے ساتھ دشمنی مقصود نہ تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عذر کو قبول کیا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ انہوں نے سچ بیان کیا ہے؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آتش غضب بھڑک چکی تھی انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بدری ہیں، کیا تم کو معلوم نہیں کہ بدریوں کے تمام گناہ معاف ہیں۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ فتح)

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰ رمضان ۸ھ کو مدینہ روانہ ہوئے اور ایک مرتبہ پھر اس محبوب سرزمین پر دس ہزار قدسیوں کے ساتھ فاتحانہ جاہ وجلال کے ساتھ داخل ہوئے، جہاں سے آٹھ سال پہلے بڑی بے کسی کے ساتھ مسلمان نکالے گئے تھے، ایک علم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور وہ جوش کی حالت میں یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔

اليوم يوم الملحة اليوم تستحل الكعبة آج شدید جنگ کا دن ہے آج حرم میں خونریزی جائز ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا نہیں ایسا نہ کہو آج تو کعبہ کی عظمت کا دن ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے علم لے کر فوج کے ساتھ شہر میں داخل ہوں؛ چنانچہ وہ کداء کی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے (بخاری کتاب مغازی، باب غزوہ فتح) اور مکہ بلا کسی خونریزی کے تسخیر ہو گیا اور وقت آگیا کہ خلیل بت شکن کی یادگار (خانہ کعبہ) کو بتوں کی آلائشوں سے پاک کیا جائے جس کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اس فریضہ کو ادا کیا اور خانہ کعبہ کے گرد جس قدر بت تھے، سب کو لکڑی سے ٹھکراتے جاتے تھے اور یہ آیت تلاوت فرماتے جاتے تھے وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (بنی اسرائیل) پھر خانہ کعبہ کے اندر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام واسماعیل علیہ السلام کی مورتیوں کو الگ کروایا اور تطہیر کعبہ کے بعد اندر داخل ہوئے، (ایضا) لیکن چونکہ اس وحدت کدہ کا گوشہ گوشہ بتوں کی مورتیوں سے اٹا ہوا تھا اس لئے اس اہتمام کے باوجود تانبے کا سب سے بڑا بت باقی رہ گیا، یہ لوہے کی سلاخ میں پیوست کیا ہوا زمین پر نصب تھا اس لئے بہت بلندی پر تھا، پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر چڑھ کر اس کے گرانے کی کوشش کی؛ لیکن وہ جسم اطہر کا بار نہ سنبھال سکے، اس لئے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شانہ اقدس پر چڑھا کر اس کے گرانے کا حکم دیا اور انہوں نے سلاخ سے اکھاڑ کر حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پاش پاش کر ڈالا اور خانہ کعبہ کی کامل تطہیر ہوگئی۔ (حاکم نے مستدرک میں اس واقعہ کو بہ تفصیل نقل کیا ہے؛ لیکن فتح مکہ کے بجائے شب ہجرت کی طرف منسوب کیا ہے؛ لیکن اس کے علاوہ دوسرے محدثین وارباب سیر نے فتح مکہ میں لکھا ہے اور یہی صحیح اور قریب عقل ہے، ہجرت کی ایسی نازک رات میں جبکہ جان خطرہ میں تھی ایسے بڑے اور خطرناک کام کا انجام دینا بعید از قیاس ہے، دوسرے مکہ کی زندگی میں بت شکنی کا کوئی واقعہ نہیں ہے)

ایک غلطی کی تلافی

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو بنو جذیمہ میں تبلیغ اسلام کے لئے روانہ فرمایا، انہوں نے توحید کی دعوت دی، بنو جذیمہ نے اسے قبول کیا؛ لیکن اپنی بدویت اور جہالت کے باعث اس کو ادا نہ کر سکے اور اسلمنا یعنی ہم نے اسلام قبول کیا کے بجائے صبانا صبانا یعنی ہم بے دین ہو گئے کہنے لگے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کا منشا سمجھ کر سب کو قید کر لیا اور بہتوں کو قتل کر ڈالا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو نہایت متاثر ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس غلطی کی تلافی کے لئے روانہ فرمایا، انہوں نے پہنچ کر تمام قیدیوں کو آزاد کرا دیا اور مقتولین کے معاوضہ خوں بہا دیا۔ (فتح الباری)

غزوہ حنین

فتح مکہ کے بعد اسی سال غزوہ حنین کا عظیم الشان معرکہ پیش آیا اور اس میں پہلے مسلمانوں کی فتح ہوئی؛ لیکن جب وہ مال

غنیمت لوٹنے میں مصروف ہوئے تو شکست خوردہ غنیم نے غافل پاکر پھر اچانک حملہ کردیا، مجاہدین اس ناگہانی مصیبت سے ایسے پریشان ہوئے کہ بارہ ہزار نفوس میں سے صرف چند ثابت قدم رہ سکے، ان میں ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ نہ صرف مردی اور استقلال کے ساتھ قائم رہے؛ بلکہ اپنی غیر معمولی شجاعت سے لڑائی کو سنبھال لیا اور غنیم کے امیر عسکر پر حملہ کرکے اس کا کام تمام کردیا اور دوسری طرف جو مجاہدین ثابت قدم رہ گئے تھے وہ اس بے جگری کے ساتھ لڑے کہ مسلمانوں کی ابتری اور پریشانی کے باوجود دشمن کو شکست ہوئی۔ (سیرت ابن ہشام، و مستدرک حاکم)

اہل بیت کی حفاظت

۹ھ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کا قصد فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کی حفاظت کے لئے مدینہ میں رہنے کا حکم دیا، شیر خدا کو شرکتِ جہاد سے محرومی کا غم تو تھا، منافقین کی طعنہ زنی نے اور بھی رنجیدہ کردیا، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال کا علم ہوا تو ان کا غم دور کرنے کے لئے فرمایا، علی رضی اللہ عنہ! کیا تم اسے پسند کروگے کہ میرے نزدیک تمہارا وہ رتبہ ہو جو ہارون کا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا۔" (بخاری کتاب المناقب مناقب علی رضی اللہ عنہ)

تبلیغ فرمان رسول

غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا، اسی اثناء میں سورہ برات نازل ہوئی، لوگوں نے کہا کہ اگر یہ سورۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کے موقع پر لوگوں کو سنانے کے لئے بھیجی جاتی تو اچھا ہوتا، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرف سے صرف میرے خاندان کا آدمی اس کی تبلیغ کرسکتا ہے؛ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلاکر حکم دیا کہ وہ مکہ جاکر اس سورۃ کو سنائیں اور عام اعلان کردیں کہ کوئی کافر جنت میں داخل نہ ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی شخص برہنہ خانہ کعبہ کا طواف کرے اور جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی عہد ہے وہ مدت مہینہ تک باقی رہے گا۔ (سیرت ابن ہشام)

مہم یمن اور اشاعت اسلام

تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مہمیں روانہ فرمائیں ان میں یمن کی مہم پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مامور ہوئے، لیکن چھ مہینہ کی مسلسل جدوجہد کے باوجود اشاعت اسلام میں کامیاب نہ ہوسکے، اس لئے رمضان ۱۰ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلاکر یمن جانے کا حکم دیا، انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں ایک ایسی قوم میں بھیجا جاتا ہوں جس میں مجھ سے زیادہ معمر اور تجربہ کار لوگ موجود ہیں، ان لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنا میرے لئے نہایت دشوار ہوگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی اے خدا اس کی زبان کو راست گو بنا اور اس کے دل کو ہدایت کے نور سے منور کردے اس کے بعد خود اپنے دستِ اقدس سے ان کے فرقِ مبارک پر عمامہ باندھا اور سیاہ علم دے کر یمن کی طرف روانہ فرمایا۔ (زرقانی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یمن پہنچتے ہی یہاں کا رنگ بالکل بدل گیا، جو لوگ خالد رضی اللہ عنہ کی چھ مہینہ کی سعی و کوشش سے بھی اسلام کی حقیقت کو نہیں سمجھے تھے وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صرف چند روزہ تعلیم و تلقین سے اسلام کے شیدائی ہو گئے اور قبیلہ ہمدان مسلمان ہو گیا۔ (فتح الباری)

خلیفہ اول کی بیعت توقف کی وجہ

سقیفہ بنو ساعدہ کی مجلس نے حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت پر اتفاق کیا اور تقریباً تمام اہل مدینہ نے بیعت کر لی، البتہ صحیح روایات کے مطابق صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چھ مہینے تک دیر کی، لوگوں نے اس توقف کے عجیب و غریب وجوہ اختراع کر لئے ہیں؛ لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی سوگوار زندگی نے ان کو بالکل خانہ نشین بنا دیا تھا اور تمام معاملات سے قطع تعلق کر کے وہ صرف ان کی تسلی و دلدہی اور قرآن شریف کے جمع کرنے میں مصروف تھے؛ چنانچہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اس وقت انہوں نے خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کے فضل کا اعتراف کیا اور بیعت کر لی۔ (بخاری غزوہ خیبر)

سوا دو برس کی خلافت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑی بڑی مہمات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے کے بغیر کام نہیں کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نہایت دوستانہ اور مخلصانہ مشورے دیتے تھے، نہاوند کے معرکہ میں ان کو سپہ سالار بھی بنانا چاہا تھا؛ لیکن انہوں نے منظور نہیں کیا، بیت المقدس گئے تو کاروبار خلافت انہی کے ہاتھ دے کر گئے، (تاریخ ابن خلدون ج: وطبری فتح المقدس) اتحاد و یگانگت کا عالم اخیر مرتبہ یہ تھا کہ باہم رشتہ مصاہرت قائم ہو گیا، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتنہ و فساد شروع ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو رفع کرنے کے لئے ان کو نہایت مخلصانہ مشورے دیے، ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھ کہ ملک میں موجودہ شورش و ہنگامہ کی حقیقی وجہ اور اس کے رفع کرنے کی صورت کیا ہے؟ انہوں نے نہایت خلوص اور آزادی سے ظاہر کر دیا کہ موجودہ بے چینی تمام تر آپ کے عمال کے بے اعتدالیوں کا نتیجہ ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عمال کے انتخاب میں انہی صفات کو ملحوظ رکھا ہے جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پیش نظر تھے، پھر ان سے عام بیزاری کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی؟ جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں! یہ صحیح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کی نکیل اپنے ہاتھ میں لے رکھی تھی اور گرفت ایسی سخت تھی کہ عرب کا سرکش سے سرکش اونٹ بھی بلبلا اٹھا برخلاف اس کے آپ ضرورت سے زیادہ نرم دل ہیں، آپ کے عمال اس نرمی سے فائدہ اٹھا کر من مانی کاروائیاں کرتے ہیں اور آپ کو خبر بھی نہیں ہونے پاتی، رعایا سمجھتی ہے کہ عمال جو کچھ کرتے ہیں وہ سب دربار خلافت کے احکام کی تعمیل ہے، اس طرح تمام بے اعتدالیوں کا ہدف آپ کو بننا پڑا۔ (تاریخ طبری)

سب سے آخر میں مصری وفد کا معاملہ پیش آیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے اصرار کیا کہ اپنی وساطت سیاسی جھگڑے کا تصفیہ کرا دیں اور انقلاب پسند جماعت کو راضی کر کے واپس کر دیں، پہلے تو انہوں نے انکار کیا؛ لیکن پھر معاملہ کی اہمیت

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اصرار سے مجبور ہو کر درمیان میں پڑے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اصلاحات کا وعدہ لے کر انقلاب پسندوں کو اپنی ذمہ داری پر واپس کر دیا، مصری وفد کے ارکان ابھی راہ ہی میں تھے کہ ان کو سرکاری قاصد کی تلاشی سے ایک فرمان ہاتھ آیا جس میں حاکم مصر کو ہدایت کی گئی تھی کہ اس وفد کے تمام شرکاء کو تہ تیغ کر دیا جائے، مصری اس غداری سے غضبناک ہو کر واپس آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ایک طرف تو آپ نے ہم کو اصلاحات کا اطمینان دلا کر واپس کیا اور دوسری طرف سے دربار خلافت کا یہ غدارانہ فرمان جاری ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمان دیکھا تو تعجب ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اس کی حقیقت دریافت کی، انہوں نے اس سے حیرت کے ساتھ لاعلمی ظاہر کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے بھی آپ سے ایسی توقع نہیں ہو سکتی تھی لیکن اب میں آئندہ کسی معاملہ میں نہ پڑوں گا؛ چنانچہ اس کے بعد وہ بالکل عزلت نشین ہو گئے۔

مصریوں نے جوش انتقام میں نہایت سختی کے ساتھ کاشانہ خلافت کا محاصرہ کر لیا اور آخر میں یہاں تک شدت اختیار کی کہ آب ودانہ سے بھی محروم کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو عزلت گزینی اور خلوت نشینی کے باوجود محاصرہ کرنے والوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے جس قسم کا محاصرہ قائم کیا ہے وہ نہ صرف اسلام؛ بلکہ انسانیت کے بھی خلاف ہے، کفار بھی مسلمانوں کو قید کر لیتے ہیں تو آب ودانہ سے محروم نہیں کرتے، اس شخص نے تمہارا کیا نقصان کیا ہے جو ایسی سختی روا رکھتے ہو؟ محاصرین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سفارش کی کچھ پرواہ نہ کی اور محاصرہ میں سہولت پیدا کرنے سے قطعی انکار کر دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ غصہ میں اپنا عمامہ پھینک کر واپس چلے آئے۔ (ابن ثیر)

محاصرہ اگرچہ نہایت سخت تھا تاہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا وہم بھی نہ تھا کہ یہ معاملہ اس قدر طول کھینچے گا کہ شہادت تک نوبت پہنچے گی، وہ سمجھے کہ جس طرح حقوق طلبی کے متواتر مظاہرے ہوتے رہے ہیں، یہ بھی اسی قسم کا ایک سخت مظاہرہ ہے، تاہم اپنے دونوں صاحبزادوں کو احتیاطاً حفاظت کے لئے بھیج دیا، جنہوں نے نہایت تندہی اور جانفشانی کے ساتھ مدافعت کی، یہاں تک کہ اسی کشمکش میں زخمی ہوئے؛ لیکن کثیر التعداد مفسدین کا روکنا آسان نہ تھا، وہ دوسری طرف سے دیوار پھاند کر اندر گھس آئے اور خلیفہ وقت کو شہید کر ڈالا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو اس سانحہ جانکاہ پر حد درجہ متاسف ہوئے اور جو لوگ حفاظت پر مامور تھے، ان پر سخت ناراضگی ظاہر کی، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا مارا، محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا کہ تم لوگوں کی موجودگی میں یہ واقعہ کس طرح پیش آیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت خوارج کے ہاتھوں ہوئی۔ یہ وہی گروہ ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں شامل تھا۔ بعد میں اس پارٹی میں اختلافات پیدا ہو گئے اور خوارج نے اپنی جماعت الگ بنالی۔ باغی پارٹی کے بقیہ ارکان بدستور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گردوپیش میں موجود رہے تاہم ان کی طاقت اب کمزور پڑ چکی تھی۔

تین خارجی ابن ملجم، برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر تیمی اکٹھے ہوئے اور انہوں نے منصوبہ بنایا حضرت علی، معاویہ اور عمرو بن

عاص رضی اللہ عنہم کو ایک ہی رات میں قتل کر دیا جائے۔ انہوں نے اپنی طرف سے اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کیا، خود
کش حملے کا ارادہ کیا اور تلواریں زہر میں بجھا لیں۔ ابن ملجم کوفہ آ کر دیگر خوارج سے ملا جو خاموشی سے مسلمانوں کے اندر رہ رہے
تھے۔ اس کی ملاقات ایک حسین عورت قطامہ سے ہوئی، جس کے باپ اور بھائی جنگ نہروان میں مارے گئے تھے۔ ابن ملجم اس
کے حسن پر فریفتہ ہو گیا اور اسے نکاح کا پیغام بھیجا۔ قطامہ نے نکاح کی شرط یہ رکھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا جائے۔
ایک خارجی شبیب نے ابن ملجم کو روکا بھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اسلام کے لیے خدمات کا حوالہ بھی دیا لیکن ابن ملجم نے اسے
قائل کر لیا۔

اس نے نہایت ہی سادہ منصوبہ بنایا اور صبح تاریکی میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب فجر کی نماز کے لیے مسجد کی
طرف آ رہے تھے تو اس نے آپ پر حملہ کر کے آپ کو شدید زخمی کر دیا۔ اس کے بقیہ دو ساتھی جو حضرت معاویہ اور عمرو رضی اللہ
عنہما کو شہید کرنے روانہ ہوئے تھے، ناکام رہے۔ برک بن عبداللہ، جو حضرت معاویہ کو شہید کرنے گیا تھا، انہیں زخمی کرنے میں
کامیاب ہو گیا لیکن انہوں نے اسے پکڑ لیا۔ حضرت عمرو اس دن بیمار تھے، اس وجہ سے انہوں نے فجر کی نماز پڑھانے کے لیے
خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا تھا۔ خارجی عمرو بن بکر نے عمرو بن عاص کے دھوکے میں خارجہ کو شہید کر دیا۔ اس کے بعد وہ
گرفتار ہوا اور مارا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وفات سے پہلے کچھ وقت مل گیا جسے آپ نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرنے میں صرف کیا۔ جانکنی کے
اس عالم میں بھی آپ نے جو باتیں ارشاد فرمائیں، وہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔ یہاں ہم طبری سے چند اقتباسات پیش کر
رہے ہیں۔

آپ نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو بلوایا اور ان سے فرمایا: "میں تم دونوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ دنیا کے
پیچھے ہرگز نہ لگنا خواہ دنیا تم سے بغاوت ہی کیوں نہ کر دے۔ جو چیز تمہیں نہ ملے، اس پر رونا نہیں۔ ہمیشہ حق بات کہنا، یتیموں سے
شفقت کرنا، پریشان کی مدد کرنا، آخرت کی تیاری میں مصروف رہنا، ہمیشہ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے حامی رہنا اور کتاب اللہ کے
احکامات پر عمل کرتے رہنا۔ اللہ کے دین کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے مت گھبرانا۔

(تیسرے بیٹے) محمد بن حنفیہ سے فرمایا: "میں نے تمہارے بھائیوں کو جو نصیحت کی، تم نے بھی سن کر محفوظ کر لی؟ میں تمہیں
بھی وہی نصیحت کرتا ہوں جو تمہارے بھائیوں کو کی ہے۔ اس کے علاوہ یہ وصیت کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں (حسن و حسین) کی
عزت و توقیر کرنا اور ان دونوں کے اس اہم حق کو ملحوظ رکھنا جو تمہارے ذمہ ہے۔ ان کی بات ماننا اور ان کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ
کرنا۔

پھر حسن و حسین سے فرمایا: "میں تم دونوں کو بھی محمد کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارا بھائی اور تمہارے
باپ کا بیٹا ہے۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔

پھر خاص طور پر حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "میرے بیٹے! تمہارے لیے میری وصیت یہ ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، نماز

وقت پر ادا کرنا، زکوٰۃ کو اس کے مصرف میں خرچ کرنا، وضو کو اچھی طرح کرنا کہ بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی اور زکوٰۃ نہ دینے والے کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ ہر وقت گناہوں کی مغفرت طلب کرنا، غصہ پینا، صلہ رحمی کرنا، جاہلوں سے بردباری سے کام لینا، دین میں تفقہ حاصل کرنا، ہر کام میں ثابت قدمی دکھانا، قرآن پر لازمی عمل کرتے رہنا، پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرنا، نیکی کی تلقین اور برائیوں سے اجتناب کی دعوت دیتے رہنا اور خود بھی برائیوں سے بچتے رہنا۔

جب وفات کا وقت آیا تو پھر یہ (قرآنی آیات پر مشتمل) وصیت فرمائی: "بسم اللہ الرحمن الرحیم! یہ وہ وصیت ہے جو علی بن ابی طالب نے کی ہے۔ وہ اس بات کی وصیت کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب فرمادیں، خواہ یہ بات مشرکین کو ناگوار گزرے۔ یقیناً میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں فرمانبردار لوگوں میں سے ہوں۔

حسن بیٹا! میں تمہیں اور اپنی تمام اولاد اور اپنے تمام گھر والوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہارا رب ہے۔ اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ صرف اسلام ہی کی حالت میں جان دینا۔ تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ایک دوسرے باہمی تعلق رکھنا اور اصلاح کرتے رہنا نفل نمازوں اور روزوں سے بہتر ہے۔ اپنے رشتے داروں سے اچھا سلوک کرنا، اس سے اللہ تم پر حساب نرم فرمادے گا۔ یتیموں کے معاملے میں اللہ سے ڈرنا، ان پر یہ نوبت نہ آنے دینا کہ وہ اپنی زبان سے تم سے مانگیں اور نہ ہی تمہاری موجودگی میں پریشانی میں مبتلا ہوں۔ اللہ سے ڈرتے رہنا اور اللہ سے پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں بھی ڈرنا کیونکہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت ہے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور بھی بہت سی نصیحتیں فرمائیں جن میں خاص کر نماز، زکوٰۃ، جہاد، امر بالمعروف کی نصیحت تھی۔ معاشرے کے کمزور طبقات یعنی غرباء ومساکین اور غلاموں کے بارے میں خاص وصیت فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا۔

تمہارے موجود ہوتے ہوئے کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔ اپنے نبی کے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔۔۔۔ پشت دکھانے، رشتوں کو توڑنے اور تفرقہ سے بچتے رہنا۔ نیکی اور تقویٰ کے معاملے میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور نافرمانی اور سرکشی میں کسی کی مدد نہ کرنا۔ اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری، تمہارے اہل خاندان کی حفاظت کرے جیسے اس نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی تھی۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم پر سلام اور اللہ کی رحمت بھیجتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیتیں ایسی ہیں کہ پڑھنے والے کا دل بھر آتا ہے۔ ان وصیتوں میں جو خط کشیدہ الفاظ ہیں، ان پر غور کیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں آپ کی رائے کیا تھی؟ آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خاص کر اس بات کی تلقین فرمائی کہ صحابہ کرام کو ساتھ ملایا جائے، ان سے تفرقہ نہ پیدا کیا جائے اور انہی کے ساتھ رہا جائے خواہ اس کے

لیے انہیں کسی بھی قسم کی قربانی دینا پڑے۔ چنانچہ ہم جانتے ہیں کہ حضرت حسن نے یہی کیا اور قربانی کی ایک ایسی تاریخ رقم کی، جس پر ملت اسلامیہ قیامت تک فخر کرتی رہے گی۔

اپنے قاتل کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا وصیت فرمائی، اسے بھی پڑھتے چلیے: بنوعبدالمطلب! کہیں تم میری وجہ سے مسلمانوں کے خون نہ بہا دینا، اور یہ کہتے نہ پھرنا کہ امیر المومنین قتل کیے گئے ہیں (تو ہم ان کا انتقام لے رہے ہیں۔) سوائے میرے قاتل کے کسی کو قتل نہ کرنا۔ حسن! اگر میں اس کے وار سے مرجاؤں تو قاتل کو بھی ایک ہی وار میں ختم کرنا کیونکہ ایک وار کے بدلے میں ایک وار ہی ہونا چاہیے۔ اس کی لاش کو بگاڑنا نہیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ تم لوگ مثلہ سے بچو خواہ وہ باؤلے کتے ہی کا کیوں نہ ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ابن ملجم کو طلب کیا تو اس نے آپ کو ایک آفر کی، کیا آپ مجھے ایک اچھا کام کرنے دیں گے؟ وہ یہ ہے کہ میں نے اللہ سے عہد کیا تھا اور میں اسے ضرور پورا کرنا چاہتا ہوں۔ وہ عہد میں نے حطیم (خانہ کعبہ) کے قریب کیا تھا کہ میں علی اور معاویہ دونوں ہی کو ضرور قتل کروں گا یا خود اس کوشش میں مارا جاؤں گا۔ اگر آپ چاہیں تو مجھے چھوڑ دیں تاکہ میں معاویہ کو قتل کر دوں۔ میں آپ سے اللہ کے نام پر وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میں انہیں قتل نہ کر سکا یا قتل کر کے زندہ بچ گیا تو آپ کے پاس آ کر آپ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں گا۔" حضرت حسن نے فرمایا: "میں اس کام کے لیے تمہیں ہرگز نہ چھوڑوں گا کہ تم آگ کو اور بھڑکاؤ۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

4638- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ مَكْحُولٍ قَالَ لَتَمْخُرَنَّ الرُّومُ الشَّامَ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا لَا يَمْتَنِعُ مِنْهَا إِلَّا دِمَشْقُ وَعَمَّانُ

❖❖ مکحول بیان کرتے ہیں: رومی چالیس دن تک شام میں گھسے رہیں گے۔ وہ لوگ صرف دمشق اور عمان کے اندر نہیں آسکیں گے۔

4639- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَامِرٍ الْمُرِّيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْعَلَاءِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الْأَعْيَسِ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَلْمَانَ يَقُولُ سَيَأْتِي مَلِكٌ مِنْ مُلُوكِ الْعَجَمِ يَظْهَرُ عَلَى الْمَدَائِنِ كُلِّهَا إِلَّا دِمَشْقَ

❖❖ عبدالرحمن بن سلمان بیان کرتے ہیں: عنقریب ایک ایسا عجمی بادشاہ آئے گا جو تمام شہروں پر حکومت کرے گا۔ صرف دمشق پر نہیں کر سکے گا۔

4640- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا بُرْدٌ أَبُو الْعَلَاءِ عَنْ مَكْحُولٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَوْضِعُ فُسْطَاطِ الْمُسْلِمِينَ فِي الْمَلَاحِمِ أَرْضٌ يُقَالُ لَهَا الْغُوطَةُ

❖❖ مکحول بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جنگ کے دوران مسلمانوں کا خیمہ اس جگہ ہوگا جس کا نام "غوطہ" ہے۔

۴۶۴۱ حدثنا ابو ظفر عبد السلام حدثنا جعفر عن عوف قال سمعت الحجاج يخطب وهو يقول ... عند الله كمثل عيسى ابن مريم ثم قرأ هذه الآية يقرؤها ويفسرها ﴿إذ قال الله يا ... متوفيك ورافعك إلي ومطهرك من الذين كفروا﴾ يشير إلينا بيده وإلى أهل الشام

... عوف بیان کرتے ہیں میں نے حجاج کو خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ اس نے کہا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اللہ تعالیٰ کے ... طرح ہے جیسے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی ہے۔ پھر اس نے یہ آیت پڑھی اس نے اس آیت کو پڑھا بھی ... بھی بیان کی۔

... نے کہا: اے عیسیٰ میں تمہیں موت دوں گا اور پھر تمہیں اپنی طرف بلند کرلوں گا پھر تمہیں ان لوگوں ... کروں گا جنہوں نے کفر کیا ہے''۔

... بیان کرتے ہیں اس نے اپنے ہاتھ کے ذریعے ہماری طرف اور اہل شام کی طرف اشارہ کیا۔

۴۶۴۲ حدثنا إسحق بن إسمعيل الطالقاني حدثنا جرير ح وحدثنا زهير بن حرب حدثنا جرير ... عن الربيع بن خالد الضبي قال سمعت الحجاج يخطب فقال في خطبته رسول أحدكم في ... عليه أم خليفته في أهله فقلت في نفسي لله علي ألا أصلي خلفك صلوة أبدا وإن وجدت ... لأجاهدنك معهم زاد إسحق في حديثه قال فقاتل في الجماجم حتى قتل

... ربیع بن خالد بیان کرتے ہیں، میں نے حجاج کو خطبہ دیتے ہوئے سنا اس نے اپنے خطبے میں کہا' کسی کام میں کسی شخص ... کے نزدیک زیادہ معزز ہے۔ یا وہ شخص زیادہ معزز ہے جو اس کے گھر میں جانشین ہو تو میں نے اپنے دل میں کہا: اللہ کی ... مجھ پر یہ بات لازم ہوگی کہ اب میں تمہارے پیچھے کبھی بھی نماز ادا نہیں کروں گا اور اگر میں نے کسی قوم کو پایا کہ وہ ... جہاد کریں گے' تو میں بھی ان کے ساتھ مل کر تمہارے خلاف جہاد کروں گا۔

... کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: اس نے ''جماجم'' کی جنگ میں حصہ لیا اور مارا گیا۔

۴۶۴۳ - حدثنا محمد بن العلاء حدثنا أبو بكر عن عاصم قال سمعت الحجاج وهو على المنبر يقول ... ما استطعتم ليس فيها مثنوية واسمعوا وأطيعوا ليس فيها مثنوية لأمير المؤمنين عبد ... والله لو أمرت الناس أن يخرجوا من باب من أبواب المسجد فخرجوا من باب آخر لحلت لي ... وأموالهم والله لو أخذت ربيعة بمضر لكان ذلك لي من الله حلالا ويا عذيري من عبد هذيل ... أن قرأته من عند الله والله ما هي إلا رجز من رجز الأعراب ما أنزلها الله على نبيه عليه ... عذيري من هذه الحمراء يزعم أحدهم أنه يرمي بالحجر فيقول إلى أن يقع الحجر قد حدث أمر ... فوالله لأدعنهم كالأمس الدابر قال فذكرته للأعمش فقال أنا والله سمعته منه

... بیان کرتے ہیں، میں نے حجاج کو سنا وہ یہ کہہ رہا تھا' جہاں تک تم سے ہو سکے تم اللہ سے ڈرو اور اس بارے میں

کوئی استثناء نہ پیدا کرو اور امیر المومنین عبدالملک کی اطاعت وفرمانبرداری سے کام لو اور اس میں کوئی استثناء نہ رکھو۔ اللہ کی قسم! اگر میں لوگوں کو یہ حکم دوں کہ وہ مسجد کے دروازے سے نکلیں اور پھر وہ دوسرے دروازے سے نکلیں تو میرے لئے ان کے خون اور مال حلال ہو جائیں گے۔ اللہ کی قسم! اگر میں "مضر" قبیلے کے مقابلے میں "ربیعہ" قبیلے کو پکڑ لوں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات میرے لئے حلال ہے، اس بارے میں میرے سامنے کون عذر پیش کرے گا؟ جو عبد ہذیل کی طرف سے ہے (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) جو یہ کہتے ہیں کہ ان کی قرأت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (حجاج بولا) اللہ کی قسم! یہ صرف عربوں کا ایک نغمہ ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر نازل نہیں کیا اور ان سرخ لوگوں کی طرف سے کون مجھے عذر پیش کرے گا؟ جو یہ کہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک پتھر پھینکتا ہے اور اس کے گرنے تک وہ یہ کہتا ہے۔ نیا معاملہ رونما ہو چکا ہے۔ اللہ کی قسم! میں ان لوگوں کو اس طرح ختم کر دوں گا جیسے یہ گزشتہ کل کی مانند تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں بعد میں میں نے اس کا تذکرہ اعمش سے کیا تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی اس کی زبانی یہ بات سنی ہے۔

4644- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ هَذِهِ الْحَمْرَاءُ هَبْرٌ هَبْرٌ أَمَا وَاللَّهِ لَوْ قَدْ قَرَعْتُ عَصًا بِعَصًا لَأَذَرَنَّهُمْ كَالْأَمْسِ الذَّاهِبِ يَعْنِي الْمَوَالِيَ

✧✧ اعمش بیان کرتے ہیں میں نے حجاج کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ان سرخ لوگوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا۔ اللہ کی قسم! اگر یہ ایک لکڑی کے بدلے میں لکڑی ماریں تو میں انہیں یوں ختم کر دوں گا جیسے یہ گزشتہ کل تھے۔ حجاج کی مراد "موالی" تھے۔

4645- حَدَّثَنَا قَطَنُ بْنُ نُسَيْرٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ قَالَ جَمَّعْتُ مَعَ الْحَجَّاجِ فَخَطَبَ فَذَكَرَ حَدِيثَ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ قَالَ فِيهَا فَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا لِخَلِيفَةِ اللَّهِ وَصَفِيِّهِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ قَالَ وَلَوْ أَخَذْتُ رَبِيعَةَ بِمُضَرَ وَلَمْ يَذْكُرْ قِصَّةَ الْحَمْرَاءِ

✧✧ سلیمان اعمش بیان کرتے ہیں: میں نے حجاج کے ساتھ جمعہ پڑھا اس نے خطبہ دیتے ہوئے حضرت ابوبکر بن عیاش رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی اور پھر اس نے خطبے میں یہ کہا: تم اللہ کے خلیفہ اور اس کے صفی عبدالملک بن مروان کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔ (اس کے بعد اس نے آگے گفتگو جاری رکھی)۔

اس میں اس کی یہ بات ہے۔ اگر میں مضر کی جگہ ربیعہ کو پکڑ لوں۔ تاہم سرخ لوگوں کا قصہ مذکور نہیں ہے۔

4646- حَدَّثَنَا سَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ عَنْ سَفِينَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُلْكَ أَوْ مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ قَالَ سَعِيدٌ قَالَ لِي سَفِينَةُ أَمْسِكْ عَلَيْكَ أَبَا بَكْرٍ سَنَتَيْنِ وَعُمَرُ عَشْرًا وَعُثْمَانُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ وَعَلِيٌّ

...نَا قَالَ سَعِيدٌ قُلْتُ لِسَفِينَةَ إِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ أَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَكُنْ بِخَلِيفَةٍ قَالَ كَذَبَتْ أَسْتَاهُ بَنِي الزَّرْقَاءِ يَعْنِي بَنِي مَرْوَانَ

✧✧ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: نبوت کی خلافت 30 برس تک ہوگی پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا بادشاہت عطا کردے گا۔

سعید نامی راوی بیان کرتے ہیں' سفینہ نے مجھ سے فرمایا: تم حساب کرو۔ حضرت ابوبکر کے دو سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ سال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی اسی طرح۔

سعید کہتے ہیں میں نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے کہا کچھ لوگ یہ کہتے ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں تھے تو انہوں نے فرمایا: یہ "بنو زرقا" کا بیان کردہ جھوٹ ہے ان کی مراد "بنو مروان" تھے۔

4647 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنِ الْعَوَّامِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ عَنْ سَفِينَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ يُؤْتِي اللهُ الْمُلْكَ مَنْ يَشَاءُ أَوْ مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ

✧✧ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: نبوت کی خلافت 30 برس تک ہوگی پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا بادشاہت عطا کردے گا۔

4648 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنِ ابْنِ إِدْرِيسَ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ وَسُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ الْمَازِنِيِّ ذَكَرَ سُفْيَانُ رَجُلًا فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ فُلَانٌ إِلَى الْكُوفَةِ أَقَامَ فُلَانٌ خَطِيبًا فَأَخَذَ بِيَدِي سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ أَلَا تَرَى إِلَى هٰذَا الظَّالِمِ فَأَشْهَدُ عَلَى التِّسْعَةِ إِنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ شَهِدْتُ عَلَى الْعَاشِرِ لَمْ إِيثَمْ قَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ وَالْعَرَبُ تَقُولُ آثَمُ قُلْتُ وَمَنِ التِّسْعَةُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى حِرَاءٍ اثْبُتْ حِرَاءُ إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ قُلْتُ وَمَنِ التِّسْعَةُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ قُلْتُ وَمَنِ الْعَاشِرُ فَتَلَكَّأَ هُنَيَّةً ثُمَّ قَالَ أَنَا

4648 - حديث صحيح، عبد الله بن ظالم المازني متابع كما في الروايتين الآتيتين بعده. سفيان: هو الثوري، والراوي عنه هنا هو ابن إدريس - واسمه عبد الله - وحصين: هو ابن عبد الرحمن السُّلَمي، ومنصور: هو ابن المعتمر. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (8151) عن محمد بن العلاء، بهذين الإسنادين. وأخرجه ابن ماجه (134)، والترمذي (4090)، والنسائي في "الكبرى" (8134) و(8135) و(8148) من طريق هلال بن يساف، به. وأخرجه النسائي (8136) و (8149) من طريق سفيان الثوري، به وسمى الرجل: فلان بن حيّان، فلم يصرح باسمه وصرح باسم أبيه. وأخرجه الترمذي (4081)، والنسائي في "الكبرى" (8139)

قَالَ أَبُو دَاوُد رَوَاهُ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنِ ابْنِ حَيَّانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ظَالِمٍ بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ

✧✧ عبداللہ بن ظالم بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کو سنا' عبداللہ فرماتے ہیں جب فلاں شخص کوفہ آیا تو اس نے فلاں شخص کو خطبہ دینے کے لئے کھڑا کیا تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کیا تم اس ظالم کو دیکھ رہے ہو؟ پھر انہوں نے ان حضرات کے لئے گواہی دی کہ وہ جنتی ہیں اور فرمایا: اگر میں دسویں کے متعلق بھی یہی کہوں تو مجھے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ ابن ادریس کہتے ہیں عرب لفظ استعمال کرتے ہیں۔"اثم" عبداللہ کہتے ہیں میں نے دریافت کیا وہ 9 حضرات کون سے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: آپ اس وقت حراء پہاڑ پر موجود تھے۔ آپ نے فرمایا: ٹھہرے رہو تمہارے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور ایک شہید ہے۔ میں نے پھر دریافت کیا: وہ نو افراد کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ میں نے دریافت کیا: وہ دسویں صاحب کون ہیں؟ تو انہوں نے کچھ دیر کے لئے خاموشی اختیار کی پھر فرمایا: میں ہوں۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہیں۔

حضرت طلحہ کی فضیلت کا بیان

حضرت قیس بن ابی حازم (تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ کا وہ ہاتھ دیکھا جو (سالہا سال بعد بھی) بالکل بیکار اور شل تھا، انہوں نے اس ہاتھ سے غزوہ احد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (کفار کے حملوں سے) بچایا تھا۔"

(بخاری، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم، رقم الحدیث، 736)

غزوہ احد کے دن حضرت طلحہ نے کمال جانثاری کا ثبوت دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے خود کو سپر بنا لیا تھا، وہ تلواروں کو اپنے ہاتھ پر روک روک کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گزند سے بچاتے تھے۔ چنانچہ نہ صرف یہ کہ ان کا ہاتھ زندگی بھر کے لئے شل اور بے کار ہو کر رہ گیا تھا بلکہ ان کے پورے جسم پر اسی زخم لگے تھے اور عضو مخصوص بھی زخمی ہو گیا تھا صحابہ کرام جب بھی غزوہ احد کے دن کا تذکرہ کرتے تو کہا کرتے تھے کہ وہ دن تو درحقیقت طلحہ کی جانثاری اور فداکاری سے بھرپور دن تھا۔

حضرت طلحہ عبیداللہ کے بیٹے اور قریشی ہیں، کنیت ابومحمد (یا ایک قول کے مطابق ابوعمرو) تھی، قدیم الاسلام ہیں غزوہ بدر کے علاوہ اور تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے ہیں غزوہ بدر میں اس وجہ سے شریک نہیں ہو سکے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کام سے کہیں گئے ہوئے تھے۔ حضرت طلحہ کا رنگ گندمی تھا اور بال کثرت سے تھے، بڑے وجیہہ اور خوبصورت آدمی تھے ۶۴ سال کی عمر میں جنگ جمل کے موقع پر ۲۰ جمادی الثانی ۳۶ھ پنجشنبہ کے دن شہید ہوئے اور بصرہ میں دفن کئے گئے۔

حضرت زبیر عوام کی فضیلت کا بیان

حضرت زبیر عوام کے بیٹے اور ابوعبداللہ قرشی کی کنیت سے مشہور ہیں۔ ان کی والدہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی تھیں، زبیر بن العوام قدیم الاسلام ہیں یعنی ابتداء ہی میں اسلام کی دولت سے بہرہ مند ہو گئے تھے اور اس وقت سولہ سال کے تھے۔ اس چھوٹی سی عمر میں جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو ان کے چچا نے ان پر بڑے ظلم ڈھائے یہاں تک کہ ان کو دھوئیں میں بند کر دیا گیا تا کہ اس عذاب سے گھبرا کر اسلام ترک کر دیں لیکن انہوں نے نہایت استقامت کے ساتھ اس سخت عذاب کو برداشت کیا اور اسلام سے پھیرے نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور سب سے پہلے اسلام کی راہ میں تلوار کھینچنے والے یہی زبیر بن العوام تھے۔ غزوہ احد کے دن بڑے استقلال اور ثابت قدمی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان میں ڈٹے رہے اور شجاعت و جانثاری کے جوہر دکھائے۔ حضرت زبیر طویل قامت قدرے نحیف الجثہ اور گورے رنگ کے تھے۔ ۳۶ھ میں جنگ صفین سے واپسی پر راستہ ہی میں بصرہ کے علاقہ میں سفوان پر عمرو بن جرموز نے ان کو شہید کر دیا، اس وقت ان کی عمر ۶۴ سال کی تھی وادی اسباع میں دفن کئے گئے پھر نعش مبارک بصرہ منتقل کر دی گئی اور مشہور ہے کہ ان کی قبر وہیں (بصرہ) میں ہے۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ غزوہ احزاب (یعنی غزوہ خندق) کے موقع پر ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون شخص ہے جو (دشمن کے) لوگوں کی خبر میرے پاس لائے؟ زبیر بولے: میں لاؤں گا۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے حواری (یعنی خاص دوست اور مددگار) ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 737)

حزب کی جمع ہے جس کے معنی "گروہ" کے ہیں اس موقع پر چونکہ مختلف اسلام دشمن گروہ یعنی قریش اور غیر قریش کے قبائل اور مدینہ کے وہ یہودی جن کا تعلق بنوقریظہ اور جلاوطن بنونضیر سے تھا، متحد اور جمع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے آئے تھے اس لئے اس غزوہ کو "غزوہ احزاب" کہا جاتا ہے اس غزوہ میں دشمن کے لشکر کی تعداد بارہ ہزار تھی اور مجاہدین اسلام کل تین ہزار نفر دشمن دراصل مرکز اسلام کو تاخت وتاراج کر دینے کے منصوبے کے تحت حملہ آور ہوا تھا اور اس کا ٹڈی دل لشکر تقریباً ایک مہینہ تک مدینہ کو گھیرے پڑا رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مجاہدین اسلام کی مدد سے دفاعی کاروائی کے طور پر مدینہ شہر کے گرد خندق کھودی تھی اور اس مناسبت سے اس غزوہ کو "غزوہ خندق" بھی کہا جاتا ہے۔ وہ بڑے سخت دن تھے اور اہل اسلام نہایت پریشانیوں اور دشواریوں میں گھر کر رہ گئے تھے۔ باقاعدہ صف آرائی اور جنگ کی نوبت نہیں آئی، تاہم سنگ باری اور تیر اندازی کے واقعات پیش آتے رہتے تھے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا لشکر نازل کیا اور ایسی آندھی بھیجی کہ دشمن کے خیمے اکھڑ گئے، چولہوں پر سے دیگچیاں اوندھی ہو گئیں جا بجا ڈیروں میں آگ گل ہو گئی اور ہیبت ناک اندھیرا چھا گیا اور دشمن کا لشکر خوف ودہشت کے مارے راتوں رات بھاگ کھڑا ہوا۔ ان دنوں چونکہ یہودیوں اور منافقوں کے سبب مدینہ شہر کے اندر اور دشمن کے محاصرہ کے سبب باہر تک ہر طرف ایسی خطرناک صورت حال تھی کہ جنگی مصالح ومفاد سے متعلق معلومات فراہم کرنا اور دشمنوں کے بارے میں خبریں منگانا سخت دشوار مرحلہ تھا، اس لئے جب حضرت زبیر نے تمام خطرات اور دشواریوں کے باوجود اس خدمت کے لئے خود کو

پیش کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زبردست تحسین فرمائی اور ان کو اپنا حواری ہونے کا اعزاز عطا فرمایا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کی فضیلت کا بیان

حضرت سعد کی کنیت ابواسحاق ہے اور زہری وقرشی کر کے مشہور ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں یعنی آغاز دعوت اسلام ہی میں سترہ سال کی عمر میں مشرف با اسلام ہو گئے تھے۔ وہ خود کہا کرتے تھے کہ میں تیسرا مسلمان ہوں مجھ سے پہلے صرف دو آدمی اسلام لائے تھے اور اللہ کی راہ میں اسلام کی طرف سے سب سے پہلے تیر چلانے والا میں ہوں۔ حضرت سعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام غزوات میں شریک ہوئے ہیں اور مستجاب الدعوات" مانے جاتے تھے۔ ان کی حیثیت عوام وخواص میں اس قدر مشہور تھی کہ لوگ ان کی بد دعا سے ڈرتے تھے اور ان کی نیک دعاؤں کے طلب گار رہا کرتے تھے۔ دراصل ان کو یہ مقام اس بنا پر حاصل ہوا تھ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی تھی: اے اللہ! سعد کی دعائیں قبول فرما۔ حضرت زبیر کے علاوہ صرف حضرت سعد ہی وہ خوش نصیب ہستی ہیں جن کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماں باپ کو جمع کیا، یعنی الگ الگ موقعوں پر ان دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا: میرے ماں باپ تم پر صدقے، یہ عظیم اعزاز ان دونوں کے علاوہ اور کسی کو حاصل نہیں ہوا۔

حضرت سعد کا رنگ گندمی تھا اور ان کے بدن پر بہت بال تھے ۵۵ھ میں اس محل میں ان کا انتقال ہوا جو انہوں نے مدینہ شہر کے قریب وادی عتیق میں بنوایا تھا، جنازہ مدینہ منورہ لایا گیا اور اس وقت کے حاکم مدینہ ابن الحکم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی اس وقت حضرت سعد کی عمر کچھ اوپر ستر سال کی تھی اور عشرہ مبشرہ میں سب کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ حضرت عمر نے ان کو کوفہ کا حکم مقرر کیا تھ، پھر بعد میں حضرت عثمان نے بھی اس منصب پر ان کو دوبارہ کوفہ بھیجا تھا۔ صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت کو ان سے احادیث کی سماعت اور روایت کا شرف حاصل ہے۔

حضرت علی کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کے لئے ماں باپ کو جمع کرتے نہیں سنا علاوہ سعد بن مالک کے۔ چنانچہ جنگ احد کے دن (جبکہ سعد دشمن کافروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے سے روکنے کے لئے جواں مردی کے ساتھ تیر مار کر ان کو پیچھے ہٹا رہے تھے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: سعد! چلاؤ اور تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر صدقے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم، رقم الحدیث، 740)

سعد بن مالک سے مراد سعد بن ابی وقاص ہیں، دراصل ابی وقاص کا نام مالک ابن وہب تھا اور اس اعتبار سے سعد بن ابی وقاص کو سعد بن مالک بھی کہا جاتا تھا۔" اوپر کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ماں باپ کو جمع کرنا، حضرت زبیر کے حق میں بھی منقول ہے جبکہ یہاں حضرت علی یہ فرما رہے ہیں کہ سعد بن مالک کے علاوہ اور کسی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماں باپ کو جمع نہیں کیا۔ لہٰذا اوپر کی حضرت زبیر کی روایت اور حضرت علی کی اس روایت دونوں کے درمیان مطابقت کی خاطر یہ کہا جائے گا کہ دراصل حضرت علی کو معلوم نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کے حق میں بھی یہ جملہ ارشاد فرمایا یا کہ حضرت علی کی مراد یہ تھی کہ خود میں نے کسی واسطہ کے بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جملہ سعد کے

وہ اور کسی کے حق میں نہیں سنا پس ان کا یہ کہنا اس بات کے منافی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ حضرت زبیر کے حق میں بھی فرمایا ہو اور اس کا علم حضرت علی کو بالواسطہ طور پر ہوا ہو۔

حضرت قیس بن ابی حازم (تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو یہ فرماتے سنا: یقیناً میں عرب میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور ہم نے وہ (زمانہ دیکھا ہے جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصروف جہاد رہا کرتے تھے اور ہمارے پاس خوراک نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی، ہاں کیکر کی پھلیاں (جو لوبیہ کے مشابہ ہوتی ہیں اور کیکر کی پتیاں ضرور مل جاتی تھیں (جنہیں ہم پیٹ میں پہنچا کر بھوک کی آگ ٹھنڈی کر لیتے تھے) اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ ہم لوگ بکری کی مینگنیوں کی مانند خشک پاخانہ پھرتے تھے جس میں رگوبت اور چپچپاہٹ کا نام تک نہ ہوتا تھا پھر (اب وہ زمانہ بھی دیکھنا پڑ رہا ہے کہ بنو اسد مجھ کو اسلام (یعنی نماز) کے بارے میں نصیحت (یا تنبیہ) کرتے ہیں (بخدا اگر میں اب بھی بنو اسد کی نصیحت کا محتاج اور دین کے بارے میں ان سے کمتر ہوں) تو پھر اس میں کیا شبہ کہ میں حرماں نصیب ہی رہا اور میرا کیا دھرا اکارت ہوا۔ (یہ سعد نے اس وجہ سے کہا کہ) بنو اسد نے حضرت عمر فاروق سے سعد کی چغل خوری اور شکایت کی تھی اور کہا تھا کہ وہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھتے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم، رقم الحدیث، 760)

"بنو اسد" سے زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد کی اولاد اور اہل خاندان مراد ہیں۔ دراصل اس زمانہ میں جبکہ حضرت سعد بن ابی وقاص امیر المومنین حضرت عمر فاروق کی طرف سے کوفہ کی گورنری کے منصب پر فائز تھے، بنو اسد لوگوں کی زبانی یا تحریری طور پر حضرت عمر کے پاس یہ شکایت بھیجا کرتے تھے کہ سعد نماز اچھی نہیں پڑھتے یعنی یا تو نماز کی شرائط اور ارکان اور یا سنن کی ادائیگی خوب طرح نہیں کرتے اور اس کے آداب ومحاسن کی رعایت ملحوظ نہیں رکھتے۔ اس شکایت پر حضرت عمر نے سعد سے جواب طلب کیا اور ان کو تنبیہ وتہدید بھیجی، حضرت سعد نے صورت حال کی وضاحت کی اور امیر المومنین کو بتایا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق ہی لوگوں کو نماز پڑھاتا ہوں، چنانچہ پہلی دونوں رکعتیں تو طویل رکھتا ہوں اور بعد کی دونوں رکعتوں کو مختصر کرتا ہوں۔ حضرت عمر نے حضرت سعد کی وضاحت کو قبول کیا، نماز پڑھانے کے ان کے طریقہ کی تصویب کی اور فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم نے جو بیان کیا ہے وہ صحیح ہے بنو اسد کا حضرت سعد کے خلاف دربار خلافت میں شکایت پہنچانا اور اچھی طرح نماز نہ پڑھنے کا الزام ان پر عائد کرنا یقیناً ایک غیر معمولی واقعہ تھا جس نے حضرت سعد کے جذبات واحساسات کو زبردست ٹھیس پہنچائی اور مجبوراً انہیں اپنے اس افتخار کا اظہار کرنا پڑا کہ انہیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دور اول کی اس انقلابی جدوجہد میں بھرپور شرکت کا اعزاز حاصل ہے جو اسلام کے نام لیواؤں کے لئے سراسر مشقت، جان کاہی اور سخت جسمانی وروحانی آزمائشوں کا موجب تھی۔ حضرت سعد نے گویا اس تاثر کا اظہار کیا کہ جب سخت ترین دور بھی میری دینی زندگی میں کوئی اضمحلال اور تساہلی پیدا نہ کر سکا اور بڑی سے بڑی پریشانی اور سختی برداشت کر کے بھی میں نے اسلام کے فرائض کو کما حقہ، ادا کیا تو اب نماز جیسی سب سے اہم عبادت میں کسی سہل انگاری یا تساہلی کا روادار کیسے ہو سکتا ہوں یہ کتنی ناانصافی کی بات ہے کہ بنو اسد نے قبول اسلام میں میری سبقت اسلام کے لئے میری جدوجہد اور قربانیاں اور دین کے راستہ میں میری ثابت قدمی اور میری تمام طاعات وعبادات کو نظر انداز کر کے مجھ پر ایسا

الزام عائد کیا جو میرے لئے عار کا باعث ہے اور مجھے سخت ذہنی و روحانی اذیت میں مبتلا کر دینے والا ہے حضرت سعد نے جن الفاظ میں اپنے احساسات کا اظہار کیا اس سے معلوم ہوا کہ دینی مصلحت کے تحت اور معاندانہ عیب جوئی و تنقیص کے ازالہ کی خاطر اپنے علم وفضل اور اوصاف کمالات کا واقعاتی اور حقیقی پیرایہ بیان میں فخریہ اظہار شریعت میں جائز ہے۔ چنانچہ یہ ثابت ہے کہ صحابہ کرام صالح اور صحت مند اغراض کے تحت اپنے اوصاف و کمالات کا آپس میں فخریہ اظہار کیا کرتے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوعبیدہ کا اصل نام عامر بن عبداللہ بن جراح ہے فہری قرشی کہلاتے ہیں، آپ حضرت عثمان بن مظعون کے ساتھ دائرہ اسلام وایمان میں داخل ہوئے تھے، پہلے حبشہ کو ہجرت کی پھر دوسری بار ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تھے، آپ تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے ہیں اور غزوہ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان جنگ میں ثابت قدم رہے۔ جب اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے اور خود کی کڑیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک میں پیوست ہو گئیں تو حضرت ابوعبیدہ ہی نے ان کڑیوں کو اپنے دانتوں سے پکڑ کر کھینچا اور اس کی وجہ سے ان کے سامنے کے دو دانت گر پڑے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ دراز قد خوب رو اور ہلکے بدن کے تھے۔ ۱۸ھ میں طاعون اسواس میں مبتلا ہو کر اردن میں واصل بحق ہوئے اور بیان کے مقام پر دفن کئے گئے اس وقت آپ کی عمر اٹھاون سال کی تھی اور نماز جنازہ حضرت معاذ بن جبل نے پڑھائی۔

حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امت کا ایک "امین" ہوتا ہے (کہ وہ اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق میں اور اپنے نفس کے بارے میں خیانت نہیں کرتا) اور اس امت کے آمین ابوعبیدہ ابن الجراح ہیں۔"

(بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 744)

اگرچہ تمام ہی صحابہ وصف امانت کے حامل تھے لیکن صرف حضرت ابوعبیدہ کو اس امت کا امین اس اعتبار سے فرمایا گیا کہ یا تو ان میں یہ وصف دوسرے صحابہ کی بہ نسبت زیادہ غالب تھا یا یہ کہ خود ان کے دوسرے اوصاف کی بہ نسبت یہ وصف ان پر زیادہ غالب تھا۔ بہر حال حضرت ابوعبیدہ اپنے ذاتی محاسن و کمالات کی بنا پر بڑے شان والے صحابی ہیں اور ان کے مناقب و فضائل میں اور بھی بہت سی روایتیں منقول ہیں۔ ان کے جو مختلف پند و نصائح مختلف کتابوں میں مذکور ہیں ان میں سے ایک یہ نصیحت نہایت قیمتی ہے۔ بادروا السیأت القدیمات بالحسنات الحادثات والا رب مبیض لثیابہ مدلس لدینہ والا رب مکرم لنفسہ وھو لہا مہین: "پچھلے گناہوں پر (خمیازہ بھگتنے سے پہلے) نئی نیکیاں بڑھالو اور یاد رکھو ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی پوشاک تو اجلی رکھتے ہیں لیکن اپنا دین میلا رکھتے ہیں اور یہ بھی یاد رکھو کہ بعض لوگ اپنے آپ کو عزت دار محسوس کرتے ہیں حالانکہ انجام کے اعتبار سے وہ خود کو ذلت وخواری میں ڈالنے والے ہیں۔

حضرت حذیفہ بن الیمان (جو کبار صحابہ میں سے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم راز تھے) کہتے ہیں کہ نجران کے لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ!! ہمارے پاس (حاکم وقاضی بنا کر) ایسے

شخص کو بھیجئے جوامانت دار ہو یعنی ہمارے حقوق میں کوئی خیانت نہ کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً میں ایک ایسے شخص کو (حاکم یا قاضی بنا کر تمہارے ہاں بھیجوں گا جو امین ہے اور اس لائق ہے کہ امانت دار کہا جائے۔ (یہ سن کر) لوگ اس شرف کے حصول کی تمنا اور انتظار کرنے لگے (کہ دیکھیں کون شخص اس منصب کا شرف و امتیاز حاصل کرتا ہے) حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن الجراح کو بھیجا۔" (بخاری و مسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 764)

نجران" یمن میں ایک جگہ کا نام ہے جس کو ۱۰ ھ میں فتح کیا گیا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ "نجران" حجاز اور شام کے درمیان واقع ایک جگہ کا نام ہے۔ تمنا اور انتظار کرنے لگے" اس تمنا اور اظہار کا تعلق جاہ طلبی کے جذبہ اور حصول منصب کی خواہش سے ہرگز نہیں تھا بلکہ اس تمنا و اشتیاق کی بنیاد صفت امانت سے متصف قرار پانے کی طلب و خواہش تھی۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف کی فضیلت کا بیان

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی بیویوں سے فرمایا: تمہارا معاملہ کچھ اس نوعیت کا ہے کہ مجھ میرے بعد کے فکر میں ڈالتا ہے اور تمہارے خرچہ پر وہی جو صبر کریں گے (صابر ہیں اور صدیق ہیں حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ (صابر اور صدیق سے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد وہ لوگ ہیں جو صدقہ دینے والے اور کار خیر کرنے والے ہیں پھر حضرت عائشہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کے بیٹے حضرت ابوسلمہ تابعی کے سامنے (ان کے والد بزرگوار کے زبردست مالی ایثار پر اظہار تشکر اور جذبہ منت گزاری کے تحت) کہا: اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کو جنت کی سلسبیل سے سیراب فرمائے" اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات (کے خرچہ) کے لئے ایک باغ دیا تھا جو چالیس ہزار دینار کو بکا گیا تھا۔ (مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 762)

جو صابر ہیں" یعنی وہ لوگ کہ جو اللہ کی رضا و خوشنودی کی خاطر اپنا مال اور اپنی دولت خرچ کرتے ہیں، صدقہ و خیرات کے ذریعہ اس دنیا کی پونجی کو تو کم کرتے ہیں مگر آخرت کے سرمایہ میں اضافہ کرتے ہیں اور اس طرح مال و دولت کے خرچ ہونے پر نفس کو جو ناگواری ہوتی ہے اس پر صبر کرتے ہیں۔ صدیق ہیں یعنی وہ لوگ جو صدقہ معاملہ میں کامل ہیں، ادائے حقوق میں سب سے آگے ہیں اور جود وسخا میں کثیر الصدق ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے جو کچھ فرمایا اس کا حاصل یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اختیار دیا تھا کہ چاہے تو زوجیت رسول کے شرف کی صورت میں آخرت کو اختیار کرلو، چاہو آسائش و آرام کی زندگی گزارنے کی خاطر اس شرف کو چھوڑ دینا اختیار کرلو تو اس وقت تم نے اگرچہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دی تھی اور میری رفاقت وزوجیت میں رہنے کے فیصلہ کو اس کامل یقین کے ساتھ برقرار رکھا تھا کہ اس عظیم ترین شرف و اعزاز کی خاطر دنیا کے بڑے مصائب اور بڑی سے بڑی سختی کو بھی خوش دلی سے انگیز کروگی، تاہم مجھ کو کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ تمہارے لئے میراث چھوڑ کر نہیں جا رہا ہوں ، نہ معلوم میری وفات کے بعد تمہیں کن حالات سے دو چار ہونا پڑے۔ تمہارے ساتھ لوگ کیا معاملہ اور کیسا سلوک رکھیں گے کون شخص تمہارے گزارے کا متکفل بنے گا اور کس شخص کو تمہاری خبر گیری کی توفیق نصیب ہوگی اور جو تمہارے مصارف کے لئے اپنے مال اور اپنی جائداد کا نذرانہ پیش کریں گے ان کا وہی مقام و مرتبہ ہوگا جو اللہ کے نزدیک "صابر" اور "صدیق" کا ہوتا ہے حضرت

عائشہ نے ارشاد نبوت کے سیاق میں، صابر اور صدیق کے معنی بیان کئے اور پھر حضرت عبدالرحمن بن عوف کے حق میں، ان کے بیٹے کے سامنے، جو دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے اس سے حضرت عبدالرحمن بن عوف کی وہ فضیلت ظاہر ہوئی جو انہوں نے ازواج مطہرات کے لئے اپنی بڑی ایک جائداد کا نذرانہ پیش کر کے اس حدیث کے مطابق حاصل کی۔

اللہ کی راہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوف کی مالی قربانیاں: حدیث بالا میں یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے باغ ازواج مطہرات کے لئے دیا تھا وہ چالیس ہزار دینار کو بیچا گیا، لیکن ترمذی ہی کی ایک روایت میں، جس کو ترمذی نے "حسن غریب" کہا ہے یوں ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے ازواج مطہرات کے مصارف کے لئے اپنا پورا باغ اللہ کی راہ میں دیدیا تھا جو چار لاکھ درہم یا دینار کو بیچا گیا۔ یہ تو ابن عوف کی مالی قربانیوں کی صرف ایک مثال ہے، وہ بہت بڑے تاجر تھے اور وسیع بنیادوں پر پھیلی ہوئی اپنی تجارت کے ذریعہ جتنا زیادہ مال واسباب پیدا کرتے تھے اتنا ہی اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتے تھے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ان کی زندگی اور ان کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو یہ کہنا مطلقاً مبالغہ نہ ہوگا کہ ان کی تمام تر تجارت اور کسب مال کا مقصد ہی اللہ کی راہ میں اور دین کی سربلندی کے لئے خرچ کرنا تھا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مرتبہ اپنے آدھے مال واسباب اور چار ہزار دینار یا درہم نقد کا نذرانہ پیش کیا، پھر انہوں نے چالیس ہزار دینار تصدق کئے، پھر پانچ سو گھوڑے جہاد کے لئے اللہ کی راہ میں دیئے اور پھر جہاد ہی کے لئے اللہ کی راہ میں انہوں نے ڈیڑھ ہزار اونٹنیاں پیش کیں اور ان تمام مال واسباب میں سے اکثر حصہ ان کے تجارتی مال وسرمایہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ایک روایت کے مطابق ایک دن حضرت عبدالرحمن بن عوف نے ایک سو پچاس ہزار یعنی ڈیڑھ لاکھ دینار اللہ کی خوشنودی کے لئے صحابہ کرام کو دیئے، پھر جب رات آئی تو گھر میں قلم کاغذ لے بیٹھے اور اپنا تمام مال مہاجرین وانصار صحابہ میں تقسیم کرنے کے لئے ایک فہرست مرتب کی، اس فہرست میں انہوں نے اپنے بدن کے کپڑوں تک کے بارے میں لکھا کہ میرے بدن پر جو قمیص ہے وہ فلاح صاحب کے لئے ہے اور میرا عمامہ فلاں صاحب کے لئے اس طرح انہوں نے اپنے مال واسباب میں سے کچھ باقی نہیں رہنے دیا، ایک ایک چیز حاجتمندوں کے نام لکھ دی، اس کام سے فارغ ہو کر سو گئے صبح ہوئی تو نماز فجر کے لئے مسجد پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی اتنے میں حضرت جبرائیل نازل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عبدالرحمن کو میری طرف سے سلام کہو اور وہ فہرست (جو انہوں نے آج رات میں بنائی ہے) ان سے قبول کر کے پھر ان کو واپس کر دو اور ان سے کہو کہ اللہ نے تمہارا صدقہ قبول کر لیا، اس سارے مال واسباب میں تم اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے وکیل ہو، اپنی مرضی سے اس میں سے لین دین کرو اور اپنے سابقہ حق تصرف کے ساتھ چاہو خرچ کرو، اس کا تم سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا اس کے ساتھ ہی ان کو جنت کی بشارت عطا کی گئی۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ انہوں نے تیس ہزار غلام آزاد کئے۔ پسماندگان میں انہوں نے چار بیویاں چھوڑی تھیں اور منقول ہے کہ ایک ایک بیوی کے حصہ میں اسی اسی ہزار درہم آئے تھے بلکہ ایک روایت میں یوں ہے کہ عبداللہ بن عوف کا ترکہ سولہ سہام پر تقسیم ہوا اور ہر بیوی کے حصہ دو دو لاکھ درہم آئے۔

4649 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحُرِّ بْنِ الصَّيَّاحِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَخْنَسِ أَنَّهُ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ فَذَكَرَ رَجُلٌ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَامَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي سَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقُولُ عَشَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ النَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ وَأَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ شِئْتُ لَسَمَّيْتُ الْعَاشِرَ قَالَ فَقَالُوا مَنْ هُوَ فَسَكَتَ قَالَ فَقَالُوا مَنْ هُوَ فَقَالَ هُوَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ

✧✧ حضرت عبدالرحمن بن اخنس رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے وہ مسجد میں موجود تھے۔ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گواہی دے کر یہ بات کہتا ہوں کہ میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: دس لوگ "جنتی" ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنتی ہیں، ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر بن العوام جنتی ہیں، سعد بن مالک ہیں اور عبدالرحمن بن عوف جنتی ہیں (حضرت سعید بن زید نے فرمایا) اور اگر تم لوگ چاہو تو میں دسویں آدمی کا نام بھی لے لیتا ہوں۔

راوی کہتے ہیں لوگوں نے دریافت کیا: وہ کون سے صاحب ہیں؟ وہ خاموش رہے پھر ان لوگوں نے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: سعید بن زید (یعنی وہ خود)۔

4650 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْمُثَنَّى النَّخَعِيُّ حَدَّثَنِي جَدِّي رِيَاحُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ كُنْتُ قَاعِدًا عِنْدَ فُلَانٍ فِي مَسْجِدِ الْكُوفَةِ وَعِنْدَهُ أَهْلُ الْكُوفَةِ فَجَاءَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ فَرَحَّبَ بِهِ وَحَيَّاهُ وَأَقْعَدَهُ عِنْدَ رِجْلِهِ عَلَى السَّرِيرِ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ يُقَالُ لَهُ قَيْسُ بْنُ عَلْقَمَةَ فَاسْتَقْبَلَهُ فَسَبَّ وَسَبَّ فَقَالَ سَعِيدٌ مَنْ يَسُبُّ هٰذَا الرَّجُلُ قَالَ يَسُبُّ عَلِيًّا قَالَ أَلَا أَرَى أَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبُّونَ عِنْدَكَ ثُمَّ لَا تُنْكِرُ وَلَا تُغَيِّرُ أَنَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَإِنِّي لَغَنِيٌّ أَنْ أَقُولَ عَلَيْهِ مَا لَمْ يَقُلْ فَيَسْأَلَنِي عَنْهُ غَدًا إِذَا لَقِيتُهُ أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَسَاقَ مَعْنَاهُ ثُمَّ قَالَ لَمَشْهَدُ رَجُلٍ مِنْهُمْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْبَرُّ فِيهِ وَجْهُهُ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمُرَهُ وَلَوْ عُمِّرَ عُمُرَ نُوحٍ

✧✧ رباح بن حارث بیان کرتے ہیں میں فلاں کے پاس مسجد کوفہ میں بیٹھا ہوا تھا ان کے پاس کچھ اہل کوفہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ آئے تو ان صاحب نے انہیں خوش آمدید کہا اور انہیں اپنے ساتھ اپنے پاؤں

4649 حديث صحيح، وهذا إسناد حسن في المتابعات من أجل عبد الرحمن بن الأخنس، فهو مقبول حيث يتابع، وقد توبع في الطريقين الذي قبله والذي بعده. وأخرجه الترمذي (4091)، والنسائي في "الكبرى" (8100) و (8147) و (8153) من طريق الحر بن الصياح، به وقال الترمذي: هذا حديث حسن.

کی طرف چارپائی پر بٹھادیا۔ پھر کوفہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص آیا جس کا نام قیس بن علقمہ تھا۔ وہ جیسے ہی ان کے سامنے آیا تو برا کہنے لگا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یہ شخص کسے برا کہہ رہا ہے؟ انہوں نے بتایا یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا کہہ رہا ہے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو برا کہا جا رہا ہے پھر بھی تم اسے روک نہیں رہے ہو۔ اسے تبدیل نہیں کروا رہے (یعنی خاموش نہیں کروا رہے) میں نے نبی اکرم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے اور مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ایسی بات بیان کروں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ارشاد فرمائی ہو اور کل جب میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے اس کے بارے میں دریافت کریں۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے) ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں (اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث نقل کی ہے) پھر انہوں نے فرمایا: ان میں سے کسی ایک شخص کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شریک ہونا' جس میں ان کا چہرہ غبار آلود ہو جائے تم میں سے کسی ایک شخص کے عمر بھر کے اعمال سے زیادہ بہتر ہے اگرچہ اس شخص کی عمر' حضرت نوح علیہ السلام کی عمر جتنی ہو۔

4651- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ أُحُدًا فَتَبِعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهُ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرِجْلِهِ وَقَالَ اثْبُتْ أُحُدُ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "احد" پہاڑ پر چڑھے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی چڑھے تو وہ ہلنے لگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پاؤں اس پر مارا اور فرمایا:

اے اُحد! ٹھہرے رہو (تمہارے اوپر) ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔

شرح

شہداء" سے مراد حضرت عمر، حضرت عثمان، ہے، چنانچہ ان سب حضرات کو شہادت ہی کی موت ملی، ان میں سے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر جنگ جمل کے موقع پر شہید کئے گئے اور اگرچہ ان کی موت عین جنگ کے دوران واقعہ نہیں ہوئی ہوئی تھی بلکہ جنگ سے باہر ظلماً مارے گئے تھے لیکن چونکہ یہ ثابت ہے کہ جس شخص کو ظلماً قتل کر دیا جائے وہ شہید ہوتا ہے اس لئے ان دونوں کو بھی شہادت کا مرتبہ نصیب ہوا۔ اور علی کا ذکر نہیں کیا۔" اس سے پہلے جملہ میں " زاد" کا لفظ کسی ناقل روایت کے تسامح کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ اس راوی کی روایت میں حضرت علی کے بجائے حضرت سعد بن ابی وقاص کا ذکر" معاوضہ اور مبادلہ" کی صورت ہے نہ کہ" اضافہ" کی۔ بہر حال اس روایت میں، کہ جس میں حضرت سعد بن ابی وقاص کا ذکر ہے۔ یہ اشکال پیش آتا ہے کہ ان کو تو شہادت کی موت نہیں بلکہ وادی عقیق واقع اپنے محل میں فوت ہوئے تھے! اس اشکال کو دور کرنے کے لئے یا تو یہ توجیہ کی جائے گی کہ آپ صلی

4651-إسناده صحيح. قتادة: هو ابن دعامة السدوسي، ويحيى: هو ابن سعيد القطان، ومسدد: هو ابن مسرهد. وأخرجه البخاري (3675)، والترمذي (4030)، والنسائي في "الكبرى" (8079) من طريق سعيد بن أبي عروبة به. وهو في "مسند أحمد" (12106)، و"صحيح ابن حبان" (6865)، و(6908).

اللہ علیہ وسلم نے ان سب حضرات کو تغلیبا شہید افرمایا تھا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی ایک نبی اور ایک صدیق کے علاوہ باقی وہ لوگ ہیں جن میں سے اکثر و بیشتر شہید ہوں گے یا جیسا کہ سید جمال الدین نے لکھا ہے، یہ کہا جائے گا کہ حضرت سعد کی موت کسی ایسے مرض کے سبب واقع ہوئی تھی جس میں مبتلا ہو کر مرنے والا "شہید" کے حکم میں ہوتا ہے، جیسے پیٹ کی بیماری وغیرہ۔

4652- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْمُحَارِبِيِّ عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ أَبِي خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ عَنْ أَبِي خَالِدٍ مَوْلَى آلِ جَعْدَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِي جِبْرِيلُ فَأَخَذَ بِيَدِي فَأَرَانِي بَابَ الْجَنَّةِ الَّذِي تَدْخُلُ مِنْهُ أُمَّتِي فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ مَعَكَ حَتَّى أَنْظُرَ إِلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے میرا بازو تھاما اور جنت کا دروازہ مجھے دکھایا جس میں سے میری امت داخل ہوگی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میری یہ خواہش تھی کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا تاکہ میں بھی اسے دیکھ لیتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر جہاں تک تمہارا تعلق ہے تم میری امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔

4653- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ أَنَّ اللَّيْثَ حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جہنم میں ایسا کوئی شخص داخل نہیں ہوگا جس نے درخت کے نیچے بیعت کی ہو۔ (یعنی بیعت رضوان کی ہو)۔

4654- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوسَى فَلَعَلَّ اللَّهَ وَقَالَ ابْنُ سِنَانٍ اطَّلَعَ اللَّهُ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: شاید اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہو ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف جھانک کر یہ کہا: تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

4655- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ ثَوْرٍ حَدَّثَهُمْ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ فَأَتَاهُ يَعْنِي عُرْوَةَ بْنَ مَسْعُودٍ فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُلَّمَا كَلَّمَهُ أَخَذَ بِلِحْيَتِهِ وَالْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ السَّيْفُ وَعَلَيْهِ الْمِغْفَرُ فَضَرَبَ يَدَهُ بِنَعْلِ

السَّيْفِ وَقَالَ اَخِّرْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَتِهٖ فَرَفَعَ عُرْوَةُ رَاْسَهٗ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قَالُوا الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ

✧✧ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے (پھر اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث کا ذکر کیا ہے جس میں یہ تذکرہ بھی ہے) عروہ بن مسعود آپ کے پاس آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بات چیت کرنے لگا۔ وہ جب بھی آپ کے ساتھ بات کرتا تھا تو آپ کی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگاتا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے پاس تلوار تھی اور انہوں نے سر پر خود پہنا ہوا تھا۔ انہوں نے تلوار کی نعل اس کے ہاتھ پر ماری اور بولے: اپنے ہاتھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی سے پیچھے رکھو! تو عروہ نے سر اٹھا کر دریافت کیا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں۔

4656 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ اَبُو عُمَرَ الضَّرِيْرُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ اِيَاسٍ الْجُرَيْرِيَّ اَخْبَرَهُمْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ الْعُقَيْلِيِّ عَنِ الْاَقْرَعِ مُؤَذِّنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ بَعَثَنِيْ عُمَرُ اِلَى الْاُسْقُفِّ فَدَعَوْتُهٗ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ وَهَلْ تَجِدُنِيْ فِي الْكِتَابِ قَالَ نَعَمْ قَالَ كَيْفَ تَجِدُنِيْ قَالَ اَجِدُكَ قَرْنًا فَرَفَعَ عَلَيْهِ الدِّرَّةَ فَقَالَ قَرْنٌ مَهْ فَقَالَ قَرْنٌ حَدِيْدٌ اَمِيْنٌ شَدِيْدٌ قَالَ كَيْفَ تَجِدُ الَّذِيْ يَجِيْءُ مِنْ بَعْدِيْ فَقَالَ اَجِدُهٗ خَلِيْفَةً صَالِحًا غَيْرَ اَنَّهٗ يُؤْثِرُ قَرَابَتَهٗ قَالَ عُمَرُ يَرْحَمُ اللّٰهُ عُثْمَانَ ثَلَاثًا فَقَالَ كَيْفَ تَجِدُ الَّذِيْ بَعْدَهٗ قَالَ اَجِدُهٗ صَدَاَ حَدِيْدٍ فَوَضَعَ عُمَرُ يَدَهٗ عَلٰى رَاْسِهٖ فَقَالَ يَا دَفْرَاهُ يَا دَفْرَاهُ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّهٗ خَلِيْفَةٌ صَالِحٌ وَّلٰكِنَّهٗ يُسْتَخْلَفُ حِيْنَ يُسْتَخْلَفُ وَالسَّيْفُ مَسْلُوْلٌ وَّالدَّمُ مُهْرَاقٌ قَالَ اَبُو دَاوُدَ الدَّفْرُ النَّتْنُ

✧✧ اقرع، جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مؤذن تھے، بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے ''اسقف'' (پادری) کے پاس بھیجا میں اسے بلا کر لایا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا کہ تم اپنی کتاب میں میرے بارے میں کچھ پاتے ہو؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم کیا پاتے ہو، اس نے کہا: میں نے آپ کو ''قرن'' پایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا درہ اس کی طرف اٹھایا اور فرمایا: ''قرن'' کا کیا مطلب ہے۔ وہ بولا: ''قرن'' سے مراد سخت، امین اور زبردست ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: جو میرے بعد آئے گا اسے تم کیسا پاتے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں اسے ایک ایسا خلیفہ پاتا ہوں جو نیک ہوگا البتہ وہ اپنے قریبی رشتے داروں کے ساتھ ترجیحی سلوک کرے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم کرے! یہ جملہ انہوں نے تین مرتبہ بولا۔ پھر انہوں نے فرمایا: اس کے بعد جو خلیفہ ہوگا تم اسے کیسا پاتے ہو۔ اس نے کہا: میں اسے لوہے سے بنا ہوا پاتا ہوں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور فرمایا، اے بدبودار! اے بدبودار! (یعنی چلے جاؤ) وہ بولا: اے امیر المومنین وہ خلیفہ اچھا ہوگا لیکن جب اسے خلیفہ مقرر کیا جائے گا تو اس وقت تلواریں کھنچی ہوئی ہوں گی اور خون بہے گا (یعنی آپس میں خانہ جنگی ہوگی)۔

امام ابوداؤد بیان کرتے ہیں: اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ ''دفر'' کا مطلب بدبودار ہونا ہے۔

بَابٌ فِي فَضْلِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کی فضیلت کا بیان

4657 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ أَنْبَأَنَا ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِينَ بُعِثْتُ فِيهِمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ أَذَكَرَ الثَّالِثَ أَمْ لَا ثُمَّ يَظْهَرُ قَوْمٌ يَشْهَدُونَ وَلَا يُسْتَشْهَدُونَ وَيَنْذِرُونَ وَلَا يُوفُونَ وَيَخُونُونَ وَلَا يُؤْتَمَنُونَ وَيَفْشُو فِيهِمُ السِّمَنُ

✧✧ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: میری امت میں بہترین زمانہ وہ ہے جب مجھے مبعوث کیا گیا، پھر اس کے بعد والوں کا زمانہ، پھر اس کے بعد والوں کا زمانہ ہوگا۔

راوی کہتے ہیں (اللہ بہتر جانتا ہے) کہ آپ نے تیسری مرتبہ ذکر کیا تھا یا نہیں کیا تھا۔ (پھر آپ نے فرمایا) اس کے بعد وہ لوگ آئیں گے جو گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی نہیں مانگی جائے گی وہ لوگ نذر مانیں گے لیکن اسے پورا نہیں کریں گے۔ وہ لوگ خیانت کریں گے انہیں امین نہیں بنایا جائے گا۔ اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔

صحابہ کرام سے محبت

حضرات صحابہ کرام سے محبت اہلسنت وجماعت کے نزدیک اصول ایمان میں سے ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بنی نوع انسان کے برگزیدہ ومنتخب افراد میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت ونصرت اور دین کی دعوت واشاعت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین امت کا وہ طبقہ ہے جس نے حفاظت دین اور اگلی نسلوں تک اس کی تبلیغ کی اہم اور سنگین ذمہ داری کو اچھی طرح پوری کر چکا ہے۔ اگر یہ منتخب گروہ نہ ہوتا تو اسلامی شریعت بھی یہودیت ومسیحیت کی طرح تحریف کا شکار ہو جاتی۔ اب اگر کوئی شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی صلاحیت وراست گوئی اور امانتداری کے حوالے سے شک وشبہ کا اظہار کرتا ہے تو دراصل وہ قرآن وسنت کی حقانیت پر طعن کرتا ہے اور ان مآخذ ومنابع کو مشکوک بناتا ہے جو صحابہ کرام کے ذریعے ہم تک پہنچے ہوئے ہیں۔

دوسری جانب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی فضیلت میں موجود متعدد آیات واحادیث ان کی محبت کو ہم پر واجب بناتی ہیں، نیز جو افراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں گستاخی کرتے ہیں ان سے دشمنی وبغض کا سبق بھی ہمیں انہی قرآنی آیات واحادیث نبوی سے ملتا ہے۔ ہم صحابہ کرام سے بے پناہ محبت کرتے ہیں چونکہ:

4657- إسناده صحيح. قتادة: هو ابن دعامة السدوسي، وأبو عوانة: هو الوضاح ابن عبد الله اليشكري. وأخرجه مسلم (2535)، والترمذي (2371) من طريق قتادة بن دعامة، به. وأخرجه البخاري (2651)، ومسلم (2535)، والنسائي في "الكبرى" (4732) من طريق زهدم بن مضرب، عن عمران بن حصين. وأخرجه الترمذي (2369) و (2370) و (2454) و (2455) من طريق هلال بن يساف، عن عمران بن حصين. وقد اختلف في هذا الإسناد كما بينه الترمذي فراجعه لزاماً. وهو في "مسند أحمد" (19820) و (19835) و (19953)، و "صحيح ابن حبان" (6729) و (7229).

1۔ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا، ارشاد ربانی ہے: (لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا۔ الفتح/18) (بیشک اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ (حدیبیہ میں) درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، سو جو (جذبۂ صدق و وفا) ان کے دلوں میں تھا اللہ نے معلوم کر لیا تو اللہ نے ان (کے دلوں) پر خاص تسکین نازل فرمائی اور انہیں ایک بہت ہی قریب فتح (خیبر) کا انعام عطا کیا)

2۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان کی صفت سے متصف کر کے یاد کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ۔ الانفال/62)۔ (اور اگر وہ چاہیں کہ آپ کو دھوکہ دیں تو بیشک آپ کے لئے اللہ کافی ہے، وہی ہے جس نے آپ کو اپنی مدد کے ذریعے اور اہل ایمان کے ذریعے طاقت بخشی)

3۔ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے اس لئے محبت ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تصدیق کر کے انہیں کامیاب قرار دیا ہے اور انہیں جنت کا وعدہ بھی دیا ہے، ارشاد باری ہے: (لَكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ * أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) (التوبہ/88-89)۔ (لیکن رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اور انہی لوگوں کے لئے سب بھلائیاں ہیں اور وہی لوگ مراد پانے والے ہیں * اللہ نے ان کے لئے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں (وہ) ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔)

4۔ ہم صحابہ کرام سے محبت کرتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یوں مخاطب کیا ہے: (كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران/110)؛ (تم بہترین اُمت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے ظاہر کی گئی ہے،) ابن عباس فرماتے ہیں: یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔

5۔ ہم صحابہ سے محبت کرتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ بھی صحابہ کرام سے محبت کرتا ہے، چنانچہ فرماتا ہے: (فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ۔ المائدہ:54) (عنقریب اللہ (ان کی جگہ) ایسی قوم کو لائے گا جن سے وہ (خود) محبت فرماتا ہو گا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم یہ آیت حروراء کے لوگوں کے بارے میں نازل نہیں ہوئی بلکہ حضرت ابوبکر و عمر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

6۔ ہم صحابہ کرام سے محبت کرتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سچے مومن قرار دیا ہے، ارشاد ربانی ہے: (وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ۔ الانفال/74)

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (راہ خدا میں گھر بار اور وطن

قربان کردینے والوں کو) جگہ دی اور (ان کی) مدد کی، وہی لوگ حقیقت میں سچے مسلمان ہیں، ان ہی کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

7۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے محبت کرنے کو ایمان کی علامت اور بغض صحابہ کو نفاق کی علامت قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: آيةُ الايمان: حب الانصار، وآيةُ النفاق بغض الانصار؛ متفق علیہ۔ ترجمہ: انصار سے محبت ایمان کی علامت اور ان سے بغض نفاق کی علامت ہے۔

8۔ ہمیں صحابہ کرام سے پیار ہے چونکہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان کے تعلق سے برا کہنے سے منع کیا ہے، ارشاد نبوی ہے: إذا ذُكِرَ أصحابي فأمسكوا، و إذا ذُكِرتِ النُّجوم فأمسكوا، و إذا ذُكِرَ القدر فأمسكوا) (صححہ الالبانی 545 فی صحیح الجامع)

جب بھی میرے صحابہ کے بارے میں بات ہو رہی ہو تو خاموش رہو، جب بھی ستاروں سے متعلق بات ہو رہی ہو تو خاموش رہو، اور جب بھی قدر سے متعلق بات ہو رہی ہو تو خاموش رہو۔

9۔ صحابہ کرام سے ہمیں محبت ہے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امت مسلمہ کے امن و قرار کا سبب قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

النجوم أمنة للسماء، فإذا ذهبت النجوم أتى السماء ما توعد، وأنا أمنة لأصحابي فإذا ذهبتُ أتى أصحابي ما يوعدون، وأصحابي أمنة لأمتي، فإذا ذهب أصحابي أتى أمتي ما يوعدون. (مسلم: 2531)

ترجمہ: ستارے آسمان کے لئے امان ہیں جب ستاروں کا نکلنا بند ہو جائے گا تو پھر آسمان پر وہی آ جائے گا جس کا وعدہ کیا گیا میں اپنے صحابہ کے لئے امان ہوں اور میرے صحابہ میری امت کے لئے امان ہیں پھر جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ میری امت کے لئے امن ہیں تو جب صحابہ کرام چلے جائیں گے تو ان پر وہ فتنے آن پڑیں گے کہ جن سے ڈرایا جاتا ہے۔

10۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اس امت کے بہترین افراد قرار دیا ہے اسی لیے ہمیں ان سے محبت ہے، چنانچہ فرماتے ہیں (خير أمّتي القرن الّذين يلوني ثمّ الّذين يلونهم ثمّ الّذين يلونهم (مسلم: 2532)۔ ترجمہ: میری امت کے بہترین اشخاص وہ ہیں جن کے درمیان میری بعثت ہوئی (صحابہ کرام)، پھر (وہ نسل) جو ان کے بعد آئے (تابعین)، پھر (سب سے بہترین افراد وہ ہیں) جو ان کے بعد آئیں (تبع تابعین)۔

11۔ ہم صحابہ سے محبت کرتے ہیں اس لیے کہ ہمارے پیارے نبی علیہ السلام نے ہمیں صحابہ کو برا بھلا کہنے سے منع کیا ہے، فرمان نبوی ہے: ((لا تسبوا أصحابي، فوالذي نفسي بيده لو أنّ أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً ما بلغ مُدَّ أحدهم ولا نصيفه. (مسلم: 2540)؛ ترجمہ: میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہو، اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مد (مٹھی) غلہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا اور نہ ان کے آدھے مد کے برابر۔

12۔ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت کرتے ہیں چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے ہر اس شخص پر جو

صحابہ رضی اللہ عنہم أجمعین کو گالی دیتا ہے، فرماتے ہیں: لعن اللہ من سبّ أصحابی (صحیح الجامع) (ترجمہ: اللہ تعالی کی لعنت ہو اس شخص پر جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہے۔)

13۔ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم أجمعین سے محبت ہے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان کے ذریعے دین پھیلے گا اور اسلام کی نصرت ہوگی۔ امر واقع بھی یہی ہے۔ ارشاد نبوی ہے: (يأتي على الناس زمان، يغزو فئام من الناس، فيقال: فيكم من صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فيقولون: نعم، فيفتح لهم، ثم يأتي على الناس زمان، فيغزو فئام من الناس، فيقال لهم: فيكم من صاحب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فيقولون: نعم، فيفتح لهم، ثم يأتي على الناس زمان، فيغزو فئام من الناس، فيقال لهم: هل فيكم من صاحب من صاحب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فيقولون: نعم، فيفتح لهم)۔ (بخاری ومسلم)؛ ترجمہ: ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ کچھ لوگ جہاد کریں گے، ان سے پوچھا جائے گا تمہارے ساتھ ایسا آدمی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمرکاب رہا ہو؟ وہ کہیں گے: جی ہاں، اس طرح (مقابلے کے بعد) وہ لوگ فتح یاب ہوں گے۔ پھر کسی اور زمانے میں مسلمانوں کا ایک گروہ جہاد کرنے جائے گا، ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تمہارے ساتھ ایسا بندہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم أجمعین کے ساتھ رہا ہو؟ جواب آئے گا کہ جی ہاں، پھر مجاہدین کا وہ گروہ فتح یاب ہوگا۔ ایک ایسا دور بھی آئے گا کہ بعض لوگ جہاد کے لیے نکلیں گے تو ان سے سوال ہوگا کہ کیا تمہارے ساتھ ایسا آدمی ہے جو صحابہ کرام کے ساتھیوں کے ہمرکاب رہا ہو؟ وہ کہیں گے: جی، تو کامیاب ہوں گے۔

14۔ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت ہے چونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر اور مددگار ساتھی تھے، اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ان الله تبارك وتعالى اختارني، واختار لي أصحاباً، فجعل لي منهم وزراء وأنصاراً وأصهاراً، فمن سبهم فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين، لا يقبل منه يوم القيامة صرف ولا عدل)، (رواہ حاکم وصححہ)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مجھے منتخب فرمایا ہے اور میرے لئے میرے صحابہ کو منتخب کیا ان کو میرا وزیر مددگار اور رشتہ دار بنایا جو ان کو برا کہے اس پر اللہ تعالی کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اور اللہ تعالی قیامت کے دن اس کا کوئی فرض اور کوئی کفارہ قبول نہ کرے گا

15 ۔۔ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم أجمعین سے محبت کرتے ہیں اس لیے کہ ان سے محبت کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہے اور صحابہ سے نفرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت کی دلیل وعلامت ہے، اسی بارے میں فرمان نبوی ہے: (الله الله في أصحابي، لا تتخذوهم غرضاً بعدي، فمن أحبهم فبحبي أحبهم، ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم، ومن آذاهم فقد آذاني، ومن آذاني فقد آذى الله، ومن آذى الله أوشك أن يأخذه)

(رواہ احمد وترمذی وجعلہ حسناً)

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! میرے بعد ان کو (طعن و تشنیع کا) نشانہ نہ بنانا (یاد رکھو) جس نے ان سے محبت کی، پس میری محبت کی وجہ سے اس نے اُن سے محبت کی۔ جس نے اُن سے بغض رکھا پس میرے بغض کی وجہ سے اُن سے بغض رکھا اور جس نے اُن کو اذیت دی پس اس نے مجھے اذیت دی جس نے مجھے اذیت دی، اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو اذیت دی، پس قریب ہے کہ وہ اس کو گرفت کر لے۔

16۔ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت ہے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے احترام وعزت کو اپنے ہی احترام کے مترادف قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: (احفظوني في أصحابي، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم)۔ (ابن ماجہ: 1927، وصححہ الالبانی)؛ ترجمہ: میری منزلت وعزت کی حفاظت کے لیے میرے صحابہ اور ان کے بعد آنے والے دو صدیوں کے لوگوں کی منزلت وعزت کا خیال رکھو۔

18۔ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت کرتے ہیں اس لیے کہ وہ اہل علم وفضیلت، اخلاق اور سچائی والے تھے، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: (أرأف أمتي بأمتي أبو بكر، وأشدهم في دين الله عمر، وأصدقهم حياء عثمان، وأقضاهم علي، وأفرضهم زيد بن ثابت، وأقرؤهم أبي، وأعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل، ألا وإن لكل أمة أميناً، وأمين هذه الامة أبو عبيدة بن الجراح)۔ (حاکم، صححہ الالبانی 868 فی صحیح الجامع۔) ترجمہ: میری امت پر سب سے زیادہ رحیم ابوبکر ہے، دین پر سختی سے عمل کرنے والا عمر ہے، سب سے زیادہ سچے باحیا عثمان ہے، عدل میں سب سے آگے علی ہے، ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے صفات عالیہ کے ذکر میں کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو بہترین پایا۔ تو انہیں منتخب کر کے اپنا نبی بنایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سارے قلوب پر نظر ڈالی تو صحابہ کرام کے دلوں کو بہترین پایا سو انہیں اپنے برگزیدہ پیغمبر کی صحبت کے لیے منتخب کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر بنا دیا تاکہ اس کے دین کی راہ میں لڑیں۔ اسی طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص سنت پر عمل کرنا چاہتا ہے تو ان کی پیروی کرے جن کا انتقال ہو چکا ہے، چونکہ جو زندہ ہیں معلوم نہیں فتنے کا شکار ہوں گے کہ نہیں۔ جو اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں جو امت میں عقائد کے اعتبار مضبوط ترین اور سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے، دین میں وہ بہت کم تکلف کرنے والے تھے۔ صحابہ کرام وہ لوگ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے مصاحبت اور دین کے قیام کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ ان کی جاہ ومقام کو پہچانو اور ان کے طریقے پر چلو اس لیے کہ وہ ہدایت اور راہ راست پر تھے۔

(رواہ ابن عبدالبر)

صحابہ کرام کے حوالے سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: واضح اور آشکار مسائل میں سے ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تمام خوبیوں کو بیان کرنا، ان کی غلطیوں اور آپس کے اختلافات کو بیان کرنے سے گریز کرنا ہے۔ لہٰذا جو شخص کسی بھی صحابی کی شان میں گستاخی کرے، برا بھلا کہے اور طعنہ زنی کرے یا کسی صحابی کی عیب جوئی کرے تو وہ شخص بدعتی، ناپاک، رافضی اور اہل

سنت کا مخالف ہے۔ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) نہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا نہ کوئی فدیہ و کفارہ اس کی جان چھڑا سکے گا۔ اس کے برعکس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت سنت اور ضروری ہے، ان کے لیے نیک دعاء کرنا قرب الٰہی کا باعث ہے۔ ان کی پیروی باعث نجات ہے اور ان کی راہ پر چلنا فضیلت شمار ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سب سے اچھے لوگ تھے، کسی انسان کے لیے مناسب نہیں کہ انہیں گالیاں دے یا عیب جوئی کرکے ان کی شان میں گستاخی کرے اور انہیں گندی زبان سے یاد کرے۔ (کتاب الشریعہ ص 78)

امام آجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں نے اپنی کتاب (شریعہ) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل تحریر کیا۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے فضائل کا تذکرہ ہوگا۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا اور اپنے برگزیدہ نبی کے لیے وزیر، رشتہ دار، ساتھی اور اس کی امت کے لیے خلیفہ مقرر فرمایا۔ مہاجرین و انصار وہ حضرات تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بہترین اوصاف کے ساتھ یاد کیا ہے۔ قرآن میں آیا ہے اللہ تعالیٰ نے توریت میں بھی صحابہ کرام کو اچھے الفاظ و اوصاف میں یاد کیا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اللہ جل وعلیٰ کا فضل بہت بڑا ہے جسے چاہے وہ عطا فرماتا ہے۔

مہاجرین: مہاجرین وہ جاں نثار صحابہ تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور اپنے عمل سے اُسے ثابت کر دکھایا، سختیوں اور برے دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، اللہ کی راہ میں ذلت اور بھوک کو غیر اللہ کے راستے میں عزت اور شکم سیری پر ترجیح دی۔ اللہ کی رضا کے لیے رشتہ دار اور اجنبی کی مخالفت کو بخوشی قبول کیا۔ مہاجرین اپنے والدین، خاندان، قبیلہ، جائیداد اور سب کچھ چھوڑ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم رکابی میں ہجرت کے لیے نکلے۔ ان سب چیزوں سے زیادہ اہم ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول تھے اس لیے کہ ان کا ایمان مضبوط، عقل سلیم، نفس پاک، رائے صائب اور صبر زیادہ تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق تھی۔

ارشاد الٰہی ہے: رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (المجادلہ)
ترجمہ: اللہ اُن سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ہیں، یہی اللہ (والوں) کی جماعت ہے، یاد رکھو! بیشک اللہ (والوں) کی جماعت ہی مراد پانے والی ہے۔ انصار: وہ لوگ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی نصرت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے لیے منتخب فرمایا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے انصاری صحابہ آپ کے پاس تشریف لاکر مومنوں کی صف میں شامل ہو گئے۔ انصار اپنی بیعت میں مخلص تھے اور ہمہ تن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و مدد کیلیے کمربستہ تھے۔ انصار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی مکمل پیروی کرنے والے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی وجہ سے انہوں نے آپ کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی تک ہجرت کا وقت نہیں آیا ہے۔ انصار کا وہ دستہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کر چکا تھا واپس مدینہ چلا گیا تو وہ دیگر اہل مدینہ کے مشرف بہ اسلام ہونے کا ذریعہ بن گئے۔

اپنے ایمان میں ثابت قدم تھے چنانچہ جب مہاجرین مدینہ پہنچے تو انکا شاندار استقبال کیا گیا، انہوں نے نبی کریم
مہاجرین کا خوب اکرام کیا۔ انصار کو معلوم ہوا یہ مبارک ہجرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے بڑی نعمت
مہاجرین جب مدینہ پہنچے تو انصار نے ان کی بھی عزت وخدمت کی۔ اپنے گھروں کو تقسیم کر کے انہیں جگہ دینے
اپنے بچوں اور بیویوں پر بھی ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں الفت ومحبت ڈالی تھی جس کی برکت سے وہ
رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کی تعریف میں فرماتے ہیں) :﴿وَإِن يُرِيدُوٓاْ أَن يَخۡدَعُوكَ فَإِنَّ حَسۡبَكَ
ٱللَّهُۚ هُوَ ٱلَّذِيٓ أَيَّدَكَ بِنَصۡرِهِۦ وَبِٱلۡمُؤۡمِنِينَ وَأَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوبِهِمۡۚ لَوۡ أَنفَقۡتَ مَا فِي ٱلۡأَرۡضِ جَمِيعٗا مَّآ أَلَّفۡتَ بَيۡنَ
قُلُوبِهِمۡ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ أَلَّفَ بَيۡنَهُمۡۚ إِنَّهُۥ عَزِيزٌ حَكِيمٞ﴾ (الانفال-63-62)؛ ترجمہ: اور اگر وہ چاہیں کہ آپ کو دھوکہ دیں تو
اللہ کافی ہے، وہی ہے جس نے آپ کو اپنی مدد کے ذریعے اور اہل ایمان کے ذریعے طاقت بخشی اور (اسی نے)
ان) کے دلوں میں باہمی الفت پیدا فرمادی۔ اگر آپ وہ سب کچھ جو زمین میں ہے خرچ کر ڈالتے تو (ان تمام مادی
) بھی آپ ان کے دلوں میں (یہ) الفت پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ نے ان کے درمیان (ایک روحانی رشتے سے) محبت
دی۔ بیشک وہ بڑے غلبہ والا حکمت والا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَٱعۡتَصِمُواْ بِحَبۡلِ ٱللَّهِ جَمِيعٗا وَلَا تَفَرَّقُواْۚ وَٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتَ ٱللَّهِ
عَلَيۡكُمۡ إِذۡ كُنتُمۡ أَعۡدَآءٗ فَأَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوبِكُمۡ فَأَصۡبَحۡتُم بِنِعۡمَتِهِۦٓ إِخۡوَٰنٗا وَكُنتُمۡ عَلَىٰ شَفَا حُفۡرَةٖ مِّنَ
ٱلنَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنۡهَاۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمۡ ءَايَٰتِهِۦ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُونَ﴾ (آل عمران-103) ترجمہ: اور تم سب مل کر
مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو، اور اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو
تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت کے باعث آپس میں بھائی بھائی ہو گئے، اور تم (دوزخ کی) آگ
کے کنارے پر (پہنچ چکے) تھے پھر اس نے تمہیں اس گڑھے سے بچا لیا، یوں ہی اللہ تمہارے لئے اپنی نشانیاں کھول کر
تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔ ان آیات قرآنی سے معلوم ہوا سارے صحابہ کرام بشمول مہاجرین وانصار اللہ تعالیٰ اور اس کے
علیہ وسلم کے خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔

صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی نصرت ومدد پر وہ متفق تھے، شریعت اور احکام کے نفاذ میں وہ متحد اور آپ صلی اللہ علیہ
رکھتی تھے۔ اس راہ میں وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اور ہر حال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور
تیاری ان کا مقصد حیات بن چکا تھا۔ اسی لیے ایک سے زائد مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین وانصار کی تعریف کی
کا وعدہ دیا ہے اور اپنی رضامندی کا اعلان بھی فرمایا ہے:﴿رَضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُواْ عَنۡهُۚ أُوْلَٰٓئِكَ حِزۡبُ ٱللَّهِۚ
أَلَآ إِنَّ حِزۡبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ﴾ (المجادلہ-22)؛ (ترجمہ: اللہ اُن سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ہیں، یہی
جماعت ہے، یاد رکھو! بیشک اللہ (والوں) کی جماعت ہی مراد پانے والی ہے۔

بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام کے فضائل سے وہ شخص واقف ہو سکتا ہے جو عہد نبوی

صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کا تعامل اور اس کے بعد کی زندگی پر گہری نظر ڈالے۔ صحابہ کرام وہ عظیم شخصیات تھے جو ایمان، کفار سے جہاد و قتال، اشاعت دین، قیام دین، اعلائے شان احکامات الٰہی و نبوی، فرائض اور سنن نبوی کی تعلیم و تعلم میں ایک دوسرے سے سبقت لینے کی کوشش کرتے تھے۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نہ ہوتے تو ہرگز دین کا کوئی اصل یا فرع ہم تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہرگز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث یا سنت سے ہم واقف نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لیے جو شخص صحابہ کے حوالے سے طعنہ زنی و گستاخی سے کام لے وہ پوری طرح دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے چونکہ جو شخص صحابہ کو گالیاں دے کر طعنہ زنی کرتا ہے وہ اس طرح اپنے عقیدے کا اظہار کرتا ہے کہ صحابہ کرام ہی غلط راستے پر تھے اور قرآن پاک اور احادیث میں ان کے جتنے اوصاف مذکور ہیں یہ لوگ ان تعریفوں کی تردید کرتے ہیں۔ یہ قرآن و حدیث کا انکار ہے۔ جو شخص صحابہ پر طعن کرتا ہے دراصل وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتا ہے۔ نصوص شریعت کے ناقلین کی توہین و گستاخی درحقیقت نصوص (قرآن و سنت) کی توہین ہے۔ یہ اہم بات ہر اس شخص کے لیے قابل فہم و درک ہے جو تدبر کا اہل ہو، نفاق و کفر اور الحاد سے دور ہو۔ (الکبائر)

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ اس بارے میں فرماتے ہیں: صحابہ سے محبت ذخیرہ آخرت ہے۔ اللہ کی رحمت ہو اس شخص پر جو صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام و درود بھیجے۔

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کسی شخص میں یہ دو صفات ہوں مجھے امید ہے کہ وہ قیامت کے عذاب سے محفوظ رہے گا، ایک سچائی اور دوسرا اصحاب رسول ﷺ سے محبت۔ (الشریعۃ 4/1688)

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنْ سَبِّ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کو برا کہنے کی ممانعت

4658- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاَ تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنْفَقَ أَحَدُكُمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلاَ نَصِيفَهُ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری نبی اکرم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' میرے اصحاب کو برا نہ کہو۔ اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی ایک "اُحد" پہاڑ جتنا سونا خیرات کرے تو پھر بھی ان کے ایک مُد' بلکہ نصف مُد (غلہ خیرات کرنے کے اجر تک نہیں پہنچ سکتا۔

4658-إسناده صحيح. مسدد: هو ابن مسرهد الأسدي، وأبو معاوية: هو محمد ابن خازم الضرير، والأعمش: هو سليمان بن مهران، وأبو صالح: هو ذكوان السمان. وأخرجه البخاري (3673)، ومسلم (2541)، والترمذي (4198) و (4199)، والنسائي في "الكبرى" (8250) من طريق الأعمش، به. وهو في "مسند أحمد" (11079)، و"صحيح ابن حبان" (6994). وأخرجه مسلم (2540) (221) وبإثر (2541) (222)، وابن ماجه (161)

شرح

"تم" کے مخاطب خود صحابہ میں سے بعض حضرات تھے، جیسا کہ ایک روایت میں اس ارشاد گرامی کا پس منظر یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت خالد ابن ولید اور حضرت عبدالرحمن ابن عوف کے درمیان کوئی تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا تھا اور حضرت خالد ابن ولید نے حضرت عبدالرحمن ابن عوف کو برا کہا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد ابن ولید وغیرہ کو خطاب کر کے فرمایا میرے صحابہ کو برا نہ کہو پس "میرے صحابہ" سے وہ مخصوص صحابہ مراد ہیں جو ان مخاطب صحابہ یعنی حضرت خالد ابن ولید وغیرہ سے پہلے اسلام لائے تھے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس حدیث میں "تم" کے ذریعہ پوری امت کو مخاطب کیا گیا ہو اور چونکہ نور نبوت نے پہلے ہی یہ دیکھ لیا تھا کہ آگے چل کر میری امت میں لوگ بھی پیدا ہوں گے، جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہیں گے، ان کی شان میں گستاخیاں کریں گے (جیسا کہ روافض وخوارج کی صورت میں مختلف گروہ ایک دوسرے کے ممدوح صحابہ کے حق میں سب وشتم کرتے ہیں) اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی آئندہ نسلوں میں احترام صحابہ کے جذبات کو بیدار کرنے کے لئے حکم دیا کہ شخص میرے کسی صحابی کو برا نہ کہے۔

مد اس زمانہ کے ایک پیمانہ کا نام تھا جس میں سیر بھر کے قریب جو غیرہ آتا تھا، حدیث کے اس جزء کی مراد ان صحابہ کے بلند وبالا مقام ومرتبہ کا تعین کرنا ہے کہ ان لوگوں کے کمال اخلاص وللہیت کی بناء پر ان کا چھوٹا سا نیک عمل اپنے بعد والوں کے اسی طرح کے بڑے سے بڑے نیک عمل پر بھاری ہے مثلاً اگر ان صحابہ میں سے کوئی شخص سیر بھر یا آدھ سیر جو غیرہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اس عمل پر ان کو جتنا ثواب ملتا ہے اتنا ثواب ان کے بعد والوں کو اس صورت میں بھی نہیں مل سکتا کہ اگر وہ اللہ کے راہ میں احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دیں اور یہ اس وجہ ہے کہ اخلاص وصدق نیت اور جذبہ ایثار وللہیت کا جو کمال ان کے اندر تھا وہ بعد والوں کو نصیب نہیں ہوسکتا دوسرے یہ کہ ان کا مال خالص طیب وپاکیزہ ہوتا تھا اور ان کی اپنی حاجتیں وضرورتیں اس بات کا تقاضا کرتی تھیں کہ ان کے پاس جو کچھ ہے اپنے ذاتی مصارف میں خرچ کریں لیکن اس کے باوجود اپنی استطاعت کے مطابق وہ اللہ کی راہ میں خوش دلی کے ساتھ خرچ کرتے اور اپنی تمام ضرورتوں کو پس پشت ڈال دیتے، یہ تو ان کے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے اجر وثواب کا ذکر ہے۔ اسی پر قیاس کر کے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے انتہائی سخت حالات میں اللہ کے دین کا جھنڈا بلند کرنے اور اللہ کے رسول کا پیغام پہنچانے کے لئے ریاضت ومجاہدہ کے جن سخت ترین مراحل کو طے کیا۔ یہاں تک کہ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اس کی بناء پر ان کو کیا اجر وثواب ملا ہوگا اور ان کے درجات ومراتب کس قدر بلند ہوئے ہوں گے۔

حدیث کے پہلے جزء سے اگرچہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارشاد گرامی "میرے صحابہ کو برا نہ کہو" مخصوص اصحاب کے حق میں ہے لیکن اس سے یہ بات بہرحال ثابت ہوتی ہے کہ کسی غیر صحابی کا صحابی کو برا کہنا بطریق اولی ممنوع ہے۔ کیونکہ حدیث اصل مقصد ان لوگوں کے حق میں بدگوئی اور بدزبانی سے اجتناب کی تلقین وہدایت کرنا ہے۔ جن کو قبول اسلام میں سبقت کی فضیلت وبرتری حاصل ہے اور جو اپنی اس فضیلت وبرتری کو بناء پر بعد والوں کے لئے یقیناً واجب التعظیم ہیں۔ علی ابن حرب طائی اور خیثمہ ابن سلیمان نے حضرت ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ: لاتسبوا اصحاب محمد فلمقام احدهم ساعة خير من عمل

احد كم عمره۔" اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو برا نہ کہو، درحقیقت ان کو (اپنی عبادتوں کا) یہ مقام حاصل ہے کہ ان کا ساعت بھر کا نیک عمل تمہارے پوری عمر کے نیک عمل سے بہتر ہے۔

اور عقیلی نے ضعفا میں نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان الله اختار لی اصحابا وانصارا واصهارا وسياتی قوم يسبونهم ويستنقصونهم فلاتجاليسوهم ولاتشاربوهم ولا تواكلوهم ولا تنا كحوهم۔" حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب کیا اور میرے لئے میرے اصحاب میرے انصار اور میرے قرابتدار تجویز و مقرر کئے گئے۔ اور (یاد رکھو، عنقریب کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو میرے صحابہ کو برا کہیں گے اور ان میں نقص نکالیں گے، پس تم نہ ان لوگوں کے ساتھ میل ملاپ اختیار کرنا نہ ان کے ساتھ کھانا پینا اور نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا۔

4659 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ قَيْسٍ الْمَاصِرُ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِي قُرَّةَ قَالَ كَانَ حُذَيْفَةُ بِالْمَدَائِنِ فَكَانَ يَذْكُرُ اَشْيَاءَ قَالَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُنَاسٍ مِنْ اَصْحَابِهِ فِي الْغَضَبِ فَيَنْطَلِقُ نَاسٌ مِمَّنْ سَمِعَ ذٰلِكَ مِنْ حُذَيْفَةَ فَيَاْتُونَ سَلْمَانَ فَيَذْكُرُونَ لَهُ قَوْلَ حُذَيْفَةَ فَيَقُولُ سَلْمَانُ حُذَيْفَةُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُولُ فَيَرْجِعُونَ اِلٰى حُذَيْفَةَ فَيَقُولُونَ لَهُ قَدْ ذَكَرْنَا قَوْلَكَ لِسَلْمَانَ فَمَا صَدَّقَكَ وَلَا كَذَّبَكَ فَاَتٰى حُذَيْفَةُ سَلْمَانَ وَهُوَ فِي مَبْقَلَةٍ فَقَالَ يَا سَلْمَانُ مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تُصَدِّقَنِي بِمَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَلْمَانُ اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْضَبُ فَيَقُولُ فِي الْغَضَبِ لِنَاسٍ مِنْ اَصْحَابِهِ وَيَرْضٰى فَيَقُولُ فِي الرِّضَا لِنَاسٍ مِنْ اَصْحَابِهِ اَمَا تَنْتَهِي حَتّٰى تُوَرِّثَ رِجَالًا حُبَّ رِجَالٍ وَرِجَالًا بُغْضَ رِجَالٍ وَحَتّٰى تُوقِعَ اخْتِلَافًا وَفُرْقَةً وَلَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ فَقَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ اُمَّتِي سَبَبْتُهُ سَبَّةً اَوْ لَعَنْتُهُ لَعْنَةً فِي غَضَبِي فَاِنَّمَا اَنَا مِنْ وَلَدِ اٰدَمَ اَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُونَ وَاِنَّمَا بَعَثَنِي رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ فَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ صَلٰوةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاللّٰهِ لَتَنْتَهِيَنَّ اَوْ لَاَكْتُبَنَّ اِلٰى عُمَرَ

✧✧ عمرو بن ابوقرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت حذیفہ مدائن میں تھے وہاں انہوں نے کچھ ایسی اشیاء کا تذکرہ کیا جسے نبی اکرم ﷺ نے غصے کے عالم میں اپنے ساتھی اصحاب کے لئے ارشاد فرمایا تھا تو جن حضرات نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ باتیں سنی ان میں سے کچھ لوگ گئے۔ وہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کے سامنے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بیان کا تذکرہ کیا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حذیفہ کو زیادہ پتہ ہے جو وہ کہتے ہیں تو یہ لوگ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ ہم نے آپ کے بیان کا تذکرہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا تو انہوں نے آپ کی تصدیق بھی نہیں کی اور تکذیب بھی نہیں کی۔ پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ' حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اس وقت کہیں کھیت میں تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے سلمان! میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی جو بات سنی ہے آپ نے اس بارے میں میری تصدیق کیوں نہیں کی؟

حضرت سلمان نے جواب دیا: نبی اکرم ﷺ بعض اوقات ناراضگی کی کیفیت میں ہوتے تھے اور اس دوران آپ نے ناراضگی کے عالم میں اپنے اصحاب کے لئے کچھ فرما دیا اور بعض اوقات آپ رضا کے عالم میں ہوتے تھے اور آپ نے رضا کے عالم میں اپنے اصحاب کے بارے میں کچھ فرما دیا۔ تو کیا آپ اس سے باز نہیں آسکتے ورنہ تو اس طرح آپ کچھ لوگوں کے لئے دل میں محبت ڈال دیں گے اور کچھ لوگوں کے لئے ناراضگی ڈال دیں گے اور اس طرح اختلاف اور علیحدگی پیدا کر دیں گے اور آپ یہ جانتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا تھا۔

''میری امت سے تعلق رکھنے والے جس بھی شخص کو میں برا کہوں یا اس پر غضب کے عالم میں لعنت کروں تو میں آدم کی اولاد میں سے ایک ہوں۔ میں اسی طرح غضبناک ہو جاتا ہوں جس طرح تم لوگ غضبناک ہوتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا ہے۔ (اے اللہ) قیامت کے دن اس (لعنت یا برا کہنے کو) ان لوگوں کے لئے رحمت بنا دے''۔

(پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا) یا تو آپ اس سے باز آجائیں گے یا پھر میں اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھوں گا۔ (راوی بیان کرتے ہیں) پھر کچھ لوگوں نے ان سے سفارش کی تو انہوں نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط نہیں لکھا۔ انہوں نے قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کیا تھا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (قسم توڑنے) سے پہلے یا بعد میں (کسی بھی وقت کفارہ دینا) جائز ہے۔

بَابٌ فِي اسْتِخْلَافِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنا

4660 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ لَمَّا اسْتُعِزَّ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا عِنْدَهُ فِي نَفَرٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ دَعَاهُ بِلَالٌ إِلَى الصَّلٰوةِ فَقَالَ مُرُوا مَنْ يُصَلِّي لِلنَّاسِ فَخَرَجَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَمْعَةَ فَإِذَا عُمَرُ فِي النَّاسِ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ غَائِبًا فَقُلْتُ يَا عُمَرُ قُمْ فَصَلِّ بِالنَّاسِ فَتَقَدَّمَ فَكَبَّرَ فَلَمَّا سَمِعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَهُ وَكَانَ عُمَرُ رَجُلًا مُجْهِرًا قَالَ فَأَيْنَ أَبُو بَكْرٍ يَأْبَى اللهُ ذٰلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ يَأْبَى اللهُ ذٰلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ فَبَعَثَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَجَاءَ بَعْدَ أَنْ صَلَّى عُمَرُ تِلْكَ الصَّلٰوةَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ

✧✧ حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ جب نبی اکرم ﷺ کی تکلیف زیادہ ہوگئی تو میں چند مسلمانوں کے ہمراہ آپ کے پاس موجود تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کو نماز کے لئے بلانے آئے۔ آپ نے فرمایا: اسے کہو لوگوں کو نماز پڑھا دے تو حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ باہر نکلے وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے درمیان موجود تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غیر موجود

تھے۔ میں نے کہا: اے عمر! آپ کھڑے ہوں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ وہ آگے بڑھے انہوں نے تکبیر کہی جب نبی اکرم ﷺ نے ان کی آواز سنی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلند آواز والے شخص تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ اور مسلمان اس بات کو تسلیم نہیں کریں گے۔ پھر آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلوایا وہ آئے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ نماز پڑھا چکے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو نماز پڑھائی۔

4661 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَقَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَمْعَةَ أَخْبَرَهُ بِهَذَا الْخَبَرِ قَالَ لَمَّا سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ عُمَرَ قَالَ ابْنُ زَمْعَةَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَطْلَعَ رَأْسَهُ مِنْ حُجْرَتِهِ ثُمَّ قَالَ لَا لَا لَا لِيُصَلِّ لِلنَّاسِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ يَقُولُ ذَلِكَ مُغْضَبًا

✧✧ حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے۔ آپ نے اپنا سر مبارک حجرے سے باہر نکالا اور فرمایا: نہیں نہیں نہیں۔ ابن ابی قحافہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ آپ نے غضب کے عالم میں یہ بات ارشاد فرمائی۔

شرح

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ فرقہ امامیہ کے لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے منکر ہیں اور فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو شخص خلافت صدیق کا انکار کرے وہ اجماع قطعی کا منکر قرار پاتا ہے اور اجماع قطعی کا منکر کافر ہو جاتا ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنھا العیاذ باللہ فھو کافر وان کان یفضل علیا کرم اللہ تعالی وجھہ علی ابی بکر لایکون کافر الکنہ مبتدع ولو قذف عائشۃ کفر باللہ: "اور رافضی اگر شیخین کو برا کہے اور العیاذ باللہ ان کو لعنت کرے تو وہ کافر ہے۔ اور اگر حضرت ابوبکر صدیق پر حضرت علی کو فضیلت دے تو کافر نہیں ہوتا البتہ مبتدع قرار پاتا ہے، نیز اگر وہ حضرت عائشہ صدیقہ کی پاکدامنی کو تہمت لگائے تو اللہ (نے حضرت عائشہ صدیقہ کی پاکدامنی کی جو تصدیق قرآن میں کی ہے اس) کا منکر ہوگا۔

اور فتاویٰ عالمگیری ہی میں یوں ہے: من انکر امامۃ ابی بکر الصدیق فھو کافر علی قول بعضھم وقال بعضھم ھو مبتدع ولیس بکافر والصحیح انہ کافر کذلک من انکر خلافۃ عمر فی اصح الاقوال ویجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا وتناسخ الارواح "شخص نے ابوبکر کی امامت کبریٰ کا انکار کیا وہ بعض حضرات کے قول کے مطابق کافر ہے جب کہ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ وہ مبتدع قرار پائے گا اس کو کافر نہیں کہیں گے لیکن صحیح بات یہی ہے کہ وہ کافر ہے اسی طرح قول صحیح کے مطابق وہ شخص بھی کافر ہو جائے جو حضرت عمر کی خلافت کا انکار کرے گا نیز رافضیوں کو اس بناء پر کافر قرار دینا واجب ہے کہ وہ مردوں کے دنیا میں لوٹنے اور تناسخ ارواح کے قائل ہیں۔

شرح مسلم میں لکھا ہے جاننا چاہیے کہ صحابہ کرام کو برا کہنا جرم ہے اور اکبر فواحش (سخت بڑے گناہوں) میں سے ہے ہمارا

اور جمہور علماء کا یہ مذہب ہے کہ جو کوئی صحابہ کو برا کہے اس کو سزا دی جائے اور بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ اس کو قتل کیا جائے، اسی طرح کی بات طیبی نے بھی لکھی ہے اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ صحابہ میں سے کسی کو بھی برا کہنا گناہ کبیرہ ہے اور ہمارے بعض علماء نے صراحت کی ہے کہ جو شخص شیخین (یعنی ابوبکر و عمر) کو برا کہے وہ مستوجب قتل ہے۔

مشہور کتاب الاشباہ والنظائر کی کتاب السیر میں لکھا ہے جو بھی کافر اپنے کفر سے توبہ کر لے اس کے لئے دنیا و آخرت کے لئے معافی ہے۔ لیکن جو لوگ اس بناء پر کافر قرار پائے ہوں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہا تھا، یا شیخین کو یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو برا کہا تھا یا سحر کاری کے مرتکب ہوئے تھے اور یا زندقہ میں مبتلا تھے اور پھر توبہ کرنے سے پہلے ان کو گرفتار کر لیا گیا ہو تو اب اگر وہ توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی اور ان کو معافی نہیں ملے گی۔

اسی طرح صاحب اشباہ علامہ زین ابن نجیم نے یہ بھی کہا ہے کہ شیخین کو برا کہنا یا ان کو لعنت کرنا کفر ہے اور جو شخص حضرت علی کو شیخین پر فضیلت دے وہ مبتدع ہے۔ اور مناقب کردری میں لکھا ہے اگر وہ شخص (جو شیخین پر حضرت علی کی فضیلت کا قائل ہے) اور دونوں یعنی شیخین کی خلافت کا منکر بھی ہو تو اس کو کافر کہا جائے گا اسی طرح اگر وہ ان دونوں سے دلی بغض و عناد رکھے تو بھی اس کو کافر کہا جائے گا۔ بایں سبب کہ اس نے ان ہستیوں سے قلبی بغض و عناد رکھا جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قلبی محبت تھی، ہاں اگر (یہ صورت ہو کہ) کوئی شخص (نہ تو شیخین پر حضرت علی کی فضیلت کا قائل ہے نہ شیخین کی خلافت کا منکر ہے نہ ان دونوں بغض و عناد رکھتا ہے اور نہ ان کو برا کہتا ہے مگر (شیخین کی بہ نسبت حضرت علی کے تئیں زیادہ پسندیدگی و گرویدگی اور محبت رکھتا ہے۔ تو وہ شخص اس بناء پر ماخوذ نہیں ہوگا۔

اس سلسلہ میں ان دونوں یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی تخصیص کی وجہ شاید یہ ہے کہ ان دونوں کی فضیلت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جس مخصوص طور سے منقول ہیں اس طرح سے کسی اور صحابی کے بارے میں منقول نہیں ہیں جیسا کہ آگے آنے ایک علیحدہ باب میں منقول احادیث سے واضح ہوگا یا وجہ تخصیص یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کی خلافت پر مسلمانوں کا مکمل اجماع تھا ان کی قیادت و سربراہی کو کسی طرف بھی چیلنج نہیں کیا گیا ان کے برخلاف حضرت عثمان ہوں یا حضرت علی اور یا حضرت معاویہ وغیرہ دوسرے خلفاء ان کی خلافت پر اس درجہ کا اجماع نہیں تھا بلکہ ان میں سے ہر ایک کے زمانے میں بغاوت و خروج کا عمل ظاہر ہوا۔

بَابُ مَا يَدُلُّ عَلَى تَرْكِ الْكَلَامِ فِي الْفِتْنَةِ

باب: فتنے کے دوران گفتگو ترک کرنے پر جو چیز دلالت کرتی ہے

4662 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي

4662-إسناده صحيح. حماد: هو ابن زيد، والحسن: هو البصري، وأشعث: هو ابن عبد الملك الحمراني. وأخرجه البخاري (2704) و (3629)، والترمذي (4107)، والنسائي في "الكبرى" (1730) من طريقين عن الحسن، به. وهو في "مسند أحمد" (20392)، و"صحيح ابن حبان" (6964).

بَكْرَةَ ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنَّى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي الْاَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ اِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَاِنِّي اَرْجُو اَنْ يُصْلِحَ اللهُ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنْ اُمَّتِي وَقَالَ فِي حَدِيثِ حَمَّادٍ وَلَعَلَّ اللهَ اَنْ يُصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَظِيمَتَيْنِ

✧✧ حسن بصری‘ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں‘ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ فرمایا تھا: میرا یہ بیٹا سردار ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کروا دے گا۔

حماد نامی راوی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: شاید اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کروا دے۔

4663 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ حُذَيْفَةُ مَا اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ تُدْرِكُهُ الْفِتْنَةُ اِلَّا اَنَا اَخَافُهَا عَلَيْهِ اِلَّا مُحَمَّدَ بْنَ مَسْلَمَةَ فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَضُرُّكَ الْفِتْنَةُ

✧✧ ہشام‘ محمد (نامی راوی) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں‘ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے۔ لوگوں میں سے ہر ایک کے بارے میں مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر اسے فتنہ لاحق ہو جائے تو وہ (اس میں مبتلا ہو جائے گا) صرف محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نہیں ہے کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے (آپ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا) فتنہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

4664 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ اَبِي بُرْدَةَ عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ ضُبَيْعَةَ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى حُذَيْفَةَ فَقَالَ اِنِّي لَاَعْرِفُ رَجُلًا لَا تَضُرُّهُ الْفِتَنُ شَيْئًا قَالَ فَخَرَجْنَا فَاِذَا فُسْطَاطٌ مَضْرُوبٌ فَدَخَلْنَا فَاِذَا فِيهِ مُحَمَّدُ ابْنُ مَسْلَمَةَ فَسَاَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا اُرِيدُ اَنْ يَشْتَمِلَ عَلَيَّ شَيْءٌ مِنْ اَمْصَارِكُمْ حَتّٰى تَنْجَلِيَ عَمَّا انْجَلَتْ

✧✧ ثعلبہ بن ضبیعہ بیان کرتے ہیں‘ ہم لوگ حضرت حذیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے فرمایا: میں ایک ایسے شخص کے بارے میں جانتا ہوں جسے فتنے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ راوی بیان کرتے ہیں‘ ہم وہاں سے باہر آئے۔ وہاں ایک خیمہ لگا ہوا تھا۔ ہم اس میں داخل ہوئے تو اس کے اندر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ ہم نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارے شہروں میں موجود کوئی فتنہ مجھے اپنی لپیٹ میں لے (اس لیے میں اس وقت تک وہاں نہیں جاؤں گا) جب تک صورتحال واضح نہ ہو جائے۔

4665 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ ضُبَيْعَةَ بْنِ حُصَيْنٍ الثَّعْلَبِيِّ بِمَعْنَاهُ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4666 حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْهُذَلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُم أَخْبِرْنَا عَنْ مَسِيرِكَ هَذَا أَعَهْدٌ عَهِدَهُ إِلَيْكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْ رَأْيٌ رَأَيْتَهُ فَقَالَ مَا عَهِدَ إِلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ وَلَكِنَّهُ رَأْيٌ رَأَيْتُهُ

✧✧ قیس بن عباد بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ہمیں اس روانگی کے بارے میں بتائیے، کیا یہ کوئی عہد تھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے لیا تھا یا آپ کی اپنی رائے ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی عہد نہیں لیا، یہ میری ذاتی رائے ہے۔

4667 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عِنْدَ فُرْقَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَقْتُلُهَا أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کے درمیان اختلاف کرنے سے ایک گروہ الگ ہو جائے گا، ان کے ساتھ جنگ وہ گروہ کرے گا جو مسلمانوں کے دونوں گروہوں میں حق کے زیادہ قریب ہوگا۔

بَابٌ فِي التَّخْيِيرِ بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

باب: انبیاء کرام (علیہم السلام) میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا

4668 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَيِّرُوا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: انبیاء میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دو۔

شرح

ان سب رسولوں (میں سے) ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ان میں سے بعض سے اللہ نے کلام فرمایا اور بعض کو (بے

4667- إسناده صحيح، أبو نضرة: هو المنذر بن مالك بن قطعة. وأخرجه مسلم (1065) (150)، والنسائي في "الكبرى" (8457) من طريقين عن القاسم بن الفضل، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (11196) و (11275)، و "صحيح ابن حبان" (6735).

4668- إسناده صحيح، وهيب: هو ابن خالد بن عجلان، وعمرو بن يحيى: هو المازني، وأبوه: هو يحيى بن عمارة بن أبي الحسن. وأخرجه البخاري (2412) عن موسى بن إسماعيل، بهذا الإسناد، وفيه قصة. وأخرجه البخاري (6916)، ومسلم (2374) (163) من طريق سفيان الثوري، عن عمرو بن يحيى، به. وهو في "مسند أحمد" (11265)، و "صحيح ابن حبان" (6237).

شمار درجوں کی) بلندی عطا فرمائی اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح نشانیاں دیں اور ہم نے روح القدس (جبرائیل) سے اس کی مدد فرمائی اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے واضح نشانیاں آنے کے بعد آپس میں قتال نہ کرتے لیکن انہوں نے اختلاف کیا سو ان میں سے کوئی ایمان لے آیا اور کسی نے کفر کیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں قتال نہ کرتے لیکن اللہ وہی کرتا ہے جس کا وہ ارادہ فرماتا ہے۔ (سورہ بقرہ، ۲۵۳)

رسولوں کی باہمی فضیلت کا بیان

اس سے پہلے اس سورت میں متعدد نبیوں اور رسولوں کا ذکر آچکا ہے مثلاً حضرت آدم حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل حضرت اسحاق حضرت یعقوب حضرت شموئیل حضرت حزقیل حضرت داؤد حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علیہم وعلیٰ نبینا سیدنا محمد الصلوٰۃ والسلام اس لیے پڑھنے والے کے ذہن میں یہ تجسس پیدا ہوگا کہ آیا یہ تمام نبی اور رسول درجہ اور مرتبہ میں برابر ہیں یا ان میں درجات اور مراتب کا فرق ہے؟ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ان سب رسولوں (میں سے) ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے یعنی بعض رسولوں کو ایسی خصوصیات اور فضیلتیں عطا فرمائی ہیں جو دوسرے بعض رسولوں کو عطا نہیں فرمائیں اور چونکہ اس سورت کا اکثر حصہ بنو اسرائیل کے احوال پر مشتمل تھا اور ان میں زیادہ تر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متبع تھے اور ان کے بعد حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے پیروکار تھے کیونکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) بنو اسرائیل کے آخری نبی تھے اس لیے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی فضیلتوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا کہ ہم نے بعض کو کلام سے سرفراز فرمایا یعنی ان سے بلاواسطہ کلام فرمایا ان سے حضرت آدم (علیہ السلام) حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اس کے بعد فرمایا: اور بعض کو (بے شمار درجوں کی) بلندی عطا فرمائی اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اللہ تعالیٰ نے یہاں صراحۃ آپ کا نام نہیں کیونکہ غیر متناہی درجات کے ساتھ آپ کا مخصوص ہونا اس قدر مشہور اور معروف ہے کہ آپ کا صراحۃ ذکر نہ کیا جائے پھر بھی ذہن آپ کے سوا اور کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ آپ کو درجات کی بلندی عطا کی ہے یہ نہیں بیان فرمایا کہ کتنے درجات کی بلندی عطا فرمائی ہے کیونکہ عالم اعداد میں کوئی عدد ایسا ہے ہی نہیں جو آپ کے تمام درجات کو بیان کر سکے اور کسی عدد کا ذکر نہ فرما کر اس پر متنبہ کیا ہے کہ آپ کے درجات کا کوئی شمار نہیں نہ ان کی کوئی حد ہے کہ آپ رحمت للعالمین اور خاتم النبیین ہیں لواء حمد کے حامل اور مقام محمود پر فائز ہیں تمام سابقہ شریعتوں کے ناسخ ہیں کوثر و سلسبیل کے ساقی ہیں عالم میثاق میں تمام انبیاء اور مرسلین سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا عہد و پیمان لیا گیا آپ تمام انبیاء اور مرسلین کے قائد ہیں شب معراج اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دیدار سے مشرف فرمایا روز حشر تمام اہل محشر کو آپ کی شفاعت کی احتیاج ہوگی آپ کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے کائنات اللہ کو راضی کرتی ہے اور اللہ آپ کو راضی فرماتا ہے اور ایسے بہت سے فضائل اور خصائص ہیں جو صرف آپ ہی کو حاصل ہیں یہ اجمالی ذکر ہے اور ان شاء اللہ ہم اس کو تفصیل سے بھی بیان کریں گے اس کے بعد حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا علیحدہ ذکر فرمایا کیونکہ ان کے معجزات زیادہ تر حسی تھے مثلاً مردوں کو زندہ کرنا مادرزاد اندھوں کو بینا کرنا اور برص اور کوڑھ کے مریضوں کو تندرست کرنا وغیرہ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کے بعد والے واضح نشانیاں

آنے کے بعد آپس میں قتال نہ کرتے لیکن انہوں نے اختلاف کیا۔ (البقرہ: ۲۵۳)

بعض کفار عرب کے اسلام نہ لانے پر آپ کو تسلی دینا

اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سابقہ امتوں کی خبر دی ہے کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم نے واضح دلائل اور معجزات دیکھنے کے باوجود کہا: ہمیں اللہ تعالیٰ کو ظاہر باہر دکھاؤ اور ہمارے لیے ایک معبود بنادو جیسے ان کا معبود ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ کی قوم نے روشن دلائل اور معجزات مثلاً مردوں کو زندہ کرنا اور کوڑھیوں کو تندرست کرنا دیکھا اس کے باوجود انہوں نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی تکذیب کی اور ان کو قتل کرنے کے درپے ہوئے اب آپ کو یہ بتایا جارہا ہے کہ آپ بھی سابقہ رسولوں کی طرح ایک رسول ہیں تو اگر آپ کے دلائل اور معجزات پیش کرتے کے باوجود آپ کی قوم کے بعض لوگ آپ کی تکذیب کررہے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے:

(آیت) **وان یکذبوك فقد كذبت قبلهم قوم نوح وعاد وثمود. وقوم ابرهيم وقوم لوط. واصحب مدين، وكذب موسى.** (الحج: ۴۲، ۴۴)

ترجمہ: اور اگر یہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں (تو آپ پریشان نہ ہوں) سو ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور عاد نے اور ثمود نے تکذیب کی تھی۔ اور ابراہیم کی قوم نے اور لوط کی قوم نے۔ اور اصحاب مدین نے (بھی تکذیب کی تھی) اور موسیٰ کی تکذیب کی گئی۔

نیز فرمایا: (آیت) **فان كذبوك فقد كذب رسل من قبلك جاء و بالبينت والزبر والكتب المنير..** (آل عمران: ۱۸۴)

ترجمہ: اگر یہ آپ کی تکذیب کریں (تو غم نہ کریں) آپ سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو واضح دلائل آسمانی صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔

اور اگر اللہ چاہتا تو نہ وہ لوگ اختلاف کرتے اور نہ آپ کی قوم کے بعض لوگ مخالف ہوتے اور اللہ تعالیٰ ان سب کو جبراً مسلمان کردیتا اور دنیا میں کبھی کوئی شخص کسی نبی کا مخالف اور کافر نہ ہوتا لیکن یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مشیت کے خلاف ہے اس نے انسان کو حریت فکر اور سوچ و بچار کی آزادی عطا کی ہے اس نے کفر اور ایمان اور ہدایت اور گمراہی کے راستے پیدا کیے شیطان کو پیدا کیا جو انسان کو کفر اور گمراہی کی طرف بلاتا ہے اور انبیاء اور رسل مبعوث فرمائے جو اس کو ایمان اور ہدایت کی دعوت دیتے ہیں اور انسان کو عقل سلیم عطا کی سچ اور جھوٹ اور کھرے اور کھوٹے کو پرکھنے کا شعور دیا اب وہ یہ دکھانا چاہتا ہے کہ انبیاء اور رسل کی دعوت پر کتنے لوگ صراط مستقیم کو اختیار کرتے ہیں اور شیطان کے بہکانے میں آکر کتنے لوگ کفر اور گمراہی کو اختیار کرتے ہیں اس سے فرمایا: لیکن انہوں نے اختلاف کیا سو ان میں سے کوئی ایمان لے آیا اور کسی نے کفر کیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں قتال نہ کرتے لیکن اللہ وہی کرتا ہے جس کا وہ ارادہ فرماتا ہے۔

اب ہم قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مشہورہ سے بیان کریں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں۔

فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

رحمۃ للعالمین ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

(۱)(آیت) وما ارسلنك الا رحمۃ للعلمین۔ (الانبیاء:۱۰۷)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر ہی تو بھیجا ہے۔

آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں اور اپنے وجود اور بقاء میں ہر چیز کو رحمت کی ضرورت ہے تو ساری کائنات آپ کی محتاج ہوئی اور محتاج الیہ محتاج سے افضل ہوتا ہے اس لیے آپ ساری کائنات سے افضل قرار پائے اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ آپ تمام نبیوں اور رسولوں سے بھی افضل ہوں آپ سے پہلے جو نبی آئے ان کی قوموں نے ان کی تکذیب کی تو ان قوموں پر عذاب آیا جب آپ کی قوم کے کافروں نے آپ کی تکذیب کی اور عذاب کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔ (الانفال:۳۳)

ترجمہ: اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ آپ کے ہوتے ہوئے ان کافروں کو عذاب دے۔

انبیاء سابقین کے آنے کے بعد کافروں سے عذاب ٹل نہیں سکتا تھا اور آپ کے آنے کے بعد عذاب آ نہیں سکتا تھا۔

تمام نبیوں اور رسولوں کے نبی ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا۔

(آیت) واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشھدین۔ فمن تولی بعد ذلك فاولئك ھم الفسقون۔ (آل عمران:۸۲۔۸)

ترجمہ: اور یاد کیجئے جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس ایک عظیم رسول آ جائے جو اس (کتاب اور حکمت) کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا: کیا تم نے اس کا اقرار کر لیا اور اس پر میرے بھاری عہد کو قبول کر لیا؟ ان سب نے کہا: ہم نے اقرار کیا فرمایا: سو گواہ ہو جاؤ اور میں خود تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ پھر اس عہد کے بعد جو اس سے پھرا تو وہی لوگ نافرمان (فاسق) ہیں۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ انبیاء سابقین میں سے جس نبی کے زمانہ میں بھی آپ مبعوث ہو جاتے اس نبی پر لازم ہوتا کہ وہ آپ پر ایمان لائے۔

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کے بعد جس نبی کو بھی بھیجا اس سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عہد لیا کہ اگر اس نبی کی زندگی میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو جائیں تو وہ ضرور ضرور ان پر ایمان لائے اور ضرور ضرور ان کی نصرت کرے اور اپنی قوم کو بھی ان پر ایمان لانے کا حکم دے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۳۳۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی

اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ (المصنف ج ۹ ص ۷ ۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ ھ)

اس حدیث کو امام بغوی نے بھی روایت کیا ہے۔ (شرح السنہ ج ۳ ص ۲۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ ھ)

امام ابو یعلیٰ روایت کرتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم: اگر موسیٰ تمہارے زمانہ میں زندہ ہوتے تو انکے لیے میرے سوا کسی کی پیروی کرنا جائز نہ ہوتا۔

(مسند ابو یعلیٰ ج ۲ ص ۷ ۲۴ مطبوعہ دار المامون تراث بیروت ۱۴۰۴ ھ)

امام احمد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۸ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ ھ)

حافظ الہیثمی۔ ۱ (حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ ھ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت

اور حافظ سیوطی۔ ۲ (حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ در منثور ج ۲ ص ۴۸ مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران) نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء اور رسل حکما اور تقدیرا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں اور نبی امت سے افضل ہوتا ہے اس سے واضح ہوا کہ آپ تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں۔

تمام نبیوں اور رسولوں کو عالم میثاق میں کیے ہوئے اس عہد کو پورا کرنے کا انتظار تھا اسی لیے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے دعا کی:

(آیت)۔ ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایتك ویعلمھم الکتب والحکمة ویزکیھم انك انت العزیز الحکیم۔ (البقرہ: ۱۲۹)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ان میں ایک عظیم رسول بھیج دے جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی باطنی اصلاح کرے بے شک تو ہی بڑا غالب اور بہت حکمت والا ہے۔

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے آپ کے آنے کی بشارت دی

(آیت)۔ واذقال عیسیٰ ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التورۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ (الصف: ۶)

ترجمہ: اور یاد کیجئے جب عیسیٰ بن مریم نے کہا: اے بنو اسرائیل! بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں مجھ سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور اس عظیم رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام نامی احمد ہے۔

امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور بے شک (اس وقت) آدم اپنی مٹی میں تھے اور عنقریب میں تم کو

اپنی ابتداء کے متعلق بتاؤں گا میں ابراہیم کی دعا ہوں اور عیسیٰ کی بشارت ہوں اور میں اپنی ماں کا خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا اور بے شک ان سے ایک نور نکلا جس سے (ملک) شام کے محلات روشن ہو گئے۔

(امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۸، ۱۲۷ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ)

اس حدیث کو امام طبرانی۔ (امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ معجم کبیر ج ۱۸ ص ۲۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام بزار۔ (امام احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار المتوفی ۲۹۲ھ کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۳ ص ۱۱۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابن حبان۔ (امام ابوحاتم محمد بن حبان بستی متوفی ۳۵۴ھ موارد الظمآن ص ۵۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابونعیم۔ (امام ابونعیم بن عبداللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۸۹ مطبوعہ دار الکتب العربی ۱۴۰۷ھ)

امام حاکم ۱۵ امام حاکم۔ (امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ المستدرک ج ۲ ص ۶۰۰ مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

امام بیہقی۔ (امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۱۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور امام بغوی (امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ شرح السنۃ ج ۷ ص ۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ) نے بھی روایت کیا ہے۔ امام ذہبی نے لکھا ہیں اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۶۰۰ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ)

تمام انبیاء کے اوصاف اور کمالات کے جامع ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا :

(آیت) اولئك الذين هدى الله فبهدهم اقتده. (الانعام: ۹۰)

ترجمہ : یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں۔

اس آیت میں عقائد اور اصول مراد نہیں ہیں کیونکہ عقائد اور اصول میں تقلید جائز نہیں ہے اور نہ فروع اور اعمال مراد ہیں کیونکہ آپ کی شریعت تمام شرائع سابقہ کے لیے ناسخ ہے سو اس سے مراد یہ ہے کہ آپ محاسن اخلاق میں تمام انبیاء علیہم السلام کی پیروی کیجئے اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ تمام اوصاف حمیدہ اور تمام اخلاق حسنہ جو تمام انبیاء علیہم السلام میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے آپ ان تمام اوصاف اور اخلاق کے جامع ہیں گویا آپ کی صفات کو پھیلاؤ تو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی صفات ہیں اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی صفات کو سمیٹو تو وہ تنہا آپ کی صفات ہیں آپ کی ذات بہ منزلہ متن ہے اور انبیاء بہ منزلہ شرح ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) وانك لعلى خلق عظيم.. (القلم: ۴)

ترجمہ : اور بے شک آپ ضرور خلق عظیم پر فائز ہیں۔۔

علی کا لفظ استعلاء اور تفوق کے لیے آتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ فلاں شخص سواری پر سوار ہے سو آپ بہ منزلہ سوار ہیں اور خلق عظیم بہ منزلہ سواری ہے۔ اس میں یہ بتایا ہے کہ دوسرے لوگ نیک ہونے میں نیکی کے تابع ہوتے ہیں اور یہاں نیکی آپ کے تابع ہے آپ جس کام کو کر لیں وہ اچھا ہے اور جس سے منع فرما دیں وہ برا ہے خلق عظیم کی باگیں آپ کے ہاتھ میں ہیں آپ جس طرف ان کا

رخ موڑ دیں عظمتیں وہیں ہیں آپ عظمتوں کے تابع نہیں عظمتیں اپنے عظیم ہونے میں آپ کے تابع ہیں :

(آیت) وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا (الحشر:۷)

ترجمہ : اور رسول تمہیں جو کچھ دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔

(آیت) یکاد زیتھا یضیء ولو لم تمسسہ نار نور علی نور۔ (النور:۳۵)

ترجمہ: قریب ہے کہ (آپ کی نبوت کا) تیل خود ہی روشن ہو جائے گا خواہ اسے (وحی کی) آگ نہ چھوئے (نزول وحی کے بعد) وہ نور علی نور ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: قریب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد کا تیل اپنی صفائی اور زکاوت کی وجہ سے خود ہی روشن ہو جاتا، خواہ اس کو نور قرآن نے نہ چھوا ہوتا۔ امام بغوی نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے کہ قریب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن لوگوں کے سامنے وحی سے پہلے ظاہر ہو جاتے۔ (روح المعانی ج ۱۸ ص ۱۷۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قاضی عیاض لکھتے ہیں: قریب ہے کہ اس تیل کی طرح سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت لوگوں پر آپ کے دعویٰ نبوت سے پہلے ہی ظاہر ہو جاتی۔ (الشفاء ج ۱ ص ۱۱ مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

علامہ شہاب الدین خفاجی نے لکھا ہے: اس آیت میں سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو اس تیل سے تشبیہ دی گئی ہے جو از خود روشن ہو جاتا ہے۔ (نسیم الریاض ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ملا علی قاری نے لکھا ہے: کیونکہ آپ کا ظاہر اور باطن صاف تھا آپ میں نبوت اور رسالت مجتمع تھی آپ میں انوار الٰہیہ بہت قوی تھے اور آپ انوار صمدیہ کے مظہر تھے اور آپ ایسے کامل تھے کہ اگر آپ دعویٰ نبوت نہ کرتے پھر بھی لوگوں پر آپ کی نبوت ظاہر ہو جاتی۔ (شرح الشفاء علی ھامش نسیم الریاض ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام مسلم روایت کرتے ہیں: قتادہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: یا ام المؤمنین! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلق کے متعلق بتایئے؟ آپ نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث کو امام بخاری۔ (امام محمد اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۵۶ھ الادب المفرد ص ۸۷۔۸۶ مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل)

امام ابوداؤد۔ (امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۰۔۱۸۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام نسائی۔ (امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۲ھ سنن نسائی ج ۱ ص ۲۴۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابن ماجہ (امام ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۶۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

امام احمد۔ (امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ مسند احمد ج ۶ ص ۲۱۶، ۱۸۸۔۱۱۱۔۹۱۔ ۵۴ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ)

امام دارمی۔ (امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ سنن دارمی ج ۱ ص ۲۸۴ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

اور امام بیہقی ۔ (امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصائل اور شمائل کی جامع عبارت قرآن مجید ہے اور قرآن مجید کے تین پاروں کو اگر انسانی پیکر مصطفیٰ ہے۔

امام مالک نے فرمایا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حسن اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔ (موطا امام مالک ص ۷۰۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

امام بغوی روایت کرتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق کو تمام تک پہنچانے اور محاسن افعال کو کمال تک پہنچانے کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔

(شرح السنۃ ج ۷ ص ۱۰۔۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ آپ سے پہلے کوئی نبی اور رسول مکارم اخلاق اور محاسن افعال کا جامع نہیں تھا حضرت داؤد اور سلیمان نے شاہی کی زندگی گزاری اس میں فقر کا نمونہ نہیں ہے حضرت یحییٰ اور عیسیٰ نے تجرد کی زندگی گزاری اس میں ازدواجی زندگی اور عائلی حیات کا نمونہ نہیں ہے ایسی کامل زندگی جو انسانیت کے ہر شعبہ پر محیط ہو وہ صرف آپ کی زندگی ہے۔ آپ نے بکریاں چرائیں گڈریوں اور چرواہوں کو اعزاز بخشا دودھ دوہا گوالوں کی عزت افزائی کی جوتی مرمت کر لی موچیوں کا مقام اونچا کیا پھٹے ہوئے کپڑے سی لیے خندقیں کھودیں تجارت ہو صنعت وحرفت ہو حکومت کا کوئی شعبہ ہو امامت ہو خطابت ہو سپہ سالاری ہو ہر شعبہ میں آپ کا نمونہ ہے۔ اگر ایک حاکم فخر سے کہے کہ میں حکومت چلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عامل ہوں تو پیوند لگے ہوئے لباس پہن کر زمین کھودنے والا مزدور بھی کہے گا کہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا امین ہوں سو ایسی کامل زندگی نبیوں اور رسولوں میں سے کسی نے نہیں گزاری آپ تمام نبیوں اور رسولوں میں مکارم اخلاق اور محاسن افعال کے سب سے زیادہ جامع ہیں اس لیے سب رسولوں میں آپ ہی سب سے افضل ہیں۔

رسالت کے عموم کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

(آیت) وما ارسلنك الا كافة للناس بشيرا ونذيرا۔ (سبا:۲۸)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو (قیامت تک کے) تمام لوگوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہی بنا بھیجا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے رسول ہیں نیز فرمایا:

(آیت) تبرك الذي نزل الفرقان على عبده ليكون للعلمين نذيرا۔ (الفرقان:۱)

ترجمہ: وہ برکت والا ہے جس نے اپنے (مقدس) بندہ پر فیصلہ کرنے والی کتاب نازل کی تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والے ہوں۔

اسی طرح احادیث میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا عموم اور شمول بیان کیا گیا ہے امام روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں

جو مجھ سے پہلے کسی (نبی) کو نہیں دی گئیں ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر کے میری مدد کی گئی ہے تمام روئے زمین میرے لیے مسجد بنادی گئی ہے اور طہارت (تیمم) کا ذریعہ بنادی گئی ہے سو میری امت کا جو شخص بھی نماز کا وقت پائے وہ (جہاں بھی ہو) نماز پڑھ لے اور میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا اور وہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کیا گیا اور مجھے شفاعت (کبریٰ) عطا کی گئی ہے اور ہر نبی بالخصوص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام بغوی۔۱ (امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ شرح السنہ ج ۷ ص ۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ) اور امام دارمی۔۲ (امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ سنن دارمی رقم الحدیث ۱۳۹۵ : مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت) نے بھی روایت کیا ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے چھ وجوہ سے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے جوامع الکلم عطا کیے گئے میری رعب سے مدد کی گئی میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا تمام روئے زمین کو میرے لیے طہارت کا آلہ (تیمم) اور مسجد بنادیا گیا مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر نبوت ختم کی گئی۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

امام احمد روایت کرتے ہیں: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں مجھے ہر کالے اور گورے کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور میرے لیے تمام زمین مسجد اور آلہ طہارت (تیمم) بنادی گئی ہے۔ الحدیث (مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

امام احمد نے اس حدیث کو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۲-۱۶۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ)

حافظ الہیثمی نے امام بزار کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی بالخصوص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں تمام جن اور انس کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیں چار ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو ہم سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں اور میں نے اپنے رب سے پانچویں چیز مانگی تو میرے رب نے وہ بھی عطا کر دی پہلے نبی کسی ایک شہر (قوم) کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور اس سے تجاوز نہیں کرتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۱۲ ص ۱۳۴ مطبوعہ دار الفکر دمشق ۱۴۰۴ھ)

اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ (معجم کبیر ج ۱۱ ص ۶۱-۵۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام طبرانی نے اس حدیث کو حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

(معجم کبیر ج ۱۲ ص ۲۱۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قرآن مجید اور بہ کثرت احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام جن وانس بلکہ تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں ہم البقرہ: ۴۷ کی تفسیر میں باحوالہ بیان کر چکے ہیں کہ گوہ اور ہرنی نے آپ کا کلمہ پڑھا درختوں نے آپ کی اطاعت کی پتھروں نے آپ کو سلام عرض کیا اور اونٹنی آپ کے فراق میں روئی اور یہ وہ عظیم خصوصیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے سوا اور کسی نبی کو عطا نہیں کی اس سے واضح ہوا کہ آپ تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں۔

خاتم الانبیاء ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسول ہونا

(آیت) ماكان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين. (الاحزاب: ۴۰)

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخر النبیین ہیں ہر نبی کی شریعت بعد میں آنے والے نبی سے منسوخ ہوتی رہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں اور قیامت تک کے نبی ہیں اس لیے آپ کی شریعت باقی اور غیر منسوخ ہے اور اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ آپ تمام انبیاء سے افضل ہوں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پانچ اسماء ہیں: میں محمد اور احمد ہوں میں ماحی ہوں جس کے سبب سے اللہ کفر کو مٹاتا ہے میں حاشر ہوں لوگ میرے قدموں میں جمع کیے جائیں گے اور میں عاقب (آخری نبی) ہوں۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۱ ج ۲ ص ۷۴۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محمد اور احمد ہوں میں ماحی ہوں جس کے سبب سے اللہ کفر کو مٹاتا ہے میں حاشر ہوں میری ایڑیوں پر لوگ جمع کیے جائیں گے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث کو امام ترمذی۔ (امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۵۹۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اور امام بغوی۔ (امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ شرح السنۃ ج ۷ ص ۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ) نے بھی روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال ایسے ہے جیسے کسی شخص نے بہت حسین وجمیل گھر بنایا لیکن اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ باقی ہو لوگ اس گھر کے گرد طواف کریں اور تعجب کریں اور کہیں کہ کیوں نہ یہ ایک اینٹ بھی رکھ دی گئی تو میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (امام محمد اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ) اس حدیث کو امام

مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنو اسرائیل کے انبیاء ان کا سیاسی نظام چلاتے تھے جب بھی کوئی نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہو جاتا اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام مسلم (امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

اور امام احمد (امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۷ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ) نے بھی روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت علی کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا حضرت علی نے کہا: آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے: مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۳۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام مسلم ۔ (امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

امام ترمذی ۔ (امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۵۳۵ - ۵۳۴ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابن ماجہ ۔ (امام ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

امام احمد ۔ (امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۳، ۱۸۲، ۱۷۷، ج ۳ ص ۳۳۸ - ۳۲ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ)

اور امام ابن حبان ۔ (امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی متوفی ۳۵۴ھ الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان ج ۱۰ ص ۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ) نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے سو میرے بعد کوئی رسول ہو گا نہ نبی۔

(امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۳۳۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اس حدیث کو امام احمد ۔ (امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۷ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ)

امام حاکم ۔ (امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ المستدرک ج ۴ ص ۳۹۱ مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

امام ابن ابی شیبہ ۔ (امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۱۱ ص ۵۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ) نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک میری امت کے قبائل مشرکین کے ساتھ لاحق نہ ہوں اور جب تک بتوں کی عبادت نہ کی جائے اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی اور عنقریب میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے

بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (جامع ترمذی ص ۳۲۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اس حدیث کو امام ابوداؤد۔ (امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام احمد۔ (امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ)

اور امام بیہقی۔ (امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۲۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) نے بھی روایت کیا ہے۔

کثرت معجزات کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

(آیت) انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون۔ (الحجر:۹)

ترجمہ: بے شک ہم ہی نے قرآن نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

(آیت) لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه۔ (حم السجدہ:۴۲)

ترجمہ: اس قرآن مجید میں سامنے سے باطل آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔

پہلی آیت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید میں کسی آیت بلکہ کسی حرف کی کمی نہیں ہوسکتی اور دوسری آیت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید میں کسی حرف کی کمی نہیں ہوسکتی اور دوسری آیت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید میں کسی حرف کا اضافہ نہیں ہوسکتا غرض قرآن مجید کے یہ دو دعوے ہیں اس میں کمی ہوسکتی ہے نہ زیادتی ہوسکتی ہے اور تیسرا دعویٰ یہ ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید کی کسی سورت بلکہ کسی آیت کی بھی نظیر اور مثیل نہیں لاسکتا:

(آیت) وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثله۔ (البقرہ:۲۳)

ترجمہ: اور ہم نے جو اپنے (مقدس) بندے پر کلام نازل کیا ہے اگر تم اس کے (منزل من اللہ ہونے کے) متعلق شک میں ہو تو اس (کلام) کی مثل کوئی سورت لے آؤ۔

(آیت) فلیاتوا بحدیث مثله ان کانوا صدقین۔ (الطور:۳۴)

ترجمہ: اگر وہ سچے ہیں تو اس قرآن جیسی کوئی آیت لے آئیں۔

قرآن مجید کی چھ ہزار سے زیادہ آیتیں ہیں اور ہر آیت میں قرآن مجید کی حقانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت پر تین دلیلیں ہیں:

(۱) قرآن مجید میں زیادتی نہیں ہوسکتی۔

(۲) قرآن مجید میں کمی نہیں ہوسکتی۔

(۳) اس کی کوئی مثل نہیں لاسکتا اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صدق پر اٹھارہ ہزار سے زائد دلائل ہوگئے۔ علوم وفنون میں دن بدن ترقی ہورہی ہے اور اسلام کے مخالفین اور آپ کی رسالت کے منکرین کی تعداد بھی دن بدن بڑھ رہی ہے اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ چودہ سو سال سے زیادہ گزر گئے اور اب تک کسی نے اس چیلنج کو نہیں توڑا نہ کوئی شخص قرآن مجید کی کسی آیت کی کوئی مثال لاسکا نہ اس میں کمی یا زیادتی کرسکا اگر اس چیلنج کو توڑنا کسی کے بس کی بات ہوتی تو اب تک وہ اس چیلنج کو

تو رچکا ہوتا۔
دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات مثلاً لاٹھی اور اونٹنی وغیرہ اعیان وجواہر کے قبیل سے تھے لیکن وہ باقی نہ رہے اور قرآن مجید اعراض اور معانی کے قبیل سے ہے اور ہنوز باقی ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک بلکہ اس کے بعد تک باقی رہے گا خلاصہ یہ ہے کہ جس قدر کثیر اور قوی دلائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر قائم کیے گئے وہ کسی اور نبی اور رسول کی نبوت پر قائم نہیں کیے گئے دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت پر دلیل فانی معجزات ہیں آپ کی نبوت پر دلیل باقی رہنے والا اللہ کا کلام قرآن مجید ہے۔

آپ کے دین کے ناسخ الادیان ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

اللہ تعالیٰ نے آپ کے لائے ہوئے دین کو اپنی نعمت تامہ قرار دیا اور فرمایا:

(آیت) الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

(المائدہ: ۳)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔
آپ کے دین کو ادیان سابقہ کے لیے ناسخ قرار دیا اور فرمایا:

(آیت) ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔ (آل عمران: ۸۵)

ترجمہ: اور جس شخص نے اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو طلب کیا سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔
اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء اور رسل پر عظیم فضیلت ہے کہ آفتاب محمدیت کے طلوع کے بعد اب کسی نبی یا رسول کی شریعت کا چراغ نہیں جلے گا حتی کہ اگر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) بھی ظاہری حیات سے زندہ ہوتے تو آپ کی پیروی کرتے اور جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا نزول ہوگا تو وہ بھی آپ کی شریعت کی پیروی کریں گے امام بخاری روایت کرتے ہیں:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا مرتبہ ہوگا جب تم میں ابن مریم کا نزول ہوگا اور امام تم میں سے ہوگا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ ھ)
اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا دین تمام ادیان سے افضل ہے اس لیے ضروری ہوا کہ آپ تمام انبیاء اور رسل سے افضل ہوں۔

امت کی کثرت اور افضلیت کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا:

(آیت) کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔ (آل عمران: ۱۱۰)

ترجمہ: تم ان امتوں میں سب سے بہترین امت ہو جن کو لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔
آپ کی امت کے افضل ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ سابقہ امتوں میں بھی ایمان لانے والے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی امت کو (آیت) یایھا الذین امنوا۔ اے ایمان والے کہہ کر مخاطب نہیں فرمایا بلکہ مثلاً یا بنی اسرائیل کہہ کر پکارا اور یہ اس امت کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ اس کو (آیت) یایھا الذین امنوا۔ سے خطاب کیا کیونکہ اس پر ایمان لانے کے تو بہت دعویٰ

دار ہیں لیکن فضیلت ان کی ہے جن کو وہ خود (آیت) یایھا الذین امنوا۔ فرمائے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن جب انبیاء علیہم السلام کی ان کے امتی تکذیب کریں گے اور کہیں گے : ہمیں کسی نے خدا کے عذاب سے نہیں ڈرایا اس وقت انبیاء علیہم السلام کی صداقت پر آپ کی امت گواہی دے گی :

(آیت) و کذلک جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شھدآء علی الناس۔ (البقرہ:۱۴۳)

ترجمہ : اور اے مسلمانو! اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تا کہ تم لوگوں (انبیاء علیہم السلام) پر گواہ ہو جاؤ۔

اور یہ امت کی کتنی بڑی فضیلت ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے مقدمہ میں گواہ ہوگی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کے متعلق فرمایا:

(آیت) یبنی اسرآءیل اذکروا نعمتی۔ (البقرہ:۴۷)

ترجمہ : اے بنو اسرائیل! میری نعمت کو یاد کرو۔

اور آپ کی امت کے متعلق فرمایا:

(آیت) فاذکرونی۔ (البقرہ:۱۵۲)

ترجمہ : تم میری ذات کو یاد کرو۔

بنو اسرائیل کی رسائی صرف اللہ کی صفت انعام تک تھی اور آپ کی امت کی رسائی اللہ کی ذات تک ہے کیونکہ باقی امتوں کے نبیوں نے اللہ کی صفات کا مشاہدہ کیا اور آپ نے اللہ کی ذات کا مشاہدہ کیا وہ صرف صفات کے مظہر تھے آپ عین ذات کے مظہر ہیں اس لیے ان کی امتیں صفات کو یاد کرتی ہیں اور آپ کی امت ذات کو یاد کرتی ہے۔

امت کی وجہ سے آپ کے افضل الرسل ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کی امت کی تعداد تمام امتوں کے مجموعہ سے بھی زیادہ ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو اتنے معجزات دیئے گئے جن کی مثل پر ایک بشر ایمان لے آئے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام عطا فرمایا ہے اور مجھے امید ہے کہ میری امت قیامت کے دن ان سب سے زیادہ ہوگی۔

(امام محمد اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام مسلم نے۔ (امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۸۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

اور امام بغوی۔ (امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ شرح السنۃ ج ۷ ص ۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ) نے بھی روایت کیا ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر امتیں پیش کی گئیں میں نے ایک نبی کو دیکھا ان کے ساتھ ایک جماعت تھی ایک اور نبی کو دیکھا انکے ساتھ ایک اور دو آدمی تھے ایک

اور نبی کو دیکھا ان کے ساتھ کوئی نہیں تھا پھر میرے سامنے ایک عظیم جماعت بلند کی گئی میں نے گمان کیا یہ میری امت ہوگی! مجھے بتایا کہ یہ حضرت موسیٰ کی امت ہے البتہ آپ آسمان کے کنارے پر دیکھیں میں دیکھا تو ایک بہت بڑی جماعت تھی پھر مجھ سے کہا گیا: آپ دوسرے کنارے کو دیکھیں تو وہاں بھی ایک بہت بڑی جماعت تھی مجھ سے کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور انکے ساتھ ستر ہزار ایسے لوگ ہیں جو جنت میں بغیر حساب اور عذاب کے داخل ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کردی ہے؟ اے اللہ! تو گواہ ہو جا پھر فرمایا: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تم نصف اہل جنت ہو؟ تمہارے مقابلہ میں دوسری امتیں ایسی ہوں گی جیسے بیل میں ایک سیاہ بال ہو یا سیاہ بیل میں ایک سفید بال ہو۔
(صحیح مسلم ج ا ص ۱۱۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث میں ہے کہ آپ کی امت نصف اہل جنت میں ہوگی اور دوسری حدیث میں ہے اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی ان میں سے اسی صفیں آپ کی امت کی ہوں گی یعنی آپ کی امت کل اہل جنت کی دو تہائی ہوگی اور آپ کی امت کا کل نبیوں کی امتوں سے تعداد میں سب سے زیادہ ہونا اور مرتبہ میں سب سے افضل ہوں اس کی دلیل ہے کہ آپ تمام نبیوں اور رسولوں میں سب سے افضل ہیں۔

مقام محمود پر فائز ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا۔

(آیت) عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔ (الاسراء:۷۹)

عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر جلوہ گر جائے گا۔

مقام سے مراد وہ مقام ہے جس مقام پر فائز ہونے والے کی تمام اولین اور آخرین حمد کریں گے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور آپ کی شفاعت کبریٰ عطا کی جائے گی اور آپ تمام اہل محشر کی شفاعت کریں گے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اذان سننے کے بعد یہ کہا: اے اللہ! اس دعوت تامہ اور اس کے بعد کھڑی ہونے والی نماز کے رب! محمد کو وسیلہ (جنت میں ایک بلند مقام) اور فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر فائز پر فائز فرما جس کا تو نے وعدہ کیا ہے اس شخص کیلئے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (جامع ترمذی ص ۵۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اور امام مسلم نے روایت کیا ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اذان کے کلمات کی مثل کہو پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے پھر میرے لیے وسیلہ کی دعا کرو وہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا اور مجھے امید (بہ معنی یقین) ہے کہ وہ بندہ میں ہوں سو جس نے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم ج ا ص ۱۶۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ کو کلام عطا کیا اور مجھے دیدار عطا کیا اور مجھے مقام محمود اور حوض مورود (جس حوض پر لوگ وارد ہوں گے) کی فضیلت عطا کی۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۰۸ مطبوعہ دار الفکر دمشق ۱۴۰۴ھ)

قرآن مجید اور ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مقام محمود صرف ہمارے نبی کریم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوگا نیز وسیلہ (جنت میں مقام بلند) بھی صرف آپ کو عطا ہوگا اور اس میں آپ کے افضل الرسل ہونے کی واضح دلیل ہے۔

اللہ کی رضا جوئی کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا:

(آیت) قد نری تقلب وجهك في السماء فلنولينك قبلة ترضها۔ (البقرہ ۱۴۴)

ترجمہ: بے شک ہم آپ کے رخ (انور) کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم آپ کو ضرور اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔

(آیت) ومن اناي الليل فسبح واطراف النهار لعلك ترضى۔ (طٰہٰ: ۱۳۰)

اور رات کے کچھ اوقات (مغرب اور عشاء) میں اس کی تسبیح کیجئے اور دن کے درمیان کناروں میں اس کی تسبیح کیجئے تاکہ آپ راضی ہو جائیں۔

(آیت) ولسوف يعطيك ربك فترضى۔ (الضحیٰ: ۵)

ترجمہ: اور عنقریب آپ کا رب آپ کو ضرور اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں صرف یہی جانتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں بہت جلدی فرماتا ہے۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ وہ آیات تلاوت کیں جن میں حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے شفاعت کرنے کا ذکر ہے پھر آپ نے ہاتھ بلند کیے اور روتے ہوئے فرمایا اے اللہ میری امت! میری امت! اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرائیل! محمد کے پاس جاؤ حالانکہ آپ کا رب خوب جانتا تھا (پھر بھی) فرمایا: ان سے پوچھو آپ کس وجہ سے رو رہے ہیں؟ حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے آ کر آپ سے پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا کہ آپ نے کیا کہا تھا حالانکہ اللہ خوب جانتا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرائیل محمد کے پاس جاؤ اور کہو: بے شک ہم آپ کو آپ کی امت کے متعلق راضی کر دیں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں ہونے دیں گے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

تمام انبیاء اور رسل اللہ کو راضی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرتا ہے اور یہ آپ کے

افضل الرسل ہونے کی واضح دلیل ہے۔

آپ کے ذکر کی رفعت کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا :

(آیت) ورفعنالك ذكرك (الم نشرح:۴)

اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ پر سورج غروب ہو رہا ہے اور غروب آفتاب کے وقت مغرب کی اذان ہو رہی ہے اسی طرح ہر وقت کہیں نہ کہیں فجر ہو رہی ہے اور جہاں طلوع فجر ہے وہاں فجر کی اذان ہو رہی ہے وعلی ہذا القیاس اور اذان میں جہاں اللہ کا نام بلند کیا جا رہا ہے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی بلند کیا جا رہا ہے خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ پر آپ کا نام بلند کیا جا رہا ہے اور جس طرح کلمہ شہادت میں اذان میں اور تشہد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام رکھا ہے انبیاء یقین میں سے کسی کا نام اپنے نام کے ساتھ نہیں رکھا نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا آپ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا: فرمایا:

(آیت) من یطع الرسول فقد اطاع الله۔ (النساء:۸۰)

ترجمہ : جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

(آیت) ان الذین یبایعونك انما یبایعون الله۔ (الفتح:۱۰)

ترجمہ : بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت کو اپنی عزت کے ساتھ مقرون کیا اور فرمایا: (آیت) ولله العزة ولرسوله (المنافقون:۸)

(آیت) الله ورسوله احق ان یرضوه۔ (التوبہ:۶۲)

اور آپ کی اجابت کو اپنی اجابت کے ساتھ مقرون کیا اور فرمایا: (آیت) یایها الذین امنوا استجیبوا لله وللرسول۔ (الانفال:۲۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی بلندی کا اس سے اندازہ کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر عزت اور سربلندی کے مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو اپنے ساتھ ذکر کیا ہے اور فرمایا:

(آیت) ان الله وملئكته یصلون علی النبی۔ (الاحزاب:۵۶)

ترجمہ : اللہ تعالیٰ اور اس کے سارے فرشتے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوٰۃ پڑھتے (رحمت بھیجتے) رہتے ہیں۔

گویا ازل سے لے کر ابد تک کوئی وقت نہیں گزرتا مگر اس وقت میں اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھتا رہا ہے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ پر یوم ولادت یوم وفات اور یوم بعثت میں صرف تین بار اللہ نے سلام نازل کرنے کا ذکر فرمایا اور نبی کریم پر زمان و مکان کی کسی قید کے بغیر اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ نازل کرنے کا ذکر فرمایا پھر وہاں سلام کا ذکر تھا یہاں صلوٰۃ کا ذکر ہے وہاں تین ایام کی قید ہے یہاں اعداد و شمار کا ذکر نہیں ہے نہ الوہیت کے عدم کا تصور ہے نہ آپ کے ذکر کے انقطاع کا تصور ہے۔

(آیت) ورفعنالك ذكرك۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو آپ نے اپنے رب سے کلام کیا آپ نے عرض کیا: تو نے ابراہیم کو خلیل بنایا اور ان کو ملک عظیم عطا کیا اور موسیٰ (علیہ السلام) سے کلام کیا اور داؤد کو ملک عظیم عطا کیا اور ان کے لیے لوہے کو نرم کیا اور ان کے لیے پہاڑوں کو مسخر کیا اور سلیمان کو ملک عظیم عطا کیا اور ان کے لیے پہاڑ جن اور انسان مسخر کر دیئے اور شیطانوں اور ہوا کو ان کے لیے مسخر کر دیا اور ان کو ایسی سلطنت عطا کی جو انکے بعد اور کسی کو سزاوار نہ ہوگی اور عیسیٰ کو تورات اور انجیل کا علم دیا اور ان کو یہ حکمت دی کہ وہ برص اور کوڑھ کے مریضوں کو تندرست کرتے تھے اور تیرے اذن سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اور تو نے ان کو اور ان کی ماں کو شیاطین سے اپنی پناہ میں رکھا اللہ عزوجل نے فرمایا: میں نے آپ کو خلیل بنایا اور تورات میں لکھا ہوا ہے کہ وہ خلیل الرحمن ہیں اور آپ کو تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا اور آپ کے لیے شرح صدر کیا اور آپ سے مشکل احکام کا بوجھ دور کیا اور آپ کے ذکر کو بلند کیا اور جب بھی میرا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جاتا ہے اور آپ کی امت کو سب سے بہتر امت بنایا اور امت وسط بنایا اور آپ کی امت کو اول اور آخر بنایا اور آپ کی امتوں کے دل اناجیل کی کیفیت پر بنائے اور آپ کی امت جب بھی خطبہ پڑھتی ہے تو یہ شہادت دیتی ہے کہ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں اور آپ کو باعتبار خلقت کے اول الانبیاء اور بہ لحاظ بعثت کے آخر الانبیاء بنایا اور آپ کو عرش کے خزانہ کے نیچے سے سورۃ فاتحہ دی گئی جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی اور آپ کو فاتح اور خاتم بنایا۔ (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۲-۴۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، تبیان القرآن، سورہ بقرہ، لاہور)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے تمام روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے پھر آپ نے اس آیت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے پڑھا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ!! آپ کو مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ آپ کے ساتھ قیامت کے دن کیا کیا جائے گا لیکن ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ تب یہ آیت نازل ہوئی: اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان جنات میں داخل کرے گا جن کے نیچے دریا بہتے ہیں۔ آپ نے یہ آیت فوزا عظیما تک تلاوت فرمائی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۶۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اس حدیث کو امام بخاری۔ (امام محمد اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱۹-۶۰۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ) اور امام مسلم۔ (امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ) نے بھی روایت کیا ہے۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا لوگ کہیں گے: کاش! ہم اپنے رب کے حضور شفاعت طلب کرتے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس جگہ ہم کو راحت عطا فرماتا پھر وہ حضرت آدم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور آپ میں اپنی (پسندیدہ) روح پھونکی اور فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا اور انہوں نے آپ کو سجدہ کیا آپ ہمارے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے حضرت آدم فرمائیں گے: میں تمہارا کام نہیں کر سکتا اور اپنی (اجتہادی) خطاء یاد کریں گے تم نوح کے پاس جاؤ (اخیر حدیث تک) پھر لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے کہ میں تمہارا کام نہیں کر سکتا تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ ان کے سبب

اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہوں کی مغفرت کردی گئی ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱۔ ۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)
امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت میں ذکر کیا ہے کہ جب لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ پھر لوگ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور تمام انبیاء کے خاتم ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ سبب اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہوں کو بخش دیا ہے اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)
امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (جامع ترمذی ص ۳۵۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)
حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں: امام بزار نے سند جید کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء (سابقین) پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے مجھ سے پہلے کسی کو وہ فضیلتیں نہیں دی گئیں میرے سبب اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہوں کی مغفرت کردی گئی میرے لیے غنیمتوں کو حلال کردیا گیا میری امت کو سب سے بہتر امت قرار دیا گیا تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد بنادیا گیا اور اس سے تیمم کو جائز کردیا گیا مجھے کوثر عطا کی گئی اور میری رعب سے مدد کی گئی، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تمہارے نبی کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور آدم اور ان کے سوا سب قیامت کے دن اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)
حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو کشف الاستار ۱ (حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ کشف الاستار ج ۳ ص ۱۴۷ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۰۴) میں امام بزار کی سند سے روایت کیا ہے اور مجمع الزوائد۔ ۲ (حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۶۹ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲) میں ان کے حوالہ سے درج کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام بزار کی سند جید ہے۔
امام بیہقی روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر مجھے السدرۃ المنتہی کی بلندی پر لے جایا گیا اس کا ہر پتا اتنا بڑا تھا کہ وہ اس امت کو چھپا لیتا اس کے نیچے سے ایک چشمہ جاری تھا جس کا نام سلسبیل تھا اور اس سے دو دریا نکلے تھے ایک کوثر اور ایک رحمت میں نے اس میں غسل کیا پھر میرے سبب اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہوں کی مغفرت کردی گئی۔
(دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۹۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)
حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے کچھ چیزیں دی گئی ہیں جن کا میں فخر سے ذکر نہیں کرتا وہ مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں میرے سبب اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہوں کی مغفرت کردی گئی ہے اور میری امت کو سب امتوں سے بہتر بنایا گیا ہے اور میرے لیے مال غنیمت حلال کردیا گیا اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کیا گیا اور میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور آلہ طہارت بنادیا اور مجھے کوثر دی گئی اور میری رعب سے مدد کی گئی اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک تمہارے پیغمبر ہی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والے ہوں گے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۳۵ مطبوعہ دارالفکر دمشق ۱۴۰۴ھ)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے غائب ہو گئے اور باہر نہیں آئے حتی کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ تشریف نہیں لائیں گے پھر آپ باہر آئے اور آپ نے اتنا طویل سجدہ کیا کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ کی روح قبض ہو گئی پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھا کر فرمایا: میرے رب نے مجھ سے میری امت کے متعلق مشورہ کیا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں؟ میں نے کہا: اے میرے رب! جو تو چاہے وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ مشورہ کیا میں نے پھر یہی کہا اس نے پھر مشورہ کیا میں نے پھر اسی طرح کہا پھر اللہ نے فرمایا: اے محمد! میں نے آپ کی امت میں رسوا نہیں رکھی اور مجھے یہ بشارت دی کہ میری امت سے ستر ہزار کا ایک گروہ پہلے جنت میں داخل ہوگا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اس سے حساب نہیں ہوگا پھر اللہ نے میری طرف پیغام بھیجا: آپ دعا کریں قبول ہوگی۔ آپ سوال کریں آپ کو دیا جائے گا۔ میں نے اللہ کے سفیر سے کہا: کیا اللہ میرے سوال کو عطا کرے گا؟ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کرنے کے لیے ہی تو بھیجا ہے اور میں بغیر فخر کے کہتا ہوں کہ اللہ نے مجھے یہ چیزیں عطا کی ہیں: میرے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی اور میرا سینہ کھول دیا اور مجھے یہ نعمت دی کہ میری امت بھوکی نہیں رہے گی اور نہ مغلوب ہوگی اور مجھے جنت میں ایک نہر کوثر عطا کی جو میرے حوض میں بہ رہی ہے اور مجھے عزت اور نصرت عطا کی اور ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری رہتا ہے اور مجھے یہ نعمت دی کہ میں انبیاء میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا اور میرے اور میری امت کے لیے غنیمت کو حلال کر دیا اور ہم سے پہلی امتوں پر جن بہت سی چیزوں میں سختی کی گئی تھی وہ ہم پر حلال کر دیں اور ہم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی اور میں نے (ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے) اس سجدہ کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں پایا۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۳۶-۱۳۵ مطبوعہ دار الفکر دمشق ۱۴۰۴ھ)

4669 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ إِنِّي خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى

✧✧ ابن شہاب نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ کسی بھی شخص کے لئے یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ میں یونس بن متی علیہ السلام سے بہتر ہوں۔

4670 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ أَبِي حَكِيمٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ أَنْ يَقُولَ إِنِّي خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى

✧✧ حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کسی بھی نبی کے لئے یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متی علیہ السلام سے بہتر ہوں۔

4671 - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهُ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُودِيِّ فَذَهَبَ الْيَهُودِيُّ إِلَى رَسُولِ اللهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسَى فَإِنَّ النَّاسَ يُصْعَقُونَ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ فَإِذَا مُوسَى بَاطِشٌ فِي جَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَكَانَ مِمَّنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَحَدِيثُ ابْنِ يَحْيَى أَتَمُّ

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک یہودی شخص نے یہ بات کہی' اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سب پر فضیلت دی ہے۔ مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور یہودی کے منہ پر رسید کر دیا۔ وہ یہودی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کو اس بارے میں بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہتر قرار نہ دو کیونکہ لوگ جب بے ہوش ہو جائیں گے تو سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے ایک کنارے کو تھامے ہوئے ہوں گے۔ مجھے نہیں معلوم وہ بے ہوش ہونے والوں میں شامل تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا ان لوگوں میں شامل تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں' ابن یحییٰ سے منقول حدیث زیادہ مکمل ہے۔

4672 حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ مُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ يَذْكُرُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكَ إِبْرَاهِيمُ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے خیر البریہ! (اے مخلوق میں سب سے بہتر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

4673 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ أَبِي عَمَّارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ فَرُّوخَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔ سب سے پہلے میرے لیے زمین کو شق کیا جائے گا میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا۔ سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہو گی۔

4674 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ وَمَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ الشَّعِيرِيُّ الْمَعْنَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَدْرِي أَتُبَّعٌ لَعِينٌ هُوَ أَمْ لَا وَمَا أَدْرِي أَعُزَيْرٌ نَبِيٌّ هُوَ أَمْ لَا

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مجھے نہیں معلوم کیا "تبع" قوم کے لوگ ملعون ہیں یا نہیں ہیں اور مجھے نہیں معلوم' حضرت "عزیر" نبی تھے یا نہیں تھے۔

4675- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ اَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِابْنِ مَرْيَمَ الْاَنْبِيَاءُ اَوْلَادُ عَلَّاتٍ وَلَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: میں ابن مریم علیہ السلام سے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں اور میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

بَابٌ فِي رَدِّ الْاِرْجَاءِ

باب: ارجاء (کے نظریے) کی تردید

4676- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا سُهَيْلُ بْنُ اَبِي صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِيمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُونَ اَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْعَظْمِ عَنِ الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيمَانِ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں' ان میں سب سے زیادہ فضیلت اس بات کا اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور ان میں سب سے کم تر راستے میں سے کسی ہڈی کو دور کرنا ہے اور حیاء بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔

4677- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنِي اَبُو جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهُمْ بِالْاِيمَانِ بِاللّٰهِ قَالَ اَتَدْرُونَ مَا الْاِيمَانُ بِاللّٰهِ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَاَنْ تُعْطُوا الْخُمُسَ مِنَ الْمَغْنَمِ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' عبدالقیس قبیلے کا وفد جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کی ہدایت کی۔ آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے عرض کی' اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا' زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور تم مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا۔

4678- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بندے اور کفر کے درمیان (بنیادی نشانی)

نماز ترک کرتا ہے۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى زِيَادَةِ الْإِيمَانِ وَنُقْصَانِهِ

باب: (ایمان میں) اضافے اور کمی کی دلیل

ایمان کی تعریف ومعانی کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی دمشقی لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں۔ ایمان کسی چیز کی تصدیق کرنے کا نام ہے۔ حضرت ابن عباس بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت زہری فرماتے ہیں" ایمان کہتے ہیں عمل کو" ربیع بن انس کہتے ہیں۔ یہاں ایمان لانے سے مراد ڈرنا ہے۔

ابن جریر فرماتے ہیں۔ یہ سب اقوال مل جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ زبان سے، دل سے، عمل سے، غیب پر ایمان لانا اور اللہ سے ڈرنا۔ ایمان کے مفہوم میں اللہ تعالیٰ پر، اس کی کتابوں پر، اس کے اصولوں پر، ایمان لانا شامل ہے اور اس اقرار کی تصدیق عمل کے ساتھ بھی کرنا لازم ہے۔ میں کہتا ہوں لغت میں ایمان کہتے ہیں صرف سچا مان لینے کو، قرآن میں بھی ایمان اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے فرمایا حدیث (یومن باللہ ویومن من للمومنین) یعنی اللہ کو مانتے ہیں اور ایمان والوں کو سچا جانتے ہیں۔ یوسف (علیہ السلام) کے بھائیوں نے اپنے باپ سے کہا تھا۔ آیت (وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ) 12۔ یوسف :17) یعنی تو ہمارا یقین نہیں کرے گا اگر چہ ہم سچے ہوں۔ اس طرح ایمان یقین کے معنی میں آتا ہے جب اعمال کے ذکر کے ساتھ مد ہوا ہو۔ جیسے فرمایا آیت (اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ) 26۔ الشعراء:227) ہاں جس وقت اس کا استعمال مطلق ہو تو ایمان شرعی جو اللہ کے ہاں مقبول ہے وہ اعتقاد قول اور عمل کے مجموعہ کا نام ہے۔

اکثر ائمہ کا یہی مذہب ہے بلکہ امام شافعی امام احمد اور امام ابوعبیدہ وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ ایمان نام ہے زبان سے کہنے اور عمل کرنے کا۔ ایمان بڑھتا گھٹتا رہتا ہے اور اس کے ثبوت میں بہت سے آثار اور حدیثیں بھی آئی ہیں جو ہم نے بخاری شریف کی شرح میں نقل کر دی ہیں۔ فالحمدللہ۔ بعض نے ایمان کے معنی اللہ سے ڈر خوف کے بھی کئے ہیں۔ جیسے فرمان ہے آیت (اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ) 67۔ الملک:12) جو لوگ اپنے رب سے در پردہ ڈرتے رہتے ہیں۔ اور جگہ فرمایا آیت (من خشی الرحمن بالغیب) الخ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے بن دیکھے ڈرے اور جھکنے والا دل لے کر آئے۔ حقیقت میں اللہ کا خوف ایمان کا اور علم کا خلاصہ ہے۔ جیسے فرمایا آیت (اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا) 35۔ فاطر :28) جو بندے ذی علم ہیں صرف اللہ سے ہی ڈرتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں وہ غیب پر بھی ایسا ہی ایمان رکھتے ہیں جیسا حاضر پر اور ان کا حال منافقوں جیسا نہیں کہ جب ایمان والوں کے سامنے ہوں تو اپنا ایماندار ہونا ظاہر کریں لیکن جب اپنے والوں میں ہوتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ان منافقین کا حال اور جگہ اس طرح بیان ہوا ہے آیت (اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ

لَرَسُوْلُ اللّٰہِ)63۔المنافقون:1) یعنی منافق جب تیرے پاس آئیں گے تو کہیں گے کہ ہماری تہہ دل سے شہادت ہے کہ تو اللہ کا رسول ہے اللہ خوب جانتا ہے کہ تو اس کا رسول ہے لیکن اللہ کی گواہی ہے کہ یہ منافق تجھ سے جھوٹ کہتے ہیں۔اس معنی کے اعتبار سے بالغیب حال ٹھہرے گا یعنی وہ ایمان لاتے ہیں درآنحالیکہ لوگوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔غیب کا لفظ جو یہاں ہے۔

اس کے معنی میں بھی مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں اور وہ سب صحیح ہیں اور جمع ہو سکتے ہیں۔ابوالعالیہ فرماتے ہیں اس سے مراد اللہ تعالیٰ پر،فرشتوں پر،کتابوں پر،رسولوں پر،قیامت پر،جنت دوزخ پر،ملاقات اللہ پر،مرنے کے بعد جی اٹھنے پر،ایمان لانا ہے۔قتادہ ابن دعامہ کا یہی قول ہے۔ابن عباس،ابن مسعود اور بعض دیگر اصحاب سے مروی ہے کہ اس سے مراد وہ پوشیدہ چیزیں ہیں جو نظروں سے اوجھل ہیں جیسے جنت،دوزخ وغیرہ۔وہ امور جو قرآن میں مذکور ہیں۔ابن عباس فرماتے ہیں اللہ کی طرف سے جو کچھ آیا ہے وہ سب غیب میں داخل ہے۔

حضرت ابوذر فرماتے ہیں اس سے مراد قرآن ہے۔عطا ابن ابورباح فرماتے ہیں اللہ پر ایمان لانے والا،غیب پر ایمان لانے والا ہے۔اسماعیل بن ابوخالد فرماتے ہیں اسلام کی تمام پوشیدہ چیزیں مراد ہیں۔زید بن اسلم کہتے ہیں مراد تقدیر پر ایمان لانا ہے۔پس یہ تمام اقوال معنی کی رو سے ایک ہی ہیں اس لئے کہ سب چیزیں پوشیدہ ہیں اور غیب کی تفسیر ان سب پر مشتمل ہے اور ان سب پر ایمان لانا واجب ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی مجلس میں ایک مرتبہ صحابہ کے فضائل بیان ہو رہے ہوتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والوں کو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہی تھا لیکن اللہ کی قسم ایمانی حیثیت سے وہ لوگ افضل ہیں جو بغیر دیکھے ایمان لاتے ہیں۔پھر آپ نے الم سے لے کر مفلحون تک آیتیں پڑھیں۔(ابن ابی حاتم۔ابن مردویہ۔مستدرک۔حاکم)

امام حاکم اس روایت کو صحیح بتاتے ہیں۔مسند احمد میں بھی اس مضمون کی ایک حدیث ہے۔ابوجمع صحابی سے ابن محریز نے کہا کہ کوئی ایسی حدیث سناؤ جو تم نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔فرمایا میں تمہیں ایک بہت ہی عمدہ حدیث سناتا ہوں،ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مرتبہ ناشتہ کیا،ہمارے ساتھ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی تھے،انہوں نے کہا:یارسول اللہ!کیا ہم سے بہتر بھی کوئی اور ہے؟ہم آپ پر اسلام لائے،آپ کے ساتھ جہاد کیا،آپ نے فرمایا ہاں وہ لوگ جو تمہارے بعد آئیں گے،مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا بھی نہ ہوگا۔

تفسیر ابن مردویہ میں ہے۔صالح بن جبیر کہتے ہیں کہ ابوجمعہ انصاری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس بیت المقدس میں آئے۔رجاء بن حیوہ رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ ہی تھے،جب وہ واپس جانے لگے تو ہم انہیں چھوڑنے کو ساتھ چلے،جب الگ ہونے لگے تو فرمایا تمہاری ان مہربانیوں کا بدلہ اور حق مجھے ادا کرنا چاہئے۔سنو!میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے،ہم نے کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے ضرور سناؤ۔کہا سنو!ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے،ہم دس آدمی تھے،حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی ان میں تھے،ہم نے کہا:یارسول اللہ!کیا ہم سے بڑے اجر کا مستحق بھی کوئی ہوگا؟ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آپ کی تابعداری کی۔آپ نے فرمایا تم ایسا کیوں نہ کرتے؟اللہ کا رسول تم میں موجود ہے،وحی الٰہی

آسمان سے تمہارے سامنے نازل ہو رہی ہے۔ ایمان تو ان لوگوں کا افضل ہوگا جو تمہارے بعد آئیں گے دو گتوں کے درمیان یہ کتاب پائیں گے، اس پر ایمان لائیں گے اور اس پر عمل کریں گے، یہ لوگ اجر میں تم سے گنے ہوں گے۔ اس حدیث میں "وجادہ" کی قبولت کی دلیل ہے جس میں محدثین کا اختلاف ہے۔ میں نے اس مسئلہ کو بخاری شریف میں خوب واضح کر دیا ہے بعد والوں کی تعریف اسی بنا پر ہو رہی ہے اور ان کا بڑے اجر والا ہونا اسی حیثیت کی وجہ سے ہے ورنہ علی الاطلاق ہر طرح سے بہتر اور افضل تو صحابہ رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ سے پوچھا، تمہارے نزدیک ایمان لانے میں کون زیادہ افضل ہے، انہوں نے کہا، فرشتے۔ فرمایا وہ ایمان کیوں نہ لائیں وہ تو اپنے رب کے پاس ہی ہیں، لوگوں نے پھر کہا انبیاء، فرمایا وہ ایمان کیوں نہ لائیں ان پر تو وحی نازل ہوتی ہے۔

کہا پھر ہم۔ فرمایا تم ایمان کو قبول کیوں نہ کرتے؟ جب کہ میں تم میں موجود ہوں سنو! میرے نزدیک سب سے زیادہ افضل ایمان والے وہ لوگ ہوں گے جو تمہارے بعد آئیں گے۔ صحیفوں میں لکھی ہوئی کتاب پائیں گے اس پر ایمان لائیں گے۔ اس کی سند میں مغیرہ بن قیس ہیں۔ ابو حاتم رازی انہیں منکر الحدیث بتاتے ہیں لیکن اسی کے مثل ایک اور حدیث ضعیف سند ہے۔ مسند ابو یعلی تفسیر ابن مردویہ مستدرک حاکم میں بھی مروی ہے اور حاکم اسے صحیح بتاتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک سے بھی اسی کے مثل مرفوعاً مروی ہے۔ واللہ اعلم۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت بدیلہ بنت اسلم رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں۔ بنو حارثہ کی مسجد میں ہم ظہر یا عصر کی نماز میں تھے اور بیت المقدس کی طرف ہمارا منہ تھا دو رکعت ادا کر چکے تھے کہ کسی نے آ کر خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر لیا ہے ہم سنتے ہی گھوم گئے۔ عورتیں مردوں کی جگہ آ گئیں اور مرد عورتوں کی جگہ چلے گئے اور باقی کی دو رکعتیں ہم نے بیت اللہ شریف کی طرف ادا کیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا یہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ حدیث اس اسناد سے غریب ہے۔

4679 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا رَاَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَلَا دِيْنٍ اَغْلَبَ لِذِيْ لُبٍّ مِنْكُنَّ قَالَتْ وَمَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّيْنِ قَالَ اَمَّا نُقْصَانُ الْعَقْلِ فَشَهَادَةُ امْرَاَتَيْنِ شَهَادَةُ رَجُلٍ وَاَمَّا نُقْصَانُ الدِّيْنِ فَاِنَّ اِحْدَاكُنَّ تُفْطِرُ رَمَضَانَ وَتُقِيْمُ اَيَّامًا لَا تُصَلِّي

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے عقل اور دین کے اعتبار سے، کسی ناقص کوئی مخلوق نہیں دیکھی جو تمہاری طرح عقل مند مردوں کی عقل کو رخصت کر دے۔

ایک خاتون نے عرض کی عقل اور دین میں کمی سے مراد کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جہاں تک عقل کی کمی کا تعلق ہے دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی شمار ہوگی اور جہاں تک دین میں کمی کا تعلق ہے تو تم میں سے کوئی ایک رمضان کے روزے ترک کر دیتی ہے اور کچھ دن تک نماز ادا نہیں کرتی۔

4680 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ

سُفْيَانَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا تَوَجَّهَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْكَعْبَةِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ فَكَيْفَ الَّذِينَ مَاتُوا وَهُمْ يُصَلُّونَ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى (وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ)

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کی طرف رخ کیا' لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان لوگوں کا کیا ہوگا جو ایسے عالم میں فوت ہوئے ہیں جو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہارے ایمان (اعمال) کو ضائع کردے''۔

4681- حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ شَابُورَ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ وَأَبْغَضَ لِلَّهِ وَأَعْطَى لِلَّهِ وَمَنَعَ لِلَّهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ

✧✧ حضرت ابو امامہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے محبت رکھے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ناراضگی رکھے' اللہ تعالیٰ کے لئے دے' اللہ تعالیٰ کے لئے نہ دے تو اس نے ایمان کو مکمل کرلیا۔

4682- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مومنین میں ایمان کے اعتبار سے سب سے کامل وہ ہے جو اخلاق میں سب سے زیادہ اچھا ہو۔

4683- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَوْرٍ عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ وَأَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَعْطَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِجَالًا وَلَمْ يُعْطِ رَجُلًا مِنْهُمْ شَيْئًا فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَعْطَيْتَ فُلَانًا وَفُلَانًا وَلَمْ تُعْطِ فُلَانًا شَيْئًا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُسْلِمٌ حَتَّى أَعَادَهَا سَعْدٌ ثَلَاثًا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَوْ مُسْلِمٌ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أُعْطِي رِجَالًا وَأَدَعُ مَنْ هُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُمْ لَا أُعْطِيهِ شَيْئًا مَخَافَةَ أَنْ يُكَبُّوا فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ

✧✧ حضرت عامر بن سعد اپنے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو کچھ عطا کیا اور ان میں سے ایک شخص کو کچھ عطا نہیں کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے فلاں اور فلاں کو تو عطا کردیا ہے لیکن فلاں کو کوئی چیز عطا نہیں کی حالانکہ وہ مومن ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ (مومن ہے) یا مسلمان ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ اپنی بات دہرائی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہی ارشاد فرماتے رہے: وہ (مومن ہے) یا

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں کچھ لوگوں کو دے دیتا ہوں اور اس شخص کو چھوڑ دیتا ہوں جو میرے نزدیک ان مسلمان ہے۔ لوگوں سے زیادہ محبوب ہوتا ہے' میں اسے کوئی چیز نہیں دیتا اس اندیشے کی وجہ سے کہ کہیں وہ دوسرے لوگ جہنم میں منہ کے بل گر نہ جائیں۔

4684 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ (قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا) (الحجرات: 14) قَالَ نَرَى أَنَّ الْإِسْلَامَ الْكَلِمَةُ وَالْإِيمَانَ الْعَمَلُ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔ تاہم اس میں زہری کے یہ الفاظ ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''تم فرمادو تم لوگ مومن نہیں ہو تم یہ کہو کہ ہم نے اسلام قبول کیا ہے''۔

زہری فرماتے ہیں تم یہ کہہ سکتے ہو کہ اسلام سے مراد (ظاہری طور پر) کلمہ پڑھنا ہے اور ایمان سے مراد عمل کرنا ہے۔

4685 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ح و حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَمَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ قَسْمًا فَقُلْتُ أَعْطِ فُلَانًا فَإِنَّهُ مُؤْمِنٌ قَالَ أَوْ مُسْلِمٌ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ الْعَطَاءَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ مَخَافَةَ أَنْ يُكَبَّ عَلَى وَجْهِهِ

✧✧ حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ کچھ تقسیم کیا' میں نے عرض کی: آپ فلاں کو بھی کچھ عطا کیجئے کیونکہ وہ مومن ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (مومن) یا مسلمان ہے۔ میں ایک شخص کو کچھ دے دیتا ہوں جبکہ دوسرا شخص اس سے زیادہ مجھے محبوب ہوتا ہے۔ اس اندیشے کے تحت کہ کہیں وہ (پہلا شخص) منہ کے بل (جہنم میں) نہ گر جائے۔

4686 حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ وَاقِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَنِي عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

✧✧ واقد بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ ''میرے بعد زمانہ کفر کی طرح ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع نہ کر دینا''۔

4687 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ أَكْفَرَ رَجُلًا مُسْلِمًا فَإِنْ كَانَ كَافِرًا وَإِلَّا كَانَ هُوَ الْكَافِرَ

4685-إسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة. وأخرجه مختصراً النسائي في "الكبرى "(11453) من طريق عبد الرزاق, بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم(150) (236) عن ابن أبي عمر, عن سفيان بن عيينة, به. وهو في "مسند أحمد "(1522), و"صحيح ابن حبان "(163).

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو بھی شخص کسی مسلمان شخص کو کافر قرار دے تو اگر وہ کافر ہوگا تو ٹھیک ہے ورنہ وہ کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔

4688- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ فَهُوَ مُنَافِقٌ خَالِصٌ وَّمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَلَّةٌ مِّنْهُنَّ كَانَ فِيْهِ خَلَّةٌ مِّنْ نِفَاقٍ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: چار عادات جس شخص میں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے ایک عادت ہوگی اس میں نفاق کی علامت ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ اسے ترک کر دے' جب وہ بولے تو جھوٹ بولے۔ جب وہ وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب لڑے تو بدزبانی کا مظاہرہ کرے اور جب عہد کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے۔

4689- حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ الْاَنْطَاكِيُّ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ الْفَزَارِيُّ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزْنِي الزَّانِيْ حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَا يَسْرِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّالتَّوْبَةُ مَعْرُوْضَةٌ بَعْدُ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: زنا کرنے والا زنا کرتے ہوئے مومن نہیں رہتا' چوری کرنے والا چوری کرتے وقت مومن نہیں رہتا' شراب پینے والا شراب پیتے وقت مومن نہیں رہتا اور توبہ کی گنجائش اس کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

4690- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ سُوَيْدٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ يَعْنِي ابْنَ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيَّ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زَنَى الرَّجُلُ خَرَجَ مِنْهُ الْاِيْمَانُ كَانَ عَلَيْهِ كَالظُّلَّةِ فَاِذَا انْقَطَعَ رَجَعَ اِلَيْهِ الْاِيْمَانُ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب آدمی زنا کرتا ہے تو ایمان اس سے نکل جاتا ہے اور بادل کے ٹکڑے کی طرح اس پر موجود رہتا ہے۔ جب وہ شخص اس سے الگ ہو جاتا ہے تو ایمان اس کی طرف واپس آ جاتا ہے۔

4689-إسناده صحيح، أبو صالح الأنطاكي: هو محبوب بن موسى، وأبو إسحاق الفزاري: هو إبراهيم بن محمد بن الحارث. وأخرجه البخاري (6810)، ومسلم (57) (104) و (105)، والترمذي (2813)، والنسائي في "الكبرى" (7315) من طرق عن الأعمش، بهذا الإسناد. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (7314) من طريق القعقاع بن حكيم ،عن أبي صالح، به. وأخرجه البخاري (2475) و (5578) و (6772)، ومسلم (57) (100) و (101) و (102) و (103)، وابن ماجه (3936)، والنسائي في "الكبرى" (5149) و (5150) و (7088 - 7095) من طرق عن أبي هريرة.

بَابٌ فِي الْقَدَرِ

باب: تقدیر کا بیان

مخلوقات کی تقدیر کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے مخلوقات کی تقدیروں کو لکھا ہے۔ اور فرمایا (اس وقت) اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔

(صحیح مسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد اول، رقم الحدیث، 76)

ظاہر ہے کہ اللہ کی ذات اجسام ظاہری اور مادیات کی ثقاوت سے پاک ہے اس لئے یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ اللہ نے خود اپنے ہاتھ سے تقدیریں لکھ دی تھیں، بلکہ اس کا مطلب یہی ہے کہ خدا نے تمام مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے ہی ان کی تقدیریں قلم کو جاری ہونے کا حکم دے کر اس کے ذریعہ لوح محفوظ میں ثبت کردی تھیں، یا یہ کہ فرشتوں کو حکم دے کر ان سے تقدیریں لکھوادی تھیں۔ منقول ہے کہ زمین وآسمان اور تمام مخلوق کے پیدا ہونے سے پہلے پانی ہی پانی تھا اور کہا جاتا ہے کہ پانی کا استقرار ہوا پر تھا اور ہوا اللہ کی قدرت پر قائم تھی۔ اس لئے فرمایا گیا کہ اس عالم میں ازل سے لے کر ابد تک ہونے والے تمام واقعات واعمال اسی وقت اللہ کے علم میں تھے۔ جب کہ یہ زمین وآسمان بھی پیدا نہیں ہوئے تھے اور اس کا عرش پانی پر تھا جس کے درمیان کوئی دوسری چیز حائل نہیں تھی۔

تقدیر پر ایمان رکھنے کے لازم ہونے کا بیان

تقدیر پر ایمان لانا فرض اور لازم ہے یعنی وجود ایمان کے لئے یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ بندوں کے تمام اعمال خواہ وہ نیک ہوں یا بد، ان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھ دیئے گئے ہیں، بندہ سے جو عمل بھی سرزد ہوتا ہے وہ اللہ کے علم واندازہ کے مطابق ہوتا ہے، لیکن اللہ نے انسان کو عقل ودانش کی دولت سے نواز کر اس کے سامنے نیکی اور بدی دونوں راستے واضح کر دیئے ہیں اور ان پر چلنے کا اختیار دے دیا اور بتادیا کہ اگر نیکی کے (راستہ کو) اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہوگا جس پر جزاء ونعم سے نوازے جاؤ گے اور اگر بدی کے راستہ کو اختیار کرو گے تو یہ اللہ کے غضب اور اس کی ناراضگی کا باعث ہوگا جس کی وجہ سے سزا ورعذاب کے مستحق گردانے جاؤ گے۔ اب اس واضح اور صاف ہدایت کے بعد جو آدمی نیکی وبھلائی کے راستہ کو اختیار کرتا ہے تو وہ ازراہ فضل وکرم اللہ کی رحمت سے نوازا جائے گا اور اس پر اللہ کی جانب سے فلاح وسعادت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے، اور اگر کوئی عقل کا اندھا اپنے کسب واختیار سے برائی کے راستہ کو اختیار کرتا ہے تو وہ ازراہ عدل سزا کا مستوجب ہوگا اور اسے عذاب وتباہی کے غار دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ تقدیر کا مسئلہ عقل وفکر کی رسائی سے باہر ہے کیونکہ یہ اللہ کا ایسا ایک راز ہے جس کا انسانی عقل میں آنا تو درکنار اسے نہ تو کسی مقرب فرشتہ پر ظاہر کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کا بھید کسی پیغمبر اور رسول کو معلوم ہے۔ اس لئے اس

مسئلہ میں زیادہ غور و فکر کرنا اور اس میدان میں عقل کے گھوڑے دوڑانا جائز نہیں ہے بلکہ تحقیق و جستجو کے تمام راستوں سے ہٹ کر صرف یہ اعتقاد رکھنا ہی فلاح و سعادت کا ضامن ہے کہ اللہ نے یہ مخلوق پیدا کر کے ان کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے، ایک گروہ وہ ہے جو اچھے اعمال اور نیک کام کرنے کی بنا پر اللہ کی جنت اور اس کی نعمتوں کا مستحق ہوگا جو محض اس کا فضل و کرم ہوگا۔ اور دوسرا گروہ وہ ہے جو برے اعمال کرنے کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جائے گا جو عین عدل ہوگا۔

منقول ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے قضا و قدر کے بارہ میں سوال کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا" یہ ایک بڑا راستہ ہے اس پر نہ چلو" اس آدمی نے" پھر یہی سوال کیا" "انہوں نے فرمایا" یہ ایک گہرا دریا ہے، اس میں نہ اترو وہ آدمی نہ مانا اور اس نے پھر سوال کیا۔ آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اللہ کا ایک راز ہے جو تم سے پوشیدہ ہے اس لئے اس کی تفتیش و تحقیق میں مت پڑو"۔ لہٰذا اخروی سعادت اسی میں ہے کہ اس مسئلہ کے بارہ میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے جو کچھ بتایا ہے اور جن اعتقادات کو ماننے کے لئے کہا ہے اس پر عمل پیرا ہو جائے، ورنہ اپنی عقل کے تیر چلانا در حقیقت گمراہی کا راستہ اختیار کرنا اور تباہی و بربادی کی راہ پر لگنا ہے۔

منکرین تقدیر کی مذمت کا بیان

4691- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي بِمِنًى عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْقَدَرِيَّةُ مَجُوسُ هَذِهِ الْأُمَّةِ إِنْ مَرِضُوا فَلَا تَعُودُوهُمْ وَإِنْ مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ

◇◇ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''قدریہ'' اس امت کے مجوسی ہیں اگر وہ بیمار ہو جائیں تو تم ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مر جائیں تو تم ان کے جنازے میں شریک نہ ہو۔

شرح

اس حدیث سے قدریہ کی صریح گمراہی اور ان کی ضلالت واضح ہے کہ ان کو اس امت کا مجوس قرار دیا گیا مجوس ایک آتش پرست قوم ہے جو دو اللہ مانتی ہے ایک وہ اللہ جو نیکی و بھلائی کا پیدا کرنے والا ہے، اس کو یزداں کہتے ہیں۔ دوسرا وہ اللہ جو برائی و بدی کا پیدا کرنے والا ہے، اس کو اہرمن یعنی شیطان فرماتے ہیں۔ لہٰذا جس طرح مجوسی تعداد اللہ کے قائل ہیں اسی طرح قدریہ بھی بے انتہا خالقوں کے قائل ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک ہر بندہ اپنے افعال کا خالق ہے اسی طرح جتنے بندے ہوں گے اتنے بھی خالق ہی ہوں گے، نیز جس طرح قدریہ خالق خیر الگ اور خالق شر الگ مانتے ہیں اسی طرح قدریہ بھی فرماتے ہیں کہ خیر و بھلائی کا پیدا کرنے والا تو اللہ ہے اور شر و برائی کا پیدا کرنے والا شیطان اور انسانی نفس ہے۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو اس فرقہ سے کلیۃ اجتناب کرنا ضروری ہے اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت کے لئے نہیں جانا چاہیے اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہونا چاہیے گو یا غمی خوشی کسی موقع پر بھی ان کے ساتھ نہ رہنا چاہیے اور نہ ان کے ساتھ کسی قسم کا معاشرتی میل جول رکھنا جائز ہے۔

چنانچہ وہ حضرات جو اس جماعت کو کافروں کے زمرہ میں داخل کرتے ہیں اس حدیث کو اپنے ظاہری معنی پر محمول کرتے ہیں مسلمانوں کو ان کے ساتھ میل جول رکھنے سے منع کرتے ہیں۔ اور جو حضرات ان کو کافر نہیں بلکہ فاسق فرماتے ہیں وہ اس حدیث کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ اس حدیث کا مقصد اس جماعت کی گمراہی وضلالت کو بیان کرنا اور ان کی زجر وملامت میں شدت کا اظہار کرنا ہے۔ لیکن حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی فرماتے ہیں کہ محققین کا قول یہی ہے کہ نہ تو ان کی عیادت میں جائے اور نہ ان کے جنازہ میں شریک ہو اور جہاں تک ہو سکے ان سے قطع تعلق رکھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت بھیجی ہوں اور اللہ نے بھی ان کو ملعون قرار دیا ہے اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔ (پہلا) کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا (دوسرا) تقدیر الٰہی کو جھٹلانے والا۔ (تیسرا) وہ آدمی جو زبردستی غلبہ پانے کی بنا پر ایسے آدمی کو معزز بنائے جس کو اللہ نے ذلیل کر رکھا ہو اور اس آدمی کو ذلیل کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت وعظمت کی دولت سے نواز رکھا ہو۔ (چوتھا) وہ آدمی جو (حدود اللہ سے تجاوز کر کے اس چیز کو حلال جانے جسے اللہ نے حرام کیا ہو۔ (پانچواں) وہ جو میری اولاد سے وہ چیز (قتل) حلال جانے جو اللہ نے حرام کی ہے۔ اور (چھٹا) وہ آدمی جو میری سنت کو چھوڑ دے۔ (بیہقی، رزین، مشکوۃ المصابیح، جلد اول: رقم الحدیث، 105)

حدیث میں جن اشخاص کا ذکر کیا گیا ہے وہ اپنے ان غلط عقائد اور گمراہ کن اعمال کی بنا پر شریعت کی نظر میں اتنے مجرم ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور نہ صرف یہ کہ دربار رسالت سے ان پر پھٹکار برسائی گئی ہے بلکہ وہ بارگاہ الوہیت سے بھی راندہ درگاہ کر دیئے گئے۔ چنانچہ کسی آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں پر لعنت کیوں بھیجتے ہیں؟ تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب دیا کہ چونکہ خداوند قدوس نے ان کو اپنے اعمال کی بنا پر ملعون قرار دیا ہے اس لئے یہ اسی کے مستحق ہیں کہ رسول بھی ان کو ملعون قرار دے اور ظاہر ہے نبی کی لسان مقدس سے نکلی ہوئی ہر دعا باب قبولیت تک پہنچ کر رہتی ہے اس لئے جس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم لعنت بھیجیں اس کی دنیا بھی برباد ہو گئی اور دین میں تباہ ہو جائے گا اسی طرف کل نبی یجاب کہہ کر اشارہ فرمایا گیا ہے۔ ویسے تو اس حدیث میں جس ترکیب کے اعتبار سے یہ جملہ معترضہ واقع ہو رہا ہے اور اس کے مقصد لعنت میں شدت ہے۔

پہلا آدمی جسے ملعون قرار دیا جا رہا ہے وہ قرآن میں زیادتی کرنے والا ہے، خواہ وہ قرآن میں الفاظ کی زیادتی کرے یا قرآن کی آیتوں کے ایسے معنی بیان کرے جو کتاب اللہ کے مفہوم کے خلاف اور منشاء الٰہی کے برعکس ہوں۔

تیسرا آدمی وہ ہے جو زبردستی غلبہ حاصل کرے اور اپنی ظاہری شان وشوکت کے بل بوتہ پر ان لوگوں کو معزز کرے جو اللہ کی نظروں میں ذلیل ہیں اور ان لوگوں کو ذلیل کرے جو اللہ کے یہاں بڑا مرتبہ رکھتے ہیں اور اس تیسرے آدمی سے مراد ایسے بادشاہ اور حاکم ہیں جو اپنے اغراض ومقاصد کی بنا پر حکومت ودولت کے نشہ میں اللہ کے ان صالح ونیک بندوں اور مسلمانوں کو ذلیل وخوار کرتے ہیں جو اللہ کے نزدیک بڑی عزت وعظمت کے مالک ہوتے ہیں اور ایسے کافروں، جاہلوں اور بدکار لوگوں کو عزیز رکھتے ہیں جو اللہ کی نظر میں سخت ذلیل ہوتے ہیں۔

چوتھا آدمی وہ ہے جو اللہ کی قائم کی ہوئی حدود سے تجاوز کرتا ہے یعنی ان چیزوں کو حلال سمجھتا ہے جو اللہ کی جانب سے حرام کر دی گئی ہیں مثلاً بیت اللہ مکہ میں جن باتوں کو اللہ نے ممنوع قرار دیا ہے جیسے کسی جانور کا شکار کرنا، درخت وغیرہ کاٹنا، یا بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا، ان کو وہ حلال سمجھتا ہو، ایسے ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے بارہ میں جن چیزوں کو اللہ نے حرام کیا ہے ان کو حرام کرتا ہو یعنی رسول اللہ صلی اللہ عنہ کی اولاد کی عزت و تعظیم کرنا ضروری ہے لیکن کوئی آدمی نہ کرنے کو جائز سمجھے یا ان کو تکلیف پہنچانا حرام قرار دیا گیا ہے ان کو تکلیف پہنچانا حلال جانے تو اس پر بھی لعنت فرمائی گئی۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی میری اولاد میں سے ہونے کے باوجود ان افعال کو حلال جان کر کرتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس طرح اس کا مقصد سیدوں کو تنبیہ کرنا ہے کہ یہ لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں ہونے کے ناطے گناہ و معصیت سے بچتے رہیں، اس لئے کہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں اس قوم کو گناہ و معصیت زیادہ برائی و تباہی کا باعث ہیں کیونکہ ان کا نسبی تعلق براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اسی طرح پانچواں ملعون وہ آدمی قرار دیا گیا ہے جو ان چیزوں کو حرام سمجھتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہو۔ چھٹا ملعون آدمی کو قرار دیا گیا ہے جو سنت نبوی کو ترک کرتا ہو۔ اس کا مسئلہ یہ ہے کہ جو آدمی سستی اور کسل کی بنا پر سنت کو ترک کرتا ہو وہ گناہ گار ہے اور جو آدمی سنت کو نعوذ باللہ نا قابل اعتناء سمجھ کر چھوڑتا ہو تو وہ کافر ہے لیکن اس لعنت میں دونوں شریک ہیں۔ مگر یہ کہا جائے گا کہ جو آدمی ازراہ کسل و سستی سنت چھوڑتا ہے اس پر لعنت کرنا زجر و توبیخ کے لئے ہے اور جو آدمی نا قابل اعتناء سمجھ کر سنت کو ترک کرتا ہے اس پر حقیقۃً لعنت ہوگی ہاں اگر کوئی آدمی کسی وجہ سے کسی وقت سنت کو ترک کر دے تو اس پر گناہ نہیں ہوگا لیکن یہ بھی مناسب نہیں ہے۔ حضرت شاہ محمد اسحٰق دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ وعید سنت موکدہ کے ترک کرنے پر ہے۔

4692 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عُمَرَ مَوْلَى غُفْرَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ أُمَّةٍ مَجُوسٌ وَمَجُوسُ هَذِهِ الْأُمَّةِ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا قَدَرَ مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ فَلَا تَشْهَدُوا جَنَازَتَهُ وَمَنْ مَرِضَ مِنْهُمْ فَلَا تَعُودُوهُمْ وَهُمْ شِيعَةُ الدَّجَّالِ وَحَقٌّ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُلْحِقَهُمْ بِالدَّجَّالِ

✧✧ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہر امت میں مجوسی ہوتے ہیں اور اس امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ تقدیر کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ان میں سے جو مر جائے تم اس کے جنازے میں شامل نہ ہو اور ان میں سے جو بیمار ہو جائے تم اس کی عیادت نہ کرو۔ یہ دجال کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے (کہ وہ آخرت میں یا جہنم میں) انہیں دجال کے ساتھ رکھے۔

قدر خیر و شر کا بیان

قدر خیر و شر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بندے کے افعال خواہ نیک ہوں یا بد سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بندے فاعل و کاسب ہیں اور کسب پر جزا اور سزا مرتب ہے، نیکی کے کسب سے اللہ پاک راضی ہے اور بدی کی کسب سے ناراض ہوتا ہے، تقدیر کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ بھلا یا برا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کا ایک اندازہ مقرر ہے۔ کوئی

اچھی یا بری بات اللہ تعالیٰ کے علم اور اندازے سے باہر نہیں اور اس کے ہونے سے پہلے بلکہ ہر چیز کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سب کچھ ہمیشہ سے جانتا ہے اور اپنی علم اور اندازے کے موافق اس کو پیدا کرتا ہے پس بندوں کے سب افعال اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مشیت وقضاوقدر سے ظاہر ہوتے ہیں، لیکن بندے کو اس کے افعال میں اختیار دیا ہے، پس جب بندہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو ایک قسم کی قدرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوتی ہے۔ پس اگر وہ بندہ اس قدرت کو نیک کام پر لگادے تب بھی اس کو اختیار ہے اور اس اختیار کے نیک کام میں استعمال کرنے کی اس کو جزا یعنی اچھا بدلہ ملے گا اور اگر برے کام میں خرچ کرے تب بھی اس کو اختیار ہے اور اس اختیار کو برے کام میں استعمال کرنے کی سزا یعنی برا بدلہ ملے گا، اسی قدرت واختیار پر شرعی احکامات کا دارومدار ہے۔ تقدیر یعنی قدر خیر وشر پر ایمان لانا تواتر کی حد کو پہنچ گیا ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں زیادہ بحث مباحثہ نہ کرے، کیونکہ گمراہی کا خطرہ ہے اور کچھ فاعدہ نہیں، اسی لئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کے ساتھ اس بحث سے منع فرمایا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ نیکی وبدی کا خالق ہے مگر صرف خالقِ خیر (یزدان) یا صرف خالقِ شر (اہرمن) کہنا کفر ہے اور مجوس کا عقیدہ ہے۔ وہ اس طرح دو خدا مانتے ہیں بلکہ یوں کہنا چاہئے۔

خَالِقُ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ يَا خَالِقَ كُلِّ شَيْءٍ

ہر چیز کا خالق ومتصرف اللہ کو جانے، ستاروں ودیگر زمینی وآسمانی علامات کو کسی چیز کے ہونے میں موثر حقیقی نہ جانے کہ یہ شرک ہے، اسباب کے درجہ میں جاننا جائز ہے، یعنی مجازاً اس فعل کو اس سبب کی طرف منسوب کرنا اور یہ سمجھنا کہ یہ تاثیرات ان چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہیں اور اسی کے ارادہ واختیار سے ان کی تاثیرات ظاہر ہوتی ہیں جائز ہے

قضا کی تین قسمیں

قضا کی تین قسمیں ہوتی ہیں

۱. مبرم حقیقی یعنی جو علم الٰہی میں کسی شے پر معلق نہیں

۲. معلق محض جس کا کسی چیز پر معلق ہونا فرشتوں کے صحیفوں میں ظاہر فرمادیا گیا ہے

۳. معلق جو مبرم

تقدیر مبرم حقیقی

پہلی قسم تقدیر مبرم حقیقی ہے۔ یہ آخری فیصلہ ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوح محفوظ پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس میں تبدیلی ناممکن ہے اسی لیے جب فرشتے قوم لوط علیہ السلام پر عذاب کا حکم لے کر آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ خداوند میں عرض کے باوجود اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ

(فرشتوں نے کہا:) اے ابراہیم! اس (بات) سے درگزر کیجئے، بیشک اب تو آپ کے رب کا حکم (عذاب) آچکا ہے، در انہیں عذاب پہنچنے ہی والا ہے جو پلٹایا نہیں جاسکتا۔

چونکہ یہ عذاب قضائے مبرم حقیقی تھا اس لیے نہ ٹل سکا۔

تقدیر مبرم غیر حقیقی

دوسری قسم تقدیر مبرم غیر حقیقی ہے، جو عام حالات میں تو طے شدہ ہوتی ہے مگر خاص حالات میں اکابر اولیاء وصالحین کی دعا سے اس میں تبدیلی ممکن ہے۔ اسی نسبت احادیث میں ارشاد ہوتا ہے:

1. لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءَ

صرف دعا ہی قضا کو ٹالتی ہے۔

2. إِنَّ الدُّعَاءَ يَرُدُّ الْقَضَاءَ الْمُبْرَمَ

بے شک دعا قضائے مبرم کو ٹال دیتی ہے۔

تقدیر معلق

تیسری اور آخری قسم قضائے معلق کی ہے، جس تک اللہ تعالی کے اکثر صالح اور نیک بندوں کی رسائی ہوسکتی ہے، خواہ وہ اللہ تعالی کی عطا سے ہو یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ہو یا اولیاء کرام کی دعاؤں سے، والدین کی خدمت سے یا صدقہ و خیرات سے ہو۔ اللہ تعالی کی طرف سے بھی یہ وعدہ ہے کہ اگر کوئی بندہ چاہے تو ہم اس کے بدلنے والے ارادے، نیت اور دعا کے ساتھ ہی اس کی تقدیر بھی بدل دیں گے۔ سورۃ الرعد میں ارشاد فرمایا

يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ.

اللہ جس (لکھے ہوئے) کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) ثبت فرما دیتا ہے، اور اسی کے پاس اصل کتاب (لوحِ محفوظ) ہے۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا عمل

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شام میں طاعون کی وبا پھیلی اور اس زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شام کے سفر پر تھے۔ وباء کی وجہ سے انہوں نے وہاں سے نکلنے میں جلدی کی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: أَتَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللهِ،

کیا آپ تقدیر سے بھاگتے ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا: أَفِرُّ مِنْ قَضَاءِ اللهِ إِلَى قَدَرِ اللهِ

میں اللہ کی قضا سے اس کی قدر کی طرف بھاگتا ہوں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر طاعون جیسا مرض کسی علاقے میں وباء کی صورت میں پھیل جائے اور میں کسی دوسرے علاقے میں پہنچ کر اس مرض سے بچ جاؤں تو میرا بچ جانا خدا کی تقدیر یعنی علم میں ہوگا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب

تک کہ وہ چار چیزوں پر ایمان نہ لائے۔(۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔(۲) اور میں بلاشبہ اللہ کی جانب سے بھیجا ہوا رسول ہوں اور حق (دین اسلام) لے کر اس دنیا میں آیا ہوں۔(۳) موت اور مرنے کے بعد (میدان حشر میں) اٹھنے پر ایمان لانا۔(۴) اور تقدیر پر ایمان لانا۔(جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مشکوۃ المصابیح، جلد اول: رقم الحدیث، 100)

موت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کو یقینی جانے کہ اس دنیا کی تمام زندگی عارضی اور فانی ہے جو اپنے وقت پر ختم ہو جائے گی۔ اور اس دنیا میں جو کچھ ہے سب ایک دن فنا کے گھاٹ اتر جائے گا یا اس سے یہ مراد ہے کہ اس بات پر صدق دل سے یقین و اعتقاد رکھا جائے کہ موت کا ایک دن مقرر ہے اور وہ خداوند کے حکم سے آتی ہے کوئی بیماری، حادثہ یا تکلیف موت کا حقیقی سبب نہیں ہے بلکہ یہ چیزیں بادی النظر میں ظاہری اسباب ہوتے ہیں کسی انسان کی زندگی اور موت کلیۃً اللہ کے ہاتھ میں ہے جب تک اس کا حکم ہوتا ہے زندگی رہتی ہے اور جب وہ چاہتا ہے موت بھیج کر زندگی ختم کر دیتا ہے۔

انسان کی تخلیق مٹی سے ہونے کا بیان

4693 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ زُرَيْعٍ وَيَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ حَدَّثَاهُمْ قَالَا حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَسَامَةُ بْنُ زُهَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَرْضِ فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلَى قَدْرِ الْأَرْضِ جَاءَ مِنْهُمُ الْأَحْمَرُ وَالْأَبْيَضُ وَالْأَسْوَدُ وَبَيْنَ ذَلِكَ وَالسَّهْلُ وَالْحَزْنُ وَالْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ زَادَ فِي حَدِيثِ يَحْيَى وَبَيْنَ ذَلِكَ وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِ يَزِيدَ

✧✧ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹھی (بھر مٹی) سے پیدا کیا وہ مٹی اس نے تمام روئے زمین سے لی تھی تو آدم کی اولاد زمین کے حساب سے ہوتی ہے۔ ان میں سے کچھ سفید ہیں، کچھ سرخ ہیں اور کچھ ان کے درمیان سیاہ فام ہیں۔ کچھ نرم ہیں کچھ سخت (غمگین) ہیں کچھ خبیث ہیں کچھ اچھے ہیں۔

یحییٰ کی حدیث میں یہاں بھی لفظ "ان کے درمیان" استعمال ہوا ہے۔

شرح

حضرت آدم کی تخلیق کے وقت ایک فرشتہ حضرت عزرائیل کو حکم دیا گیا کہ وہ ایک مٹھی بھر کے مٹی لے آئیں چنانچہ وہ تمام روئے زمین سے ہر خطہ و ہر جگہ کی تھوڑی مٹی اپنی مٹھی میں بھر لائے اسی سے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی گئی اسی لئے آدم کی ولاد میں مختلف رنگ و نسل اور مختلف طبائع کے انسان پیدا ہوتے ہیں کوئی کالا ہوتا ہے تو کوئی گورا اور کسی کا رنگ گندمی ہوتا ہے اسی طرح کچھ انسان اپنی طبیعت ومزاج کے اعتبار سے نرم خو، خوش اخلاق اور میٹھی زبان کے ہوتے ہیں کچھ لوگوں کی طبیعت سخت و تیز درغیہ معتدل ہوتی ہے، بعض انسان فطرتا پاک وصاف ہوتے ہیں اور بعض گندگی ونجاست سے ملوث رہتے ہیں اور یہ فرق و اختلاف اسی بنیادی مادہ کی وجہ سے ہے جس سے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی گئی تھی۔

4694- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ مَنْصُورَ بْنَ الْمُعْتَمِرِ يُحَدِّثُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَبِيبٍ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَام قَالَ كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَقِيعِ الْغَرْقَدِ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِالْمِخْصَرَةِ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ مَكَانَهَا مِنَ النَّارِ أَوْ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا قَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيدَةً قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَفَلَا نَمْكُثُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ لَيَكُونَنَّ إِلَى السَّعَادَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشِّقْوَةِ لَيَكُونَنَّ إِلَى الشِّقْوَةِ قَالَ اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِلسَّعَادَةِ وَأَمَّا أَهْلُ الشِّقْوَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِلشِّقْوَةِ ثُمَّ قَالَ نَبِيُّ اللَّهِ (فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى)

✧✧ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم لوگ ایک جنازے میں شریک تھے۔ ان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے۔ یہ "بقیع غرقد" کی بات ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ تشریف فرما ہوئے۔ آپ کے پاس ایک چھڑی تھی۔ آپ اس کے ذریعے زمین کریدتے رہے پھر آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا: تم میں سے جو بھی شخص پیدا ہوا اس کا جہنم میں مخصوص ٹھکانہ یا جنت میں مخصوص ٹھکانہ طے کر دیا گیا۔ اس کا خوش بخت ہونا یا بد بخت ہونا طے کر دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حاضرین میں سے ایک فرد نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! تو کیا ہم اس طے کئے ہوئے پر ٹھہر نہ جائیں اور اس عمل کو ترک نہ کر دیں؟ کیونکہ جو شخص سعادت مند ہے وہ سعادت کی طرف ضرور جائے گا اور جو بد بخت ہے وہ بد بخت ضرور ہو گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عمل کرو کیونکہ ہر ایک کے لئے (اس کے انجام کے اعتبار سے) آسانی کر دی جاتی ہے۔ جہاں تک سعادت مندوں کا تعلق ہے ان کے لئے سعادت کو آسان کر دیا جاتا ہے اور جہاں تک بد بختوں کا تعلق ہے ان کے لئے بد بختی کو آسان کر دیا جاتا ہے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

"اور جو شخص عطا کرے اور پرہیز گاری اختیار کرنے اور اچھائی کی تصدیق کرے تو ہم اس کے لئے آسانی فراہم کریں گے اور جو شخص کنجوسی کا مظاہرہ کرے اور لاتعلقی اختیار کرے اور اچھائی کی تکذیب کرے تو ہم اس کے لئے "تنگی" کو آسان کر دیں گے۔"

4695- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ قَالَ

4694- إسناده صحيح. المعتمر: هو ابن سليمان. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (11614) عن محمد بن عبد الأعلى، عن المعتمر بن سليمان، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (1362)، ومسلم (2647) (6) من طريق جرير، و (2647) (6) من طريق أبي الأحوص، و (2647) (7) من طريق شعبة، والترمذي (3638) من طريق زائدة بن قدامة، أربعهم عن منصور، به. وأخرجه مسلم (2647) (7)، وابن ماجه (78)، والترمذي (2270)، والنسائي في "الكبرى" (11615) من طريق الأعمش، عن سعد، به. وروايتهم أخصر مما هنا. وهو في "مسند أحمد" (621)، و"صحيح ابن حبان" (334) و (335).

كَانَ اَوَّلَ مَنْ تَكَلَّمَ فِي الْقَدَرِ بِالْبَصْرَةِ مَعْبَدٌ الْجُهَنِيُّ فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيُّ حَاجَّيْنِ اَوْ مُعْتَمِرَيْنِ فَقُلْنَا لَوْ لَقِيْنَا اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْنَاهُ عَمَّا يَقُوْلُ هٰؤُلَاءِ فِي الْقَدَرِ فَوُفِّقَ اللهُ لَنَا عَبْدَ اللهِ ابْنَ عُمَرَ دَاخِلًا فِي الْمَسْجِدِ فَاكْتَنَفْتُهُ اَنَا وَصَاحِبِي فَظَنَنْتُ اَنَّ صَاحِبِي سَيَكِلُ الْكَلَامَ اِلَيَّ فَقُلْتُ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنَّهُ قَدْ ظَهَرَ قِبَلَنَا نَاسٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَيَتَقَفَّرُوْنَ الْعِلْمَ يَزْعُمُوْنَ اَنْ لَا قَدَرَ وَالْاَمْرَ اُنُفٌ فَقَالَ اِذَا لَقِيْتَ اُولٰئِكَ فَاَخْبِرْهُمْ اَنِّي بَرِيْءٌ مِنْهُمْ وَهُمْ بُرَآءُ مِنِّي وَالَّذِي يَحْلِفُ بِهٖ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ لَوْ اَنَّ لِاَحَدِهِمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا فَاَنْفَقَهُ مَا قَبِلَهُ اللهُ مِنْهُ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ ثُمَّ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا نَعْرِفُهُ حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِي عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْاَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ قَالَ فَاَخْبِرْنِي عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَاَخْبِرْنِي عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ فَاَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَاَخْبِرْنِي عَنْ اَمَارَاتِهَا قَالَ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ يَا عُمَرُ هَلْ تَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهٗ جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ

✧✧ یحییٰ بن یعمر بیان کرتے ہیں تقدیر کے بارے میں سب سے پہلے "معبد جہنی" نے بصرہ میں گفتگو شروع کی۔ میں اور حمید بن عبدالرحمن حمیری حج کرنے کے لئے یا شاید عمرہ کرنے کے لئے گئے تو ہم نے سوچا اگر ہماری ملاقات نبی اکرم ﷺ کے کسی صحابی سے ہوئی تو ہم ان سے اس شخص کے نظریات کے بارے میں دریافت کریں گے: وہ لوگ تقدیر کے بارے میں کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا موقع فراہم کیا۔

یہ مسجد کے اندر کی بات ہے۔ میں اور میرا ساتھی ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ میں نے یہ گمان کیا کہ میرا ساتھی مجھے گفتگو میں پہل کرنے کا موقع دے گا۔ میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمن! ہماری طرف کچھ لوگ ظاہر ہوئے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں اور علم میں مہارت حاصل کرتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں تقدیر کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ سارے معاملات خود بخود چل رہے ہیں تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم ان لوگوں سے ملو تو انہیں بتا دینا کہ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ان کا مجھ سے کوئی تعلق

نہیں ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے نام سے عبداللہ حلف اٹھاتا ہے۔ ان میں سے اگر کسی شخص کے پاس "احد" پہاڑ جتنا سونا ہو اور وہ اسے خرچ کر دے تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اسے قبول نہیں کرے گا جب تک وہ شخص تقدیر پر ایمان نہ لے آئے پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

ایک دن ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص ہمارے پاس آیا اس کے کپڑے انتہائی سفید اور بال انتہائی سیاہ تھے' اس پر سفر کا کوئی نشان نظر نہیں آ رہا تھا اور ہم اسے پہچانتے بھی نہیں تھے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر بیٹھا اس نے اپنے دونوں گھٹنے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں کے ساتھ ملائے۔ اپنے دونوں ہاتھ اپنے زانوں پر رکھے اور بولا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے اسلام کے بارے میں بتائیں۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) تم اس بات کی گواہی دو اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں' اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر گنجائش ہو تو بیت اللہ کا حج کرو، اس نے کہا: آپ نے ٹھیک کہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں اس پر حیرت ہوئی۔ وہ خود ہی سوال کر رہا ہے اور خود ہی آپ کی تصدیق کر رہا ہے' پھر اس نے کہا: آپ مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھو، اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں، آخرت کے دن پر ایمان رکھو اور تقدیر پر ایمان رکھو۔ وہ اچھی ہو یا بری ہو' وہ بولا: آپ نے سچ فرمایا ہے۔ پھر وہ بولا: آپ مجھے احسان کے بارے میں بتائیے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی یوں عبادت کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ وہ بولا: آپ مجھے قیامت کے بارے میں بتائیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بارے میں جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ وہ بولا: آپ مجھے اس کی نشانیوں کے بارے میں بتائیے؟ آپ نے فرمایا: کنیز اپنے آقا کو جنم دے گی اور تم برہنہ پاؤں اور برہنہ جسم' بکریوں کے غریب چرواہوں کو دیکھو گے کہ وہ ایک دوسرے کے مقابلے میں بلند عمارات تعمیر کریں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر وہ شخص چلا گیا۔ کچھ دیر بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! تم جانتے ہو یہ سوال کرنے والا کون تھا؟ میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جبرائیل تھے اور تمہارے پاس اس لئے آئے تھے کہ تمہیں تمہارے دین کی تعلیم دیں۔

4696- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُثْمَانَ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ وَحُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَا لَقِينَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ فَذَكَرْنَا لَهُ الْقَدَرَ وَمَا يَقُولُونَ فِيهِ فَذَكَرَ نَحْوَهُ زَادَ قَالَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ مِّنْ مُزَيْنَةَ أَوْ جُهَيْنَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ فِيمَا نَعْمَلُ أَفِي شَيْءٍ قَدْ خَلَا أَوْ مَضَى أَوْ فِي شَيْءٍ يُسْتَأْنَفُ الْآنَ قَالَ فِي شَيْءٍ قَدْ خَلَا وَمَضَى فَقَالَ الرَّجُلُ أَوْ بَعْضُ الْقَوْمِ فَفِيمَ الْعَمَلُ قَالَ إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنَّ أَهْلَ النَّارِ يُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ

✧✧ یحییٰ بن یعمر اور حمید بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں۔ ہماری ملاقات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہوئی ہم نے ان کے سامنے تقدیر کا اور لوگوں کے اس بارے میں نظریات کا ذکر کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ایک شخص جو ''مزینہ'' یا ''جہینہ'' قبیلے سے تعلق رکھتا تھا اس نے آپ سے دریافت کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم عمل کیوں کریں؟ ایک ایسی چیز کے بارے میں جو پہلے سے طے ہو چکی ہے؟ یا یہ سوچ کر کریں کہ معاملہ اب رونما ہوگا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! یہ سوچ کر کرو کہ جو پہلے سے طے ہو چکا ہے' تو اس شخص نے یا حاضرین میں سے کسی شخص نے کہا: پھر عمل کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کے لئے اہل جنت کے سے عمل آسان کردیئے جاتے ہیں اور اہل جہنم کے لئے اہل جہنم کے سے عمل آسان کر دیئے جاتے ہیں۔

4697- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنِ ابْنِ يَعْمَرَ بِهَذَا الْحَدِيثِ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ قَالَ فَمَا الإِسْلاَمُ قَالَ إِقَامُ الصَّلَوةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَحَجُّ الْبَيْتِ وَصَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ وَالاِغْتِسَالُ مِنَ الْجَنَابَةِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ عَلْقَمَةُ مُرْجِئٌ

۱

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس میں کچھ اضافہ ہے۔

اس شخص نے دریافت کیا: اسلام سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز قائم کرنا' زکوٰۃ ادا کرنا' بیت اللہ کا حج کرنا' رمضان کے مہینے میں روزے رکھنا اور غسل جنابت کرنا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (اس روایت کا ایک راوی) علقمہ مرجئی ہے۔

4698- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ أَبِي فَرْوَةَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالاَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْلِسُ بَيْنَ ظَهْرَيْ أَصْحَابِهِ فَيَجِيءُ الْغَرِيبُ فَلاَ يَدْرِي أَيُّهُمْ هُوَ حَتَّى يَسْأَلَ فَطَلَبْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَجْعَلَ لَهُ مَجْلِسًا يَعْرِفُهُ الْغَرِيبُ إِذَا أَتَاهُ قَالَ فَبَنَيْنَا لَهُ دُكَّانًا مِنْ طِينٍ فَجَلَسَ عَلَيْهِ وَكُنَّا نَجْلِسُ بِجَنْبَتَيْهِ وَذَكَرَ نَحْوَ هَذَا الْخَبَرِ فَأَقْبَلَ رَجُلٌ فَذَكَرَ هَيْئَتَهُ حَتَّى سَلَّمَ مِنْ طَرَفِ السِّمَاطِ فَقَالَ السَّلاَمُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ قَالَ فَرَدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھ جایا کرتے تھے۔ کوئی اجنبی شخص آتا تو پہچان نہیں پاتا تھا کہ ان میں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ تو وہ سوال کیا کرتا تھا ہم نے

4698- إسناده صحيح، جرير: هو ابن عبد الحميد، أبو فروة الهمداني: هو عروة ابن الحارث. وأخرجه البخاري في "خلق أفعال العباد" (189)، والنسائي في "المجتبى" 103 - 101 /8، وفي "الكبرى" (5843) من طرق عن جرير بن عبد الحميد، بهذا الإسناد. ورواية البخاري مقتصرة على قصة السؤال عن الإيمان" ورواية النسائي في "الكبرى" مقتصرة على قصة الدكان. وأخرجه البخاري (50)، ومسلم (9) (5) و(6)، وابن ماجه (64) و(4044) من طريق أبي حيان، ومسلم (10) (7) من طريق عمارة بن القعقاع، كلاهما عن أبي زرعة، عن أبي هريرة وحده. وروايتهم جميعاً دون قصة الدكان، ورواية ابن ماجه الثانية اقتصرت على السؤال عن أشراط الساعة. وهو في "مسند أحمد" (9501)، و"صحيح ابن حبان" (159)

نبی اکرم ﷺ کے لئے کوئی ایسی چیز بنانے کا ارادہ کیا جس کے اوپر آپ بیٹھیں اور اجنبی شخص آپ کو پہچان سکے جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ کے لئے مٹی کا ایک چبوترہ بنا دیا۔ آپ اس پر تشریف فرما ہو جاتے تھے ہم آپ کے اردگرد بیٹھ جایا کرتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے پھر ایک شخص آیا پھر انہوں نے اس کی شکل وصورت کا تذکرہ کیا ہے۔ اس نے حاضرین کے ایک طرف سے سلام کیا اور بولا: السلام علیک یا محمد ﷺ! راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے سلام کا جواب دیا۔

4699- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي سِنَانٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ خَالِدٍ الْحِمْصِيِّ عَنِ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ أَتَيْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقُلْتُ لَهُ وَقَعَ فِي نَفْسِي شَيْءٌ مِنَ الْقَدَرِ فَحَدِّثْنِي بِشَيْءٍ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُذْهِبَهُ مِنْ قَلْبِي قَالَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ عَذَّبَ أَهْلَ سَمَاوَاتِهِ وَأَهْلَ أَرْضِهِ عَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ وَلَوْ رَحِمَهُمْ كَانَتْ رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَهُمْ مِنْ أَعْمَالِهِمْ وَلَوْ أَنْفَقْتَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا قَبِلَهُ اللَّهُ مِنْكَ حَتَّى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ وَتَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَأَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ وَلَوْ مُتَّ عَلَى غَيْرِ هَذَا لَدَخَلْتَ النَّارَ قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَحَدَّثَنِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذَلِكَ

✧✧ ابن دیلمی بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے کہا: تقدیر کے بارے میں میرے ذہن میں ایک خیال ہے۔ آپ مجھے اس کے بارے میں بتائیے! ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے نتیجے میں میرے اندیشے کو ختم کر دے تو انہوں نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور تمام زمین والوں کو عذاب دینا چاہے اور وہ انہیں عذاب دے تو وہ ان پر کوئی ظلم نہیں کرے گا اگر وہ ان سب پر رحم کرے تو یہ رحمت ان لوگوں کے لئے ان کے اعمال سے زیادہ بہتر ہے۔ اگر تم ''اُحد'' پہاڑ جتنا سونا اللہ کی راہ میں خیرات کرو تو اللہ تعالیٰ اسے تمہاری طرف سے اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ اور اس بات کا یقین نہ رکھو کہ جو تمہیں ملنا ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ تمہیں نہ ملے اور جو تمہیں نہیں ملنا یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ تمہیں مل جائے۔ اگر تم اس کے علاوہ کسی اور نظریے پر مرو گے تو جہنم میں جاؤ گے۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بھی یہی بات بیان کی۔

پھر میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بھی یہی بات بیان کی۔

پھر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہی بات بیان کی۔

4700- حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ الْهُذَلِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ رَبَاحٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي عَبْلَةَ عَنْ أَبِي حَفْصَةَ قَالَ قَالَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ لِابْنِهِ يَا بُنَيَّ إِنَّكَ لَنْ تَجِدَ طَعْمَ حَقِيقَةِ الْإِيمَانِ حَتَّى تَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَمَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللهُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَهُ اكْتُبْ قَالَ رَبِّ وَمَاذَا أَكْتُبُ قَالَ اكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ يَا بُنَيَّ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ مَاتَ عَلَى غَيْرِ هَذَا فَلَيْسَ مِنِّي

✧✧ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے میرے بیٹے تم ایمان کی حقیقت کا ذائقہ اس وقت تک نہیں پا سکتے جب تک تم اس بات کا یقین نہ کرو کہ جو تم کو ملنا ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ تمہیں نہ ملے اور جو تمہیں نہیں ملنا یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ تمہیں مل جائے۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا پھر اسے حکم دیا کہ تم لکھو! اس نے عرض کی اے میرے پروردگار! میں کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ہر چیز کی تقدیر لکھو۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہوجائے (یعنی قیامت قائم ہونے تک کی تقدیر لکھو)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اے میرے بیٹے! میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ ارشاد سنا ہے' جو شخص اس کے علاوہ کسی دوسرے نظریے پر مرے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

4701 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ الْمَعْنَى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ سَمِعَ طَاوُسًا يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى فَقَالَ مُوسَى يَا آدَمُ أَنْتَ أَبُونَا خَيَّبْتَنَا وَأَخْرَجْتَنَا مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالَ آدَمُ أَنْتَ مُوسَى اصْطَفَاكَ اللهُ بِكَلَامِهِ وَخَطَّ لَكَ التَّوْرَاةَ بِيَدِهِ تَلُومُنِي عَلَى أَمْرٍ قَدَّرَهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِينَ سَنَةً فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى قَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ایک دفعہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان بحث ہوگئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا اے آدم! آپ ہمارے جدامجد ہیں۔ آپ نے ہمیں محروم کیا اور جنت سے نکلوا دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: آپ وہی موسیٰ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے لئے منتخب کیا اور آپ کے لئے اپنے دست قدرت سے ''تورات'' تحریر کی۔ آپ ایک ایسے معاملے میں مجھے ملامت کر رہے ہیں جو اس نے میرے مقدر میں مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے لکھوایا تھا۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) یوں حضرت آدم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔

4702 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ

4701- إسناده صحيح. وأخرجه البخاري (6614)، ومسلم (2652) (13)، وابن ماجه (80)، والنسائي في "الكبرى" (11123) من طريق سفيان بن عيينة، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (3409) و (4736) و (4738) و (7515)، ومسلم (2652) (14) (15)، والترمذي (2268)، والنسائي في "الكبرى" (10918) و (10919) و (10994) و (11065) و (11122) و (11266) و (11379) من طرق عن أبي هريرة. وبعضهم يزيد فيه على بعض. وهو في "مسند أحمد" (7387)، و "صحيح ابن حبان" (6179) و (6180).

عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مُوْسٰی قَالَ یَارَبِّ اَرِنَا اٰدَمَ الَّذِیْ اَخْرَجَنَا وَنَفْسَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ فَاَرَاهُ اللّٰهُ اٰدَمَ فَقَالَ اَنْتَ اَبُوْنَا اٰدَمُ فَقَالَ لَهٗ اٰدَمُ نَعَمْ قَالَ اَنْتَ الَّذِیْ نَفَخَ اللّٰهُ فِیْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَعَلَّمَكَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا وَاَمَرَ الْمَلَآئِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا حَمَلَكَ عَلٰی اَنْ اَخْرَجْتَنَا وَنَفْسَكَ مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالَ لَهٗ اٰدَمُ وَمَنْ اَنْتَ قَالَ اَنَا مُوْسٰی قَالَ اَنْتَ نَبِیُّ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ الَّذِیْ كَلَّمَكَ اللّٰهُ مِنْ وَّرَاءِ الْحِجَابِ لَمْ یَجْعَلْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ رَسُوْلًا مِّنْ خَلْقِهٖ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَفَمَا وَجَدْتَ اَنَّ ذٰلِكَ كَانَ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ اُخْلَقَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فِیْمَ تَلُوْمُنِیْ فِیْ شَیْءٍ سَبَقَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی فِیْهِ الْقَضَاءُ قَبْلِیْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰی فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰی

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار تو حضرت آدم علیہ السلام سے میری ملاقات کروادے جنہوں نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے نکلوا دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے ان کی ملاقات کروائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا: آپ ہمارے جد امجد ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا: جی ہاں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا: آپ وہی ہیں جن کے اندر اللہ تعالیٰ نے روح پھونکی تھی اور آپ کو تمام اسماء کا علم عطا کیا تھا اور اس کے حکم کے تحت فرشتوں نے آپ کو سجدہ کیا تھا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا: جی ہاں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا: پھر آپ نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے کیوں نکلوایا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں موسیٰ (علیہ السلام) ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت کیا: آپ وہ نبی ہیں جو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے؟ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حجاب کے پیچھے سے کلام کیا تھا اور آپ کے اور اپنے درمیان اپنی مخلوق میں سے کوئی پیغام رساں (فرشتہ) نہیں رکھا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت کیا: کیا آپ نے یہ بات نہیں پائی ہے کہ اللہ کی کتاب میں یہ بات میری تخلیق سے پہلے طے کر دی گئی تھی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: آپ ایک ایسے معاملے میں مجھے کیسے ملامت کر سکتے ہیں؟ جس کے بارے میں مجھ سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہو چکا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یہ فرمایا: یوں حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

شرح

حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جو دلیل پیش کی اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ نے چونکہ میری پیدائش سے بھی چالیس سال پہلے یہ لکھ دیا تھا کہ میں شیطان کے گمراہ کرنے کی وجہ سے بہک جاؤں گا اور اللہ کے حکم کی نافرمانی کر کے شجر ممنوع کا استعمال کرلوں گا۔ لہٰذا اس میں میرے کسب و اختیار کو کوئی دخل نہیں ہے بلکہ یہ گمراہی میرے مقدر میں لکھی گئی تھی اس لئے اس کا مجھ سے صادر ہونا لازم و ضروری تھا لہٰذا میں مورد الزام نہیں ٹھہر سکتا۔ علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس گمراہی کو میری پیدائش سے بھی پہلے میرے لئے لوح محفوظ میں مقدر فرما دیا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ضرور

بروقت وقوع پذیر ہوگی، لہٰذا جب وقت مقدر آ پہنچا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ امر مقدر اور اللہ تعالیٰ کے علم کے خلاف وہ عمل ممنوع سرزدنہ ہوتا چنانچہ تم مجھ پر یہ الزام تو ڈال رہے ہو اور تمہیں سبب ظاہری یعنی میرا کسب واختیار تو یاد رہا لیکن اصل چیز یعنی مقدر سے تم صرف نظر کر گئے۔

حضرت آدم و موسیٰ علیہما السلام کا مناظرہ اس عالم دنیا میں نہیں ہوا جہاں اسباب سے قطع نظر درست نہیں ہے بلکہ یہ مناظرہ عالم بالا میں ان دونوں کی روحوں کے درمیان ہوا تھا۔ اسی لئے یہاں یہ بات بطور خاص ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اگر کوئی عاصی و گناہ گار اس قسم کی دلیل کا سہارا لینے لگے تو وہ اس کے لئے کارآمد نہیں ہوگی، کیونکہ حضرت آدم کا معاملہ اس جہاں میں تھا جہاں وہ اسباب کے مکلف نہیں تھے اور پھر ان کی یہ خطاء بارگاہ الوہیت سے معاف بھی کر دی گئی تھی، لہٰذا یہاں تو کسب واختیار اور ابواب کی بناء پر مواخذہ ہوگا کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ پر جو تختیاں اتری تھیں وہ زمرد کی تھیں اور ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ستر اونٹوں پر لادی جاتی تھیں، ان تختیوں میں ان کی قوم کے لئے اللہ کی جانب سے احکام و مسائل لکھے ہوئے تھے، ان تختیوں میں جو مضامین مذکور تھے وہ قدیم ہیں لہٰذا چالیس سال کی تحدید ان مضامین کے بارہ میں نہیں ہوگی بلکہ یہ کہا جائے گا کہ وہ مضامین جو ان تختیوں پر لکھے گئے تھے، ان کے لکھنے کی مدت آدم کی پیدائش سے چالیس سال قبل ہے۔

4703 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أُنَيْسَةَ أَنَّ عَبْدَ الْحَمِيدِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ أَخْبَرَهُ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سُئِلَ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ (وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ) قَالَ قَرَأَ الْقَعْنَبِيُّ الْآيَةَ فَقَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ آدَمَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ بِيَمِينِهِ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خَلَقْتُ هٰؤُلَاءِ لِلْجَنَّةِ وَبِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَعْمَلُونَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خَلَقْتُ هٰؤُلَاءِ لِلنَّارِ وَبِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ يَعْمَلُونَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ فَفِيمَ الْعَمَلُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلْجَنَّةِ اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَمُوتَ عَلٰى عَمَلٍ مِنْ أَعْمَالِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُدْخِلَهُ بِهِ الْجَنَّةَ وَإِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلنَّارِ اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتّٰى يَمُوتَ عَلٰى عَمَلٍ مِنْ أَعْمَالِ أَهْلِ النَّارِ فَيُدْخِلَهُ بِهِ النَّارَ

✧✧ مسلم بن یسار بیان کرتے ہیں' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا

''اور جب تمہارے پروردگار نے اولاد آدم کو ان کی پشت سے نکالا''۔

راوی بیان کرتے ہیں' قعنبی نامی راوی نے اس پوری آیت کو پڑھا ہے۔

4703- صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف، مسلم بن يسار الجهني لم يسمع من عمر، ثم إنه لم يوثقه غير ابن حبان والعجلي، ولم يرو عنه غير عبد الحميد بن عبد الرحمن ابن زيد بن الخطاب، فهو في عداد المجهولين. مالك: هو ابن أنس. وأخرجه الترمذي (3330) من طريق عن، والنسائي في "الكبرى" (11126) عن قتيبة بن سعيد، كلاهما، عن مالك بن أنس، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (311)، و "صحيح ابن حبان" (6166).

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے آپ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پھر ان کی پشت پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرا تو اس میں سے ان کی اولاد کو نکال دیا پھر فرمایا: میں نے ان لوگوں کو جنت کے لئے اور اہل جنت کے عمل کے لئے پیدا کیا ہے جو یہ کریں گے۔ پھر ان کی پشت پر ہاتھ پھیر کر ان کی کچھ اولاد کو نکالا اور فرمایا: میں نے انہیں جہنم کے لیے اور اہل جہنم کے سے عمل کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! پھر عمل کیوں کیا جاتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جب بندے کو جنت کے لئے پیدا کرتا ہے تو اس سے اہل جنت کے سے عمل لیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اہل جنت کے سے عمل کرتے ہوئے مرتا ہے تو اس وجہ سے اسے جنت میں داخل کر دیتا ہے اور جب کسی شخص کو جہنم کے لئے پیدا کرتا ہے۔ تو اس سے اہل جہنم کے سے عمل لیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ بندہ مرتا ہے تو اہل جہنم کے سے عمل کر رہا ہوتا ہے تو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کر دیتا ہے۔

ہر روح نے اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق مانا

اولاد آدم سے اللہ تعالیٰ نے ان کی نسلیں ان کی پیٹھوں سے روز اول میں نکالیں۔ پھر ان سب سے اس بات کا اقرار لیا کہ رب، خالق، مالک، معبود صرف وہی ہے۔ اسی فطرت پر پھر دنیا میں ان سب کو ان کے وقت پر اس نے پیدا کیا۔ یہی وہ فطرت ہے جس کی تبدیلی ناممکن ہے، بخاری و مسلم میں ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس دین پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے کہ بکری کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے لیکن پھر لوگ اس کے کان کاٹ دیتے ہیں۔

حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو موحد مخلص پیدا کیا پھر شیطان نے آ کر انہیں ان کے سچے دین سے بہکا کر میری حلال کردہ چیزیں ان پر حرام کر دیں۔ قبیلہ بن سعد کے ایک صحابی حضرت اسود بن سریع فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار غزوے کئے لوگوں نے لڑنے والے کفار کے قتل کے بعد ان کے بچوں کو بھی پکڑ لیا جب آپ کو اس کا علم ہوا تو بہت ناراض ہوئے اور فرمایا لوگ ان بچوں کو کیوں پکڑ رہے ہیں؟ کسی نے کہا حضور وہ بھی تو مشرکوں کے ہی بچے ہیں؟ فرمایا سنو تم میں سے بہتر لوگ مشرکین کی اولاد میں ہیں یاد رکھو ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر زبان چلنے پر اس کے ماں باپ یہودیت یا نصرانیت کی تعلیم دینے لگتے ہیں۔ اس کے راوی حضرت حسن فرماتے ہیں اسی کا ذکر اس آیت میں ہے کہ اللہ نے اولاد آدم سے اپنی توحید کا اقرار لیا ہے۔ (ابن جریر)

اس اقرار کے بارے میں کئی ایک حدیثیں مروی ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ قیامت کے دن دوزخی سے کہا جائے گا اگر تمام دنیا تیری ہو تو کیا تو خوش ہے کہ اسے اپنے فدیئے میں دے کر میرے عذابوں سے آج بچ جائے؟ وہ کہے گا ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تو اس سے بہت ہی ہلکے درجے کی چیز تجھ سے طلب کی تھی اور اس کا وعدہ بھی تجھ سے لے لیا تھا کہ میرے سوا تو کسی اور کی عبادت نہ کرے لیکن تو عہد توڑے بغیر نہ رہا اور دوسرے کو میرا شریک عبادت ٹھہرایا۔ مسند میں ہے نعمان نامی میدان میں اللہ تعالیٰ

نے پشت آدم میں سے عرفے کے دن ان کی تمام اولاد ظاہر فرمائی سب کو اس کے سامنے پھیلا دیا اور فرمایا کہ میں تم سب کا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا ہاں ہم گواہ ہیں پھر آپ نے مبطلون تک تلاوت فرمائی۔ یہ روایت موقوف ابن عباس سے بھی مروی ہے واللہ اعلم۔ اس وقت لوگ چیونٹیوں کی طرح تھے اور تر زمین پر تھے۔ حضرت ضحاک بن مزاحم کے چھ دن کی عمر کے صاحبزادے کا انتقال ہو گیا تو آپ نے فرمایا جابر اسے دفن کر کے اس کا منہ کفن سے کھول دینا اور گرہ بھی کھول دینا کیونکہ میرا یہ بچہ بٹھا دیا جائے گا اور اس سے سوال کیا جائے گا جابر نے حکم کی بجا آوری کی، پھر میں نے پوچھا کہ آپ کے بچے سے کیا سوال ہوگا اور کون سوال کرے گا؟ فرمایا اس میثاق کے بارے میں جو صلب آدم میں لیا گیا ہے سوال کیا جائے گا۔ میں نے پوچھا وہ میثاق کیا ہے؟ فرمایا میں نے حضرت ابن عباس سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو جتنے انسان قیامت تک پیدا ہونے والے ہیں سب کی روحیں آ گئیں اللہ نے ان سے عہد و پیمان لیا کہ وہ اسی کی عبادت کریں گے اس کے سوا کسی اور کو معبود نہیں مانیں گے خود ان کے رزق کا کفیل بنا پھر انہیں صلب آدم میں لوٹا دیا۔ پس یہ سب قیامت سے پہلے ہی پہلے پیدا ہوں گے۔ جس نے اس وعدے کو پورا کیا اور اپنی زندگی میں اس پر قائم رہا اسے وہ وعدہ نفع دے گا اور جس نے اپنی زندگی میں اس کی خلاف ورزی کی اسے پہلے کا وعدہ کچھ فائدہ نہ دے گا۔ بچپن میں ہی جو مر گیا وہ میثاق اول پر اور فطرت پر مرا۔

ان آثار سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اوپر والی حدیث کا موقوف ہونا ہی اکثر اور زیادہ ثبوت والا ہے۔ ابن جریر کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بنی آدم کی پیٹھ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی نسلیں ایسی نکالیں جیسے کنگھی بالوں میں سے نکلتی ہے ان سے اپنی ربوبیت کا سوال کیا انہوں نے اقرار کیا فرشتوں نے شہادت دی اس لئے کہ یہ لوگ قیامت کے دن اس سے غفلت کا بہانہ نہ کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا یہی سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تھا تو آپ نے میرے سنتے ہوئے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم کو پیدا کیا اپنے داہنے ہاتھ سے ان کی پیٹھ کو چھوا اس سے اولاد نکلی فرمایا میں نے انہیں جنہم کیلئے پیدا کیا ہے یہ جہنمیوں کے اعمال کریں گے تو آپ سے سوال ہوا کہ پھر عمل کس گنتی میں ہیں؟ آپ نے فرمایا جو جنتی ہے اس سے مرتے دم تک جنتیوں کے ہی اعمال سرزد ہوں گے اور جنت میں جائیں گے ہاں جو جہنم کیلئے پیدا کیا گیا ہے اس سے وہی اعمال سرزد ہوں گے انہی پر مرے گا اور جہنم میں داخل ہوگا۔ (ابوداؤد)

اور حدیث میں ہے کہ اولاد آدم کو نکال کر ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور رکھ کر حضرت آدم کے سامنے پیش کیا حضرت نے پوچھا کہ یا اللہ یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ تیری اولاد ہے ان میں سے ایک کے ماتھے کی چمک کو حضرت آدم کے سامنے پیش کیا حضرت نے پوچھا کہ یا اللہ یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ تیری اولاد میں سے بہت دور جا کر ہیں ان کا نام داؤد ہے پوچھا ان کی عمر کیا ہے؟ فرمایا ساٹھ سال کہا یا اللہ چالیس سال میری عمر میں سے ان کی عمر میں زیادہ کر پس جب حضرت آدم کی روح کو قبض کرنے کیلئے فرشتہ آیا تو آپ نے فرمایا میری عمر میں سے تو ابھی چالیس سال باقی ہیں، فرشتے نے کہا آپ کو یاد نہیں کہ آپ نے یہ چالیس سال اپنے بچے حضرت داؤد کو ہبہ کر دیئے ہیں۔ بات یہ ہے چونکہ آدم نے انکار کیا تو ان کی اولاد بھی انکار کی عادی ہے آدم خود بھول

گئے ان کی اولاد بھی بھولتی ہے آدم نے خطا کی ان کی اولاد بھی خطا کرتی ہے، یہ حدیث ترمذی میں ہے امام ترمذی اسے حسن صحیح لکھتے ہیں اور روایت میں ہے کہ جب آدم (علیہ السلام) نے دیکھا کہ کوئی ان میں جذامی ہے کوئی کوڑھی ہے کوئی اندھا ہے کوئی بیمار ہے تو پوچھا کہ یا اللہ اس میں کیا مصلحت ہے؟ فرمایا یہ کہ میرا شکر یہ کیا جائے۔ حضرت آدم (علیہ السلام) نے پوچھا کہ یا اللہ ان میں یہ زیادہ روشن اور نورانی چہروں والے کون ہیں؟ فرمایا یہ انبیاء ہیں۔ کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں یہ ہمارا ذاتی عمل ہے یا کہ فیصل شدہ ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم کی اولاد کو ان کی پیٹھوں سے نکالا انہیں گواہ بنایا پھر اپنی دونوں مٹھیوں میں لے لیا اور فرمایا یہ جنتی ہیں اور یہ جہنمی۔ پس اہل جنت پر تو نیک کام آسان ہوتے ہیں اور دوزخیوں پر برے کام آسان ہوتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور قضیہ ختم کیا تو جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ملنے والا ہے انہیں اپنی داہنی مٹھی میں لیا اور بائیں والوں کو بائیں مٹھی میں لیا پھر فرمایا اے دائیں طرف والو انہوں نے کہا لبیک وسعدیک فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا ہاں پھر سب کو ملا دیا کسی نے پوچھا یہ کیوں کیا؟ فرمایا اس لئے کہ ان کے لئے اور اعمال ہیں جنہیں یہ کرنے والے ہیں یہ تو صرف اس لئے کہلوایا گیا ہے کہ انہیں یہ عذر نہ رہے کہ ہم اس سے غافل تھے۔ پھر سب کو صلب آدم میں لوٹا دیا۔ حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں اس میدان میں اس دن سب کو جمع کیا، صورتیں دیں، بولنے کی طاقت دی، پھر عہد و میثاق لیا اور اپنے رب ہونے پر خود انہیں گواہ بنایا اور ساتوں آسمانوں، ساتوں زمینوں اور حضرت آدم کو گواہ بنایا کہ قیامت کے دن کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں علم نہ تھا جان لو کہ میرے سوا کوئی اور معبود نہیں نہ میرے سوا کوئی اور مربی ہے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا میں اپنے رسولوں کو بھیجوں گا جو تمہیں یہ وعدہ یاد دلائیں گے میں اپنی کتابیں اتاروں گا تا کہ تمہیں یہ عہد و میثاق یاد دلاتی رہیں سب نے جواب میں کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ہی ہمارا رب ہے تو ہی ہمارا معبود ہے تیرے سوا ہمارا کوئی مربی نہیں۔

پس سب سے اطاعت کا وعدہ لیا اب جو حضرت آدم (علیہ السلام) نے نظر اٹھا کر دیکھا تو امیر غریب اور اس کے سوا مختلف قسم کے لوگوں پر نظر پڑی تو آپ کہنے لگے کیا اچھا ہوتا کہ سب برابر ایک ہی حالت کے ہوتے تو جواب ملا کہ یہ اس لئے ہے کہ ہر شخص میری شکر گزاری کرے۔ آپ نے دیکھا کہ ان میں اللہ کے پیغمبر بھی ہیں ان سے پھر علیحدہ ایک اور میثاق لیا گیا جس کا بیان آیت وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا (الاحزاب:7)، میں ہے۔ اسی عام میثاق کا بیان آیت (فطرۃ اللہ) میں ہے اسی لئے فرمان ہے آیت (ھذا نذیر من النذر الاولی) اسی کا بیان اس آیت میں ہے (وما وجدنا لاکثرھم من عھد) (مسند احمد)

حضرت مجاہد، حضرت عکرمہ، حضرت سعید بن جبیر، حضرت حسن، حضرت قتادہ، حضرت سدی اور بہت سے سلف سے ان احادیث کے مطابق اقوال مروی ہیں جن سب کے وارد کرنے سے بہت طول ہو جائے گا ماحصل سب کا یہی ہے جو ہم نے بیان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو آپ کی پیٹھ سے نکالا جنتی دوزخی الگ الگ کئے اور وہیں ان کو اپنے رب ہونے پر گواہ کر لیا یہ جن دو احادیث میں ہے وہ دونوں مرفوع نہیں بلکہ موقوف ہیں اسی لئے سلف و خلف میں اس بات کے قائل گذرے ہیں کہ اس سے مراد

فطرت پر پیدا کرنے ہے جیسے کہ مرفوع اور صحیح احادیث میں وارد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آیت (من بنی آدم) فرمایا اور آیت (من ظہورھم) کہا ورنہ من آدم اور من ظہرہ ہوتا۔ ان کی نسلیں اس روز نکالی گئیں جو کہ یکے بعد دیگرے مختلف قرنوں میں ہونے والی تھیں۔ جیسے فرمان ہے آیت ﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (الانعام:165) اللہ ہی نے تمہیں زمین میں دوسروں کا جانشین کیا ہے اور جگہ ہے وہی تمہیں زمین کے خلیفہ بنا رہا ہے اور آیت میں ہے جیسے تمہیں دوسرے لوگوں کی اولاد میں کیا۔ الغرض حال وقال سے سب نے اللہ کے رب ہونے کا اقرار کیا۔ شہادت قولی ہوتی ہے جیسے آیت (شھدنا علی انفسانا) میں اور شہادت کبھی حال سے ہوتی ہے جیسے آیت ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ أُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ﴾ (التوبہ:17) میں یعنی ان کا حال ان کے کفر کی کھلی اور کافی شہادت ہے اس طرح کی آیت (وانہ علی ذالک لشھید) ہے۔ اسی طرح سوال بھی کبھی زبان سے ہوتا ہے کبھی حال سے۔ جیسے فرمان ہے: ﴿وَآتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ﴾ (ابراہیم:34) اس نیت میں تمہارے کا منہ مانگا دیا۔ کہتی ہیں کہ اس بات پر یہ دلیل بھی ہے کہ ان کے شرک کرنے پر یہ حجت ان کے خلاف پیش کی۔ پس اگر یہ واقع میں ہوا ہوتا جیسا کہ ایک قول ہے تو چاہیے تھا کہ ہر ایک کو یاد ہوتا تا کہ اس پر حجت رہے۔

اگر اس کا جواب یہ ہو کہ فرمان رسول سے خبر پالینا کافی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو رسولوں کو ہی نہیں مانتے وہ رسولوں کی دی ہوئی خبروں کو کب صحیح جانتے ہیں؟

حالانکہ قرآن کریم نے رسولوں کی تکذیب کے علاوہ خود اس شہادت کو مستقل دلیل ٹھہرایا ہے پس اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد فطرت ربانی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے اور وہ فطرت توحید باری تعالیٰ ہے۔ اسی لئے فرماتا ہے کہ یہ اس لئے کہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ ہم توحید سے غافل تھے اور یہ بھی نہ کہہ سکو کہ شرک تو ہمارے اگلے باپ دادوں نے کیا تھا ان کے اس ایجاد کردہ گناہ پر ہمیں سزا کیوں؟ پھر تفصیل وار آیات کے بیان فرمانے کا راز ظاہر کیا کہ اس کو سن کر برائیوں سے باز آ جانا ممکن ہو جاتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ اعراف، بیروت)

امام ابوعبداللہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اس میں چھ مسائل ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱:

قول تعالیٰ: آیت: واذا اخذ ربک یعنی تم انہیں یاد دلاؤ اس کے باوجود کہ معاہدوں کا ذکر ان کی کتابوں میں پہلے گزر چکا ہے وہ میثاق جو میں نے بندوں سے اس دن لیا جس دن حضرت آدم (علیہ السلام) کی پشت سے اولاد کو نکالا۔ یہ ایک مشکل آیت ہے اور علماء نے اس کی تاویل اور اس کے احکام کے بارے کافی گفتگو کی ہے، جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے ہم حسب توفیق اسے ذکر کریں گے۔ پس ایک گروہ نے کہا ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض بنی آدم کی پشتوں سے بعض کو نکالا۔ انہوں نے کہا: آیت: اشھدھم علی انفسھم الست بربکم کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کے ساتھ انہیں اپنی توحید پر دلیل

بنایا، کیونکہ ہر بالغ بالضرور یہ جانتا ہے کہ اس کا رب واحد ویکتا ہے۔ آیت: الست بربکم یعنی فرمایا: (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں!) پس یہ ان پر گواہ بنانے کے لیے قائم مقام اوران کی طرف سے اقرار ہوگیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کے بارے میں فرمایا: آیت: قالتا اتینا طائعین (فصلت) (دونوں نے عرض کی ہم خوشی خوشی (دست بستہ) حاضر ہیں) قفال اوراطیب نے یہی موقف اختیار کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جسموں کو پیدا کرنے سے پہلے ارواح کو نکالا۔ اوران میں معرفت رکھ دی جس کے سبب انہوں نے اس خطاب کو جان لیا جو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: حدیث طیبہ میں حضور نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونوں قولوں کے سوا اور مروی ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کی پشت سے جسموں کو نکالا جن میں روحیں تھیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے پوچھا گیا آیت: واذ اخذ ربك من بنی ادم من ظهورهم ذريتهم واشهدهم على انفسهم الست بربكم قالوا بلى شهدنا ان تقولوا يوم القيمة انا كنا عن هذا غفلين تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے پوچھا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو تخلیق فرمایا (ا) پھر اپنے دست قدرت کے ساتھ ان کی پشت کو مس کیا اوراس سے اولاد نکالی اور فرمایا میں نے انہیں جنت کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ اہل جنت کے اعمال کریں گے پھر آپ کی پشت کو مس کیا اوراس سے اولاد نکالی اور فرمایا میں نے انہیں جہنم کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ اہل نار کے اعمال کریں گے۔ تو ایک آدمی نے عرض کی: تو پھر عمل کس لیے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو جنت کے لیے پیدا فرماتا ہے تو وہ اس سے اہل جنت کے اعمال کی طرح عمل کراتا ہے یہاں تک کہ وہ اہل جنت کے اعمال کی مثل عمل کرتے ہوئے فوت ہو جاتا ہے پس وہ اسے جنت میں داخل فرمادے گا اور جب کسی بندے کو جہنم کے لیے پیدا کرتا ہے تو اس سے اہل جہنم کے اعمال کی مثل عمل کراتا ہے یہاں تک کہ وہ اہل جہنم کے اعمال میں سے کوئی عمل کرتے ہوئے مرجاتا ہے پس اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل فرمادے گا۔

ابو عمر نے کہا ہے: یہ حدیث منقطع الاسناد ہے، کیونکہ مسلم بن یسار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں کی۔ اوراس میں یحییٰ بن معین نے کہا ہے: مسلم بن یسار معروف نہیں، ان کے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان نعیم بن ربیعہ ہیں، اسے نسائی نے ذکر کیا ہے، اور نعیم علمی اعتبار سے غیر معروف ہے، لیکن اس حدیث کا معنی کئی وجوہ سے حضور نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ہے جو ثابت بھی ہیں اور زیادہ بھی ہیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور دیگر سے مروی ہیں۔ (جامع ترمذی کتاب القدر عن رسول اللہ، رقم الحدیث، ۲۰۶۱، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)۔

ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے اوراسے صحیح بھی قرار دیا ہے انہوں نے بیان کیا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو تخلیق فرمایا تو ان کی پشت کو مس کیا تو ان کی پشت سے ہر وہ روح گری جسے قیامت تک ان کی اولاد میں سے پیدا ہونا تھا اوران میں سے ہر آدمی کی دونوں آنکھوں کے درمیان

نور کی چمک رکھ دی اور پھر انہیں آدم (علیہ السلام) پر پیش فرمایا تو انہوں نے پوچھا: اے میرے رب! یہ کون ہیں؟ رب کریم نے فرمایا: یہ تمہاری اولاد ہے، پس آپ نے ان میں سے ایک آدمی کو دیکھا تو اس کی آنکھوں کے درمیان پائی جانے والی چمک نے انہیں متعجب کر دیا۔ تو انہوں نے پوچھا: اے میرے رب! یہ کون ہے؟ تو رب کریم نے فرمایا: یہ تمہاری اولاد میں سے آخری امتوں میں سے ایک فرد ہے، اسے داود کہا جائے گا، تو آپ نے عرض کی: اے میرے پروردگار! تو نے اس کی عمر کتنی بنائی ہے؟ رب کریم نے فرمایا: ساٹھ برس۔ تو انہوں نے عرض کی اے میرے پروردگا! اس کی عمر میں میری عمر میں سے چالیس سال کا اضافہ کر دے پس جب حضرت آدم (علیہ السلام) کی عمر گزر چکی تو حضرت ملک الموت (علیہ السلام) ان کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: کیا ابھی میری عمر میں چالیس برس باقی نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: کیا آپ نے وہ اپنے بیٹے حضرت داود (علیہ السلام) کو نہیں دے دیئے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت آدم (علیہ السلام) نے انکار کر دیا۔ پس آپ کی اولاد نے بھی انکار کر دیا۔ حضرت آدم (علیہ اسلام) بھولے تو آپ کی اولاد بھی بھولنے لگی۔ (جامع ترمذی کتاب القدر عن رسول اللہ، سورۃ التوبۃ، رقم الحدیث ۳۰۰۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)۔

اور ترمذی کے علاوہ میں ہے، پس اس وقت اللہ تعالیٰ نے کتاب اور گواہوں کو حکم فرمایا۔ ایک روایت میں ہی پس آپ نے ان میں ضعیف، غنی، فقیر (ذلیل) بیماری اور تکلیف میں مبتلا اور صحت مند کو دیکھا، تو آدم (علیہ السلام) نے پوچھا: اے میرے پروردگار! یہ کیا ہے؟ تو نے ان کے درمیان مساوات قائم نہیں فرمائی؟ تو رب کریم نے فرمایا: میں نے چاہا کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: انہیں آپ کی پشت سے نکالا گیا جیسے کنگھی سر سے نکالی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی چیونٹی کی طرح عقل عطا فرما دی اور ان سے وعدہ لیا اس بارے میں کہ وہ ان کا رب ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس انہوں نے اس کا اقرار کیا اور اسے لازم پکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ وہ عنقریب ان کی طرف انبیاء ورسل علیہم الصلوات والتسلیم مبعوث فرمائے گا، پس ان میں سے بعض بعض پر گواہ ہو گئے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان پر سات آسمانوں کو شاہد بنایا، پس اب قیامت تک جو بھی پیدا ہوگا اس سے وہ عہد لے لیا گیا ہے۔ اس جگہ اور مقام کے بارے اختلاف ہے جس میں اس وقت یہ میثاق لیا گیا اس بارے میں چار اقوال ہیں:

پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ جگہ بطن نعمان ہے، یہ عرفات کے پہلو میں ایک وادی ہے۔ یحییٰ بن سلام نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے تحت فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو ہند میں اتارا، پھر آپ کی پشت کو مس کیا اور اس سے ہر روح کو نکالا جسے یوم قیامت تک پیدا کرنا تھا، پھر فرمایا: آیت: **الست بربکم قالوا بلی شھدنا** یحییٰ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن نے کہا ہے: پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت آدم (علیہ السلام) کی صلب میں لوٹا دیا۔

اور کلبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: وہ جگہ مکہ اور طائف کے درمیان ہے۔ اور سدی نے کہا ہے: وہ آسمان دنیا میں ہے جب اللہ

تعالٰی نے آپ کو جنت سے اس کی طرف اتارا تو آپ کی پشت کو مس کیا تو آپ کی پشت کی دائیں جانب سے موتیوں کی شکل سفید اولاد کو نکالا اور انہیں فرمایا: تم میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جاو۔ اور آپ کی پشت کی بائیں جانب سے سیاہ رنگ کی اولاد کو نکالا اور ان کے لیے فرمایا: تم جہنم میں داخل ہو جاو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔

ابن جریج نے کہا ہے: ہر نفس جو جنت کے لیے پیدا کیا گیا وہ سفید رنگ میں نکلا اور ہر نفس جو جہنم کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ سیاہ رنگ میں نکلا۔

مسئلہ نمبر ۲

علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اگر یہ کہا جائے اس کا مخلوق کو عذاب دینا کیسے جائز ہو سکتا ہے (احکام القرآن لابن العربی، جلد ۲، صفحہ ۸۰۱) حالانکہ انہوں نے گناہ نہیں کیے، یا وہ انہیں اس پر سزا دے جس کا اس نے ان سے ارادہ کیا ہے اور ان پر وہ لکھ دیا اور اس کی طرف انہیں چلایا ہے؟ تو ہم کہیں گے: یہ کہاں سے ممتنع ہے، کیا عقلاً یا شرعاً؟ پس اگر کہا جائے: کیونکہ ہم میں سے رحیم و حکیم کا اس طرح کرنا جائز نہیں ہوتا، تو ہم کہیں گے: اس لیے کہ اس سے اوپر تو ایک امر (حکم دینے والا) ہوتا ہے جو اسے حکم دیتا ہے اور منع کرنے والا ہوتا ہے جو اسے منع کرتا ہے، روکتا ہے۔ اور ہمارا رب تعالٰی وہ ہے کہ اس سے اس کے بارے نہیں پوچھا جا سکتا جو وہ کرتا ہے اور ان لوگوں سے پوچھا جا سکتا ہے اور یہ جائز نہیں ہے کہ مخلوق کو خالق پر قیاس کیا جائے اور بندوں کے افعال کو معبود کے افعال پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔

فی الحقیقت تمام کے تمام افعال اللہ تعالٰی عزوجل کے لیے ہیں اور مخلوق ساری کی ساری اسی کی ہے، وہ ان میں تصرف کرتا ہے جیسے چاہے اور ان کے درمیان اسی کے بارے فیصلہ کر سکتا ہے جس کا وہ ارادہ کرے۔ اور یہی وہ شے ہے جسے آدمی پاتا ہے کہ فطری نرمی، جنسی شفقت اور ثناو مدح کی محبت اس پر ابھارتی اور برانگیختہ کرتی ہے، ہر اس شے کے لیے جس میں اسے نفع کی توقع ہوتی ہے۔ اور رب کریم کی ذات ان تمام سے پاک ہے، لہٰذا اس میں اس کا اعتبار کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر ۳۔

اس آیت کے بارے اختلاف ہے، کیا یہ خاص ہے یا عام؟ بعض نے کہا ہے: یہ آیت کاص ہے، کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: آیت: من بنی ادم من ظهورهم پس اس سے یہ ثابت ہوا ہے کہ اولاد آدم میں سے جو ہے وہ آپ کی صلب سے نکلا ہے، اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: آیت: او تقولوا انما اشرك اباؤنا من قبل پس اس سے یہ نکلا کہ ہر وہ جو آپ کے آباء نہ تھے وہ مشرک تھے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت انکے بارے میں مخصوص ہے جن سے انبیاء علیہم السلام کی زبانوں پر عہد لیا گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے: بلکہ یہ تمام لوگوں کے لیے عام ہے، کیونکہ ہر کوئی جانتا ہے کہ وہ بچہ تھا پس اسے غذا دی گئی اور اس کی تربیت کی گئی اور بلاشبہ اس کا مدبر (تدبیر کرنے والا) اور خالق ہے۔ اور یہی معنی آیت: واشهدهم على انفسهم کا ہے۔ اور قالوا بلى کا معنی ہے بلاشبہ یہ ان پر واجب ہے۔ پس جب مخلوق نے اللہ تبارک وتعالٰی کا اعتراف کر لیا کہ وہ رب ہے پھر وہ اس سے غافل ہو گئے تو اللہ

تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے سبب انہیں یاد دلایا اور اس تذکیر کو اپنے منتخب اور اصفیاء میں سے افضل ترین کے ساتھ ختم کیا تا کہ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے حجت اور دلیل قائم ہو جائے پس اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: آیت: فذکر انما انت مذکر لست علیھم بمصیطر (الغاشیہ) پس آپ انہیں سمجھاتے رہا کریں، آپ کا کام تو سمجھانا ہی ہے۔ آپ ان کو جبر سے منوانے والے تو نہیں ہیں) پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو جبر کرنے کی قدرت بھی عطا فرمائی اور آپ کو سلطنت اور قوت عطا فرمائی اور آپ کے لیے آپ کے دین کو زمین میں غالب کر دیا۔ طرطوشی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: بے شک یہ عہد ہر بشر کو لازم ہے اگر چہ وہ اسے اس دنیا میں نہ یاد کرتے ہوں، جیسا کہ اس کی طلاق لازم ہو جاتی ہے جس پر اس کی شہادت دے دی جائے حالانکہ وہ اسے بھول چکا ہو۔

مسئلہ نمبر ۴۔

اس آیت سے استدلال کیا ہے جنہوں نے کہا ہے: بے شک وہ جو صغر سنی میں ہی فوت ہو گیا تو وہ اپنے میثاق اول کے اقرار کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگا اور جو سن بلوغت کو پہنچ گیا تو میثاق اول اس کے لیے نفع مند نہیں۔ یہ کہنے والا یہ بھی کہتا ہے کہ مشرکین کے بچے جنت میں ہوں گے اور اس بارے میں صحیح ہے۔ البتہ اس مسئلہ میں آثار مختلف ہونے کی وجہ سے اختلاف ہے اور صحیح وہی ہے جو ہم نے ذکر کر دیا ہے۔ اس بارے میں گفتگو سورۃ الروم میں آئے گی ان شاء اللہ اور ہم نے اس کا ذکر کتاب التذکرہ میں بھی کیا ہے۔ والحمد للہ

مسئلہ نمبر ۵۔

قولہ تعالیٰ: آیت: من ظھورھم یہ قول باری تعالیٰ آیت: من بنی ادم سے بدل اشتمال ہے۔ اور آیت کے الفاظ یہ تقاضا کرتے ہیں کہ یہ عہد اولاد آدم سے لیا گیا ہے ملفظ کے اعتبار سے آیت میں حضرت آدم (علیہ السلام) کا ذکر نہیں ہے اس پر الفاظ کی توجیہ ہے: آیت: واذ اخذ ربك من بنی ادم من ظھورھم ذریتھم (اور جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا) ظہر آدم کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ یہ تو معلوم ہے کہ وہ سب کے سب آپ کی اولاد ہیں اور یہ کہ انہیں میثاق کے دن آپ کی پشت سے نکالا گیا۔ پس وہ اپنے ارشاد آیت: من بنی ادم کے سبب آپ کے ذکر سے مستغنی ہو گیا۔

ذریتھم کوفیوں اور ابن کثیر نے اسے واحد اور تا کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ واحد اور جمع دونوں کے لیے آتا ہے (جیسے) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: آیت: ھب لی من لدنك ذریۃ طیبۃ (آل عمران: ۳۸) یہ واحد کے لیے ہے، کیونکہ انہوں نے بچہ عطا کرنے کی التجا کی تو آپ کو یحییٰ (علیہ السلام) کی بشارت دی گئی اور قراء نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد آیت: من ذریۃ ادم (مریم: ۵۸) میں اس کے واحد ہونے پر اجماع کیا ہے اور ذریت آدم سے زیادہ اور کوئی شے نہیں۔ اور فرمایا: آیت: و کنا ذریۃ من بعدھم یہ جمع کے لیے ہے۔ اور باقیوں نے ذریاتھم صیغہ جمع کے ساتھ قراءت کی ہے، کیونکہ ذریت کا لفظ جب واحد کے لیے واقع ہوتا ہے تو یہ ایسے لفظ کے ساتھ آتا ہے جو واحد کے لیے واقع نہیں ہوتا تو یہ جمع ہوتا ہے، کیونکہ کلمہ اپنے معنی مقصود کے لیے خاص ہوتا ہے اور اس (معنی) میں کوئی شے شریک نہیں ہوتی اور وہ معنی جمع ہے، کیونکہ بنی آدم کی پشتوں سے کثیر تعداد میں مناسب

اولادوں کو ایک دوسرے کے پیچھے نکالا گیا، ان کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پس جمع اس معنی کے لیے ہے۔

مسئلہ نمبر ٦

قولہ تعالیٰ: بلی اس کے بارے میں گفتگو سورۃ البقرہ میں ارشاد گرامی: آیت: بلی من کسب سیئة (البقرہ:۸۱) کے تحت مکمل طور پر گزر چکی ہے، پس وہیں غور کر لو او تقولوا۔

او تقولوا ابو عمر نے دونوں مقام میں یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ انہوں نے ان دونوں کو اس سے قبل غیب منکرر کے لفظ پر لوٹایا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: آیت: من بنی ادم من ظهورهم ذريتهم واشهدهم على انفسهم اور قول باری تعالیٰ: قالوا بلی بھی لفظ غیب ہے۔

اور اسی طرح آیت: و كنا ذرية من بعدهم بھی ہے ولعلهم پس اسے اپنے ماقبل اور اپنے مابعد پر لفظ غیب کے ساتھ محمول کیا ہے۔ اور باقیوں نے دونوں میں تا پڑھی ہے۔ انہوں نے اسے سابقہ لفظ خطاب پر راجع کیا ہے جو اس قول باری تعالیٰ میں ہے: آیت: الست بربكم قالوا بلی اور شهدنا ملائکہ کے قول میں سے ہوگا۔ (یعنی) جب انہوں نے کہا ہے: بلی (تو) ملائکہ نے کہا: شهدنا ان تقولوا او تقولوا یعنی تا کہ تم نہ کہو۔ اور بعض نے کہا ہے: اس کا معنی ہے کہ جب انہوں نے بلی کہا، تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کر لیا، اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو فرمایا: تم گواہ ہو جاؤ (تو) انہوں نے کہا: ہم تمہارے اقرار پر گواہ ہیں تا کہ تم نہ کہو یا کہو۔ یہ حضرت مجاہد، ضحاک اور سدی رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے۔

اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ قول باری تعالیٰ شهدنا یہ بنی آدم کے قول میں سے ہے اور اس کا معنی ہے: ہم شہادت دیتے ہیں کہ تو ہمارا رب اور ہمارا معبود ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر گواہ بنایا، پس اس کے مطابق یہ ہوگا انہوں نے کہا ہاں (کیوں نہیں) ہم بعض بعض پر گواہ ہیں۔

جب یہ ملائکہ کے قول میں سے ہو تو پھر وقف بلی پر کیا جائے گا اور اس پر وقف اچھا نہیں ہوگا جب یہ بنی آدم کے قول میں سے ہو کیونکہ ان، بلی سے ماقبل کے متعلق ہے۔ اور وہ یہ قول باری تعالیٰ ہے: آیت: واشهدهم على انفسهم (اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نفسوں پر گواہ بنا دیا) تا کہ وہ نہ کہیں۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولادوں کو اس طرح نکالا جیسے سر سے کنگھی نکال لی جاتی ہے (جامع ترمذی، کتاب التفسیر، جلد ۲، صفحہ ۱۳۳) اور ان سے فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا: بے شک تو ہی ہمارا رب ہے (تو) ملائکہ نے کہا ہے: ہم تمہارے اس قول پر گواہ ہیں۔ یعنی ہم تم پر ربوبیت کا اقرار کرنے پر گواہ ہیں تا کہ تم یہ نہ کہو۔ پس یہ (مفہوم) تا پر دلالت کرتا ہے۔ مکی نے کہا ہے: معنی کے صحیح ہونے کی وجہ سے یہی پسندیدہ ہے اور اس لیے بھی کہ جمہور کا نظریہ یہی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قول باری تعالیٰ آیت: شهدنا اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کے قول میں سے ہے۔ اور معنی یہ ہے: پس ہم تمہارے اقرار پر گواہ ہیں۔ یہ ابو مالک نے کہا ہے۔ اور سدی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مروی ہے۔ آیت: و كنا ذرية من بعدهم یعنی ہم نے ان کی اقتدار

کی۔ آیت: افتھلکنا بما فعل المبطلون یعنی معنی یہ ہے کہ تو یہ نہیں کرے گے (کہ تو ہمیں اس شرک کی وجہ سے ہلاک کر دے جو باطل پرستوں نے کیا) اور توحید (کے معاملہ) میں تقلید کرنے والوں کے لیے کوئی عذر نہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ اعراف، بیروت)

4704- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ جُعْثُمٍ الْقُرَشِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِهٰذَا الْحَدِيثِ وَحَدِيثُ مَالِكٍ أَتَمُّ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' نعیم بن ربیعہ کہتے ہیں: میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول حدیث زیادہ مکمل ہے۔

4705- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَقَبَةَ بْنِ مَصْقَلَةَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغُلَامُ الَّذِي قَتَلَهُ الْخَضِرُ طُبِعَ كَافِرًا وَلَوْ عَاشَ لَأَرْهَقَ أَبَوَيْهِ طُغْيَانًا وَكُفْرًا

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: وہ لڑکا جسے حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا اس کی تقدیر میں کافر ہونا لکھا تھا اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو سرکشی اور کفر کی طرف کھینچ لیتا۔

4706- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ عَنْ إِسْرَائِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي قَوْلِهِ (وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ) وَكَانَ طُبِعَ يَوْمَ طُبِعَ كَافِرًا

✧✧ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے'

''اور جہاں تک لڑکے کا تعلق ہے اس کے ماں باپ مومن تھے''۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) اسے فطری طور پر کافر پیدا کیا گیا تھا۔

4707- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبْصَرَ الْخَضِرُ غُلَامًا

4707- إسناده صحيح، عمرو: هو ابن دينار. وأخرجه مطولاً البخاري (122) و (3401) و (4725) و (4726) و (4727)، ومسلم (2380) (170)، والترمذي (3416)، والنسائي في "الكبرى" (11245) من طرق عن سفيان بن عيينة، بهذا الإسناد. وأخرجه مطولاً البخاري (4726) من طريق يعلى بن مسلم، عن سعيد بن جبير، به.

يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَتَنَاوَلَ رَأْسَهُ فَقَلَعَهُ فَقَالَ مُوسٰى (أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً) الْآيَةَ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے مجھے یہ بات بتائی ہے: حضرت خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو دیکھا جو دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ انہوں نے اس کا سر پکڑا اور اس کو جسم سے الگ کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام! نے کہا: "کیا آپ نے ایک پاک جان کو قتل کر دیا ہے۔"

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ جب ان کی ملاقات ایک لڑکے سے ہوئی پس اس (خضر) نے اس لڑکے کو قتل کر دیا (موسیٰ نے) کہا کیا آپ نے ایک بے قصور شخص کو بغیر کسی شخص کے بدلہ کے قتل کر دیا آپ نے یہ بہت معیوب کام کیا ہے۔ (الکھف:74)

حضرت خضر نے جس لڑکے کو قتل کیا تھا وہ بالغ تھا یا نابالغ اور اس کے قتل کی کیفیت

سعید نے کہا وہ لڑکا لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، وہ کافر تھا۔ حضرت خضر نے اس کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا پھر اس کو چھری سے ذبح کر دیا، وہ لڑکا ابھی بالغ نہیں ہوا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:4725 صحیح مسلم رقم الحدیث:2380)

امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ وہ دونوں کشتی سے اترے جس وقت دونوں سمندر کے کنارے کنارے جا رہے تھے تو حضرت خضر نے دیکھا کہ ایک لڑکا لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ حضرت خضر نے اس کے سر کو اپنے ہاتھ سے پکڑا اور اپنے ہاتھ سے اس کی گردن اکھاڑ کر اس کو قتل کر ڈالا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث:3149)

بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ لڑکا بالغ تھا اور وہ دو بستیوں کے درمیان ڈاکے ڈالتا تھا اور اس کا باپ ان میں سے ایک بستی کا رئیس تھا اور اس کی ماں دوسری بستی کی رئیسہ تھی۔ حضرت خضر نے اس کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا اور اس کا سر دھڑ سے الگ کر دیا۔ کلبی نے کہا اس لڑکے کا نام شمعون تھا، ضحاک نے کہا اس کا نام حیسون تھا، سہیلی نے کہا اس کے باپ کا نام ازیر تھا اور اس کی ماں کا نام سھوی تھا۔ وھب نے کہا اس کے باپ کا نام سلاس تھا اور اس کی ماں کا نام رحمی تھا۔

جمہور نے کہا وہ نابالغ تھا اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ بے قصور شخص تھا۔ قرآن مجید میں اس کے لئے غلام کا لفظ ہے اور غلام کا معنی ہے لڑکا۔ کیونکہ عرب مردوں میں غلام اسی کو کہتے ہیں جو نابالغ ہو اور حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کشف سے معلوم ہو گیا تھا کہ اس کے دل پر کفر کی مہر لگ چکی ہے، اسی وجہ سے حدیث صحیح میں ہے اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو کفر میں مبتلا کر دیتا اور اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کے حکم کے بغیر نابالغ لڑکے کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ ابن جبیر نے یہ کہا کہ وہ لڑکا سن تکلیف کو پہنچ چکا تھا کیونکہ حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرات میں ہے، رہا لڑکا تو وہ کافر تھا اور اس کے ماں باپ مومن تھے اور کفر اور ایمان مکلفین بالغین کی صفات میں سے ہے اور غیر مکلف پر کافر یا مومن کا اطلاق اس کے ماں باپ کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج10 ص296، مطبوعہ دار الفکر بیروت، 1415ھ)

4708- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ الْمَعْنَى وَاحِدٌ وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ إِنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يُبْعَثُ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ فَيُكْتَبُ رِزْقُهُ وَأَجَلُهُ وَعَمَلُهُ ثُمَّ يُكْتَبُ شَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ أَوْ قِيدُ ذِرَاعٍ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ أَوْ قِيدُ ذِرَاعٍ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا

✧✧ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بات بتائی ہے' آپ سچے ہیں اور آپ کی تصدیق کی گئی ہے: تم میں سے کسی ایک شخص کے نطفے کو اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک رکھا جاتا ہے پھر وہ اتنے ہی عرصے تک جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے پھر وہ اتنے ہی عرصے تک گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جسے چار چیزوں کا حکم دیا جاتا ہے۔ وہ اس کے رزق، اس کی زندگی اور اس کے عمل کو لکھتا ہے پھر وہ یہ تحریر کرتا ہے کہ یہ بدبخت ہے یا نیک بخت ہے پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) تم میں سے کوئی ایک شخص اہل جنت کے سے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو تقدیر کا لکھا ہوا اس پر غالب آ جاتا ہے اور وہ اہل جہنم کا سا عمل کرتا رہتا ہے اور اس میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے کوئی شخص اہل جہنم کا سا عمل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو تقدیر کا لکھا ہوا غالب آ جاتا ہے اور وہ اہل جنت کا سا عمل کرتا ہے اور اس میں داخل ہو جاتا ہے۔

4709- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ قَالَ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعُلِمَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيمَ يَعْمَلُ الْعَامِلُونَ قَالَ كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ

✧✧ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا یہ طے ہو چکا ہے کہ اہل جہنم اور اہل جنت کون ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: جی ہاں! اس نے دریافت کیا: پھر عمل کرنے والے عمل کیوں کرتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ایک کے لئے وہ (کام) آسان ہو جاتا ہے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے۔

4710- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ دِينَارٍ عَنْ حَكِيمِ بْنِ شَرِيكٍ الْهُذَلِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَيْمُونٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ رَبِيعَةَ الْجُرَشِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُجَالِسُوا أَهْلَ

الْقَدَرِ وَلَا تُفَاتِحُوهُمْ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' منکرین تقدیر کے ساتھ نہ بیٹھو اور ان کے ساتھ تعلق نہ رکھو۔

بَابٌ فِي ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِينَ

باب: مشرکین کے بچوں کا حکم

4711- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ أَوْلَادِ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے جو انہوں نے عمل کرنا تھا۔

4712- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ ح و حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ وَكَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمَذْحِجِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ الْمَعْنَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ذَرَارِيُّ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ هُمْ مِنْ آبَائِهِمْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ بِلَا عَمَلٍ قَالَ اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ فَذَرَارِيُّ الْمُشْرِكِينَ قَالَ مِنْ آبَائِهِمْ قُلْتُ بِلَا عَمَلٍ قَالَ اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اہل ایمان کے بچوں (کا انجام کیا ہو گا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ ہوں گے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کسی عمل کے بغیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے جو انہوں نے عمل کرنا تھا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مشرکین کے بچوں کا کیا ہوگا؟ فرمایا: وہ اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ ہوں گے۔ میں نے عرض کی: کسی عمل کے بغیر؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے انہوں نے کیا عمل کرنا تھا۔

4713- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ مِنَ الْأَنْصَارِ يُصَلِّي عَلَيْهِ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ طُوبَى لِهَذَا لَمْ يَعْمَلْ شَرًّا وَلَمْ يَدْرِ بِهِ فَقَالَ أَوْ غَيْرُ ذَلِكَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللهَ خَلَقَ الْجَنَّةَ وَخَلَقَ لَهَا أَهْلًا وَخَلَقَهَا لَهُمْ وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ وَخَلَقَ النَّارَ وَخَلَقَ لَهَا أَهْلًا وَخَلَقَهَا لَهُمْ وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ

4711- إسناده صحيح. أبو عوانة: هو وضاح بن عبد الله اليشكري، وأبو بشر: هو جعفر بن إياس. وأخرجه البخاري (1383) و (6597)، والنسائي في "الكبرى" (2089) من طريق شعبة، والنسائي (2090) من طريق هشيم، كلاهما عن أبي بشر، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (2660) عن يحيى بن يحيى، عن أبي عوانة، به.

✧✧ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انصار کے ایک بچے کو لایا گیا تا کہ آپ اس کی نماز جنازہ ادا کریں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا کتنا خوش نصیب ہے کہ اس نے کوئی برائی نہیں کی اور اسے کسی برائی تک پہنچنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! کیا اس سے مختلف معاملہ نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کر دیا ہے اور اس کے لئے اس کے اہل کو بھی پیدا کر دیا ہے۔ اس نے اس جنت کو ان کے لئے (اس وقت) پیدا کیا ہے جبکہ وہ اس وقت اپنی آباؤ اجداد کی پشتوں میں تھے اور اس نے جہنم کو بھی پیدا کیا ہے اور اس کے اہل کو بھی پیدا کیا ہے۔ اس نے جہنم کو ان لوگوں کے لئے پیدا کیا ہے حالانکہ وہ اس وقت اپنی آباؤ اجداد کی پشتوں میں تھے۔

4714- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ كَمَا تَنَاتَجُ الْإِبِلُ مِنْ بَهِيمَةٍ جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّ مِنْ جَدْعَاءَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَرَأَيْتَ مَنْ يَمُوتُ وَهُوَ صَغِيرٌ قَالَ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے ماں باپ اسے یہودی یا عیسائی بنا دیتے ہیں جیسے ہر اونٹ کو اس کی ماں صحیح جنم دیتی ہے۔ کیا تم کو اس میں کوئی کان کٹا ہوا ملتا ہے۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو بچپن میں فوت ہو جائے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے جو وہ عمل کرتا۔

4715- قَالَ أَبُو دَاوُدَ قُرِئَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ وَأَنَا أَسْمَعُ أَخْبَرَكَ يُوسُفُ بْنُ عَمْرٍو أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا قِيلَ لَهُ إِنَّ أَهْلَ الْأَهْوَاءِ يَحْتَجُّونَ عَلَيْنَا بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ مَالِكٌ احْتَجَّ عَلَيْهِمْ بِآخِرِهِ قَالُوا أَرَأَيْتَ مَنْ يَمُوتُ وَهُوَ صَغِيرٌ قَالَ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت حارث بن مسکین کے سامنے پڑھی گئی میں اس وقت وہاں موجود تھا (اس کے بعد انہوں نے اس حدیث کی سند نقل کی ہے)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا بدمذہب لوگ اس حدیث کے ذریعے ہمارے خلاف دلیل پیش کرتے ہیں' تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم ان کے خلاف اس حدیث کے آخری حصے کو بطور دلیل پیش کرو (یعنی) پھر لوگوں نے دریافت کیا تھا جو شخص بچپن میں فوت ہو جائے۔ اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے جو وہ عمل کرتے۔

4716- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الْمِنْهَالِ قَالَ سَمِعْتُ حَمَّادَ بْنَ سَلَمَةَ يُفَسِّرُ حَدِيثَ كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ قَالَ هَذَا عِنْدَنَا حَيْثُ أَخَذَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْعَهْدَ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ حَيْثُ قَالَ

4714- إسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة، وأبو الزناد: هو عبد الله بن ذكوان، والأعرج: هو: عبد الرحمن بن هرمز. وهو في الموطأ 1/ 241. وأخرجه البخاري (1359) و (1385) و (4775) و (6599) و (6600)، ومسلم (2658) (25 - 22)، والترمذي (2274) و (2275) من طرق عن أبي هريرة. والألفاظ بنحوه وبعضهم يزيد فيه على بعض. وهو في "مسند أحمد" (7181) و (7445)، و"صحيح ابن حبان" (128) و (133).

(اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰى)

✧✧ حماد بن سلمہ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہیں۔

"ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے"

وہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے آباؤ اجداد کی پشتوں میں ان سے یہ عہد لے لیا تھا اس وقت اس نے جب فرمایا تھا: کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

4717- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي زَائِدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَائِدَةُ وَالْمَوْءُودَةُ فِي النَّارِ قَالَ يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ اَبِي فَحَدَّثَنِي اَبُو اِسْحٰقَ اَنَّ عَامِرًا حَدَّثَهُ بِذٰلِكَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: زندہ درگور کرنے والی اور زندہ درگور کی جانے والی جہنم میں ہوں گی۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

4718- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اَيْنَ اَبِي قَالَ اَبُوكَ فِي النَّارِ فَلَمَّا قَفَّى قَالَ اِنَّ اَبِي وَاَبَاكَ فِي النَّارِ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ جہنم میں ہے جب وہ مڑ کر جانے لگا تو آپ نے فرمایا: میرا باپ (یعنی چچا) اور تمہارا باپ جہنم میں ہیں۔

4719- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَجْرِي مِنِ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَى الدَّمِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: شیطان آدم کے بیٹے کی رگوں میں گردش کرتا ہے۔

4720- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ لَهِيعَةَ وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ وَسَعِيدُ بْنُ اَبِي اَيُّوبَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ حَكِيمِ بْنِ شَرِيكٍ الْهُذَلِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ رَبِيعَةَ الْجُرَشِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُجَالِسُوا اَهْلَ الْقَدَرِ وَلَا تُفَاتِحُوهُمُ الْحَدِيثَ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قدریوں (یعنی تقدیر کا انکار کرنے والوں) کے ساتھ نہ بیٹھو اور ان کے ساتھ لین دین نہ کرو۔

بَابٌ فِي الْجَهْمِيَّةِ

باب: جہمیہ کا بیان

4721- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ حَتَّى يُقَالَ هَذَا خَلَقَ اللهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللهَ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ آمَنْتُ بِاللهِ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگ ایک دوسرے سے (مختلف طرح کے) سوالات کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ یہ کہا جائے گا اللہ تعالیٰ نے تو مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو جو شخص کوئی ایسی چیز پائے تو وہ یہ کہے: میں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں۔

4722- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَقَ قَالَ حَدَّثَنِي عُتْبَةُ بْنُ مُسْلِمٍ مَوْلَى بَنِي تَيْمٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَذَكَرَ نَحْوَهُ قَالَ فَإِذَا قَالُوا ذَلِكَ فَقُولُوا اللهُ أَحَدٌ اللهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ثُمَّ لِيَتْفُلْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا وَلْيَسْتَعِذْ مِنَ الشَّيْطَانِ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب وہ لوگ یہ کہیں تو تم یہ کہو اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اس نے کسی کو جنم نہیں دیا اور نہ ہی اس کو جنم دیا گیا ہے اور اس کا کوئی ہم سر نہیں ہے۔

پھر آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے بائیں طرف تین مرتبہ تھوک دے اور شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے۔

4723- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ أَبِي ثَوْرٍ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمِيرَةَ عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ كُنْتُ فِي الْبَطْحَاءِ فِي عِصَابَةٍ فِيهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّتْ بِهِمْ سَحَابَةٌ فَنَظَرَ إِلَيْهَا فَقَالَ مَا تُسَمُّونَ هَذِهِ قَالُوا السَّحَابَ قَالَ وَالْمُزْنَ قَالُوا وَالْمُزْنَ قَالَ وَالْعَنَانَ قَالُوا وَالْعَنَانَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ لَمْ أُتْقِنِ الْعَنَانَ جَيِّدًا قَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَا بُعْدُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ قَالُوا لَا نَدْرِي قَالَ إِنَّ بُعْدَ مَا بَيْنَهُمَا إِمَّا وَاحِدَةٌ أَوِ اثْنَتَانِ أَوْ ثَلَاثٌ وَسَبْعُونَ سَنَةً ثُمَّ السَّمَاءُ فَوْقَهَا كَذَلِكَ حَتَّى عَدَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ ثُمَّ فَوْقَ السَّابِعَةِ بَحْرٌ بَيْنَ أَسْفَلِهِ وَأَعْلَاهُ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ ثُمَّ فَوْقَ ذَلِكَ ثَمَانِيَةُ أَوْعَالٍ بَيْنَ أَظْلَافِهِمْ وَرُكَبِهِمْ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ ثُمَّ عَلَى ظُهُورِهِمُ الْعَرْشُ مَا بَيْنَ أَسْفَلِهِ وَأَعْلَاهُ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ ثُمَّ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فَوْقَ ذَلِكَ

✧✧ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں چند لوگوں کے ہمراہ "بطحاء" میں موجود تھا۔ ان میں نبی

اکرم ﷺ بھی شامل تھے ایک بادل گزرا نبی اکرم ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: تم اسے کیا کہتے ہو لوگوں نے جواب دیا: ''سحاب''۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مزن'' بھی کہتے ہو لوگوں نے عرض کی: ''مزن'' بھی کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''عنان'' بھی کہتے ہو لوگوں نے عرض کی: ''عنان'' بھی کہتے ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لفظ ''عنان'' کے بارے میں مجھے مستند طور پر یاد نہیں ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ آسمان اور زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ لوگوں نے عرض کی: ہم نہیں جانتے! تو آپ نے فرمایا: ان دونوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے: جو 71 (راوی کو شک ہے یا شاید) 72 یا 73 برس کی مسافت پر محیط ہے پھر اس کے اوپر والا آسمان اتنے ہی فاصلے پر ہے یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے سات آسمان گنوائے تو ساتویں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے۔ اس کے نیچے والے اور اوپر والے حصے کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے پھر اس کے اوپر آٹھ فرشتے ہیں جن کے پاؤں اور گھٹنوں کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے پھر ان کی پشت کے اوپر عرش ہے جس کے نیچے والے اور اوپر والے حصے کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے پھر اس کے اوپر اللہ تعالیٰ ہے۔

4724- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِي سُرَيْجٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِي قَيْسٍ عَنْ سِمَاكٍ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ

❖❖ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4725- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ سِمَاكٍ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ الطَّوِيْلِ

❖❖ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4726- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الرِّبَاطِيُّ قَالُوْا حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ اَحْمَدُ كَتَبْنَاهُ مِنْ نُسْخَتِهٖ وَهٰذَا لَفْظُهٗ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِي قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْحٰقَ يُحَدِّثُ عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جُهِدَتِ الْاَنْفُسُ وَضَاعَتِ الْعِيَالُ وَنُهِكَتِ الْاَمْوَالُ وَهَلَكَتِ الْاَنْعَامُ فَاسْتَسْقِ اللّٰهَ لَنَا فَاِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللّٰهِ وَنَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلَيْكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْحَكَ اَتَدْرِيْ مَا تَقُوْلُ وَسَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا زَالَ يُسَبِّحُ حَتّٰى عُرِفَ ذٰلِكَ فِيْ وُجُوْهِ اَصْحَابِهٖ ثُمَّ قَالَ وَيْحَكَ اِنَّهٗ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللّٰهِ عَلٰى اَحَدٍ مِنْ خَلْقِهٖ شَاْنُ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ وَيْحَكَ اَتَدْرِيْ مَا اللّٰهُ اِنَّ عَرْشَهٗ عَلٰى سَمٰوَاتِهٖ لَهٰكَذَا وَقَالَ بِاَصَابِعِهٖ مِثْلَ الْقُبَّةِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَيَئِطُّ بِهٖ اَطِيْطَ الرَّحْلِ بِالرَّاكِبِ قَالَ ابْنُ بَشَّارٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ اِنَّ اللّٰهَ فَوْقَ عَرْشِهٖ وَعَرْشُهٗ فَوْقَ سَمٰوَاتِهٖ

وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَقَالَ عَبْدُ الْأَعْلَى وَابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُتْبَةَ وَجُبَيْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ وَالْحَدِيثُ بِإِسْنَادِ أَحْمَدَ بْنِ سَعِيدٍ هُوَ الصَّحِيحُ وَافَقَهُ عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ يَحْيَى ابْنُ مَعِينٍ وَعَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ وَرَوَاهُ جَمَاعَةٌ عَنِ ابْنِ إِسْحَقَ كَمَا قَالَ أَحْمَدُ أَيْضًا وَكَانَ سَمَاعُ عَبْدِ الْأَعْلَى وَابْنِ الْمُثَنَّى وَابْنِ بَشَّارٍ مِنْ نُسْخَةٍ وَاحِدَةٍ فِيمَا بَلَغَنِي

✧✧ حضرت جبیر بن محمد اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک دیہاتی 'نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! لوگ مصیبت کا شکار ہو چکے ہیں۔ گھر والے تباہ ہو رہے ہیں۔ مال برباد ہو رہے ہیں۔ مویشی ہلاک ہو رہے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بارش کی دعا کیجئے! ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کو شفیع کے طور پر پیش کرتے ہیں اور آپ کی بارگاہ میں اللہ تعالیٰ کی سفارش پیش کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو کیا تم جانتے ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ پھر نبی اکرم ﷺ نے سبحان اللہ پڑھا آپ سبحان اللہ مسلسل پڑھتے رہے' یہاں تک کہ اس بات کا اندازہ آپ کے اصحاب سے ہو گیا (یعنی ان کے چہرے پر بھی پریشانی کے آثار ظاہر ہوئے) پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق میں سے کسی کے سامنے شفیع کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے کہیں بلند ہے۔ تمہارا ستیاناس ہو کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کتنا عظیم ہے؟ اس کا عرش اس کے آسمانوں کے اوپر اس طرح ہے پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنی انگلی کے ذریعے اشارہ کر کے فرمایا: یوں جیسے اس کے اوپر "قبہ" ہوتا ہے اور وہ اس عرش پر یوں چرچراتا ہے جیسے سوار کی وجہ سے پالان چرچراتا ہے۔

ابن بشار نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ پھر بے شک اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے اوپر ہے اور اس کا عرش' تمام آسمانوں کے اوپر ہے۔ اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: احمد بن سعید کے حوالے سے منقول روایت زیادہ صحیح ہے۔ ایک جماعت نے اس کی تائید کی ہے جن میں یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی شامل ہیں۔

ایک جماعت نے اسے ابن اسحاق کے حوالے سے نقل کیا ہے جیسا کہ احمد نے بھی یہ بات بیان کی ہے۔

ہم تک جو اطلاع پہنچی ہے اس کے مطابق عبدالاعلیٰ اور ابن مثنیٰ اور ابن بشار نے ایک ہی نسخے سے سماع کیا ہے۔

4727- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُذِنَ لِي أَنْ أُحَدِّثَ عَنْ مَلَكٍ مِنْ مَلَائِكَةِ اللهِ مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ إِنَّ مَا بَيْنَ شَحْمَةِ أُذُنِهِ إِلَى عَاتِقِهِ مَسِيرَةُ سَبْعِ مِائَةِ عَامٍ

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: انہوں نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ اجازت دی گئی

ہے کہ میں عرش کو تھامنے والے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کے بارے میں بتاؤں اس کے کان کی لو سے کر کندھے کے درمیان تک سات سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔

4728- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ النَّسَائِيُّ الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ يَعْنِي ابْنَ عِمْرَانَ حَدَّثَنِي أَبُو يُونُسَ سُلَيْمُ بْنُ جُبَيْرٍ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقْرَأُ هَذِهِ الْآيَةَ (إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا) إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى (سَمِيعًا بَصِيرًا) قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ إِبْهَامَهُ عَلَى أُذُنِهِ وَالَّتِي تَلِيهَا عَلَى عَيْنِهِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا وَيَضَعُ إِصْبَعَيْهِ قَالَ ابْنُ يُونُسَ قَالَ الْمُقْرِئُ يَعْنِي إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ يَعْنِي أَنَّ لِلَّهِ سَمْعًا وَبَصَرًا قَالَ أَبُو دَاوُد وَهَذَا رَدٌّ عَلَى الْجَهْمِيَّةِ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی۔

"بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو"

یہ آیت یہاں تک ہے "سننے والا ہے دیکھنے والا ہے"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ نے اپنے انگوٹھے کو اپنے کان پر رکھا اور اپنی انگلی کو اپنی آنکھ پر رکھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ نے اس آیت کو تلاوت کیا اور اپنی دو انگلیوں کو رکھا۔

ابن یونس بیان کرتے ہیں مقری فرماتے ہیں: یعنی انا اللہ سمیع بصیر پڑھی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی سماعت اور بصارت ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں: یہ جہمیہ (فرقے کے ماننے والوں) کی تردید ہے۔

بَابٌ فِي الرُّؤْيَةِ

باب: دیدارِ الٰہی کا بیان

4729- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ وَوَكِيعٌ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُلُوسًا فَنَظَرَ إِلَى

4729 إسناده صحيح. جرير: هو ابن عبد الحميد، ووكيع: هو ابن الجراح، وأبو أسامة: هو حماد بن أسامة. وأخرجه مسلم (633) عن أبي بكر بن أبي شيبة، عن أبي أسامة ووكيع، بهذا الإسناد. وأخرجه ابن ماجه (177) عن علي بن محمد، والترمذي (2727) عن هناد، كلاهما عن وكيع، به. وقال الترمذي: هذا حديث صحيح. وأخرجه البخاري (4851) عن إسحاق بن إبراهيم، عن جرير، به. وأخرجه البخاري (554)، ومسلم (633) (211) و (212)، وابن ماجه (177)، والنسائي في "الكبرى" (460) و (7714) و (11267) و (11460) من طرق عن إسماعيل ابن أبي خالد، به.

الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْلَةَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا لَا تُضَامُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا﴾

✧✧ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا' یہ چودھویں رات کی بات ہے آپ نے فرمایا: تم لوگ عنقریب اپنے پروردگار کی اسی طرح زیارت کرو گے جیسے تم اس (چاند) کو دیکھ رہے ہو تمہیں اسے دیکھنے میں کوئی الجھن پیش نہیں آ رہی اگر تم سے ہو سکے تو سورج طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے والی نماز نہ چھوڑنا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔

''اپنے پروردگار کی حمد کے ہمراہ اس کی تسبیح بیان کرو سورج طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے''

4730- حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ نَاسٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ هَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ فِي الظَّهِيرَةِ لَيْسَتْ فِي سَحَابَةٍ قَالُوا لَا قَالَ هَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ فِي سَحَابَةٍ قَالُوا لَا قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ إِلَّا كَمَا تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ أَحَدِهِمَا

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' کچھ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ہم قیامت کے دن اپنے پروردگار کا دیدار کریں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا دوپہر کے وقت جب کوئی بادل نہ ہو تو تمہیں سورج کو دیکھنے میں کوئی مشکل پیش آتی ہے؟ تو لوگوں نے عرض کی: نہیں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا چودھویں رات میں جب کوئی بادل نہ ہو تو تمہیں چاند کو دیکھنے میں کوئی مشکل پیش آتی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: نہیں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے میں بھی تمہیں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی جیسے تمہیں ان دونوں کو دیکھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔

4731- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح و حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ الْمَعْنَى عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ وَكِيعٍ قَالَ مُوسَى ابْنِ عُدُسٍ عَنْ أَبِي رَزِينٍ قَالَ مُوسَى الْعُقَيْلِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَكُلُّنَا يَرَى رَبَّهُ قَالَ ابْنُ مُعَاذٍ مُخْلِيًا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا آيَةُ ذَلِكَ فِي خَلْقِهِ قَالَ يَا أَبَا رَزِينٍ أَلَيْسَ كُلُّكُمْ يَرَى الْقَمَرَ قَالَ ابْنُ مُعَاذٍ لَيْلَةَ الْبَدْرِ مُخْلِيًا بِهِ ثُمَّ اتَّفَقَا قُلْتُ بَلَى قَالَ فَاللَّهُ أَعْظَمُ

4730- إسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة، وأبو صالح: هو ذكوان السمان. وأخرجه ابن ماجه (178)، والترمذي (2731) من طريق سليمان بن مهران الأعمش، عن أبي صالح، عن أبي هريرة. وأخرجه البخاري (806) و (6573)، ومسلم (182) (300) من طريق ابن شهاب الزهري، عن سعيد بن المسيب وعطاء بن يزيد، كلاهما عن أبي هريرة. وأخرجه مطولاً ومختصراً البخاري (6573) و (7437)، ومسلم (182) (299)، والنسائي في "الكبرى" (11424) و (11573) من طريق ابن شهاب الزهري، عن عطاء بن يزيد، عن أبي هريرة

قَالَ ابْنُ مُعَاذٍ قَالَ فَإِنَّمَا هُوَ خَلْقٌ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ فَاللّٰهُ أَجَلُّ وَأَعْظَمُ

✧✧ حضرت ابورزین موسیٰ عقیلی رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ہم میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی زیارت کرے گا؟

ابن معاذ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: کیا قیامت کے دن ہر شخص الگ سے پروردگار کی زیارت کرے گا اور اس کی نشانی اس کی مخلوق میں کیا ہوگی؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابورزین! کیا تم میں سے ہر ایک چاند کو نہیں دیکھ سکتا؟

ابن معاذ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: چودھویں رات میں تنہا چاند کو نہیں دیکھتا؟

میں نے عرض کی جی ہاں! تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تو سب سے عظیم ہے۔

ابن معاذ فرماتے ہیں: یہ تو اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان تو اس سے کہیں زیادہ بلند ہے۔

شرح

رؤیۃ اللہ یا دیدار الٰہی کا" مطلب ہے اللہ تعالیٰ کو کھلی آنکھوں سے دیکھنا اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی یہ سعادت مومنین کو آخرت میں نصیب ہوگی جس کی تفصیل و وضاحت کے لئے یہ باب قائم کیا گیا اور اس موضوع سے متعلق احادیث اس میں نقل کی گئی ہیں۔

حق تعالیٰ کی رویت عقلاً ناممکن نہیں: اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ایک ایسی حقیقت ہے جس کا وجود عقلا بھی درست ہے اور اس دیدار کے لئے اللہ تعالیٰ کا کسی خاص جگہ (مقام پر اور کسی خاص سمت و جہت میں موجود و قائم ہونا نیز اس کی ذات کا اور دیکھنے والوں کا آمنے سامنے ہونا قطعی ضروری اور شرط کے درجہ کی چیز نہیں ہے، بلکہ وہ اپنی ذات اور اپنے وجود کے اعتبار سے جو کچھ بھی ہے اسی حیثیت کے ساتھ اس کا دیکھا جانا ممکن ہے اگرچہ وہ جسم وجسمانیت سے ماوراء اور مکان وجہت کی قید سے آزاد ہے۔ رہی یہ بات کہ چیز مرئی (یعنی کھلی آنکھوں سے نظر آنے والی چیز) کو دیکھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ جسم ہو، کسی خاص جگہ ومقام پر موجود قائم ہو اور نگاہ کی سمت وجہت میں ہو تو دیکھنے میں ان چیزوں کا عمل دخل ہونا دراصل اس لئے ضروری ہے کہ قدرت نے اسی طرح کا نظام جاری فرمایا ہے اور انسانی نگاہ وبصر کو اپنا فعل انجام دینے کے لئے ان اسباب کا پابند بنا دیا ہے، اگر قادر مطلق اس جاری نظام اور عادت کے برخلاف ان عوامل کے بغیر بھی کسی کو کوئی چیز دکھانا چاہے تو بے شک اس پر قادر ہے اور ایسا ممکن ہوسکتا ہے۔ پس اس میں کوئی خلاف عقل بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن انسانی نگاہ میں بصیرت یعنی چشم قلب کی قوت رکھ دے کہ جس طرح آج دنیا میں اہل ایمان کو بصیرت سے پاتے اور دیکھتے ہیں کل کو آخرت میں بصر یعنی سر کی آنکھوں سے اس کو دیکھیں گے۔ رویت کا تعلق آخرت سے ہے: تمام علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حق تعالیٰ کا یہ دیدار تمام اہل ایمان کو آخرت میں نصیب ہوگا اس کا ثبوت وہ قرآنی آیات، احادیث صحیحہ، اجماع صحابہ وتابعین اور اقوال ائمہ جو اس ضمن میں مذکور ومنقول ہیں تاہم کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حق تعالیٰ کے اس دیدار کے منکر ہیں انہوں نے دیدار الٰہی سے متعلق قرآنی آیات واحادیث ومنقول دلیل کی جس طرح تاویل کی ہے، اس کی تفصیل اور علماء حق کی طرف سے ان کی تاویلات کے مضبوط جوابات

مختلف تحقیقی کتابوں میں مذکور ہیں۔ عورتیں بھی روایت سے محروم نہ رہیں گی: عورتوں کے بارے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ان کو دیدار ہوگا اور بعض انکار کرتے ہیں لیکن درست یہ ہے کہ عورتیں اس سعادت سے محروم نہ رہیں گی مردوں کی طرح ان کو بھی حق تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا لیکن بعض حضرات نے کہا ہے کہ ان (عورتوں) کو بعض خاص ایام میں جیسے جمعہ کے ایام میں یا عیدین کے دن ہی دیدار کی سعادت ملے گی جو عام بازیابی کے اوقات ہونگے۔ جو حضرات مطلقاً عورتوں کے دیدار کے منکر ہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ عورتیں چونکہ خیموں میں پردہ نشین ہوں گی جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے حور مقصورات فی الخیام لہٰذا ان کو دیدار کیسے ہوسکتا ہے، یہ ایک ناقابل التفات بات ہے کیونکہ اول تو دیدار الٰہی کے بارے میں جو آیات واحادیث منقول ہیں ان میں کوئی خصوص مذکور نہیں ہے بلکہ وہ سب عموم پر محمول ہیں اور مردوں اور عورتوں سب کو شامل ہیں دوسرے یہ کہ عالم آخرت کو دنیا میں قیاس کرنا اور وہاں عورتوں کے خیمے میں رہنے کو دنیا کے پردہ پر منطبق کرنا بجائے خود غلط ہے کیونکہ جنت کے خیمے (کہ جن میں وہاں کی عورتیں رہیں گی) پردہ وحجاب کو مستلزم نہیں ہوں گے، علاوہ ازیں یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ فاطمہ زہراء، خدیجہ کبریٰ، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہن اور دوسری امہات المومنین نیز ان جیسی دیگر عظیم خواتین جو لاکھوں کروڑوں مردوں سے زیادہ عظمت وفضیلت رکھتی ہیں آخر کس طرح دیدار الٰہی کی سب سے بڑی سعادت سے محروم رہ سکتی ہیں۔ جنات اور ملائکہ کو بھی اللہ کی رویت حاصل ہوگی: جنات اور ملائکہ کے بارے میں بھی اختلافی اقوال ہیں کہ آیا ان کو دیدار الٰہی نصیب ہوگا یا نہیں؟ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے علاوہ دیگر فرشتوں کو اللہ کے دیدار کی سعادت حاصل نہیں ہوگی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی اس سعادت سے ایک ہی بار مشرف ہوں گے اور اسی طرح جنات بھی دیدار الٰہی سے محروم رہیں گے لیکن اس سلسلہ میں صحیح ودرست قول یہی ہے کہ دیدار الٰہی کی سعادت تمام اہل ایمان کے لئے ہے کیا انسان کیا فرشتے اور کیا جنات۔ دنیا میں اللہ کی رویت: یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے کہ کیا اس دنیا میں، بحالت بیداری کھلی آنکھوں سے اللہ کا دیدار ہوسکتا ہے؟ اس سلسلہ میں ارباب تحقیق نے اس قول کو اختیار کیا ہے کہ حق تعالیٰ کا دیدار دنیا میں بھی ممکن تو ہے لیکن بالاتفاق غیر واقع ہے، رہی یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں اللہ کا دیدار ہونا امر واقع ہے تو یہ استثنائی صورت ہے اگرچہ بعض حضرات نے اس سے اختلاف کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں بچشم سر اللہ کا دیدار ہوا تھا یہ ایک بحث ہے جو آگے متعلقہ احادیث کی تشریح میں بیان ہوگی، بہر حال محدثین فقہاء متکلمین اور مشائخ طریقت سب اس پر اتفاق رکھتے ہیں کہ نہ آج تک اس دنیا میں کسی کو بھی، خواہ وہ کوئی بڑے سے بڑا ولی ہی کیوں نہ ہو، اللہ کا دیدار حاصل ہوا ہے نہ اولیاء اللہ اور مشائخ میں سے کسی نے اس کا دعویٰ کیا ہے اور نہ آئندہ کسی کو حاصل ہوسکتا ہے، بلکہ مشائخ نے متفقہ طور پر یہاں تک کہتے ہیں) تو اس کی تکذیب کرنا اور اس کو گمراہ قرار دینا لازم ہے۔ فقہ شافعی کی مستند کتاب "انوار" میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ میں اس دنیا میں بچشم سر عیاناً خدا کو دیکھتا ہوں اور اللہ مجھ سے باشافہ گفتگو کرتا ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ ایک سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ جب اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت ممکن ہے اور انسانی حاسہ بصر میں ایسا کوئی نقص بھی نہیں کہ کسی چیز کو دیکھنے میں رکاوٹ پیش آئے تو پھر حق تعالیٰ کے دیدار نہ ہونے کا سبب کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ دیکھنا اور نظر آنا دراصل نظام قدرت اور تخلیق الٰہی کا سبب ہے نہ کہ اس کی اصل علت اور حاسہ بصر ہے، جو انسان

اپنی آنکھوں میں لئے پھرتا ہے۔ حاسہ بصر تو صرف ایسا ظاہری سبب ہے جس کو حق تعالیٰ نے ایک خاص نظام اور معمول کے تحت ذریعہ بنا دیا ہے اگر وہ کسی کو دیکھنا چاہے تو آنکھوں کی بینائی کے بغیر بھی دکھا سکتا ہے اور اگر کسی کو نہ دکھانا چاہے تو وہ کھلی آنکھ اور مضبوط بینائی رکھنے کے باوجود نہیں دیکھ سکتا مثلاً ایک بڑا پہاڑ سامنے ہو اور اللہ کسی کی آنکھوں میں دیکھنے کی صفت پیدا نہ کرے تو وہ اس پہاڑ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتا اسی طرح اگر کوئی اندھا شخص دنیا کے مشرقی کنارے پر ہو اور دنیا کے مغربی کنارے پر ایک مچھر پڑا ہو اور اللہ تعالیٰ اس اندھے کو وہ مچھر دکھانا چاہے تو یہ یقیناً دیکھ سکتا ہے بس واضح ہوا کہ دیکھنا یا دکھانا نظام قدرت کے تحت ہے آنکھ کا عمل یا غیر عمل بے شک ہے لیکن آنکھ کا وہ عمل یا اس عمل کی وہ طاقت جس سے انسان دیکھنے پر قادر ہوتا ہے غیر محدود اور خود مختار نہیں ہے بلکہ اس کی کارکردگی اس حد تک ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اس کو کارگر کیا ہے حق تعالیٰ کی مصلحت چونکہ یہی ہے کہ وہ انسان کو دنیا میں اپنا دیدار نہ کرائے اس لئے اس نے حاسہ بصر میں وہ توانائی ہی نہیں رکھی جس سے اللہ کو دیکھا جا سکے۔ اس بات کو دنیا کی عام چیزوں پر قیاس کرنا ذہن وقیاس کی مہمل تابعداری ہے۔ خواب کی حالت میں اللہ کی رویت: کیا خواب کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو سکتا ہے اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ خواب کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ صرف ممکن امر واقع بھی ہے اور یہ از روئے عقل ونقل کچھ بعید بھی نہیں ہے ہاں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ایک قلبی مشاہدہ ہے جس کا تعلق مثال سے ہوتا ہے نہ کہ مثل سے اور اللہ کا مثل نہیں ہے۔ بہر حال بحالت خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا اللہ رسیدہ لوگوں سے ثابت ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے۔ اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے، میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو دریافت کیا کہ وہ کون سا عمل ہے جو آپ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ فرمایا تلاوت قرآن کریم۔" پھر پوچھا کہ معانی ومطالب سمجھنے کے ساتھ یا اس کے بغیر! فرمایا" خواہ معانی سمجھنے کے ساتھ تلاوت کرے یا اس کے بغیر ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی رویت ہو سکتی ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" وہ وقت آنے والا ہے جب (قیامت میں) تم اپنے پروردگار کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھو گے۔" ایک روایت میں ہے حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ (ایک دن) ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں شب کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا:" تم اپنے پروردگار کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، اس (پروردگار کو دیکھنے میں تم کوئی کھوٹ اور پریشانی محسوس نہیں کرو گے پس اگر تم سے ہو سکے تو تم اس نماز کو جو سورج نکلنے سے پہلے کی ہے (یعنی نماز فجر) اور اس نماز کو جو سورج ڈوبنے سے پہلے کی ہے (یعنی عصر) نہ چھوڑو تو یقیناً ایسا کرو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی (وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ (ق:39) اور اپنے پروردگار کی حمد وپاکی بیان کرو یعنی نماز پڑھو سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 221)

جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔" یہ تشبیہ "دیکھنے" کی "دیکھنے" کے ساتھ ہے نہ کہ "دیکھی جانے والی چیز" کی "دیکھی جانے والی چیز" کے ساتھ اس اجمال وابہام کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ تم اپنے پروردگار کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چاند کو دیکھ رہے ہو تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ تم جس طرح اس وقت چودھویں شب کے چاند کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اور اس چاند کے نظر آنے میں تمہیں کوئی شک وشبہ نہیں یہ مراد ہرگز نہیں تھی کہ جس طرح یہ چاند تمہارے سامنے ہے اور ایک خاص جگہ پر اور ایک خاص سمت میں محدود وقائم نظر آ رہا ہے اسی طرح تمہارے پروردگار کی ذات بھی تمہارے سامنے کسی خاص جگہ اور کسی خاص سمت میں محدود وقائم نظر آئے گی۔" لا تضامون فی رویۃ" (اس کو دیکھنے میں تم کوئی رکاوٹ وپریشانی محسوس نہیں کرو گے)" میں لفظ تضامون اس طرح بھی منقول ہے اور تضامون بھی نقل کیا گیا ہے لیکن زیادہ تضامون ہی نقل ہوا ہے اور اس صورت یہ لفظ ضم سے ہوگا جس کے معنی "ضرر اور ظلم" کے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ" پروردگار کے دیدار میں تم پر ظلم نہیں ہوگا کہ کوئی دیکھے اور کوئی محروم رہے یا اس کے دیدار میں تم آپس میں ایک دوسرے پر کوئی ظلم وزیادتی نہیں کرو گے کہ ایک دوسرے کے دیکھنے کا انکار کرو اور کسی کو جھٹلاؤ" دوسری صورت میں یہ لفظ تضام سے ہوگا جس کے معنی ہیں آپس میں ایک دوسرے سے ملنا، اژدہام کرنے، دھکا پیل مچانے اور ایک دوسرے پر گرنے پڑنے کی نوبت نہیں آئے گی بلکہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ رہ کر نہایت اطمینان وفراغت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو دیکھے گا جیسا کہ چودھویں شب میں چمکتے چاند کو دیکھنے کے لئے اس طرح کی زحمت وپریشانی اٹھانا نہیں پڑتی، بخلاف پہلی تاریخ کے چاند کے، وہ دھندلا اور باریک ہونے کی وجہ سے صاف نظر نہیں آتا اور اس کے دیکھنے کے لئے خاصا اہتمام اور جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔" اگر تم سے ہو سکے کہ تم اس نماز کو۔الخ۔ کا مطلب یہ ہے کہ فجر اور عصر کا وقت بہت بابرکت اور اس وقت کی نمازیں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں اس لئے تم ان نمازوں کی پابندی کا زیادہ خیال رکھو اور مقدور بھر کوشش کرو کہ یہ نمازیں فوت نہ ہونے پائیں، نیز اس بات کو ذہن میں رکھو کہ نماز کی پابندی کرنے والا اس امر کا زیادہ لائق ہے کہ اس کو پروردگار کا دیدار نصیب ہو کیونکہ نماز کی پابندی ہی سے شہود ذات کا وصف وملکہ میسر ہوتا ہے! یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد گرامی جعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے) میں اشارہ فرمایا ہے واضح رہے کہ یوں تو یہ اہمیت تمام نمازوں کی ہیں لیکن اس موقع پر فجر وعصر کی نماز کو اس لئے خاص کیا گیا ہے کہ ان دونوں وقتوں کی نمازیں باقی اوقات کی نمازوں پر فضیلت وبرتری رکھتی ہیں اور اس فضیلت وبرتری کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ صبح کے وقت تو لوگ نیند واستراحت کے جال میں پھنسے رہتے ہیں اور عصر کا وقت دنیا کے کاروبار مثلاً بازار جانے وغیرہ۔ کے چکر میں پھنسنے کا ہے، جو شخص ان دونوں اوقات میں سستی وکوتاہی کا شکار نہیں ہوگا اور رکاوٹوں کے باوجود ان دونوں نمازوں کا خیال رکھے گا وہ دوسرے اوقات کی نمازوں کا خیال بدرجہ اولیٰ رکھے گا جو نسبتاً زیادہ سہل وآسان ہیں حدیث میں دونوں اوقات کی نمازوں کو خاص طور پر ذکر کرنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ یہ دونوں وقت دوسرے اوقات کی بہ نسبت زیادہ فضیلت وشرف رکھتے ہیں اور یہ کہ آخرت میں پروردگار کا دیدار ان ہی اوقات میں ہوا کرے گا۔

بَابٌ فِي الرَّدِّ عَلَى الْجَهْمِيَّةِ

باب: جہمیہ فرقے کی تردید

4732- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَنَّ أَبَا أُسَامَةَ أَخْبَرَهُمْ عَنْ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ قَالَ قَالَ سَالِمٌ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْوِي اللَّهُ السَّمَاوَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنَى ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُونَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ ثُمَّ يَطْوِي الْأَرَضِينَ ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ قَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ بِيَدِهِ الْأُخْرَى ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُونَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹ لے گا پھر انہیں اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑے گا پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں! زمین کے حکمران کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟ پھر تمام زمینوں کو لپیٹے گا پھر انہیں پکڑے گا۔

ابن علاء کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: اپنے دوسرے ہاتھ میں پکڑے گا اور پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، زمینی حکمران کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟

4733- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْأَغَرِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ رَبُّنَا كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا حَتَّى يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ فَيَقُولُ مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارا پروردگار روزانہ آسمان دنیا کی طرف نزول کرتا ہے جب رات کا آخری حصہ باقی رہ جاتا ہے پھر وہ فرماتا ہے' کون ہے جو مجھ سے دعا کرے؟ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے؟ میں اسے عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں؟

بَابٌ فِي الْقُرْآنِ

باب: قرآن (کے بارے میں جو کچھ منقول ہے)

4734- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُ نَفْسَهُ عَلَى النَّاسِ فِي الْمَوْقِفِ فَقَالَ أَلَا رَجُلٌ يَحْمِلُنِي إِلَى قَوْمِهِ فَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ مَنَعُونِي أَنْ أُبَلِّغَ كَلَامَ رَبِّي

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں لوگوں کے سامنے تشریف لے جاتے تھے اور فرماتے تھے' کیا کوئی شخص مجھے اپنی قوم کے پاس لے جائے گا۔ قریش تو مجھے اس بات سے روکتے ہیں کہ میں اپنے

پروردگار کے کلام کی تبلیغ کروں۔

4735 - حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُجَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ يَعْنِي الشَّعْبِيَّ عَنْ عَامِرِ بْنِ شَهْرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّجَاشِيِّ فَقَرَأَ ابْنٌ لَهُ آيَةً مِنَ الْإِنْجِيلِ فَضَحِكْتُ فَقَالَ أَتَضْحَكُ مِنْ كَلَامِ اللهِ

✧✧ حضرت عامر بن شہر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نجاشی کے پاس موجود تھا۔ اس کے بیٹے نے انجیل کی ایک آیت پڑھی تو میں ہنس پڑا تو نجاشی بولا: کیا تم اللہ کے کلام پر ہنس رہے ہو؟

4736 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ وَكُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنَ الْحَدِيثِ قَالَتْ وَلَشَأْنِي فِي نَفْسِي كَانَ أَحْقَرَ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ اللهُ فِيَّ بِأَمْرٍ يُتْلَى

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میرے نزدیک میری اتنی حیثیت نہیں تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسا کلام (نازل کرے) جس کی تلاوت کی جائے۔

4737 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ ثُمَّ يَقُولُ كَانَ أَبُوكُمْ يُعَوِّذُ بِهِمَا إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَقَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْقُرْآنَ لَيْسَ بِمَخْلُوقٍ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو یہ پڑھ کر دم کرتے تھے۔
''میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ذریعے پناہ میں دیتا ہوں' ہر شیطان' اذیت دینے والی چیز اور لگ جانے والی نظر کے شر سے''

پھر آپ یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے: تمہارے جد امجد (حضرت ابراہیم علیہ السلام) ان کلمات کے ذریعے حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق کو دم کیا کرتے تھے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن مخلوق نہیں ہے۔

4738 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ الرَّازِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ قَالُوا

4737 إسناده صحيح. جرير: هو ابن عبد الحميد، ومنصور: هو ابن المعتمر. وأخرجه البخاري (3371) عن عثمان بن أبي شيبة، بهذا الإسناد. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (10779) عن محمد بن قدامة، عن جرير، به. وأخرجه ابن ماجه (3525)، والترمذي (2188)، والنسائي في "الكبرى" (7679) و(10778) من طريق سفيان الثوري، عن منصور، به. وهو في "مسند أحمد" (2112)، و"صحيح ابن حبان" (1012) و(1013).

حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَكَلَّمَ اللهُ بِالْوَحْيِ سَمِعَ أَهْلُ السَّمَاءِ لِلسَّمَاءِ صَلْصَلَةً كَجَرِّ السِّلْسِلَةِ عَلَى الصَّفَا فَيُصْعَقُونَ فَلَا يَزَالُونَ كَذَلِكَ حَتَّى يَأْتِيَهُمْ جِبْرِيلُ حَتَّى إِذَا جَاءَهُمْ جِبْرِيلُ فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالَ فَيَقُولُونَ يَا جِبْرِيلُ مَاذَا قَالَ رَبُّكَ فَيَقُولُ الْحَقَّ فَيَقُولُونَ الْحَقَّ الْحَقَّ

✧✧ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب اللہ تعالیٰ وحی سے متعلق کلام کرتا ہے تو آسمان والے اسے سنتے ہیں اور بے ہوش ہوجاتے ہیں۔ پھر وہ اسی حالت میں رہتے ہیں یہاں تک کہ جبرائیل علیہ السلام ان کے پاس آتے ہیں تو ان کے دلوں کی کچھ کیفیت ٹھیک ہوتی ہے تو وہ دریافت کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں اے جبرائیل علیہ السلام! تمہارے پروردگار نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ تو جبرائیل علیہ السلام جواب دیتے ہیں: حق فرمایا ہے! تو وہ سب یہ کہتے ہیں: حق فرمایا ہے' حق فرمایا ہے۔

بَابٌ فِي الشَّفَاعَةِ

باب: شفاعت کا بیان

4739- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا بِسْطَامُ بْنُ حُرَيْثٍ عَنْ أَشْعَثَ الْحُدَّانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہوگی۔

4740- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ الْحَسَنِ بْنِ ذَكْوَانَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَيُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّينَ

✧✧ حضرت عمران بن حصین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جہنم سے کچھ لوگ نکلیں گے اور جنت میں داخل ہوجائیں گے اور انہیں ''جہنمیوں'' کا نام دیا جائے گا۔

عقیدہ شفاعت سے متعلق احادیث کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد فرمائی گئی، میرے لئے تمام زمین مسجد

4739 إسناده صحيح. أشعث الحداني: هو أشعث بن عبد الله بن جابر الحداني. وأخرجه الترمذي (2604) من طريق معمر، عن ثابت، عن أنس. وهو في "مسند أحمد" (13222)، و"صحيح ابن حبان" (6468).

اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنادی گئی لہٰذا میری امت میں سے جو شخص جہاں بھی نماز کا وقت پائے وہیں پڑھ لے، میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے حلال نہ تھے، مجھے شفاعت عطا کی گئی، پہلے ہر نبی ایک خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا جبکہ مجھے تمام انسانیت کی طرف مبعوث کیا گیا۔ اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، نسائی، ابن حبان، دارمی، ابن ابی شیبہ اور دیگر بہت سے ائمہ نے روایت کیا ہے۔

أخرجہ البخاری فی الصحیح، کتاب: التوحید، باب: کلام الرب عزوجل یوم القیامۃ مع الأنبیاء وغیرہم، 6/2727، الرقم: 7072، ومسلم فی الصحیح، کتاب: الایمان، باب: أدنی أہل الجنۃ منزلۃ فیہا، 1/182-184، الرقم: 193، والنسائی فی السنن الکبریٰ، 6/330، الرقم: 11131، وأبو یعلی فی المسند، 7/311، الرقم: 4350، وابن مندہ فی الإیمان، 2/841، الرقم: 873.

معبد بن ہلال عنزی سے روایت ہے کہ ہم اہلِ بصرہ اکٹھے ہو کر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملنے گئے اور ہم ان کے پاس اپنے ساتھ ثابت بُنانی کو لے گئے تا کہ وہ ان سے ہمارے لیے حدیثِ شفاعت کا سوال کریں؟ وہ اپنے گھر میں تھے۔ ہم نے انہیں نماز چاشت پڑھتے ہوئے پایا اور داخل ہونے کی اجازت مانگی تو انہوں نے اجازت دے دی آپ اپنے بچھونے پر بیٹھے تھے۔ ہم نے ثابت سے کہا: حدیث شفاعت سے قبل آپ ان سے کوئی اور سوال نہ کریں تو انہوں نے عرض کیا: ابوحمزہ! یہ آپ کے بھائی بصرہ سے آئے ہیں اور آپ سے حدیثِ شفاعت کے بارے پوچھنا چاہتے ہیں؟

انہوں نے کہا: ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن لوگ دریا کی موجوں کی مانند بے قرار ہوں گے تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے، وہ فرمائیں گے: یہ میرا مقام نہیں، تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ کے خلیل ہیں۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے جس پر وہ فرمائیں گے: یہ میرا منصب نہیں تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں۔ پس وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس لائق نہیں تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ روح اللہ اور اس کا کلمہ ہیں۔ پس وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس شفاعت کے قابل نہیں تم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔

پس لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا: ہاں! اس شفاعت کے لیے تو میں ہی مخصوص ہوں۔ پھر میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اجازت مل جائے گی اور مجھے ایسے حمدیہ کلمات الہام کئے جائیں گے جن کے ساتھ میں اللہ کی حمد و ثنا کروں گا وہ اب مجھے مستحضر نہیں ہیں۔ پس میں ان محامد سے اللہ کی تعریف و توصیف کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ سو مجھے کہا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھائیں، اپنی بات کہیں، آپ کی بات سنی جائے گی، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: میرے رب! میری امت، میری امت، پس فرمایا جائے گا: جاؤ اور جہنم سے ہر ایسے امتی کو نکال لو جس کے دل میں جَو کے برابر بھی ایمان ہو پس میں جا کر یہی کروں گا۔ پھر واپس آ کر ان محامد کے ساتھ اس کی حمد و ثنا کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پس کہا جائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے

اور کہیے! آپ کو سنا جائے گا، مانگیے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت! پس فرمایا جائے گا: جاؤ اور جہنم سے اسے بھی نکال لو جس کے دل میں ذرے کے برابر یا رائی کے برابر بھی ایمان ہو۔ پس میں جا کر ایسے ہی کروں گا۔ پھر واپس آ کر انہی محامد کے ساتھ اس کی حمد و ثناء بیان کروں گا اور پھر اس کے حضور سجدے میں گر جاؤں گا۔ پس فرمایا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے، آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے پیارے رب! میری امت، میری امت، پس وہ فرمائے گا: جاؤ اور اسے بھی جہنم سے نکال لو جس کے دل میں رائی کے دانے سے بھی بہت ہی کم بہت ہی کم بہت ہی کم ایمان ہو۔ پس میں خود جاؤں گا اور جا کر ایسا ہی کروں گا۔

جب ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس سے نکلے تو میں نے اپنے بعض ساتھیوں سے کہا: ہمیں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلنا چاہیے جو کہ ابو خلیفہ کے مکان میں روپوش ہیں اور انہیں وہ حدیث بیان کرنی چاہیے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کی ہے۔ چنانچہ ہم ان کے پاس آئے اور انہیں سلام کیا پھر انہوں نے ہمیں اجازت دی تو ہم نے ان سے کہا: ابو سعید! ہم آپ کے پاس آپ کے بھائی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاں سے ہو کر آئے ہیں اور انہوں نے ہم سے جو شفاعت کے متعلق حدیث بیان کی ہے اس جیسی حدیث ہم نے نہیں سنی۔ انہوں نے کہا: بیان کرو، ہم نے ان سے حدیث بیان کی جب اس مقام تک پہنچے تو انہوں نے کہا: (مزید) بیان کرو، ہم نے ان سے کہا: اس سے زیادہ انہوں نے بیان نہیں کی۔ انہوں نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ آج سے بیس سال قبل جب صحت مند تھے تو انہوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی تھی، مجھے معلوم نہیں کہ وہ باقی بھول گئے ہیں یا اس لئے بیان کرنا ناپسند کیا ہے کہ کہیں لوگ بھروسہ نہ کر بیٹھیں۔ ہم نے کہا: ابو سعید! پھر آپ ہم سے وہ حدیث بیان کیجئے اس پر آپ ہنسے اور فرمایا: انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے۔ میں نے اس کا ذکر ہی اس لئے کیا ہے کہ تم سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے اسی طرح حدیث بیان کی جس طرح تم سے بیان کی۔

(مگر اس میں اتنا اضافہ کیا کہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں چوتھی دفعہ واپس لوٹوں گا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کروں گا پھر اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پس فرمایا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھائیں اور کہیں آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے پیارے رب! مجھے اُن کی (شفاعت کرنے کی) اجازت بھی دیجئے جنہوں نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہا ہے، پس وہ فرمائے گا: مجھے اپنی عزت و جلال اور عظمت و کبریائی کی قسم! میں انہیں ضرور جہنم سے نکالوں گا جنہوں نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہا ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: التوحيد، باب قول الله: لما خلقت بيدي، 6/2695.2696، الرقم: 6975، وأيضا في كتاب: التفسير، باب قول الله: وعلم آدم الأسماء كلها، 4/1624، الرقم: 4206، وأيضا في كتاب: الرقاق، باب: صفة الجنة والنار، 5/2401، الرقم: 6197، ومسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1/180، الرقم: 193، وابن ماجه في السنن، كتاب: الزهد، باب: ذكر الشفاعة، 2/1442، الرقم: 4312، وأحمد بن حنبل في المسند، 3/

116، الرقم: 12174، اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اسی طرح قیامت کے دن مومنوں کو جمع فرمائے گا۔ وہ کہیں گے: کاش ہم اپنے رب کے پاس کوئی سفارش لے جاتے تا کہ وہ ہمیں اس حالت سے آرام عطا فرماتا۔ چنانچہ سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کریں گے: اے آدم! کیا آپ لوگوں کو نہیں دیکھتے، اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، آپ کو فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے لہٰذا ہمارے لئے اپنے رب سے سفارش کیجئے تا کہ وہ ہمیں ہماری اس حالت سے آرام عطا فرمائے۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے: میں اس لائق نہیں، پھر وہ اپنی لغزش کا ان کے سامنے ذکر کریں گے جو ان سے ہوئی البتہ تم لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، کیونکہ وہ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ نے زمین والوں پر بھیجا تھا۔ چنانچہ سب حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں اور وہ اپنی لغزش یاد کریں گے جو اُن سے ہوئی، البتہ تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے خلیل ہیں۔ سب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ بھی کہیں گے: میں اس قابل نہیں اور اپنی لغزشوں کا ذکر لوگوں سے کریں گے۔ البتہ تم لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے ہیں اور اللہ نے انہیں توریت دی تھی اور ان سے کلام کیا تھا۔ سب لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں اور ان کے سامنے اپنی لغزش کا ذکر کریں گے جو ان سے ہوئی، البتہ تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے: میں بارگاہ الٰہی میں لب کشائی کے قابل نہیں، تم سب لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، وہ ایسے محبوب ہیں کہ ان کی عظمت کے صدقے ان کی امت کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔

چنانچہ لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں ان کے ساتھ چلوں گا اور اپنے رب سے اِذن چاہوں گا تو مجھے اذن دے دیا جائے گا۔ پھر اپنے رب کو دیکھتے ہی اس کے لئے سجدہ میں گر پڑوں گا اور اللہ تعالیٰ جتنی دیر چاہے گا اسی حالت میں مجھے رہنے دے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اٹھ کر کہیں، آپ کو سنا جائے گا، مانگیں، عطا کیا جائے گا، شفاعت کریں آپ کی شفاعت منظور کی جائے گی، پس میں اپنے رب کی تعریف ان کلماتِ تعریف سے کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا، میرے لئے حد مقرر کی جائے گی تو میں اس کے مطابق لوگوں کو جنت میں داخل کروں گا۔ پھر میں دوسری بار لوٹوں گا اور اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدے میں گر جاؤں گا، اللہ تعالیٰ جتنی دیر تک چاہے گا مجھے اسی حالت میں رہنے دے گا۔ پھر کہا جائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اٹھ کر کہیں، آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو دیا جائے گا، شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پھر میں اپنے رب کی حمد ان کلماتِ حمد سے کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لئے حد مقرر کر دی جائے گی پس میں انہیں جنت میں داخل کروں گا۔ پھر میں تیسری بار لوٹوں گا تو اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدہ میں گر جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا اسی حالت پر مجھے برقرار رکھے گا، پھر کہا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیے! کہیے آپ کو سنا جائے گا، سوال کیجئے عطا کیا جائے

گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی تو میں اپنے رب کی ان کلماتِ حمد سے تعریف کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا، پھر میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی تو میں انہیں جنت میں داخل کروں گا پھر میں لوٹ کر عرض کروں گا: اے رب اب جہنم میں کوئی باقی نہیں رہا سوائے ان کے جنہیں قرآن نے روک دیا ہے اور انہیں ہمیشہ وہیں رہنا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم سے وہ نکلے گا جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کا اقرار کیا ہوگا اور اس کے دل میں جَو کے دانے کے برابر بھی خیر ہوگی، پھر جہنم سے وہ بھی نکلے گا جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کہا ہوگا اور اس کے دل میں گیہوں کے برابر بھی خیر ہوگی، پھر جہنم سے وہ بھی نکلے گا جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کا اقرار کیا ہوگا اور اس کے دل میں ذرہ برابر خیر ہوگی۔ اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے۔

أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: التفسير، باب: ذرية من حملنا مع نوح إنه كان عبدا شكورا، 4/1745، 1747، الرقم: 4435، وأيضا في كتاب: الأنبياء، باب قول الله: ولقد أرسلنا نوحا إلى قومه، 3/1215-1216، الرقم: 3162، وأيضا في كتاب: الأنبياء، باب قول الله تعالى: واتخذ الله إبراهيم خليلا، 3/1226، الرقم: 3182، ومسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1/184، الرقم: 194، والترمذي في السنن، كتاب: صفة القيامة، باب: ما جاء في الشفاعة، 4/622، الرقم: 2434، وقال: هذا حديث حسن صحيح، وأحمد بن حنبل في المسند، 2/435، الرقم: 9623، إسناده صحيح على شرط الشيخين.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت لایا گیا تو دستی کا حصہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دستی کا گوشت بہت پسند تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دانتوں سے کاٹ کاٹ کر تناول فرمانے لگے پھر ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میں لوگوں کا سردار ہوں گا۔ تمہیں معلوم ہے وہ کون سا دن ہوگا؟ اس دن اللہ تعالیٰ دنیا کی ابتداء سے قیامت کے دن تک کی ساری خلقت ایک چٹیل میدان میں جمع فرمائے گا کہ ایک پکارنے والے کی آواز سب کے کانوں تک پہنچ سکے گی اور ایک نظر سب کو دیکھ سکے گی اور سورج بالکل قریب ہو جائے گا۔ پس لوگوں کی پریشانی اور بے قراری اس حد تک پہنچی ہوگی جس کی انہیں نہ طاقت ہوگی اور نہ وہ برداشت کر پائیں گے۔ لوگ کہیں گے: کیا دیکھتے نہیں ہو کہ تمہیں کس طرح کی پریشانی لاحق ہو گئی ہے؟ کیا کوئی ایسا برگزیدہ بندہ نہیں ہے جو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں تمہاری شفاعت کرے؟

بعض لوگ بعض سے کہیں گے: تمہیں حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلنا چاہیے۔ لہٰذا سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ تمام انسانوں کے جدِ امجد ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اپنی طرف سے آپ میں روح پھونکی اور اس نے فرشتوں کو حکم دیا تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا لہٰذا آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کر دیجئے۔ آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال کو پہنچ چکے ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے: بے شک میرا رب آج سخت غضب ناک ہے، اس سے پہلے اتنا غضب ناک وہ کبھی نہ ہوا تھا اور نہ بعد میں کبھی اتنا غضب ناک ہوگا۔ رب العزت نے مجھے درخت سے روکا تھا تو میں نے اس کا حکم نہ مانا، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ سب لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے نوح! آپ (طوفان

کے بعد) سب سے پہلے رسول ہیں جو اہل زمین کی طرف بھیجے گئے تھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے شکر گزار بندہ کا خطاب دیا تب، آپ ہی ہمارے لئے اپنے رب کے حضور شفاعت کر دیجئے۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حالت کو پہنچ گئے ہیں؟ حضرت نوح علیہ السلام کہیں گے: میرا رب آج اتنا غضب ناک ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنا غضب ناک نہیں ہوا تھا اور نہ آج کے بعد کبھی اتنا غضب ناک ہوگا، مجھے ایک مقبول دعا عطا کی گئی تھی جو میں نے اپنی قوم کے خلاف کر لی تھی۔ مجھے اپنی فکر ہے، مجھے اپنی فکر ہے، مجھے تو اپنی فکر ہے، میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

سب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے ابراہیم! آپ اللہ کے نبی اور روئے زمین میں اللہ کے خلیل ہیں، آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی کہیں گے: آج میرا رب بہت غضب ناک ہے۔ اتنا غضب ناک وہ نہ پہلے ہوا تھا اور نہ آج کے بعد ہوگا۔ میں نے (بظاہر نظر آنے والے) تین جھوٹ بولے تھے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ سب لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رسالت اور اپنے کلام کے ذریعہ فضیلت دی۔ آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہیں گے: آج اللہ تعالیٰ بہت غضب ناک ہے، اتنا غضب ناک وہ نہ پہلے کبھی ہوا تھا اور نہ آج کے بعد کبھی ہوگا، میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا حالانکہ اللہ کی طرف سے مجھے اس کا حکم نہیں ملا تھا، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، میرے سوا کسی اور کے پس جاؤ، ہاں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ سب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم کی طرف القاء کیا تھا اور اللہ کی طرف سے روح ہیں، آپ نے بچپن میں گہوارے میں لوگوں سے کلام کیا تھا، (لہٰذا آپ) ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہماری کیا حالت ہو چکی ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کہیں گے: میرا رب آج اس درجہ غضب ناک ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنا غضب ناک ہوا اور نہ کبھی اس کے بعد ہوگا اور آپ کسی لغزش کا ذکر نہیں کریں گے (صرف اتنا کہیں گے) مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں محمد حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔

سب لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ کے رسول اور سب سے آخری پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے اور بعد کے تمام گناہوں سے معصوم رکھا ہے، آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں؟ (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) میں آگے بڑھوں گا، زیر عرش تلے پہنچ کر اپنے رب عزوجل کے حضور سجدہ میں گر پڑوں گا، پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد اور حسن تعریف کے ایسے دروازے کھولے گا کہ مجھ سے پہلے کسی اور پر اس نے نہیں کھولے تھے۔ پھر کہا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھائیے، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس میں اپنا سر اٹھا کر

عرض کروں گا: میرے رب میری امت! میرے رب میری امت! میرے رب میری امت! کہا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی امت کے ان لوگوں کو جن پر کوئی حساب و کتاب نہیں ہے جنت کے دائیں دروازے سے داخل کیجئے ویسے انہیں اختیار ہے کہ جس دروازے سے چاہیں دوسرے لوگوں کے ساتھ داخل ہو سکتے ہیں۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جنت کے دروازے کے دونوں کناروں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور حمیر میں ہے یا جتنا مکہ اور بصریٰ میں ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے۔

أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1 / 187، الرقم: 195، وأبو يعلى في المسند، 11 / 81، الرقم: 6216، والحاكم في المستدرك، 4 / 631، الرقم: 8749، والبزار في المسند، 7 / 260، الرقم: 2840، وابن منده في الإيمان، 2 / 753، الرقم: 883، والمنذري في الترغيب والترهيب، 4 / 231، الرقم: 5493.

حضرات ابو ہریرہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا تو مؤمنین کے کھڑے ہونے پر جنت ان کے قریب کر دی جائے گی، پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جا کر عرض کریں گے: اے ہمارے ابا جان! ہمارے لئے جنت کا دروازہ کھلوایئے۔ وہ فرمائیں گے: تمہارے باپ کی ایک لغزش نے ہی تم کو جنت سے نکالا تھا، میرا یہ منصب نہیں، میرے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے میرا یہ مقام نہیں ہے، میرے خلیل ہونے کا مقام، مقامِ شفاعت سے بہت پیچھے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف کلام سے نوازا ہے، پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میرا یہ منصب نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ اور اس کی روح ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: میرا یہ مقام نہیں۔

پس وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے تو آپ کھڑے ہوں گے اور آپ کو شفاعت کا اذن دیا جائے گا۔ علاوہ ازیں امانت اور رحم کو چھوڑ دیا جائے گا اور وہ دونوں پل صراط کے دائیں بائیں کھڑے ہو جائیں گے۔ تم میں سے پہلا شخص پل صراط سے بجلی کی طرح گزرے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں بجلی کی طرح کونسی چیز گزرتی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے بجلی کی طرف نہیں دیکھا کہ کس طرح گزرتی ہے اور پلک جھپکنے سے پہلے لوٹ آتی ہے۔ پھر لوگ پل صراط سے آندھی کی طرح گزریں گے، اس کے بعد پرندوں کی رفتار سے اور اس کے بعد آدمیوں کے دوڑنے کی آواز سے گزریں گے۔ ہر شخص کی رفتار اس کے اعمال کے مطابق ہوگی اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پل صراط پر کھڑے ہو کر کہہ رہے ہوں گے: اے رب! ان کو سلامتی سے گزار دے، ان کو سلامتی سے گزار دے پھر ایک وقت وہ آئے گا کہ بندوں کے اعمال نہیں عاجز کر دیں گے اور لوگوں میں چلنے کی طاقت نہیں ہوگی اور وہ اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے پل صراط سے گزریں گے۔ پل صراط کے دونوں جانب لوہے کے کانٹے لٹکے ہوں گے اور جس شخص کے بارے میں حکم ہوگا اس کو یہ پکڑ لیں گے بعض ان کی وجہ سے زخمی حالت میں نجات پا جائیں گے اور بعض ان سے الجھ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قسم ہے

اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں ابو ہریرہ کی جان ہے جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔ اسے امام مسلم، ابو یعلی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا ہے: شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے۔

(أخرجه الشافعي في السنن المأثورة، 1/ 242، الرقم: 185، والحميدي في المسند، 2/ 421، الرقم: 945)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنے والی (جائے تیمم) بنادی گئی، اور رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی، میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے، اور مجھے ہر سرخ و سفید کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔ اسے امام شافعی اور حمیدی نے روایت کیا ہے۔

أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 1/ 301، الرقم: 2742، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/ 303، الرقم: 31643، وعبد بن حميد في المسند، 1/ 215، الرقم: 643، والطبراني في المعجم الكبير، 11/ 73، الرقم: 11085، والهيثمي في مجمع الزوائد، 8/ 258.

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں اور میں انہیں فخریہ بیان نہیں کرتا: مجھے تمام لوگوں سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد فرمائی گئی، میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے، اور میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنے والی (جائے تیمم) بنا دی گئی، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے، پس میں نے اسے اپنی امت کے لیے مؤخر کر دیا تو وہ ہر اس شخص کے لیے ہوگی جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔

اسے امام احمد بن حنبل اور ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے کہا ہے: امام احمد کے رُواۃ صحیح حدیث کے رجال ہیں سوائے یزید بن ابی زیاد کے، ان کی روایت حسن ہوتی ہے۔

أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 4/ 416، الرقم: 19735، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/ 304، الرقم: 31645، والهيثمي في مجمع الزوائد، 8/ 258.

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں: مجھے سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنے والی (جائے تیمم) اور مسجد بنا دی گئی، میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے، ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد فرمائی گئی، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے، اور ہر نبی نے شفاعت کا سوال کیا تھا اور بے شک میں نے اپنی شفاعت کو ذخیرہ کر دیا ہے پھر میں اس کو اپنی امت کے ہر اس شخص کے لیے کروں گا جو اس حال میں مرا ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔

اسے امام احمد اور ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے کہا ہے: امام احمد کے رجال حدیثِ صحیح کے رجال ہیں۔

أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 5/ 161، الرقم: 21435، حديث صحيح، وهذا إسناد رجاله ثقات رجال الشيخين، والدارمي في السنن، 2/ 295، الرقم: 2467 بلفظ صلى الله عليه وسلم: ونصرت بالرعب شهرا يرعب مني العدو مسيرة شهر وقيل لي: سل تعطه فاختبأت دعوتي شفاعة لأمتي، والبزار في المسند، 9/ 461،

الرقم: 4077، والطیالسی فی المسند، 1/ 64، الرقم: 472، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 8/ 259، وقال: رواہ أحمد، ورجالہ رجال الصحیح، وأیضاً فی 10/ 371، وقال: رواہ البزار بإسنادین حسنین.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنادی گئی، میرے لئے اموالِ غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے حلال نہ تھے، ایک ماہ کی مسافت تک کے رعب سے دشمن پر میری مدد فرمائی گئی، مجھے ہر سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے، اور وہ میری امت کے ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جو اللہ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ٹھہراتا ہوگا۔ حجاج (راوی) کہتے ہیں: جو اس حال میں مرا ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ اسے امام احمد، دارمی، بزار اور طیالسی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کے رجال صحیح حدیث کے رجال ہیں۔

أخرجہ أحمد بن حنبل فی المسند، 2/ 222، الرقم: 7068، صحیح بإسنادہ حسن، والبیہقی فی السنن الکبریٰ، 1/ 222، والمنذری فی الترغیب والترہیب، 4/ 233، الرقم: 5497، وقال: رواہ أحمد بإسناد صحیح، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 10/ 367، وقال: رواہ أحمد، ورجالہ ثقات، واللالکائی فی شرح أصول اعتقاد أہل السنۃ، 4/ 487، الرقم: 1451، وابن کثیر فی تفسیر القرآن العظیم، 2/ 256.

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد وہ اپنے دادا (عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے سال ایک رات نماز پڑھتے ہوئے قیام فرمایا تو آپ کے صحابہ میں سے بعض اشخاص آپ کی حفاظت کرتے ہوئے آپ کے پیچھے جمع ہوگئے یہاں تک کہ آپ نماز سے فارغ ہوگئے تو آپ نے ان کی طرف پلٹ کر ان سے فرمایا: اس رات مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں: مجھے تمام عامۃ الناس کی طرف بھیجا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے ہر نبی کو اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، اور رعب سے دشمن پر میری مدد فرمائی گئی اگرچہ میرے اور ان کے درمیان ایک ماہ کی مسافت تک کا فاصلہ ہو اس کو خوف سے بھر دیا جاتا ہے، اور میرے لئے اموالِ غنیمت حلال کر دیئے گئے کہ میں انھیں کھاتا ہوں جبکہ مجھ سے پہلے اس کے کھانے کو بھاری سمجھتے تھے اور وہ اسے جلادیتے تھے، اور میرے لئے تمام روئے زمین مساجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنادی گئی جہاں کہیں بھی نماز مجھے پائے میں مسح کر کے نماز پڑھ لوں جبکہ مجھ سے پہلے لوگ اس کی تعظیم کیا کرتے تھے وہ صرف کلیساؤں اور گرجا گھروں (عبادت گاہوں) میں عبادت کرتے تھے، اور پانچویں خصوصیت مجھ سے کہا گیا: سوال کیجیے؟ کیونکہ ہر نبی نے سوال کیا ہے تو میں نے اپنے سوال کو قیامت تک کے لیے مؤخر کر دیا ہے، پس وہ تمہارے لیے ہے اور اس شخص کے لیے جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسے امام احمد اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔ 11: أخرجہ ابن حبان فی الصحیح، 14/ 309، الرقم: 6399، والہیثمی فی موارد الظمآن، 1/ 523، الرقم: 2125.

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے چار ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو ہم سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں اور پانچویں عطا یہ کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا تو اس نے مجھے عطا کیا: (ہر) نبی کو اس کی بستی کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور وہ اس سے تجاوز نہیں کرتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، اور ہمارا دشمن

ہم سے ایک ماہ کی مسافت سے خوفزدہ ہو جاتا ہے، اور میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنیوالی (جائے تیمم) اور مساجد بنا دی گئی، اور ہمارے لئے خمس حلال کر دیا گیا ہے جبکہ ہم سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھا اور میں نے اپنے رب سے پانچواں سوال کیا: میں نے اس سے یہ سوال کیا کہ کوئی بھی میرا امتی جو اسے توحید کی حالت میں ملے پس وہ اسے جنت میں داخل فرمائے تو اس نے مجھے یہ عطا کر دیا۔ اسے امام ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

أخرجه أحمد في المسند، 1/5.4، الرقم: 15، وابن حبان في الصحيح، 14/395.393، الرقم: 6476، وأبو يعلى في المسند، 1/45.44، الرقم: 52، والبزار في المسند، 1/151.149، الرقم: 76، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/375، وقال: رجالهم ثقات.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت تشریف لائے تو نماز فجر ادا کر کے تشریف فرما ہوئے یہاں تک کہ چاشت کا وقت ہو گیا تو آپ (کسی بات پر) مسکرائے، پھر اپنی جگہ تشریف فرما رہے یہاں تک کہ نماز ظہر، عصر، مغرب اور عشاء ادا فرمائی، اس دوران آپ نے کوئی گفتگو نہ فرمائی یہاں تک کہ آپ عشاء ادا کر کے اپنے اہل خانہ کے پاس تشریف لے گئے۔ پس لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیوں نہیں کرتے کہ اس کی کیا وجہ ہے آج آپ نے جو کیا اس سے قبل کبھی اس طرح نہیں کیا؟ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! دنیا اور آخرت کے معاملات میں سے جو کچھ ہونے والا تھا مجھ پر پیش کیا گیا، اولین اور آخرین کو ایک میدان میں جمع کیا گیا، پس لوگ گھبرا کر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور قریب تھا کہ وہ پسینے میں ڈوب جاتے۔ عرض کریں گے: اے آدم علیہ السلام! آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں اور آپ ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے منتخب ہیں اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے۔ وہ فرمائیں گے: مجھے بھی اس طرح پریشانی ہے جس طرح تمہیں ہے۔ تم اپنے (پہلے) باپ کے بعد دوسرے باپ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ (بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو سب جہان والوں پر (بزرگی میں) منتخب فرمایا ہے O) (آل عمران، 3:33) پس لوگ مل کر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے آپ کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا اور آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور روئے زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا نہ چھوڑا۔ آپ فرمائیں گے: شفاعت کا منصب میرے پاس نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو خلیل بنایا تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ آپ فرمائیں گے: یہ منصب میرے پاس نہیں البتہ تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بلاواسطہ گفتگو فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: یہ منصب میرے پاس نہیں لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کیونکہ انہوں نے مادرزاد اندھوں اور برص زدہ مریضوں کو (اللہ کے حکم سے) ٹھیک کر دیا اور مردوں کو زندہ کر دیا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: میرے پاس شفاعت کا یہ منصب نہیں البتہ تم اولاد آدم کے سردار کے پاس چلے جاؤ کیونکہ آپ ہی وہ ہستی ہیں جن کے لئے سب سے پہلے زمین پھٹ جائے گی تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں چلے جاؤ وہ اللہ کے حضور تمہاری شفاعت کریں گے۔

راوی فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جائیں گے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام رب کے پاس آئیں گے، پس اللہ رب العزت فرمائیں گے: اُن کو شفاعت کی اجازت دے دو اور جنت کی خوشخبری سناؤ۔ فرمایا: پھر جبرئیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جائیں گے (یہ خبر سننے کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقدار جمعہ کے برابر سجدہ میں پڑے رہیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے سنا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر انور اٹھائیں گے تو یکایک اپنے رب کا دیدار کرتے ہی پھر دوسری بار جمعہ کی مقدار کے برابر سجدہ میں پڑے رہیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے، کہیے سنا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ آپ پھر سجدہ ریز ہونا چاہیں گے تو جبرئیل علیہ السلام آپ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ آپ پر ایسے دعائیہ کلمات منکشف فرمائے گا کہ آج تک کسی فرد بشر پر نہیں فرمائے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرض کریں گے: اے پروردگار! تو نے مجھے اولادِ آدم کا سردار بنایا اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا اور سب سے پہلے قیامت کے دن مجھ ہی سے زمین شق ہوگی یہاں تک کہ روز قیامت (بعد ازاں) مجھ پر حوض پیش کیا جائے گا جس کی حدود صنعاء اور ایلہ کے درمیانی علاقہ کے برابر ہوں گی.... الی آخر الحدیث۔

اسے امام احمد بن حنبل، ابن حبان، ابو یعلی اور بزاز نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی اسناد حسن ہے۔

(أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 1/281، الرقم: 2546، وأبو يعلى في المسند، 4/215، 216، الرقم: 2328، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/372)

ابو نضرہ نے روایت کرتے ہوئے کہا: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ کے منبر پر ہمیں خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے حصہ میں مقبول دعا نہ آئی ہو جو دنیا میں پوری ہوئی اور میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لئے ذخیرہ کر دیا ہے۔ میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سردار ہوں گا مگر یہ بات بطور فخر نہیں کہتا، میں ہی وہ شخص ہوں جس پر سب سے پہلے زمین (قبر) کھل جائے گی مگر یہ بات بطور فخر نہیں کہتا اور میرے ہاتھوں میں لواء حمد ہوگا اور یہ بات بطور فخر نہیں کرتا، حضرت آدم اور ان کے علاوہ تمام انبیاء میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا۔ قیامت کا دن لوگوں کیلئے لمبا ہو جائے گا تو ان میں سے بعض بعض سے کہیں گے: ہمارے ساتھ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلو تا کہ وہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں جس کی وجہ سے اللہ رب العزت ہمارا فیصلہ فرمائے۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر کہیں گے: اے آدم علیہ السلام! آپ ہی وہ شخصیت ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے تخلیق فرمایا، آپ کو اس نے اپنی جنت میں ٹھہرایا اور اس نے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تا کہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے۔ پس وہ کہیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں اپنی لغزش کی وجہ سے میں جنت سے نکالا گیا اور آج کے دن مجھے اپنا غم ہے لیکن تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ جو نبیوں کے سردار ہیں۔

پس وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے نوح علیہ السلام! اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے۔ آپ فرمائیں گے: میرا یہ منصب نہیں میں نے ایک دعا کی جس سے اہل ارض

غرق ہو گئے۔ آج کے دن مجھے اپنا غم ہے البتہ تم ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ تمام لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے اور کہیں گے: اے ابراہیم علیہ السلام! اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں میں نے اسلام میں (بظاہر) تین جھوٹ بولے تھے۔ خدا کی قسم اگر کوئی اور شخص ایسی باتوں کے ساتھ حیلہ طلب کرتا ہے تو وہ دین سے نکل جاتا ہے۔ (ان باتوں میں سے) آپ کا کہنا (میری طبیعت مضمحل ہے O) (القرآن، الصافات، 89:37) دوسری بات (بلکہ یہ (کام) ان کے اس بڑے (بت) نے کیا ہوگا تم ان (بتوں) سے ہی پوچھو اگر وہ بول سکتے ہیں O) (القرآن، الانبیاء، 89:21) اور آپ کا اپنی زوجہ کو جب آپ بادشاہ کے پاس آئے میری بہن کہنا۔ (ابراہیم علیہ السلام کہیں گے) آج کے دن مجھے اپنا غم ہے لیکن تم لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ جنہیں اللہ نے اپنی رسالت اور کلام سے منتخب کیا۔

لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر کہیں گے: اے موسیٰ علیہ السلام! آپ ہی وہ شخصیت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لئے منتخب فرمایا اور آپ کے ساتھ کلام کیا لہٰذا آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیں تا کہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے۔ پس آپ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں۔ میں نے ایک شخص کو بغیر قصاص کے قتل کیا تھا اور یہ کہ آج مجھے اپنا غم ہے لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ جو اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہے۔ پس وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیں تا کہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے۔ وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں، مجھے اللہ کے سوا معبود بنالیا گیا اور آج کے دن مجھے اپنا غم ہے لیکن کیا تم لوگوں نے دیکھا ہے کہ اگر کوئی سامان کسی مہر لگے برتن کے اندر ہو تو کیا کوئی اس کے اندر تک بغیر مہر توڑے رسائی حاصل کر سکتا ہے؟ وہ کہیں گے: نہیں! تو آپ فرمائیں گے: بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ آج کے دن اس حال میں موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے اور بعد کے ہر گناہ سے معصوم رکھا ہوا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس لوگ میرے پاس آ کر کہیں گے: اے محمد! اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے تو میں کہوں گا: یہ میرا ہی منصب ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت عطا فرمائے گا جس کو چاہے گا اور جس سے راضی ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا کہ اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ فرما دے، ایک آواز دینے والا آواز دے گا: کہاں ہیں احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت؟ پس ہم آخر میں آنے والے اور سب سے پہلے جنت میں جانے والے ہیں، ہم آخری امت ہیں اور وہ ہیں جن کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا، ہمارے راستے سے باقی امتوں کو ہٹا دیا جائے گا۔ ہم اس حال میں چلیں گے کہ ہماری پیشانیاں وضو کے اثر کی وجہ سے چمک رہی ہوں گی۔ دوسری امتیں کہیں گی: امت کا یہ گروہ تو سارے کے سارے انبیاء لگتے ہیں۔ میں باب جنت پر آ جاؤں گا، دروازے کی کنڈی پکڑ کر دروازہ کھٹکاؤں گا تو پوچھا جائے گا: آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا: میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں پس میرے لئے دروازہ کھول دیا جائے گا۔ اللہ رب العزت (اپنی شان کے مطابق) اپنی کرسی پر تشریف فرما ہوگا یا تخت پر تو میں اللہ رب العزت کیلئے سجدہ میں گر پڑوں گا اور ایسے تعریفی

کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کروں گا جن کے ساتھ نہ مجھ سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کی کسی نے تعریف کی ہے اور نہ میرے بعد کوئی ان کے ساتھ اللہ کی حمد وثنا کرے گا۔ کہا جائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)!! اپنا سر اٹھایئے، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا، کہیے آپ کو سنا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: اے رب! میری امت، میری امت۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر اس شخص کو جہنم سے نکال لیجئے جس کے دل میں اتنی اتنی مقدار کا ایمان ہو (حماد راوی کو صحیح مقدار یاد نہیں رہی)۔ میں دوبارہ سجدہ ریز ہو کر اسی طرح عرض کروں گا تو مجھے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھایئے، کہیے آپ کو سنا جائے گا، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: اے رب! میری امت، میری امت تو وہ فرمائے گا: جہنم سے اسے بھی نکال لیجئے جس کے دل میں اتنی اتنی مقدار میں ایمان ہو۔ یہ لوگ پہلے نکالے جانے والوں کے علاوہ ہوں گے۔ پھر تیسری بار میں سجدہ ریز ہو کر اسی طرح عرض کروں گا تو مجھے کہا جائے گا: اپنا سر سجدہ سے اٹھایئے، کہیے آپ کو سنا جائے گا، سوال کیجئے عطا کر دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس میں کہوں گا: اے رب! میری امت، میری امت تو وہ فرمائے گا: جہنم سے اس کو بھی نکال لیجئے جس کے دل میں اتنی اتنی مقدار میں ایمان ہو۔ یہ تعداد پہلی تعدادوں کے علاوہ ہوگی۔

اسے امام احمد اور ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے کہا ہے: اس میں ایک راوی علی بن زید ہے جسے ضعف کی وجہ سے ثقہ قرار دیا گیا ہے باقی اِن کے رجال صحیح ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن جملہ مخلوقات میں سب سے پہلے میری زمین شق ہوگی اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا، حمد کا جھنڈا مجھے تھمایا جائے گا اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا، قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا سردار ہوں گا اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جو سب سے پہلے جنت میں جائے گا اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا۔

میں جنت کے دروازے کے پاس آ کر اس کی کنڈی پکڑ لوں گا تو فرشتے پوچھیں گے: یہ کون ہیں؟ میں کہوں گا: میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ وہ میرے لیے دروازہ کھولیں گے تو میں اندر داخل ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ میرے سامنے جلوہ افروز ہوگا تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے اور کلام کیجئے آپ کو سنا جائے گا، اور کہیے آپ کی بات قبول کی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: میرے رب! میری امت، میری امت۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنی امت کے پاس چلے جایئے اور جس کے دل میں جَو کے دانے کے برابر ایمان پائیں اس کو جنت میں داخل کیجئے۔ میں آ کر جس کے دل میں اتنا ایمان پاؤں گا تو اُسے جنت میں داخل کر دوں گا۔

پھر اچانک دیکھوں گا کہ اللہ تعالیٰ میرے سامنے جلوہ افروز ہے تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے اور گفتگو کیجئے آپ سے سنا جائے گا، اور کہیے آپ کی بات قبول کی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت۔ پس اللہ تعالیٰ

فرمائے گا: اپنی امت کے پاس چلے جایئے اور جس کے دل میں آدھے جَو کے دانے کے برابر ایمان پائیں اس کو جنت میں داخل کیجئے۔ پس میں جاؤں گا اور جس کے دل میں اتنی مقدار میں ایمان پاؤں گا ان کو بھی جنت میں داخل کروں گا۔
پھر اچانک دیکھوں گا کہ اللہ رب العزت میرے سامنے جلوہ افروز ہے تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے اور گفتگو کیجئے آپ سے سنا جائے گا، اور کہیے آپ کی بات قبول کی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: میری امت، میری امت۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنی امت کے پاس چلے جایئے اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان موجود ہو اس کو جنت میں داخل کیجئے، میں جاؤں گا اور جن کے دل میں ایمان کی اتنی مقدار پاؤں گا ان کو بھی جنت میں داخل کروں گا۔
اللہ تعالیٰ لوگوں کے حساب سے فارغ ہو جائے گا اور میری امت میں سے باقی جو لوگ بچ جائیں گے وہ اہل نار کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ پس دوزخ والے لوگ ان کو طعنہ دیں گے: تمہیں اس چیز نے کوئی فائدہ نہیں دیا کہ تم اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے؟ اس پر اللہ رب العزت فرمائے گا: مجھے اپنی عزت کی قسم! میں ان کو ضرور جہنم کی آگ سے نجات دوں گا۔ پس ان کی طرف فرشتہ بھیجے گا تو وہ اس حال میں اس سے نکلیں گے کہ بری طرح جھلس گئے ہوں گے، پھر وہ نہر حیات میں داخل ہوں گے تو اس میں سے اس طرح نکلیں گے جس طرح پانی کے کنارے دانہ اگتا ہے۔ ان کے ماتھے کے درمیان لکھ دیا جائے گا یہ عُتَقَاءُ اللہ (اللہ کے آزاد کردہ) ہیں۔ وہ فرشتہ ان کو لے جائے گا اور جنت میں داخل کرے گا۔ اہل جنت انہیں کہیں گے: یہ لوگ جہنمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ عُتَقَاءُ الْجَبَّار (اللہ تعالیٰ جبّار کے آزاد کردہ) ہیں۔ اسے امام احمد اور دارمی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی إسناد ٹھیک ہے۔

(أخرجه الدارمي في السنن، 2/421، الرقم: 2804، والطبراني في المعجم الكبير، 17/320، الرقم: 887)

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا اور حساب کتاب کے فیصلے سے فارغ ہو جائے گا۔ مومن کہیں گے: ہمارے رب نے ہمارے درمیان فیصلہ فرما دیا پس کون ہمارے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کرے گا؟ وہ (آپس میں) کہیں گے: حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلو، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور ان کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ وہ ان کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: کھڑے ہو جایئے اور اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے۔ آدم علیہ السلام فرمائیں گے: تم لوگ نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ پس وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جانے کا کہیں گے۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے کہ میں نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے لئے تمہاری رہنمائی کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس وہ لوگ میرے پاس آئیں گے تو اللہ تعالیٰ مجھے اپنے حضور کھڑا ہونے کی توفیق فرمائے گا، میری نشست سے ایسی خوشبو

پھیلے گی کہ اس جیسی مہک کسی نے کبھی نہیں سونگھی ہوگی۔ یہاں تک کہ میں اپنے رب کے حضور آؤں گا تو وہ مجھے حق شفاعت عطا فرمائے گا اور مجھے سر کے بالوں سے لے کر قدموں کے ناخنوں تک سراپائے نور بنا دے گا۔ اس پر کافر ابلیس سے کہیں گے: ایمان والوں نے ایسی ہستی کو پالیا ہے جو ان کی شفاعت کرے گا پس تو کھڑا ہو اور اپنے رب سے ہماری شفاعت کر کیونکہ تو نے ہی ہمیں گمراہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کھڑا ہو گا تو اس کی نشست سے اتنی سخت بدبو پھیلے گی کہ کسی نے اس جیسی کبھی نہ سونگھی ہوگی، پھر وہ عذاب جہنم کے لیے بڑا ہو جائے گا تو اس وقت وہ کہے گا: (اور شیطان کہے گا جبکہ فیصلہ ہو چکا ہو گا بے شک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے (بھی) تم سے وعدہ کیا تھا سو میں نے تم سے وعدہ خلافی کی ہے) (القرآن، ابراہیم، 22:14)۔ اسے امام دارمی اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ أخرجہ ابن أبي شیبۃ في المصنف، 308/6، الرقم: 31675، وابن أبي عاصم في السنۃ، 384/2، الرقم: 813.

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: قیامت کے دن سورج کو دس سال کی مسافت جتنی گرمی عطا کی جائے گی، پھر (آہستہ آہستہ) وہ لوگوں کے سروں کے قریب ہو جائے گا یہاں تک کہ دو کمانوں جتنا فاصلہ ہو گا۔ لوگ پسینہ میں غرق ہوں گے یہاں تک کہ پسینہ زمین پر ٹپک رہا ہو گا پھر سورج بلند ہو گا تو انسان اس کی حدت سے ہانڈی کے ابلنے کی طرح جوش مارے گا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہاں تک کہ کوئی شخص کہے گا: (ہمیں) ذبح کر دیا گیا پس جب وہ اپنی حالت دیکھیں گے، ان میں سے بعض بعض سے کہیں گے: کیا تم اپنی حالت نہیں دیکھ رہے؟ آؤ اپنے باپ آدم علیہ السلام کے پاس چلیں کہ وہ تمہارے رب سے تمہاری شفاعت فرمائیں، پس وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میں اس منصب پر فائز نہیں تو (تمہارا کام مجھ سے) کہاں ہو گا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم فرماتے ہیں؟ وہ فرمائیں گے: تم اللہ کے شکر گزار بندے کے پاس جاؤ تو وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے نبی! آپ ہی وہ ہستی ہیں جن کو اللہ نے شکر گزار بنایا ہے، اور آپ ہماری حالت دیکھ رہے ہیں لہٰذا اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میرا یہ منصب نہیں تو (مجھ سے یہ کام) کہاں ہو گا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم فرماتے ہیں؟ وہ فرمائیں گے: رحمان کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے خلیل الرحمان! آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں لہٰذا اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میرا یہ منصب نہیں تو کام کہاں ہو گا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم کرتے ہیں تو وہ فرمائیں گے: تم اللہ کے کلمہ اور اس کی روح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے پاس جاؤ تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے کلمہ اور اس کی روح! آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں لہٰذا اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میرا یہ منصب نہیں، تو کام کہاں ہو گا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم کرتے ہیں؟ وہ فرمائیں گے: تم اس بندہ کے پاس جاؤ جس کے ذریعہ اللہ نے باب نبوت کھولا اور نبوت ختم فرمائی اور اس کے صدقے پہلے اور پچھلے بخش دیئے گئے، اور آج کے دن ہم (ان کی عظمت کو متعارف کرانے کے) امین ہیں۔

پس وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے باب نبوت کھولا اور آپ پر نبوت کا خاتمہ فرمایا اور آپ کے صدقے پہلے اور پچھلے بخش دیئے گئے اور آپ اس دن امن میں ہیں، آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں تو اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے تو آپ فرمائیں گے: میں تمہارا خیر خواہ ہوں، پس آپ لوگوں کے درمیان سے نکل کر جنت کے دروازے تک آئیں گے اور دروازے میں لگا سونے کا کنڈا پکڑ کر دروازہ کھٹکھٹائیں گے تو پوچھا جائے گا: کون ہے؟ آپ فرمائیں گے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! راوی فرماتے ہیں: آپ کے لئے اسے کھول دیا جائے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حضور حاضر ہو کر سجدوں کی اجازت طلب کریں گے تو آپ کو اذن دیا جائے گا، پس آپ سجدہ ریز ہوں گے تو رب تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے، مانگئے آپ کو عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور دعا کیجئے آپ کی دعا قبول کی جائے گی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرض کریں گے: اے میرے رب! میری امت، میری امت! پھر سجود کی اجازت طلب کریں گے تو آپ کو اذن دے دیا جائے گا، آپ سجدہ ریز ہوں گے تو اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی حمد وثنا اور بزرگی کے ایسے کلمات کشف فرمائے گا کہ خلائق میں سے کسی پر ایسا نہیں کیا گیا۔ پس وہ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے، سوال کریں آپ کو عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور دعا کیجئے آپ کی دعا قبول کی جائے گی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھا کر عرض کریں گے: اے میرے رب! میری امت، میری امت! دو بار یا تین بار فرمائیں گے۔ (حضرت سلمان رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس شخص کی شفاعت فرمائیں گے جس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر ایمان ہوگا یا جَو کے برابر ایمان ہوگا یا رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا، وہی مقام محمود ہوگا۔ اسے امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ علامہ البانی نے اس حدیث کی اِسناد کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔

(أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 12/413، الرقم: 13522، والهيثمي في مجمع الزوائد، 1/261)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: مجھے تمام لوگوں سرخ وسیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے جبکہ ہر نبی صرف اپنی بستی کی طرف مبعوث ہوتا تھا، رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی کہ میرا دشمن ایک ماہ کی مسافت پر مجھ سے مرعوب ہو جاتا ہے، مجھے مال غنیمت سے نوازا گیا، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنادی گئی، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی جسے میں نے اپنی امت کے لیے مؤخر کر دیا ہے۔ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 7/154، الرقم: 6674، والهيثمي في مجمع الزوائد، 8/259، والسيوطي في الخصائص الكبرى، 2/332.)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزوں کی وجہ سے تمام انبیاء پر فضیلت سے نوازا گیا: مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا، میں نے اپنی شفاعت کو اپنی امت کے لیے ذخیرہ کر دیا، میری رعب کے ذریعے ایک ماہ آگے اور ایک ماہ پیچھے مدد فرمائی گئی، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے

تیمم) بنادی گئی، اور میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے۔ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ (أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 8/211، الرقم: 7435)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: مجھے سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے جبکہ پہلے نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا، ایک ماہ کی مسافت کے رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی، مجھے مال غنیمت کھلایا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے کسی کو نہیں کھلایا گیا، میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنادی گئی، اور ہر نبی کو اس کا طلب کیا ہوا عطا کر دیا گیا جس میں اس نے جلدی کی تھی جبکہ میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے مؤخر کر دیا ہے، اور وہ ان شاء اللہ ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جو مرتے دم تک اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہوگا۔ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 7/269، الرقم: 7471)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے حلال نہ تھے، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنادی گئی جبکہ ہم سے پہلے لوگ مخصوص مقامات پر نماز پڑھتے تھے، مجھے ہر سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے حالانکہ کسی بھی خاص شخص (نبی) کو اس کی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا، میرے آگے ایک ماہ کی مسافت کے رعب کے ذریعے مدد فرمائی گئی ہے، کوئی قوم میرے بارے میں سنتی ہے حالانکہ ان کے اور میرے درمیان ایک ماہ کا فاصلہ ہوتا ہے تو وہ مجھ سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں یعنی رعب و دبدبہ کو میرا مددگار بنایا گیا، اور مجھے کہا گیا: سوال کیجیے آپ کو عطا کیا جائے گا تو میں نے اسے اپنی امت کی شفاعت کے لیے رکھ چھوڑا ہے اور وہ ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 5/202، الرقم: 5082، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/375)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کی ایک خادمہ ان کی خدمت سرانجام دیتی تھی جس کا نام بریرہ تھا۔ ایک شخص نے اس سے مل کر کہا: اپنے بالوں کی چھوٹی زلفوں کو ڈھانپ کر رکھا کر کیونکہ تجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے ہرگز کسی چیز کا کوئی نفع نہیں پہنچائیں گے۔ اس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دی تو آپ چادر مبارک گھسیٹتے ہوئے اپنے سرخ رخساروں کے ساتھ باہر تشریف لائے۔ (راوی فرماتے ہیں) ہم گروہ انصار آپ کے جلال کو چادر مبارک کے گھسیٹنے اور رخسار مبارک کے سرخ ہونے سے پہچانتے تھے لہٰذا ہم اپنا اسلحہ اٹھا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! آپ جو چاہیں ہمیں حکم فرمائیں، پس اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر آپ ہمیں ہمارے والدین اور اولاد کے بارے میں کوئی حکم بھی فرمائیں گے تو ہم آپ کے ارشاد کو ان کے بارے میں ضرور کر گزریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر رونق افروز ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور پوچھا: میں کون ہوں؟ ہم نے عرض کیا: آپ اللہ

رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں (ایسا ہی ہے) لیکن میں کون ہوں؟ ہم نے عرض کیا: آپ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن مناف ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور (مجھے اس پر) فخر نہیں، سب سے پہلے مجھ ہی سے زمین شق ہوگی اور فخر نہیں، سب سے پہلے میرے ہی سر سے خاک جھاڑی جائے گی اور مجھے فخر نہیں اور میں ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا اور کوئی فخر نہیں۔ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے وہ گمان کرتے ہیں کہ میرا رشتہ نفع نہیں پہنچائے گا؟ ایسا نہیں ہے جیسا انہوں نے گمان کیا، بے شک میں ضرور شفاعت کروں گا اور یہاں تک شفاعت کروں گا کہ جس کی میں شفاعت کروں گا وہ بھی شفاعت کر سکے گا اور اس کی شفاعت بھی قبول کی جائے گی یہاں تک کہ ابلیس بھی میری شفاعت میں رغبت رکھے گا۔ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(أخرجه الطبراني في المعجم الصغير، 1/80، الرقم: 103، والمنذري في الترغيب والترهيب، 4/236، الرقم: 5504، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/376)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت پر گامزن رہنے، اور جماعت کی مخالفت کے سبب اہلِ قبلہ میں سے لوگ جہنم میں داخل ہوں گے جن کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ مجھے اذنِ شفاعت دیا جائے گا تو میں اللہ جل جلالہ کی حالت سجدہ میں تعریف کروں گا جیسے میں اس کی قیام میں تعریف کروں گا... (اور راوی نے حدیث ذکر کی اسکا آخری حصہ اس طرح ہے) پس مجھ سے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھایئے، اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ امام منذری اور ہیثمی نے اس کی اسناد کو حسن کہا ہے۔ (أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 8/97، الرقم: 7483، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/377)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت کے بدتر لوگوں کے لئے بہترین ہوں۔ آپ کے ہم نشینوں میں سے کسی شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ان کے بہترین لوگوں کے لئے کیسے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے بدترین لوگوں کو اللہ تعالیٰ میری شفاعت سے جنت میں داخل فرمائے گا اور ان کے بہترین کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کے سبب جنت میں داخل فرمائے گا۔ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(أخرجه ابن راهويه في المسند، 1/94، الرقم: 10، وابن حيان في العظمة، 3/835، الرقم: 386، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 2/148-149)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث صور میں روایت ہے کہ لوگوں کے پل صراط کے پار ہو جانے کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس جب اہل جنت کو جنت کی طرف اور اہل جہنم کو جہنم کی طرف پہنچایا جائے گا۔ وہ کہیں گے: کون ہمارے رب کے حضور ہماری شفاعت کرے گا کہ وہ ہمیں جنت میں داخل فرمائے؟ راوی فرماتے ہیں: پس وہ کہیں گے: تمہارے باپ آدم علیہ السلام سے بڑھ کر کون شخص اس کا زیادہ حق دار ہے؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی اور سب سے پہلے ان سے کلام کیا۔ پس آدم علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ طلب کیا جائے گا تو وہ انکار کریں گے، اور فرمائیں گے: تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ سب سے پہلے رسول ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ طلب کیا جائے گا تو وہ اپنا (بظاہر) گناہ یاد کر کے عرض کریں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، لیکن تم ابراہیم

علیہ السلام کو لازمی پکڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خلیل بنایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ مطالبہ کیا جائے گا تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، لیکن تم موسیٰ علیہ السلام کو لازمی پکڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قریب کر کے سرگوشی کی ہے اور ان پر تورات اتاری ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے اس کا مطالبہ کیا جائے گا تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں لیکن تم اللہ کی روح اور اس کے کلمہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے پاس لازمی جاؤ۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ مطالبہ کیا جائے گا تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں لیکن میں تمہاری رہنمائی کروں گا تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لازمی جاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے پاس آئیں گے، میرے لئے اپنے رب کے ہاں تین شفاعتیں ہیں جن کا اس نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں: میں جنت کی طرف آؤں گا اور دروازے کا کنڈا پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا تو اسے میرے لئے کھول دیا جائے گا۔ پس مجھے سلام کیا جائے گا اور مرحبا کہا جائے گا تو میں جنت میں داخل ہوں گا۔ جب میں اس میں داخل ہوں گا تو اپنے رب کو عرش پر دیکھتے ہی سجدہ ریز ہو جاؤں گا اور اس وقت تک سجدہ میں رہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ میں سجدہ میں رہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھے اپنی حمد اور بڑائی کرنے کا ایسے کلمات سے اذن دے گا کہ مخلوق میں سے کسی کو ایسا اذن نہیں دیا گیا، بعد ازاں وہ فرمائے گا: اپنا سر اٹھایئے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم! شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عرض کروں گا: اے میرے رب! جو میرے امتی جہنم میں گر گئے ہیں (ان کی بخشش چاہتا ہوں)؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم جاؤ جس کی تم صورت پہچانو اسکو جہنم سے نکال لو، پس ان کو نکال لیا جائے گا حتیٰ کہ ایک بھی باقی نہیں رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم جاؤ پس جس کے دل میں دینار کے برابر ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو، پھر فرمائے گا: دو تہائی دینار کے برابر، پھر فرمائے گا: آدھے دینار کے برابر، پھر فرمائے گا: ایک قیراط (دینار کے دسویں حصے کے نصف برابر) پھر فرمائے گا: تم جاؤ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو (اس کو نکال لو) فرماتے ہیں: پس انہیں نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے تم دنیا میں اپنے گھروں اور بیویوں کو اہل جنت کے جنت میں داخل ہونے کے بعد اپنے گھروں اور بیویوں سے زیادہ پہچان رکھنے والے نہیں ہو۔ اسے امام ابن راہویہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنا دی گئی جبکہ پہلے انبیاء میں سے کوئی نبی بھی مخصوص مقام کے علاوہ کسی جگہ نماز نہیں پڑھتا تھا، ایک ماہ کی مسافت تک کے رعب سے میری مدد فرمائی گئی، میرے اور مشرکوں کے درمیان ابھی ایک ماہ کا فاصلہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہے، ہر نبی کو اس کی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ مجھے جن وانس کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، انبیاء خمس مال کو جدا کر کے رکھ دیتے تھے تو آگ آ کر ان کو کھا جاتی جبکہ مجھے اسے اپنی امت کے فقراء میں تقسیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور ہر نبی کو اس کا طلب کیا

ہوا عطا کر دیا گیا جبکہ میں نے اپنی شفاعت کو اپنی امت کے لیے ذخیرہ کر دیا ہے۔ اسے امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

(أخرجه ابن عساكر في تاريخ دمشق الكبير، 14/296)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا، رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی، میرے لئے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا، اور میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی، اور مجھے روزِ قیامت میری امت کے گناہ گاروں کے لئے شفاعت عطا کی گئی ہے۔ اسے امام ابنِ عساکر نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی۔۔۔ یا فرمایا: میرے لئے تمام روئے زمین پاکیزہ، پاک کرنیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنا دی گئی۔۔۔ تو ابو عامر سے کہا گیا کہ کیا آپ کو شک ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔۔۔ اور ایک ماہ کی مسافت کے رعب کے ذریعے میرے دشمن پر میری مدد فرمائی گئی، مجھے سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، میری امت کو مالِ فئی کھلایا گیا جبکہ مجھ سے پہلے کسی امت کو اسے نہیں کھلایا گیا، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی اور وہ ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جو مرتے دم تک اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہوگا۔ اسے امام لکائی نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے روز لوگ گروہ در گروہ اپنے نبی کے پیچھے چلیں گے اور عرض کریں گے: اے فلاں! ہماری شفاعت فرمایئے، اے فلاں! ہماری شفاعت فرمایئے حتیٰ کہ طلب شفاعت کا سلسلہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر ختم ہو جائے گا۔ یہی وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔ اس حدیث کو امام بخاری اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: الزكاة، باب: من سأل الناس تكثرا، 2/536، الرقم: 1405، وابن منده في الإيمان، 2/854، الرقم: 884، والبيهقي في شعب الإيمان، 3/269، الرقم: 3509، والديلمي في الفردوس بمأثور الخطاب، 2/377، الرقم: 3677، والطبري في جامع البيان في تفسير القرآن، 15/146، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 3:56.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص (دنیا میں بھکاری بن کر) لوگوں سے مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کا ٹکڑا تک نہ ہوگا۔ اور فرمایا: قیامت کے دن سورج (مخلوق کے) اتنا قریب ہوگا کہ (ان کا) پسینہ نصف کان تک پہنچ جائے گا۔ پس وہ اس حال میں حضرت آدم علیہ السلام سے مدد طلب کریں گے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے، پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کرنے جائیں گے۔ عبد اللہ بن جعفر نے اتنا زیادہ بیان کیا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا ان سے ابن ابی جعفر نے بیان کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔ آپ جائیں گے حتیٰ کہ جنت کے دروازے کا کنڈا پکڑ لیں گے۔ پس وہ

دن ہوگا جب اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا اور سارے اہل محشر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کریں گے۔ اسے امام بخاری، ابن مندہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1/179، الرقم: 191، وأبو عوانة في المسند، 1/154، الرقم: 448، وابن منده في الإيمان، 2/829، الرقم: 858، والبيهقي في شعب الإيمان، 1/289، الرقم: 315، وأيضا في الاعتقاد، 1/195.

یزید الفقیر کہتے ہیں: مجھے خوارج کی رائے نے گھیر لیا تھا (کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہمیشہ جہنم میں رہیں گے)۔ ہم لوگوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ حج کرنے کے لئے نکلے (اور سوچا کہ بعد میں) ہم لوگوں کے پاس (اپنے اس عقیدہ کو بیان کرنے کے لئے) جائیں گے۔ فرماتے ہیں: ہمارا گزر مدینہ منورہ سے ہوا تو دیکھا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ایک ستون کے پاس بیٹھے لوگوں کو احادیث بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں: اچانک انہوں نے جہنمیوں کا ذکر فرمایا تو میں نے ان سے عرض کیا: اے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ یہ کیا بیان کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ تو (جہنمیوں کے بارے) فرماتا ہے: (بے شک تو جسے دوزخ میں ڈال دے تو تُو نے اسے واقعۃً رسوا کر دیا) (آل عمران، 3:192) اور ایک مقام پر ہے (دوزخی) جب بھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جائیں گے) (السجدة، 32:20) آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: تم قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں! فرمایا: کیا تم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام پڑھا ہے جس پر اللہ تعالیٰ انہیں فائز فرمائے گا؟ میں نے کہا: ہاں! فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ایسا مقام محمود ہے جس پر فائز ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا جہنم سے نکالے گا۔ فرماتے ہیں: پھر انہوں نے پل صراط اور لوگوں کے اس پر گزرنے کو بیان فرمایا۔ کہتے ہیں: مجھے ڈر ہے کہ شاید میں اسے یاد نہ رکھ سکوں۔ تاہم انہوں نے یہ بیان کیا کہ لوگ جہنم میں داخل ہونے کے بعد اس سے نکلیں گے۔ ابو نعیم کہتے ہیں: وہ ایسے نکلیں گے جیسا کہ آبنوس کی جلی ہوئی لکڑیاں، پھر جنت کی نہر میں غسل کر کے کاغذ کی طرح سفید ہو کر نکلیں گے۔ پس ہم وہاں سے لوٹے اور ہم نے آپس میں کہا: تم پر افسوس ہو کیا یہ شیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہیں؟ پس ہم میں سے ایک شخص کے سوا سبھی خوارج کے عقیدہ سے تائب ہو گئے جیسا کہ ابو نعیم نے بیان کیا ہے۔ اسے امام مسلم، ابو عوانہ، ابن مندہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: تفسير القرآن، باب: ومن سورة بني إسرائيل، 5/303، الرقم: 3137، وأحمد بن حنبل في المسند، 2/444، الرقم: 9735، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/319، الرقم: 31745، وابن أبي عاصم في السنة، 2/364، الرقم: 784، والبيهقي في شعب الإيمان، 1/681، الرقم: 299، والصيداوي في معجم الشيوخ، 2/664، الرقم: 293، والطبري في جامع البيان في تفسير القرآن، 15/145، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 3/59، والقرطبي في الجامع لأحكام القرآن، 10/309، والعسقلاني في فتح الباري، 11/426.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے فرمان (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا O) (بنی اسرائیل، 17: 79) کے بارے پوچھ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مقامِ شفاعت ہے۔ اسے امام ترمذی، احمد، ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی

نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔ (أخرجہ الترمذی فی السنن، کتاب تفسیر القرآن، باب: ومن سورۃ بنی اسرائیل، 5، 308، الرقم: 3148)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا قائد ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں۔ حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور کوئی فخر نہیں، حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سارے لوگ اس دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور مجھے کوئی فخر نہیں۔ میں ہی وہ ہوں جس سے سب سے پہلے زمین شق ہوگی اور مجھے کوئی فخر نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ تین بار گھبرانے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ ہمارے باپ ہیں اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے۔ آپ فرمائیں گے: مجھ سے لغزش واقع ہوئی جس کے باعث مجھے زمین پر اترنا پڑا تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، پھر وہ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو آپ فرمائیں گے: میں نے زمین پر ایک دعا مانگی جس کے باعث سارے لوگ ہلاک کر دیئے گئے تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو آپ فرمائیں گے میں نے تین مرتبہ (بظاہر) خلافِ واقعہ بات کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے ان تینوں باتوں سے دین الٰہی کو بچانے کے لئے حیلہ کیا، حضرت ابراہیم فرمائیں گے حضرت موسیٰ کے پاس جاؤ، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو آپ فرمائیں گے: میں نے ایک آدمی کو قتل کیا تھا تم عیسیٰ کے پاس جاؤ، وہ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: لوگوں نے اللہ عزوجل کے علاوہ مجھے بھی معبود بنا لیا تھا تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: پھر وہ میرے پاس آئیں گے تو میں ان کے ساتھ چلوں گا۔ ابن جدعان (راوی حدیث) کہتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا گویا کہ میں اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت کے دروازے کی زنجیر پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا، تو کہا جائے گا: کون؟ جواب دیا جائے گا: حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چنانچہ وہ میرے لئے دروازہ کھولیں گے اور مجھے مرحبا کہیں گے، میں (اللہ عزوجل کے سامنے) سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد و ثناء کا کچھ حصہ الہام فرمائے گا۔ مجھے کہا جائے گا: سر اٹھائیے، مانگئے آپ کو عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی اور فرمائیے آپ کی بات مانی جائے گی۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) یہی وہ مقامِ محمود ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۰)(بنی اسرائیل، 79:17)۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض راویوں نے بواسطہ ابو نضرہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو مفصل روایت کیا ہے۔ (أخرجہ الخوارزمی فی جامع المسانید للإمام أبی حنیفۃ، 1/148)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے فرمان (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۰) (بنی اسرائیل، 79:17) کے بارے میں فرمایا: مقامِ محمود شفاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں میں سے ایک قوم کو ان کے گناہوں کے باعث عذاب دے گا، پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے انہیں (جہنم) سے نکال کر ایک نہر کے پاس لایا جائے گا جسے حیات آور کہا جاتا ہے۔ پس وہ اس میں غسل کریں گے اور پھر جنت میں داخل ہو جائیں

گے، انہیں (جنت میں) جہنمی کہہ کر پکارا جائے گا۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ سے (اس نام کے خاتمہ کا) مطالبہ کریں گے تو وہ اس نام کو ان سے ختم کردے گا۔ اسے امام ابوحنیفہ نے روایت کیا ہے۔ (أخرجہ الخوارزمی فی جامع المسانید للإمام أبی حنیفۃ، 1/152.)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کے فرمان (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا) (بنی اسرائیل، 17:79) کے بارے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور اہل قبلہ میں سے ایک قوم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جہنم سے نکالے گا، یہی مقامِ محمود ہے۔ پس انہیں ایسی نہر کے پاس لایا جائے گا جسے حیات آور کہا جاتا ہے۔ پھر انہیں اس میں ڈال دیا جائے گا تو وہ اس میں ایسے اگیں گے جیسے سفید ککڑیاں اگتی ہیں، بعد ازاں وہ (اس نہر سے نکل کر) جنت میں داخل ہو جائیں گے تو انہیں (اس میں) جہنمی کہہ کر پکارا جائے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے (اس نام کے خاتمے کا) مطالبہ کریں گے تو وہ اس نام کو ان سے ختم کردے گا۔ اسے امام ابوحنیفہ نے روایت کیا ہے۔

أخرجہ أحمد بن حنبل فی المسند، 2/478، الرقم: 10200، والبیہقی فی شعب الإیمان، 1/281، الرقم: 299، وأبو نعیم الأصبہانی فی حلیۃ الأولیاء، 8/372.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مقامِ محمود شفاعت ہے۔ اسے امام احمد اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

أخرجہ أحمد بن حنبل فی المسند، 2/441، الرقم: 9684، وابن کثیر فی تفسیر القرآن العظیم، 3/59، والمبارکفوری فی تحفۃ الأحوذی، 8/454.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے فرمان (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا) (بنی اسرائیل، 17:79) کے بارے فرمایا: یہ وہ مقام ہے جس میں، میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔

أخرجہ أحمد بن حنبل فی المسند، 3/178، الرقم: 12824، والمقدسی فی الأحادیث المختارۃ، 7/249، الرقم: 2695، والمنذری فی الترغیب والترہیب، 4/235، الرقم: 5503، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 10/373.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پل صراط پر کھڑا اپنی امت کے اسے عبور کرنے کا انتظار کر رہا ہوں گا کہ اس اثناء میرے پاس عیسیٰ علیہ السلام تشریف لا کر کہیں گے: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ انبیاء آپ کے پاس التجا لے کر آئے ہیں یا آپ کے پاس اکٹھے ہیں (راوی کو شک ہے) اور اللہ تعالیٰ سے عرض کر رہے ہیں کہ وہ تمام گروہوں کو اپنی منشاء کے مطابق الگ کردے تاکہ انہیں پریشانی سے نجات مل جائے۔ اس دن ساری مخلوق پسینے میں ڈوبی ہوگی، مومن پر اس کا اثر ایسے ہوگا جیسے زکام (میں ہلکا پھلکا پسینہ) اور جو کافر ہوگا اس پر جیسے موت وارد ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس میں عیسیٰ سے کہوں گا: ذرا ٹھہریئے جب تک کہ میں آپ کے پاس لوٹوں۔ راوی کہتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جائیں گے یہاں تک کہ عرش کے نیچے کھڑے ہوں گے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ شرفِ باریابی حاصل ہوگا جو کسی برگزیدہ فرشتہ کو حاصل ہوا نہ کسی نبی مرسل کو۔ پھر اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو وحی فرمائے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کہو: اپنا سر

اٹھایئے، مانگیے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس میری امت کے حق میں میری شفاعت قبول کی جائے گی کہ ہر 99 لوگوں میں سے ایک کو نکالتا جاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بار بار اپنے رب کے حضور جاؤں گا اور جب بھی اس کے حضور کھڑا ہوں گا میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ مجھے شفاعت کا مکمل اختیار عطا کر کے فرمائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنی امت اور اللہ کی مخلوق میں سے ہر اس شخص کو بھی جنت میں داخل کر دیجیے جس نے ایک دن بھی اخلاص کے ساتھ یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسی پر اس کو موت آئی ہو۔ اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔ امام منذری اور ہیثمی نے کہا ہے: اس حدیث کے اشخاص صحیح حدیث کے اشخاص ہیں۔

(أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 244/3، الرقم: 13562، وابن أبي عاصم في السنة، 374/2، الرقم: 804)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایمان والوں کو روک لیا جائے گا تو وہ اس سے غمگین ہو کر آپس میں کہیں گے: ہمیں اپنے پروردگار کے ہاں کوئی سفارشی چاہئے جو ہمیں اس سے راحت فراہم کرے۔ پس وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ ہمارے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے تخلیق فرمایا اور آپ کے لئے ملائکہ کو سجدہ کرایا اور آپ کو ہر چیز کے نام سکھلا دیئے تو آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں۔ وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں اور اپنے درخت سے کھانے کا ذکر کریں گے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا، لیکن تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ پہلے نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اہلِ زمین کی طرف مبعوث فرمایا۔ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں اور بغیر علم کے اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کی خطا کا ذکر کریں گے، بلکہ تم اللہ الرحمن کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں اور اپنے (بظاہر نظر آنے والے) تین جھوٹوں کی خطا کا ذکر کریں گے۔ ان کا یہ کہنا (بے شک میں بیمار ہونے والا ہوںO) (القرآن، الصافات، 89:37) اور ان کا قول (بلکہ یہ (کام) ان کے اس بڑے (بت) نے کیا ہوگا) (القرآن، لانبیاء، 63:21) اور جب وہ مع اہلیہ ظالم صاحب ثروت (حکمران) کے پاس آئے تو اہلیہ سے فرمایا: تم اسے کہنا کہ میں تمہارا بھائی ہوں اور میں اسے بتاؤں گا کہ تو میری بہن ہے۔ (اس سبب کی وجہ سے وہ لوگوں سے فرمائیں گے) تم اس کے بندہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا ہے اور ان کو تورات عطا کی ہے۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس پر فائز نہیں اور ایک شخص کو قتل کرنے کی اپنی خطا کا ذکر کریں گے، لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے، اس کے رسول، اللہ کے کلمے اور اس کی روح ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر نہیں، لیکن تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جن کو پہلے اور بعد کی تمام تقصیرات کی مغفرت سنا دی گئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے پاس آئیں گے تو میں اپنے رب سے اس کے گھر میں داخلے کی اجازت چاہوں گا تو مجھے اذن دیا جائے گا۔ پس رب کو دیکھتے ہی میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اسی حالت پر رکھے گا پھر

فرمائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھائیے، کہیے آپ کو سنا جائے گا، شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجیے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ فرماتے ہیں: میں اپنا سر اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے کلمات سے حمد و ثنا کروں گا۔ پھر میں سفارش کروں گا تو وہ میرے لئے حد مقرر فرمائے گا لہٰذا میں انہیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ پھر دوسری بار میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اذن دیا جائے گا۔ پس اس کو دیکھتے ہی میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اس حال پر رکھے گا پھر فرمائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھائیے! کہیے آپ کو سنا جائے گا، شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجیے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ فرماتے ہیں: میں اپنا سر اٹھا کر اپنے رب کی ان کلمات سے حمد و ثنا کروں گا جو وہ مجھے سکھلائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو وہ میرے لئے حد مقرر فرمائے گا پس میں انہیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ پھر تیسری بار میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا۔ پس اس کو دیکھتے ہی سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اس حال پر رکھے گا پھر فرمائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھائیے! کہیے آپ کو سنا جائے گا، شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجیے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ فرماتے ہیں: میں اپنا سر اٹھا کر اپنے رب کی ان کلمات سے حمد و ثنا کروں گا جو وہ مجھے سکھلائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو وہ میرے لئے حد مقرر فرمائے گا پس میں انہیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ جہنم میں صرف وہ رہ جائے گا جسے قرآن نے روکا ہے یعنی جس نے ہمیشہ رہنا ہے۔

پھر حضرت قتادہ نے آیت مبارکہ تلاوت کی: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گاo) (بنی اسرائیل، 17: 79) فرمایا: یہی وہ مقام محمود ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا ہے۔ اسے امام احمد اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔

أخرجه الحاكم في المستدرك، 2/395، الرقم: 3384، والنسائي في السنن الكبرى، 6/381، الرقم: 11295، وابن أبي شيبة في المصنف، 7/139، الرقم: 34800، والطبراني في المعجم الأوسط، 2/36، الرقم: 1062، والطيالسي في المسند، 1/55، الرقم: 414، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/377، وقال: رجاله رجال الصحيح.

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے فرمان (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گاo) (القرآن، بنی اسرائیل، 17:79) کے بارے فرماتے ہوئے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ روز آخرت لوگوں کو ایک ہموار میدان میں اکٹھا فرمائے گا، جہاں پکارنے والے کی آواز سب سنیں گے اور سب نظر آتے ہوں گے، لوگ اسی طرح عریاں ہوں گے جس طرح پیدا ہوئے تھے اور سب خاموش ہوں گے اذن الٰہی کے بغیر کسی کو بولنے کی جرات نہیں ہوگی۔ (اللہ رب العزت) آواز دے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے: اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور تیری اطاعت کے لئے مستعد ہوں، ساری بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے، اور کسی شر کو تیرے آگے کوئی چارہ نہیں، جس کو تو ہدایت سے نوازے وہی ہدایت یافتہ ہے، تیرا بندہ تیری بارگاہ میں حاضر ہے، میں تیرے ہی لئے ہوں اور میری دوڑ تیری ہی جانب ہے، تیری بارگاہ کے سوا کوئی پناہ گاہ اور جائے نجات نہیں۔ تیری ذات بابرکات بلند اور پاک ہے، اے

بیت اللہ کے رب۔ یہی مقامِ محمود ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر آیا ہے: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا)

(بنی اسرائیل، 79:17)

اسے امام حاکم، نسائی، ابنِ ابی شیبہ اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا ہے: شیخین کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

أخرجه الحاکم في المستدرک، 4:614، الرقم:8701، والحارث في المسند، 2/1008، الرقم:1131، وابن المبارک في الزهد، 1/111، الرقم:375، وأبو نعیم الأصبهاني في حلیة الأولیاء، 3/145.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز سطح زمین کو عظمتِ رحمن کے سبب اتنا کم کر دیا جائے گا کہ کسی بھی بشر کے لیے فقط اپنا پاؤں رکھنے کے لئے جگہ ہو گی۔ پھر سب انسانوں سے پہلے مجھے بلایا جائے گا تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پھر مجھے اذنِ کلام دیا جائے گا تو میں کھڑا ہو کر عرض کروں گا: اے میرے رب! یہ ہے وہ جبرئیل جس نے مجھے خبر دی، اور وہ اللہ کے دائیں طرف ہوں گے، اللہ کی قسم! میں نے جبرئیل کو ایسی حالت میں پہلے کبھی نہیں دیکھا، تُو نے اس کو میری طرف بھیجا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل خاموش کھڑے ہوں گے، کچھ کلام نہیں کریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس نے سچ کہا، پھر مجھے اذنِ شفاعت دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا: اے میرے رب! تیرے بندے زمین میں ہر جگہ تیری عبادت کرتے تھے یہی وہ مقام (جہاں کھڑا ہو کر میں شفاعت کروں گا) مقامِ محمود ہو گا۔ اسے امام حاکم نے روایت کیا اور کہا ہے: شیخین کی شرط پر اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔

أخرجه الطبراني في المعجم الکبیر، 6/247، الرقم:6117، وابن أبي شیبة في المصنف، 6/308، الرقم:31675، وابن أبي عاصم في السنة، 2/383، الرقم: 813، والمنذري في الترغیب والترهیب، 4/235، الرقم:5502، والهیثمي في مجمع الزوائد، 10/372.

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قیامت کے دن سورج دس سال کی مسافت سے گرم ہو گا، پھر (آہستہ آہستہ) وہ لوگوں کے سروں سے قریب ہو جائے گا، (انہوں نے پوری حدیث ذکر کی پھر) فرماتے ہیں: لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے نبی! آپ ہی وہ ذات ہیں جن سے اللہ نے معاملہ تخلیق اور نبوت کا آغاز فرمایا اور آپ کی خاطر آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہوں کو بخش دیا ہے۔ آپ ہماری حالت مشاہدہ فرما رہے ہیں لہٰذا آپ ہی اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں، آپ فرمائیں گے: میں تمہارا خیر خواہ ہوں تو آپ لوگوں کو جمع کرتے ہوئے جنت کے دروازے تک پہنچ جائیں گے، پس آپ سونے کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر کھٹکھٹائیں گے تو پوچھا جائے گا: کون ہے؟ فرمایا جائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اسے کھول دیا جائے گا تو آپ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ وہ فرمائے گا: اپنا سر اٹھائیے، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، پس یہی مقامِ محمود ہے۔ اسے امام طبرانی، ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ امام منذری اور ہیثمی نے کہا ہے: اس کی اسناد صحیح ہے۔

(أخرجه الطیالسي في المسند، 1/51، الرقم:389، وابن کثیر في تفسیر القرآن العظیم، 3/58، وأخرج الطبري في جامع البیان في تفسیر القرآن، 30/113،

و بن کثیر فی تفسیر القرآن العظیم، 3، 59، 4)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ شفاعت کا اذن عطا فرمائے گا تو روح القدس جبرئیل علیہ السلام شفاعت فرمائیں گے، پھر اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام شفاعت فرمائیں گے، پھر عیسیٰ یا موسیٰ علیہما السلام شفاعت فرمائیں گے۔ ابوزعراء کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کون ہوگا؟ فرماتے ہیں: پھر (عموماً) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چوتھے شفاعت فرمائیں گے، آپ اتنی کثرت سے شفاعت کریں گے کہ آپ کے بعد کوئی بھی التجا نہ کرے گا۔ یہی مقام محمود ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گاO) (القرآن، بنی اسرائیل، 79:17) اسے امام طیالسی نے روایت کیا ہے۔

4741- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يَاْكُلُونَ فِيهَا وَيَشْرَبُونَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' اہل جنت اس میں کھائیں گے بھی اور پئیں گے بھی۔

بَابٌ فِي ذِكْرِ الْبَعْثِ وَالصُّورِ

باب: دوبارہ زندہ ہونے اور صور کا تذکرہ

4742- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِي قَالَ حَدَّثَنَا اَسْلَمُ عَنْ بِشْرِ بْنِ شَغَافٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصُّورُ قَرْنٌ يُنْفَخُ فِيهِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' صور ایک سینگ ہے جس میں پھونک ماری جائے گی۔

شرح

جس کو پھونکا جائے گا " کا مطلب یہ ہے کہ اس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو مرتبہ پھونکیں گے ایک بار تو سب کو مارنے کے لئے اور دوسری بار سب جگانے کے لئے۔ بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ اس سینگ یعنی صور کا وہ سرا جس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام اپنے منہ میں لگائے پھونکنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں، گول ہے اور اس کی گولائی زمین و آسمانوں کے برابر ہے۔

صور" اصل میں نرسنگا (سنکھ) اور قرنا کو کہتے ہیں جس میں پھونکنے سے ایک بلند آواز پیدا ہوتی ہے اور یہاں وہ مخصوص نرسنگا (سنکھ) مراد ہے جس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے حضرت اسرافیل علیہ السلام کا یہ صور پھونکنا دو مرتبہ ہوگا ایک بار تو اس وقت جب قیامت آنے کو ہوگی اور اس صور کی آواز سے تمام لوگ مرجائیں گے اور دوسری بار اس وقت جب تمام لوگوں کو میدان

حشر میں جمع کرنے کے لئے دوبارہ زندہ کرنا مقصود ہوگا چنانچہ اس صور کی آواز سے تمام لوگ زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہوں گے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دونوں نفخوں (یعنی ایک مرتبہ مارنے کے لئے اور دوسری مرتبہ جلانے کے لئے دونوں مرتبہ پھونکے جانے والے صور کے درمیان کا وقفہ چالیس ہوگا لوگوں نے (یہ سن کر) پوچھا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! کیا (چالیس سے) چالیس دن مراد ہیں؟ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم! پھر لوگوں نے پوچھا کہ کیا چالیس مہینے مراد ہیں؟ ابوہریرہ نے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم ان لوگوں نے پھر پوچھا کہ کیا چالیس سال مراد ہیں؟ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پھر یہی جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم اس کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان حدیث جاری رکھتے ہوئے کہا کہ) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسائے گا اور اس پانی کا سلسلہ سے لوگ (یعنی انسان اور تمام جاندار) اس طرح اگیں گے جیسے سبزہ اگتا ہے "نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انسان کے جسم وبدن کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو پرانی اور بوسیدہ نہ ہو جاتی ہو (یعنی گل سڑ کر ختم نہ ہو جاتی ہو) علاوہ ایک ہڈی کے جس کو عجب الذنب کہتے ہیں اور قیامت کے دن ہر جاندار کی اسی ہڈی سے اس کے تمام جسم کو مرکب کیا جائے گا۔
(بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 93)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ جواب دینا کہ مجھے نہیں معلوم، اس بنا پر تھا کہ یا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو اسی طرح مجملا سنا تھا یا سنا تو مفصل تھا مگر وہ یہ بھول گئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم "چالیس" کے بعد کیا فرمایا تھا، چنانچہ انہوں نے اپنے مذکورہ جواب کے ذریعہ واضح کیا کہ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ "چالیس" سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد چالیس دن تھے، یا چالیس مہینے اور یا چالیس سال بہر حال اس حدیث میں چالیس کا لفظ مجمل نقل ہوا ہے جب کہ ایک دوسری حدیث میں یہ لفظ تفصیل کے ساتھ ہے اور وہ چالیس برس ہے پس دونوں نفخوں کے درمیان جو وقفہ ہوگا وہ چالیس سال کے برابر ہوگا۔

عجب الذنب" اس ہڈی کو کہتے ہیں جو ریڑھ کے نیچے دونوں کولھوں کے درمیان ہوتی ہے جہاں جانور کی دم کا جوڑ ہوتا ہے اور عام طور پر اس کو ریڑھ کی ہڈی سے تعبیر کیا جاتا ہے بعض روایتوں میں عجب الذنب میں "عجب" کے بجائے "عجم" کا لفظ ہے ویسے جوڑ ہوتا ہے اس لئے اس کا نام عجب الذنب یا عجم الذنب ہے حاصل یہ کہ ریڑھ کی ہڈی گویا انسان کا بیج ہے کہ اسی سے ابتدائی تخلیق ہوتی ہے اور قیامت کے دن دوبارہ اسی کے ذریعہ تمام اعضاء جسمانی کو از سر نو ترتیب دیا جائے گا بس مرنے کے بعد انسان یا کوئی بھی جاندار گل سڑ کر نابود ہو جاتا ہے اور اس کے پورے جسم کی ہڈیوں کو مٹی کھا جاتی ہے مگر ریڑھ کی ہڈی نہ تو گلتی سڑتی ہے اور نہ اس کو مٹی کھاتی ہے واضح رہے کہ یہ ان لوگوں کی حالت کا بیان ہے جن کے بدن گل سڑ جاتے ہیں انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان کا سارا بدن محفوظ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام کیا ہے، یہی بات ان لوگوں کے حق میں کہی جا سکتی ہے جو اس بارے میں انبیاء کے حکم میں ہیں یعنی شہداء اور اولیاء اللہ اور وہ مؤذن جو محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اذان دیتے ہیں چنانچہ یہ سب لوگ اپنی قبروں میں اسی طرح زندہ ہیں جس طرح اس دنیا میں زندہ لوگ ہیں۔

4743 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ ابْنِ آدَمَ تَأْكُلُ الْأَرْضُ إِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ مِنْهُ خُلِقَ وَفِيهِ يُرَكَّبُ

◇◇ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ابن آدم (کے جسم کے) ہر حصے کو زمین کھائے گی سوائے ریڑھ کی ہڈی کے مخصوص حصے کے کیونکہ اس سے اسے تخلیق کیا گیا اور اس سے اسے دوبارہ بنایا جائے گا۔

شرح

حضرت ابورزین عقیلی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ مخلوقات کو دوبارہ کس طرح زندہ کرکے اٹھائے گا (جب کہ ان کے جسم و بدن گل سڑ کر خاک ہو چکے ہوں گے؟) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کبھی قحط اور خشک سالی کے زمانہ میں اپنی قوم کے جنگل اور کھیتوں کے درمیان سے گزرے ہو، وہاں سبزہ کا نام ونشان تک نظر نہیں آیا ہوگا (بلکہ ساری زمین بالکل بنجر اور خشک نظر آئی ہوگی) پھر جب تم (بارش کے بعد وہاں سے گزرے ہوگے تو تمہیں (پورے علاقہ میں) ساری سبزہ نظر آیا ہوگا میں نے عرض کیا کہ ہاں ایسا ہوتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پس مخلوقات میں قدرت الٰہی کی یہی نشانی ہے اور اللہ تعالیٰ مردوں کو اس طرح زندہ کرے گا ان دونوں روایتوں کو رزین نے نقل کیا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف، جلد پنجم، رقم الحدیث، 103)

بَابٌ فِي خَلْقِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ

باب: جنت اور جہنم کی تخلیق

4744 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللهُ الْجَنَّةَ قَالَ لِجِبْرِيلَ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا ثُمَّ حَفَّهَا بِالْمَكَارِهِ ثُمَّ قَالَ يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا أَحَدٌ قَالَ فَلَمَّا خَلَقَ اللهُ النَّارَ قَالَ يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ فَيَدْخُلُهَا فَحَفَّهَا بِالشَّهَوَاتِ ثُمَّ قَالَ يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ

4743- إسناده صحيح. مسدد: هو ابن مسرهد، والمعتمر: هو ابن سليمان بن طرخان التيمي. وأسلم: هو العجلي الربعي. وأخرجه الترمذي (2599) و (3525)، والنسائي في "الكبرى" (11250) و (11317) و (11392) من طرق عن سليمان بن طرخان التيمي، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (6507)، و "صحيح ابن حبان" (7312).

4744- إسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة، ومالك: هو ابن أنس، وابو الزناد: هو عبد الله بن ذكوان، والأعرج: هو عبد الرحمن بن هرمز. وهو عند مالك في "الموطأ" 1/ 239، ومن طريقه أخرجه النسائي في "المجتبى" 4/ 111 - 112.

إِلَيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَبْقَى أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو جبرائیل علیہ السلام سے کہا: جاؤ اور اس کو دیکھو۔ جب وہ گئے اور اسے دیکھا تو واپس آ کر عرض کی: اے میرے پروردگار' تیری عزت کی قسم! جو بھی شخص اس کے بارے میں سنے گا وہ اس میں داخل ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو ناپسندیدہ صورتحال کے ذریعے ڈھانپ دیا اور فرمایا: اے جبرائیل علیہ السلام! جاؤ اور اس کا جائزہ لو۔ جب وہ گئے اور انہوں نے اس کا جائزہ لیا تو واپس آ کر انہوں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار' تیری عزت کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی بھی شخص اس میں داخل نہیں ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا کیا تو فرمایا: اے جبرائیل علیہ السلام! جاؤ اور اس کا جائزہ لو وہ گئے اور انہوں نے اسے دیکھا تو واپس آ کر عرض کی: اے میرے پروردگار' تیری عزت کی قسم! جو بھی شخص اس کے بارے میں سنے گا وہ اس میں داخل نہیں ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے شہوات کے ذریعے ڈھانپ دیا اور فرمایا: اے جبرائیل علیہ السلام! جاؤ اور اسے دیکھو۔ جب جبرائیل علیہ السلام نے اسے دیکھا تو عرض کی: تیرے جلال اور عزت کی قسم! مجھے یہ اندیشہ ہے کہ ہر شخص اس میں چلا جائے گا۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب جنت کو بنایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ جاؤ ذرا جنت کی طرف نگاہ اٹھا کر تو دیکھو، (میں نے کتنی اچھی اور کس قدر نازک اور دیدہ زیب چیز بنائی ہے چنانچہ وہ گئے اور جنت کو اور اس کی ان تمام چیزوں کو جو اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لئے بنائی ہیں دیکھ، پھر واپس آ کر عرض کیا کہ پروردگار تیری عزت کی قسم (تو نے اتنی اعلیٰ اور نفیس جنت بنائی ہے اور اس کو ایسی ایسی نعمتوں اور خوبیوں سے معمور کیا ہے کہ) جو کوئی بھی اس کے بارے میں سنے گا وہ اس میں داخلہ کی یقیناً خواہش کرے گا۔ تب اللہ تعالیٰ نے جنت کے چاروں طرف ان چیزوں کا احاطہ قائم کر دیا، جو نفس کو ناگوار ہیں اور فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام جا کر جنت کو دوبارہ دیکھو آ ؤ چنانچہ وہ گئے اور جنت کو اس اضافہ کے ساتھ جو چاروں طرف احاطہ کی صورت میں ہوا تھا) دیکھ کر واپس آئے اور عرض کیا کہ پروردگار! تیری عزت کی قسم مجھے یہ خدشہ ہے کہ اب شاید ہی کوئی جنت میں داخل ہونے کی خواہش کرے (کیونکہ اس کے گرد مکروہات نفس کا جو احاطہ قائم کر دیا گیا ہے اس کو عبور کرنے کے لئے نفسانی خواہشات کو مارنا پڑے گا اور ظاہر ہے کہ انسان خواہشات نفس کو مار کر جنت تک پہنچنا دشوار سمجھے گا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے دوزخ بنائی تو حکم دیا کہ جبرائیل علیہ السلام! جاؤ دوزخ کو دیکھ کر آ ؤ کہ میں نے کتنی ہولناک اور بری چیز بنائی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس جبرائیل گئے اور دوزخ کو دیکھ کر واپس آئے تو عرض کیا کہ پروردگار! تیری عزت وجلال کی قسم جو کوئی بھی دوزخ کے بارے میں سنے گا وہ ڈر کے مارے اس سے دور رہے گا اور اس میں جانے کی خواہش نہ کرے گا، تب اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے چاروں طرف خواہشات اور لذات دنیا کا احاطہ قائم کر دیا اور جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ جبرائیل! جاؤ دوزخ کو دوبارہ دیکھ کر آؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چنانچہ حضرت جبرائیل گئے اور دوزخ کو اس احاطہ کے اضافہ کے ساتھ دیکھ کر واپس آئے

اور عرض کیا کہ پروردگار! تیری عزت وجلال کی قسم، مجھے خدشہ ہے کہ اب شاید ہی کوئی باقی بچے جو دوزخ میں نہ جائے کیونکہ جن خواہشات نفس اور لذات دنیا کا احاطہ دوزخ کے چاروں طرف کردیا گیا ہے وہ اس قدر دلفریب اور اتنی زیادہ مزیدار ہیں کہ نفس طبیعت کی پیروی کرنے والوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو ان خواہشات ولذات کی طرف نہ لپکے اور اس کے نتیجہ میں دوزخ میں نہ جانا پڑے۔ (مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 260)

مکارہ اصل میں مکرہ کی جمع ہے جس کی معنی ہیں مکروہ یعنی ناپسندیدہ ودشوار چیز یہاں مکارہ سے مراد وہ شرعی امور ہیں جن کا انسان کو مکلف قرار دیا گیا ہے کہ فلاں فلاں کو اختیار کیا جائے اور فلاں فلاں سے اجتناب کیا جائے پس جنت کے چاروں طرف مکارہ کا احاطہ قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور گناہوں سے اجتناب کرنے کی تکلیف ومشقت اٹھائی جائے گی نفس کی خواہشات اور اس کی تمناؤں کو ختم نہ کردیا جائے گا اس وقت تک جنت میں داخل ہونا ناممکن ہوگا۔

جنت ودوزخ کی آپس میں بحث کا بیان۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت ودوزخ نے آپس میں بحث وتکرار کی چنانچہ دوزخ نے تو یہ کہا کہ مجھے سرکش ومتکبر اور ظالموں کے لئے چھانٹا گیا ہے اور جنت نے یہ کہا کہ میں اپنے بارے میں کیا کہوں میرے اندر بھی تو وہی لوگ داخل ہوں گے جو ضعیف وکمزور ہیں۔ لوگوں کی نظروں میں گرے ہوئے ہیں اور جو بھولے بھالے اور فریب میں آجانے والے ہیں۔ (یہ سن کر) اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: تو میری رحمت کے اظہار کا ذریعہ اور میرے کرم کی آماجگاہ کے علاوہ اپنے بندوں سے جس کو اپنی رحمت سے نوازنا چاہتا ہوں اس کے لئے تجھے ہی ذریعہ بناتا ہوں۔ اور دوزخ سے فرمایا تو میرے عذاب کا محل ومظہر ہونے کے علاوہ کچھ نہیں میں اپنے بندوں میں سے جس کو عذاب دینا چاہتا ہوں اس لئے تجھے ہی ذریعہ بناتا ہوں اور میں تم دونوں ہی کو لوگوں سے بھردوں گا البتہ دوزخ کے ساتھ تو یہ معاملہ ہوگا کہ وہ اس وقت تک نہیں بھرے گی جب تک کہ اس پر اللہ تعالیٰ اپنا پاؤں نہ رکھ دے گا، چنانچہ جب اللہ تعالیٰ رکھ دے گا تو دوزخ پکار اٹھے گی کہ بس، بس، بس، اس وقت دوزخ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بھر جائے گی اور اس کے حصوں کو ایک دوسرے کے قریب کردیا جائے گا (پس وہ سمٹ جائے گی) مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا رہا جنت کا معاملہ تو (اس کے بھرنے کے لئے) اللہ تعالیٰ نئے لوگ پیدا کردے گا۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 258)

جنت ودوزخ نے آپس میں بحث وتکرار کی" کا مطلب یہ ہے کہ دونوں نے گویا اپنے اپنے بارے میں ایک طرح کا شکوہ شکایت کیا دوزخ کا کہنا اگر یہ تھا کہ سرکش وظالم لوگوں کے لئے مجھے ہی کیوں مخصوص کیا گیا تو جنت نے یہ کہا کہ میرا معاملہ بھی کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے میرے اندر بھی تو انہی لوگوں کو داخل کیا جائے گا دنیا میں جن کی کوئی شان وشوکت نہیں ہے اور کمزور جسم لاغر بدن خستہ حال ومفلس اور لوگوں کی نظروں میں بے وقعت ہیں ان دونوں کا شکوہ سن کر اللہ تعالیٰ نے ان پر واضح کیا کہ تم میں سے کسی کا بھی اس کے علاوہ کوئی معاملہ نہیں کہ تم دونوں کو محض میری مشیت اور مصلحت کے نتیجہ میں وجود میں لایا گیا ہے کہ میں نے ایک کو اپنی رحمت اور لطف وکرم کا اور دوسری کو اپنے قہر وغضب کا محل ومظہر بنایا پس مؤمن اور کافر کی طرح تم دونوں بھی، یعنی جنت ودوزخ

در اصل خدا کی جمال وجلال کے مظاہر کا نقطۂ کمال ہو اور تم دونوں میں سے کسی کو بھی ایسی کوئی خصوصیت حاصل نہیں ہے جس سے دوسرے کے مقابلہ پر اس کی فضیلت و برتری ظاہر ہو اگرچہ اتنی بات ضرور ہے کہ دوزخ کے معاملات کا تعلق عدل وانصاف سے جڑا ہوا ہے اور جنت کے معاملات "فضل وکرم" سے تعلق رکھتے ہیں۔ لوگوں کی نظروں میں گرے ہوئے ہیں" یعنی وہ لوگ جو اگرچہ اپنے عقیدہ وعمل اور اخلاق کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی قدر ومنزلت رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں یعنی علماء وصلحاء اور ارباب باطن کی نظروں میں بھی انہیں قدر ومنزلت ہی حاصل ہوتی ہے لیکن ظاہری طور پر ان کے کمزور وضعیف خستہ حال اور غریب ونادار ہونے کی وجہ سے اکثر دنیا والے ان کو حقیر وکمتر اور ناقابل اعتناء سمجھتے ہیں نیز میرے اندر وہی لوگ داخل ہوں گے۔

جو کمزور وضعیف ہیں میں جو حصر ہے اس سے مراد اکثر واغلب" ہے کہ جنت میں زیادہ تر لوگ اسی زمرہ کے ہوں گے، ورنہ جنت میں جانے والے تو انبیاء ورسول بھی ہوں گے اور سلاطین وامراء بھی! یا یہ کہا جائے کہ ضعفاء (ضعیف وکمزور) سے مراد وہ بندے ہیں جو پروردگار کے سامنے بھی ذلت وفروتنی ظاہر کرتے ہیں، مخلوق کے ساتھ بھی تو تواضع وانکساری کا رویہ اختیار کرتے ہیں اور خود اپنی نظر میں بھی اپنے کو گرائے رکھتے ہیں۔" جو بھولے بھالے اور فریب میں آ جانے والے ہیں۔" یعنی وہ لوگ فکر آخرت میں سرگرداں رہنے کی وجہ سے دنیاوی امور سے غافل اور دنیاوی معاملات میں ناتجربہ کار رہتے ہیں اس لئے دنیا ان کو بڑی آسانی کے ساتھ بیوقوف بنا دیتے ہیں اپنے مکر وفریب کے جال میں پھانس لیتے ہیں اسی اعتبار سے ایک حدیث میں یوں فرمایا گیا ہے کہ اہل جنت کی اکثریت دنیاوی امور سے نابلد اور نادان) لوگوں پر مشتمل ہوگی ان کے مقابلہ پر کافر ومنافق دنیاوی معاملات میں بڑے چالاک اور مکار ہوتے ہیں کیونکہ وہ دنیا کے معاملات کو سب کچھ سمجھ کر اپنے فکر وعمل کی پوری توانائی ادھر ہی لگائے رکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يعلمون ظاهرا من الحيوة الدنيا وهم عن الاخرة هم غافلون وہ دوزخ اس وقت تک نہیں بھرے گی۔۔ الخ۔ یعنی جتنے لوگوں کا دوزخ میں جانا مقدر ہوگا ان سب کے دوزخ میں پہنچ جانے کے بعد بھی جب دوزخ کا پیٹ نہیں بھرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے مزید دوزخیوں کا مطالبہ کرے گی، قرآن کریم میں ہے: يوم نقول لجهنم هل امتلئت وتقول هل من مزيد لیکن اللہ تعالیٰ اس کا پیٹ بھرنے کے لئے یہ نہیں کرے گا کہ بے گناہ لوگوں کو جہنم میں بھر دے یا جو گناہ گار بخشے جانے والے ہوں گے۔

انہیں کو دوزخ کے سپرد کر دے یا نئے لوگ اس لئے پیدا کرے کہ ان کو دوزخ کا پیٹ بھرنے کے کام میں لایا جائے، بلکہ یہ کرے گا کہ اپنا پیر دوزخ پر رکھ دے گا جس سے دوزخ کے تمام اطراف ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں گی اور دوزخ کا پیٹ سمٹ کر وہاں موجود لوگوں سے بھر جائے گا، یہ جو فرمایا گیا ہے کہ" اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر ظلم نہیں کرے گا تو اس سے مراد یہ ہے کہ دوزخ کا پیٹ بھرنے کے لئے ایسا کوئی فیصلہ نہیں کرے گا جس کو صورتا ظلم سے تعبیر کیا جا سکتا ہو، ورنہ اصل بات یہ ہے اگر پروردگار بے گناہ لوگوں ہی کو دوزخ میں ڈال کر اس کا پیٹ بھرے تو حقیقت میں اس کو ظلم نہیں کہیں گے کیونکہ اپنی ملکیت میں کسی طرح کے بھی تصرف کو ظلم قرار نہیں دیا جاتا مگر اللہ تعالیٰ صورۃ ظلم بھی نہیں کرے گا اس ضمن میں یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ

کی طرف "پاؤں" کی نسبت متشابہات میں سے ہے جیسا کہ اس کے لئے ہاتھ آنکھ اور چہرے کے ذکر کو متشابہات میں شمار کیا جاتا ہے اور متشابہات کے سلسلے میں قرآن و حدیث میں ہے وہ یہ ہے کہ بس یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اس سے جو کچھ مراد ہے وہی درست اور حق ہے اس کی حقیقت و کیفیت کی جستجو میں نہ پڑا جائے یہی سب سے بہتر راستہ ہے اور اسی کو سلف نے اختیار کیا ہے۔

تاہم متاخرین ارباب طویل میں سے بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے "پیر" سے مراد اس کی مخلوق میں سے کسی کا پیر ہے، اس کے علاوہ بعض لوگوں نے کچھ اور ایسی تاویلیں بھی کی ہیں جو ذات اقدس تعالیٰ کی شان کے مطابق ہیں لیکن طوالت کے خوف سے ان کو یہاں ذکر نہیں کیا جارہا ہے۔ جنت کو بھرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نئے لوگ پیدا کرے گا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جمع کر کے جنت میں داخل کردے گا جنہوں نے کبھی کوئی عمل نہیں کیا ہوگا اور جنت کے مستحق نہیں ہوں گے پس یہ رب کریم کی شان رحمت کا اظہار ہوگا کہ وہ دوزخ کو بھرنے کے لئے بے گناہ لوگوں کو تو اس میں نہیں ڈالے گا لیکن بہشت کو بھرنے کے لئے بے عمل لوگوں کو اس میں داخل کردے گا۔

بَابٌ فِي الْحَوْضِ

باب: حوض کا بیان

حوض کے معنی و مفہوم کا بیان

حوض کے معنی: لغت میں "حوض کے معنی ہیں" پانی جمع ہونا اور بہنا۔ اسی لئے جو گندا خون عورتوں کو ہر مہینہ آتا ہے۔ "حیض" کہلاتا ہے اور یہ لفظ بھی" حوض" ہی سے مشتق ہے یہاں حوض سے وہ "حوض" (نہر) مراد ہے جو قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہوگا اور جس کی صفات وخصوصیات اس باب میں نقل ہونے والی احادیث سے معلوم ہوں۔ قرطبی رحمہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو حوض ہوں گے۔ ایک حوض تو میدان محشر میں پل صراط سے پہلے عطا ہوگا اور دوسرا حوض جنت میں ہوگا اور دونوں کا نام کوثر ہوگا۔ واضح رہے کہ عربی میں "کوثر" کے معنی ہیں خیر کثیر یعنی بیشمار بھلائیاں اور نعمتیں! پھر زیادہ صحیح یہ ہے کہ میدان حشر میں جو حوض عطا ہوگا وہ "میزان" کے مرحلہ سے پہلے ہی ہوگا پس لوگ اپنی قبروں سے پیاس کی حالت میں نکلیں گے اور پہلے حوض پر آئیں گے۔ اس کے بعد میزان (یعنی اعمال کے تولے جانے) کا مرحلہ پیش آئے گا۔ اسی طرح میدان حشر میں ہر پیغمبر کا اپنا حوض ہوگا جس پر اس کی امت آئے گی چنانچہ اس وقت تمام پیغمبر آپس میں فخر کا اظہار کریں گے کہ دیکھیں کس کے حوض پر زیادہ لوگ آتے ہیں ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں امید رکھتا ہوں کہ میرے حوض پر آنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔

4745۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَمُسَدَّدٌ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

4745-إسناده صحيح، أيوب: هو ابن أبي تميمة. وأخرجه مسلم (2299) عن أبي الربيع الزهراني وأبي كامل الجحدري، كلاهما عن حماد بن زيد، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (6577)، ومسلم (2299)، من طريق عبيد الله، ومسلم (2299) (34) من طريق موسى بن عقبة، و (2299) من طريق عمر بن محمد، ثلاثتهم عن نافع، به. وهو في "مسند أحمد" (4723)، و"صحيح ابن حبان" (6453).

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَمَامَكُمْ حَوْضًا مَّا بَيْنَ نَاحِيَتَيْهِ كَمَا بَيْنَ جَرْبَاءَ وَاَذْرُحَ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تمہارے آگے حوض ہوگا' اس کے دونوں کناروں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا ''جرباء'' اور ''اذرح'' کے درمیان ہے۔

4746- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِيْ حَمْزَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَقَالَ مَا اَنْتُمْ جُزْءٌ مِّنْ مِائَةِ اَلْفِ جُزْءٍ مِّمَّنْ يَرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ قَالَ قُلْتُ كَمْ. كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ قَالَ سَبْعُ مِائَةٍ اَوْ ثَمَانِ مِائَةٍ

✧✧ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔ ہم نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ آپ نے فرمایا: جتنے لوگ میرے حوض پر آئیں گے تم ان کا ایک لاکھواں حصہ بھی نہیں ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا' آپ لوگوں کی تعداد اس وقت کتنی تھی۔ انہوں نے جواب دیا: سات سو تھی یا شاید آٹھ سو تھی۔

4747- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ اَغْفَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِغْفَائَةً فَرَفَعَ رَاْسَهُ مُتَبَسِّمًا فَاِمَّا قَالَ لَهُمْ وَاِمَّا قَالُوْا لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ ضَحِكْتَ فَقَالَ اِنَّهُ اُنْزِلَتْ عَلَيَّ اٰنِفًا سُوْرَةٌ فَقَرَاَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ) حَتّٰى خَتَمَهَا فَلَمَّا قَرَاَهَا قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْكَوْثَرُ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهُ نَهْرٌ وَّعَدَنِيْهِ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْجَنَّةِ وَعَلَيْهِ خَيْرٌ كَثِيْرٌ عَلَيْهِ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَيْهِ اُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اٰنِيَتُهُ عَدَدُ الْكَوَاكِبِ

✧✧ مختار بن فلفل بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ آ گئی۔ جب آپ نے سر مبارک اٹھایا تو آپ مسکرا رہے تھے۔ لوگوں نے آپ سے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: ابھی میرے اوپر یہ سورت نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ نے (ان آیات کی) تلاوت کی۔

''اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوں جو رحمان اور رحیم ہے (وہ فرماتا ہے):

بے شک ہم نے تمہیں الکوثر عطا کی ہے''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پوری سورت کو تلاوت کیا۔ جب آپ نے اسے پڑھ لیا تو آپ نے فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو ''کوثر'' سے مراد کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک نہر ہے جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے' یہ جنت میں ہے۔ اس میں بہت زیادہ بھلائی ہے' اس پر ایک حوض ہے' میری امت کے لوگ قیامت کے دن اس حوض پر آئیں گے۔ اس کے کوزے ستاروں کی تعداد جتنے ہیں۔

کوثر کی تفسیر سے متعلق روایات کا بیان

۱۔ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سورۃ انا اعطینا ک الکوثر مکہ میں نازل ہوئی۔

۲۔ابن مردویہ نے ابن الزبیر اور عائشہ رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت کیا۔

۳۔ابن ابی شیبہ نے عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا اور لوگ مضطرب اور بکھر گئے تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انہوں نے قرآن میں سب سے چھوٹی سورتیں پڑھیں اور نماز مکمل کی۔یعنی آیت انا اعطینک الکوثر اور آیت اذا جاء نصر اللہ والفتح۔

۴۔بیہقی نے اپنی سنن میں ابن شبرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ قرآن میں تین آیات سے کم کوئی سورۃ نہیں ہے۔

۵۔طستی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول آیت انا اعطینک الکوثر کے بارے میں بتائیے۔تو انہوں نے فرمایا کہ جنت کے اندر کے حصے میں ایک نہر ہے۔اس کے کناروں پر موتی اور یاقوت کے گنبد ہیں۔جن میں آپ کی ازواج اور خدام ہیں۔پھر پوچھا کونسی چیز ہے کہ جس کے سبب اس کا ذکر کیا گیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب صفا سے داخل ہوئے اور باب المروہ سے باہر نکل گئے۔عامر بن وائل السہمی آپ کے سامنے آ گیا۔پھر عاص قریش کی طرف لوٹ آیا۔قریش نے اس سے کہا اے ابو عمرو! ابھی ابھی تیرے سامنے کون آیا؟ اس نے کہا وہ ابتر تھا۔اور اس لفظ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لیا۔تب اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ کوثر نازل فرمائی آیت انا اعطینک الکوثر فصل لربک وانحر، ان شانیک ھو الابتر۔ بے شک ہم نے آپ کو کوثر دی پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے، بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔یعنی آپ کا دشمن عاص بن وائل ہی خیر سے خالی اور بے نام ونشان ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جہاں میرا ذکر کیا جائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! وہاں آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا۔اور جس نے میرا ذکر کیا اور آپ کا ذکر نہ کیا تو اس کے لیے جنت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔پھر پوچھا کیا عرب کے لوگ اس معنی سے واقف ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا۔

وحباہ الالہ بالکوثر الاکبر فیہ النعیم والخیرات

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوثر عطا فرمائی اس میں بے شمار نعمتیں اور خیرات وبرکات ہیں۔

۶۔ابن ابی شیبہ واحمد ومسلم وابوداود والنسائی وابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں انس بن مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ اونگھ آئی۔اور پھر مسکراتے ہوئے اپنے سر مبارک کو اٹھایا اور فرمایا کہ مجھ پر ابھی ابھی ایک سورۃ نازل ہوئی اور آپ نے سورۃ کوثر پڑھی آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم انا اعطینک الکوثر یہاں تک کہ اس کو ختم فرمایا۔پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔اللہ اور اسکا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔آپ نے فرمایا وہ ایک نہر ہے میرے رب نے مجھے عطا فرمائی ہے جنت میں اس میں خیر کثیر ہے۔میری امت اس پر آئے گی قیامت کے دن۔اس کے برتن ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔ایک بندے کو اس میں سے کھینچ کر نکال لیا جائے گا

تو میں کہوں گا اے میرے رب یہ میری امت میں ہے کہا جائے گا۔ آپ نہیں جانتے کہ جو کچھ اس نے آپ کے بعد کیا۔
مسلم اور بیہقی نے ایک دوسری سند سے اس طرح بیان کیا پھر آپ نے اپنے سر مبارک کو اٹھایا اور یہ سورۃ آخر تک پڑھی
اور بیہقی نے کہا کہ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ اہل التفاسیر والمغازی کے درمیان کہ یہ سورۃ مکی ہے اور یہ الفاظ اس کے مخالف
نہیں ہے۔ پس اس کا مشابہ ہونا اولیٰ ہے۔
۸۔ الطبرانی والحاکم وصححہ وابن مردویہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ انا اعطینک الکوثر۔
۹۔ احمد وابن المنذر وابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے یہ آیت انا اعطینک الکوثر پڑھی اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کوثر عطا کی گئی ہے پس یہ جنت میں ایک نہر ہے جو جاری ہے اور اس میں کوئی شگاف نہیں۔
اس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے گنبد ہیں۔ میں نے اپنا ہاتھ اس کی مٹی تک مارا تو وہ انتہائی خوشبودار کستوری تھی۔
۱۰۔ الطیالسی وابن ابی شیبہ واحمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت میں داخل ہوا اچانک میں ایسی نہر پر پہنچا جس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے خیمے تھے تو میں نے اپنا ہاتھ وہاں تک مارا جہاں پانی چل رہا تھا۔ تو وہ انتہائی خوشبودار کستوری تھی۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا یہ وہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔

کوثر کیا چیز ہے؟

۱۔ احمد والترمذی وابن جریر وابن المنذر والحاکم وابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! کوثر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ جنت میں ایک نہر ہے جو میرے رب نے مجھے عطا فرمائی ہے اور وہ دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھی ہے۔ اس میں ایسے پرندے ہیں کہ ان کی گردنیں اونٹ کے گردنوں کی طرح ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ بے شک وہ بڑے موٹے تازے ہوں گے۔ تو آپ نے فرمایا اے عمر! اس کے پھل اس سے بڑھ کر لذیذ اور ملائم ہوں گے۔
۱۲۔ ابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے کوثر عطا کی گئی ہے میں نے کہا یا رسول اللہ! کوثر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک نہر ہے جنت میں اس کا عرض اور لمبائی تک ہے جیسے مشرق اور مغرب کے درمیان کا فاصلہ ہے اس میں سے جو کوئی پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اور اس میں جو کوئی وضو کرے گا تو وہ کبھی غبار آلودہ نہ ہوگا اس میں سے وہ نہیں پیئے گا۔ جس نے میرے عہد کو توڑ دیا اور نہ ہی وہ پیئے گا جس نے میرے اہل بیت میں سے کسی کو قتل کیا۔
۱۳۔ ابن ابی شیبہ واحمد والترمذی وصححہ وابن ماجہ وابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ نے عطاء بن سائب رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ مجھ کو محارب بن دثار نے کہا کہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کوثر کے بارے میں کیا فرمایا؟ میں نے کہا کہ انہوں نے ہم کو ابن

عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا کہ اس سے مراد خیر کثیر ہے تو اس نے کہا تو نے سچ کہا اللہ کی قسم! بلاشبہ وہ خیر کثیر ہے۔ لیکن ہم ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ آیت انا اعطینک الکوثر نازل ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے اس کے کنارے سونے کے ہیں وہ موتیوں اور یاقوت پر جاری ہے۔ اس کی مٹی عمدہ مشک سے زیادہ خوشبودار ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔

کوثر جنتی نہر ہے

۱۴۔ ابن ابی شیبہ والبخاری وابن جریر وابن مردویہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ان سے اللہ تعالیٰ کے اس قول آیت انا اعطینک الکوثر کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ایک نہر ہے تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہے جنت کے اندر اور اس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتی ہیں جس میں برتن اور لوٹے ستاروں کی تعداد میں پڑے ہوئے ہیں۔

۱۵۔ ابن جریر وابن مردویہ نے ابن ابی نجیح کے طریق سے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا آیت انا اعطینک الکوثر میں الکوثر سے مراد خیر کثیر ہے اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ جنت میں ایک نہر ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا وہ ایک جنت میں نہر ہے کوئی آدمی اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں داخل کرے گا وہ اس نہر کے چلنے کی آواز سنے گا۔

۱۶۔ ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کوثر دی گئی۔ اس کے برتن ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔

۱۷۔ ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

۱۸۔ ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت انا اعطینك الکوثر کے بارے میں روایت کیا کہ وہ ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں عطا فرمائی۔

۱۹۔ ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے اس کے دونوں کنارے سونے اور چاندی کے ہیں۔ وہ یاقوت اور موتیوں پر جاری ہے۔ اس کا پانی برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔

۲۰۔ ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت انا اعطینك الکوثر سے مراد ایک نہر ہے جنت میں۔ اس کی گہرائی ستر ہزار فرسخ ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اس کے دونوں کنارے موتی، یاقوت اور زبرجد کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص فرمایا دوسرے انبیاء میں سے۔

۲۱۔ بخاری وابن جریر والحاکم نے ابی بشر کے طریق سے سعید بن جبیر سے روایت کیا اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کوثر وہ خیر ہے جو اللہ تعالیٰ خاص طور پر آپ کو عطا فرمائی۔ ابو بشر نے کہا کہ میں نے سعید بن جبیر سے کہا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ کوثر جنت کی نہر ہے تو انہوں نے کہا وہ نہر جو جنت میں ہے وہ بھی اسی خیر میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاص کر آپ کو عطا فرمائی۔

۲۲۔ طبرانی نے الاوسط میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے آیت انا اعطینك الکوثر کے بارے میں روایت کیا کہ کوثر جنت

میں ایک وسیع نہر ہے۔ جس میں سونے اور چاندی کے برتن ہے ان کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۲۳۔ ابن جریر وابن مردویہ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حمزہ بن عبد المطلب کے گھر تشریف لائے۔ اس کو نہ پایا تو ان کی بیوی سے ان کے بارے میں سوال کیا۔ اس نے کہا ابھی باہر گئے ہیں۔ یارسول اللہ! کیا آپ اندر تشریف نہیں لاتے۔ آپ اندر داخل ہوئے تو اس نے کہا ابھی باہر گئے ہیں یارسول اللہ! کیا آپ اندر نہیں لاتے۔ آپ اندر داخل ہوئے تو اس نے آپ کو حیس (ایک قسم کا حلوا) پیش کیا۔ آپ نے اس میں سے کھایا۔ تو ان کی بیوی نے کہا مبارک ہو آپ کو یارسول اللہ! آپ تشریف لائے۔ اور میں ارادہ رکھتی تھی کہ میں آپ کے پاس آؤں تاکہ آپ کو مبارک باد پیش کروں۔ کیونکہ مجھے ابو عمارہ نے یہ خبر دی کہ بلاشبہ آپ کو نہر عطا کی گئی ہے جنت میں جس کو کوثر کہا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اور اس کی زمین یاقوت، مرجان اور زبرجد اور موتیوں کی ہے۔

۲۴۔ ابن مردویہ نے عمرو بن شعیب سے روایت کیا اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا یارسول اللہ! کوثر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جنت کی نہروں میں سے ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ اس کا عرض اتنا ہے جتنا ایلہ سے پھر اس نے کہا اس کے سنگریزے اور کنکریاں بھی ہیں؟ فرمایا ہاں اس کی کنکریاں ہیرے اور جواہر ہیں۔ اور اس کے سنگریزے موتی ہیں۔ پھر اس نے کہا اس کے لیے درخت بھی ہیں؟ فرمایا ہاں اس کے دونوں کناروں پر سونے کے درخت ہیں جن کی لمبی شاخیں اس پر جھکی ہوئی ہیں۔ پھر پوچھا کیا ان شاخوں کے ساتھ پھل بھی ہیں۔ فرمایا ہاں وہاں سرخ یاقوت اور زبرجد کی قسمیں اگی ہیں۔ اس میں آبخورے اور برتن؛ پیالے بھی ہیں۔ وہ دوڑ کر آئیں گے اس کی طرف جو ان سے پینے کا ارادہ کرے گا۔ جو بکھرے ہوئے ہیں اس کے درمیان میں گویا کہ وہ چمکتے ہوئے ستارے ہیں۔

۲۵۔ ابن المنذر نے ضحاک رحمہ اللہ آیت انا اعطینك الکوثر کے بارے میں روایت کیا کہ یہ ایک نہر ہے جنت میں اس کے دونوں کنارے موتیوں کے گنبد ہیں اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہوں گی۔

۲۶۔ ہناد وابن جریر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ جو شخص یہ پسند کرے کہ وہ کوثر کے چلنے کی آواز کو سنے تو وہ اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں رکھے۔

۲۷۔ ابن جریر وابن عساکر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ کوثر سے مراد دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

۲۸۔ ہناد وابن جریر وابن ابی حاتم وابن عساکر نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ کوثر سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت، خیر اور قرآن عطا فرمایا۔ ۲۹۔ ابن ابی حاتم نے حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ کوثر سے مراد ہے قرآن۔ (تفسیر درمنثور، سورہ کوثر، بیروت)

4748۔ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ

4748- إسناده صحيح. معتمر: هو ابن سليمان بن طرخان. وأخرجه البخاري (4964) و (6581)، والترمذي (3653) و (3654)، والنسائي في "الكبرى" (11469) من طرق عن قتادة، عن أنس. وأخرجه النسائي (11642) من طريق حميد الطويل، عن أنس. وهو في "مسند أحمد" (12008) و (12675)، و"صحيح ابن حبان" (6474).

مَالِكٍ قَالَ لَمَّا عُرِجَ بِنَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنَّةِ أَوْ كَمَا قَالَ عُرِضَ لَهُ نَهْرٌ حَافَتَاهُ الْيَاقُوتُ الْمُجَيَّبُ أَوْ قَالَ الْمُجَوَّفُ فَضَرَبَ الْمَلَكُ الَّذِي مَعَهُ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَ مِسْكًا فَقَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمَلَكِ الَّذِي مَعَهُ مَا هٰذَا قَالَ الْكَوْثَرُ الَّذِي أَعْطَاكَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

◈◈ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو آپ جنت میں تھے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) آپ کے سامنے ایک نہر پیش کی گئی جس کے دونوں کنارے کھوکھلے یاقوت کے تھے۔ فرشتے نے جو آپ کے ساتھ تھا' اپنا ہاتھ اس پر مارا اور اس میں سے مشک نکال کر دکھائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرشتے سے جو آپ کے ساتھ تھا' دریافت کیا' یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا' یہ وہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔

4749- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ أَبُو طَالُوتَ قَالَ شَهِدْتُ أَبَا بَرْزَةَ دَخَلَ عَلَى عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ زِيَادٍ فَحَدَّثَنِي فُلَانٌ سَمَّاهُ مُسْلِمٌ وَكَانَ فِي السِّمَاطِ فَلَمَّا رَآهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ إِنَّ مُحَمَّدِيَّكُمْ هٰذَا الدَّحْدَاحُ فَفَهِمَهَا الشَّيْخُ فَقَالَ مَا كُنْتُ أَحْسَبُ أَنِّي أَبْقَى فِي قَوْمٍ يُعَيِّرُونِي بِصُحْبَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ إِنَّ صُحْبَةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ زَيْنٌ غَيْرُ شَيْنٍ قَالَ إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِأَسْأَلَكَ عَنِ الْحَوْضِ سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ فِيهِ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ أَبُو بَرْزَةَ نَعَمْ لَا مَرَّةً وَلَا ثِنْتَيْنِ وَلَا ثَلَاثًا وَلَا أَرْبَعًا وَلَا خَمْسًا فَمَنْ كَذَّبَ بِهِ فَلَا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْهُ ثُمَّ خَرَجَ مُغْضَبًا

◈◈ ابوطالوت بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ میں حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھا جب وہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس آئے' جب عبیداللہ نے انہیں دیکھا تو بولا: یہ چھوٹے قد کا موٹا محمدی ہے۔ وہ بزرگ اس بات کو سمجھ گئے اور بولے: مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ میں ایسی قوم میں باقی رہوں گا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کی وجہ سے مجھے طعنہ دیں گے تو عبیداللہ نے ان سے کہا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہونا آپ کے لیے عزت کا باعث ہے' رسوائی کا باعث نہیں ہے۔ پھر اس نے بتایا: میں نے آپ کو اس لیے بلوایا ہے تاکہ آپ سے حوض کوثر کے بارے میں دریافت کروں' کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں کوئی تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے؟ تو حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! ایک مرتبہ نہیں دو مرتبہ نہیں' تین مرتبہ نہیں' چار مرتبہ نہیں' پانچ مرتبہ نہیں (بلکہ اس سے بھی زیادہ مرتبہ سنا ہے) اور جو شخص آپ کے حوالے سے کوئی جھوٹی بات بیان کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اس حوض سے پینا نصیب نہ کرے پھر حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ غضب کے عالم میں وہاں سے چلے گئے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے۔ سو آپ اپنے رب کی رضا کے لئے نماز پڑھتے رہیے اور قربانی کرتے رہیں۔ بے شک آپ کا دشمن ہی بے نسل ہے۔ (الکوثر: ۳-۱)

اس آیت میں انا اور اعطاء کے فوائد اور نکات

اس آیت کے شروع میں لفظ انا ہے اور یہ جمع کا لفظ ہے اور اس لفظ سے کبھی جمعیت مراد ہوتی ہے اور کبھی تعظیم مراد ہوتی ہے

اور چونکہ اللہ تعالیٰ واحد ہے، اس لئے اس سے جمعیت مراد نہیں ہوسکتی، تاہم یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کوثر عطا فرمائی ہے، اس میں کئی افراد وسیلہ ہیں، حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے آپ کو اہل مکہ میں رسول بنا کر بھیجنے کی دعا کی:

اے ہمارے رب! ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیج۔ (البقرہ:۱۲۹)

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے دعا کی: اے میرے رب! مجھے امت احمد میں سے بنا دے۔

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے آپ کی آمد کی بشارت دی:

اور میں اپنے بعد ایک آنے والے رسول کی تم کو بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔ (الصف:۶)

لفظ انا میں جمع کے لفظ کی دوسری وجہ تعظیم ہے یعنی آپ کو کوثر عطا کرنے والا تمام آسمانوں اور زمینوں کا خالق اور مالک ہے اور جب آپ کو عطا کرنے والا اس قدر عظیم ہے تو اس کا عطیہ بھی بہت عظیم ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ماضی کے صیغہ سے فرمایا ہے: ہم نے آپ کو کوثر عطا کردی اور مستقبل کے صیغہ سے نہیں فرمایا کہ ہم آپ کو کوثر عطا کریں گے، یہ اس کی دلیل ہے کہ کوثر آپ کو ماضی میں حاصل ہو چکی ہے اور اس میں حسب ذیل فوائد ہیں:

(۱) جس کو ماضی میں بہت عظیم نعمت حاصل ہو چکی ہو، وہ اس سے بہت افضل ہے جس کو مستقبل میں وہ نعمت حاصل ہو، اسی لئے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ تو آپ نے فرمایا: اس وقت جب حضرت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۶۰۹)

(۲) گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: ہم نے آپ کی ولادت سے پہلے ہی آپ کی سعادت کے اسباب مہیا کر دیئے تھے تو ہم آپ کی ولادت اور آپ کی عبادت کے بعد آپ کو کب فراموش کرنے والے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو کوثر عطا کرنے کا ذکر کیا، اس کے بعد آپ کو نماز پڑھنے اور قربانی کرنے کا حکم دیا، اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو کوثر عطا کرنا محض اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل اور احسان ہے، آپ کی کسی عبادت اور ریاضت کا معاوضہ نہیں ہے۔

(۴) نیز اس آیت میں فرمایا ہے: ہم نے کوثر آپ کو دی ہے، یوں نہیں فرمایا کہ ہم نے یہ کوثر نبی کو دی ہے یا رسول کو دی ہے کیونکہ اگر فرماتا: یہ کوثر نبی کو دی ہے تو یوں سمجھا جاتا کہ یہ کوثر نبوت کا مقتضیٰ ہے، سو جو بھی نبی ہوگا اس کو یہ کوثر مل گئی ہوگی اور اگر فرماتا: یہ کوثر رسول کو دی ہے تو یوں سمجھا جاتا کہ یہ کوثر رسالت کا تقاضا ہے، سو جو بھی رسول ہوگا اس کو یہ کوثر مل گئی ہوگی اور جب فرمایا: بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے تو پتا چلا کہ یہ کوثر نہ نبوت کا تقاضا ہے نہ رسالت کا تقاضا ہے، یہ کوثر تو صرف آپ کی ذات کا تقاضا ہے۔

(۵) عربی میں اعطاء اور ایتاء دونوں کا معنی دینا اور نوازنا ہے، اللہ تعالیٰ نے یہاں پر اعطاء کا لفظ فرمایا ایتاء کا لفظ نہیں فرمایا کیونکہ اعطاء کا متبادر معنی ہے: محض اپنے فضل سے دینا، نیز اعطاء کا معنی ہے، کسی چیز کا مالک بنا دینا اور ایتاء سے یہ متبادر نہیں ہوتا، پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو کوثر کا مالک بنا دیا ہے، آپ جس کو چاہیں اس کو کوثر میں سے دیں اور

جس کو چاہیں نہ دیں، اللہ تعالیٰ نے جب حضرت سلیمان کو ملک عظیم عطا کیا تو فرمایا:

(ص:۳۹) یہ ہماری عطا ہے، اب آپ کسی پر احسان کر کے اس کو دے دیں یا روک کر رکھیں۔

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوثر عطا کی تو آپ کو اس کا مالک بنا دیا، چاہے آپ کسی کو دیں یا نہ دیں۔

لفظ کوثر کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الکوثر جنت میں نہر ہے، اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں، اس میں موتی اور یاقوت جاری ہیں، اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہے، اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۳۶۱ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے)

(۲) کوثر سے مراد حوض ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اچانک آپ کو اونگھ آ گئی، آپ نے مسکراتے ہوئے سر بلند کیا اور فرمایا: ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے، پھر آپ نے پڑھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ انا اعطینک الکوثر۔ فصل لربک وانحر۔ ان شانئک ھو الابتر۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا چیز ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، آپ نے فرمایا: یہ وہ نہر ہے جس کا میرے رب عزوجل نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، اس میں خیر کثیر ہے اور یہ وہ حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت وارد ہوگی، اس کے برتن ستاروں کے عدد کے برابر ہیں، اس پر ان میں سے ایک بندہ وہاں سے نکالا جائے گا، میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرا امتی ہے، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آپ از خود نہیں جانتے کہ اس نے آپ کے بعد دین میں کیا نیا کام نکالا تھا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۴۰۰)

اس حدیث سے مخالفین یہ استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان و ما یکون کا علم نہیں تھا ورنہ آپ کو از خود معلوم ہوتا کہ یہ شخص آپ کے دین اور آپ کی امت سے نکل چکا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر پیر اور جمعرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ (الوفا ص 810 مطبوعہ مصر 1369ھ) سو جس شخص نے دین میں نیا کام نکالا اس کا عمل بھی آپ پر پیش کیا گیا تھا، لہٰذا اس حدیث سے آپ کے علم کی نفی نہیں ہوتی، البتہ اس میں آپ کی توجہ کی نفی ہے۔

کوثر سے مراد حوض ہو یا جنت میں نہر، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تفسیر ہے، اس لئے یہ تفسیر تمام اقوال پر راجح اور فائق ہے۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوثر سے مراد خیر کثیر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر خیر کثیر آپ کو عطا کر دی اور اسلام، قرآن، نبوت اور دنیا اور آخرت میں تعریف اور تحسین اور ثناء جمیل خیرات کثیرہ ہیں اور جنت کی سب نعمتیں خیر کثیر ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۹۶۶)

(۴) عکرمہ نے کہا: کوثر سے مراد نبوت اور کتاب ہے۔

(۵) حسن بصری نے کہا: کوثر سے مراد قرآن ہے۔

(۶) المغیرہ نے کہا: کوثر سے مراد اسلام ہے۔

(۷) الحسین بن الفضل نے کہا: کوثر سے مراد قرآن کو آسان کرنا اور احکام شرعیہ میں تخفیف ہے۔

(۸) ابوبکر بن عیاش نے کہا: کوثر سے مراد آپ کے اصحاب آپ کی امت اور آپ کے متبعین کی کثرت ہے۔

(۹) اماوردی نے کہا: کوثر سے مراد آپ کے ذکر کی بلندی ہے۔

(۱۰) الماوردی نے کہا: کوثر سے مراد آپ کے ذکر کی بلندی ہے۔

(۱۱) الکوثر سے مراد آپ کے دل کا وہ نور ہے، جس نے آپ کو اللہ کے ماسوا سے منقطع کر دیا۔

(۱۲) کوثر سے مراد شفاعت ہے۔

(۱۳) الثعلبی نے کہا: کوثر سے مراد آپ کے معجزات ہیں، جن سے آپ کی امت کو ہدایت حاصل ہوئی۔

(۱۴) ہلال بن یساف نے کہا: کوثر سے مراد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور ایک قول ہے: کوثر سے مراد دین کی فقہ ہے اور ایک قول ہے: پانچ نمازیں ہیں۔

ان اقوال میں سے صحیح ترین قول اول اور ثانی ہے یعنی کوثر سے مراد جنت میں ایک نہر ہے یا حوض ہے، جو محشر میں قائم ہوگا کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۹۳، دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ)

حوض کوثر کے متعلق یہ ایمان افروز حدیث ہے

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو آپ نے شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی، پھر آپ منبر پر گئے، پس فرمایا: میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں گا اور میں تمہارے حق میں گواہی دوں گا، اور بے شک اللہ کی قسم! میں اپنے حوض کو اب بھی ضرور دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور بے شک اللہ کی قسم! مجھے تم پر یہ خوف نہیں ہے کہ میرے بعد تم (سب) مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تم سے یہ خطرہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 1344-6590 (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۲۳، مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۸)

بَابٌ فِي الْمَسْأَلَةِ فِي الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ

باب: قبر میں سوال جواب ہونا اور قبر میں عذاب ہونا!

4750- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ فَشَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ

4750- إسناده صحيح. أبو الوليد الطيالسي: هو هشام بن عبد الملك. وأخرجه البخاري (4699) عن أبي الوليد الطيالسي، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (1369) وغيره، ومسلم (2871) (73)، وابن ماجه (4268)، والترمذي (3385)، والنسائي في "الكبرى" (2195 و 11200)

إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ)

◇◇ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب قبر میں مسلمان سے دریافت کیا جاتا ہے تو وہ یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے۔

''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قول ثابت کے ذریعے ثابت رکھے گا''۔

شرح

۱:۔ امام طیالسی، بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی ابن ماجہ ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جائے گا تو وہ گواہی دے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ

۲:۔ امام ابن مردویہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ کے بارے میں روایت کیا کہ یہ قبر کے بارے میں ہے اگر وہ نیک آدمی ہے تو وہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) توفیق مل جاتی ہے بولنے کی اور وہ ایسا آدمی ہے کہ اس میں کوئی خیر نہیں ہوتی تو وہ کچھ نہیں بتا سکتا۔

عذاب قبر سے پناہ مانگتے رہنا

۳:۔ امام طیالسی، ابن ابی شیبہ، نے مصنف میں، احمد بن حنبل، ھناد بن السری نے زہد میں، عبد بن حمید، ابوداود، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ حاکم نے (اس کو صحیح بھی کہا ہے) اور بیہقی نے کتاب عذاب القبر میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں گئے جو انصار میں سے ایک آدمی کا تھا ہم قبر کے پاس پہنچے تو ابھی اس کی لحد تیار نہیں ہوئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے (اور اتنے ادب سے بیٹھے ہوئے تھے) گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں آپ کے ہاتھ مبارک میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے آپ نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو دو یا تین مرتبہ آپ نے فرمایا پھر فرمایا کہ مومن بندہ جس دنیا سے جاتا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے سفید چہرے والے فرشتے نازل ہوتے ہیں گویا کہ ان کے چہرے سورج کی طرح روشن ہوتے ہیں ان کے پاس جنت کے کفنوں میں سے ایک کفن ہوتا ہے اور جنت کے خوشبوؤں میں سے ایک خوشبو ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اس سے حد نگاہ تک (دور) بیٹھ جاتے ہیں پھر موت کے فرشتے تشریف لاتے ہیں وہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے اطمینان پکڑنے والی جان تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف چل تو وہ روح نکل آتی ہے اور اس طرح آسانی سے نکلتی ہے جیسے مشکیزہ میں سے (پانی کے) قطرے نکلتے ہیں اگرچہ تم اس

کے مانند دیکھتے ہو موت کا فرشتہ اس کو پکڑ لیتا ہے جب اس کو لے لیتے ہیں اور اس کو جنتی کفن میں رکھ دیتے ہیں اور اس کو جنت کی خوشبو لگاتے ہیں پس وہ کستوری جو زمین پر پائی جاتی ہے اس سے کہیں زیادہ خوشبو مہکتی ہے وہ فرشتے اس کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں اور فرشتوں میں سے کسی فرشتہ پر سے گزرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں یہ پاکیزہ روح کس کی ہے؟ یہ فرشتے کہتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے وہ اس کا اچھا نام لیتے ہیں جو دنیا میں اس کا نام لیا جاتا تھا یہاں تک کہ آسمان دنیا پر پہنچتے ہیں وہ فرشتے اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں تو وہ ان کے لئے کھول دیا جاتا ہے ہر آسمان کے مقرب فرشتے اس روح کو اوپر والے آسمان تک الوداع کہنے جاتے ہیں یہاں تک کہ یہ روح ساتویں آسمان تک پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے اس بندے کی کتاب کو علیین میں لکھ دو اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو اسی سے میں نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں ان کو لوٹاؤں گا اور اسی میں سے ان کو دوبارہ نکالوں گا اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بیٹھا دیتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں یہ آدمی کون ہے تمہارے پاس بھیجا گیا وہ کہے گا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں تیرا علم کیا تھا وہ کہے میں نے اللہ کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی تو آسمان سے ایک پکارنے والا آواز دیتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا جنت میں سے اس کا بچھونا بچھا دو اور اسے جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت میں سے ایک دروازہ کھول دو پس اسے جنت کی خوشبو اور مہک آتی رہتی ہے۔ اور اس کی قبر حد نگاہ تک کھول دی جاتی ہے اس کے پاس ایک آدمی خوبصورت چہرے والا اور خوبصورت کپڑوں والا اور پاکیزہ خوشبو والا آتا ہے اور کہتا ہے تجھے مبارک ہو اس چیز کی جو تجھ کو خوش لگتی ہے یہ وہ تیرا دن ہے جس کا تجھے وعدہ دیا جاتا تھا وہ اس سے پوچھے گا تو کون ہے؟ اور تیرا چہرہ کیا ہی خوبصورت ہے تو خیر کے ساتھ آیا ہے وہ اس سے کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں بندہ کہتا ہے اے میرے رب قیامت قائم کر اے رب قیامت قائم کر یہاں تک میں لوٹ جاؤں اپنے اہل وعیال اور اپنے مال کی طرف۔

اور فرمایا جب کافر بندہ اس دنیا سے جاتا ہے اور آخرت کی طرف آتا ہے تو اس کی طرف آسمان سے فرشتے آتے ہیں سیاہ چہروں والے ان کے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں وہ اس سے حد نگاہ پر بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آتا ہے یہاں تک کہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے اے ناپاک روح اللہ کی ناراضگی اور غضب کی طرف چل اور وہ (روح) اس کے جسم سے نکلتی ہے اور وہ اس کے جسم سے اس طرح نکلتی ہے جس طرح سیخ نکلتی ہے بھیگی ہوئی اون سے ملک الموت اس کو پکڑ لیتا ہے پھر دوسرے فرشتے ایک لمحہ کے لئے بھی اس کے پاس اس روح کو نہیں چھوڑتے یہاں تک کہ وہ اس کو ان ٹاٹوں میں لپیٹ لیتے ہیں اور اس میں سے مردار جیسی بدبو نکلتی ہے جو زمین پر پڑا ہوا ہو اور وہ اس کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں اور فرشتوں میں سے جس گروہ پر بھی گزرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں یہ کس خبیث کی روح ہے تو وہ کہتے ہیں فلاں بن فلاں کہ اس کا سب سے برے نام لیتے ہیں جس سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچتے ہیں اس کے لئے دروازہ کھلوایا جاتا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (آیت) لا تفتح لهم ابواب السماء (الاعراف آیت ۴۰) پڑھی اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کی کتاب کو زمین کے نچلے حصے میں سجین

میں لکھ دو اور اس کی روح کو نیچے پھینک دیا جاتا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی (آیت) ومن یشرك باللہ فكانما خر من السماء فتخطفه الطیر او تهوی به الریح فی مكان سحیق (الحج آیت ۳۱) پھر اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اس کو بٹھا کر اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ھاہ ھاہ میں نہیں جانتا پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ھاہ ھاہ میں نہیں جانتا پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں وہ آدمی کون تھا جو تمہارے پاس بھیجا گیا تھا وہ کہے گا ھاہ ھاہ میں نہیں جانتا پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں وہ آدمی کون تھا جو تمہارے پاس بھیجا گیا تھا وہ کہے گا ھاہ ھاہ میں نہیں جانتا تو ایک آواز لگانے والا آسمان سے آواز لگاتا ہے کہ میرے بندے نے جھوٹ کہا اس کے لئے آگ کا بچھونا بچھو دو اور اس کے لئے جہنم کا دروازہ کھول دو تو اس کے پاس دوزخ کی گرمی اور اس کی گرم ہوا آتی رہتی ہے اور اس پر قبر تنگ کا کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور اس کے پاس ایک برے چہرے والا آدمی آتا ہے برے کپڑوں والا بدبودار اور کہتا ہے تجھے خوشخبری ہو اس چیز کے ساتھ جس کو تو ناپسند کرتا تھا یہ وہ دن ہے جس کا تو وعدہ دیا جاتا تھا وہ کہے گا تو کون ہے؟ تیرا چہرا ایسا براچہرہ ہے جو شر کو لاتا ہے وہ کہے گا میں تیرا خبیث عمل ہوں، بندہ کہتا ہے اے میرے رب قیامت قائم فرما۔

قبر میں سوالات وجوابات کا بیان

۴:۔امام ابن ابی شیبہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ سے مراد ہے کہ تثبیت دنیا کی زندگی کی اس وقت ہوتی ہے (پھر) جب دو فرشتے اس آدمی کے پاس قبر میں آتے ہیں تو اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر وہ کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ میرا دین اسلام ہے پھر وہ کہتے ہیں تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ تثبیت ہے دنیا کی زندگی میں۔

۵:۔امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابن مردویہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کے بارے میں یہ فرماتے ہوئے سنا (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا اس میں وفی الاخرۃ سے مراد ہے قبر یعنی یہ قبر سے متعلق ہے۔

۶:۔امام بن منذر، طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ یعنی یہ سوال وجواب میں ہوگا تیرا رب کون ہے؟ تیر دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟

۷:۔امام ابن مردویہ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ کے بارے میں فرمایا یہ آیت قبر کے متعلق ہے یعنی قبر میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قول ثابت سے ثابت قدم رکھتا ہے۔

۸:۔امام بیہقی نے عذاب القبر میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری وجہ سے قبر والوں کو بھی آزمائش میں ڈالا جاتا ہے اور اس کے بارے میں یہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ نازل ہوئی۔

۹:۔امام بزار نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ امت آزمائی جاتی ہے اپنی قبروں میں میرے ساتھ کیا ہوگا اور میں ایک ضعیف عورت ہوں آپ نے جواب میں یہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ تلاوت فرمائی۔

۱۰:۔امام ابن جریر اور ابن مردویہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی روح قبض کرنے کا ذکر کیا تو فرمایا کہ اس کے پاس آنے والا آتا ہے اور پوچھتا ہے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ پھر وہ کہتا ہے تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے اسلام پھر وہ کہتا ہے تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر دوسری مرتبہ اسی طرح کا سوال کیا جاتا ہے تو وہ اسی طرح جواب دیتا ہے پھر تیسری مرتبہ سوال کیا جاتا ہے تو اسے سختی سے پکڑا جاتا ہے اور وہ اسی طرح جواب دیتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کا یہ قول (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت

مومن کی قبر میں فرشتوں کی آمد

۱۱:۔امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے عذاب القبر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ مومن کو جب موت حاضر ہوتی ہے تو اس کے پاس فرشتے حاضر ہوتے ہیں اس کو سلام کرتے ہیں اور اس کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں جب وہ مرجاتا ہے۔ تو اس کے جنازے کے ساتھ چلتے ہیں پھر لوگوں کے ساتھ اس پر نماز پڑھتے ہیں جب اس کو دفن کیا جاتا ہے تو اس کو قبر میں بٹھا دیتے ہیں اور اسے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر اس سے پوچھتے ہیں تیرا رسول کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر اس سے پوچھتے ہیں تیری شہادت کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے میں اس بات میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا تو اس کی قبر کو حد نگاہ تک وسیع کر دیا جاتا ہے لیکن کافر پر جب فرشتے نازل ہوتے ہیں وہ کافروں کو موت کے وقت مارتے ہیں ان کے چہروں پر ان کی پیٹھوں پر جب وہ قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کو قبر میں بٹھا دیتے ہیں اور پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تو وہ ان کو کوئی جواب نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ اس کو جواب بھلا دیتے ہیں اور جب اس سے پوچھا جاتا ہے وہ رسول کون ہیں؟ جن کو تمہاری طرف بھیجا گیا تو وہ ان کو کوئی جواب نہیں دیتا۔ (آیت) ویضل اللہ الظلمین سے یہی مراد ہیں۔

۱۲:۔امام ابن جریر، طبرانی اور بیہقی نے عذاب القبر میں روایت کیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب مومن مرتا ہے تو اس کو قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے اور اسے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے میرا دین اسلام ہے اور میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اس کی قبر کو انتہائی کشادہ کر دیا جاتا ہے اور اس کے غم

کوزائل کر دیا تھا ہے، پھر آپ نے یہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت تلاوت فرمائی۔

لیکن کافر کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کو بھی بٹھا دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہیں؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا تو اس پر قبر کو تنگ کر دیا جاتا ہے اور اس میں عذاب دیا جاتا ہے۔ پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی (آیت) ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا (طٰہٰ آیت ۱۲۴)۔

۱۳:۔ امام ابن ابی حاتم، ابن منذر اور طبرانی نے الاوسط میں ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ مومن جب مرجاتا ہے تو اس کو اس کی قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ اللہ (میرا رب ہے) پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا نبی کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ محمد بن عبداللہ، اس سے تین مرتبہ کہا جاتا ہے پھر اس کے لئے پھر اس کے لئے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ تو اپنا ٹھکانہ دیکھ لے اگر تو راہ راست سے بھٹک جاتا ہے پھر اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور سے کہا جاتا ہے کہ جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے اس لئے کہ تو ثابت قدم رہا۔

اور جب کافر مرتا ہے تو اس کو قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا لوگوں سے میں سنتا تھا وہ کہتے تھے پھر اس سے کہا جاتا ہے تو کبھی نہ جانے، پھر اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول کر کہا جاتا ہے اپنے گھر کی طرف دیکھ اگر تو ایمان میں ثابت قدم رہتا تو تیرا یہ ٹھکانا ہوتا، پھر اس کے لئے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اپنے گھر کی طرف دیکھ جب کہ تو رہ راست سے ہٹ چکا ہے۔ اسی کو فرمایا (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا اور فرمایا کہ قول ثابت سے مراد لا الہ الا اللہ اور فی الاخرۃ سے مراد اور آخرت میں ثابت قدم رکھنے سے مراد ہے قبر میں سوال کے وقت ثابت قدم رکھنا۔

قبر میں پٹائی اور مردے کی آواز

۱۴:۔ امام احمد، ابن ابی الدنیا نے ذکر الموت میں، ابن ابی عاصم نے سنۃ میں، بزار، ابن جریر، ابن مردویہ اور بیہقی نے عذاب القبر میں سند صحیح کے ساتھ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنازہ میں حاضر تھا آپ نے فرمایا اے لوگوں یہ امت مبتلا کی گئی اپنی قبروں میں جب انسان دفن کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھی اس سے جدا ہو جاتے ہیں ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے جس کے ہاتھ میں ہتھوڑا ہوتا ہے اس کو بٹھا کر پوچھتا ہے تو اس ذات کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ اگر وہ مومن ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو وہ فرشتہ کہتا ہے تو نے سچ کہا پھر اس کے لئے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اور وہ فرشتہ اس سے کہتا ہے تیرا ٹھکانہ ہوتا اگر تو اپنے رب کے ساتھ کفر کرتا اب جب کہ تو ایمان لے آیا تو تیرا یہ ٹھکانہ ہے اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے تو وہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ اس کی طرف چلا جائے تو وہ فرشتہ اس سے کہتا ہے تو ٹھہر جا اور اس کے لئے اس کی قبر کو وسیع کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ کافر یا منافق ہوتا ہے تو اس سے (جب) کہا جاتا ہے تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ تو وہ کہتا ہے نہیں جانتا میں لوگوں سے سنتا تھا کہ کچھ (اس بارے میں) کہتے تھے پھر وہ فرشتہ کہتا ہے تو کبھی نہ جانے اور نہ تجھے جاننے کی

حالت ہو اور نہ کبھی ہدایت حاصل کرے پھر اس کے لئے پہلے جنت کی طرف ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانہ ہوتا اگر تو اپنے رب پر ایمان لاتا اب جب کہ تو نے اس کے ساتھ کفر کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو تجھ سے بدل دیا ہے پھر اس کے لئے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھولا جاتا ہے پھر اس کے سر پر ہتھوڑے کے ساتھ مارا جاتا ہے اس (کی آواز) کو اللہ کی ساری مخلوق سنتی ہے سوائے انسان اور جنات کے بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جس شخص کے اوپر ایسا فرشتہ کھڑا ہوگا جس کے ہاتھ میں ہتھوڑا ہوگا تو وہ اس وقت عقل گم کر بیٹھے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت پڑھی۔

۱۵:۔ امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابن مردویہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں حاضر تھے جب اس کے دفن سے فارغ ہو گئے اور لوگ واپس جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب وہ میت سن رہی ہے تمہارے جوتوں کی آہٹ کو اس کے پاس (دو فرشتے) منکر نکیر آئے ہیں ان کی آنکھیں تانبے کی ہانڈیوں کی طرح ہیں اور ان کے دانت گائے کے سینگوں کی طرح ہیں اور ان آواز کڑک کی طرح (گرجدار) ہے دونوں فرشتے اس کو اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کس کی عبادت کرتا تھا اور اس کا نبی کون ہے؟ اگر وہ اللہ کی عبادت کرنے والوں میں سے تھا تو وہ کہے گا میں اللہ کی عبادت کرتا تھا اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ہمارے پاس دلائل اور ہدایت لے کر آئے ہم ان پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا اتباع کیا اسی کو فرمایا (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تو یقین پر رہا اور اسی پر تو مرا اور اسی پر تو اٹھایا جائے گا پھر اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس کے لئے قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ شک کرنے والوں میں سے ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا میں لوگوں سے سنتا تھا کہ جو کچھ وہ کہتے تھے تو میں بھی وہی کہتا تھا میں نہیں جانتا اس سے کہا جائے گا تو شک پر زندہ رہا اور اسی پر تو مرا اور اسی پر تو اٹھا جائے گا پھر اس کے لئے دوزخ میں سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس پر بچھو اور اژدھے مسلط کر دیئے جاتے ہیں اور اگر ان میں سے کوئی ایک دنیا میں پھونک مار دے تو زمین کچھ نہ اگائے اور سانپ اور بچھو اس کو ڈسیں گے اور زمین کو حکم ہوگا اس پر تنگ ہو جا یہاں تک کہ اس کی پسلیاں (ایک دوسرے میں) گھس جائیں گی۔

۱۶:۔ امام ابن ابی شیبہ، ھناد نے زہد میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن حبان، طبرانی نے الاوسط میں، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب میت کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ لوگوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگ اس سے پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں اگر وہ مومن ہے تو نماز اس کے سر کے پاس ہوتی ہے اور زکوۃ اس کی دائیں طرف اور روزہ اس کے بائیں طرف ہوتا ہے اور نیک کام اور احسان کرنا لوگوں کی طرف اس کے قدموں کی جانب ہوتے ہیں ایک فرشتہ اس کے سر کی طرف سے آتا ہے اور نماز اس سے کہتی ہے میری طرف سے داخلے کا راستہ نہیں ہے پھر وہ اس کے دائیں طرف آتا ہے تو زکوۃ کہتی ہے میری طرف سے داخلہ کا راستہ نہیں ہے پھر اس کے شمال کی جانب سے آتا ہے تو وہ کہتا ہے میری طرف سے داخلے کا راستہ نہیں ہے اس سے کہا جاتا ہے بیٹھ

جاتو وہ اٹھ جاتا ہے اس کے لئے سورج کی ایک شکل بنادی جاتی ہے اور اسے یوں لگتا ہے کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہے اس سے کہا جاتا ہے ہم کو بتا ان باتوں کے بارے میں جو ہم تجھ سے سوال کریں گے تو وہ کہتا ہے مجھے چھوڑ دو یہاں تک کہ میں نماز پڑھ لوں اس سے کہا جاتا ہے تو وہ نماز پڑھ لے گا پہلے ہمارے سوالوں کے جواب دے وہ کہے گا کس چیز کے بارے میں تم مجھ سے سوال کرتے اس سے پوچھا جاتا ہے تو کیا کہتا ہے اس آدمی کے بارے میں جو تمہارے اندر تھا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں ہمارے پاس معجزات لے کر آئے اپنے رب کی طرف سے ہم نے انکی تصدیق کی اور ان کا اتباع کیا اس سے کہا جائے گا تو نے سچ کہا اسی پر تو جیتا رہا اور اسی پر تو مرا اسی پر انشاء اللہ اٹھا جائے گا اور اس کے لئے اس کی قبر کو حد نگاہ تک کشادہ کر دیا جاتا ہے اور یہی قول ہے اللہ تعالیٰ کا اس (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ اور کہا جاتا ہے اس کے لئے دوزخ کی طرف کھول دو اور کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ تھا اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور اضافہ ہو جائے گا اس کی کامیابی کی خوشی میں اور لوٹا دیا جائے گا اس کے جسم کو اس مٹی میں جس سے وہ بنا دیا اور اس کی روح نسیم میں رکھی جائے گی اور وہ ایک سبز پرندہ ہوتا ہے جو معلق رہتا ہے جنت کے درخت میں اگر وہ کافر ہوتا تو اس کی قبر میں آئے گا اس کے سر کی طرف سے تو کبھی موجود نہ ہوگا اس کے پاؤں کی جانب سے آئے گا تو کچھ بھی موجود نہ ہوگا وہ ڈرتے ہوئے اور مرعوب ہو کر بیٹھ جائے گا اس سے پوچھا جائے گا کہ تو اس آدمی کے بارے میں کیا جانتا ہے جو تمہارے درمیان تھا تو اس کے متعلق کیا گواہی دیتا تھا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کو نہ پہچان سکے گا اسے کہا جائے گا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے وہ کہے گا میں لوگوں سے سنتا تھا میں بھی وہی کہتا تھا جیسے وہ کہتے تھے اس سے کہا جائے گا تو نے سچ کہا اس پر تو جیتا رہا اسی پر تو مرا اور اسی پر تو مرا تو انشاء اللہ اٹھا جائے گا اس پر اس کی قبر کو تنگ کر دیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا (طٰہٰ آیت ۲۴) کہا جائے اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو تو جنت کی طرف دروزاہ کھول دیا جائے گا اس سے کہا جائے گا یہ تیرا ٹھکانہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے تیار کر رکھا تھا اگر تو اس کی اطاعت کرتا (اس کے لئے) اضافہ ہوگا اس کی حسرت اور ناکامی میں پھر کہا جائے گا اس کے لئے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دو تو اس کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے گا کہا جائے گا یہ تیرا ٹھکانہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے تیار کیا ہے (یہ سن کر) اس کی حسرت اور ناکامی اور زیادہ اضافہ ہوگا۔

۱۷:۔ امام ابن جریر، اور ابن مردویہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ تلاوت کی اور فرمایا یہ اس وقت ہوگا جب قبر میں کہا جائے گا تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے میرا دین اسلام ہے میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہمارے پاس دلائل لے کر آئے اور ہدایت لے کر آئے اللہ کی طرف سے میں ان پر ایمان لایا اور میں نے تصدیق کی اس سے کہا جائے گا تو نے سچ کہا اسی پر تو زندہ رہا اور اسی پر تو مرا اور اسی پر تو اٹھایا جائے گا۔

۱۸:۔ امام ابن جریر نے طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت

سے قبر کا فتنہ مراد ہے۔

۱۹:۔ امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے مسیب بن رافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت قبر کے بارے میں نازل ہوئی۔

۲۰:۔ امام ابن جریر نے ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ یہ اس میت کے بارے میں نازل ہوئی جس سے اس کی قبر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارے میں پوچھا جائے گا۔

۲۱:۔ امام ابن جریر نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا کے بارے میں روایت کیا کہ یہ قبر کے بارے میں ہے اور اس سے خطاب مراد ہے۔

۲۲:۔ امام ابن جریر، عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا سے مراد ہے لا الہ الا اللہ اور (فی الاخرہ) سے مراد قبر میں سوال کرنا ہے۔

۲۳:۔ امام عبد بن حمید، ابن منذر، اور ابن ابی حاتم نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ کے بارے میں روایت کیا کہ اس کلمہ طیبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا میں ثابت قدم رکھتا ہے خیر اور نیک عمل کے ساتھ اور (فی الاخرۃ) سے مراد ہے قبر میں سوال کے وقت ثابت قدم رکھتا ہے۔

۲۴:۔ امام ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا کے بارے میں فرمایا کہ مومن اپنی قبر میں ہوتا ہے تو اس کی آزمائش کے وقت اس کے پاس دو آزمانے والے آتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ میرا رب ہے میرا دین اسلام ہے پھر وہ فرشتے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تجھ کو ثابت قدم رکھا اس کام میں جو وہ پسند کرتا ہے۔ اور راضی ہوتا ہے پھر دونوں فرشتے اس کے لئے اس کی قبر کو حد نگاہ تک کشادہ کر دیتے ہیں۔ اور اس کے لئے جنت کی طرف ایک دروازہ بھی کھول دیتے اور کہتے ہیں آنکھیں ٹھنڈی کر کے اور اس نوجوان کی طرح سو جا جو اپنی بہترین آرام گاہ میں امن سے ہوتا ہے اور اس بارے میں یہ (آیت) اصحب الجنۃ یومئذ خیر مستقرا واحسن مقیلا (الفرقان آیت: ۲۴) نازل ہوئی لیکن کافر کے لئے وہ دونوں کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا تو وہ فرشتے کہتے ہیں نہ تو نے جانا اور نہ تو نے ہدایت حاصل کی پھر اس کو آگ کے کوڑے مارتے ہیں خوف زدہ ہو جاتے ہیں اس کے لئے ہر جانور سوائے جنات اور انسانوں کے پھر اس کے لئے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دیتے ہیں اور اس پر قبر کو تنگ کر دیتے ہیں یہاں تک کہ اس کا دماغ نکل جاتا ہے اس کے ناخنوں اور اس کے گوشت کے درمیان سے۔

۲۵:۔ امام ابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت کو قبر میں رکھ دیا

جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں تو کیا کہتا ہے اس آدمی کے بارے میں جو تمہارے درمیان تھا جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کو ثبات کی تلقین فرماتے ہیں اور قبر کی ثبات پانچ ہیں کہ بندہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے، میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر وہ دونوں اس سے کہتے ٹھہر جا کیونکہ وہ مومن ہو کر زندہ رہا اور مومن ہو کر مرا اور مومن ہو کر تو اٹھایا جائے گا پھر وہ دونوں اس کو جنت میں سے گھر دکھاتے ہیں جو چمک رہا ہوتا ہے رحمن کے عرش کے نور سے۔

۲۶:۔ امام بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی اور ابن مردویہ نے قتادہ کے طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے دوست اس کو پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں تو وہ اس کے جوتوں کی آواز سنتا ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا تھا ابن مردویہ نے زائد کہا جو تمہارے درمیان تھا جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا تھا پھر فرمایا مومن کہتا ہے کہ وہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر اس سے کہا جاتا ہے آگ میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں جنت میں ٹھکانہ بنایا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر آدمی اپنے دونوں ٹھکانے دیکھتا ہے قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم کو ذکر کیا کہ وہ اس کی قبر کو ستر ہاتھ وسیع کر دیتے ہیں اور اس میں سبزہ بھر دیتے ہیں (لیکن) منافق اور کافر اس سے کہا جاتا ہے تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا میں وہی کہتا ہوں جیسا کہ لوگ کہتے تھے پھر اس سے کہا جاتا ہے نہ تو نے جانا ہے نہ تو نے پڑھا پھر اس کو لوہے کے ہتھوڑے سے مارتے ہیں وہ شخص اتنا چیختا ہے کہ اس کے قریبی سب جانور اس کی چیخ کو سنتے ہیں مگر جنات اور انسان نہیں سنتے۔

۲۷:۔ امام احمد، ابوداود، ابن مردویہ اور بیہقی نے عذاب القبر میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی جاتی ہے مومن جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے پاس آکر پوچھتا ہے تو کس چیز کی عبادت کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ خود اس کی رہنمائی فرماتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ میں عبادت کرتا تھا پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا تھا وہ کہے گا وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اس کے بعد پھر کوئی چیز نہیں پوچھی جاتی وہ اسے دکھاتا ہے جو اس کے لئے آگ میں ہوتا ہے اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا گھر ہے جو تیرا آگ میں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے تجھ کو بچا یا اور تجھ پر رحم کیا اور تیرا گھر جنت میں بنا دیا وہ کہتا ہے مجھ کو چھوڑ دو یہاں تک کہ میں جاؤں اپنے گھر والوں کو (اپنی کامیابی کی) خوشخبری دے دوں اس سے کہا جاتا ہے تو ٹھہر جا۔

اور جب کافر کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اس کو ڈانٹتا ہے اور اس کو کہتا ہے تو کس کی عبادت کرتا تھا وہ کہے گا میں نہیں جانتا وہ پوچھتا ہے تو اس آدمی کے بارے میں کیا جانتا ہے؟ وہ کہتا ہے میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے وہ فرشتے ان کو لوہے کے ہتھوڑے سے مارتے ہیں ان کے کانوں کے درمیان وہ چیختا ہے جسے ساری مخلوق سنتی ہے سوائے جنات اور

انسانوں کے۔

۲۸:۔امام احمد،ابن ابی الدنیا،طبرانی نے الاوسط میں اور بیہقی نے ابن الزبیر کے طریق سے روایت کیا کہ انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے قبر کے دو فتنہ ڈالنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی جاتی ہے جب ایک مومن اپنی قبر میں داخل کیا جاتا ہے اور اس کے دوست احباب اس سے پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں تو ایک فرشتہ سخت جھڑکنے والا اس کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا تھا تو مومن آدمی کہتا ہے میں کہتا تھا کہ وہ اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں پھر وہ فرشتہ اس سے کہتا ہے اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھ جو دوزخ میں تیرے لئے تیار کیا گیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اس سے بچالیا اور اس کے بدلے میں جنت میں تیرے لئے مکان تیار کیا ہے جس کو تو نے دیکھا ہے پس مومن اپنے دونوں ٹھکانے دیکھتا ہے اور مومن کہے گا مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اپنے گھر والوں کو خوشخبری دیدوں تو اس سے کہا جائے گا تو ٹھہر جا۔

لیکن منافق وہ (اٹھ کر) بیٹھ جاتا ہے جب اس سے اس کے گھر والے پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں اس سے کہا جاتا ہے تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا تھا تو وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے اس سے کہا جائے گا تو کبھی نہ جانے اس بات کو یہ تیرا پہلا ٹھکانہ جو جنت میں تھا اس کی جگہ اللہ نے تیرا ٹھکانہ دوزخ میں بدل دیا ہے۔جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہر آدمی اسی (دین) پر اٹھایا جائے گا قبر سے جس پر وہ مرا تھا مومن اپنے ایمان پر اور منافق اپنے نفاق پر (اٹھایا جائے گا)۔

مومن کے قبر میں جنتی بچھونا

۲۹:۔امام ابن ابی عاصم نے سنہ میں،ابن مردویہ اور بیہقی نے ابوسفیان کے طریق سے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مومن کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اس کو جھڑکتے ہیں تو وہ کھڑا ہو جاتا ہے اور جاگ جاتا ہے جیسے نیند کرنے والا جاگ جاتا ہے۔اس سے کہا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ میرا رب ہے اور اسلام میرا دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں تو ایک آواز دیتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا جنت میں سے اس کا بچھونا بچھا دو اور جنت کا لباس پہنا دو تو وہ کہے گا مجھ کو چھوڑ دو میں اپنے گھر والوں کو اپنی کامیابی کا بتادوں اس سے کہا جائے گا ٹھہر جا۔

۳۰:۔امام بیہقی نے عذاب القبر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر تیری کیا حالت ہوگی جب تو پہنچایا جائے گا زمین کے اندر تیرے لئے تین ہاتھ گڑھا کھودا جائے گا اور ایک ذراع میں ایک بالشت چوڑا ہوگا پھر تیرے پاس منکر نکیر آئیں گے جو کالے ہوں گے جو اپنے بال کھینچ رہے ہوں گے ان کی آواز سخت کڑک کی طرح ہوں گی اور ان کی آنکھیں برق خاطف ہوں گی وہ زمین کو اپنے دانتوں سے کھودیں گے اور تجھ کو اٹھا کر بٹھادیں گے جبکہ تو گھبرایا ہوا ہوگا اور وہ تجھ کو ڈرائیں گے اور وہ تجھ کو گھبرادیں گے عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! اس دن میں (اسی ہوش وحواس)

میں ہوں گا جیسے آج ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی اذن سے میں ان
کے سامنے آپ کے بارے میں صحیح جواب دوں گا۔

۳۱:۔ امام بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت ان کے جوتوں کی
آہٹ کو سنتی ہے جب وہ پیٹھ پھیر کر جاتے ہیں پھر وہ (مردہ) بیٹھ جاتا ہے اس سے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ
میرا رب ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا اسلام پھر اس سے کہا جائے گا تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہے گا محمد صلی اللہ
علیہ وسلم اس سے کہا جائے گا تجھے کیسے علم ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے ان کو پہچان لیا اور ان پر ایمان لایا اور میں نے تصدیق کی جو آپ
کتاب لے آئے پھر اس کی قبر حد نگاہ وسیع کر دی جاتی ہے اور اس کی روح کو مومنین کی ارواح میں رکھ دیا جاتا ہے۔

۳۲:۔ امام طبرانی نے الاوسط میں روایت نقل کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ دو فرشتے جو قبر میں آتے ہیں ان کا نام
منکر نکیر ہیں۔

۳۳:۔ امام احمد، ابن ابی الدنیا، طبرانی، الآجری نے الشریعہ میں اور ابن عدی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت
کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں فتنہ میں مبتلا کرنے والوں کا ذکر فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہماری
عقلیں ہماری طرف لوٹ آئیں گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تمہارے آج کے دن کی طرح، عمر رضی اللہ عنہ نے
فرمایا اس کے منہ میں پتھر۔

منکر نکیر کے حالات کا بیان

۳۴:۔ امام ابن ابی داود نے بعث میں، حاکم نے تاریخ میں اور بیہقی نے عذاب القبر میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے
روایت کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا اس وقت تیری کیا حالت ہوگی جب تو چار ہاتھ گہری اور دو ہاتھ چوڑی قبر میں
ہوگا اور تو منکر نکیر کو دیکھے گا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! منکر نکیر کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر کے دو فتنہ میں مبتلا
کرنے والے (فرشتے) وہ زمین کو اپنے دانتوں سے کریدتے ہیں اور اپنے بالوں کو روندتے ہیں (یعنی ان کے بال لمبے ہوں
گے) ان کی آواز سخت کڑک کی طرح ہوگی اور ان کی آنکھیں برق خاطف کی طرح ہیں ان کے پاس لوہے کا بھاری گرز ہوتا ہے اگر
جمع ہو جائیں ان پر سارے اہل زمین والے تو طاقت نہیں رکھیں گے اس کے اٹھانے کی مگر ان فرشتوں پر آسان ہوگا اس کا اٹھانا
میری اس لاٹھی سے بھی وہ تجھ کو آزمائیں گے اگر تو نے صحیح جواب نہ دیا تو تجھ کو اس گرز کے ساتھ ماریں گے اور تو راکھ ہو جائے گا۔
میں نے عرض کیا پھر میں ان دونوں کو کافی ہو جاؤں گا۔

۳۵:۔ امام ترمذی، ابن ابی الدنیا، ابن ابی عاصم، آجری، بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (ترمذی نے اس کو حسن بھی کہا ہے) ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت قبر میں رکھ دی جاتی ہے تو
وہ فرشتے کالے اور نیلی آنکھوں والے اس کے پاس آتے ہیں ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے فرشتے پوچھتے
ہیں کہ تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ

کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم جانتے تھے کہ تو یہی کہے گا پھر اس کے لئے اس کی قبر ستر ہاتھ لمبی اور ستر ہاتھ چوڑی کردی جاتی ہے پھر اس کے لئے قبر میں نور بھر دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے سو جا پھر وہ کہتا ہوں واپس جاتا ہوں اپنے گھر والوں کی طرف کہ ان کو خبر دوں وہ فرشتے کہتے ہیں کہ تو سو جا جیسے دلہن ہوتی ہے جس کو نہیں جگاتا ہے مگر جب محبوب ہوتا ہے اس کے گھر والوں میں سے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اٹھائیں گے اس کو اس کی خواب گاہ سے۔

اگر میت منافق ہو تو وہ کہتا ہے میں لوگوں سے جو سنتا تھا میں اسی طرح کہتا تھا میں نہیں جانتا (کہ وہ کون ہیں) تو وہ فرشتے ہیں کہ ہم جانتے تھے کہ تو اسی طرح کہے گا پھر زمین کو حکم ہوتا ہے کہ اس پر مل جا تو اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اسی طرح وہ عذاب میں رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی خواب گاہ سے اٹھائیں گے۔

۳۶:۔ امام ابن ابی الدنیا نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تو منکر نکیر کو دیکھے گا عرض کیا منکر نکیر کیا ہیں؟ فرمایا قبر میں فتنہ میں ڈالنے والے ان کی آواز سخت کڑک کی طرح ہے اور ان کی آنکھیں مانند بجلی کے اچک لینے والے کی طرح ہیں وہ دونوں روندتے ہیں (زمین) کو اپنے بالوں میں اور اپنے دانتوں سے زمین کو کھودتے ہیں ان کے اپس ایک لاٹھی لوہے کی ہوتی ہے اگر ان پر ہمارے سارے اہل زمین اکٹھے ہو جائیں تو اس کو نہ اٹھا سکیں۔

۳۷:۔ امام بخاری نے اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری طرف وحی کی گئی کہ تم آزمائے جاؤ گے قبروں میں پوچھا جائے گا کہ تم اس آدمی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ لیکن مومن یا یقین کرنے والا کہے گا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں ہمارے پاس دلائل اور ہدایت لے کر آئے ہم نے ان کی بات کو قبول کیا اور ہم نے آپ کی اتباع کی اس کے لئے کہا جاتا ہے کہ ہمیں معلوم تھا کہ تو مومن پھر نیک تھا مگر منافق یا شک کرنے والا تو وہ کہے گا میں نہیں جانتا میں لوگوں سے سنتا تھا وہ جو کچھ کہتے تھے تو میں نے بھی وہی کہتا تھا۔

۳۸:۔ امام احمد نے اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان اپنی قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے اگر وہ مومن ہے تو اس کو اس کے عمل گھیر لیتے ہیں اس کے پاس ایک فرشتہ نماز کی جانب سے آتا ہے تو وہ (نماز) اس کو لوٹا دیتی ہے اسی طرح روزہ کی جانب سے آتا ہے تو وہ اس کو لوٹا دیتا ہے (پھر) فرشتہ اس کو آواز دیتا ہے (اٹھ کر) بیٹھ جا تو وہ بیٹھ جاتا ہے پھر اس سے کہتا ہے تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہ وہ کون ہیں؟ تو وہ کہتا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو وہ فرشتہ کہتا ہے تجھ کو یہ کیسے معلوم ہوا (ان کے بارے میں) تو نے یہ کیسے علم حاصل کیا؟ انسان کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں وہ فرشتہ کہتا ہے اسی پر تو زندہ رہا اور اسی پر تو مرا اور اسی (عقیدہ) پر تو (قیامت کے دن) اٹھایا جائے گا۔

اور اگر وہ فاجر یا کافر ہے تو اس کے پاس (جب) فرشتہ آتا ہے تو اس کے اور اس کے درمیان کوئی چیز ایسی نہیں ہوتی جو اس کو

لوٹا دے وہ اس کو بیٹھا دیتا ہے اور کہتا ہے تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے کون سا آدمی؟ فرشتہ کہتا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ کہتا ہے اللہ کی قسم میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو سنا کہ وہ کچھ کہتے تھے پس میں انہی طرح کہتا تھا وہ فرشتہ کہتا ہے اسی (عقیدہ) پر تو زندہ رہا اور اسی پر تو مرا اور اسی پر تو (قیامت کے دن) اٹھایا جائے گا۔ اور ایک جانور اس پر مسلط کر دیا جاتا ہے اس کی قبر میں جس کے پاس ایک کوڑا ہوتا ہے اس کے سرے کی گانٹھ ایک انگارہ ہوتی ہے اونٹ کی بلند جگہ (یعنی کوہان) کی طرح اس سے وہ اس کو مارتا ہے جتنا اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں اس کو آواز کو نہیں سنائی دے گی تاکہ وہ اس پر رحم کرے۔

یہودیہ نے عذاب قبر سے پناہ مانگی

۳۹:۔ امام احمد اور بیہقی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ایک یہودیہ عورت نے میرے دروازے پر آکر کھانا مانگا اور اس نے کہا مجھ کو کھانا کھلا و اللہ تعالیٰ تم کو دجال کے فتنے سے اور عذاب کے فتنے سے بچائے میں نے اس (عورت) کو روکے رکھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ یہودی عورت کیا کہتی ہے؟ آپ نے پوچھا کیا کہتی ہے؟ میں نے کہا یہ کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو دجال کے فتنے سے اور عذاب قبر کے فتنے سے بچائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی دجال کے فتنے سے اور عذاب پھر فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا کہ اس دجال کے فتنے سے اپنی امت کو نہ ڈرایا ہو اور میں عنقریب تم کو اس سے ڈراؤں گا ایسی بات کے ساتھ جو کسی نبی نے اپنی امت کو بیان نہیں کی وہ کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کانے نہیں ہیں اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا ہر مومن اس کو پڑھ لے گا (لیکن) قبر کا فتنہ تو میری وجہ سے تمہاری آزمائش ہوگا اور میرے بارے میں بھی تم سے پوچھا جائے گا اگر نیک صالح آدمی ہوگا تو قبر میں اٹھ بیٹھے گا بغیر کسی گھبراہٹ اور بغیر کسی فتنہ کے پھر اس سے کہا جائے گا تو کس مذہب میں تھا؟ وہ کہے گا اسلام پر تھا پھر اس سے کہا جائے گا وہ آدمی کون ہے جو تمہارے درمیان تھا؟ وہ کہے گا محمد اللہ کے رسول ہیں ہمارے درمیان نشانیاں اللہ کی طرف سے لے کر آئے تو ہم نے ان کی تصدیق کی پھر اس کے لئے آگ کی طرف سے ایک کھڑکی کھولی جائے گی وہ اس کی طرف دیکھے گا کہ اس کا بعض (حصہ) بعض کو توڑ رہا ہے اس سے کہا جائے گا کہ اس چیز کی طرف دیکھ جس سے تجھ کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا پھر اس کے لئے جنت کی ایک کھڑکی کھولی جائے گی وہ اس کی رونق کی طرف دیکھے گا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے کہا جائے گا یہ تیرا ٹھکانہ ہے اس میں سے اور کہا جائے گا تو یقین پر تھا اور اسی پر تو مرا اور اسی پر تو اٹھایا جائے گا (قیامت کے دن) اگر اللہ نے چاہا۔

اور اگر برا آدمی ہے تو وہ اپنی قبر میں بٹھایا جائے گا گھبرایا ہوا فتنہ میں مبتلا ہوگا اس سے پوچھا جائے گا تو کس دین پر تھا؟ وہ کہے گا میں نہیں جانتا اس سے پھر پوچھا جائے گا وہ آدمی کون ہے جو تمہارے اندر تھا؟ وہ کہے گا میں لوگوں سے سنتا تھا جو وہ کہتے ہیں اور میں بھی ویسے ہی کہتا تھا پھر ایک کھڑکی جنت کی طرف کھولی جائے گی وہ اس کی رونق کو دیکھے گا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے کہا جائے گا تو دیکھ لے اس مقام کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے اس کو تجھ سے جدا کر دیا ہے پھر اس کے لئے ایک کھڑکی دوزخ کی طرف کھولی گی۔ وہ اس کی طرف دیکھے گا کہ توڑ دیا ہے اس کا بعض حصہ بعض کو اور اس سے کہا جائے گا کہ دوزخ میں یہ تیرا ٹھکانہ ہے شک پر زندگی گزارنے کی وجہ سے اسی شک پر تو مرا اور اس پر تو اٹھایا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۴۰:۔ امام احمد نے زہد میں اور ابونعیم نے حلیہ میں طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ مردے فتنہ میں ڈالے جاتے ہیں اپنی قبروں میں سات دن تک اور وہ اس بات کو محبوب رکھتے ہیں کہ ان کی طرف سے ان دونوں میں کھانا کھلایا جائے۔

۴۱:۔ امام ابن جریر نے مصنف میں حارث بن ابی حارث سے اور انہوں نے عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ دو آدمی آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں مومن اور منافق مومن کو سات دنوں تک آزمائش میں ڈالا جاتا ہے اور منافق کو چالیس دنوں تک آزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔

۴۲:۔ امام ابن شاہین نے سنہ میں راشد بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے تم اپنی حجت کو سیکھو کیونکہ تم سے سوال کیا جائے گا یہاں تک کہ انصار میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آتا تو گھر والے اسے قبر کے سوال وجواب کی وصیت کرتے تھے اور لڑکا جب عقل مند ہوتا تو اس کو کہتے تھے کہ جب فرشتے تجھ سے سوال کریں گے تیرا رب کون ہے؟ تو کہہ اللہ میرا رب ہے اور تیرا دین کیا ہے؟ تو کہہ اسلام میرا دین ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ تو کہہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

۴۳:۔ امام ابونعیم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں سے کسی کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کی قبر پر کھڑے ہو کر یہ کلمات کہتے (آیت) اناللہ وانا الیہ راجعون اے یہ تیرے پاس آیا ہے اور آپ اس کو بہتر جگہ عطاء فرمانے والے ہیں اس کے پہلو سے زمین کو جدا کر دے اور اس کی روح کے لئے آسمان کے دروازے کھول دے اور اس کو قبول فرمایئے اپنی بارگاہ میں اچھی قبولیت کے ساتھ اور سوالات کے وقت اس کی زبان کو ثابت رکھ۔

۴۴:۔ امام ابوداود، حاکم اور بیہقی نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے اس کے دوست احباب اس کو دفن کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا مانگو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔

۴۵:۔ امام سعید بن منصور نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر کھڑے ہوتے تھے جب قبر پر مٹی برابر کر دی جاتی تھی اور آپ فرماتے تھے اے اللہ! ہمارا ساتھی آپ کے پاس آیا ہے اور دنیا کو اپنی پیٹھ پیچھے چھوڑ آیا ہے اے اللہ اس کی زبان ثابت رکھ سوالات کے وقت اور اس کو اس کی قبر میں ایسے فتنے میں نہ ڈال جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔

۴۶:۔ امام طبرانی اور ابن مندہ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے بھائیوں میں سے جب کوئی فوت ہو جائے اور اس پر مٹی برابر کر دو تو چاہیے کہ تم میں سے کوئی اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر یوں کہے یا فلاں بن فلاں کیونکہ وہ سنتا ہے لیکن جواب نہیں دے سکتا پھر کہے اے فلاں بن فلاں کیونکہ وہ سیدھا بیٹھ ہوتا ہے پھر کہے فلاں بن فلاں کیونکہ وہ کہتا ہے ہماری رہنمائی کر اللہ تجھ پر رحم کرے گا لیکن لوگ اس بات کا شعور نہیں رکھتے چاہئے کہ وہ یوں کہے یاد کر شہادت جس پر تو دنیا چھوڑ آیا ہے یعنی لا الہ الا اللہ وان محمد عبدہ ورسولہ کی گواہی اور تو راضی تھا اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر اور قرآن کے امام ہونے پر کیونکہ منکر نکیر میں سے ہر ایک

دوسرے کا ہاتھ پکڑتا ہے اور کہتا ہے ہم اس کے پاس چلیں جس کو حجت تلقین کی گئی پس اس کی حجت ان دونوں کے پیچھے ہوئی ہے ایک آدمی نے کہا: یارسول اللہ اگر ہمیں اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو کیسے پکارا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی نسبت حوا رضی اللہ عنہ کی طرف! (یوں کہو) یا فلاں بن حوا۔

۴۷:۔ امام ابن مندہ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب میں مرجاؤں تو مجھ کو دفن کردینا چاہئے کہ کوئی شخص قبر کے سر پر کھڑا ہو کر یوں کہے اے صدی بن عجلان تو اس کو یاد کر کہ جس شہادت پر تو دنیا میں قائم تھا یعنی یہ شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

قبر کے کنارے تلقین کرنا

۴۸:۔ امام سعید بن منصور نے راشد بن سعد رضی اللہ عنہ، ضمیرہ بن حبیب اور حکیم بن عمیر رحمہم اللہ سے روایت کیا کہ جب میت پر مٹی برابر کردی جائے اور لوگ اس سے واپس جانے لگیں تو مستحب یہ ہے کہ اس کی قبر کے پاس اس طرح تلقین کرے اے فلاں کہہ لا الہ الا اللہ تین مرتبہ اے فلاں کہہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر چلا جائے۔

۴۹:۔ امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں عمرو بن مرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ لوگ پسند کرتے تھے کہ جب میت کو قبر میں رکھ دیا جائے تو کہا جائے اے اللہ! اس کو بچادے شیطان مردود سے۔

۵۰:۔ امام حکیم ترمذی نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب میت سے سوال کیا جاتا ہے تیرا رب کے بارے میں تو اس کو شیطان ایک شکل میں میں دکھائی دیتا ہے اور وہ اشارہ کرتا ہے اپنی ذات کی طرف کہ میں تیرا رب ہوں (اللہ تعالیٰ بچائے)۔

۵۱:۔ امام نسائی نے راشد بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے کہا: یارسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں سب مومن اپنی قبروں میں شہید کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہید کے سر پر تلوار کی چمک فتنہ سے کفایت کرتی ہے۔

۵۲:۔ امام ابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اشعریین میں سے ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سات سال خدمت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لئے ہمارے اوپر حق ہے اس کو بلاؤ تاکہ وہ ہماری طرف اپنی حاجت کو پیش کرے اس نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھ کو چھوڑ دو صبح تک میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کروں گا جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا اس نے عرض کیا یارسول اللہ! میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ پھر آپ نے فرمایا میری مدد کر سجدوں کی کثرت کے ساتھ اپنے نفس پر (یعنی نفل نماز کثرت سے پڑھ)۔

۵۳:۔ امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے میمون بن ابی شبیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے جمعہ (کی نماز) کا

ارادہ کیا حجاج کے زمانے میں، میں جانے کے لئے تیار ہوا تو مجھے خیال آیا کہ میں نماز پڑھنے کے لئے کہاں جا رہا ہوں اور کس کے پیچھے نماز پڑھنے جا رہا ہوں ایک مرتبہ میں نے کہا جاؤں اور ایک مرتبہ میں نے کہا کہ نہ جاؤں مجھ کو ایک آواز دینے والے نے آواز دی ایک جہت سے (آیت) یایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع (الجمعہ آیت ۹) اور فرمایا کہ میں ایک مرتبہ بیٹھ گیا (تاکہ) کتاب لکھوں مجھ کو ایک بات پیش آگئی اگر میں اس کو لکھ دیتا تو میری کتاب کے لئے زینت بن جاتی جبکہ میں جھوٹ بولنے والا ہوتا اور اگر میں اسے چھوڑ دیتا جو میری کتاب میں قبح کا باعث ہوتی جبکہ میں سچا ہوتا میں کبھی خیال کرتا کہ لکھ دوں کبھی خیال کرتا کہ لکھ دوں کبھی خیال کرتا کہ نہ لکھوں پھر میری رائے ہوئی کہ اس کو چھوڑ دوں تو میں نے اس کو چھوڑ دیا پھر ایک آواز دینے والے نے آواز دی گھر کی ایک جانب سے (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ۔ (تفسیر در منثور، سورہ ابراہیم، بیروت)

ابن ماجہ و بیہقی سعید بن مسیب سے راوی ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں حاضر ہوا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جب اُسے لحد میں رکھا کہا بسم اللہ وفی سبیل اللہ جب لحد برابر کرنے لگے کہا الٰہی! اسے شیطان سے بچا اور عذاب قبر سے امان دے، پھر فرمایا میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

امام ترمذی حکیم قدس سرہ الکریم بسند جید عمرو بن مرہ تابعی سے روایت کرتے ہیں:

کانوا یستحبون اذا وضع المیت فی اللحد ان یقولوا اللھم اعذہ من الشیطان الرجیم۔

یعنی صحابہ کرام یا تابعین عظام مستحب جانتے تھے کہ جب میت کو دفن کریں یوں کہیں "اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر، الٰہی! اسے عذاب قبر و عذاب دوزخ اور شیطان ملعون کے شر سے پناہ بخش۔

ابن ابی شیبہ اُستاذ امام بخاری و مسلم اپنے مصنف میں خیثمہ سے راوی:

کانوا یستحبون اذا وضعوا المیت ان یقولوا بسم اللہ وفی سبیل اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اللھم اجرہ من عذاب القبر وعذاب النار ومن شر الشیطان الرجیم۔

مستحب جانتے تھے کہ جب میت کو دفن کریں یوں کہیں "اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر، الٰہی! اسے عذاب قبر و عذاب دوزخ اور شیطان ملعون کے شر سے پناہ بخش۔

ان حدیثوں سے جس طرح یہ ثابت ہوا کہ اس وقت عیاذاً باللہ شیطان رجیم کا دخل ہوتا ہے یونہی یہ بھی واضح ہوا کہ اُس کے دفع کی تدبیر سنت ہے کہ دعا نہیں مگر ایک تدبیر اور احادیث سابقہ دلیل اوّل سے واضح کہ اذان رفع شیطان کی ایک عمدہ تدبیر ہے تو یہ بھی مقصود شارع کے مطابق اور اپنی نظیر شرعی سے موافق ہوئی۔

4751- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ الْخَفَّافُ أَبُو نَصْرٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ نَخْلًا لِبَنِي النَّجَّارِ فَسَمِعَ صَوْتًا فَفَزِعَ فَقَالَ مَنْ أَصْحَابُ هَذِهِ الْقُبُورِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ نَاسٌ مَاتُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ

عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ قَالُوا وَمِمَّ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ أَتَاهُ مَلَكٌ فَيَقُولُ لَهُ مَا كُنْتَ تَعْبُدُ فَإِنِ اللهُ هَدَاهُ قَالَ كُنْتُ أَعْبُدُ اللهَ فَيُقَالُ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ فَيَقُولُ هُوَ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ فَمَا يُسْأَلُ عَنْ شَيْءٍ غَيْرِهَا فَيُنْطَلَقُ بِهِ إِلَى بَيْتٍ كَانَ لَهُ فِي النَّارِ فَيُقَالُ لَهُ هَذَا بَيْتُكَ كَانَ لَكَ فِي النَّارِ وَلَكِنَّ اللهَ عَصَمَكَ وَرَحِمَكَ فَأَبْدَلَكَ بِهِ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ دَعُونِي حَتَّى أَذْهَبَ فَأُبَشِّرَ أَهْلِي فَيُقَالُ لَهُ اسْكُنْ وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ أَتَاهُ مَلَكٌ فَيَنْتَهِرُهُ فَيَقُولُ لَهُ مَا كُنْتَ تَعْبُدُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي فَيُقَالُ لَهُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ فَيُقَالُ لَهُ فَمَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ فَيَقُولُ كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ فَيَضْرِبُهُ بِمِطْرَاقٍ مِنْ حَدِيدٍ بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا الْخَلْقُ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ آپ نے ایک آواز سنی تو آپ پر گھبراہٹ طاری ہوگئی۔ آپ نے دریافت کیا: یہ قبر والے لوگ کون ہیں؟ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ کچھ لوگ ہیں جو زمانہ جاہلیت میں مرگئے تھے۔ آپ نے فرمایا: جہنم کے عذاب سے اور دجال کی آزمائش سے اللہ کی پناہ مانگو۔ لوگوں نے عرض کی: وہ کیوں؟ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے فرمایا: جب مومن کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے اگر اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نصیب کردے تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ اس سے دریافت کیا جاتا ہے ان صاحب کے بارے میں تم کیا کہتے تھے؟ تو وہ جواب دیتا ہے کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس سے اس کے علاوہ اور کسی چیز کے بارے میں دریافت نہیں کیا جاتا۔ پھر اسے لے کر ایک گھر کی طرف جایا جاتا ہے جو اس کیلئے جہنم میں ہونا تھا پھر اسے کہا جاتا ہے کہ یہ تمہارا گھر تھا جو جہنم میں تمہارے لیے ہونا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بچالیا اس نے تم پر رحم کیا اور اس کے بدلے میں تمہیں جنت میں گھر دیدیا تو وہ مردہ یہ کہتا ہے تم مجھے چھوڑو تاکہ میں واپس جاکر اپنے گھر والوں کو اس کی خوشخبری دوں تو اسے کہا جاتا ہے تم سکون سے رہو! اور جب کافر کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اور اسے جھڑک کر کہتا ہے تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ جواب دیتا ہے مجھے نہیں معلوم۔ اسے کہا جاتا ہے تمہیں علم بھی نہیں ہے اور تم نے تلاوت بھی نہیں کی تو اس سے کہا جاتا ہے ان صاحب کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ وہ جواب دیتا ہے میں نے وہی بات کہی تھی جو لوگ کہتے تھے تو وہ فرشتہ لوہے کے گرز اس کے دونوں کانوں پر مارتا ہے۔ وہ اتنی زور سے چیختا ہے کہ انسانوں اور جنات کے علاوہ ہر مخلوق اس کی آواز کو سن لیتی ہے۔

4752- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بِمِثْلِ هَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيَقُولَانِ لَهُ فَذَكَرَ قَرِيبًا مِنْ حَدِيثِ الْأَوَّلِ قَالَ فِيهِ وَأَمَّا الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُ فَيَقُولَانِ لَهُ زَادَ الْمُنَافِقَ وَقَالَ يَسْمَعُهَا مَنْ وَلِيَهُ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: جب بندے کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اسے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی چاپ سنتا ہے۔ دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں اس کے بعد تقریباً گزشتہ روایت کی طرح روایت کیا گیا ہے۔ تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: اگر وہ کافر یا منافق ہو تو یہ کہتے ہیں یعنی اس میں لفظ ''منافق'' کا اضافہ ہے اور اس روایت میں یہ بھی الفاظ ہیں: انسانوں اور جنات کے علاوہ اس کے پاس موجود ہر مخلوق اس آواز کو سنتی ہے۔

4753 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَهَذَا لَفْظُ هَنَّادٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمِنْهَالِ عَنْ زَاذَانَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ كَأَنَّمَا عَلَى رُءُوسِنَا الطَّيْرُ وَفِي يَدِهِ عُودٌ يَنْكُتُ بِهِ فِي الْأَرْضِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ اسْتَعِيذُوا بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ هَاهُنَا وَقَالَ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ حِينَ يُقَالُ لَهُ يَا هَذَا مَنْ رَبُّكَ وَمَا دِينُكَ وَمَنْ نَبِيُّكَ قَالَ هَنَّادٌ قَالَ وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ رَبِّيَ اللَّهُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا دِينُكَ فَيَقُولُ دِينِيَ الْإِسْلَامُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ قَالَ فَيَقُولُ هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولَانِ وَمَا يُدْرِيكَ فَيَقُولُ قَرَأْتُ كِتَابَ اللَّهِ فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ فَذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا) الْآيَةُ ثُمَّ اتَّفَقَا قَالَ فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ قَدْ صَدَقَ عَبْدِي فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيبِهَا قَالَ وَيُفْتَحُ لَهُ فِيهَا مَدَّ بَصَرِهِ قَالَ وَإِنَّ الْكَافِرَ فَذَكَرَ مَوْتَهُ قَالَ وَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ هَاهْ هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي فَيَقُولَانِ لَهُ مَا دِينُكَ فَيَقُولُ هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي فَيَقُولَانِ مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ فَيَقُولُ هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ كَذَبَ فَأَفْرِشُوهُ مِنَ النَّارِ وَأَلْبِسُوهُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ قَالَ فَيَأْتِيهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُومِهَا قَالَ وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَخْتَلِفَ فِيهِ أَضْلَاعُهُ زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ قَالَ ثُمَّ يُقَيَّضُ لَهُ أَعْمَى أَبْكَمُ مَعَهُ مِرْزَبَّةٌ مِنْ حَدِيدٍ لَوْ ضُرِبَ بِهَا جَبَلٌ لَصَارَ تُرَابًا قَالَ فَيَضْرِبُهُ بِهَا ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ فَيَصِيرُ تُرَابًا قَالَ ثُمَّ تُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ

✧✧ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک انصاری شخص کے جنازے میں شریک ہوئے۔ جب ہم قبرستان پہنچ گئے اور اس کو لحد میں رکھ دیا گیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما ہوئے۔ ہم بھی آپ کے اردگرد

بیٹھ گئے۔ یوں جیسے ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں' نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی جس کے ذریعے آپ زمین کو کرید رہے تھے۔ پھر آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا: قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔ یہ بات آپ نے دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

جریر نامی راوی نے اس روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جب لوگ واپس جاتے ہیں تو وہ مردہ ان کے جوتوں کی چاپ سنتا ہے۔ جب اسے یہ کہا جاتا ہے اے بندے! تیرے پروردگار کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟

ہناد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں' دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اسے بٹھا لیتے ہیں اور اس سے دریافت کرتے ہیں' تیرا پروردگار کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے' میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر فرشتے اس سے دریافت کرتے ہیں' تمہارا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے' میرا دین اسلام ہے۔ فرشتے اس سے دریافت کرتے ہیں ان صاحب کے بارے میں جنہیں تمہارے درمیان مبعوث کیا گیا ہے کیا کہتے ہو' تو وہ جواب دیتا ہے یہ اللہ کے رسول ہیں تو وہ دونوں فرشتے اسے کہتے ہیں' تمہیں اس بارے میں کیسے پتہ چلا؟ تو وہ جواب دیتا ہے: میں نے اللہ کی کتاب کی تلاوت کی ہے اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔

یہاں جریر نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے۔

"اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قول ثابت پر دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ثابت رکھے گا"۔

اس کے بعد ان دونوں راویوں کا ان الفاظ پر اتفاق ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آسمان سے ایک منادی اعلان کرتا ہے میرے بندے نے سچ کہا ہے اس کے لئے جنت کا بچھونا بچھا دو اور اسے جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو تو اس شخص کو جنت کی ہوا اور وہاں کی خوشبو آتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کے لئے قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: جب کافر مرتا ہے آپ نے اس کی موت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اس کی روح کو واپس اس کے جسم میں لایا جاتا ہے دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اسے بٹھا لیتے ہیں اور اس سے دریافت کرتے ہیں تمہارا پروردگار کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے ہائے افسوس! ہائے افسوس! مجھے نہیں معلوم۔ فرشتے اس سے دریافت کرتے ہیں تمہارا دین کون سا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے ہائے افسوس' ہائے افسوس مجھے نہیں معلوم۔ فرشتے دریافت کرتے ہیں ان صاحب کے بارے میں تم کیا کہتے ہو جنہیں تمہارے درمیان مبعوث کیا گیا ہے وہ جواب دیتا ہے' ہائے افسوس ہائے افسوس مجھے نہیں معلوم تو آسمان سے آواز دینے والا آواز لگاتا ہے اس نے جھوٹ کہا ہے اس کے لئے جہنم کا بستر بچھا دو' اسے جہنم کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جہنم کی طرف کا دروازہ کھول دو تو اس شخص کو جہنم کی تپش اور گرمی آتی ہے اور اس کی قبر کو اتنا تنگ کر دیا جاتا ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔

یہاں جریر نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: پھر ایک اندھا اور بہرہ فرشتہ اس پر مقرر کر دیا جاتا ہے جس کے پاس

لوہے سے بنا ہوا گرز ہوتا ہے۔ اگر وہ اس گرز کو کسی پہاڑ پر مارے تو اسے مٹی کر دے۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: وہ اس گرز کے ذریعے اس پر ایک ضرب لگاتا ہے (تو اس کی چیخ کی آواز) مشرق اور مغرب کے درمیان ہر چیز سنتی ہے۔ صرف انسان اور جنات نہیں سنتے تو وہ شخص مٹی ہو جاتا ہے۔ پھر اس میں دوبارہ روح ڈالی جاتی ہے۔

4754- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا الْمِنْهَالُ عَنْ أَبِي عُمَرَ زَاذَانَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

قبروں والے سنتے ہیں

1۔ کیا مردے سنتے ہیں؟ 2۔ کیا غیر اللہ سے مدد طلب کر سکتے ہیں؟ 3۔ اونچی قبریں بنانا کیسا؟

پہلا سوال: کیا مردے سنتے ہیں؟

جواب: کثیر صحیح وقوی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بعدِ موت مردے شعور رکھتے ہیں، اور انہیں جو کچھ سنایا جائے وہ اسے سنتے ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو چارپائی پر رکھا جاتا ہے اور اسے لوگ اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں، اگر وہ مردہ نیک ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے: مجھے جلدی آگے لیے چلو۔ لیکن اگر وہ نیک نہ ہو تو وہ اپنے گھر والوں سے کہتا ہے: ہائے بربادی! مجھے کہاں لیے جا رہے ہو؟ اس کی یہ آواز انسانوں کے سوا ہر مخلوقِ خدا سنتی ہے اور اگر یہ آواز انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول المیت وھو علی الجنازۃ: قدمونی)

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ مردوں کو شعور ہوتا ہے کہ اسے اٹھا لیا گیا ہے اور اب اسے لئے جا رہے ہیں، اور اسے اس بات کی بھی مکمل معرفت ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ اچھا یا برا، کیا ہونے والا ہے۔

معترض جیسی سوچ رکھنے والوں کے نزدیک قرآن وحدیث کی بات سے بڑھ کر ان کے امام و اکابر کی تصانیف زیادہ قابل حجت ہوتی ہیں، اس لیے میں یہاں ایسا عقیدے رکھنے والوں کے متفق علیہ امام، ابن تیمیہ کے "مجموع الفتاویٰ" سے ایک سوال و جواب نقل کرتا ہوں۔

سوال: کیا میت زائر (یعنی قبر پر آنے والے) کا کلام سنتی ہے اور کیا اس شخص کو دیکھتی ہے؟

جواب: بالکل، وہ میت اس کی آواز سنتی ہے جیسا کہ صحیحین (یعنی بخاری اور مسلم) میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میت لوگوں کے قدموں کی چاپ تک سنتی ہے جب وہ اسے دفنا کر لوٹتے ہیں۔

ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ انہوں نے بدر میں قتل ہونے والوں (کی لاشوں) کو تین دن تک چھوڑے رکھا، اور پھر ان کے پاس تشریف لائے پھر فرمایا: یا ابا جہل بن ہشام، یا امیۃ بن خلف، یا عتبۃ بن ربیعۃ، یا شعبۃ بن ربیعۃ

کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا جو اس نے تم سے کیا تھا؟ بے شک میں نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا جو اس نے مجھ سے کیا، جب حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو عرض کی، یا رسول اللہ! وہ کیونکر سنیں گے اور جواب دیں گے؟ یہ تو مردار ہو کر سڑ گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس ذاتِ پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم اس بات کو ان سے زیادہ نہیں سنتے جو میں ان سے کہہ رہا ہوں، لیکن یہ جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا اور وہ کھینچے گئے اور بدر کے کنوؤں میں ڈال دیئے گئے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واہلہا، باب عرض مقعد المیت)

ابن تیمیہ مزید لکھتا ہے کہ صحیحین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں والوں کو سلام کرنے کا حکم فرمایا، اور فرمایا: تم لوگ کہو: السلام علیکم أهل الديار من المؤمنين والمسلمين۔ یہ ان مردوں سے خطاب ہے اور خطاب اسی سے ہوتا ہے جو سن سکتا ہے۔ (مجموع الفتاوٰی، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، ج:24، ص:363، دار الوفاء)

اس سے معلوم ہوا کہ مردے زندوں سے بھی زیادہ سنتے ہیں اور یہ بھی پتا چلا کہ فوت شدگان کو "یا" کے ساتھ ندا کرنا شرک نہیں ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار کو یا عتبۃ یا شیبۃ کہہ کر ہرگز نہ پکارتے۔ وہ لوگ غور کریں جو یا رسول اللہ، یا علی، یا غوث اعظم (صلی اللہ علیہ وسلم، ورضی اللہ عنہما)" کہنے پر مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے نہیں تھکتے، کہ اب یہاں کیا فتویٰ لگائیں گے؟

یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان آیات سے کیا مراد ہے جن میں کہا گیا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو، قبر والوں کو نہیں سنا سکتے اور قبروں والے سنتے نہیں۔

یہ سوال پہلے تو ان سے پوچھنا چاہیے جو ان آیات سے مُردوں کے نہ سننے پر استدلال کرتے ہیں کہ وہ اس کا جواب دیں کہ کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام، قرآن اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث آپس میں متعارض (ٹکراتی) ہیں، اور پھر ان کے امام پر کیا فتویٰ ہوگا، جو یہ فرماتے ہیں کہ بے شک مردے سنتے ہیں، کیا وہ مشرک ہوگیا؟ اور اس کا کلام قرآن سے متعارض ہے؟

اور خوش عقیدہ حضرات کی تشفی کے لیے اس کا جواب یہ ہے:

اولاً: یہ آیات مبارکہ کفار اور ان کے باطل خداؤں کے حق میں نازل ہوئیں، انہیں مسلمانوں اور خاص طور پر انبیاء کرام و اولیاء عظام کی مقدس ذوات پر چسپاں کرنا انتہاء درجہ ظلم اور بے ادبی ہے اور خوارج کا طریقہ ہے کہ جنہوں نے قرآنی آیات پڑھ کر مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پر شرک کا فتویٰ لگایا تھا اور جن کے بارے میں امام بخاری اپنی "صحیح" میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نقل فرماتے ہیں کہ وہ خوارج کو بدترین مخلوق سمجھتے تھے اور فرماتے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کافروں کے حق میں نازل شدہ آیات مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب استتابۃ المرتدین، باب قتل الخوارج والملحدین)

ثانیاً: قطع نظر اس بات سے کہ یہ آیات کفار کے حق میں نازل ہوئیں، پھر بھی ان آیات سے اہل قبور کے نہ سننے پر استدلال درست نہیں۔ آیئے ان آیات کی تفسیر انہیں کے امام ابن تیمیہ کی زبانی سنتے ہیں:

ابن تیمیہ کہتا ہے: "إنك لا تسمع الموتى. اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے، سے مراد ایسا سننا ہے کہ

جسے سننے کے بعد قبول کرلیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے، اللہ تعالیٰ نے کافروں کو میت کی طرح کہا جو کہ پکارنے والے کا جواب نہیں دیتی، اور کافروں کو جانوروں کی طرح کا کہا، جو کہ آواز تو سنتے ہیں لیکن بات کا مطلب ومقصود نہیں سمجھتے۔ اور میت، اگرچہ کلام سنتی اور اس کا مطلب سمجھتی ہے لیکن اس کے لیے ممکن نہیں کہ وہ پکارنے والے کا جواب دے سکے اور اس کے امر ونہی کا امتثال کر سکے، میت کو امر ونہی سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا، اسی طرح کافر کو بھی امر ونہی کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا اگرچہ وہ خطاب سنتا ہے اور اس کا معنی سمجھتا ہے، جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ولو علم الله فيهم خيراً لأسمعهم یعنی اگر اللہ تعالیٰ ان میں کچھ بھلائی جانتا تو انہیں سنا دیتا۔ (مجموع الفتاویٰ، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، ج:24، ص:364، دار الوفاء)

اس سے پتا چلا کہ یہاں مردوں سے مراد کافر ہی اور ان سے بھی مطلقاً ہر کلام کے سننے کی نفی مراد نہیں ہے، بلکہ پند وموعظت اور کلام ہدایت کے بسمع قبول سننے کی نفی ہے اور مراد یہ ہے کہ کافر، مردہ دل ہیں کہ نصیحت سے منتفع نہیں ہوتے۔ تو اس طرح کی آیت کے معنی یہ بتانا کہ مردے نہیں سنتے بالکل غلط ہے کیونکہ صحیح احادیث سے مردوں کا سننا ثابت ہے جیسا کہ ماقبل گزر چکا۔

دوسرا سوال: کیا غیر اللہ سے مدد طلب کر سکتے ہیں؟

سب سے پہلے تو یہ کہ قرآن وحدیث میں انبیاء واولیاء سے مدد مانگنے سے کہیں منع ہی نہیں کیا گیا، اور معترض نے جو آیات پیش کیں ان کی تفسیر اپنے ہی امام کی زبانی سن چکے کہ وہاں کون مراد ہیں۔ پھر بھی تشفی قلب کے لیے کچھ آیات واحادیث پیش خدمت ہے جن سے انبیاء واولیاء سے مدد مانگنے کا ثبوت حاصل ہوتا۔ مگر اس سے پہلے دو باتیں ذہن نشین کر لیجیے، ان شاء اللہ تعالیٰ بہت سے شبہات ووساوس دور ہوں گے اور یہ اصول بہت جگہ کارآمد ہوگا۔ پہلی بات یہ یاد رکھیے کہ شرک ہر حال میں شرک ہے، یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی چیز حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے زمانہ مبارکہ میں تو شرک تھی اور آج نہ ہو، یا کوئی بات ان کے دور میں شرک نہیں تھی اور آج آکر وہ بات شرک ہوجائے، دوسری بات یہ کہ یہ بھی ممکن نہیں کہ ایک کام جس کا تعلق اگر زندہ کے ساتھ ہو تو وہ شرک نہ ہو اور اگر وہی کام مردہ سے متعلق ہوجائے تو شرک ٹھہرے، کیونکہ اگر مردہ خدا کا شریک نہیں ہوسکتا تو زندہ بھی نہیں ہوسکتا۔

عقیدہ: ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ دینے والی ذات اللہ کریم ہی کی ہے اگر وہ نہ چاہے تو کوئی کچھ نہیں کرسکتا اور وہ جسے چاہے عطا کرے تو وہ اسی کی عطا سے اسی کی نعمتیں جس کو چاہے اور جتنا چاہے تقسیم کرسکتا ہے۔ اور جب وہ تقسیم کرسکتا ہے تو اس سے مانگنے میں کیا حرج ہے؟ مزید یہ کہ غیر اللہ سے مدد مانگنے کو ہم فرض یا واجب نہیں سمجھتے اور نہ ہی یہ کہتے ہیں کہ جو غیر اللہ سے مدد نہ مانگے وہ گنہگار ہے، بلکہ یہ ایک جائز فعل ہے۔

امام اہل سنت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: و ستعینو بالصبر والصلاۃ نماز اور صبر سے مدد مانگو۔ (البقرۃ:45) کیا صبر خدا ہے جس سے استعانت کا حکم ہوا ہے، کیا نماز خدا ہے جس سے استعانت کو ارشاد کیا ہے۔ دوسری آیت میں فرماتا ہے: وتعاونوا علی البر والتقویٰ) آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو بھلائی اور پرہیزگاری پر۔ (المائدۃ:02) کیوں صاحب! اگر غیر خدا سے مدد لینی مطلقاً محال ہے تو اس حکم الٰہی کا حاصل کیا، دائرہ ممکن ہو تو جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا زہر گھل گیا، انتھی۔

لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ مزاروں پر جا کر بیٹے مانگتے ہیں، ابھی آپ نے سنا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ آیات کریمہ کا حوالہ دے کرارشاد فرماتے ہیں کہ جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا زہر گھل گیا؟ اب قرآن پاک کی زبانی سنیے کہ کیا اللہ کے سوا کوئی اور بھی باذن الٰہی بیٹا دے سکتا ہے:

حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں: "میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں" (مریم:19)۔

اس موضوع پر دلائل کا احاطہ ممکن نہیں، طوالت کے خوف سے مزید صرف چند آیات واحادیث لکھ کر اختتام چاہوں گا:

قال ربنا تبارك وتعالیٰ: "اور انہیں کیا برا لگا یہی نا کہ انہیں دولت مند کر دیا اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے"۔(التوبۃ:74)

ہاں یہ جگہ ہے کہ غیظ میں کٹ جائیں بیمار دل۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول نے دولتمند کر دیا اپنے فضل سے۔ اے اللہ کے رسول! مجھے اور سب اہلسنت کو دین ودنیا کا دولتمند فرما اپنے فضل سے۔

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا　　　نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

مزید فرماتا ہے: "اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے خدا اور رسول کے دیئے پر، اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دے گا اللہ ہمیں اپنے فضل سے اور اس کا رسول، بیشک ہم اللہ کی طرف راغبت والے ہیں"۔(التوبۃ:59)

یہاں رب العزت جل وعلا نے اپنے ساتھ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دینے والا فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کی کہ اللہ ورسول سے امید لگی رکھو کہ اب ہمیں اپنے فضل سے دیتے ہیں۔

حضرت سیّدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں: "میں بناتا ہوں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت پھر پھونکتا ہوں اس میں تو وہ ہو جاتی ہے پرند اللہ کے اذن سے، اور میں شفاء دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور بدن بگڑے کو، اور میں زندہ کرتا ہوں مردے اللہ کے اذن سے، اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے اور جو گھروں میں بھر رکھتے ہو تا کہ میں حلال کر دوں تمہارے لئے بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں"۔(آل عمران:49)

اب بتائیے جو شفاء دیتا ہو، جس کے پاس نابینا پن کا علاج ہو، جو بگڑے بدن کو صحت یاب کر دے، اس سے مانگنے میں کیا حرج ہے؟

اس بارے میں احادیث کا تو شمار ہی نہیں؟ لیکن میں یہاں صرف ایک حدیث پاک پر اکتفاء کروں گا جو کہ جامع مانع ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین زندہ ہستیوں سے بھی مدد طلب کرتے تھے اور بعد وصال بھی انہیں وسیلہ بنایا کرتے تھے، اگر چہ میں یہ اصول پہلے ذکر کر چکا کہ شرک ہر طرح سے شرک ہے، چاہے زندہ سے ہو یا مردہ سے کیونکہ نہ تو کوئی زندہ رب کریم کا شریک ہو سکتا ہے نہ ہی کوئی مردہ لیکن جاہل عقل سے عاری ہیں۔

حضرت سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی کسی حاجت کے سبب امیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوتا، لیکن حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ (کسی وجہ سے) اس کی طرف متوجہ

نہ ہوتے اور اس کی حاجت کی طرف نظر نہ فرماتے، وہ شخص حضرت سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور اپنا یہ معاملہ ان سے بیان کیا، انہوں نے اس سے فرمایا کہ وضو کا برتن لاؤ پھر وضو کرو پھر مسجد جا کر وہاں دو رکعت نفل ادا کرو پھر یہ دعا پڑھو: "Al_Mushaf=FONT")"(اللهم إني أسئلك وأتوجه إليك بنبيّنا محمّد صلى الله عليه وسلم نبي الرحمة يا محمّد إني أتوجه بك إلى ربي فتقضي لي حاجتي (/FONT)"، یعنی اے اللہ! میں تجھ سے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، نبی رحمت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، یارسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ میری حاجت پوری ہو۔ (اس دعا کے بعد) پھر اپنی حاجت ذکر کرنا پھر وہ آدمی چلا گیا اور وہی کیا جو حضرت سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تھا (ایسا کرنے کے بعد) وہ شخص حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو دربان نے اسے بازو سے تھاما اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر کر دیا، انہوں نے اس شخص کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا، اس نے اپنی حاجت بیان کی، آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی حاجت پوری کی اور پھر اس سے فرمایا: تم نے ابھی تک مجھ سے اپنی حاجت کا تذکرہ کیوں نہ کیا؟ اور فرمایا آئندہ تمہیں جو بھی حاجت ہو تو ضرور بتانا، پھر وہ شخص امیر المؤمنین کی بارگاہ سے رخصت ہو گیا، اور حضرت سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہنے لگا: جزاک اللہ خیرا، وہ میری حاجت کی طرف نظر نہ کرتے تھے اور نہ ہی میری طرف متوجہ ہوتے یہاں تک کہ آپ نے ان سے میرے بارے میں بات کی، حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے ہرگز ان سے تمہارا تذکرہ نہیں کیا، (معاملہ کچھ یوں ہے کہ) میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھا کہ ایک بیمار شخص حاضر ہوئے جنہوں نے اپنی بینائی چلے جانے کی شکایت کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صبر کا مشورہ دیا، انہوں نے عرض کی، یارسول اللہ! (چلنے پھرنے میں) میری رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں اور یہ میرے لیے بہت تکلیف دہ ہے، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وضو کا برتن لاؤ پھر وضو کر کے دو رکعتیں ادا کرو پھر یہ (مذکورہ بالا) دعا مانگو۔ خدا کی قسم! کچھ ہی دیر گزری تھی کہ وہ شخص اس حال میں ہمارے پاس لوٹا گویا کہ وہ نابینا تھا ہی نہیں۔ (المعجم الکبیر، باب العین، ج: 9، ص: 30، مکتبۃ العلوم والحکم، موصل)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جب صحابہ کرام علیہم الرضوان کو کوئی پریشانی درپیش ہوتی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی حاجت روائی کے لیے حاضر ہوتے۔ مزید یہ حدیث پاک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد کے واقعے کی طرف نشاندہی کرتی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ فوت شدہ بزرگان دین کو "یا" کے ساتھ پکارنا، اور ان سے مدد مانگنا اور انہیں وسیلہ بنانا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ ہے۔

تیسرا سوال: اونچی قبریں بنانا کیسا؟ جبکہ حدیث پاک میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو قبریں ہموار کرنے پر مامور فرمایا؟

اولاً: یہ حدیث پاک مشرکین کی قبروں کے بارے میں ہے، جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شرح بخاری، "فتح الباری" میں اس کی وضاحت فرمائی کہ مشرکین کی قبروں کے علاوہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے متبعین کی قبروں کو

گرانا منع ہے کیونکہ ایسا کرنے میں ان کی گستاخی ہے برخلاف مشرکین کے کیونکہ ان کی کوئی حرمت نہیں۔

(فتح الباری، قولہ باب ہل تنبش قبور مشرکی جاہلیۃ، ج:1، ص:524، دار المعرفۃ بیروت)

ثانیاً: اگر ایسا نہ ہو تو بخاری شریف میں ہے حضرت سیدنا سفیان بن تمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی جو کہ کوہان نما، اٹھی ہوئی تھی۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

(حدیث پاک میں لفظ "مُسَنَّمًا" استعمال ہوا جس کا مطلب ہے، زمین سے بالشت بھر اٹھی ہوئی یا اونٹ کے کوہان سے زیادہ اٹھا ہونا)۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کس نے بنائی؟ یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے تو کیا انہیں معلوم نہ تھا کہ اونچی قبریں بنانا ممنوع ہے! اگر اونچی قبریں بنانا ممنوع ہے تو ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کیا فتویٰ ہوگا؟

مزید سنئے: حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جوان تھا، (اس زمانے میں) چھلانگ لگانے میں سب سے زیادہ وہ سمجھا جاتے تھا جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر چھلانگ لگا کر اس پار کود جایا کرتا تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الجرید علی القبر)

اب کہیے! کتنی اونچی قبریں ہوا کرتی زمانہ صحابہ میں کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر اتنی اونچی تھی کے سب سے زیادہ اونچی چھلانگ لگانے والا ہی اسے پھلانگ سکتا۔ امید ہے کہ میرے ان جوابات سے آپ کو تسلی ہو گئی ہو گی، اور قبول کرنے والے کے لیے ایک ہی بات کافی ہے اور جسے "میں نہ مانوں" کا مرض لگ گیا ہو اس کے لیے دفتر کے دفتر (رجسٹر) نا کافی ہیں۔

زیارت قبور کی شرعی حیثیت اور اس کے فوائد کا بیان

قرآن حکیم میں مقابر ذکر صرف اس سورت میں ہوا ہے قبروں کی زیارت سخت دل والے کے لیے زبردست دوا ہے کیونکہ یہ عمل موت اور آخرت کی یاد دلاتا ہے یہ چیز انسان کی امیدیں کم رکھنے، دنیا میں زہد اختیار کرنے اور اس میں رغبت کی کمی پر برانگیختہ کرتا ہے۔ نبی کریم کا فرمان ہے: **كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروا القبور فانها تزهد في الدنيا وتذكر الاخرة.** میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا اب قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ چیز دنیا میں زہد پیدا کرتی ہے اور موت کی یاد دلاتی ہے: اسے حضرت ابن مسعود نے روایت کیا ابن ماجہ نے اسے نقل کیا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث ہے: یہ آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ ترمذی میں حضرت بریدہ سے مروی ہے کہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت مروی ہے کہ رسول اللہ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں میں لعنت کی ہے، کہا: اس باب میں حضرت ابن عباس اور حضرت حسان بن ثابت سے روایت مروی ہے۔ ابو عیسیٰ ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ عورتوں پر لعنت والا حکم اس سے قبل کا ہے جس میں رسول اللہ نے قبروں کی زیارت کی رخصت دی۔ جب حضور نے رخصت دی تو اس رخصت میں مرد اور عورتیں شامل ہو گئیں۔ بعض علماء نے کہا: عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت اس لیے مکروہ ہے کیونکہ وہ کم صبر والی اور زیادہ جزع فزع کرنے والی ہوتی ہیں۔

علماء نے کہا: جو آدمی اپنے دل کا علاج کرنا چاہتا ہے اور ظلم وقہر کی زنجیروں سے آزاد ہو کر اپنے رب کی طاعت کی طرف متوجہ ہونا چاہتا ہے تو اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ لذات کو ختم کرنے والی، جماعتوں کو جدا کرنے والی، بیٹوں اور بیٹیوں کو یتیم کرنے والی کا ذکر کثرت سے کرے جو لوگ موت وحیات کی کشمکش میں ہیں ان کی ملاقات پر مواظبت اختیار کرے اور مسلمانوں کی قبروں کی زیارت میں ہمیشگی اختیار کرے۔ یہ تین امور ہیں جس آدمی کا دل سخت ہو، گناہ اس کی اپنی گرفت میں لے چکا ہو تو اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف اس سے مدد لے اور شیطان اور اس کے دوستوں کے فتنوں کے خلاف ان سے مدد لے اگر موت کا ذکر کثرت سے کرنے سے اس نے فائدہ اٹھالیا اور اس کے دل کی سختی چھوٹ گئی تو بھی اس کا مقصود ہے اگر اس پر دل کا میل بڑھ گیا اور گناہ کے اسباب مستحکم ہو گئے تو موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا لوگوں کے پاس جانا اور مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرنا ان گناہوں کو دور کرنے میں وہاں تک پہنچ سکتا ہے جہاں تک پہلی صورت نہ پہنچ پائی تھی۔ کیونکہ موت کا ذکر دل کے لیے ایک خبر ہے جس کی طرف اس کا ٹھکانہ ہے اور یہ اسے خبردار کرنے کے قائم مقام ہے۔ جو آدمی موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہے اس کے پاس جانا اور مسلمانوں میں سے جو کوئی مر چکا ہے اس کی قبر کی زیارت کرنا یہ آنکھوں سے مشاہدہ ہے اس وجہ سے دوسری صورت پہلی سے زیادہ موثر ہے رسول اللہ کا ارشاد ہے: لیس الخبر کالمعاینۃ خبر آنکھوں دیکھی چیز جیسی نہیں ہوتی۔ اسے حضرت ابن عباس نے روایت کیا ہے۔ جو لوگ موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہوتے ہیں ان کے حال سے عبرت حاصل کرنا ہر وقت ممکن نہیں ہوتا جو آدمی اپنے دل کا علاج کرنا چاہتا ہے اس کا علاج بعض اوقات ایک لمحے میں نہیں ہو پاتا، جہاں تک زیارت قبول کا تعلق ہے تو اس کا وجود یعنی اثر بہت تیز ہوتا ہے اور ان سے نفع حاصل کرنا زیادہ مناسب اور موزوں ہوتا ہے۔ جو آدمی قبروں کی زیارت کا ارادہ کرتا ہے اس کے لیے مناسب یہ ہے وہ اس کے آداب اپنائے، آتے وقت اس کا دل حاضر ہو اس کے پیش نظر صرف قبر کی زیارت نہ ہو کیونکہ یہ تو صرف اس کی ایسی حالت ہے جس میں حیوان بھی اس کے ساتھ شریک ہیں ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، بلکہ اس کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کی رضا اور اپنے فاسد دل کی اصلاح ہونی چاہیے۔ یا میت کو نفع پہنچانے کا ارادہ ہونا چاہیے جو زیارت کرنے والا اس کے پاس قرآن پڑھے گا، دعا کرے گا، قبروں کے اوپر چلنے اور ان پر بیٹھنے سے اجتناب کرے جب قبرستان میں داخل ہو تو وہ انہیں سلام کرے جب وہ اپنے میت کی قبر تک پہنچے جسے وہ پہچانتا ہے تو اسے بھی سلام کرے اور اس کے چہرے کی جانب سے آئے کیونکہ وہ اس کی زیارت میں اس طرح ہے جس طرح وہ زندہ حالت میں اس سے مخاطب تھا اگر زندہ حالت میں اس سے خطاب کرتا تو آداب یہی ہوتے کہ اس کے چہرے کے بالمقابل ہوتا یہاں بھی اسی ہے پھر جو مٹی کے نیچے جا چکا ہے اپنے گھر والوں اور احباب سے الگ ہو چکا ہے اس سے عبرت حاصل کرنے کے بعد کہ اس میت نے چھوٹے بڑے لشکروں کی قیادت کی ہوگی، ساتھیوں اور قبائل سے مقابلہ کیا ہوگا اموال اور ذخائر کو جمع کیا ہوگا تو اسے موت ایسے وقت میں آ پہنچی کہ اسے گمان تک نہ تھا ایسی ہولناکی میں موت آئی جس کا اسے کوئی انتظار نہ تھا تو زیارت کرنے والے کو اس بھائی کی حالت میں غور کرنا چاہیے جو گزر چکا ہے اور ان ساتھیوں میں شامل ہو چکا ہے جنہوں نے امیدوں کو پایا اور اموال کو جمع کیا کہ ان کی آرزوئیں کیسے ختم ہو گئیں، ان کے اموال نے انہیں کوئی نفع نہ دیا، مٹی نے ان کے چہروں کے محاسن کو مٹا دیا اور قبروں میں ان کے اجزا بکھر گئے، ان کے بعد ان کی

بیویاں بیوہ ہوگئی ان کی اولادیں یتیم ہوگئیں، دوسروں نے ان کے عمدہ اموال کو تقسیم کرلیا تاکہ اسے ان کا مقاصد میں گھومنا پھرنا، حصول مطالب میں ان کا حرص، اسباب کے حصول میں ان کا دھوکہ اور جوانی اور صحت کی طرف ان کا میلان سب کو یاد کرسکے اور یہ بھی جان سکے کہ اس کا لہو ولعب کی طرف میلان ان کے میلان اور غفلت کی طرح ہے جس کے سامنے خوفناک موت اور تیز ہلاکت ہے یقیناً وہ اس طرف جارہا ہے جس طرف وہ گئے تھے اسے اپنے دل میں اس آدمی کے ذکر کو یاد کرنا چاہیے جو اپنی اغراض میں متردد تھا کہ اس کے پاؤں کیسے ٹوٹ گئے، وہ اپنے دوستوں کو دیکھ کر لذت حاصل کرتا تھا جبکہ اب اس کی آنکھیں بہہ چکی ہیں، وہ اپنی قوت گویائی کی بلاغت سے حملہ کیا کرتا تھا جبکہ کیڑے اس کی زبان کو کھاگئے ہیں، وہ لوگوں کی موت پر ہنسا کرتا تھا جب کہ مٹی نے اس کے دانتوں کو بوسیدہ کردیا ہے، وہ یقین کرلے کہ اس کا حال اس کے حال جیسا ہوگا اور اس کا انجام اس کے انجام جیسا ہوگا۔ اس یاد اور عبرت کی وجہ سے اس سے تمام دنیوی غیرتیں زائل ہوجائیں گی اور اور وہ اخروی اعمال پر متوجہ ہوگا۔ وہ دنیا میں زہد اختیار کرے گا اپنے رب کی اطاعت کی طرف متوجہ ہوگا اس کا دل نرم ہوجائے گا اور اعضاء میں خشوع واقع ہوجائے گا۔

(تفسیر قرطبی، سورہ کوثر، بیروت)

بَابٌ فِي ذِكْرِ الْمِيزَانِ

باب: میزان کا تذکرہ

میزان" اس چیز سے تعبیر ہے جس کے ذریعہ بندوں کے اعمال کی مقدار وحیثیت جانی جاسکے اور جمہور علماء کا قول ہے کہ وہ چیز میزان یعنی ترازو ہی کی شکل میں ہوگی جس کے دو پلے ہوں گے اور ایک زبان ہوگی اور دونوں پلوں کے درمیان مشرق ومغرب جیسا فاصلہ ہوگا اس میزان کے ذریعہ بندوں کے اعمال تولے جائیں گے یعنی ایک پلے میں نیکیوں کے اعمال نامے اور دوسرے پلے میں برائیوں کے اعمال نامے رکھے جائیں گے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ حسنات یعنی نیک اعمال کو اچھی صورتوں میں اور سیأت یعنی برے عمل کو بری صورتوں میں ڈھال دیا جائے گا اور ان دونوں کو تولا جائے گا لیکن بعض روایتوں میں پہلا قول ہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں جو نصوص ہیں ان کا ظاہری مفہوم اسی پر دلالت کرتا ہے۔

4755 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَحُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ أَنَّ إِسْمَعِيلَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا ذَكَرَتِ النَّارَ فَبَكَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُبْكِيكِ قَالَتْ ذَكَرْتُ النَّارَ فَبَكَيْتُ فَهَلْ تَذْكُرُونَ أَهْلِيكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا فِي ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ فَلَا يَذْكُرُ أَحَدٌ أَحَدًا عِنْدَ الْمِيزَانِ حَتَّى يَعْلَمَ أَيَخِفُّ مِيزَانُهُ أَوْ يَثْقُلُ وَعِنْدَ الْكِتَابِ حِينَ يُقَالُ (هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ) حَتَّى يَعْلَمَ أَيْنَ يَقَعُ كِتَابُهُ أَفِي يَمِينِهِ أَمْ فِي شِمَالِهِ أَمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ وَعِنْدَ الصِّرَاطِ إِذَا وُضِعَ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ قَالَ يَعْقُوبُ عَنْ يُونُسَ وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِهِ

✧✧ حسن بصری بیان کرتے ہیں' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جہنم کو یاد کرتے ہوئے رو پڑیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

دریافت کیا: تم کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے عرض کی: مجھے جہنم کا خیال آ گیا تو میں رو پڑی۔ کیا آپ قیامت کے دن اپنی بیوی کو یاد رکھیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تین مقامات کے اوپر کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گا۔ میزان کے قریب، جب تک اسے یہ علم نہ ہو جائے کہ اس کا میزان ہلکا ہے یا بھاری ہے۔ کتاب (نامہ اعمال) ملنے کے نزدیک، جب یہ کہا جائے گا آؤ اور اپنی کتاب کو پڑھو۔ جب تک یہ علم نہ ہو جائے کہ اس کی کتاب کہاں واقع ہوتی ہے دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں یا اس کے پیچھے اور پل صراط کے قریب جب اسے جہنم کے اوپر رکھ دیا جائے گا۔

اس روایت کو یعقوب نامی راوی نے یونس سے نقل کیا ہے اور یہ اسی کی حدیث کے الفاظ ہیں۔

بَابٌ فِي الدَّجَّالِ

باب: دجال کا تذکرہ

4756- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُرَاقَةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ بَعْدَ نُوحٍ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَ الدَّجَّالَ قَوْمَهُ وَإِنِّي أُنْذِرُكُمُوهُ فَوَصَفَهُ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَعَلَّهُ سَيُدْرِكُهُ مَنْ قَدْ رَآنِي وَسَمِعَ كَلَامِي قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ قُلُوبُنَا يَوْمَئِذٍ أَمِثْلُهَا الْيَوْمَ قَالَ أَوْ خَيْرٌ

✧✧ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے۔ میں بھی تمہیں اس سے ڈرا رہا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے ہمارے سامنے اس کا حلیہ بیان کیا اور فرمایا: ہو سکتا ہے کوئی ایک شخص اسے پالے جس نے میری زیارت کی ہوئی ہے۔ میرا کلام سنا ہوا ہے۔ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! اس وقت ہمارے دلوں کا کیا عالم ہوگا۔ کیا یہ آج کی طرح ہوں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس سے بھی بہتر ہوں گے۔

4757- حَدَّثَنَا مَخْلَدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ فَذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنِّي لَأُنْذِرُكُمُوهُ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ لَقَدْ أَنْذَرَهُ نُوحٌ قَوْمَهُ وَلَكِنِّي سَأَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ تَعْلَمُونَ أَنَّهُ أَعْوَرُ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ

✧✧ سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اس کی شان کے مطابق بیان کی۔ آپ نے دجال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: میں تمہیں اس سے ڈراتا ہوں۔ ہر نبی نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اسے ڈرایا ہے۔ میں تمہیں اس کے بارے میں ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی بھی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی تم یہ بات جان لو کہ وہ کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ

کانا نہیں ہے۔

دجال سب سے بڑا فتنہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیامت آنے تک دجال سے زیادہ بڑا اور کوئی فتنہ نہیں ہے۔ (مسلم)

دجال کے شعبدے

حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال بائیں آنکھ سے کانا ہوگا اس کے جسم پر بہت گھنے بال ہوں گے اور اس کے ساتھ اس کی جنت اور دوزخ بھی ہوگی لیکن جو اس کی جنت نظر آئے گی دراصل وہ اس کی دوزخ ہوگی اور جو دوزخ نظر آئے گی وہ اصل میں جنت ہوگی (لہٰذا جس کو وہ جنت بخشے گا وہ دوزخی ہوگا اور جس کو اپنی دوزخ میں ڈالے گا وہ جنتی ہوگا۔ (مسلم شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو دجال کے متعلق ایسی بات نہ بتادوں جو حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آج تک کسی نبی نے اپنی امت کو نہ بتائی ہو دیکھو وہ کانا ہوگا اور اس کے ساتھ جنت اور دوزخ کے نام سے دو شعبدے بھی ہوں گے تو جس کو وہ جنت کہے گا وہ درحقیقت دوزخ ہوگی دیکھو دجال سے میں بھی تم کو اسی طرح ڈراتا ہوں جیسا کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔ (متفق علیہ)

دجال سے دور رہو

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو جو شخص دجال کی خبر سنے اس کو چاہئے کہ وہ اس سے دور ہی رہے، بخدا کہ ایک شخص کو اپنے دل میں یہ خیال ہوگا کہ وہ مومن آدمی ہے لیکن ان عجائبات کو دیکھ کر جو اسکے ساتھ ہوں گے وہ بھی اس کے پیچھے لگ جائے گا۔ (ابوداؤد)

دجال کا حلیہ

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دجال کے متعلق کچھ تفصیلات تم لوگوں سے بیان کیں لیکن مجھ کو خطرہ ہے کہ کہیں تم پورے طور پر اس کو نہ سمجھے ہو دیکھو مسیح دجال کا قد ٹھگنا ہوگا اس کے دونوں پیر ٹیڑھے، سر کے بال شدید خمیدہ، ایک چشم مگر ایک آنکھ بالکل چٹ صاف نہ اوپر کو ابھری ہوئی نہ اندر کو دھنسی ہوئی اگر اب بھی تم کو شبہ رہے تو یہ بات یاد رکھنا کہ تمہارا رب یقیناً کانا نہیں ہے۔ (ابوداؤد)

ہر نبی نے دجال سے ڈرایا

ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ نوح علیہ السلام کے بعد جو نبی آیا ہے اس نے اپنی قوم کو دجال سے ضرور ڈرایا ہے اور میں بھی تم کو اس سے ڈراتا ہوں اس کے بعد آپ نے س کی صورت

وغیرہ بیان فرمائی اور کہا ممکن ہے جنہوں نے مجھ کو دیکھا ہے یا میرا کلام سنا ہو۔ اس میں کوئی ایسا نکل آئے جو اس کا زمانہ پا سکے انہوں نے پوچھا اس دن ہمارے دلوں کا حال کیسا ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا ہی جیسا آج ہے یا اور بھی بہتر۔

(ترمذی وابوداؤد)

دجال کے ظہور کی علامات

اسماء بنت یزید بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا کہ اس کے ظہور سے پہلے تین قحط پڑیں گے ایک سال آسمان کی ایک تہائی بارش رک جائے گی اور زمین کی پیداوار بھی ایک تہائی کم ہو جائے گی دوسرے سال آسمان کی دو حصے بارش رک جائے گی اور زمین کی پیداوار دو حصے کم ہو جائے گی اور تیسرے سال آسمان سے بارش بالکل نہ برسے گی اور زمین کی پیداوار بھی کچھ نہ ہوگی حتیٰ کہ جتنے حیوانات ہیں خواہ وہ کھر والے ہوں یا ڈاڑھ سے کھانے والے سب ہلاک ہو جائیں گے اور اس کا سب سے بڑا فتنہ یہ ہوگا کہ وہ ایک گنوار آدمی کے پاس آ کر کہے گا اگر میں تیرے اونٹ زندہ کر دوں تو کیا اس کے بعد بھی تجھ کو یہ یقین نہ آئے گا کہ میں تیرا رب ہوں؟ وہ کہے گا ضرور، اس کے بعد شیطان اسی کے اونٹ کی سی شکل بن کر اس کے سامنے آئے گا جیسے اچھے تھن اور بڑے کوہان والے اونٹ ہوا کرتے ہیں اسی طرح ایک اور شخص کے پاس آئے گا جس کا باپ اور سگا بھائی گزر چکا ہوگا اور اس سے آ کر کہے گا بتلا اگر میں تیرے باپ بھائی کو زندہ کر دوں تو کیا پھر بھی یہ یقین نہ آئے گا کہ میں تیرا رب ہوں وہ کہے گا کیوں نہیں؟ بس اس کے بعد شیطان اس کے باپ بھائی کی صورت بن کر آ جائے گا۔ حضرت اسماء کہتی ہیں کہ یہ بیان فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت سے باہر تشریف لے گئے اسکے بعد لوٹ کر دیکھا تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بیان کے بعد سے بڑے فکر و غم میں پڑے ہوئے تھے۔ اسماء کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازہ کے دونوں کواڑ پکڑ کر فرمایا اسماء کہو کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دجال کا ذکر سن کر ہمارے دل تو سینے سے نکلے پڑتے ہیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ میری زندگی میں ظاہر ہوا تو میں اس سے نمٹ لوں گا ورنہ میرے بعد پھر ہر مومن کا نگہبان میرا رب ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا حال جب آج یہ ہے کہ ہم آٹا گوندھنا چاہتے ہیں مگر غم کے مارے اس کو اچھی طرح گوندھ بھی نہیں سکتے چہ جائے کہ روٹی پکا سکیں بھوکے ہی رہتے ہیں تو بھلا اس دن مومنوں کا حال کیا ہوگا جب یہ فتنہ آنکھوں کے سامنے آ جائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دن ان کو وہ غذا کافی ہوگی جو آسمان کے فرشتوں کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس۔ (احمد)

دجال کی بدخلقی

دجال قوم یہود میں سے ہوگا عوام میں اس کا لقب مسیح ہوگا دائیں آنکھ میں پھلی ہوگی۔ گھونگر دار بال ہوں گے۔ سواری میں یک بڑا گدھا ہوگا اولاً اس کا ظہور ملک عراق و شام کے درمیان ہوگا۔ جہاں نبوت و رسالت کا دعویٰ کرتا ہوگا پھر وہاں سے اصفہان چلا جائے گا یہاں اس کے ہمراہ ستر ہزار یہودی ہوں گے یہیں سے خدائی دعویٰ کر کے چاروں طرف فساد برپا کرے گا۔ اور زمین کے کثر مقامات پر گشت کر کے لوگوں سے اپنے تئیں خدا کہلوائے گا۔

دجال کی جادوگریاں اور مومنوں کی آزمائش

لوگوں کی آزمائش کیلئے خداوند کریم اس سے بڑے خرق عادات ظاہر کرائے گا اس کی پیشانی پر لفظ (ک، ف، ر) لکھا ہوگا جس کی شناخت صرف اہل ایمان کر سکیں گے اس کے ساتھ ایک آگ ہوگی جس کو دوزخ سے تعبیر کرے گا اور ایک باغ جو جنت کے نام سے موسوم ہوگا مخالفین کو آگ میں موافقین کو جنت میں ڈالے گا مگر وہ آگ درحقیقت باغ کے مانند ہوگی اور باغ آگ کی خاصیت رکھتا ہوگا نیز اس کے پاس اشیائے خوردنی کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہوگا جس کو چاہے گا دے گا جب کوئی فرقہ اس کی الوہیت کو تسلیم کریگا تو اس کیلئے اس کے حکم سے بارش ہوگی اناج پیدا ہوگا درخت پھلدار مویشی موٹے تازے اور شیر دار ہو جائیں گے۔ جو فرقہ اس کی مخالفت کرے گا تو اس سے اشیائے مذکورہ بند کردے گا اور اسی قسم کی بہت سی ایذائیں مسلمانوں کو پہنچائے گا مگر خدا کے فضل سے مسلمانوں کو تسبیح وتہلیل کھانے پینے کا کام دے گی اس کے خروج کے بیشتر دو سال تک قحط رہ چکا ہوگا تیسرے سال دوران قحط ہی میں اس کا ظہور ہوگا زمین کے مدفون خزانے اس کے حکم سے اس کے ہمراہ ہو جائیں گے بعض آدمیوں سے کہے گا کہ میں تمھارے مردہ ماں باپوں کو زندہ کرتا ہوں تا کہ تم اس قدرت کو دیکھ کر میری خدائی کا یقین کر لو پس شیاطین کو حکم دے گا کہ زمین میں سے ان کے ماں باپوں کے ہم شکل ہو کر نکلو چنانچہ وہ ایسا ہی کریں گے۔

دجال مکہ ومدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا

اس کیفیت سے بہت سے ممالک پر اس کا گزر ہوگا یہاں تک کہ وہ جب سرحد یمن میں پہنچے گا اور بد دین لوگ بکثرت اس کے ساتھ ہو جائیں گے تو وہاں سے لوٹ کر مکہ معظمہ کے قریب مقیم ہو جائے گا مگر بسبب محافظت فرشتوں کے مکہ معظمہ میں داخل نہ ہو سکے گا پس وہاں سے مدینہ منورہ کا قصد کرے گا اس وقت مدینہ کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے کی محافظت کیلئے خداوند کریم دو دو فرشتے متعین فرمائے گا جن کے ڈر سے دجال کی فوج داخل شہر نہ ہو سکے گی نیز مدینہ منورہ میں تین مرتبہ زلزلہ آئے گا جس کی وجہ سے بدعقیدے ومنافق لوگ خائف ہو کر شہر سے نکل کر دجال کے پھندے میں گرفتار ہو جائیں گے۔

مدینہ کے ایک بزرگ کے ہاتھوں دجال کی رسوائی

اس وقت مدینہ منورہ میں ایک بزرگ ہوں گے جو دجال سے مناظرہ کرنے کیلئے نکلیں گے دجال کی فوج کے قریب پہنچ کر ان سے پوچھیں گے کہ دجال کہاں ہے وہ اس کی گفتگو کو خلاف ادب سمجھ کر قتل کرنے کا قصد کریں گے مگر بعض ان میں قتل سے مانع ہوں گے اور کہیں گے کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہمارے اور تمھارے خدا (دجال) نے منع کیا ہے کہ کسی کو بغیر اجازت کے قتل نہ کرنا۔

پس وہ دجال کے سامنے جا کر بیان کریں گے کہ ایک گستاخ شخص آیا ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے دجال ان کو اپنے پاس بلائے گا جب وہ بزرگ دجال کے چہرے کو دیکھیں گے تو فرمائیں گے میں نے تجھے پہچان لیا تو وہی ملعون ہے جس کی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی اور تیری گمراہی کی حقیقت بیان فرمائی تھی دجال غصہ میں آکر کہے گا کہ اس کو آرے سے چیر دو بس وہ آپ کو ٹکڑے کر کے دائیں بائیں جانب ڈال دیں گے پھر دجال خود ان دونوں ٹکڑوں کو جمع کر کے زندہ ہونے کا حکم دے گا چنانچہ وہ خدائے قدوس کی حکمت وارادے سے زندہ ہو کر کہیں گے کہ اب تو مجھ کو پورا یقین ہو گیا تو وہی مردود دجال ہے کہ جس کی

الوہیت کی خبر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ دجال جھنجلا کر اپنے معتقدین کو حکم دے گا کہ اس کو ذبح کر دو پس وہ آپ کے حلق پر چھری پھیریں گے مگر اس سے آپ کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ دجال شرمندہ ہو کر ان بزرگ کو اپنی دوزخ میں جس کا ذکر اوپر گزر چکا ڈال دے گا مگر خداوند کریم کی قدرت سے وہ آپ کے حق میں برد و سلام ہو جائیگی اس کے بعد دجال کسی مردہ کے زندہ کرنے پر قدرت نہ پائے گا اور یہاں سے ملک شام کی جانب روانہ ہو جائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول

دجال کے دمشق پہنچنے سے پہلے حضرت امام مہدی علیہ السلام دمشق آچکے ہوں گے اور جنگ کی پوری تیاری و ترتیب فوج کر چکے ہوں گے جنگ کا ساز و سامان و آلات تقسیم ہوں گے کہ موذن فجر کی اذان دے گا لوگ نماز کی تیاری ہی میں ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر تکیہ کئے آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ پر جلوہ افروز ہو کر آواز دیں گے کہ سیڑھی لے آو۔ پس سیڑھی حاضر کر دی جائے گی۔

حضرت عیسیٰ اور حضرت مہدی کی ملاقات

آپ اس کے ذریعہ سے نیچے اتر کر امام مہدی سے ملاقات فرمائیں گے۔ امام مہدی نہایت تواضع وخوش خلقی کے ساتھ آپ سے پیش آئیں گے اور فرمائیں گے یا نبی اللہ امامت کیجئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے کہ امامت تم ہی کرو کیونکہ تمہارے بعض بعض کے لئے امام ہیں اور یہ عزت اس امت کو خدا نے دی ہے پس امام مہدی نماز پڑھائیں گے حضرت عیسیٰ اقتدا کریں گے۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا عجیب وغریب واقعہ

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کرنے والے کو سنا وہ اعلان کر رہا تھا نماز ہونے والی ہے میں نماز کے لئے نکلی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر منبر پر بیٹھ گئے اور آپ کے چہرے پر اس وقت مسکراہٹ تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص اپنی اپنی جگہ بیٹھا رہے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو میں نے تم کو کیوں جمع کیا ہے انہوں نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول ہی کو معلوم ہے آپ نے فرمایا بخدا میں نے تم کو نہ تو مال وغیرہ تقسیم کیلئے جمع کیا ہے نہ کسی جہاد کی تیاری کیلئے بس صرف اس بات کیلئے جمع کیا ہے کہ تمیم داری پہلے نصرانی تھا وہ آیا ہے اور مسلمان ہو گیا ہے اور مجھ سے ایک قصہ بیان کرتا ہے جس سے تم کو میرے اس بیان کی تصدیق ہو جائے گی جو میں نے کبھی دجال کے متعلق تمہارے سامنے ذکر کیا تھا وہ کہتا ہے کہ وہ ایک بڑی کشتی پر سوار ہوا جس پر سمندر میں سفر کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ قبیلہ لخم اور جذام کے تیس آدمی اور تھے سمندر کا طوفان ایک ماہ تک ان کا تماشا بناتا رہا۔ آخر مغربی جانب ان کو ایک جزیرہ نظر پڑا جس کو دیکھ کر وہ بہت مسرور ہوئے اور چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر اس جزیرہ پر اتر گئے سامنے سے ان کو جانور کی شکل کی ایک چیز نظر پڑی جس کے سارے جسم پر بال ہی بال تھے کہ اس میں اس کے اعضائے مستورہ تک کچھ نظر نہ آتے تھے لوگوں نے اس سے کہا کمبخت تو کیا بلا ہے؟ وہ بولی میں دجال کی جاسوس ہوں چلو اس گرجے چلو وہاں ایک

شخص ہے جس کو تمہارا بڑا انتظار لگ رہا ہے یہ کہتے ہیں کہ جب اس نے ایک آدمی کا ذکر کیا تو اب ہم کو ڈر لگا کہ کہیں وہ جن نہ ہو ہم لپک کر اسے گرجے میں پہنچے تو ہم نے ایک بڑا قوی ہیکل شخص دیکھا کہ اس سے قبل ہم نے ویسا کوئی شخص نہیں دیکھا تھا اس کے ہاتھ گردن سے ملا کر اور اس کے پیر گھٹنوں سے لے کر ٹخنوں تک لوہے کی زنجیروں سے نہایت مضبوطی سے جکڑے ہوئے تھے ہم نے اس سے کہا تیرا ناس ہو تو کون ہے؟ وہ بولا تم کو تو میرا پتہ کچھ نہ کچھ لگ ہی گیا اب تم بتاؤ تم کون لوگ ہو انہوں نے کہا کہ ہم عرب کے باشندے ہیں ہم ایک بڑی کشتی میں سفر کر رہے تھے سمندر میں طوفان آیا اور ایک ماہ تک رہا اس کے بعد ہم اس جزیرہ میں آئے تو یہاں ہمیں ایک جانور نظر پڑا جس کے تمام جسم پر بال ہی بال تھے اس نے کہا میں جساسہ (جاسوس۔خبر رساں) ہوں چلو اس شخص کی طرف چلو جو اس گرجے میں ہے اس لئے ہم جلدی جلدی تیرے پاس آ گئے اس نے کہا مجھے یہ بتا کہ بیسان (شام میں ایک بستی کا نام ہے) کی کھجوروں میں پھل آتا ہے یا نہیں۔ہم نے کہا ہاں آتا ہے۔اس نے کہا وہ وقت قریب ہے جب اسمیں پھل نہ آئیں پھر اس نے پوچھا اچھا بحیرہ طبریہ کے متعلق بتا اسمیں پانی ہے یا نہیں؟ ہم نے کہا بہت ہے اس نے کہا وہ زمانہ قریب ہے جبکہ اس میں پانی نہ رہے گا پھر اس نے پوچھا زغر (شام میں ایک بستی) کے چشمہ کے متعلق بتا اس میں پانی ہے یا نہیں اور اس بستی والے اس کے پانی سے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں ہم نے کہا اس میں بہت پانی ہے اور لوگ اسی کے پانی ہے اور لوگ اسی کے پانی سے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں پھر اس نے کہا اچھا نبی الامیین کا کچھ حال سنا۔ہم نے کہا وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے ہیں اس نے پوچھا عرب کے لوگوں نے اس کے ساتھ جنگ کی ہے ہم نے کہا ہاں اس نے پوچھا اچھا پھر کیا نتیجہ رہا ہم نے بتایا کہ وہ اپنے گردونواح پر تو غالب آ چکے ہیں اور لوگ ان کی اطاعت قبول کر چکے ہیں اس نے کہا سن لو ان کے حق میں یہی بہتر تھا کہ ان کی اطاعت کر لیں اور اب میں تم کو اپنے متعلق بتاتا ہوں میں مسیح دجال ہوں اور وہ وقت قریب ہے جبکہ مجھ کو یہاں سے باہر نکلنے کی اجازت مل جائے گی میں باہر نکل کر تمام زمین گھوم جاؤں گا اور چالیس دن کے اندر اندر کوئی بستی ایسی نہ رہ جائے گی جس میں میں داخل نہ ہوں بجز مکہ اور طیبہ کہ ان دونوں مقامات میں میرا داخلہ ممنوع ہے جب میں ان دونوں میں سے کسی بستی پر داخل ہونے کا ارادہ کروں گا اس وقت ایک فرشتہ ہاتھ میں ننگی تلوار لئے سامنے سے آ کر مجھ کو داخل ہونے سے روک دیگا اور ان مقامات (مقدسہ) کے جتنے راستے ہیں ان سب پر فرشتے ہوں گے کہ وہ ان کی حفاظت کر رہے ہوں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لکڑی منبر پر مار کر فرمایا کہ وہ طیبہ یہی مدینہ ہے یہ جملہ تین بار فرمایا۔دیکھو کیا یہی بات میں نے تم سے بیان نہیں کی تھی لوگوں نے کہا جی ہاں آپ نے بیان فرمائی تھی اس کے بعد فرمایا دیکھو وہ بحر شام یا بحر یمن (راوی کو شک ہے) بلکہ مشرق کی جانب ہے اور اسی طرف ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔(مسلم)

دجال کا ساتھی اور دجال کا قتل

حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے دیکھا تو میں رو رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیوں رو رہی ہو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر اس طرح فرمایا کہ اس غم میں مجھ کو بے ساختہ رونا آ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ نکلا اور میں اس وقت موجود ہوا تو تمہاری طرف سے میں اس سے نمٹ لونگا اور اگر وہ میرے بعد نکلا تو پھر یہ بات یاد رکھنا کہ تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے (اور وہ کانا ہوگا) جب وہ نکلے گا تو

اس کے ساتھی اصفہان کے یہودی ہوں گے یہاں تک کہ جب مدینہ آئے گا تو وہاں ایک طرف آ کر اترے گا اس وقت مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ پر دو دو فرشتے نگران ہوں گے (جو اس کے اندر آنے سے مانع ہوں گے) مدینہ میں جو بداعمال آباد ہیں وہ نکل کر خود اس کے پاس چلے جائیں گے اس کے بعد وہ فلسطین میں باب لد پر آئے گا عیسیٰ علیہ السلام نزول فرما چکے ہوں گے اور یہاں وہ اسکو قتل کریں گے پھر عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک ایک منصف امام کی حیثیت سے زمین پر زندہ رہیں گے۔ (مسند احمد)

آگ پانی اور پانی آگ

ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عقبہ بن عمرو نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے دجال کے متعلق جو بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی وہ ہم کو بھی سنا دیجئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ دجال جب ظاہر ہوگا تو اس کے ساتھ پانی اور آگ دونوں ہوں گے مگر لوگوں کو جو آگ نظر آئے گی وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور جس کو لوگ ٹھنڈا پانی سمجھیں گے وہ جھلسا دینے والی آگ ہوگی لہٰذا تم میں جس کو بھی یہ زمانہ ملے اس کو چاہئے کہ جو آگ معلوم ہو رہی ہو اس میں داخل ہو جائے کیونکہ درحقیقت وہ آب خنک ہوگا۔ (بخاری شریف) یہاں مسلم کی روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ دجال کی ایک آنکھ میں موٹا سا ناخونہ ہوگا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر کے حروف علیحدہ علیحدہ لکھے ہوئے ہوں گے جس کو ہر مومن پڑھ لے گا چاہے وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی آنکھوں کے درمیان ک، ف، ر اور ایک روایت میں کاف، الف، را ہوگا۔

حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ کا مل کر دجال کی فوج سے لڑنا اور دجال کو قتل کرنا

پھر حضرت عیسیٰ سے کہیں گے یا نبی اللہ اب لشکر کا انتظام آپ کے سپرد ہے جس طرح چاہیں انجام دیں وہ فرمائیں گے نہیں یہ کام بدستور آپ ہی کے تحت میں رہے گا میں تو صرف قتل دجال کے واسطے آیا ہوں جس کا مارا جانا میرے ہی ہاتھ سے مقدر ہے رات امن وامان کے ساتھ بسر کر کے امام مہدی فوج ظفر موج کو لے کر میدان کارزار میں تشریف لائیں گے۔ حضرت عیسیٰ فرمائیں گے کہ میرے لئے گھوڑا اور نیزہ لاتا کہ اس ملعون کے شر سے زمین کو پاک کردوں پس حضرت عیسیٰ دجال پر اور اسلامی فوج اس کے لشکر پر حملہ آور ہوگی نہایت خوفناک اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو جائے گی اس وقت دم عیسوی کی یہ خاصیت ہوگی کہ جہاں تک آپ کی نظر رسائی ہوگی وہیں تک یہ بھی پہنچے گا اور جس کافر تک آپ کا سانس پہنچے گا تو وہ نیست ونابود ہو جایا کرے گا۔

دجال کا فرار

دجال آپ کے مقابلہ سے بھاگے گا آپ اس کا تعاقب کرتے کرتے مقام لد میں جا لیں گے اور نیزے سے اس کا کام تمام کر کے لوگوں پر اس کی ہلاکت کا اظہار کریں گے کہتے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ اس کے قتل میں عجلت نہ کرتے تو بھی وہ آپ کے سانس سے اس طرح پگھل جاتا جیسے پانی میں نمک۔ اسلامی فوج دجال کے لشکر کے قتل وغارت کرنے میں مشغول ہو جائے گی یہودیوں کو

جو اسکے لشکر میں ہونگے کوئی چیز پناہ نہ دیگی یہاں تک کہ اگر بوقت شب کسی پتھر یا درخت کی آڑ میں ان میں سے کوئی پناہ گزین ہوتو وہ بھی آواز دیگا اے خدا کے بندے دیکھ اس یہودی کو پکڑ اور قتل کر۔ مگر درخت غرقد ان کو پناہ دیکر اخفائے حال کریگا۔

دجالی فتنہ کے چالیس روز

زمین پر دجال کے شر و فساد کا زمانہ چالیس روز تک رہے گا کہ جن میں سے ایک دن ایک سال کے ایک ایک مہینے کے اور ایک ایک ہفتہ کے برابر ہوگا باقی ماندہ ایام معمولی دنوں کے برابر ہوں گے بعض روایتوں میں ہے کہ دنوں کی درازی بھی دجال کے استدراج کی وجہ سے ہوگی کیونکہ وہ ملعون آفتاب کو حبس کرنا چاہے گا خداوند کریم اپنی قدرت کاملہ سے اس کی حسب مرضی آفتاب کو روک دے گا اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جو روز ایک سال کے برابر ہوگا اس میں ایک دن کی نماز پڑھنی چاہئے یا سال بھر کی؟ آپ نے فرمایا اندازہ وتخمینہ کر کے ایک سال ہی کی نماز ادا کرنی چاہئے شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ جو ارباب کشف وشہود کے محققین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ اس دن کی تصویر دل میں یوں آتی ہے کہ آسمان پر ایک ابر محیط طاری ہوگا اور ضعیف وخفیف روشنی جو عموماً ایسے ایام میں ہوا کرتی ہے تاریکی محض سے مبدل نہ ہوگی اور آفتاب بھی نمایاں نہ ہوگا پس لوگ بموجب شرع اندازہ تخمینہ سے اوقات نماز کے مکلف ہوں گے۔

دجالی شرانگیزیوں سے متاثرہ شہروں کی تعمیر نو اور روئے زمین پر انصاف کا قیام

دجال کے فتنہ کے خاتمہ پر حضرت امام مہدی وحضرت عیسیٰ ان شہروں میں کہ جن کو دجال نے تاخت وتاراج کر دیا ہوگا دورہ فرمائیں گے دجال سے تکلیف اٹھائے ہوئے لوگوں کو خدا کے یہاں اجر عظیم ملنے کی خوشخبری دیکر دلاسہ وتسلی دیں گے اور اپنی عنایات ونوازشات عامہ سے ان کے دنیاوی نقصانات کی تلافی کریں گے۔ حضرت عیسیٰ قتل خنزیر شکست صلیب اور کفر سے جزیہ قبول کرنے کے احکام صادر فرما کر تمام کفار کو اسلام کی طرف مدعو کریں گے خدا کے فضل وکرم سے کوئی کافر بلاد اسلام میں نہ رہے گا تمام زمین حضرت مہدی کے عدل وانصاف کے چمکاروں سے منور و روشن ہو جائے گی ظلم و بے انصافی کی بیخ کنی ہوگی تمام لوگ عبادت وطاعت الٰہی میں سرگرم ومشغول ہوں گے آپ کی خلافت کی میعاد سات، آٹھ یا نو سال ہوگی

واضح رہے کہ سات سال عیسائیوں کے فتنہ اور ملک کے انتظام میں آٹھواں سال دجال کے ساتھ جنگ وجدل میں اور نواں سال حضرت عیسیٰ کی معیت میں گزرے گا اس حساب سے آپ کی عمر 49 سال ہوگی۔

بَابٌ فِي قَتْلِ الْخَوَارِجِ

باب: خارجیوں کو قتل کرنا

4758 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ وَمَنْدَلٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ أَبِي جَهْمٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ وَهْبَانَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ

✧✧ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص ایک بالشت کے برابر بھی مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جائے تو اس نے اسلام کے پٹے کو اپنی گردن میں سے نکال دیا۔

4759 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مُطَرِّفُ بْنُ طَرِيفٍ عَنْ أَبِي الْجَهْمِ عَنْ خَالِدِ بْنِ وَهْبَانَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتُمْ وَأَئِمَّةٌ مِنْ بَعْدِي يَسْتَأْثِرُونَ بِهَذَا الْفَيْءِ قُلْتُ إِذَنْ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ أَضَعُ سَيْفِي عَلَى عَاتِقِي ثُمَّ أَضْرِبُ بِهِ حَتَّى أَلْقَاكَ أَوْ أَلْحَقَكَ قَالَ أَوَلَا أَدُلُّكَ عَلَى خَيْرٍ مِنْ ذَلِكَ تَصْبِرُ حَتَّى تَلْقَانِي

✧✧ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس وقت تم کیا کرو گے جب میرے بعد آنے والے حکمران اس مال فے کے بارے میں تم لوگوں کے ساتھ امتیازی سلوک کریں گے۔ میں نے عرض کی' اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے۔ اس وقت میں اپنی تلوار اپنی گردن پر رکھوں گا اور ان لوگوں کے ساتھ اس وقت تک جنگ کرتا رہوں گا جب تک آپ سے آکر مل نہیں جاتا (یعنی شہید نہیں ہو جاتا) نبی اکرم نے فرمایا: کیا میں اس سے بہتر صورت کی طرف تمہاری رہنمائی نہ کروں۔ تم صبر سے کام لینا جب تک مجھ سے مل نہیں جاتے (یعنی مرتے دم تک صبر سے کام لینا)۔

4760 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الْمُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ وَهِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ ضَبَّةَ بْنِ مِحْصَنٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُونُ عَلَيْكُمْ أَئِمَّةٌ تَعْرِفُونَ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُونَ فَمَنْ أَنْكَرَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ هِشَامٌ بِلِسَانِهِ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهِ فَقَدْ سَلِمَ وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا نَقْتُلُهُمْ قَالَ ابْنُ دَاوُدَ أَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ قَالَ لَا مَا صَلَّوْا

✧✧ سیدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: عنقریب میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے جن کی کچھ باتیں تمہیں اچھی لگیں گی اور کچھ باتیں تمہیں بری لگیں گی تو جو شخص ناپسند کرے۔

یہاں ہشام نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ اپنی زبان کے ذریعے ناپسند کرے تو وہ بری ہو گیا اور جو شخص اپنے دل کے ذریعے برا ناپسند کرے' وہ سلامت رہا لیکن جو شخص راضی ہوا اور اس نے اس کی پیروی کی (وہ ہلاک ہو جائے گا) عرض کی گئی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ہم لوگ انہیں قتل نہ کریں۔

یہاں پر ابن داؤد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں کیا ہم ان لوگوں کے ساتھ جنگ نہ کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں جب تک یہ لوگ نماز ادا کرتے رہیں (تم ان کے ساتھ جنگ نہ کرو)۔

4760 إسناده صحيح. الحسن: هو البصري. وأخرجه مسلم (1854) (64) عن أبي الربيع، عن حماد، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (1854) (64) من طريق عبد الله بن المبارك، والترمذي (2418) من طريق يزيد بن هارون، كلاهما عن هشام بن حسان، به. وهو في "مسند أحمد" (2418).

4761- حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ ضَبَّةَ بْنِ مِحْصَنٍ الْعَنَزِيِّ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ قَالَ قَتَادَةُ يَعْنِي مَنْ أَنْكَرَ بِقَلْبِهِ وَمَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهِ

✧✧ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اس کی مانند روایت نقل کی ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: جو شخص ناپسند کرے گا' وہ بری ہوجائے گا اور جو انکار کرے گا وہ سلامت رہے گا۔

قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جو شخص اپنے دل کے ذریعے انکار کرے گا اور جو شخص اپنے دل کے ذریعے ناپسند کرے گا۔

4762- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَرْفَجَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَتَكُونُ فِي أُمَّتِي هَنَاتٌ وَهَنَاتٌ وَهَنَاتٌ فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُفَرِّقَ أَمْرَ الْمُسْلِمِينَ وَهُمْ جَمِيعٌ فَاضْرِبُوهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَنْ كَانَ

✧✧ حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ عنقریب میری امت میں فساد ہوں گے' فساد ہوں گے' فساد ہوں گے تو جو شخص مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرے گا جبکہ وہ اکٹھے ہوں تو تم اسے تلوار کے ذریعے قتل کر دو خواہ وہ کوئی بھی شخص ہو۔

خوارج کا تعارف

قبل اس کے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں خوارج کی علامات اور عقائد ونظریات کا جائزہ لیا جائے، بعض کتب اسلاف سے خوارج کی چند واضح تعریفات درج کی جارہی ہیں تاکہ ابتداء میں ہی واضح ہو جائے کہ خارجی کسے کہا جاتا ہے۔

1۔ امام محمد بن عبد الکریم شہرستانی، خوارج کی تعریف میں لکھتے ہیں:

کل من خرج عن الامام الحق الذی اتفقت الجماعة علیه یسمی خارجیا سواء کان الخروج فی أیام الصحابة علی الائمة الراشدین أو کان بعدهم علی التابعین بإحسان والائمة فی کل زمان۔ شهرستانی، (الملل والنحل: 114)

ہر وہ شخص جو عوام کی متفقہ مسلمان حکومتِ وقت کے خلاف مسلح بغاوت کرے اسے خارجی کہا جائے گا؛ خواہ یہ خروج و بغاوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں خلفائے راشدین کے خلاف ہو یا تابعین اور بعد کے کسی بھی زمانہ کی مسلمان حکومت کے خلاف ہو۔

4762-إسناده صحيح، مسدد: هو ابن مسرهد، ويحيى: هو ابن سعيد القطان، وشعبة: هو ابن الحجاج. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (3471) عن عمرو بن علي، عن يحيى بن سعيد، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (1852) (59) من طريق محمد بن جعفر، عن شعبة، به. وأخرجه مسلم (1852) (59)، والنسائي في "الكبرى" (3469) و (3470) من طرق عن زياد بن علاقة، به. وزاد النسائي في روايته الأولى: "فإن يد الله على الجماعة، وإن الشيطان مع من فارق الجماعة يركض." وأخرجه بنحوه مسلم (1852) من طريق رفدان العبدي، عن عرفجة، به. وهو في "مسند أحمد" (18295)، و"صحيح ابن حبان" (4577).

2۔امام نووی،خوارج کی تعریف یوں کرتے ہیں:

الخوارج: صنف من المبتدعة يعتقدون أن من فعل كبيرة كفر، وخلد في النار، ويطعنون لذلك في الأئمة ولا يحضرون معهم الجمعات والجماعات. نووی، (روضة الطالبين، 51 : 10)

خوارج بدعتیوں کا ایک گروہ ہے۔ یہ لوگ گناہِ کبیرہ کے مرتکب کے کافر اور دائمی دوزخی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے مسلم اُمراء وحکام پر طعن زنی کرتے ہیں اور ان کے ساتھ جمعہ اور عیدین وغیرہ کے اجتماعات میں شریک نہیں ہوتے۔

3۔ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

كانوا أهل سيف وقتال، ظهرت مخالفتهم للجماعة؛ حين كانوا يقاتلون الناس. وأما اليوم فلا يعرفهم أكثر الناس.... ومروقهم من الدين خروجهم باستحلالهم دماء المسلمين وأموالهم.

(ابن تیمیہ، النبوات: 222)

وہ اسلحہ سے لیس اور بغاوت پر آمادہ تھے، جب وہ لوگوں سے قتال کرنے لگے تو اُن کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت سے مخالفت وعداوت ظاہر ہوگئی۔ تاہم عصرِ حاضر میں (بظاہر دین کا لبادہ اوڑھنے کی وجہ سے) لوگوں کی اکثریت انہیں پہچان نہیں پاتی۔۔۔۔ وہ دین سے نکل گئے کیوں کہ وہ مسلمانوں کے خون اور اَموال (جان ومال) کو حلال ومباح قرار دیتے تھے۔

ابن تیمیہ مزید بیان کرتے ہیں:

وهؤلاء الخوارج ليسوا ذلك المعسكر المخصوص المعروف في التاريخ، بل يخرجون إلى زمن الدجال، وتخصيصه صلى الله عليه وسلم للفئة التي خرجت في زمن علي بن أبي طالب، إنما هو لمعان قامت بهم. وكل من وجدت فيه تلك المعاني ألحق بهم، لأن التخصيص بالذكر لم يكن لاختصاصهم بالحكم، بل لحاجة المخاطبين في زمنه عليه الصلاة والسلام إلى تعيينهم.

(ابن تیمیہ، مجموع فتاوی، 28: 495، 496 (2) ابن تیمیہ، مجموع فتاوی، 28: 476، 477)

اور یہ خوارج (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد کا) وہ مخصوص لشکر نہیں ہے جو تاریخ میں معروف ہے بلکہ یہ دجال کے زمانے تک پیدا ہوتے اور نکلتے رہیں گے۔ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس ایک گروہ کو خاص فرمانا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نکلا تھا، اس کے کئی معانی ہیں جو ان پر صادق آتے ہیں۔ ہر وہ شخص یا گروہ جس میں وہ صفات پائی جائیں اسے بھی ان کے ساتھ ملایا جائے گا۔ کیونکہ ان کا خاص طور پر ذکر کرنا ان کے ساتھ حکم کو خاص کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ان مخاطبین کو (مستقبل میں) ان خوارج کے تعین کی حاجت تھی۔

4۔حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں:

الخوارج: فهم جمع خارجة أي طائفة، وهم قوم مبتدعون سموا بذلك لخروجهم عن الدين، وخروجهم على خيار المسلمين. (ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 12: 283)

خوارج، خارجۃ کی جمع ہے جس کا مطلب ہے: گروہ۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو بدعات کا ارتکاب کرتے۔ ان کو (اپنے نظریہ، عمل اور اقدام کے باعث) دینِ اسلام سے نکل جانے اور خیارِ اُمت کے خلاف (مسلح جنگ اور دہشت گردی کی) کارروائیاں کرنے کی وجہ سے یہ نام دیا گیا۔

5۔ امام بدر الدین عینی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں:

طائفة خرجوا عن الدين وهم قوم مبتدعون سموا بذلك لأنهم خرجوا على خيار المسلمين.

(عینی، عمدۃ القاری، 84:24)

وہ ایسے لوگ ہیں جو دین سے خارج ہو گئے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو بدعات کا ارتکاب کرتے تھے (یعنی وہ اُمور جو دین میں شامل نہ تھے ان کو دین میں شامل کرتے تھے)۔ (دینِ اسلام سے نکل جانے اور) بہترین مسلمانوں کے خلاف (مسلح بغاوت اور دہشت گردی کی) کارروائیاں کرنے کی وجہ سے انہیں خوارج کا نام دیا گیا۔

6۔ علامہ ابن نجیم حنفی، خوارج کی تعریف یوں کرتے ہیں:

الخوارج: قومٌ لهم منعة وحمية خرجوا عليه بتأويل يرون أنه على باطل كفر أو معصية توجب قتاله بتأويلهم يستحلون دماء المسلمين وأموالهم. (ابن نجیم، البحر الرائق، 234:2)

خوارج سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس طاقت اور (نام نہاد دینی) حمیت ہو اور وہ حکومت کے خلاف بغاوت کریں۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ کفر یا نافرمانی کے ایسے باطل طریق پر ہے جو ان کی خودساختہ تاویل کی بنا پر حکومت کے ساتھ قتال کو واجب کرتی ہے۔ وہ مسلمانوں کے قتل اور ان کے اموال کو لوٹنا جائز سمجھتے ہیں۔

اِس ابتدائی تعارف کے بعد ہم خوارج کی دہشت گردی، انتہاء پسندی اور مسلم اُمہ کے خلاف بربریت اور ظالمانہ کارروائیوں کی مذمت میں ترتیب وار آیاتِ مقدسہ اور احادیثِ مبارکہ کے مطالعے کے ساتھ ساتھ ان کے مفاہیم سے آگاہ ہونے کے لئے کتبِ تفاسیر، شروحاتِ حدیث اور دیگر مصادر و مآخذ کا بھی مطالعہ کریں گے۔

فتنہ خوارج قرآن حکیم کی تفاسیر کی روشنی میں

قرآن حکیم نے کئی مقامات پر لوگوں کے ناحق بے دردانہ قتل، دہشت گردانہ بمباری، پُرامن آبادیوں پر خودکش حملوں جیسے انتہائی سفاکانہ اقدامات اور انسانی قتل و غارت گری کی نفی کی ہے۔ دہشت گردی کی یہ ساری بہیمانہ صورتیں شرعی طور پر حرام اور اسلامی تعلیمات سے صریح انحراف ہیں اور از رُوئے قرآن بغاوت و محاربت، فسادفی الارض اور اجتماعی قتلِ انسانی میں داخل ہیں (جیسا کہ گزشتہ ابواب میں بالتفصیل ان پر بحث ہو چکی ہے)۔ قرآن حکیم کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ہمیں کئی مقامات پر بالصراحت خوارج کی علامات و بدعات اور ان کی فتنہ پروری و سازشی کارروائیوں اور بغاوت کے بارے میں واضح ارشادات ملتے ہیں۔ سورتوں کی ترتیب کے لحاظ سے ذیل میں چند ارشادات باری تعالیٰ ملاحظہ ہوں:

1)) خوارج اہلِ زیغ (کج رو) ہیں

سورۃ آل عمران میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ط فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِه ج وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ م وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ج وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ (آل عمران، 7:3)

وہی ہے جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جس میں سے کچھ آیتیں محکم (یعنی ظاہراً بھی صاف اور واضح معنی رکھنے والی) ہیں وہی (احکام) کتاب کی بنیاد ہیں اور دوسری آیتیں متشابہ (یعنی معنی میں کئی احتمال اور اشتباہ رکھنے والی) ہیں۔ سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے اس میں سے صرف متشابہات کی پیروی کرتے ہیں (فقط) فتنہ پروری کی خواہش کے زیر اثر اور اصل مراد کی بجائے من پسند معنی مراد لینے کی غرض سے، اور اس کی اصل مراد کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور علم میں کامل پختگی رکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، ساری (کتاب) ہمارے رب کی طرف سے اتری ہے، اور نصیحت صرف اہل دانش کو ہی نصیب ہوتی ہے○

1۔ امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ آیت مذکورہ کے ذیل میں بیان کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم: أَنَّهُمُ الْخَوَارِجُ. ابن أبي حاتم رازي، تفسير القرآن العظيم، (594:2)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ (سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے) کی تفسیر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ ان سے مراد خوارج ہیں۔

2۔ حافظ ابن کثیر نے بھی اس آیت کی تفسیر میں جو حدیث بیان فرمائی ہے، اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل زیغ۔ جو متشابہات کی پیروی کرتے ہیں۔ سے مراد خوارج ہیں۔ (ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 347:1)

3۔ مفسر شہیر امام خازن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر لباب التاویل میں اہلِ زیغ کی تفسیر فرماتے ہوئے جن گمراہ فرقوں کا نام لیا ہے ان میں خوارج کا نام بھی شامل ہے۔ (خازن، لباب التاویل، 217:1)

4۔ ابو حفص الحنبلی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی جو مفصل روایت بیان فرمائی ہے، وہ بڑی ہی فکر انگیز، حقیقت کشا اور قابل غور ہے۔ یہ روایت اہلِ زیغ کی اصلیت اور ان کے باطنی انجام کو پوری طرح بے نقاب کر دیتی ہے۔ ابو حفص الحنبلی مذکورہ آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

وقال الحسن: هم الخوارج. وكان قتادة إذا قرأ هذه الآية فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ قال: إن لم يكونوا الحرورية فلا أدري مَنْ هُمْ.... وعن أبي غالب قال: كنت أمشي مع أبي أمامة، وهو على حمار حتى إذا انتهى إلى درج مسجد دمشق. فقال أبو أمامة: كلابُ النار، كلابُ النار، كلابُ النار، أو قتلى تحت ظل السماء، طوبى لمن قتلهم وقتلوه. يقولها ثلاثاً. ثم بكى. فقلت: ما يُبكيك يا أبا أمامة، قال

: رحمةً لهم. إنهم كانوا من أهل الاسلام (فصاروا كفارًا) فخرجوا منه. فقلت: يا أبا أمامه، هم هؤلاء؟ قال: نعم. قلت: أشيء تقوله برأيك، أم شيء سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال: إني إذنْ لجريء، إني إذاً لجريءٌ، بل سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم غيرَ مرةٍ ولا مرّتين، ولا ثلاث، ولا أربع، ولا خمس، ولا ست، ولا سبع، ووضع أصبعيه في أذنيه، قال: وإلّا فصُمّتا، قالها ثلاثاً. (أبو حفص الحنبلي، اللباب في علوم الكتاب، 437:3)

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ (آیت مذکورہ میں اہل زیغ سے) مراد خوارج ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ جب بھی یہ آیت کریمہ تلاوت کرتے تو فرماتے: میں نہیں سمجھتا کہ اہل زیغ سے خوارج کے علاوہ کوئی اور گروہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔۔۔۔ ابوغالب روایت کرتے ہیں: میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دمشق کی جامع مسجد کی طرف چل رہا تھا اور وہ دراز گوش پر سوار تھے۔ جب وہ مسجد کے دروازے کے قریب پہنچے تو حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: خوارج دوزخ کے کتے ہیں۔ انہوں نے یہ تین بار فرمایا۔ پھر انہوں نے ان کی حقیقت سے پردہ اٹھایا اور بتایا: آسمان کے نیچے یہ بدترین لوگ ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے انہیں قتل کیا اور وہ بھی خوش نصیب ہیں جو ان کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ یہ بتا کر ابوامامہ رونے لگ گئے۔ ان کی بدنصیبی پر بہت ہی افسردہ ہوئے اور بتایا: یہ مسلمان تھے لیکن اپنی کرتوتوں سے کافر ہو گئے۔ پھر یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی جس میں اہل زیغ کا ذکر ہے۔ ابوغالب روایت کرتے ہیں: میں نے ابوامامہ سے پوچھا: کیا یہی (خوارج) وہ (اہل زیغ) لوگ ہیں؟ بولے: ہاں! میں نے پوچھا: آپ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں یا ان کے بارے میں آپ نے یہ سب کچھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اگر ایسی بات ہو تب تو میں بڑی جسارت کرنے والا کہلاؤں گا۔ میں نے ایک، دو یا سات بار نہیں بلکہ بارہا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، اگر یہ بات سچی نہ ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات تین بار فرمائے۔

5۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو امام سیوطی نے بھی اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل زیغ سے خوارج مراد لیے ہیں۔ سیوطی، الدر المنثور، 148:2

6۔ النحاس نے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اہل زیغ، خوارج ہی ہیں۔ النحاس، معانی القرآن، 349:1

خوارج سیاہ رو اور مرتد ہیں

سورۂ آل عمران میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ (آل عمران، 106:3)

جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ تو جو کفر تم کرتے رہے تھے سو اس کے عذاب (کا مزہ) چکھ لوo

1۔ امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے آیت مذکورہ کے ذیل میں حدیث روایت کی ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم: أَنَّهُمُ الْخَوَارِجُ. (ابن أبی حاتم، تفسیر القرآن العظیم، 594:2)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس (آیت میں ایمان لانے کے بعد کافر ہو جانے والوں) سے خوارج مراد ہیں۔

2۔ حافظ ابن کثیر نے بھی آیت مذکورہ کے تحت اس سے خوارج ہی مراد لیے ہیں۔ (ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 347:1)

یہ قول ابن مردویہ نے حضرت ابو غالب اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے مرفوعاً روایت کیا ہے، امام احمد نے اسے اپنی مسند میں، امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں ابو غالب کے طریق سے روایت کیا ہے۔

3۔ امام سیوطی کا بھی یہی موقف ہے۔ انہوں نے بھی اس آیت میں مذکور لوگوں سے خوارج ہی مراد لئے ہیں۔
(سیوطی، الدر المنثور، 148:2)

خوارج فتنہ پرور اور کینہ ور ہیں

سورۃ آل عمران میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًاؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ
(آل عمران، 118:3)

اے ایمان والو! تم غیروں کو (اپنا) راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری نسبت فتنہ انگیزی میں (کبھی) کمی نہیں کریں گے، وہ تمہیں سخت تکلیف پہنچنے کی خواہش رکھتے ہیں، بغض تو ان کی زبانوں سے خود ظاہر ہو چکا ہے، اور جو (عداوت) ان کے سینوں نے چھپا رکھی ہے وہ اس سے (بھی) بڑھ کر ہے۔ ہم نے تمہارے لیے نشانیاں واضح کر دی ہیں اگر تمہیں عقل ہوo

1۔ امام ابن ابی حاتم رازی نے آیت مذکورہ کے ذیل میں یہ حدیث نقل کی ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، أَنَّهُ قَالَ: هُمُ الْخَوَارِجُ.
(ابن أبی حاتم، تفسیر القرآن العظیم، 742:3)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان (فتنہ انگیزی کرنے والوں) سے مراد خوارج ہیں۔

2۔ امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد خوارج ہیں۔ وہ تمہارے درمیان فساد پھیلانے سے باز نہیں آئیں گے۔ اگر دہشت گردی نہ کر سکے تو مکر و فریب اور دھوکہ بازی ترک نہیں کریں گے۔ (قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، 179:4)

خوارج اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم سے برسرپیکار ہیں اس لیے واجب القتل ہیں

سورۃ المائدۃ میں ارشاد باری تعالی ہے:

إِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ط ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (المائدۃ، 33:5)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریز رہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا پھانسی دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیے جائیں۔ یہ (تو) ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے۔

1۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

من شهر السلاح في فئة الاسلام، وأخاف السبيل ثم ظفر به، وقدر عليه فإمام المسلمين فيه بالخيار، إن شاء قتله وإن شاء صلبه وإن شاء قطع يده ورجله.

(طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، 214:6، 2۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 51:2)

جس نے مسلم آبادی پر ہتھیار اٹھائے اور راستے کو اپنی دہشت گردی کے ذریعے غیر محفوظ بنایا اور اس پر کنٹرول حاصل کر کے لوگوں کا پرامن طریقے سے گزرنا دشوار کر دیا، تو مسلمانوں کے حاکم کو اختیار ہے چاہے تو اسے قتل کرے، چاہے تو پھانسی دے اور چاہے تو حسب قانون کوئی اذیت ناک سزا دے۔

2۔ امام طبری اور حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سعید بن مسیب، مجاہد، عطاء، حسن بصری، ابراہیم النخعی اور ضحاک نے بھی اسی معنی کو روایت کیا ہے۔ 1۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 51:2، 2۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، 214:6، 3۔ اس کو امام سیوطی نے بھی الدر المنثور (68:3) میں روایت کیا ہے۔

4۔ امام قرطبی نے الجامع لأحکام القرآن (148:6) میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک ایسے گروہ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے مدینہ کے باہر دہشت گردی کا ارتکاب کیا، قتل اور املاک لوٹنے کے اقدامات کیے جس پر انہیں عبرت ناک سزا دی گئی۔

5۔ علامہ زمخشری نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

يُحَارِبُون رسول الله، ومحاربة المُسْلِمِيْنَ في حكم مُحَارَبَتِه. (زمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، 661:1)

يُحَارِبُون رَسُول اللهِ (یعنی) مسلمانوں کے ساتھ جنگ برپا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے حکم میں

6۔علامہ ابو حفص الحنبلی، علامہ زمخشری کی مذکورہ بالا عبارت تحریر کرنے کے بعد مزید لکھتے ہیں:

أنّ المقصود أنّهم يحاربون رسول الله صلى الله عليه وسلم وإنما ذكر اسم الله تبارك وتعالى تعظيما وتفخيما لمن يحارب، كقوله تعالى: إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللهَ

(الفتح، 10:48، (2) أبو حفص الحنبلي، اللباب في علوم الكتاب، 7:303)

مقصد یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرتے ہیں اور (اس آیت میں) اللہ تعالیٰ کا نام جنگ کا نشانہ بننے والوں کی عظمت اور قدر و منزلت بڑھانے کے لئے مذکور ہوا۔ جیسا کہ بیعتِ رضوان کے حوالے سے قرآن مجید میں فرمایا گیا: (اے حبیب!) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔)

7۔اس آیت سے یہ مفہوم بھی اَخذ ہوتا ہے کہ راہزنی کرنے والوں کا اذیت ناک قتل جائز ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

أجمعوا على أن المراد بالمحاربين المفسدين في هذه الآية قطاع الطريق سواء كانوا مسلمين أو من أهل الذمة. واتفقوا على أن من برز و شهر السلاح مخيفا مغيرا خارج المصر بحيث لا يدركه الغوث فهو محارب قاطع للطريق جارية عليه أحكام هذه الآية....

(وقال البغوي: المكابرون في الأمصار داخلون في حكم هذه الآية. قاضي ثناء الله، تفسير المظهري، 3:86)

اس پر سب کا اجماع ہے کہ محاربین سے مراد فساد بپا کرنے والے اور راہ زن ہیں؛ خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، سب کے لئے حکم برابر ہے۔ اس اَمر پر بھی اتفاق ہے کہ جو کھل کر ہتھیار اٹھالیں یا شہر سے باہر لوگوں کو خوفزدہ کریں اور غارت گری کریں جہاں کوئی مددگار بھی نہ پہنچ سکے، ایسا شخص جنگجو اور راہ زن ہے۔ اُس پر اس آیت کے احکام جاری ہوں گے۔۔۔۔ امام بغوی فرماتے ہیں۔: شہروں میں دہشت گردی کرنے والے بھی اس آیت کے حکم میں شامل ہیں۔

اس آیت مبارکہ اور اکابرین کے بیان کردہ تفسیری اقوال سے یہ مفہوم اَخذ ہوتا ہے کہ مسلمان ریاست کی رعایا میں سے مسلمانوں کو اسلحہ کے ذریعے خوف زدہ کرنے والوں کا خاتمہ ضروری ہے کیوں کہ جو زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں وہ پوری انسانیت کے قاتل ہیں۔ جو کسی مسلم ریاست کی اتھارٹی کو چیلنج کرتے ہیں اور اس کے خلاف مسلح بغاوت کرتے ہیں، ان کے لیے اذیت ناک سزائیں اور دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

خوارج فتنہ پرور اور مستحقِ لعنت ہیں

سورۃ الرعد میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۙ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ (الرعد، 13:25)

اور زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں، انہی لوگوں کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر ہے○

یہ آیت صراحتاً بتا رہی ہے کہ زمین میں فساد پھیلانے والے خارجی ہیں۔ اس کی تائید درج ذیل روایت سے ہوتی ہے، جسے

اور قرطبی نے بیان کیا ہے:

وقال سعد بن أبي وقاص: والله الذي لا إله إلا هو! إنهم الحرورية. (قرطبی، الجامع لأحكام القرآن، 9:314)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، فساد انگیزی کرنے والوں سے مراد الحروریہ یعنی خوارج ہیں۔

2۔ انسانی جان کی ہلاکت اور اموال واملاک کی تباہی فساد فی الارض ہے، جیسا کہ ابوحفص الحنبلی کی درج ذیل روایت سے عیاں ہوتا ہے:

قال: وَيُفْسِدُونَ فِي الأرض إما بالدعاء إلى غير دين الله، وإما بالظلم كما في النفوس والاموال وتخريب البلاد. (ابوحفص الحنبلی، اللباب فی علوم الکتاب، 9:425)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اور زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں)۔ یا تو اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور طرف جبراً دعوت دینے سے یا لوگوں کی جان و مال پر ظلم سے اور ملک میں تخریب کاری سے۔

علامہ ابوحفص کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ جان و مال لوٹنے کے علاوہ اسلام سے ہٹ کر اپنے خود ساختہ عقائد کی طرف جبراً دعوت دینا بھی فساد فی الارض کے زمرے میں آتا ہے۔

3۔ امام رازی نے بھی التفسیر الکبیر (176:9) میں اسی معنی کو نقل فرمایا ہے۔

خوارج حسنِ عمل کے دھوکے میں رہتے ہیں

خوارج نماز، روزے اور تلاوت قرآن جیسے اعمال کی ادائیگی میں بظاہر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی آگے نظر آتے تھے۔ (اس پر آئندہ صفحات میں احادیث مبارکہ آئیں گی۔) یہی حالت دور حاضر کے خوارج کی ہے۔ وہ بھی بظاہر شکل وصورت اور حسن عمل میں بڑے نیک، پرہیزگار اور پابندِ شریعت نظر آتے ہیں مگر باطن میں اعتقادی اور تشدد پسندانہ فتنوں کا شکار ہیں جن سے امت مسلمہ کو نقصان ہو رہا ہے اور باہمی خون خرابے سے اس کی قوت وشوکت متاثر ہو رہی ہے۔

1۔ سورۃ الکہف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا (الکہف، 18:103، 104)

فرما دیجیے: کیا ہم تمہیں ایسے لوگوں سے خبردار کر دیں جو اعمال کے حساب سے سخت خسارہ پانے والے ہیں ٥ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جد وجہد دنیا کی زندگی میں ہی برباد ہوگئی اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بڑے اچھے کام انجام دے رہے ہیں ٥

امام طبری نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں درج ذیل روایات نقل کی ہیں:

(1) اس آیت میں ان اہلِ کتاب کا ذکر ہے جو اپنا سماوی دین چھوڑ کر کفر کی راہ پر چل نکلے اور دین میں باطل بدعات کو شامل کر لیا۔

(2) دوسری روایت یہ ہے کہ ان خسارہ پانے والوں سے مراد خوارج ہیں کیونکہ جب ابن الکواء خارجی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: أنت وأصحابك (تو اور تیرے ساتھی)۔

(3) ایک روایت میں ہے جسے حضرت ابو طفیل بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن الکواء نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا (اعمال کے حساب سے سخت خسارہ پانے والوں) سے کون لوگ مراد ہیں تو آپ نے فرمایا: اے اہلِ حروراء! تم مراد ہو۔ (طبری، جامع البیان، 16:33، 34)

اسی آیت کے ذیل میں علامہ سمرقندی اپنی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

قال علي بن أبي طالب: هُمُ الْخَوارِجُ. (سمرقندی، بحر العلوم، 2:364)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے خوارج مراد ہیں۔

2۔ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر ان کے اس زعم باطل کی مذمت یوں بیان کی گئی ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ لَا قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِنْ لَا يَشْعُرُونَ (البقرة، 2:11، 12)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد بپا نہ کرو، تو کہتے ہیں: ہم ہی تو اصلاح کرنے والے ہیں ○ آگاہ ہو جاؤ! یہی لوگ (حقیقت میں) فساد کرنے والے ہیں مگر انہیں (اس کا) احساس تک نہیں ○

سورۃ فاطر میں ارشاد ہوتا ہے:

أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا. (فاطر، 35:8)

بھلا جس شخص کے لیے اس کا برا عمل آراستہ کر دیا گیا ہو اور وہ اسے (حقیقتاً) اچھا سمجھنے لگے (کیا وہ مومنِ صالح جیسا ہو سکتا ہے)۔

علامہ ابو حفص الحنبلی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فقال قتادة: منهم الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم.

(ابو حفص الحنبلی، اللباب في علوم الكتاب، 13:175)

حضرت قتادہ نے فرمایا: ایسے لوگوں میں سے خوارج بھی ہیں جو مسلمانوں کا خون بہانا اور ان کے اموال لوٹنا حلال سمجھتے ہیں۔

فتنۂ خوارج کا آغاز

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں دور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی فتنۂ خوارج کا آغاز ہو گیا تھا۔ امام بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث کے مطابق حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

بَيْنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَقْسِمُ ذَاتَ يَوْمٍ قِسْمًا فَقَالَ ذُو الْخُوَيْصِرَةِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ: يَا رَسُولَ اللهِ اعْدِلْ. قَالَ: وَيْلَكَ مَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ، فَقَالَ عُمَرُ: ائْذَنْ لِي فَلْأَضْرِبْ عُنُقَهُ، قَالَ: لَا.

إِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمُرُوقِ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ.

1. بخاری، الصحیح، کتاب الادب، باب ما جاء فی قول الرجل ویلک، 5:2281، رقم: 5811، 2. بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالهم، باب من ترک قتال الخوارج للتألف وأن لا ینفر الناس عنه، 6:2540، رقم: 6534، 3. مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتهم، 2:744، رقم: 1064

ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مال (غنیمت) تقسیم فرما رہے تھے تو بنو تمیم کے ذوالخویصرہ نامی شخص نے کہا: یا رسول اللہ! انصاف کیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو ہلاک ہو، اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو اور کون انصاف کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) مجھے اجازت دیں کہ اس (گستاخ) کی گردن اڑا دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، (اس اکیلے کی گردن اُڑانا کیوں کر) بے شک اس کے (ایسے) ساتھی بھی ہیں کہ تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر جانو گے۔ وہ دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جیسے شکار سے تیر نکل جاتا ہے۔

خوارج کے فتنے کا آغاز گستاخیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ذوالخویصرہ تمیمی نامی گستاخ شخص کی گستاخی ہی دراصل اس بدترین فتنے کا پیش خیمہ ثابت ہوئی جس نے بعد ازاں امت مسلمہ میں انتشار وافتراق پیدا کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اَدوارِ خلافت میں اسلامی ریاست کی اتھارٹی کو چیلنج کرنے والے باغی اور مسلح گروہ درحقیقت اُسی ذوالخویصرہ تمیمی کی فکر کا تسلسل تھے۔

1. امام ابو بکر الآجری (م 360ھ) کتاب الشریعۃ کے باب ذم الخوارج وسوء مذهبهم وإباحة قتالهم، وثواب من قتلهم أو قتلوه میں لکھتے ہیں:

وأول قرن طلع منهم على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم: هو رجل طعن على النبي صلى الله عليه وسلم. وهو يقسم الغنائم بالجعرانة، فقال: اعدل يا محمد، فما أراك تعدل. فقال صلى الله عليه وسلم: ويلك، فمن يعدل إذا لم أكن أعدل؟

خوارج کا اوّلین فرد عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نمودار ہوا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت طعنہ زنی کی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ کے مقام پر مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ اس بدبخت نے کہا: اے محمد! عدل کیجیے! میرے خیال میں آپ عدل نہیں کر رہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تو ہلاک ہو! اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا؟

2۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ اسی ذوالخویصرہ تمیمی کا ہم خیال گروہ ہی بعد ازاں خوارج کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔ (عن عبد الرزاق قال: ذي الخويصرة التميمي وهو حرقوص بن زهير أصل الخوارج. ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 12:292)

عبدالرزاق سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ذوالخویصرہ تمیمی کا اصل نام حرقوص بن زہیر تھا اور وہ خوارج کا بانی تھا۔

3۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (2:49) میں بھی یہی تحقیق بیان کی ہے۔

4۔ علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

وقال الذهبي: ذو الخويصرة القائل: فقال: يارسول الله، إعدل. يقال هو حرقوص بن زهير، رأس الخوارج قتل في الخوارج يوم النهر... وفي تفسير الثعالبي: بينا رسول الله صلى الله عليه وسلم يقسم غنائم هوازن، جاءه ذو الخويصرة التميمي، أصل الخوارج.

(1) بدرالدین العینی، عمدۃ القاری، 15:62، (2) بدرالدین العینی، عمدۃ القاری، 16:142

امام ذہبی فرماتے ہیں: ذوالخویصرہ نے ہی یہ کہا تھا: یارسول اللہ! اعدل کیجیے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ حرقوص بن زہیر تھا۔ یہ خوارج کا فکری قائد اور بانی تھا جو کہ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں) مقام نہروان (پر ہونے والی جنگ) میں مارا گیا۔۔۔ تفسیر ثعلبی میں ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معرکہ ہوازن کے غنائم تقسیم فرما رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ذو الخویصرہ تمیمی آیا اور وہ خوارج کا بانی تھا۔

عہد عثمانی میں فتنہ خوارج کی فکری تشکیل

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اُمت میں کئی فتنوں نے جنم لیا، جن میں جھوٹی نبوت کے دعوے، دین سے ارتداد، زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار اور دیگر کئی بنیادی تعلیمات اسلام سے انحراف شامل ہے۔ انہی فتنوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے خارجی فکر کے حاملین اپنے باغیانہ نظریات کی ترویج کرتے رہے اور اپنے آپ کو ایک منظم شکل دینے کی طرف سرگرم عمل رہے۔ یہاں تک کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور اواخر میں بلوائیوں کی تحریک میں آپ کو قتل کرنے کی سازش تیار کرنے والے لوگ بھی اس انتہاء پسندانہ رجحان کے حامل تھے جن میں سے ایک نمایاں شخص عبداللہ بن سباء تھا۔ اس انتہاء پسند دہشت گرد گروہ نے پہلی مرتبہ مدینہ منورہ میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں خالص اسلامی حکومت کی اتھارٹی اور ریاستی نظم کو چیلنج کیا۔

امام حاکم المستدرک میں ایک تابعی حسین بن خارجہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ نقل کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

لما كانت الفتنة الاولى أشكلت علي فقلت: اللهم أرني أمراً من أمر الحق أتمسك به. قال: فأريت الدنيا والاخرة و بينهما حائط غير طويل، و إذا أنا بجائز فقلت: لو تشبثت بهذا الجائز لعلي أهبط إلى قتلى أشجع ليخبروني قال: فهبطت بأرض ذات شجر وإذا أنا بنفر جلوس فقلت: أنتم الشهداء، قالوا: لا نحن الملائكة. قلت: فأين الشهداء؟ قالوا: تقدم إلى الدرجات العلى إلى محمد صلى الله عليه وسلم فتقدمت فإذا أنا بدرجة الله أعلم ما هي السعة والحسن، فإذا أنا بمحمد صلى الله عليه وسلم وإبراهيم عليه السلام وهو يقول لإبراهيم عليه السلام: استغفر لأمتي. فقال له

إبراهيم عليه السلام: إنك لا تدري ما أحدثوا بعدك، أراقوا دماءهم وقتلوا إمامهم. ألا فعلوا كما فعل خليلي سعد. قلت: أراني قد أريت أذهب إلى سعد. فأنظر مع من هو. فأكون معه فأتيته فقصصت عليه الرؤيا. فما أكثر بها فرحا. وقال: قد شقي من لم يكن له إبراهيم عليه السلام خليلا. قلت: في أي الطائفتين أنت؟ قال: لست مع واحد منهما. قلت: فكيف تأمرني؟ قال: ألك ماشية، قلت: لا. قال: فاشتر ماشية واعتزل فيها حتى تنجلي.

(حاکم، المستدرک، 499:4، رقم: 8394، 2. ابن عبد البر، التمہید، 2223:19، 3. ذہبی، سیر أعلام النبلاء، 120:1)

(حضرت حسین بن خارجہ فرماتے ہیں:) جب پہلا فتنہ ظاہر ہوا تو مجھ پر فیصلہ مشکل ہو گیا (کہ اس میں حصہ لوں یا نہ لوں)۔ پس میں نے کہا: اے اللہ! مجھے امر حق دکھا جسے میں تھام لوں۔ فرماتے ہیں: پس مجھے (خواب میں) دنیا اور آخرت دکھائی گئی اور ان دونوں کے درمیان ایک دیوار تھی جو کہ زیادہ لمبی نہ تھی اور میں نے اپنے آپ کو دیوار پر دیکھا تو میں نے کہا کہ اگر میں اس دیوار پر معلق رہا تو ہو سکتا ہے کہ میں اشجع کے مقتولوں پر اتروں تا کہ وہ مجھے خبر دیں۔ فرماتے ہیں: پس میں ایسی زمین پر اترا جو کہ ثمر دار یعنی سرسبز و شاداب تھی، تو میں نے ایک گروہ کو بیٹھے ہوئے دیکھا، میں نے کہا: تم شہداء ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں ہم فرشتے ہیں۔ میں نے کہا: شہید کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: بلند درجات کی طرف تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جاؤ۔ جب میں آگے بڑھا تو ایسا مقام دیکھا جس کی وسعت اور حسن و جمال اللہ ہی بہتر جانتا ہے، تو میں نے وہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم علیہ السلام سے فرمارہے تھے: آپ میری اُمت کے لیے مغفرت کی دعا کیجیے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا: آپ نہیں جانتے کہ ان میں سے بعضوں نے آپ کے بعد کیا نئے فتنے شروع کیے؟ انہوں نے اپنوں کا خون بہایا اور اپنے حاکم کو قتل کیا ہے۔ وہ ایسا کیوں نہیں کرتے جیسا میرے دوست سعد نے کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ نے مجھے جو دکھا دیا ہے اس میں یہ راہ سجھائی ہے کہ میں سعد کے پاس جاؤں۔ پس اس کا معاملہ دیکھوں تو اس کے ساتھ ہو جاؤں۔ لہٰذا، میں ان کے پاس آیا اور ان کو خواب کا واقعہ سنایا تو وہ اس سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا: وہ شخص بدنصیب ہے جس کے خلیل ابراہیم علیہ السلام نہ ہوں۔ میں نے کہا: آپ ان دو گروہوں میں سے کس کے ساتھ ہیں؟ انہوں نے کہا: میں ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ نہیں ہوں۔ میں نے کہا: آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ انہوں نے کہا: کیا آپ کے پاس مویشی ہیں؟ میں نے کہا: نہیں، انہوں نے فرمایا: مویشی خرید کر علیحدہ ہو جاؤ یہاں تک کہ صورتِ حال واضح ہو جائے۔

امام ابن عبد البر نے التمہید (1) میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (2) میں روایت میں مذکور ہفتنۃ ... ولی سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر امت مسلمہ میں پیدا ہونے والا فتنہ لیا ہے۔ یہی فتنہ پرور دہشت گرد لوگ ہی ظاہراً دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے، جن دو گروہوں کا اشارہ مذکورہ بالا روایت میں ہے۔

(1) ابن عبد البر، التمہید، 222:19، (2) عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، 172:2، رقم: 1979)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے لوگ فتنہ کی آگ بھڑکانے والے تھے۔

بھی دین میں بدعت کے مرتکب ہوئے اور یہی لوگ بدعتی کہلائے، یہی وہ فتنہ پرور، متعصب اور انتہا پسند لوگ تھے جنہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں جنگ صفین کے بعد خارجی گروہ کی باقاعدہ بنیاد رکھی تھی۔

عہد علوی میں خوارج کا تحریکی آغاز

فتنہ خوارج کے علم برداروں کے پیش نظر دین کے نام پر مسلم ریاست کو کرنا اور اس کی نظریاتی بنیادوں کو کھوکھلا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ یہ حکومت وقت کے خلاف مسلح جدوجہد اور بغاوت کے ذریعے دہشت گردانہ کارروائیاں کرتے ہیں اور مساجد و عبادت گاہوں، گھروں، تعلیمی اداروں، مارکیٹوں اور پرشہریوں کا خون بہاتے ہیں۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خوارج کا احتجاج مذاکرات اور پرامن مصالحت کے خلاف تھا جسے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے موقع پر تحکیم کی صورت میں اپنایا تھا۔ جب تک فضا جنگ جاری رہنے کے حق میں تھی خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں لڑنے کے لئے پیش پیش تھے۔ جونہی آپ رضی اللہ عنہ نے خون خرابے سے بچنے کے لئے تحکیم یعنی ثالثی کے راستے کو اپنایا تو وہ پرامن مصالحت اور ثالثی کے عمل کو رد کرتے ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے نکل گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر کہنے لگے اور واضح طور پر باغی اور دہشت گرد گروہ تیار کر کے نام نہاد جہاد کے نام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امت مسلمہ کے خلاف برسر پیکار ہو گئے۔ بے منظم ظہور کے وقت انہوں نے یہ نعرہ لگایا تھا:

لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ.

اللہ کے سوا کوئی حکم نہیں کر سکتا۔

1۔ خوارج کے اس عمل سے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آگاہی ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کَلِمَۃُ حَقٍّ أُرِیْدَ بِھَا بَاطِلٌ.

1۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، 2:749، رقم: 1066، 2۔ نسائی، السنن الکبریٰ، 5:160، رقم: 8562، 3۔ ابن ابی شیبۃ، المصنف، 7:557، رقم: 37907، 4۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، 8:171، رقم: 16478

بات تو حق ہے لیکن اس کا مقصود باطل ہے۔

2۔ بعض کتب میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

إن سکتوا غممناھم وإن تکلموا حججناھم وإن خرجوا علینا قاتلناھم.

(ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، 3:212، 213، 2۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، 3:114)

اگر وہ خاموش رہے تو ہم ان پر چھائے رہیں گے اور اگر انہوں نے کلام کیا تو ہم ان سے دلیل کے ساتھ بات کریں گے، اور اگر انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی تو ہم ان سے لڑیں گے۔

3۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف مسلح بغاوت کرتے ہوئے خوارج نے عراق کی سرحد پر واقع علاقے حروراء کو اپنا مرکز بنا لیا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف شرک اور بدعت کے الزامات لگائے، آپ کو کافر قرار دیا اور آپ کے خلاف مسلح

بغاوت کردی۔ یہ قتل وغارت گری اور دہشت گردی کی ابتداء تھی۔ اُن کا ابتدائی نقطہ نظر ہی یہ تھا:

تحكمون في أمر الله الرجال، لاحكم إلّا لله! (ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، 196 : 3)

تم اللہ کے امر میں آدمیوں کو حکم بناتے ہو؟ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی حکم نہیں کر سکتا۔

4۔ ایک خارجی لیڈر یزید بن عاصم محاربی نے خروج کرتے ہوئے خطبہ پڑھا:

تمام حمد اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے جس سے ہم مستغنی نہیں ہو سکتے۔ یا اللہ! ہم اس امر سے پناہ مانگتے ہیں کہ اپنے دین کے معاملے میں کسی قسم کی کمزوری اور خوشامد سے کام لیں کیونکہ اس میں ذلت ہے جو اللہ تعالیٰ کے غضب کی طرف لے جاتی ہے۔ اے علی! کیا تم ہمیں قتل سے ڈراتے ہو؟ آگاہ رہو! اللہ کی قسم! میں امید رکھتا ہوں کہ ہم تمہیں تلواروں کی دھار سے ماریں گے تب تم جان لوگے کہ ہم میں سے کون عذاب کا مستحق ہے۔ (ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، 313:3)

5۔ اسی طرح ایک اور خارجی لیڈر کے خطبہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

أخرجوا بنا من هذه القرية الظالم أهلها إلى بعض كور الجبال أو إلى بعض هذه المدائن منكرين لهذه البدع المضلة. (ابن أثير، الكامل في التاريخ، 3: 313، 314)

اس شہر کے لوگ ظالم ہیں، اس لیے تم (اس شہر کو چھوڑ کر) ہمارے ساتھ پہاڑوں یا دوسرے شہروں کی طرف نکل جاؤ جہاں کے مکین ان گمراہ کن بدعتوں سے انکاری ہوں۔

6۔ جب سب سرکردہ خوارج شریح ابن اوفی عبسی کے گھر جمع ہوئے تو اس مجلس میں ابن وہب نے کہا:

اشخصوا بنا إلى بلدة نجتمع فيها لإنفاذ حكم الله فإنكم أهل الحق. (ابن أثير، الكامل في التاريخ، 3: 314)

اب تم ہمارے ساتھ کسی ایسے شہر کی طرف کوچ کرو جس میں ہم سب جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا حکم جاری کریں کیونکہ اہلِ حق اب تمہی لوگ ہو۔

7۔ اب خوارج کا وہ بیان پڑھیے جو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خط کے جواب میں دیا:

فانك لم تغضب لربك وإنما غضبت لنفسك، فان شهدت على نفسك بالكفر واستقبلت التوبة، نظرنا فيما بيننا وبينك، وإلا فقط نبذناك على سواء أن الله لا يحب الخائنين.

(ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، 217:3)

اب تمہارا غضب خدا کے واسطے نہیں ہے اس میں تمہاری نفسانیت شریک ہے۔ تم اب بھی اگر اپنے کفر کا اقرار کرتے ہو، اور نئے سرے سے توبہ کرتے ہو تو دیکھا جائے گا ورنہ ہم نے تم کو دور کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

خوارج کے ان خطبات اور جوابی خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے ہوئے خود کو توحید اور حق کے علم بردار جب کہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) شرک اور بدعت کا نمائندہ تصور کر رہے تھے۔ بدعت اور شرک سے ان کی بزعمِ خویش نفرت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شہر کو بھی اس خیال سے کہ یہ بدعتیوں کا شہر ہے، چھوڑ دیا

اور جنگلوں، صحراؤں اور پہاڑوں میں گھات لگا کر بیٹھ گئے جہاں وہ اپنے مخالفین کو پکڑ کر ظلم و ستم کا نشانہ بناتے اور انہیں قتل کر دیتے۔ بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر لے کر خوارج کی ریشہ دوانیوں، دین دشمن کارروائیوں اور سازشوں کے جواب میں ان کے خلاف عسکری کارروائی کی اور انہیں شکست فاش سے دوچار کیا۔ کیوں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات گرامی میں ان کا قلع قمع کر دینے کی پیشین گوئی اور حکم فرمایا تھا۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ریاستی سطح پر ان کی سرکوبی کی۔

امام مسلم اور دیگر محدثین نے یہ پورا واقعہ بالتفصیل حضرت زید بن وہب جہنی سے روایت کیا ہے جو کہ درج ذیل ہے:

أَنَّهُ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِينَ كَانُوا مَعَ عَلِيٍّ رضی الله عنه الَّذِينَ سَارُوا إِلَى الْخَوَارِجِ. فَقَالَ عَلِيٌّ رضی الله عنه: أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی الله علیه وسلم يَقُولُ: يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَيْسَ قِرَاءَتُكُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلَا صَلَاتُكُمْ إِلَى صَلَاتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلَا صِيَامُكُمْ إِلَى صِيَامِهِمْ بِشَيْءٍ. يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ يَحْسِبُونَ أَنَّهُ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ. لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ. يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. لَوْ يَعْلَمُ الْجَيْشُ الَّذِينَ يُصِيبُونَهُمْ مَا قُضِيَ لَهُمْ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ صلی الله علیه وسلم لَاتَّكَلُوا عَنِ الْعَمَلِ وَآيَةُ ذَلِكَ أَنَّ فِيهِمْ رَجُلًا لَهُ عَضُدٌ وَلَيْسَ لَهُ ذِرَاعٌ عَلَى رَأْسِ عَضُدِهِ مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْيِ عَلَيْهِ شَعَرَاتٌ بِيضٌ. فَتَذْهَبُونَ إِلَى مُعَاوِيَةَ وَأَهْلِ الشَّامِ وَتَتْرُكُونَ هَؤُلَاءِ يَخْلُفُونَكُمْ فِي ذَرَارِيِّكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَاللهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَكُونُوا هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ فَإِنَّهُمْ قَدْ سَفَكُوا الدَّمَ الْحَرَامَ وَأَغَارُوا فِي سَرْحِ النَّاسِ فَسِيرُوا عَلَى اسْمِ اللهِ.

قَالَ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ فَنَزَّلَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ مَنْزِلًا حَتَّى قَالَ مَرَرْنَا عَلَى قَنْطَرَةٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا وَعَلَى الْخَوَارِجِ يَوْمَئِذٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ الرَّاسِبِيُّ فَقَالَ لَهُمْ: أَلْقُوا الرِّمَاحَ وَسُلُّوا سُيُوفَكُمْ مِنْ جُفُونِهَا فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يُنَاشِدُوكُمْ كَمَا نَاشَدُوكُمْ يَوْمَ حَرُورَاءَ. فَرَجَعُوا فَوَحَّشُوا بِرِمَاحِهِمْ وَسَلُّوا السُّيُوفَ وَشَجَرَهُمُ النَّاسُ بِرِمَاحِهِمْ. قَالَ: وَقُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَمَا أُصِيبَ مِنَ النَّاسِ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ يَوْمَئِذٍ إِلَّا رَجُلَانِ. فَقَالَ عَلِيٌّ رضی الله عنه: الْتَمِسُوا فِيهِمُ الْمُخْدَجَ فَالْتَمَسُوهُ فَلَمْ يَجِدُوهُ. فَقَامَ عَلِيٌّ رضی الله عنه بِنَفْسِهِ حَتَّى أَتَى نَاسًا قَدْ قُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ قَالَ: أَخِّرُوهُمْ فَوَجَدُوهُ مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ فَكَبَّرَ. ثُمَّ قَالَ: صَدَقَ اللهُ، وَبَلَّغَ رَسُولُهُ. قَالَ: فَقَامَ إِلَيْهِ عَبِيدَةُ السَّلْمَانِيُّ: فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! هُوَ وَاللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَسَمِعْتَ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه وسلم. فَقَالَ: إِي وَاللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ! حَتَّى اسْتَحْلَفَهُ ثَلَاثًا، وَهُوَ يَحْلِفُ لَهُ.

1. مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج، 2: 748، رقم: 1066، 2. ابوداود، السنن، کتاب السنة، باب فی قتال الخوارج، 4: 244، رقم: 47683. نسائی، السنن الکبری، 5: 163، رقم: 8571، 4. احمد بن حنبل، المسند، 1: 91، رقم: 7065. عبد الرزاق، المصنف، 10: 1476. بزار، مسند، 2:

197، رقم: 581

وہ (حضرت زید بن وہب) اس لشکر میں تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج سے جنگ کے لئے گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں ایک گروہ ظاہر ہوگا وہ ایسا (خوبصورت) قرآن پڑھے گا کہ ان کے پڑھنے کے سامنے تمہارے قرآن پڑھنے کی کوئی حیثیت نہ ہوگی، ان کی نمازوں کے سامنے تمہاری نمازوں کی کچھ حیثیت نہ ہوگی، ان کے روزوں کے سامنے تمہارے روزوں کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔ وہ یہ سمجھ کر قرآن پڑھیں گے کہ وہ ان کے حق میں ہے حالانکہ وہ ان کے خلاف حجت ہوگا۔ نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی اور وہ اسلام سے ایسے خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔ جو لشکر ان کی سرکوبی کے لیے جا رہا ہوگا اگر وہ اس ثواب کو جان لے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر کیا ہے تو وہ باقی اعمال کو چھوڑ کر اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک ایسا آدمی ہوگا جس کے شانہ میں ہڈی نہیں ہوگی اور اس کے شانہ کا سر عورت کے پستان کی طرح ہوگا جس پر سفید رنگ کے بال ہوں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (اپنے لشکر سے) فرمایا: تم معاویہ اور اہل شام کی طرف جاتے ہو مگر ان خوارج کو چھوڑ جاتے ہو تا کہ یہ تمہارے پیچھے تمہاری اولاد اور تمہارے اموال کو ایذا دیں، بخدا! مجھے امید ہے کہ یہ وہی قوم ہے جس نے ناحق خون بہایا اور لوگوں کی چراگاہوں یعنی اموال کو لوٹ لیا، تم اللہ کا نام لے کر ان سے قتال کے لیے روانہ ہو جاؤ۔

سلمہ بن کہیل کہتے ہیں: پھر مجھ سے (اس کے راوی) زید بن وہب نے ایک ایک منزل کا تذکرہ کیا اور بیان کیا کہ جب ہم جا کر ان سے ملے تو ہمارا ایک پل سے گزر ہوا، اس وقت خوارج کا سپہ سالار عبداللہ بن وہب راسبی تھا، اس نے حکم دیا کہ اپنے نیزے پھینک دو اور تلواریں میان سے نکال لو کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ یہ تم پر اس طرح حملہ کریں گے جس طرح یوم حروراء میں کیا تھا۔ چنانچہ وہ پھرے، انہوں نے اپنے نیزے پھینک دیے اور تلواریں سونت لیں، لوگوں نے ان پر اپنے نیزوں سے حملہ کیا اور بعض نے بعض کو قتل کرنا شروع کر دیا، اس روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے صرف دو آدمی شہید ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان میں اس ناقص آدمی کو تلاش کرو، انہوں نے اسے ڈھونڈا لیکن وہ نہ ملا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود اٹھے اور وہاں گئے جہاں ان کی لاشیں ایک دوسرے پر پڑی تھیں، آپ نے فرمایا: ان لاشوں کو اٹھاؤ۔ تو اس (علامت والے مطلوب) شخص کو زمین پر لگا ہوا پایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اکبر، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تک صحیح احکام پہنچائے۔ عبیدہ سلمانی کھڑے ہوئے اور کہا: امیر المؤمنین! اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ کیا آپ نے خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی تھی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں اللہ رب العزت کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تین مرتبہ حلف لیا اور آپ نے تین مرتبہ قسم کھائی۔

بعض روایات میں اس ناقص بازو والے شخص کی علامات بھی بیان کی گئی ہیں کہ وہ شخص سیاہ رنگ کا ہوگا اور اُس کا ہاتھ بکری کے تھن یا عورت کے پستان کے سر کی طرح ہوگا۔ جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ گروہ خوارج کا قلع قمع کر چکے تو

فرمایا: اس نشانی والے آدمی کو تلاش کرو۔ انہوں نے اسے ڈھونڈا مگر وہ نہ ملا، فرمایا: اس کو پھر جا کر تلاش کرو، بخدا نہ میں نے جھوٹ بولا ہے نہ مجھے جھوٹ بتایا گیا ہے، یہ بات انہوں نے دو یا تین بار کہی، حتیٰ کہ لوگوں نے اسے ایک کھنڈر میں ڈھونڈ لیا اور اس کی لاش لا کر حضرت علی کے سامنے رکھ دی۔ اس واقعے کے راوی عبید اللہ کہتے ہیں: میں اس سارے معاملہ میں ان کے پاس موجود تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ان خوارج کے بارے میں ہی تھا۔

1. مسلم، صحیح، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، 2: 749، رقم: 1066، 2. نسائی، السنن الکبریٰ، 5: 160، رقم: 8562، 3. ابن حبان، الصحیح، 15: 387، رقم: 6939، 4. بیہقی، السنن الکبریٰ، 8: 171، رقم: 16478

خوارج کا یہ حال دیگر کتب حدیث میں مزید تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے جسے حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

لما فارقت الخوارج عليًا خرج في طلبهم وخرجنا معه. فانتهينا إلى عسكر القوم فإذا لهم دوي كدوي النحل من قراءة القرآن، وفيهم أصحاب الثفنات وأصحاب البرانس. فلما رأيتهم دخلني من ذلك شدة فتنحيت فركزت رمحي ونزلت عن فرسي ووضعت برنسي، فنشرت عليه درعي، وأخذت بمقود فرسي فقمت أصلي إلى رمحي وأنا أقول في صلاتي: اللّٰهم إن كان قتال هؤلاء القوم. لك طاعة فإذن لي فيه. وإن كان معصية فأرني براءتك فأنا كذلك إذا أقبل علي بن أبي طالب رضي الله عنه على بغلة رسول الله صلى الله عليه وسلم. فلما حاذاني قال: تعوذ بالله يا جندب، من شر الشك. فجئت أسعى إليه. ونزل، فقام يصلي إذا أقبل رجل على برذون يقرب به. فقال: يا أمير المؤمنين. قال: ما شأنك حاجة في القوم؟ قال: وما ذاك؟ قال: قد قطعوا النهر. فذهبوا. قلت: الله أكبر. فقال علي: ما قطعوه. ثم جاء آخر يستحضر بفرسه. فقال: يا أمير المومنين. قال: ما تشاء؟ قال: ألك حاجة في القوم؟ قال وما ذاك؟ قال: قد قطعوا النهر. فقال علي: ما قطعوه ولا يقطعوه. وليقتلن دونه عهد من الله ورسوله صلى الله عليه وسلم. ثم ركب. فقال لي: يا جندب! أما أنا فأبعث إليهم رجلا يقرأ المصحف. يدعو إلى كتاب ربهم وسنة نبيهم. فلا يقبل علينا بوجهه حتى يرشقوه بالنبل. يا جندب. اما انه لا يقتل منا عشرة ولا ينجو منهم عشرة. ثم قال: من يأخذ هذا المصحف فيمشي به إلى هؤلاء القوم فيدعوهم إلى كتاب ربهم وسنة نبيهم وهو مقتول وله الجنة فلم يجبه إلا شاب من بني عامر بن صعصعة. فقال له علي: خذ. فأخذ المصحف. فقال: أما إنك مقتول. ولست تقبل علينا بوجهك حتى يرشقوك بالنبل. فخرج الشاب بمشي بالمصحف إلى القوم. فلما دنا منهم حيث سمعوا القتال قبل أن يرجع فرماه إنسان، فأقبل علينا بوجهه. فقعد فقال علي: دونكم القوم. قال جندب

:فقتلت بكفي هذه ثمانية قبل أن أصلي الظهر وما قتل منا عشرة ولا نجا منهم عشرة.

(طبرانی، المعجم الاوسط، 227:4، رقم: 4051، 2۔ہیثمی، مجمع الزوائد، 227:4، 3۔عسقلانی، فتح الباری، 296:12، 4۔شوکانی، نیل الاوطار، 349:7)

جب خوارج علیحدہ ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی تلاش میں نکلے اور ہم بھی ساتھ تھے۔ جب ہم ان کے لشکر کے قریب پہنچے تو قرآن شریف پڑھنے کا ایک شور سنائی دیا۔ ان خوارج کی یہ حالت تھی کہ ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشانات نمایاں تھے۔ وہ ٹوپیاں اوڑھے ہوئے کمال درجہ کے زاہد و عابد نظر آ رہے تھے۔ ان کا یہ حال دیکھ کر تو ان سے قتال مجھ پر نہایت شاق ہوا۔ میں اپنے گھوڑے سے اُترا اور الگ ہو کر اپنا نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور اپنی ٹوپی اس پر رکھ دی اور زرہ لٹکا دی۔ پھر میں نے گھوڑے کی لگام پکڑی اور نیزہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی اور میں نماز کے دوران میں دل میں کہہ رہا تھا: الٰہی! اگر اس قوم کا قتل کرنا تیری طاعت ہے تو مجھے اجازت مل جائے اور اگر معصیت ہے تو مجھے اس رائے پر اطلاع ہو۔ ہنوز اس دعا سے فارغ نہ ہوا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہا: اے جندب! شک کے شر سے پناہ مانگو۔ میں یہ سنتے ہی ان کی طرف دوڑا تو وہ اتر کر نماز پڑھنے لگے۔ اتنے میں ایک شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہا: یا امیر المومنین! کیا آپ کو ان لوگوں سے جنگ کی ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ اُس نے کہا: وہ سب نہر عبور کر کے پار چلے گئے ہیں، (اب ان کا تعاقب مشکل ہے)۔ میں نے کہا: اللہ اکبر۔ پھر ایک اور شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا حاضر ہوا، اس نے کہا: اے امیر المومنین! آپ نے فرمایا: کیا چاہتے ہو؟ کہنے لگا: کیا آپ کو اس قوم سے جنگ کی ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا ہوا ہے؟ کہنے لگا: انہوں نے نہر عبور کر لی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، وہ پار گئے ہیں نہ جا سکیں گے۔ جو ان کے مقابلے میں مارا جائے گا، اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے لیے جنت کا وعدہ ہے۔ پھر آپ سوار ہوئے اور مجھے فرمایا: اے جندب! میں ان کی طرف آدمی بھیجوں گا جو انہیں قرآنی احکام پڑھ کر سنائے گا اور انہیں کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دے گا۔ وہ رُخ نہیں پھیرے گا حتی کہ وہ لوگ اس کو تیروں کی باڑ پر رکھ لیں گے۔ اے جندب! ہمارے دس شہید نہیں ہوں گے اور ان کے دس آدمی نہیں بچیں گے۔ پھر فرمایا: کوئی ہے جو یہ مصحف (قرآن) اس قوم کی طرف لے جائے اور ان کو اللہ کی کتاب اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف بلائے، وہ مارا جائے گا اور اس کے لیے جنت ہوگی۔ بنی عامر کے ایک جوان کے سوا کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ نے اسے فرمایا: یہ مصحف لے جاؤ! اُس نے مصحف لے لیا۔ آپ نے فرمایا: اب تم لوٹ کر نہیں آؤ گے، وہ تمہیں تیروں کی باڑ پر رکھ لیں گے۔ وہ جوان قرآن لے کر ان کی طرف روانہ ہوا اور جب ایسی جگہ پہنچا جہاں سے وہ ان کی آواز سن سکتا تھا تو وہ اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور تیر چلانے شروع کر دیے، پس اُس نے ہماری طرف رُخ کیا اور (تیر لگنے کی وجہ سے) گر گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آدمیوں سے فرمایا: اب تم بھی حملہ کر دو۔ حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نماز ظہر تک ان کے آٹھ ساتھی قتل کر ڈالے۔ (جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا) ہمارے دس آدمی شہید نہ ہوئے اور ان کے دس آدمی نہ بچے۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ پر خوارج کی ظاہری پارسائی، ان کی دین داری اور عبادت و ریاضت کا بہت اثر تھا باوجودیکہ وہ

صورت ان میں موجود تھیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی تھیں اور ساری پیشین گوئیاں بھی صحیح ثابت ہوئی تھیں مگر ان کی وضع قطع اور پرہیزگاری دیکھ کر پھر بھی ان کا دل ڈرتا تھا کہ کہیں ان کے ہاتھ سے حق پرست لوگ قتل نہ ہو جائیں۔

مسند احمد بن حنبل، السنن الکبریٰ للنسائی اور دیگر کتب میں طارق بن زیاد کا بیان ہے:

خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّ رضی الله عنه إِلَى الْخَوَارِجِ فَقَتَلَهُمْ، ثُمَّ قَالَ: انْظُرُوا فَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: إِنَّهُ سَيَخْرُجُ قَوْمٌ يَتَكَلَّمُونَ بِالْحَقِّ لَا يُجَاوِزُ حَلْقَهُمْ، يَخْرُجُونَ مِنَ الْحَقِّ كَمَا يَخْرُجُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ سِيمَاهُمْ أَنَّ فِيهِمْ رَجُلًا أَسْوَدَ مُخْدَجَ الْيَدِ، فِي يَدِهِ شَعَرَاتٌ سُودٌ، إِنْ كَانَ هُوَ فَقَدْ قَتَلْتُمْ شَرَّ النَّاسِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ هُوَ فَقَدْ قَتَلْتُمْ خَيْرَ النَّاسِ، فَبَكَيْنَا ثُمَّ قَالَ: اطْلُبُوا، فَطَلَبْنَا، فَوَجَدْنَا الْمُخْدَجَ فَخَرَرْنَا سُجُودًا وَخَرَّ عَلِيٌّ رضی الله عنه مَعَنَا.

1. نسائی، سنن الکبریٰ، 5:161، رقم: 8566؛ 2. احمد بن حنبل، المسند، 1:107، رقم: 8483؛ احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، 2:714، رقم: 1224؛ 4. خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 14:362، رقم: 7689؛ 5. مروزی، تعظیم قدر الصلاۃ، 1:256، رقم: 247

ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج کی طرف (ان سے جنگ کے لیے) نکلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا خاتمہ کیا، پھر فرمایا: دیکھو بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب ایسے لوگ نکلیں گے کہ حق کی بات کریں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی، وہ حق سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک شخص سیاہ فام ہوگا جس کا ہاتھ ناقص اور اس پر سیاہ بال ہوں گے۔ اس کو ڈھونڈو، اگر وہ شخص ان میں ہے تو سمجھ جاؤ کہ تم نے بدترین لوگوں کو مارا اور اگر وہ نہ ملا تو سمجھ لو کہ تم نے بہترین لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ یہ سن کر ہمیں سخت پریشانی ہوئی اور ہم رونے لگے۔ آپ نے فرمایا: ڈھونڈو تو سہی۔ جب خوب تلاش کی گئی تو اس شخص کی لاش مل گئی۔ تمام اہل لشکر سجدۂ شکر میں گر گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ہمارے ساتھ سجدۂ شکر ادا کیا۔

خوارج کے عقائد و نظریات

اب تک کی گئی بحث سے واضح ہو گیا کہ بعض اوقات معاشرے میں ایسا کج فہم اور تنگ نظر طبقہ بھی پیدا ہو جاتا ہے، جو بالکل ناداں، دینی حکمت و بصیرت اور اس کے تقاضوں سے مکمل طور پر نا آشنا ہوتا ہے۔ وہ ظاہری طور پر صالح اعمال کی سختی سے پابندی کرتا ہے جس کے باعث وہ اس گھمنڈ میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ وہ پکا مسلمان اور دین کا پاسبان ہے اور اسے اللہ کے مقرب ہونے کا درجہ حاصل ہے، اس کے سوا باقی سب کفر و شرک میں مبتلا اور خدا کے نافرمان ہیں۔ اس لیے اس کا حق بنتا ہے کہ وہ بزور بازو انہیں بھی راہ راست پر لائے، وہ گروہ اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ (1) (اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت کے ساتھ بلایے) اور لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (2) (دین میں کوئی زبردستی نہیں) کو بالکل بھول جاتا ہے۔ شیطان اس کے ذہن میں ڈال دیتا ہے کہ وہ سب سے افضل داعی اور سچا مسلمان ہے بلکہ اس کے مقابلے میں دوسرے لوگ مسلمان ہی نہیں۔ اس لیے اس کا حق بنتا ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو بھی اپنا ہم خیال بنائے۔ یہی وہ موڑ ہے جہاں پر شیطان ان کو اپنے ڈھب پر لے آتا ہے اور ان کے ذہن

میں یہ فاسد خیال ڈال دیتا ہے کہ تم جیسا کوئی نہیں۔ تم ان بے عمل مسلمانوں کو اپنے طریق پر لانے یا انہیں ختم کرنے کے لیے ان کے ساتھ جو چاہے سلوک کرو، خوں ریزی اور دہشت گردی کرو، مال ومتاع لوٹو، تمہیں کوئی گناہ نہیں ہوگا، تم جو کچھ کرو گے سب جہاد ہوگا۔ ان ہی کے بارے میں قرآن مجید نے فرمایا ہے کہ اللہ کے ہاں یہ خسارہ پانے والا گروہ ہوگا، مگر وہ خود کو بڑا نیکوکار سمجھے گا اور اس گھمنڈ میں مبتلا ہوگا کہ وہ بڑی خیر پھیلا رہا ہے۔(1) النحل،125:16 (2) البقرۃ،256:2

(3) قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا (الکہف،18:103،104)

فرما دیجیے: کیا ہم تمہیں ایسے لوگوں سے خبردار کردیں جو اعمال کے حساب سے سخت خسارہ پانے والے ہیں ○ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جدوجہد دنیا کی زندگی میں ہی برباد ہوگئی اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بڑے اچھے کام انجام دے رہے ہیں ○

1۔ خوارج کے باطل عقائد ومزعومات کے بارے میں امام شہرستانی (م548ھ) الملل والنحل میں لکھتے ہیں:

كبار فرق الخوارج ستة: الازارقة والنجدات والعجاردة والثعالبة والاباضية والصفرية والباقون فروعهم، ويرون الخروج على الامام إذا خالف السنة حقا واجبا.... هم الذين خرجوا على أمير المؤمنين علي رضي الله عنه حين جرى أمر الحكمين واجتمعوا بحروراء من ناحية الكوفة ورئيسهم عبد الله بن الكواء وعتاب بن الاعور وعبد الله بن وهب الراسبي وعروة بن جرير ويزيد بن عاصم المحاربي وحرقوص بن زهير البجلي المعروف بذي الثدية وكانوا يومئذ في اثني عشر ألف رجل أهل صلاة وصيام أعني يوم النهروان. . . وهم الذين أولهم ذو الخويصرة وآخرهم ذو الثدية. شهرستاني، (الملل والنحل:115)

خوارج کے بڑے بڑے گروہ چھ ہیں: ازارقہ، نجدات، عجارہ، ثعالبہ، اباضیہ، صفریہ اور بقیہ خوارج ان کی فروع ہیں (اس طرح ان کے کل فرقے بیس بن جاتے ہیں) اور جب کوئی حکومت، سنت کی مخالفت کرے تو یہ اس کے مقابلہ میں بغاوت کو واجب سمجھتے ہیں۔۔۔۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اس وقت بغاوت کی جب تحکیم (ثالثی) کا حکم جاری ہوا تھا، اور جو لوگ حروراء کے مقام پر کوفہ کی ایک جانب جمع ہوگئے تھے۔ ان کے بانیان عبد اللہ بن الکواء، عتاب بن الاعور، عبد اللہ بن وہب راسبی، عروہ بن جریر، یزید بن عاصم محاربی، حرقوص بن زہیر بجلی المعروف بہ ذو الثدیہ تھے۔ اُس وقت یعنی نہروان کی جنگ کے وقت ان کی تعداد بارہ ہزار تھی اور یہ صوم وصلاۃ کے بہت پابند تھے۔۔۔۔ اور یہ وہی لوگ ہیں جن کا پہلا شخص ذوالخویصرہ اور (پہلے منظم ظہور میں) آخری ذو الثدیہ ہے۔

2۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

وقال القاضي أبو بكر بن العربي: الخوارج صنفان أحدهما يزعم أن عثمان وعليا وأصحاب الجمل وصفين وكل من رضي بالتحكيم كفار والآخر يزعم أن كل من أتى كبيرة فهو كافر مخلد في النار أبدا

وزنہ لھم ۃ علی معتقد الخوارج أن من لم یخرج ویحارب المسلمین فھو کافر، ولو اعتقد معتقدھم.

(ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 12:283،285)

قاضی ابو بکر بن عربی نے فرمایا: خوارج کی دو قسمیں ہیں۔ جن میں سے ایک گروہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، جنگ جمل وصفین میں حصہ لینے والے تمام لوگ اور ہر وہ شخص جو تحکیم (arbitration) سے راضی ہوا، سب کافر ہیں۔ اور دوسرا گروہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جس شخص نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا وہ کافر ہے جو ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اور (یمامہ کے خارجی لیڈر) نجدہ بن عامر نے خوارج کے ان مذکورہ بالا عقائد پر اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص امتِ مسلمہ کے خلاف بغاوت اور ان (خوارج) کے ساتھ مل کر مسلح جنگ نہ کرے تو وہ بھی کافر ہے چاہے وہ ان (خوارج) جیسے عقائد ہی رکھتا ہو۔

3۔ خوارج کے کفریہ عقائد اور مسلمانوں کے خلاف ان کے انتہاء پسندانہ، ظالمانہ اور متعصبانہ رویے کو بیان کرتے ہوئے ابن تیمیہ نے لکھا ہے:

فکانوا کما نعتھم النبی صلی اللہ علیه وسلم: یقتلون أھل الاسلام ویدعون أھل الاوثان وکفروا علی بن أبی طالب وعثمان بن عفان ومن والاھما. وقتلوا علی بن أبی طالب مستحلین لقتله. قتله عبد الرحمن بن ملجم المرادی منھم. وکان ھو وغیرہ من الخوارج مجتھدین فی العبادۃ. لکن کانوا جھالاً فارقوا السنة والجماعة: فقال ھؤلاء: ما الناس إلا مؤمن أو کافر، والمؤمن من فعل جمیع الواجبات وترك جمیع المحرمات: فمن لم یکن کذلك فھو کافر: مخلد فی النار. ثم جعلوا کل من خالف قولھم کذلك. فقالوا: ان عثمان وعلیاً ونحوھما حکموا بغیر ما أنزل اللہ، وظلموا فصاروا کفاراً.

(1) 1۔ بخاری، الصحیح، کتاب الانبیاء، باب قصۃ یاجوج وماجوج، 3:1219، رقم: 3166، 2۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکوۃ، باب اعطاء المؤلفۃ، 2:741، رقم: 1064، 3۔ ابو داود، السنن، 4:243، رقم: 2764، 4۔ نسائی، السنن، 5:87، رقم: 2578، 5۔ احمد بن حنبل، المسند، 3:68، رقم: 11666، (2) ابن تیمیہ، مجموع فتاویٰ، 7:481

خوارج ایسے لوگ تھے جن کی صفت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان کی تھی کہ وہ اہلِ اسلام سے لڑیں گے اور بت پرستوں سے صلح رکھیں گے۔ انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور اُن کا ساتھ دینے والوں کی تکفیر کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خون کو مباح قرار دیتے ہوئے اُنہیں شہید کیا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عبد الرحمن بن ملجم المرادی نے شہید کیا جو کہ خارجیوں میں سے تھا۔ یہ اور اس کے علاوہ دیگر خوارج بہت عبادت گذار تھے لیکن حقیقت میں وہ حکمت دین سے نابلد تھے کیوں کہ انہوں نے سنت اور جماعت کو چھوڑ دیا تھا۔ ان کے عقیدے کے مطابق انسان مومن ہوگا یا کافر۔ ہذا ان کے نزدیک مؤمن وہ ہے جو تمام واجبات پر عمل کرے اور تمام محرمات کو ترک کرے۔ جو ایسا نہیں کرتا وہ کافر اور جہنمی ہے۔ پھر انہوں نے ہر اُس شخص کی بھی اسی طرح تکفیر کرنا شروع کر دی جس نے ان کی باتوں کی مخالفت کی۔

انہوں نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اوران کی طرح دیگر لوگوں نے اللہ تعالی کے نازل کردہ احکام کے خلاف حکومت کی ہے اوروہ ظلم کا ارتکاب کرتے رہے۔ پس یہ سارے کافر ہو گئے ہیں۔ (نعوذ باللہ۔)

اگر خوارج کے عقائد اوران کی خصوصیات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ ثابت ہوگا کہ خوارج نے نہ صرف سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کی بلکہ مسلمانوں کا خون بہانا بھی جائز قرار دے دیا۔ ابن تیمیہ خوارج کی معروف و مشہور خصوصیات بیان کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

ولهم خاصتان مشهورتان فارقوا بهما جماعة المسلمين وأئمتهم : أحدهما : خروجهم عن السنة، وجعلهم ما ليس بسيئة سيئة، أو ما ليس بحسنة حسنة. الفرق الثاني في الخوارج وأهل البدع : إنهم يكفرون بالذنوب والسيئات. ويترتب على تكفيرهم بالذنوب استحلال دماء المسلمين وأموالهم وإن دار الاسلام دار حرب ودارهم هي دار الايمان. (ابن تيمیہ، مجموع فتاوی، 19:72، 73)

خوارج میں دو بدعات ایسی ہیں جو ان ہی کا خاصہ ہیں اور جن کی آڑ لے کر انہوں نے اہلِ اسلام اور اسلامی ریاست کا ساتھ چھوڑا : ایک یہ کہ انہوں نے سنت سے انحراف کیا؛ دوسری یہ کہ امورِ حسنہ کو امورِ سیئہ اور امورِ سیئہ کو امورِ حسنہ بنا دیا۔

خوارج اور اہلِ بدعت میں دوسرا گروہ وہ ہے جو گناہوں اور معصیتوں پر بھی لوگوں کو کافر قرار دیتا ہے اور اس بنا پر یہ مسلمانوں کا خون بہانا اوران کے اموال لوٹنا مباح جانتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ دار الاسلام، دار الحرب ہے اور صرف ان کے اپنے گھر ہی دار الایمان ہیں۔

4۔خوارج کا ایک نام حروریہ بھی ہے کیوں کہ دہشت گردوں کا پہلا گروہ عہد علوی رضی اللہ عنہ میں حروراء کے مقام پر خوارج کے نام سے منظرِ عام پر آیا تھا۔ چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانی فتح الملہم میں لکھتے ہیں:

قوله صلى الله عليه وسلم : عَنِ الحَرُورِيَّةِ إلخ : هم الخوارج جمع خارجة، أي طائفة، وهم قوم مبتدعون سُمّوا بذلك لخروجهم عن الدين، وخروجهم على خيار المسلمين، وأصل ذلك أنّ بعض أهل العراق أنكروا سيرة بعض أقارب عثمان، فطعنوا على عثمان بذلك، وكان يقال لهم : القُرّاء، لشدّة اجتهادهم في التلاوة والعبادة. إلّا أنهم كانوا يتأوّلون القرآن على غير المراد منه، ويستبدّون برأيهم، ويتنطعون في الزهد والخشوع و غير ذلك. فلمّا قتل عثمان قاتلوا مع علي رضي الله عنه، واعتقدوا كفر عثمان ومن تابعه، واعتقدوا إمامة علي رضي الله عنه وكفر من قاتله من أهل الجمل، (فانكروا التحكيم، فتركوه بصفين وصاروا خوارج). (شبیر احمد عثمانی، فتح الملہم، 5:158)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول عن الحروریہ میں حروریہ سے مراد خوارج ہیں اور خوارج خارجۃ کی جمع ہے جس کا مطلب ہے گروہ۔ یہ بدعتی لوگ ہیں جنہیں یہ نام ان کے دین سے خارج ہونے اور نیکوکار مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی وجہ سے دیا گیا۔ اس واقعہ کی اصل یہ ہے کہ بعض اہلِ عراق نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض قرابت داروں کے کردار پر اعتراض کیا اور

اس وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی برا بھلا کہا۔ ان خارجیوں کو ان کی تلاوت اور عبادت میں سخت ریاضت کی وجہ سے قراء کہا جاتا تھا، مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ قرآن کی من مانی تاویلیں کرتے تھے، اپنی رائے کو حتمی سمجھتے تھے اور زہد وخشوع وغیرہ میں غلو سے کام لیتے تھے۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر قتال کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے پیروکاروں کے کفر کا عقیدہ بنالیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکومت کو مانا اور اہل جمل میں سے جن لوگوں نے آپ کے ساتھ لڑائی کی ان کو کافر قرار دیا۔ (پھر انہوں نے تحکیم کا انکار کیا اور صفین کے مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور خوارج قرار پائے)۔

وہ مزید لکھتے ہیں:

وهم ثمانية آلاف، وقيل: كانوا أكثر من عشرة آلاف.... فتنادوا من جوانب المسجد: لا حكم إلا الله، فقال: كلمة حق يراد بها باطل، فقال لهم: لكم علينا ثلاثة: أن لا نمنعكم من المساجد، ولا من رزقكم من الفيء، ولا نبدؤكم بقتال ما لم تحدثوا فساداً، وخرجوا شيئاً بعد شيء إلى أن اجتمعوا بالمدائن، ... فأصروا على الامتناع حتى يشهد على نفسه بالكفر لرضاه بالتحكيم .... ثم اجتمعوا على أن من لا يعتقد معتقدهم يكفر ويباح دمه وماله وأهله... فقتلوا من اجتاز بهم من المسلمين. (شبیر احمد عثمانی، فتح الملہم، 5:158)

ان کی تعداد آٹھ ہزار تھی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دس ہزار سے زیادہ تھی۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ جب خطاب فرما رہے تھے) تو انہوں نے مسجد کے ایک کونے سے نعرہ لگایا: لا حکم إلا الله. تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بات تو حق ہے مگر اس کا مقصود باطل ہے۔ پھر آپ نے انہیں فرمایا: تمہاری تین باتیں ہم اپنے ذمے واجب کرتے ہیں: ایک یہ کہ ہم تمہیں مساجد سے نہیں روکیں گے۔ اور (دوسرا) نہ ہی مال غنیمت میں سے تمہارے رزق کو روکیں گے۔ اور (تیسرا) ہم تمہارے ساتھ جنگ میں پہل نہیں کریں گے جب تک کہ تم فساد انگیزی کے مرتکب نہ ہوئے۔ پھر وہ تھوڑے تھوڑے نکلتے رہے، یہاں تک کہ مدائن میں جمع ہوگئے۔ پھر وہ اپنی ہٹ دھرمی پر ڈٹے رہے (اور یہ شرط رکھی) کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تحکیم اور پر راضی ہونے کی وجہ سے اپنے کافر ہونے کا اقرار کریں (نعوذ باللہ)۔ پھر وہ تمام خوارج اس بات پر متفق ہوئے کہ جو کوئی بھی ان کا عقیدہ نہ رکھے وہ کافر ہے اور اس کا خون، مال اور اہل وعیال مباح اور حلال ہیں۔ پھر جو مسلمان بھی ان کے قریب سے گزرتا اسے قتل کر دیتے۔

اس کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانی مزید بیان کرتے ہیں:

فهذا ملخص أول أمرهم، فكانوا مختفين في خلافة علي رضي الله عنه حتى كان منهم عبد الرحمن بن ملجم الذي قتل عليًا رضي الله عنه بعد أن دخل علي رضي الله عنه في صلاة الصبح، ... فظهر الخوارج حينئذٍ بالعراق مع نافع بن الازرق، وباليمامة مع نجدة بن عامر، وزاد نجدة على معتقد الخوارج أن من لم يخرج ويحارب المسلمين فهو كافر، ولو اعتقد معتقدهم.... وكفروا من ترك الامر

بالمعروف والنهي عن المنكر إن كان قادراً، وإن لم يكن قادراً فقد ارتكب كبيرة، وحكم مرتكب الكبيرة عندهم حكم الكافر. قال أبو منصور البغدادي في المقالات : عدة فرق الخوارج عشرون فرقة. (شبیر احمد عثمانی، فتح الملہم، 5: 158)

یہ ان کے آغاز کا خلاصہ ہے۔ پس یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں روپوش ہو گئے تھے یہاں تک کہ ان میں سے عبدالرحمن بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اُس وقت شہید کر دیا جب آپ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز شروع کر چکے تھے۔۔۔۔ پس اس وقت خوارج نافع بن ازرق کے ساتھ عراق میں اور یمامہ میں نجدہ بن عامر کے ساتھ ظاہر ہو گئے۔ اور نجدہ نے خوارج کے عقیدہ میں یہ اضافہ بھی کیا کہ جو شخص (مسلمانوں کی جماعت سے) بغاوت نہ کرے اور مسلمان کے ساتھ جنگ نہ کرے وہ بھی کافر ہے اگرچہ وہ خوارج کا عقیدہ بھی مانتا ہو۔۔۔۔ انہوں نے قدرت کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تارک کو کافر قرار دیا اور اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے؛ اور گناہِ کبیرہ کے مرتکب کا حکم بھی ان کے نزدیک کافر کا ہے۔ ابو منصور بغدادی نے المقالات میں خوارج کے فرقوں کی تعداد بیس بتائی ہے۔

خوارج کی ذہنی کیفیت اور نفسیات

امام ابن اثیر الکامل فی التاریخ میں خوارج کے منظم ہونے، دین کے نام پر لوگوں کو جمع کرنے، صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کو بدعتی اور کافر و مشرک قرار دینے اور اپنے آپ کو ہی حق پر سمجھتے ہوئے مسلم علاقوں پر بزور شمشیر قبضہ کرنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم إن الخوارج لقي بعضهم بعضاً واجتمعوا في منزل عبد الله بن وهب الراسبي، فخطبهم فزهّدهم في الدنيا وأمرهم بالأمر بالمعروف والنهي عن المنكر. ثم قال : اخرجوا بنا من هذه القرية الظالم أهلها إلى بعض كور الجبال أو إلى بعض هذه المدائن منكرين لهذه البدع المضلة. ثم اجتمعوا في منزل شريح بن أوفى العبسي، فقال ابن وهب : اشخصوا بنا إلى بلدة نجتمع فيها لإنفاذ حكم الله فإنكم أهل الحق. قال شريح : نخرج إلى المدائن فننزلها ونأخذها بأبوابها ونخرج منها سكانها. (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، 3: 213، 214)

پھر خوارج ایک دوسرے کے ساتھ ملتے گئے اور وہ عبداللہ بن وہب راسبی کے گھر میں جمع ہوئے تو اس نے انہیں خطبہ دیا اور انہیں دنیا سے بے رغبتی کی تلقین کی۔ انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا۔ پھر اس نے کہا: تم ہمارے ساتھ اس بستی۔ جس کے رہنے والے لوگ ظالم ہیں۔ سے الگ تھلگ کسی پہاڑی علاقے یا ان شہروں میں سے کسی ایسے شہر کی طرف نکل چلو جس کے رہنے والے ان گمراہ کن بدعتوں کو مسترد کرتے ہوں۔ پھر وہ شریح بن اوفی عبسی کے گھر جمع ہوئے تو وہاں ابن وہب نے کہا: ہمارے ساتھ ایسے شہر کی طرف نکل چلو جہاں ہم حکمِ الٰہی کو نافذ کرنے کے لئے جمع ہو جائیں کیونکہ تم ہی اہل حق ہو۔ شریح نے کہا: ہم

مدائن کی طرف نکلتے ہیں ہم وہاں جا کر پڑاؤ ڈالیں گے اور اس شہر پر قبضہ کر کے اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔
آگے چل کر امام ابن اثیر اس خط کا ذکر کرتے ہیں کہ جو منظم ہو کر مسلح گروہ تشکیل دینے کے بعد خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تحریر کیا، جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں عہد علوی میں خوارج کا تحریکی آغاز کے تحت ہو چکا ہے۔
امام ابن الاثیر نے خوارج کی اسی ذہنی کیفیت اور دہشت گردی و بربریت کو واضح کرنے کے لیے چند واقعات بیان کیے ہیں:

1۔ خوارج نے حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کافر نہ کہنے پر ذبح کر دیا۔ امام طبری، امام ابن الاثیر اور حافظ ابن کثیر روایت کرتے ہیں:

فأضجعوه، فذبحوه، فسال دمه في الماء . وأقبلوا إلى المرأة. فقالت : أنا امرأة. ألا تتقون الله فبقروا بطنها وقتلوا ثلاث نسوة من طيء.

(1. ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، 3:219، 2. طبری، تاریخ الامم والملوک، 3:119، 3. ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 7:288)

پس خوارج نے حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کو چت لٹا کر ذبح کر دیا۔ آپ کا خون پانی میں بہ گیا تو وہ آپ کی زوجہ کی طرف بڑھے۔ انہوں نے خوارج سے کہا: میں عورت ہوں، کیا تم (میرے معاملے میں) اللہ سے نہیں ڈرتے؟ (لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور) اُنہوں نے ان کا پیٹ چاک کر ڈالا اور (ان سے ہمدردی جتانے پر) قبیلہ طے کی تین خواتین کو بھی قتل کر ڈالا۔

2۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ نے حارث بن مرہ عبدی کو خوارج کے پاس دریافتِ احوال کے لیے بھیجا کہ معلوم کریں کیا ماجرا ہے؟ جب وہ خوارج کے پاس پہنچے اور حضرت عبداللہ کو شہید کرنے کا سبب پوچھا تو خوارج نے انہیں بھی شہید کر دیا۔ ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، 3:219

3۔ حافظ ابن کثیر البدایۃ والنھایۃ میں لکھتے ہیں کہ خوارج نے اس واقعے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جواب بھجوایا کہ:

كلنا قتل إخوانكم، ونحن مستحلون دماء هم ودماء كم. ابن كثير، (البدایۃ والنہایۃ، 7:288، 289)

ہم سب نے تمہارے بھائیوں کو قتل کیا ہے اور ہم تمہارے خون کو بھی جائز سمجھتے ہیں اور ان کے خون کو بھی۔

4۔ خوارج، سدی ریاست کے نظم اور اتھارٹی کو چیلنج کرتے اور صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کو مشرک قرار دیتے ہوئے ان کا خون جائز سمجھتے تھے۔ اس کا اندازہ اُس واقعے سے بھی ہوتا ہے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کو خوارج کی طرف مذاکرات کے لیے روانہ کیا تو انہوں نے خوارج سے کہا:

عباد الله أخرجوا إلينا طلبتنا منكم، وادخلوا في هذا الامر الذي خرجتم منه. . . فإنكم ركبتم عظيما من الامر تشهدون علينا بالشرك وتسفكون دماء المسلمين. (ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، 3:219)

اے اللہ کے بندو! تم ہمارے مطلوبہ افراد ہمارے حوالے کر دو اور اس ریاست کی اتھارٹی میں داخل ہو جاؤ جس کے نظم اور عملداری کو تم نے چیلنج کیا ہے۔۔۔۔ بے شک تم نے ایک بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے، تم ہمیں مشرک گردانتے ہو اور مسلمانوں کا

خون بہاتے ہو۔

5۔ اسی طرح حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نمائندہ کے طور پر خوارج کو سمجھانے کی کوشش کی اور ان سے یہ کہا:

عباد الله، إنا وإياكم على الحال الاولى التي كنا عليها، ليست بيننا وبينكم عداوة، فعلام تقاتلوننا؟ (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، 219:3)

اے اللہ کے بندو! بے شک ہم اور تم بنیادی طور پر اسی حالت پر ہیں جس پر ہم پہلے تھے! ہمارے اور تمہارے درمیان اصلاً کوئی دشمنی نہیں ہے۔ پھر تم کس بنیاد پر ہمارے ساتھ قتال کرتے ہو؟

6۔ خوارج کی دہشت گردانہ اور باغیانہ ذہنی کیفیت کی وضاحت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خوارج سے درج ذیل خطاب سے بھی ہوتی ہے:

فبينوا لنا بم تستحلون قتالنا والخروج عن جماعتنا، وتضعون أسيافكم على عواتقكم، ثم تستعرضون الناس تضربون رقابهم، إن هذا لهو الخسران المبين، والله لو قتلتم على هذا دجاجة لعظم عند الله قتلها، فكيف بالنفس التي قتلها عند الله حرام.

(ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، 220:3، 2. ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 226:7)

ہمیں بتاؤ کہ تم کس وجہ سے ہمارے ساتھ جنگ کو حلال سمجھتے ہو اور ریاست کی اتھارٹی سے خارج ہوئے ہو اور ہمارے خلاف ہتھیار اٹھاتے ہو؟ پھر تم معصوم لوگوں کی گردنیں مارنے کے لئے سامنے آ جاتے ہو۔ یقیناً یہ بہت بڑا خسارہ ہے۔ اللہ رب العزت کی قسم! اگر تم اس ارادے سے کسی مرغی کو بھی قتل کرو گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں یہ برا کام ہوگا۔ اس لیے غور کرو کہ پھر اُس انسان کو قتل کرنا کتنا بڑا جرم ہوگا جس کا خون بہانا اللہ نے حرام قرار دیا ہے؟

7۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو امن کا جھنڈا عطا فرمایا تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے جا کر منادی کی:

من جاء تحت هذه الراية فهو آمن، ومن لم يقتل ولم يستعرض فهو آمن، ومن انصرف منكم إلى الكوفة أو إلى المدائن وخرج من هذه الجماعة فهو آمن. (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، 221:3)

جو کوئی اس جھنڈے کے نیچے آ جائے گا وہ امن والا یعنی محفوظ و مامون ہو جائے گا! اور جس نے کوئی قتل کیا نہ مقابلہ کے لیے سامنے آیا اُسے بھی امان ہوگی اور تم میں سے جو کوئی کوفے یا مدائن کی طرف چلا گیا اور (خوارج کی) اس جماعت سے نکل گیا اُسے بھی امان مل جائے گی۔

مذکورہ بالا تمام بیانات اور استفسارات سے اس امر کی تصریح ہو جاتی ہے کہ خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عامۃ المسلمین کو کافر و مشرک قرار دیتے اور واجب القتل اور مباح الدم سمجھتے تھے، اور موقع ملنے پر

انہیں قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔

خوارج مذہبی جذبات بھڑکا کر کس طرح ذہن سازی کرتے تھے؟

خوارج اپنی دعوت کی بنیاد قرآنی آیات پر استوار کرتے۔ وہ دینی غیرت وحمیت کو بھڑکا کر سادہ لوح مسلمانوں کا اپنا ہم نوا بناتے۔ انہیں جہاد کے نام پر مسلمانوں کے قتل عام کے لیے تیار کرتے اور ان کو جنت کا لالچ دے کر مرنے مارنے کے لیے تیار کرتے۔ حافظ ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ میں خوارج کے ایک گروہ سے زید بن حصن طائی سنبسی کے خطبہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

واجتمعوا أيضا في بيت زيد بن حصن الطائي السنبسي فخطبهم وحثهم على الامر بالمعروف والنهي عن المنكر. وتلا عليهم آيات من القرآن منها قوله تعالى: يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ(1) وقوله تعالى: وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ(2) وكذا التي بعدها وبعدها الظالمون الفاسقون. ثم قال: فأشهد على أهل دعوتنا من أهل قبلتنا أنهم قد اتبعوا الهوى، ونبذوا حكم الكتاب، وجاروا في القول والاعمال، وأن جهادهم حق على المؤمنين، فبكى رجل منهم يقال له عبد الله بن سخبرة السلمي، ثم حرض أولئك على الخروج على الناس، وقال في كلامه: واضربوا وجوههم وجباههم بالسيوف حتى يطاع الرحمن الرحيم، فإن أنتم ظفرتم وأطيع الله كما أردتم أثابكم ثواب المطيعين له العاملين بأمره، وإن قتلتم فأي شيء أفضل من المصير إلى رضوان الله وجنته.

(ص، 26:38 (2) المائدة، 44:5 (3) ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 286:7)

خوارج کا گروہ زید بن حصن طائی سنبسی کے گھر میں جمع ہوا تو اس نے انہیں خطبہ دیا اور انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ترغیب کے ذریعے تیار کیا اور ان کے سامنے قرآن مجید کی آیات تلاوت کیں جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے: (اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں (اپنا) نائب بنایا سو تم لوگوں کے درمیان حق وانصاف کے ساتھ فیصلے (یا حکومت) کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا ورنہ (یہ پیروی) تمہیں راہ خدا سے بھٹکا دے گی۔) اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: (اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (وحکومت) نہ کرے، سو وہی لوگ کافر ہیں O) اس کے بعد اگلی آیت (اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (وحکومت) نہ کرے سو وہی لوگ ظالم ہیں O) اور پھر اس سے اگلی آیت (اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (وحکومت) نہ کرے سو وہی لوگ فاسق ہیں O)۔ یہ آیاتِ مبارکہ ان پر تلاوت کرنے کے بعد اس نے کہا: پس میں مسلمانوں میں سے اپنے مخاطبینِ دعوت پر گواہی دیتا ہوں کہ بے شک انہوں نے خواہشِ نفس کی پیروی کی اور کتاب اللہ کا حکم ترک کر دیا۔ انہوں نے قول اور عمل میں ظلم کا ارتکاب کیا، سو مومنوں پر ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کرنا واجب ہے۔ (اس خطاب میں وہ خود کو یعنی گروہ خوارج کو مومن کہہ رہا تھا اور خواہشِ نفس کی پیروی کرنے والے ظالم، جن کے خلاف جہاد واجب ہے، سے

اس کی مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔) اس پر سامعین میں سے ایک شخص جس کا نام عبداللہ بن سخبرہ السلمی تھا رو پڑا۔ پھر اس (زید بن حصن طائی) نے سامعین یعنی خوارج کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف خروج و بغاوت پر اکسایا اور دوران کلام کہا: ان کے چہروں اور پیشانیوں پر تلواروں سے وار کرتے رہو یہاں تک کہ خدائے رحمن ورحیم کی اطاعت کی جائے۔ پس اگر تم کامیاب و کامران ہو گئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت تمہارے حسب منشا کی گئی تو اللہ رب العزت تمہیں اپنی اطاعت کرنے والوں اور اس کے حکم پر عمل پیرا ہونے والوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔ اور اگر تم قتل کر دیے گئے تو اللہ کی رضا اور اس کی جنت حاصل کر لینے سے افضل کون سی چیز ہو سکتی ہے؟

آج ہم اپنے گرد و پیش ہونے والی دہشت گردوں کی سرگرمیوں اور ان کے طریقہ کار کا جائزہ لیں تو یہ بھی ناپختہ ذہنوں، کم عمروں اور جوانوں کی brain washing کے لئے بالکل وہی حربہ اور طریقہ استعمال کر رہے ہیں جو اس دور کے خوارج کرتے تھے۔ ان دہشت گردوں کے تصور اسلام کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ ایک طرف تو مسلمانوں کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے لیکن دوسری طرف اسلام کی تعلیمات پر نہایت سختی سے عمل پیرا ہوتے۔ حافظ ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران کسی درخت سے ایک کھجور گری، ایک خارجی نے وہ اٹھا کر منہ میں ڈال لی۔ دوسرا خارجی معترض ہوا کہ تو نے مالک سے اجازت لیے اور قیمت دیے بغیر یہ کھجور منہ میں کیوں ڈال لی ہے؟ اس نے فوراً پھینک دی۔ (ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 288:7)

اسی طرح امام ابن الاثیر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ خارجیوں کے پاس سے غیر مسلم شہریوں کا ایک خنزیر گزرا تو ان میں سے ایک خارجی نے اسے تلوار سے مار ڈالا۔ دیگر خارجیوں نے اسے سخت ملامت کی کہ ایک غیر مسلم شہری کے خنزیر کو کیوں مار ڈالا۔ جب خنزیر کا مالک آیا تو اس خارجی نے خنزیر کے مالک سے معافی مانگی اور اسے (قیمت دے کر) راضی کیا۔

(ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، 218:3)

ایک طرف خوارج کی ظاہری دین داری دیکھیے اور دوسری طرف ان کی دہشت گردی، سفاکی اور بربریت ملاحظہ کیجیے۔ حافظ ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ میں مزید لکھتے ہیں:

ومع هذا قدموا عبد الله بن خباب فذبحوه، وجاؤوا إلى امرأته فقالت: إني امرأة حبلى، ألا تتقون الله. فذبحوها وبقروا بطنها عن ولدها. فلما بلغ الناس هذا من صنيعهم خافوا إن هم ذهبوا إلى الشام واشتغلوا بقتال أهله أن يخلفهم هؤلاء في ذراريهم وديارهم بهذا الصنع، فخافوا غائلتهم، وأشاروا على علي بأن يبدأ بهؤلاء. ثم إذا فرغ منهم ذهب إلى أهل الشام بعد ذلك والناس آمنون من شر هؤلاء فاجتمع الرأي على هذا وفيه خيرة عظيمة لهم ولأهل الشام أيضا. فأرسل علي رضي الله عنه إلى الخوارج رسولا من جهته وهو الحرب بن مرة العبدي، فقال: أخبر لي خبرهم، وأعلم لي أمرهم، واكتب إلي به على الجلية، فلما قدم عليهم قتلوه ولم ينظروه. فلما بلغ ذلك عليا عزم على الذهاب إليهم أولا قبل أهل الشام. فبعثوا إلى علي يقولون: كلنا قتل إخوانكم ونحن مستحلون

دماءهم ودماء كم. فتقدم إليهم قيس بن سعد بن عبادة فوعظهم فيما ارتكبوه من الامر العظيم والخطب الجسيم. فلم ينفع وكذلك أبو أيوب الانصاري وتقدم أمير المؤمنين علي بن أبي طالب إليهم. فإنكم قد سولت لكم أنفسكم أمرا تقتلون عليه المسلمين. والله لو قتلتم عليه دجاجة لكان عظيما عند الله. فكيف بدماء المسلمين. (ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 7:288)

وہ حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کو نہر کے کنارے پر لائے اور ذبح کر دیا اور پھر ان کی اہلیہ کے پاس آئے تو اُس نے کہا: میں حاملہ ہوں، کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے ہو؟ انہوں نے اس کو بھی ذبح کر ڈالا اور اس کا پیٹ چاک کر کے بچہ باہر نکال پھینکا۔ جب لوگوں تک ان کے یہ کرتوت پہنچے تو وہ ڈر گئے کہ اگر وہ شام کی طرف چلے گئے اور اہل شام کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو گئے تو یہ لوگ ان کے پیچھے ایسی ہی دہشت گردی ان کے اہل خانہ کے ساتھ انجام دیں گے۔ وہ اپنے اہل وعیال کے انجام سے ڈر گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ جنگ کا آغاز ان ہی دہشت گردوں سے کریں، پھر جب ان کے خاتمہ سے فارغ ہو چکیں تب اہل شام کی طرف متوجہ ہوں۔ اس طرح ان کے خاتمہ کے بعد لوگ ان کے شر سے محفوظ ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس رائے پر اتفاق ہوگیا کیونکہ سب کی بہتری اسی میں تھی۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حرب بن مرہ عبدی کو سفارت کار بنا کر خوارج کی طرف بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: مجھے اُن کی خبر دینا اور اُن کے معاملہ سے آگاہ کرتے رہنا اور میری طرف واضح طور پر لکھ بھیجنا۔ پس جب وہ ان (خارجیوں) کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان کو قتل کر دیا اور انہیں کچھ بھی مہلت نہ دی۔ جب ان کے قتل کی خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اُن (خارجیوں) کی طرف ملک شام سے پہلے جانے کا عزم کر لیا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ پیغام بھیجا: ہم نے مل کر تمہارے بھائیوں کو قتل کیا ہے اور ہم تمہارے اور ان کے خون کو جائز سمجھتے ہیں۔ پھر حضرت قیس بن سعد بن عبادہ ان (خارجیوں) کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں سمجھایا کہ تم نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے لیکن آپ کے سمجھانے کا اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اسی طرح حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں سمجھایا مگر بے سود! پھر امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اُن کی طرف پیغام بھیجا کہ تمہارے نفسوں نے تمہارے لئے حرام کو آراستہ کر دیا ہے اور اس بنا پر تم مسلمانوں کے قتل کو حلال سمجھنے لگ گئے ہو۔ بخدا! اگر اس انداز فکر سے مرغی بھی مارتے تو گناہ عظیم ہوتا، بے گناہ مسلمانوں کے قتل کے جرم کی سنگینی کا تو اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔

کتب تاریخ کے مذکورہ اقتباسات سے ثابت ہوجاتا ہے کہ خوارج انسانی خون کو نہایت ارزاں گردانتے تھے اور انسانی جان کو قتل کرنا ان کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتا تھا حتی کہ انہوں نے اُن نفوس قدسیہ کی خوں ریزی سے بھی گریز نہیں کیا جنہوں نے براہِ راست حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ تربیت و پرورش پائی تھی۔

چونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر یہ بات سمجھا دی تھی کہ لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ (یہ خوارج ہمیشہ نکلتے رہیں گے) اس لئے موجودہ دور کے خوارج (دہشت گرد) بھی انہی صفات سے متصف ہونے کی بنا پر پہچانے جاتے ہیں۔ یہ بھی اپنے پیش روؤں کی طرح لوگوں کا خون بہاتے ہیں، خواتین اور بچوں پر حملے کر کے انہیں اذیت ناک موت دیتے ہیں، ریاستی بارودی اور

نظام کو تسلیم نہیں کرتے، مساجد پر حملے کر کے انہیں مسمار کرتے ہیں، آبادیوں اور عوام الناس کو اپنے حملوں کا نشانہ بناتے ہیں اور لوگوں کو ذبح کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ یہ لوگ اپنے نظریات کے مخالف لوگوں کو قتل کرنے اور تباہی پھیلانے کو جہاد سمجھتے ہیں۔ یہ تمام انسانیت کُش کارروائیاں بلاشک وشبہ ان خوارج کے فکر و عمل کا ہی تسلسل ہیں۔

خوارج کی نمایاں بدعات

گزشتہ صفحات میں دی گئی بنیادی مباحث سے یہ اَمر مترشح ہوجاتا ہے کہ خوارج دین میں نئی نئی بدعات ایجاد کرتے تھے۔ وہ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کا خودساختہ اطلاق کرتے اور غلط تاویل کے ذریعے اپنے مخالف مسلمانوں کو واجب القتل ٹھہراتے تھے۔ ذیل میں ان کی چند نمایاں بدعات درج کی جاتی ہیں جن میں سے اکثر کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی آگاہ فرمادیا تھا:

1۔ وہ کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کا اطلاق مومنین پر کریں گے۔

بخاری، الصحیح، کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین وقتالہم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد اقامۃ الحجۃ علیہم، 6:2539

2۔ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

بخاری، الصحیح، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: تعرج الملائکۃ والروح الیہ، 6:2702، رقم: 6995

3۔ غیر مسلم اقلیتوں کے قتل کو حلال سمجھیں گے۔ (حاکم، المستدرک، 2:166، رقم: 2657)

4۔ عبادت میں بہت متشدد اور غلو کرنے والے (extremist) ہوں گے۔ (أبو یعلی، المسند، 1:90، رقم: 90)

5۔ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو دائمی جہنمی اور اس کا خون اور مال حلال قرار دیں گے۔

6۔ جس نے اپنے عمل اور غیر صائب رائے سے قرآن کی نافرمانی کی وہ کافر ہے۔

7۔ ظالم اور فاسق حکومت کے خلاف مسلح بغاوت اور خروج کو فرض قرار دیں گے۔

(1. عبد القاہر بغدادی، الفرق بین الفرق: 2، 73، ابن تیمیہ، مجموع فتاوی، 13:31)

ابتدائی تاریخ سے ہی یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ خوارج اپنے عقائد و نظریات اور بدعات میں اس قدر انتہاء پسند تھے کہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی (نعوذ باللہ) کافر خیال کرتے اور ان پر کفر کے فتوے لگانے سے نہ ہچکچاتے۔ امام شہرستانی نے الملل والنحل میں لکھا ہے کہ زیاد بن اُمیہ نے عروہ بن ادیہ/اذینہ نامی خارجی سے پوچھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کیا حال تھا؟ اُس نے کہا: اچھے تھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا؟ اُس نے کہا: ابتدا کے چھ سال تک اُن کو میں بہت دوست رکھتا تھا، پھر جب انہوں نے نئی نئی باتیں اور بدعتیں شروع کیں تو ان سے علیحدہ ہوگیا اس لئے کہ وہ آخر میں کافر ہوگئے تھے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا تو اُس نے کہا: وہ بھی اوائل میں اچھے تھے، جب اُنہوں نے حَکم بنایا تو (نعوذ باللہ) کافر ہوگئے۔ اس لئے ان سے بھی علیحدہ ہوگیا۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا تو اُس نے اُن کو سخت [illegible] نعوذ باللہ۔ (شہرستانی، الملل والنحل، 1:118)

امام شہرستانی نے مزید لکھا ہے کہ خوارج حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سمیت تمام اہل اسلام کی جو ان کے ساتھ تھے سب کی تکفیر کیا کرتے تھے اور سب کو دائمی دوزخی کہتے تھے۔ (2)(نعوذ باللہ من ذالک۔)(2) شہرستانی، الملل والنحل، 1:121

امام ابوبکر الآجری کی تحقیق

امام ابوبکر الآجری (م 360ھ) نے کتاب الشریعۃ میں خوارج کی نمایاں بدعات سیئہ کا ذکر کرتے ہوئے ان کی مذمت میں نہایت مفصل تحقیق درج کی ہے اور اس کا عنوان یوں قائم کیا ہے:

باب ذم الخوارج وسوء مذهبهم وإباحة قتالهم، وثواب من قتلهم أو قتلوه:

خوارج کی مذمت، ان کی بدعقیدگی، ان کے ساتھ جنگ کرنے کے جواز اور ان کو قتل کرنے والے یا ان کے ہاتھوں شہید ہونے والے کے اجر و ثواب کا بیان۔

امام ابوبکر الآجری لکھتے ہیں:

لم يختلف العلماء قديماً وحديثاً أن الخوارج قوم سوء، عصاة الله عزوجل ولرسوله صلى الله عليه وسلم، وإن صلوا وصاموا، واجتهدوا في العبادة، فليس ذلك بنافع لهم، وإن أظهروا الامر بالمعروف والنهي عن المنكر، وليس ذلك بنافع لهم، لأنهم قوم يتأولون القرآن على ما يهوون، ويموهون على المسلمين. وقد حذرنا الله عزوجل منهم، وحذرنا النبي صلى الله عليه وسلم، وحذرناهم الخلفاء الراشدون بعده، وحذرناهم الصحابة رضي الله عنهم ومن تبعهم بإحسان رحمة الله تعالى عليهم.

الخوارج هم الشراة الانجاس الارجاس، ومن كان على مذهبهم من سائر الخوارج يتوارثون هذا المذهب قديماً وحديثاً، ويخرجون على الأئمة والامراء ويستحلون قتل المسلمين.

وأوّل قرن طلع منهم على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم: هو رجل طعن على النبي صلى الله عليه وسلم، وهو يقسم الغنائم بالجعرانة، فقال: اعدل يا محمد، فما أراك تعدل. فقال صلى الله عليه وسلم: ويلك، فمن يعدل إذا لم أكن أعدل؟ فأراد عمر رضي الله عنه قتله، فمنعه النبي صلى الله عليه وسلم من قتله، وأخبر عليه الصلاة والسلام: أن هذا وأصحاباً له يحقر أحدكم صلاته مع صلاتهم، وصيامه مع صيامهم، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية.

وأمر عليه الصلاة والسلام في غير حديث بقتالهم، وبين فضل من قتلهم أو قتلوه. ثم إنهم بعد ذلك خرجوا من بلدان شتى، واجتمعوا وأظهروا الامر بالمعروف والنهي عن المنكر، حتى قدموا

المدينة، فقتلوا عثمان بن عفان رضي الله عنه. وقد اجتهد أصحاب رسول الله رضي الله عنه ممن كان في المدينة في أن لا يقتل عثمان، فما أطاقوا ذلك. ثم خرجوا بعد ذلك على أمير المؤمنين علي بن أبي طالب رضي الله عنه، ولم يرضوا بحكمه، وأظهروا قولهم، وقالوا: لا حكم إلا الله. فقال علي رضي الله عنه: كلمة حق أرادوا بها الباطل، فقاتلهم علي رضي الله عنه فأكرمه الله عزوجل بقتلهم، وأخبر النبي صلى الله عليه وسلم بفضل من قتلهم أو قتلوه، وقاتل معه الصحابة رضي الله عنهم. فصار سيف علي بن أبي طالب في الخوارج سيف حق إلى أن تقوم الساعة.

ائمہ متقدمین ومتاخرین کا اس امر پر اجماع ہے کہ خوارج ایک فساد انگیز گروہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمانوں کا گروہ ہے۔ یہ صوم وصلوٰۃ کی خواہ کتنی پابندی کریں اور عبادت میں کتنی ہی محنت وریاضت کریں، یہ انہیں کچھ نفع نہ دے گا اور یہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا خواہ کتنا پرچار کریں، انہیں یہ بھی کچھ فائدہ نہ پہنچائے گا کیونکہ یہ ایسا گروہ ہے جو اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق قرآن کی تفسیر وتاویل کرتا ہے اور مسلمانوں پر امور دین خلط ملط کر دیتا ہے۔ اللہ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان سے خبردار فرمایا ہے، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے ہمیں ان سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اور تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان سے خبردار رہنے کی نصیحت فرمائی ہے۔

خوارج فتنہ پرور، شرانگیز اور پلید وناپاک افراد کا گروہ ہے، اور باقی تمام خوارج میں سے جس کسی نے بھی ان کا مذہب اور طریق اختیار کیا، وہ بھی ان کے حکم میں ہے کیونکہ قدیم خوارج ہوں یا آج کے دور کے جدید! یہ مذہب انہیں ایک دوسرے سے وراثت میں ملتا ہے۔ یہ حکومت وقت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں اور عامۃ المسلمین کی خوں ریزی کو جائز قرار دیتے ہیں۔

خوارج کا اوّلین فرد عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نمودار ہوا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت طعنہ زنی کی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ کے مقام پر مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ اس بدبخت نے کہا: اے محمد! عدل کیجیے! میرے خیال میں آپ عدل نہیں کر رہے ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تو ہلاک ہو! اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کے قتل سے (حکمتِ نبوت کے تحت) روک دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا: اس کے ایسے ساتھی ہوں گے کہ تم میں سے ہر کوئی ان کے مقابلے میں اپنی نمازوں اور روزوں کو حقیر جانے گا، یہ دین سے اس طرح صاف نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ان کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم فرمایا اور ان کو قتل کرنے والے اور ان کے ہاتھوں شہید ہونے والے کی فضیلت بیان فرمائی۔ پھر یہ لوگ مختلف علاقوں سے نکل کر جمع ہوئے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا پرچار کرنے لگے تا آنکہ یہ مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اس وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو صحابہ کرام مدینہ منورہ میں موجود تھے انہوں نے بہت کوشش کی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل ہونے سے بچائیں مگر وہ

کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر انہی لوگوں نے بعد ازاں (جنگِ صفین میں امرِ تحکیم کے بعد) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی اور آپ کی خلافت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور ایک نعرے کا پرچار شروع کر دیا کہ حکومت صرف اللہ کی ہے یا قانون صرف اللہ کا ہے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بات تو حق ہے مگر ان کی مراد باطل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جنگ کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو انہیں قتل کرنے کی سعادت بخشی کیوں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قتل کرنے والوں اور ان کے ہاتھوں شہید ہونے والوں کی اَفضلیت کی بشارت دی تھی۔ چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ان کے خلاف جنگ کی۔ پس حضرت علی کی خوارج کے خلاف مسلح جد و جہد قیامت تک کے لیے حق کی مثال بن گئی۔

امام ابو بکر الآجری مزید فرماتے ہیں:

فلا ينبغي لمن رأى اجتهاد خارجي قد خرج على إمام، عادلاً كان الإمام أم جائراً، فخرج وجمع جماعة وسل سيفه، واستحل قتال المسلمين، فلا ينبغي له أن يغتر بقراءته للقرآن، ولا بطول قيامه في الصلاة، ولا بدوام صيامه، ولا بحسن ألفاظه في العلم إذا كان مذهبه مذهب الخوارج.

حکومت وقت عدل و انصاف کی علم بردار ہو یا فسق و فجور کی راہ پر گامزن ہو، دونوں صورتوں میں جب کوئی شخص کسی خارجی کو دیکھے کہ اس نے حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کر دی ہے اور اس کے خلاف کوئی لشکر تشکیل دے کر ہتھیار اٹھا لیے ہیں اور پر امن مسلمان شہریوں کے ساتھ جنگ کرنا جائز قرار دے دیا ہے، تو جو شخص یہ سب کچھ دیکھے اس پر لازم ہے کہ وہ کسی خارجی کے قرآن پڑھنے، نماز میں طویل قیام کرنے، دائمی روزے رکھنے اور خوبصورت الفاظ میں علمی نکات بیان کرنے سے مرعوب نہ ہو اور نہ ہی اس کے دھوکے میں آئے۔ جب کہ ایسے اعمال کرنے والا شخص خوارج کے مذہب پر چلنے والا ہو۔

زیر بحث موضوع سے متعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث مروی ہیں جنہیں امت مسلمہ کے کثیر علماء نے قبول کیا ہے۔

اس کے بعد امام آجری نے خوارج کے ساتھ جنگ کرنے، ان کو واصل جہنم کرنے اور ان کے ہاتھوں شہید ہونے کے اجر و ثواب کے حوالے سے باب قائم کیا ہے اور اس میں احادیث بیان کی ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1. عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی الله عنه قَالَ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وسلم: يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ النَّاسِ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، مَنْ لَقِيَهُمْ فَلْيَقْتُلْهُمْ. فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ عِنْدَ اللهِ.

1. بخاری، الصحیح، کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین وقتالہم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد اقامۃ الحجۃ علیہم، 6:2539، رقم: 6531، 2. مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، 2:746، الرقم: 1066، 3. ترمذی، السنن، کتاب الفتن، باب فی صفۃ المارقۃ، 4:481، رقم: 2188

امام ترمذی نے السنن میں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: یہ روایت حضرت علی، حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ذر

رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانے میں ایسے لوگ (ظاہر ہوں گے یا) نکلیں گے جو کم عمر (نوجوان)، ناپختہ ذہن اور عقل سے کورے ہوں گے۔ وہ بظاہر لوگوں سے اچھی بات کریں گے مگر دین سے یوں خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔ پس دورانِ جنگ جہاں بھی ان سے سامنا ہو انہیں قتل کیا جائے کیونکہ ان کو قتل کرنا اللہ کے ہاں اَجر و ثواب کا باعث ہوگا۔

2. عن ابی اُمامۃ: طوبیٰ لمن قتلہم وقتلوہ. 1. ابوداود، السنن، کتاب السنۃ، 4:243، رقم: 4765، 2. احمد بن حنبل، المسند، 3:224، رقم: 13362، 3. حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 2:161، رقم: 2649

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا): خوشخبری ہو اُسے جو اُنہیں قتل کرے اور جسے وہ قتل کریں۔

3. وَعَنْهُ قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: كِلَابُ أَهْلِ النَّارِ، كِلَابُ النَّارِ، كِلَابُ النَّارِ، ثَلَاثًا. ثُمَّ قَالَ: شَرُّ قَتْلَى قُتِلُوا تَحْتَ ظِلِّ السَّمَاءِ، وَخَيْرُ قَتْلَى الَّذِيْنَ قَتَلُوْهُمْ.

(1. ابن ماجہ، السنن، المقدمۃ، باب فی ذکر الخوارج، 1:62، رقم: 176، 2. حاکم، المستدرک، 2:163، رقم: 2654)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (خوارج) اہل دوزخ کے کتے ہیں، دوزخ کے کتے ہیں، دوزخ کے کتے ہیں۔ تین بار فرمایا۔ پھر فرمایا: یہ آسمان کے سائے تلے (یعنی زمین پر) قتل ہونے والے بدترین مقتول ہیں، اور بہترین مقتول وہ ہیں جنہیں یہ لوگ قتل کریں گے۔

4. عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ فَأَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

1. بخاری، الصحیح، کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین وقتالہم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامۃ الحجۃ علیہم، 6:2539، رقم: 6531، 2. مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، 2:746، رقم: 1066

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: پس تم انہیں جہاں کہیں پاؤ تو قتل کر دو کیونکہ ان کے قاتلوں کو روزِ قیامت بے حد و حساب اجر ملے گا۔

5. عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: ذَكَرَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْخَوَارِجَ فَقَالَ: هُمْ شِرَارُ أُمَّتِي يَقْتُلُهُمْ خِيَارُ أُمَّتِي. (ہیثمی، مجمع الزوائد، 6:239)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کا ذکر کیا اور فرمایا: وہ میری امت کے بدترین لوگ ہیں اور انہیں قتل کرنے والے میری اُمت کے بہترین لوگ ہوں گے۔

(دہشت گردی اور فتنہ خوارج، علامہ طاہر القادری)

بَابٌ فِي قِتَالِ الْخَوَارِجِ

باب: خوارج کے ساتھ جنگ کرنا

4763- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبِيدَةَ أَنَّ عَلِيًّا ذَكَرَ أَهْلَ النَّهْرَوَانِ فَقَالَ فِيهِمْ رَجُلٌ مُودَنُ الْيَدِ أَوْ مُخْدَجُ الْيَدِ أَوْ مَثْدُونُ الْيَدِ لَوْلَا أَنْ تَبْطَرُوا لَنَبَّأْتُكُمْ مَا وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ يَقْتُلُونَهُمْ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْهُ قَالَ قَالَ إِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ

✧✧ عبیدہ بیان کرتے ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل نہروان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ان میں ایک ایسا شخص ہوگا جس کا دایاں ہاتھ نامکمل ہوگا اگر تم لوگ یقین کرو تو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے والوں کے ساتھ کیا وعدہ کیا ہے؟ راوی بیان کرتے ہیں' میں نے دریافت کیا: کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہاں! رب کعبہ کی قسم!

4764- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَعَثَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذُهَيْبَةٍ فِي تُرْبَتِهَا فَقَسَمَهَا بَيْنَ أَرْبَعَةٍ بَيْنَ الْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيِّ ثُمَّ الْمُجَاشِعِيِّ وَبَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ الْفَزَارِيِّ وَبَيْنَ زَيْدِ الْخَيْلِ الطَّائِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي نَبْهَانَ وَبَيْنَ عَلْقَمَةَ بْنِ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي كِلَابٍ قَالَ فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ وَالْأَنْصَارُ وَقَالَتْ يُعْطِي صَنَادِيدَ أَهْلِ نَجْدٍ وَيَدَعُنَا فَقَالَ إِنَّمَا أَتَأَلَّفُهُمْ قَالَ فَأَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاتِئُ الْجَبِينِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مَحْلُوقٌ قَالَ اتَّقِ اللَّهَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ مَنْ يُطِيعُ اللَّهَ إِذَا عَصَيْتُهُ أَيَأْمَنُنِي اللَّهُ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا تَأْمَنُونِي قَالَ فَسَأَلَ رَجُلٌ قَتْلَهُ أَحْسِبُهُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ قَالَ فَمَنَعَهُ قَالَ فَلَمَّا وَلَّى قَالَ إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا أَوْ فِي عَقِبِ هَذَا قَوْمًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ لَئِنْ أَنَا أَدْرَكْتُهُمْ قَتَلْتُهُمْ قَتْلَ عَادٍ

4764-إسناده صحيح. سفيان: هو ابن سعيد بن مسروق الثوري، وابن أبي نعم: هو عبد الرحمن. وعلقه البخاري (3344) وقال، قال ابن كثير (وهو محمد شيخ أبي داود) عن سفيان، بهذا الإسناد، ووصله عنه في تفسير سورة براءة برقم (4667) ولم يسقه بتمامه. وأخرجه البخاري (7432)، والنسائي في "الكبرى "(3550) من طريق عبد الرزاق، والبخاري (7432) عن قبيصة، كلاهما عن سفيان الثوري، به. وأخرجه مسلم (1064) (143)، والنسائي في "الكبرى "(2370) و(11157) من طريق أبي الأحوص سلام بن سليم، عن سعيد بن مسروق والد سفيان، به. وأخرجه البخاري (4351)، ومسلم (1064) من طريق عمارة بن القعقاع، عن عبد الرحمن بن أبي نعم، به. وهو في "مسند أحمد "(11008)، و"صحيح ابن حبان "(25).

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کو مٹی میں ملا ہوا کچھ سونا بھیجا تو آپ نے چار افراد کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اقرع بن حابس حنظلی، عیینہ بن بدر فزاری، زید الخیل طائی اور علقمہ بن علاثہ عامری (ان کے درمیان تقسیم کیا) اس پر قریش اور انصار ناراض ہو گئے اور وہ بولے: کہ انہوں نے نجد کے سرداروں کو عطا کر دیا ہے اور ہمیں نہیں دیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ان کی تالیف قلب کرنا چاہتا ہوں۔ پھر ایک شخص آیا جس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں اور اس کے رخسار ابھرے ہوئے تھے۔ اس کی پیشانی تنگ تھی اس کی داڑھی گھنی تھی اور اس کا سر منڈا ہوا تھا اور وہ بولا: اے محمد! آپ اللہ تعالیٰ سے ڈریئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں گا تو اس کی اطاعت کون کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تو مجھے زمین والوں کے لئے امین بنایا ہے تم مجھے امین نہیں سمجھتے ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں: ایک صاحب نے اسے قتل کرنے کی اجازت مانگی۔ میرا خیال ہے کہ وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں منع کر دیا جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے فرمایا: اس کی اولاد میں سے (یا اس کی پشت میں سے) وہ لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا اور وہ اسلام سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے نکل جاتا ہے۔ وہ لوگ اہل اسلام کے ساتھ جنگ کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ اگر میں نے ان کا زمانہ پایا تو میں ان کے ساتھ جنگ کروں گا یوں جیسے قوم عاد کو قتل کیا گیا تھا۔

4765 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَنْطَاكِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ وَمُبَشِّرٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَعِيلَ الْحَلَبِيَّ عَنْ أَبِي عَمْرٍو قَالَ يَعْنِي الْوَلِيدَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِي قَتَادَةُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي اخْتِلَافٌ وَفُرْقَةٌ قَوْمٌ يُحْسِنُونَ الْقِيلَ وَيُسِيئُونَ الْفِعْلَ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يَرْجِعُونَ حَتَّى يَرْتَدَّ عَلَى فُوقِهِ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ طُوبَى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوهُ يَدْعُونَ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَلَيْسُوا مِنْهُ فِي شَيْءٍ مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ أَوْلَى بِاللَّهِ مِنْهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا سِيمَاهُمْ قَالَ التَّحْلِيقُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: عنقریب میری امت میں اختلاف اور فرقہ بندی ہوگی۔ کچھ لوگ وہ ہوں گے جو باتیں اچھی کریں گے لیکن ان کے عمل برے ہوں گے۔ وہ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا اور وہ دین سے یوں خارج ہو جائیں گے جیسے تیر نشانے سے نکل جاتا ہے اور پھر وہ واپس نہیں آتا یہاں تک وہ اوپر کی طرف سے لوٹ کر آئے۔ وہ مخلوق میں سے سب سے برے لوگ ہوں گے۔ اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جو ان کے ساتھ جنگ کرے اور جس کے ساتھ وہ لوگ جنگ کریں۔ وہ لوگ انہیں اللہ کی کتاب کی طرف بلائیں گے لیکن ان کا ان کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔ جو شخص ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان لوگوں کے مقابلے میں زیادہ مقرب ہوگا۔ لوگوں نے عرض کی ان لوگوں کی مخصوص نشانی کیا ہے یا رسول اللہ (ﷺ)! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سر منڈوانا۔

4766 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ قَالَ سِيمَاهُمُ التَّحْلِيقُ وَالتَّسْبِيدُ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ فَأَنِيمُوهُمْ قَالَ أَبُو دَاوُدَ التَّسْبِيدُ اسْتِئْصَالُ الشَّعْرِ

◈ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی کی مانند ایک روایت منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ان کی مخصوص نشانی سر منڈوانا ہے اور بالوں کو جڑ سے اکھاڑنا ہے۔ جب تم انہیں دیکھو تو انہیں فنا کر دو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لفظ "التسمید" کا مطلب بالوں کو جڑ سے اکھاڑنا ہے۔

4767 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا فَلَأَنْ أَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكْذِبَ عَلَيْهِ وَإِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ فَإِنَّمَا الْحَرْبُ خَدْعَةٌ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَأْتِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ حُدَثَاءُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ يَقُولُونَ مِنْ قَوْلِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ إِيمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

◈ حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے تمہیں کوئی بات بتاؤں تو میرے نزدیک یہ بات زیادہ محبوب ہے کہ میں آسمان سے گر جاؤں بہ نسبت اس کے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کروں اور جب میں تمہیں اپنے اور تمہارے مسئلے کے بارے میں کچھ کہوں تو جنگ دھوکہ دہی کا نام ہے۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ آخری زمانے میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جن کی عمریں کم ہوں گی اور ان میں عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہوگی۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اُن کے حوالے سے نقل کریں گے لیکن اسلام سے یوں خارج ہو جائیں گے جیسے تیر نشانے سے خارج ہو جاتا ہے۔ وہ قرآن یاد کریں گے لیکن ان کا قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ جہاں کہیں بھی تم ان کا سامنا کرو تو ان کے ساتھ جنگ کرنا کیونکہ ان کو قتل کرنے کا اجر ملے گا۔ اس شخص کے لئے جو انہیں قتل کرے گا اور اس کو اجر قیامت کے دن ملے گا۔

4768 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ الْجُهَنِيُّ أَنَّهُ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِينَ كَانُوا مَعَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِينَ سَارُوا إِلَى الْخَوَارِجِ فَقَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَيْسَتْ قِرَاءَتُكُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ شَيْئًا وَلَا صَلَاتُكُمْ إِلَى صَلَاتِهِمْ شَيْئًا وَلَا صِيَامُكُمْ إِلَى صِيَامِهِمْ شَيْئًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ يَحْسِبُونَ أَنَّهُ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَوْ يَعْلَمُ الْجَيْشُ الَّذِينَ يُصِيبُونَهُمْ مَا قُضِيَ لَهُمْ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَكَلُوا عَنِ الْعَمَلِ وَآيَةُ ذَلِكَ أَنَّ فِيهِمْ

رَجُلًا لَهُ عَضُدٌ وَلَيْسَتْ لَهُ ذِرَاعٌ عَلَى عَضُدِهِ مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْيِ عَلَيْهِ شَعَرَاتٌ بِيضٌ أَفَتَذْهَبُونَ إِلَى مُعَاوِيَةَ وَأَهْلِ الشَّامِ وَتَتْرُكُونَ هَؤُلَاءِ يَخْلُفُونَكُمْ فِي ذَرَارِيِّكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَكُونُوا هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ فَإِنَّهُمْ قَدْ سَفَكُوا الدَّمَ الْحَرَامَ وَأَغَارُوا فِي سَرْحِ النَّاسِ فَسِيرُوا عَلَى اسْمِ اللَّهِ قَالَ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ فَنَزَّلَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ مَنْزِلًا مَنْزِلًا حَتَّى مَرَّ بِنَا عَلَى قَنْطَرَةٍ قَالَ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا وَعَلَى الْخَوَارِجِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ الرَّاسِبِيُّ فَقَالَ لَهُمْ أَلْقُوا الرِّمَاحَ وَسُلُّوا السُّيُوفَ مِنْ جُفُونِهَا فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يُنَاشِدُوكُمْ كَمَا نَاشَدُوكُمْ يَوْمَ حَرُورَاءَ قَالَ فَوَحَّشُوا بِرِمَاحِهِمْ وَاسْتَلُّوا السُّيُوفَ وَشَجَرَهُمُ النَّاسُ بِرِمَاحِهِمْ قَالَ وَقَتَلُوا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضِهِمْ قَالَ وَمَا أُصِيبَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ إِلَّا رَجُلَانِ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْتَمِسُوا فِيهِمُ الْمُخْدَجَ فَلَمْ يَجِدُوا قَالَ فَقَامَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِنَفْسِهِ حَتَّى أَتَى نَاسًا قَدْ قُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ فَقَالَ أَخْرِجُوهُمْ فَوَجَدُوهُ مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ فَكَبَّرَ وَقَالَ صَدَقَ اللَّهُ وَبَلَّغَ رَسُولُهُ فَقَامَ إِلَيْهِ عَبِيدَةُ السَّلْمَانِيُّ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَقَدْ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِي وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ حَتَّى اسْتَحْلَفَهُ ثَلَاثًا وَهُوَ يَحْلِفُ

✧✧ حضرت زید بن وہب جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ اس لشکر میں شامل تھے جو خوارج کی طرف گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت میں ایسے لوگ نکلیں گے جو قرآن کی تلاوت کریں گے تمہاری قرأت کی ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ ان کی نماز کے سامنے تمہاری نماز کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ ان کے روزوں کے سامنے تمہارے روزوں کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ وہ قرآن کی تلاوت کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ یہ ان کے حق میں ہے لیکن وہ ان کے خلاف ہوگا۔ ان کی نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گی اور وہ اسلام سے یوں خارج ہو جائیں گے جیسے تیر نشانے سے خارج ہوتا ہے۔ جو لشکر ان لوگوں کا مقابلہ کرے گا اگر اسے اس بات کا علم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی ان کے لئے کیا فیصلہ کیا ہے تو وہ اسی عمل پر بھروسہ کر لیں گے۔ ان کی نشانی یہ ہوگی کہ ان میں ایک ایسا شخص ہوگا جس کا بازو ہوگا لیکن اس کی کلائی نہیں ہوگی۔ اس کے بازو کے اوپر پستان کے سرے کی طرح ابھار ہوگا جس پر سفید بال موجود ہوں گے۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) کیا تم لوگ معاویہ اور اہل شام (سے لڑنے) کے لئے چلے جاتے ہو اور ان لوگوں کو اپنے پیچھے اپنے بال بچوں اور اموال میں چھوڑ جاتے ہو۔ اللہ کی قسم! میرا خیال ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں کیونکہ انہوں نے خون بہانے کو مباح قرار دیا ہے اور لوگوں کے مال واسباب پر غارت گری کی ہے تم اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔

سلمہ بن کہیل بیان کرتے ہیں: حضرت زید بن وہب نے مجھے وہ جگہ دکھائی جب ہم پل کے اوپر سے گزرے تو حضرت زید نے بتایا: جب ہمارا ان دشمنوں سے سامنا ہوا تو خوارج کا امیر عبداللہ بن وہب تھا۔ اس نے ان سے کہا: تم اپنے نیزے رکھ دو اور تلواریں نکال لو! مجھے یہ اندیشہ ہے کہ لوگ تمہیں اسی طرح قسم دیں گے جیسا کہ انہوں نے حروراء کے دن قسم دی تھی۔ راوی بیان کرتے ہیں: تو انہوں نے اپنے نیزے پھینک دیئے اور تلواریں نکال لیں تو ہم لوگوں نے انہیں اپنے نیزوں کے اوپر رکھ لیا۔ ان

میں سے بہت سے لوگ مارے گئے لیکن ہم میں سے صرف دو افراد شہید ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے درمیان اس شخص کو تلاش کرو جس کا ایک بازو نامکمل ہو۔ لوگوں کو وہ شخص نہیں ملا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بذات خود اٹھے اور ان مرے ہوئے لوگوں کے پاس گئے جو ایک دوسرے پر مرے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ان میں سے نکالو تو لوگوں نے اسے زمین کے ساتھ ملا ہوا پایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور بولے: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اور اس کے رسول نے تبلیغ کر دی ہے۔ حضرت عبیدہ سلمانی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کی: اے امیر المومنین کیا اللہ کی قسم! جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے؟ کیا آپ نے نبی اکرم کی زبانی یہ بات سنی ہے؟ حضرت علی نے جواب دیا: ہاں! اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ تو عبیدہ سلمانی نے تین مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قسم لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر یہ بات بیان کی۔

4769 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ جَمِيلِ بْنِ مُرَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَضِيءِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اطْلُبُوا الْمُخْدَجَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فَاسْتَخْرَجُوهُ مِنْ تَحْتِ الْقَتْلَى فِي طِينٍ قَالَ أَبُو الْوَضِيءِ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ حَبَشِيٌّ عَلَيْهِ قُرَيْطِقٌ لَهُ إِحْدَى يَدَيْنِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ عَلَيْهَا شُعَيْرَاتٌ مِثْلُ شُعَيْرَاتِ الَّتِي تَكُونُ عَلَى ذَنَبِ الْيَرْبُوعِ

✧✧ ابوالوضی بیان کرتے ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نامکمل ہاتھ والے شخص کو تلاش کرو (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث نقل کی ہے۔ پھر ان لوگوں نے مقتولین کے نیچے سے مٹی میں ملے ہوئے اس شخص کو نکالا۔ ابوالوضی بیان کرتے ہیں' میں اسے گویا ابھی بھی دیکھ رہا ہوں۔ وہ حبشی تھا اس نے قریطق پہنا ہوا تھا۔ اس کا ایک بازو اس طرح تھا جیسے عورت کی چھاتی ہوتی ہے۔ اس پر کچھ بال موجود تھے جیسے جنگلی چوہے کی دم پر موجود ہوتے ہیں۔

4770 - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ إِنْ كَانَ ذَلِكَ الْمُخْدَجُ لَمَعَنَا يَوْمَئِذٍ فِي الْمَسْجِدِ نُجَالِسُهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَكَانَ فَقِيرًا وَرَأَيْتُهُ مَعَ الْمَسَاكِينِ يَشْهَدُ طَعَامَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَ النَّاسِ وَقَدْ كَسَوْتُهُ بُرْنُسًا لِي قَالَ أَبُو مَرْيَمَ وَكَانَ الْمُخْدَجُ يُسَمَّى نَافِعًا ذَا الثُّدَيَّةِ وَكَانَ فِي يَدِهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ عَلَى رَأْسِهِ حَلَمَةٌ مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْيِ عَلَيْهِ شُعَيْرَاتٌ مِثْلُ سِبَالَةِ السِّنَّوْرِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهُوَ عِنْدَ النَّاسِ اسْمُهُ حَرْقُوسُ

✧✧ ابومریم بیان کرتے ہیں' وہ نامکمل ہاتھ والا شخص ہمارے ساتھ مسجد میں موجود تھا۔ ہم رات اور دن اس کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ وہ غریب آدمی تھا میں نے اسے ان غریبوں کے ساتھ دیکھا ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا کھانے کے لئے لوگوں کے ساتھ آیا کرتے تھے۔ میں نے اسے اپنی ٹوپی بھی پہننے کے لئے دی تھی۔ ابومریم بیان کرتے ہیں' اس نامکمل ہاتھ والے شخص کا نام چھاتی والا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ عورت کی چھاتی کی طرح تھا۔ اس پر اسی طرح گھنڈی بنی ہوئی تھی جیسے چھاتی کے اوپر گھنڈی بنی ہوتی ہے اور اس پر کچھ بال تھے جیسے بلی کی مونچھ کے بال ہوتے ہیں۔

بَابٌ فِي قِتَالِ اللُّصُوصِ

باب: چوروں کے ساتھ لڑائی کرنا

4771- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ حَسَنٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمِّي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أُرِيدَ مَالُهُ بِغَيْرِ حَقٍّ فَقَاتَلَ فَقُتِلَ فَهُوَ شَهِيدٌ

❖❖ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جس شخص کے مال کو ناحق طور پر چھینا جانے لگا ہو اور وہ لڑتے ہوئے مارا جائے تو وہ شہید ہوگا۔

4772- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ يَعْنِي أَبَا أَيُّوبَ الْهَاشِمِيَّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ أَوْ دُونَ دَمِهِ أَوْ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ

❖❖ حضرت طلحہ بن عبیداللہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بیان نقل کرتے ہیں: جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔ جو شخص اپنے اہل خانہ کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔ جو شخص اپنی جان یا اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔

4771-إسناده صحيح. يحيى: هو ابن سعيد القطان، وسفيان: هو الثوري. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (3537) عن عمرو بن علي، عن يحيى بن سعيد، بهذا الإسناد. وأخرجه الترمذي (1479) من طريق محمد بن عبد الوهاب، و(1480) من طريق عبد الرحمن بن مهدي، كلاهما عن سفيان الثوري، به. وأخرجه الترمذي (1478) من طريق عبد العزيز بن المطلب، عن عبد الله بن الحسن، به. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (3538)

4772-إسناده صحيح. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (3544) عن محمد بن رافع ومحمد بن إسماعيل، كلاهما عن سليمان بن داود وحده، بهذا الإسناد. وأخرجه الترمذي (1481) من طريق يعقوب بن إبراهيم بن سعد، والنسائي (3543) من طريق عبد الرحمن بن مهدي، كلاهما عن إبراهيم بن سعد، به. وأخرجه مختصراً ابن ماجه (2580)، والنسائي في "الكبرى" (3539) من طريق سفيان، و(3540) من طريق محمد بن إسحاق، كلاهما عن الزهري، عن طلحة، به. وهو في "مسند أحمد" (1628) و(1652)، و"صحيح ابن حبان" (3194). وأخرجه الترمذي (1477) من طريق معمر، عن الزهري،

كِتَابُ الْأَدَبِ

یہ کتاب ادب کے بیان میں ہے

بَابٌ فِي الْحِلْمِ وَأَخْلَاقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی کریم ﷺ کے اخلاق اور بُردباری کا تذکرہ

4773 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ الشَّعِيرِيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ يَعْنِي ابْنَ عَمَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، قَالَ: قَالَ أَنَسٌ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا، فَأَرْسَلَنِي يَوْمًا لِحَاجَةٍ، فَقُلْتُ: وَاللهِ لَا أَذْهَبُ وَفِي نَفْسِي أَنْ أَذْهَبَ لِمَا أَمَرَنِي بِهِ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَخَرَجْتُ حَتَّى أَمُرَّ عَلَى صِبْيَانٍ وَهُمْ يَلْعَبُونَ فِي السُّوقِ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَابِضٌ بِقَفَايَ مِنْ وَرَائِي فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ: يَا أُنَيْسُ اذْهَبْ حَيْثُ أَمَرْتُكَ قُلْتُ: نَعَمْ، أَنَا أَذْهَبُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ أَنَسٌ: وَاللهِ لَقَدْ خَدَمْتُهُ سَبْعَ سِنِينَ، أَوْ تِسْعَ سِنِينَ، مَا عَلِمْتُ قَالَ لِشَيْءٍ صَنَعْتُ: لِمَ فَعَلْتَ كَذَا وَكَذَا، وَلَا لِشَيْءٍ تَرَكْتُ: هَلَّا فَعَلْتَ كَذَا وَكَذَا

⊛⊛ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ایک دفعہ آپ ﷺ نے مجھے کسی کام کے سلسلے میں بھیجا، میں نے عرض کی: اللہ کی قسم میں نہیں جاؤں گا۔ حالانکہ میرے ذہن میں یہ تھا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے مجھے جس کام کے لیے حکم دیا ہے، اس کام کے لیے جاؤں گا۔حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں وہاں سے نکلا، میرا گزر کچھ بچوں کے پاس سے ہوا، جو بازار میں کھیل رہے تھے، نبی اکرم ﷺ نے مجھے میرے پیچھے سے میری گدی سے پکڑ لیا، میں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا، تو آپ ﷺ مسکرا رہے تھے۔آپ نے ارشاد فرمایا''اے انس! تم وہاں جاؤ، جہاں کے بارے میں، میں نے تمہیں ہدایت کی ہے۔میں نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ ﷺ میں جاتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نے سات سال تک (راوی کو شک ہے) نو سال تک، نبی کریم ﷺ کی خدمت کی۔ مجھے نہیں یاد کہ آپ ﷺ نے میرے کیے ہوئے کام کے بارے میں یہ فرمایا ہو کہ تم نے ایسا' ایسا کیوں کیا؟ یا جو کام

4773- إسناده صحيح. وأخرجه مسلم (2309) عن أبي معن الرقاشي زيد بن يزيد، عن عمر بن يونس، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (2768) و(6911)، ومسلم (2309) و(52) و(53) و(55) من طرق عن أنس، به وجاءت روايتهم بنحو حديثنا، وفي بعضها اختصار وزيادة. وهو في "مسند أحمد" (11974) و(13021)، و"صحيح ابن حبان" (2893).

میں نے نہیں کیا، اس کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہو کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا"۔

4774 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِينَ بِالْمَدِينَةِ وَأَنَا غُلَامٌ لَيْسَ كُلُّ أَمْرِي كَمَا يَشْتَهِي صَاحِبِي أَنْ أَكُونَ عَلَيْهِ مَا قَالَ لِي فِيهَا أُفٍّ قَطُّ، وَمَا قَالَ لِي لِمَ فَعَلْتَ هَذَا أَوْ أَلَّا فَعَلْتَ هَذَا

"حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے مدینہ منورہ میں دس سال نبی کریم ﷺ کی خدمت کی ہے، میں اس وقت کم سن لڑکا تھا، میرے تمام کام اس طرح کے نہیں ہوتے تھے، جس طرح میرے آقا ﷺ کی خواہش ہوتی تھی۔ لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے مجھے کسی بھی کام کے سلسلے میں کبھی "اف" نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی آپ ﷺ نے کبھی یہ فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ یا تم نے یہ کیوں نہیں کیا؟

4775 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِلَالٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يُحَدِّثُ قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَهُوَ يُحَدِّثُنَا: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْلِسُ مَعَنَا فِي الْمَجْلِسِ يُحَدِّثُنَا، فَإِذَا قَامَ قُمْنَا قِيَامًا حَتَّى نَرَاهُ قَدْ دَخَلَ بَعْضَ بُيُوتِ أَزْوَاجِهِ، فَحَدَّثَنَا يَوْمًا فَقُمْنَا حِينَ قَامَ، فَنَظَرْنَا إِلَى أَعْرَابِيٍّ قَدْ أَدْرَكَهُ فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ فَحَمَّرَ رَقَبَتَهُ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَكَانَ رِدَاءً خَشِنًا، فَالْتَفَتَ، فَقَالَ لَهُ الْأَعْرَابِيُّ: احْمِلْ لِي عَلَى بَعِيرَيَّ هَذَيْنِ فَإِنَّكَ لَا تَحْمِلُ لِي مِنْ مَالِكَ وَلَا مِنْ مَالِ أَبِيكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا، وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ، لَا، وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ، لَا، وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ لَا أَحْمِلُ لَكَ حَتَّى تُقِيدَنِي مِنْ جَبْذَتِكَ الَّتِي جَبَذْتَنِي فَكُلُّ ذَلِكَ يَقُولُ لَهُ الْأَعْرَابِيُّ: وَاللهِ لَا أُقِيدُكَهَا، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، قَالَ: ثُمَّ دَعَا رَجُلًا فَقَالَ لَهُ احْمِلْ لَهُ عَلَى بَعِيرَيْهِ هَذَيْنِ: عَلَى بَعِيرٍ شَعِيرًا، وَعَلَى الْآخَرِ تَمْرًا ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيْنَا فَقَالَ: انْصَرِفُوا عَلَى بَرَكَةِ اللهِ تَعَالَى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ مسجد میں ہمارے ساتھ بیٹھ کر ہمارے ساتھ بات چیت کیا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ ہم یہ دیکھ لیتے کہ آپ ﷺ اپنی ازواج میں سے کسی کے گھر میں داخل ہو گئے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ ہمارے ساتھ بات چیت کر رہے تھے جب آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو ہم بھی کھڑے ہو گئے ہم نے ایک دیہاتی کو دیکھا جو نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچ گیا اس نے نبی اکرم ﷺ کی چادر کو کھینچا جس سے آپ ﷺ کی گردن مبارک سرخ ہو گئی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: وہ ایک کھردری چادر تھی نبی اکرم ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس دیہاتی نے کہا: آپ ﷺ سواری کے لیے مجھے یہ دو اونٹ دیں، کیونکہ آپ ﷺ اپنے مال سے یا اپنے باپ کے مال سے مجھے کچھ نہیں دے رہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی نہیں! میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، جی

4774- إسناده صحيح. وأخرجه بنحوه البخاري (6038) من طريق سلام بن مسكين، ومسلم (2309) من طريق حماد بن زيد، والترمذي -وفيه زيادة- (2134) من طريق جعفر بن سليمان، ثلاثتهم، عن ثابت، عن أنس. وهو في "مسند أحمد" (13021) و (13534)، و"صحيح ابن حبان" (2893) و (2894).

نہیں ایں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، میں اس وقت تک تمھیں نہیں دوں گا جب تک کہ تم مجھے چھوڑ نہیں دیتے، جو تم نے مجھے پکڑا ہوا ہے، تو دیہاتی ہر مرتبہ یہی کہتا رہا: اللہ کی قسم ایں آپ ﷺ کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا'' اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو بلایا اور اس سے فرمایا'' تم اسے سواری کے لیے ایک اونٹ دے دو، اور ایک اونٹ پر جو اور کھجوریں بھی لاد دو۔ پھر نبی اکرم ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ تم لوگ چلے جاؤ''

اخلاقِ نبوت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے بارے میں خلق خدا سے کیا پوچھنا؟ جب کہ خود خالق اخلاق نے یہ فرمادیا کہ

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

یعنی اے حبیب! بلاشبہ آپ اخلاق کے بڑے درجہ پر ہیں۔

آج تقریباً چودہ سو برس گزر جانے کے بعد دشمنان رسول کی کیا مجال کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بداخلاق کہہ سکیں اس وقت جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دشمنوں کے مجمعوں میں اپنے عملی کردار کا مظاہرہ فرمارہے تھے۔ خداوند قدوس نے قرآن میں اعلان فرمایا کہ

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران)

(اے حبیب) خدا کی رحمت سے آپ لوگوں سے نرمی کے ساتھ پیش آتے ہیں اگر آپ کہیں بداخلاق اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے ہٹ جاتے۔

دشمنانِ رسول نے قرآن کی زبان سے یہ خدائی اعلان سنا مگر کسی کی مجال نہیں ہوئی کہ اس کے خلاف کوئی بیان دیتا یا اس آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت کو جھٹلاتا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے سے بڑے دشمن نے بھی اس کا اعتراف کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی بلند اخلاق، نرم خو اور رحیم و کریم ہیں۔

بہر حال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محاسن اخلاق کے تمام گوشوں کے جامع تھے۔ یعنی حلم وعفو، رحم وکرم، عدل وانصاف، جود وسخا، ایثار وقربانی، مہمان نوازی، عدم تشدد، شجاعت، ایفاء عہد، حسن معاملہ، صبر وقناعت، نرم گفتاری، خوش روئی، ملنساری، مساوات، غمخواری، سادگی و بے تکلفی، تواضع وانکساری، حیاداری کی اتنی بلند منزلوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فائز وسرفراز ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک جملے میں اس کی صحیح تصویر کھینچتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن یعنی تعلیمات قرآن پر پورا پورا عمل یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تھے۔

اخلاق نبوت کا ایک مفصل وعظ ہم نے اپنی کتاب "حقانی تقریریں" میں تحریر کر دیا ہے یہاں بھی ہم اخلاق نبوت کے "شجرۃ الخلد" کی چند شاخوں کے کچھ پھول پھل پیش کر دیتے ہیں تا کہ ہم اور آپ ان پر عمل کر کے اپنی اسلامی زندگی کو کامل واکمل بنا کر عالم

اسلام میں مکمل مسلمان بن جائیں اور دار العمل سے دار الجزاء تک خداوند عز وجل کے شامیانہ رحمت میں اس کے اعلیٰ وافضل انعاموں کے بیٹھے بیٹھے پھل کھاتے رہیں۔ واللہ تعالیٰ ہو الموفق والمعین۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل:۔

چونکہ تمام علمی وعملی اور اخلاقی کمالات کا دارومدار عقل ہی پر ہے اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عقل کے بارے میں بھی کچھ تحریر کر دینا انتہائی ضروری ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ہم یہاں صرف ایک حوالہ تحریر کرتے ہیں:

وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اکہتر (۷۱) کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ جب سے دنیا عالم وجود میں آئی ہے اس وقت سے قیامت تک کے تمام انسانوں کی عقلوں کا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل شریف سے موازنہ کیا جائے تو تمام انسانوں کی عقلوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عقل شریف سے وہی نسبت ہوگی جو ایک ریت کے ذرے کو تمام دنیا کے ریگستانوں سے نسبت ہے۔ یعنی تمام انسانوں کی عقلیں ایک ریت کے ذرے کے برابر ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل شریف تمام دنیا کے ریگستانوں کے برابر ہے۔ اس حدیث کو ابو نعیم محدث نے حلیہ میں روایت کیا اور محدث ابن عساکر نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ (زرقانی ج ۴ ص ۲۵۰ و شفاء شریف ج ۱ ص ۴۲)

حلم وعفو:۔

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ جو پہلے ایک یہودی عالم تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کھجوریں خریدی تھیں۔ کھجوریں دینے کی مدت میں ابھی ایک دو دن باقی تھے کہ انہوں نے بھرے مجمع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی تلخ و ترش لہجے میں سختی کے ساتھ تقاضا کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن اور چادر پکڑ کر نہایت تند و تیز نظروں سے آپ کی طرف دیکھا اور چلا چلا کر یہ کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تم سب عبد المطلب کی اولاد کا یہی طریقہ ہے کہ تم لوگ ہمیشہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں دیر لگایا کرتے ہو اور ٹال مٹول کرنا تم لوگوں کی عادت بن چکی ہے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپے سے باہر ہو گئے اور نہایت غضب ناک اور زہریلی نظروں سے گھور گھور کر کہا کہ اے خدا کے دشمن! تو خدا کے رسول سے ایسی گستاخی کر رہا ہے؟ خدا کی قسم! اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب مانع نہ ہوتا تو میں ابھی ابھی اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! رضی اللہ عنہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ تمہیں تو یہ چاہیے تھا کہ مجھ کو ادائے حق کی ترغیب دے کر اور اس کو نرمی کے ساتھ تقاضا کرنے کی ہدایت کر کے ہم دونوں کی مدد کرتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اے عمر! رضی اللہ عنہ اس کو اس کے حق کے برابر کھجوریں دے دو، اور کچھ زیادہ بھی دے دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حق سے زیادہ کھجوریں دیں تو حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عمر! میرے حق سے زیادہ کیوں دے رہے ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ چونکہ میں نے ٹیڑھی ترچھی نظروں سے دیکھ کر تم کو خوفزدہ کر دیا تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری دلجوئی و دلداری کے لئے تمہارے حق سے کچھ زیادہ دینے کا مجھے حکم دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عمر! کیا تم مجھے پہچانتے ہو میں زید بن سعنہ ہوں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم وہی زید بن سعنہ ہو جو یہودیوں کا بہت بڑا عالم ہے۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔ یہ سن کر حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ پھر تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی گستاخی کیوں کی؟ حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اے عمر! رضی اللہ عنہ دراصل بات یہ ہے کہ میں نے توراۃ میں نبی آخرالزمان کی جتنی نشانیاں پڑھی تھیں ان سب کو میں نے ان کی ذات میں دیکھ لیا مگر دو نشانیوں کے بارے میں مجھے ان کا امتحان کرنا باقی رہ گیا تھا۔ ایک یہ کہ ان کا حلم جہل پر غالب رہے گا اور جس قدر زیادہ ان کے ساتھ جہل کا برتاؤ کیا جائے گا اسی قدر ان کا حلم بڑھتا جائے گا۔ چنانچہ میں نے اس ترکیب سے ان دونوں نشانیوں کو بھی ان میں دیکھ لیا اور میں شہادت دیتا ہوں کہ یقیناً یہ نبی برحق ہیں اور اے عمر! رضی اللہ عنہ میں بہت ہی مالدار آدمی ہوں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا آدھا مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر صدقہ کر دیا پھر یہ بارگاہ رسالت میں آئے اور کلمہ پڑھ کر دامن اسلام میں آگئے۔ (دلائل النبوۃ ج۱ص ۲۳ وزرقانی ج ۴ ص ۲۵۳)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ حنین سے واپسی پر دیہاتی لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹ گئے اور آپ سے مال کا سوال کرنے لگے، یہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چمٹے کہ آپ پیچھے ہٹتے ہٹتے ایک ببول کے درخت کے پاس ٹھہر گئے۔ اتنے میں ایک بدوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک اچک کر لے بھاگا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ تم لوگ میری چادر تو مجھے دے دو اگر میرے پاس ان جھاڑیوں کے برابر چوپائے ہوتے تو میں ان سب کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا تم لوگ مجھے نہ بخیل پاؤ گے نہ جھوٹا نہ بزدل۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۴۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چل رہا تھا اور آپ ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے جس کے کنارے موٹے اور کھردرے تھے۔ ایک دم ایک بدوی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیا اور اتنے زبردست جھٹکے سے چادر مبارک کو اس نے کھینچا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم و نازک گردن پر چادر کی کنار سے خراش آگئی پھر اس بدوی نے یہ کہا کہ اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے آپ حکم دیجئے کہ اس میں سے مجھے کچھ مل جائے۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس بدوی کی طرف توجہ فرمائی تو کمال حلم و عفو سے اس کی طرف دیکھ کر ہنس پڑے اور پھر اس کو کچھ مال عطا فرمانے کا حکم صادر فرمایا۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۴۶ باب ما کان یعطی النبی المولفۃ)

جنگ اُحد میں عتبہ بن ابی وقاص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کو شہید کر دیا اور عبداللہ بن قمیہ نے چہرۂ انور کو زخمی اور خون آلود کر دیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے لئے اس کے سوا کچھ بھی نہ فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْ یعنی اے اللہ! عزوجل میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ لوگ مجھے جانتے نہیں۔

خیبر میں زینب نامی یہودی عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کوئی انتقام نہیں لیا، لبید بن عصم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا اور بذریعہ وحی اس کا سارا حال معلوم ہوا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ مواخذہ نہیں فرمایا، غورث بن الحارث نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ سے آپ کی تلوار لے کر نیام سے کھینچ لی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے تو غورث کہنے لگا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اب کون ہے جو آپ کو مجھ سے بچا لے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ"۔ نبوت کی ہیبت سے تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار ہاتھ

میں لے کر فرمایا کہ بول! اب تجھ کو میرے ہاتھ سے کون بچانے والا ہے؟ غورث گڑ گڑا کر کہنے لگا کہ آپ ہی میری جان بچا دیں، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا اور معاف فرما دیا۔ چنانچہ غورث اپنی قوم میں آ کر کہنے لگا کہ اے لوگو! میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو تمام دنیا کے انسانوں میں سب سے بہتر ہے۔ (شفا قاضی عیاض جلد ا ص ۶۲)

کفار مکہ نے وہ کون سا ایسا ظالمانہ برتاؤ تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ کیا ہو مگر فتح مکہ کے دن جب یہ سب جباران قریش، انصار و مہاجرین کے لشکروں کے محاصرہ میں محصور و مجبور ہو کر حرم کعبہ میں خوف و دہشت سے کانپ رہے تھے اور انتقام کے ڈر سے ان کے جسم کا ایک ایک بال لرز رہا تھا۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مجرموں اور پاپیوں کو یہ فرما کر چھوڑ دیا اور معاف فرما دیا کہ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ فَاذْهَبُوا أَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ آج تم سے کوئی مؤاخذہ نہیں ہے جاؤ تم سب آزاد ہو۔

ایک کافر کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پکڑ کر لائے کہ یا رسول اللہ! (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) اس نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا تھا وہ شخص خوف و دہشت سے لرزہ براندام ہو گیا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کوئی خوف نہ رکھو بالکل مت ڈرو اگر تم نے میرے قتل کا ارادہ کر لیا تھا تو کیا ہوا؟ تم کبھی میرے اوپر غالب نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ خداوند تعالیٰ نے میری حفاظت کا وعدہ فرما لیا ہے۔ (شفا قاضی عیاض جلد ا ص ۶۳ وغیرہ)

الغرض اس طرح کے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہزاروں واقعات ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ حلم و عفو یعنی ایذاؤں کا برداشت کرنا اور مجرموں کو قدرت کے باوجود بغیر انتقام کے چھوڑ دینا اور معاف کر دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت کریمہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کا وہ عظیم شاہکار ہے جو ساری دنیا میں عدیم المثال ہے۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ

(شفاء شریف جلد ا ص ۶۱ وغیرہ و بخاری جلد ا ص ۵۰۳)

اپنی ذات کے لئے کبھی بھی رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے انتقام نہیں لیا ہاں البتہ اللہ عزوجل کی حرام کی ہوئی چیزوں کا اگر کوئی مرتکب ہوتا تو ضرور اس سے مواخذہ فرماتے۔

تواضع:۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تواضع بھی سارے عالم سے نرالی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار عطا فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو شاہانہ زندگی بسر فرمائیں اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو ایک بندے کی زندگی گزاریں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ بن کر زندگی گزارنے کو پسند فرمایا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تواضع دیکھ کر فرمایا کہ یا رسول اللہ! آپ کی اس تواضع کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ جلیل القدر مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اولاد آدم میں سب سے زیادہ بزرگ اور بلند مرتبہ ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور سے اٹھائے جائیں گے اور میدان حشر میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔

(زرقانی جلد ۳ ص ۲۶۳ و شفاء جلد ص ۸۶)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عصاء مبارک پر ٹیک لگاتے ہوئے کاشانہ نبوت سے باہر تشریف لائے تو ہم سب صحابہ تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے یہ دیکھ کر تواضع کے طور پر ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس طرح نہ کھڑے رہا کرو جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے رہا کرتے ہیں میں تو ایک بندہ ہوں بندوں کی طرح کھاتا ہوں اور بندوں کی طرح بیٹھتا ہوں۔ (شفاء شریف جلد ۱ ص ۸۶)

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اپنے پیچھے سواری پر اپنے کسی خادم کو بھی بٹھالیا کرتے تھے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ جنگ قریظہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے جانور کی لگام چھال کی رسی سے بنی ہوئی تھی۔ (زرقانی جلد ۴ ص ۲۶۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غلاموں کی دعوت کو بھی قبول فرماتے تھے۔ جو کی روٹی اور پرانی چربی کھانے کی دعوت دی جاتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دعوت کو قبول فرماتے تھے۔ مسکینوں کی بیمار پرسی فرماتے، فقراء کے ساتھ ہم نشینی فرماتے اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان مل جل کر نشست فرماتے۔ (شفاء شریف جلد ۱ ص ۷۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھریلو کام خود اپنے دست مبارک سے کرلیا کرتے تھے۔ اپنے خادموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے اور گھر کے کاموں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خادموں کی مدد فرمایا کرتے تھے۔ (شفاء شریف جلد ۱ ص ۷۷)

ایک شخص دربار رسالت میں حاضر ہوا تو جلالت نبوت کی ہیبت سے ایک دم خائف ہو کر لرزہ براندام ہو گیا اور کانپنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم بالکل مت ڈرو۔ میں نہ کوئی بادشاہ ہوں، نہ کوئی جبار حاکم، میں تو قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کی بوٹیاں کھایا کرتی تھی۔ (زرقانی ج ۴ ص ۲۶۵ و شفاء جلد ۱ ص ۷۸)

فتح مکہ کے دن جب فاتحانہ شان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکروں کے ہجوم میں شہر مکہ کے اندر داخل ہونے لگے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تواضع اور انکسار کی ایسی تجلی نمودار تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی کی پیٹھ پر اس طرح سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک کجاوہ کے اگلے حصہ سے لگا ہوا تھا۔ (شفاء جلد ۱ ص ۷۷)

اسی طرح جب حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لاکھ شمع نبوت کے پروانوں کے ساتھ اپنی مقدس زندگی کے آخری حج میں تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر ایک پرانا پالان تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم انور پر ایک چادر تھی جس کی قیمت چار درہم سے زیادہ نہ تھی اسی اونٹنی کی پشت پر اور اسی لباس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند ذوالجلال کے نائب کرم و رتاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی حیثیت سے اپنا شہنشاہی خطبہ پڑھا جس کو ایک لاکھ سے زائد فرزندان توحید ہمہ تن گوش بن کر سن رہے تھے۔ (زرقانی جلد ۳ ص ۲۶۸)

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین اقدس کا تسمہ ٹوٹ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے اس کو درست فرمانے لگے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے دیجئے میں اس کو درست

کردوں، میری اس درخواست پر ارشاد فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ تم اس کو ٹھیک کردو گے مگر میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں تم لوگوں پر اپنی برتری اور بڑائی ظاہر کروں، اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کام میں مشغول دیکھ کر بار بار عرض کرتے کہ یا رسول اللہ! آپ خود یہ کام نہ کریں اس کام کو ہم لوگ انجام دیں گے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے کہ یہ سچ ہے کہ تم لوگ میرا سب کام کردو گے مگر مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ میں تم لوگوں کے درمیان کسی امتیازی شان کے ساتھ رہوں۔ (زرقانی جلد ۴ ص ۲۶۵)

حسن معاشرت:۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اپنے احباب، اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم، اپنے رشتے داروں، اپنے پڑوسیوں ہر ایک کے ساتھ اتنی خوش اخلاقی اور ملنساری کا برتاؤ فرماتے تھے کہ ان میں سے ہر ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کا گرویدہ اور مداح تھا، خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے دس برس تک سفر و وطن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل کیا مگر کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مجھے ڈانٹا نہ جھڑکا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ تو نے فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہیں کیا؟ (زرقانی جلد ۴ ص ۲۶۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی خوش اخلاق نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے جو کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتا تو آپ لبیک کہہ کر جواب دیتے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں جب سے مسلمان ہوا کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پاس آنے سے نہیں روکا اور جس وقت بھی مجھے دیکھتے تو مسکرا دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے خوش طبعی بھی فرماتے اور سب کے ساتھ مل جل کر رہتے اور ہر ایک سے گفتگو فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بچوں سے بھی خوش طبعی فرماتے اور ان بچوں کو اپنی مقدس گود میں بٹھا لیتے اور آزاد نیز لونڈی غلام اور مسکین سب کی دعوتیں قبول فرماتے اور مدینہ کے انتہائی حصہ میں رہنے والے مریضوں کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے جاتے اور عذر پیش کرنے والوں کے عذر کو قبول فرماتے۔ (شفاء شریف جلد ۱ ص ۷۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں کوئی سرگوشی کی بات کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک اپنا سر اس کے منہ سے الگ نہ فرماتے جب تک وہ کان میں کچھ کہتا رہتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کی مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتا آپ سلام کرنے میں پہل کرتے اور ملاقاتیوں سے مصافحہ فرماتے اور اکثر اوقات اپنے پاس آنے والے ملاقاتیوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر مبارک بچھا دیتے اور اپنی مسند بھی پیش کر دیتے اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو ان کی کنیتوں اور اچھے ناموں سے پکارتے کبھی کسی بات کرنے والے کی بات کو کاٹتے نہیں تھے۔ ہر شخص سے خوش روئی کے ساتھ مسکرا کر ملاقات فرماتے، مدینہ کے خدام اور نوکر چاکر برتنوں میں صبح کو پانی لے کر آتے تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے برتنوں میں دست مبارک ڈبو دیں اور پانی متبرک ہو جائے تو سخت جاڑے کے موسم میں بھی صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے برتن میں اپنا مقدس ہاتھ ڈال دیا کرتے تھے اور جاڑے کی

سردی کے باوجود کسی کو محروم نہیں فرماتے تھے۔ (شفاء شریف جلد ۱ ص ۷۲)

حضرت عمرو بن سائب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی باپ یعنی حضرت بی بی حلیمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے کا ایک حصہ ان کے لئے بچھا دیا اور وہ اس پر بیٹھ گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں حضرت بی بی حلیمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے کا باقی حصہ ان کے لئے بچھا دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی آئے تو آپ نے ان کو اپنے سامنے بٹھالیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہمیشہ کپڑا وغیرہ بھیجتے رہتے تھے یہ ابولہب کی لونڈی تھیں اور چند دنوں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے بھی دودھ پلایا تھا۔ (شفاء شریف ج ۱ ص ۷۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے کوئی مخصوص بستر نہیں رکھتے تھے بلکہ ہمیشہ ازواج مطہرات کے بستروں ہی پر آرام فرماتے تھے اور اپنے پیار و محبت سے ہمیشہ اپنی مقدس بیویوں رضی اللہ عنہن کو خوش رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں پیالے میں پانی پی کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پیالہ دیتی تو آپ پیالے میں اسی جگہ اپنا لب مبارک لگا کر پانی نوش فرماتے جہاں میرے ہونٹ لگے ہوتے اور میں گوشت سے بھری کوئی ہڈی اپنے دانتوں سے نوچ کر وہ ہڈی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتی تو آپ بھی اسی جگہ سے گوشت کو اپنے دانتوں سے نوچ کر تناول فرماتے جس جگہ میرا منہ لگا ہوتا۔ (زرقانی جلد ۴ ص ۲۶۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ملاقات فرماتے اور اپنی صاحبزادیوں کے گھروں پر بھی رونق افروز ہو کر ان کی خبر گیری فرماتے اور اپنے نواسوں اور نواسیوں کو بھی اپنے پیار و شفقت سے بار بار نوازتے اور سب کی دلجوئی و رواداری فرماتے اور بچوں سے بھی گفتگو فرما کر ان کی بات چیت سے اپنا دل خوش کرتے اور ان کا بھی دل بہلاتے اپنے پڑوسیوں کی بھی خبر گیری اور ان کے ساتھ انتہائی کریمانہ اور مشفقانہ برتاؤ فرماتے الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طرز عمل اور اپنی سیرت مقدسہ سے ایسے اسلامی معاشرہ کی تشکیل فرمائی کہ اگر آج دنیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر عمل کرنے لگے تو تمام دنیا میں امن و سکون اور محبت و رحمت کا دریا بہنے لگے اور سارے عالم سے جدال و قتال اور نفاق و شقاق کا جہنم بجھ جائے اور عالم کائنات امن و راحت اور پیار و محبت کی بہشت بن جائے۔

حیاء:۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی "حیاء" کے بارے میں حضرت حق جل جلالہ کا قرآن میں یہ فرمان سب سے بڑا گواہ ہے کہ

إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنكُمْ

بے شک تمہاری یہ بات نبی کو ایذا پہنچاتی ہے لیکن وہ تم لوگوں سے حیا کرتے ہیں (اور تم کو کچھ کہہ نہیں سکتے)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان حیاء کی تصویر کھینچتے ہوئے ایک معزز صحابی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنواری پردہ نشین عورت سے بھی کہیں زیادہ حیادار تھے۔" (زرقانی جلد ۴ ص ۲۸۴ و بخاری جلد ۱ ص ۵۰۳ باب صفۃ النبی)

اس لئے ہر قبیح قول و فعل اور قابل مذمت حرکات و سکنات سے عمر بھر ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن عصمت پاک و صاف

ہی رہا اور پوری حیات مبارکہ میں وقار و مروت کے خلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی عمل سرزد نہیں ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ فحش کلام تھے نہ بے ہودہ گو نہ بازاروں میں شور مچانے والے تھے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیا کرتے تھے بلکہ معاف فرما دیا کرتے تھے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتی تھیں کہ کمال حیا کی وجہ سے میں نے کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برہنہ نہیں دیکھا۔ (شفاء شریف جلد ا ص ۶۹)

وعدہ کی پابندی:۔

ایفاء عہد اور وعدہ کی پابندی بھی درخت اخلاق کی ایک بہت ہی اہم اور نہایت ہی ہری بھری شاخ ہے۔ اس خصوصیت میں بھی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم بے مثال ہی ہے۔ حضرت ابوالحمساء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اعلان نبوت سے پہلے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سامان خریدا اسی سلسلے میں آپ کی کچھ رقم میرے ذمے باقی رہ گئی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ یہیں ٹھہریئے میں ابھی ابھی گھر سے رقم لا کر اسی جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ ٹھہرے رہنے کا وعدہ فرمایا مگر میں گھر آ کر اپنا وعدہ بھول گیا پھر تین دن کے بعد مجھے جب خیال آیا تو رقم لے کر اس جگہ پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ ٹھہرے ہوئے میرا انتظار فرما رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر ذرا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر بل نہیں آیا اور اس کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور کچھ نہیں فرمایا کہ اے نوجوان! تم نے تو مجھے مشقت میں ڈال دیا کیونکہ میں اپنے وعدے کے مطابق تین دن سے یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (شفاء شریف ص ۷۴)

عدل:۔

خدا عزوجل کے مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان میں سب سے زیادہ امین سب سے بڑھ کر عادل اور پاک دامن و راست باز تھے۔ یہ وہ روشن حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے دشمنوں نے بھی اس کا اعتراف کیا۔ چنانچہ اعلان نبوت سے قبل تمام اہل مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "صادق الوعد" اور "امین" کے معزز لقب سے یاد کرتے تھے۔ حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مکہ والوں کا اس بات پر اتفاق تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کے امین اور عادل ہیں اسی لئے اعلان نبوت سے پہلے اہل مکہ اپنے مقدمات اور جھگڑوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرایا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فیصلوں کو انتہائی احترام کے ساتھ بلا چون و چرا تسلیم کر لیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ امین کا فیصلہ ہے۔

(شفاء شریف جلد ا ص ۷۸، ۷۹)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر بلند مرتبہ عادل تھے اس بارے میں بخاری شریف کی ایک روایت سب سے بڑھ کر شاہد عدل ہے۔ قبیلہ قریش کے خاندان بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی۔ اسلام میں چوری کی یہ سزا ہے کہ اس کا دایاں ہاتھ پہنچوں سے کاٹ ڈالا جائے۔ قبیلہ قریش کو اس واقعہ سے بڑی فکر دامن گیر ہوگئی کہ اگر ہمارے قبیلہ کی اس عورت کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا تو یہ ہماری خاندانی شرافت پر ایسا بدنما داغ ہوگا جو کبھی مٹ نہ سکے گا اور ہم لوگ تمام عرب کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہو جائیں گے اس لئے ان لوگوں نے یہ طے کیا کہ بارگاہ رسالت میں کوئی زبردست سفارش پیش کر دی جائے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس

عورت کا ہاتھ نہ کاٹیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو جو نگاہ نبوت میں انتہائی محبوب تھے دباؤ ڈال کر اس بات کے لئے آمادہ کرلیا کہ وہ دربار اقدس میں سفارش پیش کریں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے اشراف قریش کے اصرار سے متاثر ہوکر بارگاہِ رسالت میں سفارش عرض کر دی یہ سن کر پیشانی نبوت پر جلال کے آثار نمودار ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت ہی غضب ناک لہجہ میں فرمایا کہ اَتَشْفَعُ فِیْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ کہ اے اسامہ! تو اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی سزاؤں میں سے ایک سزا کے بارے میں سفارش کرتا ہے؟ پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ایک خطبہ دیا اور اس خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ یَاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا ضَلَّ مَنْ قَبْلَکُمْ اَنَّھُمْ کَانُوْا اِذَا سَرَقَ الشَّرِیْفُ تَرَکُوْہُ وَ اِذَا سَرَقَ الضَّعِیْفُ فِیْھِمْ اَقَامُوْا عَلَیْہِ الْحَدَّ وَ اَیْمُ اللّٰہِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعَ مُحَمَّدٌ یَدَھَا

(بخاری جلد ۲ ص ۱۰۰۳ باب کراہیۃ الشفاعت فی الحدود)

اے لوگو! تم سے پہلے کے لوگ اس وجہ سے گمراہ ہوگئے کہ جب ان میں کوئی شریف چوری کرتا تھا تو اس کو چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر سزائیں قائم کرتے تھے خدا کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے گی تو یقیناً محمد اس کا ہاتھ کاٹ لے گا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست و برخاست، رفتار و گفتار، ہر ادا میں ایک خالص پیغمبرانہ وقار پایا جاتا تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت نبوت کا جاہ و جلال آفتاب عالم تاب کی طرح ہر خاص و عام کی نظروں میں نمودار رہتا تھا۔

زاہدانہ زندگی:۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہنشاہ کونین اور تاجدار دو عالم ہوتے ہوئے ایسی زاہدانہ اور سادہ زندگی بسر فرماتے تھے کہ تاریخ نبوت میں اس کی مثال نہیں مل سکتی، خوراک و پوشاک، مکان و سامان، رہن سہن غرض حیات مبارکہ کے ہر گوشہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد اور دنیا سے بے رغبتی کا عالم اس درجہ نمایاں تھا کہ جس کو دیکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کی نعمتیں اور لذتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ نبوت میں ایک مچھر کے پر سے بھی زیادہ ذلیل و حقیر ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی میں کبھی تین دن لگاتار ایسے نہیں گزرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکم سیر ہو کر روٹی کھائی ہو ایک ایک مہینہ تک کاشانہ نبوت میں چولہا نہیں جلتا تھا اور کھجور و پانی کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کی کوئی دوسری خوراک نہیں ہوا کرتی تھی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو میں مکہ کی پہاڑیوں کو سونا بنا دوں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ چلتی رہیں اور آپ ان کو جس طرح چاہیں خرچ کرتے رہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں کیا اور بارگاہِ خداوندی عزوجل میں عرض کیا کہ اے میرے رب! عزوجل مجھے یہی زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کھانا کھاؤں تا کہ بھوک کے دن خوب گڑگڑا کر تجھ سے دعائیں مانگوں اور آسودگی کے دن تیری حمد کروں اور تیرا شکر بجا لاؤں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس بستر پر سوتے تھے وہ چمڑے کا گدا تھا جس میں روئی کی جگہ

درختوں کی چھال بھری ہوئی تھی۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میری باری کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک موٹے ٹاٹ پر سویا کرتے تھے جس کو میں دوتہ کر کے بچھا دیا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ میں نے اس ٹاٹ کو چارتہ کر کے بچھا دیا تو صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلے کی طرح اس ٹاٹ کو تم دہرا کر کے بچھا دیا کرو کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ اس بستر کی نرمی سے کہیں مجھ پر گہری نیند کا حملہ ہو جائے تو میری نماز تہجد میں خلل پیدا ہو جائے گا۔ روایت ہے کہ کبھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی چار پائی پر بھی آرام فرمایا کرتے تھے جو کھردرے بان سے بنی ہوئی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر بچھونے کے اس چار پائی پر لیٹتے تھے تو جسم نازک پر بان کے نشان پڑ جایا کرتے تھے۔ (شفا شریف جلد ۱ ص ۸۲، ۸۳ وغیرہ)

شجاعت :۔

حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال شجاعت کا یہ عالم تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے بہادر صحابی کا یہ قول ہے کہ جب لڑائی خوب گرم ہو جاتی تھی اور جنگ کی شدت دیکھ کر بڑے بڑے بہادروں کی آنکھیں پتھرا کر سرخ پڑ جایا کرتی تھیں اس وقت میں ہم لوگ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑے ہو کر اپنا بچاؤ کرتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب لوگوں سے زیادہ آگے بڑھ کر اور دشمنوں کے بالکل قریب پہنچ کر جنگ فرماتے تھے۔ اور ہم لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر وہ شخص شمار کیا جاتا تھا جو جنگ میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہ کر دشمنوں سے لڑتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بہادر اور طاقتور، سخی اور پسندیدہ میری آنکھوں نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت براء بن عازب اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان فرمایا ہے کہ جنگ حنین میں بارہ ہزار مسلمانوں کا لشکر کفار کے حملوں کی تاب نہ لا کر بھاگ گیا تھا اور کفار کی طرف سے لگاتار تیروں کا مینہ برس رہا تھا اس وقت میں بھی رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے بلکہ ایک سفید خچر پر سوار تھے اور حضرت ابو سفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے دشمنوں کے دل بادل لشکروں کے ہجوم کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ اور رجز کے یہ کلمات زبان اقدس پر جاری تھے کہ

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ   اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ (بخاری جلد ۲ ص ۶۱۷ باب قول اللہ ویوم حنین وزرقانی جلد ۳ ص ۲۹۳)

طاقت :۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی طاقت بھی حد اعجاز کو پہنچی ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس معجزانہ طاقت و قوت سے ایسے ایسے محیر العقول کارناموں اور کمالات کا مظاہرہ فرمایا کہ عقل انسانی اس کے تصور سے حیران رہ جاتی ہے۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب خندق کھود رہے تھے ایک ایسی چٹان ظاہر ہو گئی جو کسی طرح کسی شخص سے بھی نہیں

نوٹ سکی مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طاقت نبوت سے اس پر پھاوڑا مارا تو وہ ریت کے بھربھرے ٹیلے کی طرح بکھر کر پاش پاش ہوگئی جس کا مفصل تذکرہ جنگ خندق میں ہم تحریر کر چکے ہیں۔

رکانہ پہلوان سے کشتی:۔

عرب کا مشہور پہلوان رکانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسلام کی دعوت دی وہ کہنے لگا کہ اے محمد! اگر آپ مجھ سے کشتی لڑکر مجھے پچھاڑ دیں تو میں آپ کی دعوت اسلام کو قبول کرلوں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیار ہو گئے اور اس سے کشتی لڑکر اس کو پچھاڑ دیا، پھر اس نے دوبارہ کشتی لڑنے کی دعوت دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری مرتبہ بھی اپنی پیغمبرانہ طاقت سے اس کو اس زور کے ساتھ زمین پر پٹک دیا کہ وہ دیر تک اٹھ نہ سکا اور حیران ہو کر کہنے لگا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کی قسم! آپ کی عجیب شان ہے کہ آج تک عرب کا کوئی پہلوان میری پیٹھ زمین پر نہیں لگا سکا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم زدن میں مجھے دومرتبہ زمین پر پچھاڑ دیا۔ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ رکانہ فوراً ہی مسلمان ہوگیا مگر بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ رکانہ نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (زرقانی جلد ۴ ص ۲۹۱)

یزید بن رکانہ سے مقابلہ:۔

اسی رکانہ کا بیٹا یزید بن رکانہ بھی مانا ہوا پہلوان تھا یہ تین سو بکریاں لے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مجھ سے کشتی لڑیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں نے تمہیں پچھاڑ دیا تو تم کتنی بکریاں مجھے انعام میں دو گے اس نے کہا کہ ایک سو بکریاں میں آپ کو دے دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیار ہو گئے اور اس سے ہاتھ ملاتے ہی اس کو زمین پر پٹک دیا اور وہ حیرت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ تکنے لگا اور وعدہ کے مطابق ایک سو بکریاں اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیں۔ مگر پھر دوبارہ اس نے کشتی لڑنے کے لئے چیلنج دیا آپ نے دوسری مرتبہ بھی اس کی پیٹھ زمین پر لگا دی اس نے پھر ایک سو بکریاں آپ کو دے دیں۔ پھر تیسری بار اس نے کشتی کے لئے للکارا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا چیلنج قبول فرمالیا اور کشتی لڑکر اس زور کے ساتھ اس کو زمین پر دے مارا کہ وہ چت ہوگیا، اس نے باقی ایک سو بکریوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا، مگر کہنے لگا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) سارا عرب گواہ ہے کہ آج تک کوئی پہلوان مجھ پر غالب نہیں آسکا، مگر آپ نے تین بار جس طرح مجھے کشتی میں پچھاڑا ہے اس سے میرا دل مان گیا کہ یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا عزوجل کے نبی ہیں، یہ کہا اور کلمہ پڑھ کر دامن اسلام میں آگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مسلمان ہو جانے سے بے حد خوش ہوئے اور اس کی تین سو بکریاں واپس کر دیں۔ (زرقانی جلد ۴ ص ۲۹۲)

بَابٌ فِي الْوَقَارِ

باب (وقار کا بیان)

4776- حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا قَابُوسُ بْنُ أَبِي ظَبْيَانَ، أَنَّ أَبَاهُ، حَدَّثَهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ

بْنُ عَبَّاسٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْهَدْيَ الصَّالِحَ، وَالسَّمْتَ الصَّالِحَ، وَالِاقْتِصَادَ جُزْءٌ مِنْ خَمْسَةٍ وَعِشْرِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''بے شک نیک چال چلن، اچھا کردار اور میانہ روی اختیار کرنا نبوت کا پچیسواں جز ہے''۔

وقار:۔

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلسوں میں جس قدر وقار کے ساتھ رونق افروز رہتے تھے بڑے سے بڑے بادشاہوں کے دربار میں بھی اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس حلم وحیاء اور خیر وامانت کی مجلس ہوا کرتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بھی کوئی بلند آواز سے گفتگو نہیں کرسکتا تھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے تھے تو تمام اہل مجلس اس طرح سر جھکائے ہوئے ہمہ تن گوش بن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنتے تھے کہ گویا ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہی وقار کے ساتھ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملوں کو گننا چاہتا تو وہ گن سکتا تھا۔ (شفاء شریف جلد ۱ص ۸۰، ۸۱ و بخاری جلد ۱ص ۵۰۳)

بَابُ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا

جو شخص غصہ پی جائے

4777 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي مَرْحُومٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْفِذَهُ، دَعَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُخَيِّرَهُ اللّٰهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ مَا شَاءَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: اسْمُ أَبِي مَرْحُومٍ: عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَيْمُونٍ

❁❁ سہل بن معاذ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص اس وقت اپنے غصے پر قابو پالے، جب وہ اس پر عمل کی قدرت رکھتا ہو، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوق کی موجودگی میں اسے بلوائے گا اور اسے یہ اختیار دے گا کہ وہ جس بھی حور عین کو چاہے، اسے حاصل کرلے''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابو مرحوم راوی کا نام عبدالرحمن بن میمون ہے۔

4777- إسناده حسن من أجل أبي مرحوم - واسمه عبد الرحيم بن ميمون - وسهل ابن معاذ بن أنس، وباقي رجاله ثقات. وابن السرح: هو أحمد بن عمرو بن عبد الله ابن عمرو بن السرح. وأخرجه ابن ماجه (4186) عن حرملة بن يحيى، عن عبد الله بن وهب، بهذا الإسناد. وأخرجه الترمذي (2140) و (2661) من طريق عبد الله بن يزيد المقرء، عن سعيد بن أبي أيوب، به. وهو في "مسند أحمد" (15619) و (15637).

4778- حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ، عَنْ بِشْرٍ يَعْنِي ابْنَ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَبْنَاءِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَحْوَهُ قَالَ: مَلَاَهُ اللّٰهُ اَمْنًا وَاِيمَانًا لَمْ يَذْكُرْ قِصَّةَ دَعَاهُ اللّٰهُ زَادَ وَمَنْ تَرَكَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ قَالَ بِشْرٌ: اَحْسِبُهُ قَالَ تَوَاضُعًا كَسَاهُ اللّٰهُ حُلَّةَ الْكَرَامَةِ. وَمَنْ زَوَّجَ لِلّٰهِ تَعَالٰى تَوَّجَهُ اللّٰهُ تَاجَ الْمُلْكِ

سوید بن وہب ایک صحابی کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اس کی مانند روایت نقل کرتے ہیں

تاہم اس روایت میں یہ الفاظ ہیں "اللہ تعالیٰ اسے امن اور ایمان سے بھر دے گا"

اس راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے کہ اللہ تعالیٰ (اسے قیامت کے دن) بلوائے گا۔

اس راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: "جو شخص عمدہ لباس پہننا ترک کر دے، حالانکہ وہ اس کی قدرت رکھتا ہو"

بشر نامی راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ روایت میں یہ الفاظ ہیں: "تواضع کی وجہ سے ترک کرے تو (اللہ تعالیٰ قیامت کے دن) اسے عزت کا جوڑا پہنائے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے شادی کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے بادشاہوں کا تاج پہنائے گا"

4779- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا تَعُدُّوْنَ الصُّرَعَةَ فِيْكُمْ؟ قَالُوْا: الَّذِيْ لَا يَصْرَعُهُ الرِّجَالُ قَالَ: لَا، وَلٰكِنَّهُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تم لوگ اپنے درمیان پہلوان کسے سمجھتے ہو؟ لوگوں نے عرض کی: وہ شخص جسے کوئی دوسرا پچھاڑ نہ سکے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی نہیں۔ طاقت ور وہ ہوتا ہے، جو غصے کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے۔"

بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ الْغَضَبِ

باب: غصے کے عالم میں کیا پڑھا جائے؟

4778- حديث حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف لجهالة الرجل من أبناء الصحابة. وهو عند البيهقي في "الشعب" (8354) من طريق أبي داود، بهذا الإسناد. وأخرجه القضاعي في "مسند الشهاب" (437) من طريق عبد الرحمن بن محمد ابن منصور، عن عبد الرحمن بن مهدي، به.

4779- إسناده صحيح. أبو معاوية: هو محمد بن خازم، والأعمش: هو سليمان ابن مهران، وإبراهيم التيمي: هو ابن يزيد. وأخرجه مسلم (2608) عن أبي بكر بن أبي شيبة، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (2608) عن أبي غريب، عن أبي معاوية، به. وأخرجه مسلم (2608) من طريق جرير، و (2658) من طريق عيسى بن يونس، كلاهما عن الأعمش، به. وعند مسلم في أوله زيادة. وهو في "مسند أحمد" (3626)، و "صحيح ابن حبان" (2950) و (5691).

4780 - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَغَضِبَ أَحَدُهُمَا غَضَبًا شَدِيدًا حَتَّى خُيِّلَ إِلَيَّ أَنَّ أَنْفَهُ يَتَمَزَّعُ مِنْ شِدَّةِ غَضَبِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُهُ مِنَ الْغَضَبِ، فَقَالَ: مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ قَالَ: فَجَعَلَ مُعَاذٌ يَأْمُرُهُ، فَأَبَى وَمَحِكَ، وَجَعَلَ يَزْدَادُ غَضَبًا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں، دو آدمیوں کے درمیان تکرار ہوگئی، ان میں سے ایک کو دوسرے پر شدید غصہ آ گیا، یہاں تک کہ غصے کی شدت کی وجہ سے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اس کی ناک پھٹ جائے گی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " مجھے ایک ایسے کلمہ کے بارے میں علم ہے کہ اگر یہ شخص اسے پڑھ لے، تو اسے جو غصہ آیا ہوا ہے، وہ ختم ہو جائے گا۔ اس شخص نے دریافت کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا کلمہ ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ یہ پڑھے

" اے اللہ! میں مردود شیطان سے تیری پناہ مانگتا ہوں "

راوی کہتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو یہ کہنا شروع کیا (یہ پڑھ لے) لیکن اس نے انکار کر دیا اور وہ لڑنے لگا اور اس کے غصے میں اضافہ ہو گیا

4781 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ، قَالَ: اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ أَحَدُهُمَا تَحْمَرُّ عَيْنَاهُ وَتَنْتَفِخُ أَوْدَاجُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَأَعْرِفُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا هَذَا لَذَهَبَ عَنْهُ الَّذِي يَجِدُ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَالَ الرَّجُلُ: هَلْ تَرَى بِي مِنْ جُنُونٍ؟

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دو آدمیوں کے درمیان تکرار ہوگئی ان میں سے ایک آدمی کی آنکھیں سرخ ہوگئیں اور رگیں پھول گئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

" مجھے ایک ایسے کلمہ کے بارے میں علم ہے کہ اگر یہ شخص اسے پڑھ لے، تو اسے جو صورتحال درپیش ہے، وہ ختم ہو جائے گی۔ (وہ کلمہ یہ ہے) " میں مردود شیطان سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں "

تو اس شخص نے کہا: کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں پاگل ہوں

4780-حديث صحيح لغيره، وهذا إسناد رجاله ثقات إلا أن فيه انقطاعاً بين عبد الرحمن ابن أبي ليلى ومعاذ بن جبل. وقد اختلف فيه على عبد الملك بن عمير، فرواه مرة من حديث معاذ بن جبل، ومرة من حديث أبي بن كعب كما سيأتي في التخريج. وأخرجه الترمذي (3754) و (3755)، والنسائي في "الكبرى" من كتاب عمل اليوم والليلة (10149) من طريق سفيان، والنسائي كذلك (10150) من طريق زائدة، كلاهما عن عبد الملك بن عمير، بهذا الإسناد

4781-إسناده صحيح. أبو معاوية: هو محمد بن حازم. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (100153) عن هناد بن السري، عن أبي معاوية، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (3282)، ومسلم (2610)، والنسائي في "الكبرى" (10152) من طرق عن الأعمش، به. وهو في "مسند أحمد" (27205)، و"صحيح ابن حبان" (5692).

4782 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي حَرْبِ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا: إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ، فَإِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَإِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص کو سخت غصہ آئے اور وہ اس وقت کھڑا ہوا ہو، تو اسے بیٹھ جانا چاہیے، اس طرح اس کا غصہ ختم ہو جائے گا، یا پھر اسے لیٹ جانا چاہیے''۔

4783 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ دَاوُدَ، عَنْ بَكْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَا ذَرٍّ، بِهَذَا الْحَدِيثِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا أَصَحُّ الْحَدِيثَيْنِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت ان دونوں سے زیادہ مستند ہے۔

4784 - حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو وَائِلٍ الْقَاصُّ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى عُرْوَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ السَّعْدِيِّ، فَكَلَّمَهُ رَجُلٌ فَأَغْضَبَهُ، فَقَامَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَجَعَ وَقَدْ تَوَضَّأَ فَقَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي عَطِيَّةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَإِنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ، وَإِنَّمَا تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ، فَإِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ

ابووائل جو ایک خطیب ہیں، وہ بیان کرتے ہیں: ہم عروہ بن محمد سعدی کے پاس آئے، کسی شخص نے ان سے بات کرتے ہوئے انہیں غصہ دلا دیا، تو وہ اٹھے، انہوں نے وضو کیا، پھر واپس آئے تو وہ وضو کر کے آئے تھے، انہوں نے بتایا: میرے والد نے مجھے میرے دادا عطیہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بیان کیا ہے:

''بے شک غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، اور شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے، اور آگ کو پانی کے ذریعے بجھایا جاتا ہے، جب کسی شخص کو غصہ آئے، تو اس کو پانی سے وضو کر لینا چاہیے''۔

بَابٌ فِي التَّجَاوُزِ فِي الْأَمْرِ

باب: کسی کام میں درگزر کرنا

4785 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ

يَكُنْ إِثْمًا، فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ تَعَالَى فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ بِهَا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دو امور کے بارے میں اختیار دیا جاتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اختیار کیا، جو زیادہ آسان ہو، بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ نہ ہو، اگر وہ کوئی گناہ کا کام ہو، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ، اس سے دور رہتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کبھی انتقام نہیں لیا، البتہ جب اللہ تعالیٰ کی کسی حرمت کو پامال کیا جاتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا انتقام لیتے تھے“

4786 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَادِمًا وَلَا امْرَأَةً قَطُّ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی خادم کو، یا اپنی اہلیہ کو نہیں مارا“

4787 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيُّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ، فِي قَوْلِهِ (خُذِ الْعَفْوَ) (الاعراف: ۱۹۹) قَالَ: أُمِرَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْخُذَ الْعَفْوَ مِنْ أَخْلَاقِ النَّاسِ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں نقل کرتے ہیں: (ارشادِ باری تعالیٰ ہے:)
”تم درگزر کرنے کو اختیار کرو“

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا، کہ وہ لوگوں کے اخلاق میں سے، معاف کرنے (کی عادت) کو اختیار کریں۔

بَابٌ فِي حُسْنِ الْعِشْرَةِ

حسن سلوک

4785- إسناده صحيح. وأخرجه البخاري (6126) عن عبد الله بن مسلمة، بهذا الإسناد. وهو عند مالك في "الموطأ" 2/ 902 - 903 ومن طريقه أخرجه البخاري (3560)، ومسلم (2327). وأخرجه البخاري (6786) و (6853)، ومسلم (2327)، والنسائي في "الكبرى" (9118) و (9119) من طرق عن ابن شهاب الزهري، به.

4786- إسناده صحيح. مسدد: هو ابن مسرهد، ومعمر: هو ابن راشد، وعروة: هو ابن الزبير. وأخرجه بزيادة فيه النسائي في "الكبرى" (9118) من طريق محمد وموسى، و (9119) من طريق بكر بن وائل، ثلاثتهم عن ابن شهاب الزهري، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (2328)، وابن ماجه (1984)، والنسائي (9120) من طريق هشام بن عروة، عن أبيه عروة، به. وعند مسلم والنسائي زيادة. وهو في "مسند أحمد" (24034) و (25715)، و"صحيح ابن حبان" (488) و (6444)

4787- حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل محمد بن عبد الرحمن الطفاوي. وأخرجه البخاري (4643) من طريق وكيع، والنسائي في "الكبرى" (11131) من طريق عبدة، كلاهما عن هشام بن عروة، بهذا الإسناد. وعلقه البخاري (4644) من طريق أبي أسامة، عن هشام بن عروة، به.

4788 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ يَعْنِي الْحِمَّانِيَّ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَلَغَهُ عَنِ الرَّجُلِ الشَّيْءُ لَمْ يَقُلْ: مَا بَالُ فُلَانٍ يَقُولُ، وَلَكِنْ يَقُولُ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَقُولُونَ كَذَا وَكَذَا؟

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شخص کے بارے میں کسی چیز کا علم ہوتا، (جو نامناسب بات ہوتی) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں کہتے تھے کہ فلاں کو کیا ہوا ہے کہ وہ یوں کہتا ہے، یا یوں کرتا ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ یوں کہتے ہیں''۔

4789 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا سَلْمٌ الْعَلَوِيُّ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَجُلًا، دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلَّمَا يُوَاجِهُ رَجُلًا فِي وَجْهِهِ بِشَيْءٍ يَكْرَهُهُ، فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ: لَوْ أَمَرْتُمْ هَذَا أَنْ يَغْسِلَ ذَا عَنْهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَلْمٌ لَيْسَ هُوَ عَلَوِيًّا، كَانَ يُبْصِرُ فِي النُّجُومِ، وَشَهِدَ عِنْدَ عَدِيِّ بْنِ أَرْطَاةَ عَلَى رُؤْيَةِ الْهِلَالِ فَلَمْ يُجِزْ شَهَادَتَهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس پر زرد رنگ کا نشان موجود تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر ایسا نہیں کرتے تھے کہ کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے ناراضگی کا اظہار ہو، جب وہ شخص چلا گیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اس سے یہ کہہ دو کہ وہ (زرد رنگ کو) دھو دے، (تو یہ بہتر ہوگا)''

سلم نامی راوی علوی نہیں ہے، یہ علم نجوم میں مہارت رکھتا تھا، اس نے عدی بن ارطاۃ کے سامنے پہلی کا چاند دیکھنے کی گواہی دی، تو انہوں نے اس کی گواہی کو درست قرار نہیں دیا۔

4790 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ فُرَافِصَةَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ رَافِعٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رَفَعَاهُ جَمِيعًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيمٌ، وَالْفَاجِرُ خِبٌّ لَئِيمٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مومن سیدھا سادہ اور معزز ہوتا ہے، جبکہ فاجر (کافر) دھوکے باز اور کنجوس ہوتا ہے''۔

4791 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: اسْتَأْذَنَ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: بِئْسَ ابْنُ الْعَشِيرَةِ، أَوْ بِئْسَ رَجُلُ الْعَشِيرَةِ، ثُمَّ قَالَ: ائْذَنُوا لَهُ فَلَمَّا دَخَلَ أَلَانَ لَهُ الْقَوْلَ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَنْتَ لَهُ الْقَوْلَ وَقَدْ قُلْتَ لَهُ مَا قُلْتَ،

قَالَ: إِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ وَدَعَهُ أَوْ تَرَكَهُ النَّاسُ لِاتِّقَاءِ فُحْشِهِ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "یہ اپنے خاندان کا برا فرد ہے (الفاظ میں راوی کو شک ہے) پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو اندر آنے کی اجازت دے دو، جب وہ شخص اندر آیا، تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے ساتھ نرمی کے ساتھ بات چیت کی (لیکن بعد میں) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے اس کے ساتھ نرمی کے ساتھ بات کی ہے، حالانکہ پہلے آپ ﷺ اس کے بارے میں فلاں بات ارشاد فرما رہے تھے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"قیامت کے دن، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، سب سے برا شخص وہ ہوگا، جسے لوگ اس کی بدزبانی سے بچنے کی خاطر چھوڑ دیں۔ (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)"

4792 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَجُلًا اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ فَلَمَّا دَخَلَ انْبَسَطَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّمَهُ، فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَمَّا اسْتَأْذَنَ قُلْتَ: بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ فَلَمَّا دَخَلَ انْبَسَطْتَ إِلَيْهِ. فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْفَاحِشَ الْمُتَفَحِّشَ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اپنے خاندان کا برا فرد ہے، جب وہ اندر آیا، تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے بات کی، جب وہ شخص چلا گیا، تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! جب اس شخص نے اندر آنے کی اجازت مانگی تھی، تو آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا: یہ اپنے خاندان کا برا فرد ہے، جب وہ اندر آیا، تو آپ ﷺ نے اس کے ساتھ خوش دلی سے بات چیت کی، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

"اے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ کسی فحش گفتگو کرنے والے اور بدزبانی کا اظہار کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا"۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا مطلب دریافت کیا گیا "وہ اپنے خاندان کا برا فرد ہے" تو انہوں نے کہا: یہ نبی اکرم ﷺ کی خصوصیت ہے۔

4793 - حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَائِشَةَ فِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ، قَالَتْ: فَقَالَ تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَائِشَةُ، إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ الَّذِينَ يُكْرَمُونَ اتِّقَاءَ أَلْسِنَتِهِمْ

4791- إسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة، ابن المنكدر: هو محمد، وعروة: هو ابن الزبير. وأخرجه البخاري (6054) و(6131)، ومسلم (2591)، والترمذي (2114) من طرق عن سفيان بن عيينة، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (6032) من طريق روح بن القاسم، ومسلم (2591)، وإسحاق بن راهويه في "مسنده" (833).

سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ کے حوالے سے یہی واقعہ ایک اور سند کے ہمراہ موجود ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اے عائشہ! لوگوں میں سب سے برے وہ لوگ ہیں، جن کی بدزبانی سے بچنے کے لیے ان کی عزت کی جائے''۔

4794- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو قَطَنٍ، أَخْبَرَنَا مُبَارَكٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ رَجُلًا الْتَقَمَ أُذُنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُنَحِّي رَأْسَهُ، حَتَّى يَكُونَ الرَّجُلُ هُوَ الَّذِي يُنَحِّي رَأْسَهُ، وَمَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَخَذَ بِيَدِهِ فَتَرَكَ يَدَهُ، حَتَّى يَكُونَ الرَّجُلُ هُوَ الَّذِي يَدَعُ يَدَهُ.

حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں۔ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے سرگوشی میں نبی اکرم ﷺ سے کوئی بات کرنا چاہی ہو، تو نبی اکرم ﷺ نے اپنا سر پیچھے کرلیا ہو، جب تک وہ آدمی خود اپنا سر پیچھے نہیں کرلیتا، اور میں نے نہیں دیکھا کہ کبھی نبی اکرم ﷺ کا کسی نے ہاتھ پکڑا ہو اور آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا ہو، جب تک کہ وہ شخص خود نبی اکرم ﷺ کا ہاتھ چھوڑ نہیں دیتا تھا۔

بَابٌ فِي الْحَيَاءِ

باب: حیاء کا بیان

4795- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعْهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا گزر ایک انصاری کے پاس سے ہوا، جو اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں سمجھا رہا تھا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''اسے چھوڑ دو! بے شک حیا' ایمان کا حصہ ہے''

4796- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: كُنَّا مَعَ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَثَمَّ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ فَحَدَّثَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ، أَوْ قَالَ: الْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ إِنَّا نَجِدُ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ أَنَّ مِنْهُ سَكِينَةً، وَوَقَارًا، وَمِنْهُ ضَعْفًا، فَأَعَادَ عِمْرَانُ الْحَدِيثَ وَأَعَادَ بُشَيْرٌ الْكَلَامَ قَالَ: فَغَضِبَ عِمْرَانُ حَتَّى

4794-وإسناده ضعيف. مبارك -وهو ابن فضالة- مدلس وقد عنعن. أبو قطن: هو عمرو بن الهيثم. وهو عند البيهقي في "الدلائل" 1/320 321 - من طريق المصنف، بهذا الإسناد. وأخرجه أبو يعلى في "مسنده" (3471)، وابن حبان في "صحيحه" (6435)

4795- إسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة. وهو في "الموطأ" 2/ 905، ومن طريق مالك أخرجه البخاري (24)، والنسائي في "المجتبى" 8/ 121، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (6118)، ومسلم (36)، وابن ماجه (58)، والترمذي (2803) من طرق عن ابن شهاب الزهري، به. وهو في "مسند أحمد" (4554) و(5183)، و"صحيح ابن حبان" (610).

احمرّت عیناه وقال: ألا أراني أحدثك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وتحدثني عن كتبك قال: قلنا يا أبا نجيد: إيه إيه

⊙⊙ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اس وقت بشیر بن کعب بھی موجود تھے، تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان فرمائی: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''حیا ساری کی ساری بھلائی ہے'' (یہاں الفاظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)

اس پر بشیر بن کعب نے کہا: ہم نے اپنی بعض کتابوں میں یہ بات پائی ہے کہ اس کی وجہ سے سکون اور وقار حاصل ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے کچھ کمزوری بھی آجاتی ہے، حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث دہرائی، بشیر نے اپنا کلام دہرایا۔

راوی کہتے ہیں: حضرت عمران رضی اللہ عنہ غصے میں آگئے، یہاں تک کہ ان کی آنکھیں سرخ ہوگئیں، انہوں نے فرمایا: یہ کیا ہوا؟ میں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے حدیث بیان کر رہا ہوں، اور تم مجھے اپنی کتابوں کے حوالے سے بات بیان کر رہے ہو۔ تو ہم نے کہا: اے ابونجید (یعنی حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ) بس کردیں، بس کردیں۔

4797- حدثنا عبد الله بن مسلمة، حدثنا شعبة، عن منصور، عن ربعي بن حراش، عن أبي مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن مما أدرك الناس من كلام النبوة الأولى إذا لم تستح فافعل ما شئت

⊙⊙ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لوگوں نے پہلی نبوت کے کلام میں سے جو پایا ہے، اس میں ایک بات یہ بھی ہے: ''جب تمہیں حیا نہ آئے، تو جو چاہے کرو''

حیاء:-

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی "حیاء" کے بارے میں حضرت حق جل جلالہ کا قرآن میں یہ فرمان سب سے بڑا گواہ ہے کہ

إن ذلكم كان يؤذي النبي فيستحي منكم

بے شک تمہاری یہ بات نبی کو ایذا پہنچاتی ہے لیکن وہ تم لوگوں سے حیا کرتے ہیں (اور تم کو کچھ کہہ نہیں سکتے)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان حیاء کی تصویر کھینچتے ہوئے ایک معزز صحابی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنواری پردہ نشین عورت سے بھی کہیں زیادہ حیادار تھے۔" (زرقانی جلد ۴ ص ۲۸۴ و بخاری جلد ۱ ص ۵۰۳ باب صفۃ النبی)

اس لئے ہر قبیح قول وفعل اور قابل مذمت حرکات وسکنات سے عمر بھر ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن عصمت پاک وصاف ہی رہا اور پوری حیات مبارکہ میں وقار ومروت کے خلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی عمل سرزد نہیں ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ

4797- إسناده صحيح. منصور: هو ابن المعتمر. أبو مسعود الصحابي: هو عقبة ابن عمرو البدري. وأخرجه البخاري (3484) عن آدم، عن شعبة، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (3483) و (6120) من طريق زهير، وابن ماجه (4183) من طريق جرير، كلاهما عن منصور، به. وهو في "مسند أحمد" (17090)، و"صحيح ابن حبان" (607)، و"شرح مشكل الآثار" للطحاوي (1533) وما بعده.

عنہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ فحش کلام تھے نہ بے ہودہ گو نہ بازاروں میں شور مچانے والے تھے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیا کرتے تھے بلکہ معاف فرما دیا کرتے تھے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتی تھیں کہ کمال حیا کی وجہ سے میں نے کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برہنہ نہیں دیکھا۔ (شفاء شریف جلد ا ص ۶۹)

بَابٌ فِي حُسْنِ الْخُلُقِ

باب: حسن اخلاق کا تذکرہ

4798 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي الْإِسْكَنْدَرَانِيَّ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ الْمُطَّلِبِ، عَنْ عَائِشَةَ رَحِمَهَا اللَّهُ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے:

''بے شک مومن اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے، روزہ دار اور نوافل ادا کرنے والے شخص کے درجے تک پہنچ جاتا ہے''

4799 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَا: حَدَّثَنَا ح وحَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ أَبِي بَزَّةَ، عَنْ عَطَاءٍ الْكَيْخَارَانِيِّ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلُ فِي الْمِيزَانِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ قَالَ: أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءً الْكَيْخَارَانِيَّ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ عَطَاءُ بْنُ يَعْقُوبَ وَهُوَ خَالُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَافِعٍ يُقَالُ: كَيْخَارَانِيٌّ وَكَوْخَارَانِيٌّ

❀❀ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''(قیامت کے دن) نامہ اعمال میں اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی اور کوئی چیز نہیں ہوگی''

ولید کہتے ہیں: میں نے عطاء کیخارانی کو سنا: یہ عطا بن یعقوب ہے، یہ ابراہیم بن نافع کا ماموں ہے، ان کے اسم منسوب میں کیخارانی یا کوخارانی کہا جاتا ہے۔

4800 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ أَبُو الْجَمَاهِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو كَعْبٍ أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّعْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ حَبِيبٍ الْمُحَارِبِيُّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا، وَبِبَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَإِنْ كَانَ مَازِحًا، وَبِبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ

❀❀ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں اس شخص کو جنت کے ایک طرف محل ملنے کی ضمانت دیتا ہوں، جو حق پر ہونے کے باوجود لڑائی جھگڑے کو چھوڑ

دے، اور اس شخص کو جنت کے درمیان محل ملنے کی ضمانت دیتا ہوں، جو جھوٹ بولنا چھوڑ دے، خواہ وہ مزاح کے طور پر ہی کیوں نہ ہو، اور میں اس شخص کو جنت میں بلند درجہ میں ایک محل ملنے کی ضمانت دیتا ہوں، جو اپنے اخلاق کو عمدہ بنا لے"۔

4801 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، وَعُثْمَانُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ حَارِثَةَ ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ الْجَوَّاظُ وَلَا الْجَعْظَرِيُّ قَالَ: وَالْجَوَّاظُ: الْغَلِيظُ الْفَظُّ

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جنت میں بد مزاج شخص داخل نہیں ہوگا اور تکبر سے چلنے والا بھی داخل نہیں ہوگا"

جواظ سے مراد سخت مراد اور برے اخلاق کا مالک شخص ہے۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الرِّفْعَةِ فِي الْأُمُورِ

امور میں بلندی کا ناپسندیدہ ہونا

4802 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَتِ الْعَضْبَاءُ لَا تُسْبَقُ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ عَلَى قَعُودٍ لَهُ فَسَابَقَهَا، فَسَبَقَهَا الْأَعْرَابِيُّ فَكَأَنَّ ذَلِكَ شَقَّ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: حَقٌّ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَا يَرْفَعَ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی) عضباء کو مقابلے میں ہرایا نہیں جا سکتا تھا، ایک مرتبہ ایک دیہاتی ایک اونٹ پر بیٹھ کر آیا، اس دیہاتی نے اس اونٹنی کے ساتھ مقابلہ کیا، تو وہ جیت گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو یہ بات بہت گراں گزری، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ پر یہ بات لازم ہے کہ وہ دنیا میں جس شخص کو بلندی عطا کرے، اسے (کبھی) پستی بھی عطا کر دے"

4803 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ، بِهَذِهِ الْقِصَّةِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ حَقًّا عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ

4801-إسناده صحيح. وكيع: هو ابن الجراح الرؤاسي، وسفيان: هو الثوري. وهو بهذا اللفظ في "المصنف" 8/ 516 "لأبي بكر بن أبي شيبة، ومن طريقه أخرجه عبد بن حميد في "مسنده" (480)، وأبو يعلى في "مسنده" (1476). وأخرجه بنحوه ومعناه مسلم (2853) عن محمد بن عبد الله بن نمير، عن وكيع، به. وأخرجه كذلك بنحوه ومعناه البخاري (4918) و (6071)، وابن ماجه (4116)، والترمذي (2788)، من طرق عن سفيان، به. وأخرجه كذلك البخاري (6657)، ومسلم (2853)، والنسائي في "الكبرى" (11551) من طريق شعبة، عن معبد بن خالد، به. وهو في "مسند أحمد" (18728)، و"صحيح ابن حبان" (5679).

⊛⊛ یہی واقعہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ کے ذمہ یہ بات لازم ہے کہ جب وہ دنیا میں کسی چیز کو بلندی عطا کرے تو اسے نیچا بھی دکھائے''

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ التَّمَادُحِ

باب: ایک دوسرے کی تعریف کرنے کا ناپسندیدہ ہونا

4804- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ فَأَثْنَى عَلَى عُثْمَانَ فِي وَجْهِهِ، فَأَخَذَ الْمِقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ تُرَابًا فَحَثَا فِي وَجْهِهِ، وَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا لَقِيتُمُ الْمَدَّاحِينَ فَاحْثُوا فِي وُجُوهِهِمُ التُّرَابَ

⊛⊛ ہمام بیان کرتے ہیں: ایک شخص آیا اور اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کی تعریف کرنا شروع کی، تو حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے مٹی لی اور اس کے چہرے پر پھینکی اور یہ بات بیان کی: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب تم (منہ پر) تعریفیں کرنے والوں سے ملو، تو ان کے چہروں پر مٹی ڈال دو''

4805- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلًا أَثْنَى عَلَى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: إِذَا مَدَحَ أَحَدُكُمْ صَاحِبَهُ لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ: إِنِّي أَحْسِبُهُ، كَمَا يُرِيدُ أَنْ يَقُولَ، وَلَا أُزَكِّيهِ عَلَى اللهِ

⊛⊛ عبدالرحمن بن ابی بکرہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں، دوسرے

4803- إسناده صحيح. النفيلي: هو عبدالله بن محمد بن علي، وزهير: هو ابن معاوية، وحميد: هو ابن أبي حميد. وأخرجه البخاري (2872) و(6501) عن مالك بن إسماعيل، عن زهير، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (6501)، والنسائي في "الكبرى" (4413) و(4417)، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (1903)، والبغوي في شرح "السنة" (2652) من طرق عن حميد، به. وهو في "مسند أحمد" (12015)، و"صحيح ابن حبان" (703).

4804 إسناده صحيح. سفيان: هو الثوري، ومنصور: هو ابن المعتمر، وإبراهيم: هو ابن يزيد النخعي، وهمام: هو ابن الحارث. وأخرجه مسلم (3002) من طريق عبيد الله بن عبيد الله، عن سفيان، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (3002) من طريق شعبة، عن منصور، به. وأخرجه مسلم (3002) من طريق الأعمش، عن إبراهيم، به. وأخرجه مسلم (3002)، وابن ماجه (3742)، والترمذي (2555) من طريق حبيب بن أبي حبيب، عن مجاهد، عن أبي معمر عبد الله بن سخبرة، عن المقداد. وهو في "مسند أحمد" (23823) و(23824) و(23827).

4805 إسناده صحيح. أبو شهاب: هو عبد ربه بن نافع، والحذاء: هو خالد بن مهران، ووالد عبد الرحمن: هو نفيع بن الحارث. وأخرجه البخاري (2662) و(6061) و(6162)، ومسلم (3000)، وابن ماجه (3744)، والنسائي في "الكبرى" (9997) من طرق عن شعبة، عن خالد الحذاء، بهذا الإسناد. ولم يذكر النسائي في روايته أبا بكرة والد عبد الرحمن، وهي في رواية محمد بن جعفر - وهو الراوي نفسه في حديث النسائي - عند أحمد (20422)، ومسلم (3500).

شخص کی تعریف کی، تو نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: تم نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ دی، یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

”اگر کسی نے اپنے ساتھی کی ضرور تعریف کرنی ہو، تو اسے یہ کہنا چاہئے: میں اس کے بارے میں یہ سمجھتا ہوں، پھر وہ باتیں کہے جو وہ کہنا چاہتا ہے، اور میں اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں، اسے پاکیزہ قرار نہیں دیتا“۔

4806 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا أَبُو مَسْلَمَةَ سَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ مُطَرِّفٍ، قَالَ: قَالَ أَبِي: انْطَلَقْتُ فِي وَفْدِ بَنِي عَامِرٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْنَا: أَنْتَ سَيِّدُنَا. فَقَالَ: السَّيِّدُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قُلْنَا: وَأَفْضَلُنَا فَضْلًا وَأَعْظَمُنَا طَوْلًا. فَقَالَ: قُولُوا بِقَوْلِكُمْ، أَوْ بَعْضِ قَوْلِكُمْ، وَلَا يَسْتَجْرِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ

❁❁ مطرف بیان کرتے ہیں: میرے والد نے یہ بات بیان کی ہے: میں بنی عامر کے وفد کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، ہم نے عرض کی: آپ ﷺ ہمارے سردار ہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”سردار تو اللہ تعالیٰ ہے“ ہم نے عرض کی: آپ ﷺ ہمارے سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والے شخص ہیں اور سب سے زیادہ عظمت والے شخص ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”تم یہ بات کہہ سکتے ہو (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) البتہ شیطان تمہیں اپنا نمائندہ نہ بنالے“۔

بَابٌ فِي الرِّفْقِ

باب: نرمی کا بیان

نرمی کے معنی ومفہوم کا بیان

نرمی کا مفہوم امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ”الرفق هو لين الجانب بالقول والفعل والاخذ بالاسهل وهو ضد العنف“ (فتح الباری فی شرح البخاری)

”آدمی قول وکردار اور ہر معاملہ میں آسان تر پہلو اختیار کرے اور اس کے مقابل لفظ شدت، تنگی اور سختی ہے“۔

4807 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ يُونُسَ، وَحُمَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللهَ رَفِيقٌ: يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَيْهِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

4806-إسناده صحيح. أبو نضرة: هو المنذر بن مالك بن قطعة ومطرف: هو ابن عبد الله بن الشخير. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (10005) عن حميد بن مسعدة، عن بشر بن المفضل، بهذا الإسناد. وأخرجه النسائي (10003) من طريق قتادة، و (10004) من طريق غيلان بن جرير، كلاهما عن مطرف به. وهو في "مسند أحمد" (16307).

''اللہ تعالیٰ نرمی کا اظہار کرنے والا ہے، اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور وہ نرمی پر وہ چیز عطا کرتا ہے، جو کہ ختگی پر عطا نہیں کرتا''

4808- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ وَأَبُو بَكْرٍ، ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، قَالُوا: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْبَدَاوَةِ، فَقَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْدُو إِلَى هَذِهِ التِّلَاعِ، وَإِنَّهُ أَرَادَ الْبَدَاوَةَ مَرَّةً فَأَرْسَلَ إِلَيَّ نَاقَةً مُحَرَّمَةً مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ، فَقَالَ لِي: يَا عَائِشَةُ، ارْفُقِي فَإِنَّ الرِّفْقَ لَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا زَانَهُ وَلَا نُزِعَ مِنْ شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا شَانَهُ قَالَ ابْنُ الصَّبَّاحِ فِي حَدِيثِهِ: مُحَرَّمَةٌ يَعْنِي لَمْ تُرْكَبْ

مقدام بن شریح اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیابان میں رہائش اختیار کرنے کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیابان کا علاقہ آیا، تو آپ نے بیابان میں رہائش اختیار کرنے کا ایک مرتبہ ارادہ فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹنی میری طرف بھیجی، جس پر ابھی کوئی سواری نہیں ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! تم نرمی اختیار کرو: کیونکہ نرمی جس چیز میں ہوگی، اُسے آراستہ کردے گی اور جس بھی چیز سے الگ کی جائے گی، اُسے بدصورت کردے گی''۔

ابن سبا نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: محرمہ سے مراد وہ اونٹنی ہے، جس پر سواری نہ کی گئی ہو۔

4809- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَوَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يُحْرَمُ الرِّفْقَ يُحْرَمُ الْخَيْرَ كُلَّهُ

حضرت جریر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص نرمی سے محروم رہا، وہ پوری بھلائی سے محروم رہا''

4807- وأخرجه ابن أبي شيبة 8/ 512، وأحمد في "مسنده" (16802)، وعبد بن حميد (504)، والدارمي في "سننه" (2793)، وابن أبي عاصم (1091)، والبيهقي في "الأسماء والصفات" ص52 - 51، والطبراني في "مكارم الأخلاق" (23) من طريق عن حماد بن سلمة، به. وأخرجه الخرائطي في "مكارم الأخلاق" (678) من طريق موسى بن إسماعيل التبوذكي، عن حماد، عن حميد وحده، به. وأخرجه أحمد في "مسنده" (16805) عن أسود، عن حماد، عن يونس وحده، به. ويشهد له حديث عائشة عند مسلم (2593) وحديث أنس بن مالك عند البزار (1961) و(1962)، ومن حديث أبي هريرة عند ابن ماجه (3688)، والبزار (1964) بسند حسن، ومن حديث علي رضي الله عنه عند أحمد (902)، والبزار (1960).

4809- إسناده صحيح. أبو معاوية: هو محمد بن خازم، ووكيع: هو ابن الجراح، والأعمش: هو سليمان بن مهران. وأخرجه مسلم (2592) عن أبي بكر بن أبي شيبة، عن وكيع وحده، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (2592) عن أبي غريب، عن أبي معاوية وحده، به. وأخرجه مسلم (2592)، وابن ماجه (3687) من طرق عن وكيع وحده، به. وأخرجه مسلم (2592) من طريق جرير، و(2592) من طريق حفص، كلاهما عن الأعمش، به. وأخرجه مسلم (2592) من طريق منصور، عن تميم بن سلمة، به. وأخرجه مسلم (2592) من طريق محمد بن أبي إسماعيل، عن عبد الرحمن بن هلال، به. وهو في "مسند أحمد" (19208) و(19252)، و"صحيح ابن حبان" (548).

نرم برتاؤ کے بارے میں احادیث

1۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''اللہ تعالیٰ نرم ہے اور نرمی ہی کو پسند کرتا ہے جو انعامات وہ نرمی پر عطا کرتا ہے وہ سختی پر عطا نہیں کرتا۔نرمی کے بغیر اللہ تعالیٰ نعمتیں عطا نہیں کرتا''۔(رواہ مسلم)

2۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ہے: ''نرمی اختیار کر،سختی اور بدزبانی سے پرہیز کر،جس چیز میں نرمی ہوتی ہے وہ اسے زینت بخشتی ہے۔اور جس چیز سے نرمی ختم ہو جائے تو وہ عیب دار ہو جاتی ہے''۔(رواہ مسلم)

3۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عائشہ! نرمی اختیار کر اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی اہل خانہ سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو ان میں نرمی پیدا کر دیتا ہے''۔(رواہ احمد)

4۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص نرمی سے محروم ہوا وہ ہر بھلائی سے محروم ہوا''۔(رواہ مسلم)

5۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کو نرمی کا حصہ ملا،اسے بھلائی عطا کر دی گئی۔اور جو شخص نرمی سے محروم ہو گیا وہ بھلائی سے محروم ہو گیا''۔(رواہ احمد والترمذی)

6۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے کسی معاملے میں کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو بھیجتے تھے تو فرماتے تھے: ''خوشخبری دینا، نفرت نہ دلانا،آسانی پیدا کرنا اور تنگی پیدا نہ کرنا''۔(متفق علیہ)

7۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نماز شروع کرتا ہوں تو چاہتا ہوں کہ اسے لمبا کروں مگر میں بچے کا رونا سنتا ہوں تو نماز مختصر کر دیتا ہوں۔میں جانتا ہوں کہ بچے کے رونے سے اس کی ماں کو سخت غم ہوتا ہے''۔(متفق علیہ)

4810 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الْأَعْمَشُ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: الْأَعْمَشُ وَقَدْ سَمِعْتُهُمْ يَذْكُرُونَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ الْأَعْمَشُ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: التُّؤَدَةُ فِي كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا فِي عَمَلِ الْآخِرَةِ

❁❁ مصعب بن سعد (اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''کسی بھی کام میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے،البتہ آخرت سے متعلق عمل میں (ایسا کرنا چاہیے)۔

بَابٌ فِي شُكْرِ الْمَعْرُوفِ

باب: بھلائی پر شکریہ ادا کرنا

4811 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ

4811-إسناده صحيح. محمد بن زياد: هو القرشي الجمحي مولاهم. وأخرجه الترمذي (2069) من طريق عبد الله بن المبارك، عن الربيع بن مسلم، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (7504)، و"صحيح ابن حبان" (3407).

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَشْكُرُ اللهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا''

4812 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ الْمُهَاجِرِينَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ ذَهَبَتِ الْأَنْصَارُ بِالْأَجْرِ كُلِّهِ قَالَ: لَا مَا دَعَوْتُمُ اللهَ لَهُمْ وَأَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِمْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مہاجرین نے عرض کی: یارسول اللہ! انصار سارے کا سارا اجر لے گئے ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں! جب تک تم اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے دعا کرتے رہو گے اور ان کی تعریف کرتے رہو گے، تو تمہیں بھی اجر ملتا رہے گا''۔

4813 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ، حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ، مِنْ قَوْمِي عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أُعْطِيَ عَطَاءً فَوَجَدَ فَلْيَجْزِ بِهِ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيُثْنِ بِهِ، فَمَنْ أَثْنَى بِهِ فَقَدْ شَكَرَهُ، وَمَنْ كَتَمَهُ فَقَدْ كَفَرَهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ شُرَحْبِيلَ، عَنْ جَابِرٍ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ شُرَحْبِيلُ يَعْنِي رَجُلًا مِنْ قَوْمِي كَأَنَّهُمْ كَرِهُوهُ فَلَمْ يُسَمُّوهُ

عمارہ بن غزیہ بیان کرتے ہیں: میری قوم سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے مجھے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بیان کیا:

''جس شخص کو کوئی چیز عطیہ کے طور پر دی جائے، تو اگر اس کے پاس گنجائش ہو، تو وہ اس کے بدلے میں کوئی چیز دے، اور اگر گنجائش نہ ہو تو اس کی تعریف کر دے، کیونکہ جب وہ اس شخص کی تعریف کر دے گا، تو وہ اس شخص کا شکریہ ادا کر دے گا، اور جو چھپا کر رکھے گا، وہ کفرانِ نعمت کرے گا''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

ان کی قوم کے ایک فرد سے مراد شرحبیل نامی راوی ہے، گویا کہ محدثین نے اس کا نام ذکر کرنا پسند نہیں کیا۔

4814 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أُبْلِيَ بَلَاءً فَذَكَرَهُ فَقَدْ شَكَرَهُ، وَإِنْ كَتَمَهُ فَقَدْ كَفَرَهُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

4812- إسناده صحيح. حماد: هو ابن سلمة، وثابت: هو ابن أسلم البناني. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (9938) من طريق يحيى بن حماد، عن حماد، بهذا الإسناد. وأخرجه الترمذي (2654) من طريق ابن أبي عدي، عن حميد، عن أنس. وهو في "مسند أحمد" (13075) و(13122).

''جس شخص پر کوئی احسان کیا جائے اور پھر وہ اس کا ذکر کر دے، تو گویا اس نے اس کا شکریہ ادا کر دیا، اور اگر وہ اسے چھپالے، تو گویا کہ اس نے اس کی ناشکری کی''۔

بَابٌ فِي الْجُلُوسِ فِي الطُّرُقَاتِ

باب: راستے میں بیٹھنا

4815- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ بِالطُّرُقَاتِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا بُدَّ لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا نَتَحَدَّثُ فِيهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ أَبَيْتُمْ فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ قَالُوا: وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْأَذَى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم لوگ راستے میں بیٹھنے سے بچو۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمارے لیے اس طرح بیٹھنے کے بغیر گزارہ نہیں ہے، کیونکہ ہم اس طرح بیٹھ کر بات چیت کر لیتے ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اصرار کرتے ہو، تو تم راستے کو اس کا حق دو۔ لوگوں نے عرض کی:

یارسول اللہ! راستے کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نگاہ جھکا کے رکھنا، تکلیف دہ چیز ہٹا دینا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا''۔

4816- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: وَإِرْشَادُ السَّبِيلِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''مسافر کو راستے کی راہنمائی کرنا''

4817- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عِيسَى النَّيْسَابُورِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنِ ابْنِ حُجَيْرٍ الْعَدَوِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ وَتُغِيثُوا الْمَلْهُوفَ وَتَهْدُوا الضَّالَّ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

4815- إسناده صحيح. عبد العزيز بن محمد: هو الدراوردي. وأخرجه مسلم (2121) 1704 /4 عن يحيى بن يحيى، عن عبد العزيز بن محمد، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (2465) و (6229)، ومسلم (2121)، ويأتي (2161) من طرق عن زيد بن أسلم، به. وهو في "مسند أحمد" (11309)، و"صحيح ابن حبان" (595).

"تم پریشان حال شخص کی مدد کرو، اور راستہ بھول جانے والے کی راہنمائی کرو"

4818 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ الطَّبَّاعِ وَكَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، قَالَ ابْنُ عِيسَى: قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً فَقَالَ لَهَا: يَا أُمَّ فُلَانٍ اجْلِسِي فِي أَيِّ نَوَاحِي السِّكَكِ شِئْتِ حَتَّى أَجْلِسَ إِلَيْكِ قَالَ: فَجَلَسَتْ فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهَا حَتَّى قَضَتْ حَاجَتَهَا لَمْ يَذْكُرِ ابْنُ عِيسَى حَتَّى قَضَتْ حَاجَتَهَا، وَقَالَ كَثِيرٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک خاتون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے آپ سے کام ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ام فلاں! تم کسی گلی کے کونے میں بیٹھ جاؤ، میں تمہارے ساتھ بیٹھ جاؤں گا (اور تمہاری بات سن لوں گا) وہ خاتون بیٹھ گئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئے، یہاں تک کہ اس نے اپنی ضرورت کو پورا کرلیا۔

ابن عیسیٰ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے: "اس نے اپنی ضرورت پوری کرلی"

کثیر نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: حمید نامی راوی کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے

4819 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ امْرَأَةً كَانَ فِي عَقْلِهَا شَيْءٌ بِمَعْنَاهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک عورت کی عقل میں کچھ خرابی تھی، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

بَابٌ فِي سَعَةِ الْمَجْلِسِ

محفل میں کشادگی اختیار کرنا

4820 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: خَيْرُ الْمَجَالِسِ أَوْسَعُهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرَةَ الْأَنْصَارِيُّ

4820- إسناده صحيح. القعنبي: هو عبدالله بن مسلمة. وهو عند البيهقي في "الآداب" (307) من طريق المصنف، بهذا الإسناد. وأخرجه عبد بن حميد (981)، والقضاعي في "مسند الشهاب" (1223) من طريق عبدالله بن مسلمة القعنبي، به. وأخرجه أحمد في "مسنده" (11137) و (11663)، والبخاري في "الأدب المفرد" (1136) والقضاعي في "مسند الشهاب" (1222)، والخطيب في "الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع" 2/ 64، والحاكم في "المستدرك" 4/ 269، والبيهقي في "الشعب" (8241) من طرق عن عبد الرحمن بن أبي الموال، به.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
''سب سے بہترین محفل وہ ہے، جو زیادہ کشادہ ہو''۔
یہ راوی عبدالرحمن بن عمرو بن ابوعمرہ انصاری ہے۔

بَابٌ فِي الْجُلُوسِ بَيْنَ الظِّلِّ وَالشَّمْسِ

باب: دھوپ اور چھاؤں میں بیٹھنا

4821 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَمَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الشَّمْسِ، وَقَالَ مَخْلَدٌ: فِي الْفَيْءِ فَقَلَصَ عَنْهُ الظِّلُّ، وَصَارَ بَعْضُهُ فِي الشَّمْسِ، وَبَعْضُهُ فِي الظِّلِّ فَلْيَقُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''جب کوئی شخص دھوپ میں بیٹھا ہو (ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:) سائے میں بیٹھا ہو، اور پھر اس کا سایہ چڑھ جائے، اور اس کا کچھ حصہ دھوپ میں ہو جائے، اور کچھ حصہ سائے میں ہو، تو اسے وہاں سے اٹھ جانا چاہیے''۔

4822 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنِي قَيْسٌ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ جَاءَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَقَامَ فِي الشَّمْسِ، فَأَمَرَ بِهِ فَتَحَوَّلَ إِلَى الظِّلِّ

قیس اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ آئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ دے رہے تھے، وہ صاحب دھوپ میں کھڑے ہو گئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا، تو وہ سائے میں آ گئے''

بَابٌ فِي التَّحَلُّقِ

باب: دھوپ اور چھاؤں میں بیٹھنا

4823 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْمُسَيَّبُ بْنُ رَافِعٍ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ

4822-إسناده صحيح. يحيى: هو ابن سعيد القطان. وإسماعيل: هو ابن أبي خالد. وقيس: هو ابن أبي حازم. وهو عند البيهقي في "السنن" 3/ 218 من طريق المصنف، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري في الأدب المفرد، (1174) عن مسدد، به. وأخرجه أحمد في "مسنده" (15515)، وابن حبان في "صحيحه" (2800) من طريق يحيى بن سعيد، به. وأخرجه الطيالسي (1298)، وابن أبي شيبة 8/ 94، وأحمد في "مسنده" (15516) و(15517) و(15518) و(18305)، وابن خزيمة في "صحيحه"، (1453)، والطبراني في "الكبير" (7281)، والدولابي في "الأسماء والكنى" (1650)، والحاكم 4/ 271 و272، والبيهقي في السنن" 3/ 218 من طرق عن إسماعيل بن أبي خالد، به.

4823-إسناده صحيح. يحيى: هو ابن سعيد القطان. وأخرجه مسلم (430) بمعناه وأتم منه، والنسائي في "الكبرى" (11558) من طرق عن الأعمش، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (20874) و(20958).

طَرَفَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ وَهُمْ حِلَقٌ فَقَالَ: مَالِي أَرَاكُمْ عِزِينَ

❁❁ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو لوگ حلقے بنا کر بیٹھے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں الگ الگ بیٹھا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

4824- حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنِ ابْنِ فُضَيْلٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا قَالَ: كَأَنَّهُ يُحِبُّ الْجَمَاعَةَ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ موجود ہیں: نبی اکرم ﷺ اجتماعیت کو پسند کرتے تھے۔

4825- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْوَرَكَانِيُّ، وَهَنَّادٌ، أَنَّ شَرِيكًا، أَخْبَرَهُمْ عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: كُنَّا إِذَا أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَلَسَ أَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِي

❁❁ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، تو آدمی وہاں بیٹھتا تھا جہاں تک لوگ بیٹھے ہوتے تھے (یعنی محفل کے آخر میں بیٹھتا تھا)

بَابٌ فِي الْجُلُوسِ وَسْطَ الْحَلْقَةِ

باب: حلقے کے درمیان میں بیٹھنا

4826- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو مِجْلَزٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَعَنَ مَنْ جَلَسَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ

❁❁ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس شخص پر لعنت کی ہے، جو حلقے کے درمیان میں بیٹھتا ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُومُ لِلرَّجُلِ مِنْ مَجْلِسِهِ

باب: ایسے شخص کا بیان جو کسی دوسرے کے لیے اپنی جگہ سے اُٹھ جائے

4827- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ، مَوْلَى آلِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، قَالَ: جَاءَنَا أَبُو بَكْرَةَ فِي شَهَادَةٍ فَقَامَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ مَجْلِسِهِ فَأَبَى أَنْ يَجْلِسَ فِيهِ وَقَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَى عَنْ ذَا، وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَمْسَحَ الرَّجُلُ يَدَهُ بِثَوْبِ مَنْ لَمْ يَكْسُهُ

4826- رجاله ثقات، إلا أن أبا مجلز لم يدرك حذيفة، قاله شعبة كما في المسند "لأحمد (23376) . وقال ابن معين: لم يسمع منه. أبان: هو بن يزيد العطار، قتادة: هو ابن دعامة. أبو مجلز: هو لاحق بن حميد. وأخرجه الترمذي (2956) من طريق شعبة، عن قتادة، بهذا الإسناد. وقال: حديث حسن صحيح. وهو في "مسند أحمد" (23263).

سعید ابوحسن بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ایک گواہی کے سلسلہ میں، ہمارے پاس تشریف لائے تو ایک شخص ان کی خاطر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، انہوں نے اس جگہ بیٹھنے سے انکار کر دیا اور یہ بات بیان کی: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے بھی منع کیا ہے: کہ آدمی اپنا ہاتھ کسی ایسے کپڑے سے پونچھے، جسے اس نے پہنا ہوا نہ ہو"

4828 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَهُمْ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَقِيلِ بْنِ طَلْحَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْخَصِيبِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ مَجْلِسِهِ، فَذَهَبَ لِيَجْلِسَ فِيهِ فَنَهَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو الْخَصِيبِ اسْمُهُ: زِيَادُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو ایک شخص اس کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ گیا، وہ شخص وہاں بیٹھنے لگا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوخصیب نامی راوی کا نام زیاد بن عبدالرحمن ہے

بَابُ مَنْ يُؤْمَرُ أَنْ يُجَالِسَ

باب: کس شخص کی ہم نشینی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے

4829 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الْأُتْرُجَّةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ، وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ، وَلَا رِيحَ لَهَا، وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ، رِيحُهَا طَيِّبٌ، وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ، وَلَا رِيحَ لَهَا، وَمَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ، إِنْ لَمْ يُصِبْكَ مِنْهُ شَيْءٌ أَصَابَكَ مِنْ رِيحِهِ، وَمَثَلُ جَلِيسِ السُّوءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْكِيرِ، إِنْ لَمْ يُصِبْكَ مِنْ سَوَادِهِ أَصَابَكَ مِنْ دُخَانِهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو مومن قرآن کا عالم ہو، اس کی مثال نارنگی کی سی ہے، جس کی خوشبو عمدہ ہوتی ہے اور اس کا ذائقہ بھی عمدہ ہوتا ہے، اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا، اس کی مثال کھجور کی طرح ہے، جس کا ذائقہ اچھا ہوتا ہے، لیکن اس کی خوشبو نہیں ہوتی اور جو فاجر قرآن پڑھتا ہے، اس کی مثال ریحانہ کی مانند ہوتی ہے، جس کی خوشبو اچھی ہوتی ہے، لیکن ذائقہ کڑوا ہوتا ہے، اور جو فاجر قرآن نہیں پڑھتا، اس کی مثال حنظلہ کی طرح ہوتی ہے، جس کا ذائقہ بھی کڑوا ہوتا ہے اور اس کی خوشبو بھی نہیں ہوتی۔ نیک ہم نشین کی مثال مشک والے شخص کی طرح ہے، اگر تم اس سے مشک حاصل نہیں بھی کر پاتے، تو

بھی اس کی خوشبو تم تک پہنچ جائے گی، اور برے ہم نشین کی مثال لوہار کی طرح ہے، کہ اگر تمہیں اس کی کالک نہیں بھی لگتی، تو بھی اس کی بھٹی کا دھواں ضرور پہنچے گا“

4830- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْكَلَامِ الْأَوَّلِ إِلَى قَوْلِهِ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَزَادَ ابْنُ مُعَاذٍ قَالَ: قَالَ أَنَسٌ وَكُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّ مَثَلَ جَلِيسِ الصَّالِحِ، وَسَاقَ بَقِيَّةَ الْحَدِيثِ

❁❁ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلا کلام ان الفاظ میں منقول ہے ”اس کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے“

ابن معاذ نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”ہم یہ بات چیت کیا کرتے تھے، اچھے ہم نشین کی مثال“ اس کے بعد راوی نے بقیہ روایت نقل کی ہے۔

4831- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْعَطَّارُ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ شُبَيْلِ بْنِ عَزْرَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ فَذَكَرَ نَحْوَهُ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”نیک ہم نشین کی مثال“ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

4832- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ غَيْلَانَ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَوْ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا، وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”تم صرف مومن کی ہم نشینی اختیار کرو اور تمہارا کھانا صرف پرہیزگار لوگ کھائیں“

صحبت صالحین کے فوائد

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ط وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ.

”اور اپنے آپ کو ان لوگوں کی صحبت میں پابند رکھو جو صبح شام اپنے رب کی رضا چاہتے اسے پکارتے ہیں اور ان سے نہ ہٹیں نہ ہٹ کر“ (الکہف 18:28)

امام بغوی لکھتے ہیں کہ: یہ آیت کریمہ عیینہ بن حصین کے متعلق نازل ہوئی جو قبیلہ مضر کا سردار تھا اسلام لانے سے پہلے ایک دفعہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں فقراء صحابہ کرام کی جماعت بیٹھی ہوئی تھی، گرمی کا موسم تھا ان کے اونی کپڑوں سے پسینہ کی بو آ رہی تھی۔ عیینہ کہنے لگا کیا یہ بدبو آپ کو تنگ نہیں کرتی ہم مضر قبیلہ کے سردار ہیں۔ اگر ہم اسلام قبول کر لیں تو سب لوگ آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ ہم ان بدبودار اور فقراء لوگوں کی وجہ سے آپ کی اتباع نہیں کرتے۔ ہمارے آنے

پر ان لوگوں کو مجلس سے اُٹھا دیا کریں تو ہم آپکی اتباع کریں گے۔ شاید آپ ﷺ ان کے ایمان لانے کی حرص میں ان فقراء کی محفل سے اُٹھ جاتے۔ فوراً طائر سدرہ حضرت جبریل امین بارگاہِ خداوندی سے فرمانِ الٰہی لے کر نازل ہوئے: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔ اللہ تعالیٰ کو ان مغرور اور متکبر لوگوں کی ہم نشینی پسند نہیں آپ ان متکبر لوگوں کیلئے انکی صحبت ترک نہ کریں، جن کی زندگیوں کا مقصد وحید صرف اپنے رب تعالیٰ کی رضا جن کی زندگیوں کے شب و روز بلکہ ایک ایک لمحہ اس کی یاد میں بسر ہوتا ہے۔ صبح وشام اپنے پروردگار کی تسبیح وتہلیل میں مصروف رہتے ہیں۔

جن کی ساری کی ساری عبادت وریاضت قیام وقعود ورکوع وسجود اور شب خیزی کا مقصد صرف اور صرف اللہ کی رضا ہے۔ اے محبوب ﷺ آپ کی نگاہِ ناز ان سے پھرنے نہ پائے ورنہ عاشقانِ پاک طینت یہ صدمہ برداشت نہ کر سکیں گے۔ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ: حضرت عبدالرحمن بن سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو سرکارِ ابد قرار ﷺ اپنے گھر سے باہر تشریف لائے آپ نے دیکھا (مسجد میں) کچھ آدمی بیٹھے اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں۔ انکے بال بکھرے ہوئے اور خود پرانے کپڑوں میں ملبوس تھے۔ حضور ﷺ نے جب انہیں دیکھا تو انکے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا! اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری اُمت میں ایسے لوگ رکھے ہیں۔ جن کی صحبت میں بیٹھنے کا اس نے مجھے حکم دیا ہے۔ یہ آیت مذکورہ بالا شانِ نزول کے اعتبار سے اگرچہ خاص ہے لیکن حکم کے اعتبار سے عام ہے۔

بظاہر خطاب تو رسول اکرم ﷺ کو ہے لیکن در حقیقت آپ کی وساطت سے امت مسلمہ کو یہ تعلیم فرمائی جا رہی ہے کہ تم اپنے آپ کو اللہ کے ان نیک اور برگزیدہ بندوں کی صحبت میں جمائے رکھو۔ محبت واطمینان کی کیفیت میں اپنے آپکو ان اللہ والوں سے وابستہ رکھو جو صبح وشام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں جن کی زندگی کا ہر ہر لمحہ اللہ کی یاد میں بسر ہوتا ہے۔ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ۔ سے پتہ چلا کہ شیخ کامل یا پیر کامل کی بنیادی نشانی یہ ہوگی وہ نیک و پرہیزگار ہونگے۔

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ: یعنی ان لوگوں کی عبادت وریاضت اور قیام وقعود اور رکوع وسجود کا مقصد عام لوگوں کی طرح نہ تو دنیاوی جاہ وجلال یا منصب وکمال کا حصول ہوتا ہے، نہ شہرت ونا موری انکا مطمع نظر ہوتا ہے، نہ حاجی ونمازی کہلانا یا حلقہ اثر وارادت بڑھانا مقصود ہوتا ہے۔ تصنع وریاکاری یا نمود ونمائش کی ادنیٰ سی جھلک بھی انکے ہاں دیکھنے میں نہیں آتی۔ انکے ہر ہر عمل سے اخلاص وللہیت کی خوشبو آتی ہے۔ یہ ہمہ وقت فقط انکی رضا کے طالب اور اسی کی خوشنودی کے خواہاں رہتے ہیں۔

تفسیری مفہوم: آیت مقدسہ میں خطاب اگر مصطفےٰ کریم ﷺ کو ہو تو معنی یہ ہوگا کہ اے محبوب ﷺ! یہ فقراء صحابہ اپنا گھر بار کنبہ وقبیلہ چھوڑ کر آپکی بارگاہ بے کس پناہ میں پہنچے تو اے محبوب ﷺ! آپ انہیں اپنی صحبت سے محروم نہ کیجئے، بلکہ انہیں اپنے فیوض وبرکات سے مشرف فرمانے کیلئے ان میں جلوہ فرما رہیں۔ آپکی ایک نگاہِ کرم اور محبت فیض رساں کے صدقے انہوں نے اپنی ساری خوشیاں قربان کر دی ہیں۔ اور اگر خطاب عام مسلمانوں کو ہو تو معنی یہ ہوگا اے بندہ مومن! اگر تو خود کامل نہیں تو اللہ کے ان نیک اور برگزیدہ بندوں کی محبت وہم نشینی اختیار کر جو کبھی اس کی یاد سے غافل نہیں رہتے۔

انکی معیت وسنگت اختیار کر کے تو دیکھ ان کی محفل میں جا کر تو دیکھ کہ تیرے بیقرار دل کو کیسے سکون وقرار کی دولت نصیب ہوتی

کیسی کیسی برکات وانوارات کا تجھ پر نزول ہوتا ہے حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مذکورہ بالا آیت کے تحت لکھا اور کیا خوب لکھا فرماتے ہیں کہ: ''حضور ﷺ کو فقراء کی مجلس میں بیٹھنے کا جو حکم ہوا وہ اسلئے نہیں کہ انکی صحبت سے فیض یاب ہوں بلکہ ان فقراء کو اپنی صحبت سے مشرف فرمائیں، کیونکہ جب حضور ﷺ انکی نگاہوں سے پوشیدہ ہوتے تھے وہ رنجیدہ اور کبیدہ خاطر ہو جایا کرتے تھے اور جب روئے زیبا کو دیکھتے تو انہیں نئی زندگی مل جایا کرتی تھی۔ آگے چل کر فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ کے علاوہ اور لوگ جو اللہ والوں کی صحبت سے مشرف ہوتے ہیں اسکا فائدہ انہیں بہر حال نصیب ہوتا ہے کیونکہ اللہ کو یاد کرنیوالوں کا گروہ ایسا ہوتا ہے جن کا ہم نشین کبھی بد بخت نہیں رہتا۔'' (تفسیر روح المعانی)

صحبت صالحین کے فوائد و برکات: آیئے! ذرا دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی بارگاہ میں بیٹھنے کا تاکیدی حکم کیوں دیا اسکا کوئی فائدہ ہے سارا واقعہ سنانا مقصود نہیں، صرف ایک نقطہ کی طرف اشارہ کرتا ہوں ایک کتا اصحاب کہف کیساتھ ہو گیا یہ اللہ والے ایک غار میں سو گئے۔ کتا غار کے دہانے پر بازو پھیلا کر بیٹھ گیا، مدت دراز تک سب پر نیند طاری رہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ۔ ''ہم انکی کروٹیں بدلتے رہے کبھی دائیں جانب کبھی بائیں جانب۔''

(سورۃ الکہف)

کتب تفاسیر میں ہے انکے پہلو بدلنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ڈیوٹی لگا دی، جب وہ ان اللہ والوں کے پہلو بدلانے آتے ہیں تو ساتھ ہی کتے کے پہلو بھی بدلا جاتے ہیں۔ ولیوں کی صحبت میں بیٹھنے کا یہ صلہ ملا کہ فرشتوں کو اس کی خدمت پر معمور کر دیا گیا۔ صالحین کیساتھ اسے بھی لمبی زندگی مل گئی اُسے حاصل ہونے والی برکتیں اس دنیا تک محدود نہ رہیں بلکہ جنت تک اُسے اللہ والوں کی سنگت نصیب ہو گئی۔ چنانچہ امام ابن کثیر دمشقی اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں: ''اللہ والوں کی صحبت کی برکتیں نیند کی حالت میں لگا تار کتے کو ملتی رہیں اور اس کتے کو انکی برکتوں کے ایصال سے کبھی نظر انداز نہ کیا گیا یہ دلیل ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کی صحبت سے کثیر فوائد حاصل ہوتے ہیں۔'' (تفسیر ابن کثیر)

خالد بن معدان نے کہا! کہ دنیاوی جانوروں میں سے جنت میں سوائے اصحاب کہف کے کتے اور بلغام کے گدھے کے کوئی نہ جائیگا۔ امام سدی نے کہا کہ جب اصحاب کہف کے پہلو بدلائے جاتے تو انکے ساتھ انکی چوکھٹ پر بیٹھنے والے کتے کے بھی پہلو تبدیل کر دیئے جاتے۔'' (تفسیر مظہری سورۃ الکہف)

داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول: حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ مرید کیلئے صحبت شیخ سے بڑھ کر کوئی شے نہیں جو کچھ سالک اور راہ طریقت کے مسافر کو مرد صالح کی صحبت سے میسر آتا ہے وہ شاید سالہا سال کی عبادت و ریاضت اور چلہ کشی سے بھی حاصل نہ کر سکے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اتنا بلند مرتبہ و مقام کیسے ملا کہ ساری اُمت کے غوث قطب، ابدال مل کر بھی ایک صحابی کے مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔ اگر صوفیاء کی زبان اور تصوف کے رنگ میں بیان کیا جائے تو یوں کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ فقط صحبت شیخ کا ثمر ہے۔ جس نے انبیائے کرام کے بعد عالم انسانیت میں انہیں سب سے بلند بالا مقام پر پہنچا دیا پھر ان میں سے بھی جس کو جتنی شیخ کی معیت و ہم

تشنی نصیب ہوئی۔ دوسرے برادران طریقت سے ممتاز ہو گیا میری مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے واصبر نفسک۔ پر عمل کرتے ہوئے ہمیشہ اپنے آپ کو صحبت شیخ میں جمائے رکھا اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ جیسے غلام کو بھی اس محبت شیخ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے عاشقوں کا امام بنا دیا۔

4833 - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، وَأَبُو دَاوُدَ قَالَا: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ وَرْدَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''آدمی اپنے دوست کے طریقے پر ہوتا ہے، تو ہر شخص کو اس بات کا جائزہ لینا چاہیے کہ اس کا دوست کون ہے؟''

4834 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ يَعْنِي ابْنَ بُرْقَانَ، عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ الْأَصَمِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَرْفَعُهُ قَالَ: الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوع حدیث کے طور پر یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''روحیں مل جل کے رہتی ہیں، ان میں سے جن کا (عالم ارواح) میں ایک دوسرے سے تعارف ہو (وہ دنیا میں بھی) ایک دوسرے سے مانوس ہوتی ہیں اور جو وہاں ایک دوسرے سے ناواقف ہوں، ان کے درمیان دنیا میں بھی (واقفیت) نہیں ہو پاتی''۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الْمِرَاءِ

باب: جھگڑے کا ناپسندیدہ ہونا

4835 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا بَعَثَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي بَعْضِ أَمْرِهِ قَالَ: بَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا، وَيَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں سے کسی کو، کسی کام کے سلسلے میں بھیجتے،

4835- إسناده صحيح. أبو أسامة: هو حماد بن أسامة. وأبو بردة: هو عامر بن عبد الله ابن قيس. وأخرجه مسلم (1732) (6) عن أبي بكر بن أبي شيبة وأبي عريب، كلاهما عن أبي أسامة، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (3038) و(6124)، ومسلم (1733) وص 1586 (70) وص 1587 - 1586 (71) من طريق سعيد بن أبي بردة، عن أبيه أبي بردة، به. وأخرجه البخاري (4341) و(4342) من طريق عبد الملك، و(4344) و(4345) و(7172) من طريق سعيد بن أبي بردة، كلاهما عن أبي بردة قال: بعث رسول الله -صلى الله ليه وسلم- أبا موسى ومعاذ ...إلخ. وهذا وإن كان ظاهره الإرسال لكنه متصل كما سلف تخريجه. وهو في "مسند أحمد" (19572) و(19742) و(19699)، و"صحيح ابن حبان" (5373) و(5376).

تو آپ ﷺ یہی فرماتے:

''تم خوشخبری سنانا، تم متنفر نہ کرنا، آسانیاں فراہم کرنا، تم تنگی کا شکار نہ کرنا''

دین میں جبر نہیں ہے

اسلام سلامتی اور خیر خواہی کا دین ہے، اسلام دین فطرت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو جس طبیعت پر پیدا کیا ہے اُس کا اصل تقاضا دین اسلام ہی ہے۔ اسلام ہی انسان کی جسمانی اور روحانی ضرورتوں کا کفیل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے مبلغین اور معلمین کو ہمیشہ یہ تاکید فرمائی کہ وہ دین کو پیچیدہ اور دشوار بنا کر پیش نہ کریں۔

☆ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرو، ان پر سختی نہ کرو، لوگوں کو خوش خبری سناؤ اور (انہیں دین سے) متنفر نہ کرو۔ (بخاری)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ڈول بہادو کیونکہ تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو تمہیں تنگی پیدا کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ (بخاری)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک دین آسان ہے اور جو شخص دین کے کاموں میں شدت اختیار کرے گا دین اس پر غالب آجائے گا، لہٰذا تم درست کام کرو اور دین کے قریب رہو اور ثواب کی خوش خبری دو اور صبح وشام اور رات کے کچھ حصہ میں عبادت سے مدد حاصل کرو۔ (بخاری)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے زیادہ آسان چیز کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا اور اگر گناہ ہوتا تو آپ سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی سے اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا لیکن جب کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود کی خلاف ورزی کرتا تو آپ اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے انتقام لیتے۔ (بخاری) ☆ ایک دفعہ نجران کے چودہ عیسائی حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے مدینہ منورہ آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور انہیں اپنے عیسائی طریقہ کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت دی۔ چنانچہ عیسائی حضرات نے مسجد نبوی کے ایک کونے میں مشرق کی طرف رخ کر کے اپنی عبادت کی۔ (تفسیر قرطبی)

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک عیسائی غلام تھا آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے انکار کر دیا تو آپ نے قرآن مجید کا حوالہ دیا کہ دین میں جبر نہیں ہے اور اس سے کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس عیسائی غلام کو آزاد کر دیا۔ (عمر بن الخطاب ابن جوزی)

4836 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ قَائِدِ السَّائِبِ، عَنِ السَّائِبِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلُوا يُثْنُونَ عَلَيَّ وَيَذْكُرُونِّي،

فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَعْلَمُكُمْ يَعْنِي بِهِ قُلْتُ: صَدَقْتَ بِأَبِي اَنْتَ وَاُمِّي: كُنْتَ شَرِيكِي فَنِعْمَ الشَّرِيكُ، كُنْتَ لَا تُدَارِي، وَلَا تُمَارِي.

❁❁ حضرت سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو لوگ میری تعریف کرنے لگے، انہوں نے میرا ذکر کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں تم سب سے زیادہ جانتا ہوں (یعنی اس شخص کے بارے میں زیادہ جانتا ہوں) میں نے عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ میرے شراکت دار تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین شراکت دار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو مخالفت کرتے تھے، اور نہ ہی لڑائی جھگڑا کیا کرتے تھے۔

بَابُ الْهَدْيِ فِي الْكَلَامِ

باب: کلام کرنے کا طریقہ

4837 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ يَتَحَدَّثُ يُكْثِرُ، أَنْ يَرْفَعَ طَرْفَهُ إِلَى السَّمَاءِ

❁❁ یوسف بن عبداللہ بن سلام اپنے والد کا یہ کلام بیان کرتے ہیں:

"جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے بات چیت کر رہے ہوتے تھے، تو اکثر اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ آسمان کی طرف ہوتی تھی"

4838 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ شَيْخًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُوْلُ: كَانَ فِي كَلَامِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْتِيلٌ، أَوْ تَرْسِيلٌ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ٹھہراؤ ہوتا تھا، (یہاں ایک لفظ راوی نے مختلف بیان کیا ہے، لیکن مفہوم ایک ہی ہے)

4839 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، وَأَبُو بَكْرٍ، ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أُسَامَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَحِمَهَا اللهُ، قَالَتْ: كَانَ كَلَامُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ سَمِعَهُ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام واضح ہوتا تھا، جسے سننے والا ہر شخص سمجھ لیتا تھا"

4839-إسناده حسن. أسامة- :وهو ابن زيد-حسن الحديث. وكيع: هو ابن الجراح، وسفيان: هو الثوري، والزهري: هو محمد بن مسلم بن شهاب. وأخرجه الترمذي (3968) من طريق حميد بن الأسود، عن أسامة بن زيد، بهذا الإسناد. ولفظه: ما كان رسول الله -صلى الله عليه وسلم- يسرد سردكم هذا، ولكنه كان يتكلم بكلام بيّنه فصل، يحفظه من جلس إليه. وقال: حديث حسن صحيح. وأخرجه بنحو لفظ الترمذي النسائي في "الكبرى" (10173) من طريق سفيان، عن أسامة بن زيد، عن القاسم بن محمد بن أبي بكر، عن عائشة. وهو بلفظهما أحمد في "مسنده" (25077) و (26209).

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ يَحْيَى مُخْتَصَرٌ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: مَيْمُونٌ لَمْ يُدْرِكْ عَائِشَةَ

٭٭ میمون بن ابی شبیب بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے ایک سائل گزرا، تو انہوں نے اسے روٹی کا ایک ٹکڑا دے دیا، پھر ان کے سامنے سے ایک اور شخص گزرا، جس نے اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اس کی حالت بھی عمدہ محسوس ہو رہی تھی، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے بٹھا کر کھانا کھلایا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں دریافت کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

"لوگوں کو ان کے مخصوص مقام پر رکھو (یعنی اسی حساب سے ان سے سلوک کرو)"

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یحییٰ کی روایت کردہ روایت مختصر ہے۔ میمون نامی راوی نے (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) کا زمانہ نہیں پایا ہے۔

4843 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّوَّافُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُمْرَانَ، أَخْبَرَنَا عَوْفُ بْنُ أَبِي جَمِيلَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ مِخْرَاقٍ، عَنْ أَبِي كِنَانَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللَّهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ، وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ وَالْجَافِي عَنْهُ، وَإِكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ

٭٭ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے اجلال میں یہ بات شامل ہے کہ بوڑھے مسلمان اور قرآن کے عالم کی عزت کی جائے، جو اس میں غلو اور تقصیر سے بچتا ہو، اور عادل حکمران کی عزت کی جائے"۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَجْلِسُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ بِغَيْرِ إِذْنِهِمَا

باب: آدمی کا دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر بیٹھنا

4844 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا عَامِرٌ الْأَحْوَلُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ: عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُجْلَسْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا

٭٭ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"دو آدمیوں کے درمیان نہ بیٹھا کرو، البتہ ان کی اجازت سے (بیٹھا جا سکتا ہے)"

4845 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''آدمی کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ دو آدمیوں کے درمیان (بیٹھ کر) تفریق کردے۔ البتہ ان کی اجازت سے (ان کے درمیان بیٹھ سکتا ہے)''۔

بَابٌ فِي جُلُوسِ الرَّجُلِ

باب: آدمی کا بیٹھنا

4846 - حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ رُبَيْحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا جَلَسَ احْتَبَى بِيَدِهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: عَبْدُ اللهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ شَيْخٌ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب بیٹھتے تھے، تو آپ ﷺ اپنے ہاتھ کے ذریعے احتباء کر لیتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن ابراہیم نامی راوی بزرگ ہے لیکن منکر الحدیث ہے۔

4847 - أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي جَدَّتَايَ صَفِيَّةُ، وَدُحَيْبَةُ، ابْنَتَا عُلَيْبَةَ، قَالَ: مُوسَى بِنْتِ حَرْمَلَةَ وَكَانَتَا رَبِيبَتَيْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ وَكَانَتْ جَدَّةَ أَبِيهِمَا أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُمَا أَنَّهَا، رَأَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَاعِدٌ الْقُرْفُصَاءَ فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُخْتَشِعَ وَقَالَ مُوسَى: الْمُتَخَشِّعَ، فِي الْجِلْسَةِ أُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ.

سیدہ قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ قرفصاء کے طور پر بیٹھے ہوئے تھے، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کو میں نے اتنی عاجزی وانکساری کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا، تو میں خوف سے لرز گئی (ایک راوی نے لفظ مختلف نقل کیا ہے)

4847-إسناده حسن. وراوي الحديث عن النبي - صلى الله عليه وسلم- هو قيلة بنت مخرمة. وهو عند البيهقي في "السنن" 235 /3من طريق المصنف، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري في "الأدب المفرد "(1178) عن موسى بن إسماعيل، عن عبد الله بن حسان، به وأخرجه الترمذي في "الشمائل "(119) من طريق عفان بن مسلم، عن عبد الله ابن حسان، به. وأخرجه ضمن حديث مطول ابن سعد في "الطبقات" 320 - 317 /1عن عفان ابن مسلم، والطبراني في "الكبير" /25(1).

بَابٌ فِي الْجِلْسَةِ الْمَكْرُوهَةِ

باب: بیٹھنے کا ناپسندیدہ طریقہ

4848 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ، عَنْ أَبِيهِ الشَّرِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ: مَرَّ بِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا جَالِسٌ هَكَذَا، وَقَدْ وَضَعْتُ يَدِيَ الْيُسْرَى خَلْفَ ظَهْرِي وَاتَّكَأْتُ عَلَى أَلْيَةِ يَدِي، فَقَالَ: أَتَقْعُدُ قِعْدَةَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ؟

حضرت شرید بن سوید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس بیٹھے، تو میں اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کی طرف کر کے انگوٹھے کی طرف دباؤ ڈالا ہوا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"کیا تم ان لوگوں کی طرح بیٹھے ہو، جن پر غضب نازل ہوا"

بَابُ النَّهْيِ عَنِ السَّمَرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

باب: عشاء کے بعد بات چیت کرنا

4849 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عَوْفٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْمِنْهَالِ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنِ النَّوْمِ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثِ بَعْدَهَا

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس (عشاء) سے پہلے سونے اور اس کے بعد بات چیت کرنے سے منع کرتے تھے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَجْلِسُ مُتَرَبِّعًا

باب: آدمی کا چوکڑی مار کر بیٹھنا

4850 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِي مَجْلِسِهِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءَ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز ادا کر لیتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر چوکڑی مار کر بیٹھ جاتے تھے اور اس وقت تک بیٹھے رہتے تھے، جب تک سورج اچھی طرح طلوع نہیں ہو جاتا تھا۔

4851 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ...

... بْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ ...

... عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَنْتَجِي اثْنَانِ دُونَ الثَّالِثِ، فَإِنَّ ذَلِكَ ...

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ...

''دو آدمی اپنے ساتھی کو چھوڑ کر سرگوشی میں بات چیت نہ کریں' کیونکہ یہ چیز اسے ...

4852 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ. قَالَ أَبُو صَالِحٍ: فَقُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: فَأَرْبَعَةٌ، قَالَ: لَا يَضُرُّكَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کی مانند روایت نقل کی ہے

ابوصالح کہتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: اگر چار آدمی ہوں؟ انہوں نے کہا: تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

بَابٌ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسٍ ثُمَّ رَجَعَ

باب: جب کوئی شخص اپنی جگہ اٹھ کر جانے کے بعد واپس آ جائے

4853 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ أَبِي جَالِسًا، وَعِنْدَهُ غُلَامٌ فَقَامَ ثُمَّ رَجَعَ فَحَدَّثَ أَبِي، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا قَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسٍ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص محفل سے اٹھ جائے اور پھر اس میں واپس آئے' تو وہ (اس) جگہ کا زیادہ حقدار ہوگا''۔

4854 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا مُبَشِّرٌ الْحَلَبِيُّ، عَنْ تَمَّامِ بْنِ نَجِيحٍ، عَنْ كَعْبٍ الْإِيَادِيِّ قَالَ: كُنْتُ أَخْتَلِفُ إِلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ، فَقَالَ: أَبُو الدَّرْدَاءِ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا جَلَسَ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ فَقَامَ، فَأَرَادَ الرُّجُوعَ نَزَعَ نَعْلَيْهِ، أَوْ بَعْضَ مَا يَكُونُ عَلَيْهِ، فَيَعْرِفُ ذَلِكَ أَصْحَابُهُ

4852 إسناده صحيح أبو صالح: هو ذكوان السمان. وأخرجه ابن حبان في "صحيحه" (584) عن أبي خليفة، عن مسدد، بهذا الإسناد. وأخرجه أحمد في "مسنده" (4685) عن يحيى بن سعيد، و (5023) من طريق شعبة، كلاهما عن الأعمش، به. وأخرجه دون سؤال أبي صالح البخاري (6288)، ومسلم (2183) من طريق نافع، وابن ماجه (3776) من طريق عبد الله بن دينار، كلاهما عن ابن عمر. وهو في "المسند" (4450) من طريق محمد بن يحيى بن حبان، ومن طريق عبد الله ابن دينار (4564)، ومن طريق نافع (4874)،

فَيَمْكُثُونَ

کعب ایادی بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا، تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف فرما ہوتے تھے، تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھ جاتے تھے۔ جب کوئی شخص وہاں سے اٹھتا اور اس کا واپس آنے کا ارادہ ہوتا، تو وہ اپنا جوتا یا اپنے جسم پر موجود کوئی چیز (عمامہ یا چادر وغیرہ) اتار کر (وہاں رکھ دیتا) جس سے اس کے ساتھی یہ جان لیتے کہ وہ واپس آئے گا، تو وہ اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے"

بَابُ كَرَاهِيَةِ اَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهِ وَلَا يَذْكُرَ اللهَ

باب: اس بات کا ناپسندیدہ ہونا کہ آدمی اپنی محفل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیے بغیر اٹھ جائے

4855 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِي صَالِحٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُومُونَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُونَ اللهَ فِيهِ، اِلَّا قَامُوا عَنْ مِثْلِ جِيفَةِ حِمَارٍ، وَكَانَ لَهُمْ حَسْرَةً

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب کچھ لوگ کسی محفل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیے بغیر اٹھ جائیں، تو وہ یوں اٹھتے ہیں جیسے مردار گدھے کے پاس سے اٹھتے ہوں اور (آخرت میں یہ محفل) ان کے لیے حسرت کا باعث ہوگی"۔

4856 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ، وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللهَ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص کسی جگہ پر بیٹھے اور وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے نقصان ہوگا اور جو شخص کسی جگہ لیٹے اور وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے نقصان ہوگا"۔

4855- حديث صحيح، وهذا إسناد حسن. إسماعيل بن زكريا صدوق حسن الحديث. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (10169) من طريق عبد العزيز بن أبي حازم، عن سهيل بن أبي صالح، بهذا الإسناد. وهو من طريق أبي صالح، عن أبي هريرة عند أحمد في "مسنده" (9052)، و"صحيح ابن حبان" (590) ولفظ ابن حبان: "ما اجتمع قوم في مجلس، فتفرقوا من غير ذكر الله، والصلاة على النبي - صلى الله عليه وسلم - إلا كان عليهم حسرة يوم القيامة." وأخرجه الترمذي (3677)

4856- حديث صحيح، وهذا إسناد حسن. ابن عجلان - وهو محمد - صدوق حسن الحديث، والليث: هو ابن سعد. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (10164) و (10585) عن قتيبة بن سعيد، بهذا الإسناد. ورواية النسائي الثانية مختصرة. وهو عند ابن حبان في "صحيحه" (853). وأخرجه بنحوه ومعناه النسائي في "الكبرى" (10165) و (10584)

یعنی جسمانی غذا کی طرح باطنی انسان ایک جیتا جاگتا وجود ہے جو انسان کی توجہ کا طالب ہے۔ جس طرح مادی جسم کی تندرستی کیلئے غذا ضروری ہے اسی طرح باطنی وجود کی بھی غذا ہے جس سے وہ سکون محسوس کرتا ہے، تندرست و توانا ہوتا اور قوت حاصل کرتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: بے شک ذکر سے ہی قلوب کو اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے۔

یعنی اللہ کے اسم کے ذکر سے انسانی قلب یا روح کو سکون حاصل ہوتا ہے کیونکہ یہی اس کی غذا اور قوت کا باعث ہے۔ جو انسان ذکر سے روگردانی کرتا ہے اس کی روح کو غذا اور رزق نہیں ملتا جو اس کی زندگی اور قوت کے لیے ضروری ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: بے شک جو ہمارے ذکر سے اعراض کرتا ہے ہم اس کی (باطنی) روزی تنگ کر دیتے ہیں اور قیامت کے روز اسے اندھا اٹھائیں گے۔

اس آیت مبارکہ میں رزق سے مراد یقیناً باطنی رزق ہے کیونکہ ظاہری رزق تو اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کو بھی بہت دیا ہے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے۔

دنیا و آخرت میں انسان کے خسارے کی وجہ اس کی ذکر سے غفلت ہے کیونکہ ذکر نہ کرنے کے باعث اس کی روح وہ قوت حاصل نہیں کر پاتی جو اسے نفس کے حجاب چیر کر اس مقام تک لے جائے جہاں وہ دیدار و معرفتِ الٰہی حاصل کر سکے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو ذکر الٰہی سے غافل نہ کر دیں جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ پانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اللہ کے مختلف ناموں کی تسبیح و ذکر کر رہی ہے جیسا کہ وہ قرآن میں فرماتا ہے:

ترجمہ: ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ اس میں ہے سبھی اس کی تسبیح کرتے ہیں اور مخلوقات میں سے کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

بَابٌ فِي كَفَّارَةِ الْمَجْلِسِ

باب: محفل کا کفارہ

4857- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ أَبِي هِلَالٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيَّ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّهُ قَالَ: كَلِمَاتٌ لَا يَتَكَلَّمُ بِهِنَّ أَحَدٌ فِي مَجْلِسِهِ عِنْدَ قِيَامِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ إِلَّا كُفِّرَ بِهِنَّ عَنْهُ، وَلَا يَقُولُهُنَّ فِي مَجْلِسِ خَيْرٍ وَمَجْلِسِ ذِكْرٍ إِلَّا

يُخْتَمُ لَهُ بِهِنَّ عَلَيْهِ كَمَا يُخْتَمُ بِالْخَاتَمِ عَلَى الصَّحِيفَةِ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے، انہوں نے فرمایا: کچھ کلمات ایسے ہیں، جنہیں آدمی محفل سے اٹھتے وقت تین مرتبہ پڑھ لے تو یہ اس کے لیے ان چیزوں کا کفارہ بن جائیں گے، جو (اس نے اس محفل میں غلط باتیں کی تھیں) اور جو شخص کسی بھلائی کی محفل یا ذکر کی محفل میں ان کلمات کو پڑھ لے گا، تو ان کلمات کے ذریعے اس محفل (کی نیکیوں یا اجر وثواب) پر یوں مہر لگا دی جائے گی، جس طرح صحیفے پر مہر لگائی جاتی ہے (وہ کلمات یہ ہیں:)

"تو ہر عیب سے پاک ہے، اے اللہ! حمد تیرے لیے مخصوص ہے، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں"۔

4858 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: قَالَ عَمْرٌو: وَحَدَّثَنِي بِنَحْوِ ذَلِكَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عَمْرٍو عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

4859 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْجَرْجَرَائِيُّ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى أَنَّ عَبْدَةَ بْنَ سُلَيْمَانَ أَخْبَرَهُمْ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِأَخَرَةٍ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَقُومَ مِنَ الْمَجْلِسِ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّكَ لَتَقُولُ قَوْلًا مَا كُنْتَ تَقُولُهُ فِيمَا مَضَى، فَقَالَ: كَفَّارَةٌ لِمَا يَكُونُ فِي الْمَجْلِسِ

⊛⊛ حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ اسلمی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری (عمر) میں جب کسی محفل سے اٹھتے تو یہ پڑھتے تھے:

"تو پاک ہے، اے اللہ! اور حمد تیرے لیے مخصوص ہے، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں"۔

ایک صاحب نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج ایسے کلمات پڑھے ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نہیں پڑھے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ اس چیز کا کفارہ بن جاتے ہیں، جو کچھ محفل میں ہوتا ہے"۔

بَابٌ فِي رَفْعِ الْحَدِيثِ مِنَ الْمَجْلِسِ

باب: محفل میں شکایات کرنے کا بیان

4860 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنِ الْوَلِيدِ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ

وَنَسَبَهُ لَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ حُسَيْنِ ابْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ إِسْرَائِيلَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ: الْوَلِيدُ ابْنُ أَبِي هِشَامٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ زَائِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُبَلِّغُنِي أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِي عَنْ أَحَدٍ شَيْئًا، فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَخْرُجَ إِلَيْكُمْ وَأَنَا سَلِيمُ الصَّدْرِ

✿✿ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میرے اصحاب کی طرف سے کوئی بات مجھ تک نہ پہنچے، کیونکہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ جب میں تمہاری طرف آؤں، تو میرا سینہ صاف ہو''۔

بَابٌ فِي الْحَذَرِ مِنَ النَّاسِ

باب: لوگوں سے بچ کے رہنا

4861 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ سَيَّارٍ الْمُؤَدِّبُ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيهِ ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ عِيسَى بْنِ مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْفَغْوَاءِ الْخُزَاعِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: دَعَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَرَادَ أَنْ يَبْعَثَنِي بِمَالٍ إِلَى أَبِي سُفْيَانَ يَقْسِمُهُ فِي قُرَيْشٍ بِمَكَّةَ بَعْدَ الْفَتْحِ، فَقَالَ: الْتَمِسْ صَاحِبًا قَالَ: فَجَاءَنِي عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ، فَقَالَ: بَلَغَنِي أَنَّكَ تُرِيدُ الْخُرُوجَ وَتَلْتَمِسُ صَاحِبًا، قَالَ: قُلْتُ: أَجَلْ، قَالَ: فَأَنَا لَكَ صَاحِبٌ، قَالَ: فَجِئْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ: قَدْ وَجَدْتُ صَاحِبًا، قَالَ: فَقَالَ: مَنْ، قُلْتُ: عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ، قَالَ: إِذَا هَبَطْتَ بِلَادَ قَوْمِهِ فَاحْذَرْهُ فَإِنَّهُ قَدْ قَالَ الْقَائِلُ: أَخُوكَ الْبِكْرِيُّ وَلَا تَأْمَنْهُ فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا كُنْتُ بِالْأَبْوَاءِ قَالَ: إِنِّي أُرِيدُ حَاجَةً إِلَى قَوْمِي بِوَدَّانَ، فَتَلَبَّثْ لِي، قُلْتُ: رَاشِدًا، فَلَمَّا وَلَّى ذَكَرْتُ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَدَدْتُ عَلَى بَعِيرِي حَتَّى خَرَجْتُ أُوضِعُهُ حَتَّى إِذَا كُنْتُ بِالْأَصَافِرِ إِذَا هُوَ يُعَارِضُنِي فِي رَهْطٍ، قَالَ: وَأَوْضَعْتُ، فَسَبَقْتُهُ، فَلَمَّا رَآنِي قَدْ فُتُّهُ انْصَرَفُوا، وَجَاءَنِي فَقَالَ: كَانَتْ لِي إِلَى قَوْمِي حَاجَةٌ، قَالَ: قُلْتُ: أَجَلْ، وَمَضَيْنَا حَتَّى قَدِمْنَا مَكَّةَ فَدَفَعْتُ الْمَالَ إِلَى أَبِي سُفْيَانَ

✿✿ عبداللہ بن عمرو خزاعی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ مال کے ہمراہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجنا چاہ رہے تھے، تاکہ وہ مکہ میں قریش کے درمیان اسے تقسیم کردے، یہ فتح مکہ کے بعد کی بات ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ساتھی تلاش کرو، راوی کہتے ہیں: تو عمرو بن امیہ ضمری میرے ساتھ آگئے انہوں نے کہا: مجھے یہ پتا چلا ہے کہ تم روانہ ہونا چاہتے ہو اور کوئی ساتھی تلاش کر رہے ہو، میں نے کہا: جی ہاں! تو انہوں نے کہا: میں تمہارا ساتھی ہوں۔ راوی کہتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا: میں نے عرض کی: مجھے ایک ساتھی مل گیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کون؟ میں نے کہا: عمرو بن امیہ ضمری، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جب تم کسی قوم کے علاقے میں پڑاؤ کرو تو بچ کے رہنا، کیونکہ کسی کہنے والے نے یہ کہا ہے: بکر قبیلے سے تعلق رکھنے والا تمہارا جو بھائی ہے، تم اس سے محفوظ نہیں ہو (یعنی تم اس سے بات نہ کرنا)“

ہم لوگ روانہ ہو گئے، جب ہم ابواء کے مقام پر پہنچے، تو اس شخص نے کہا: مجھے ودان کے مقام پر اپنی قوم سے کچھ کام ہے، تم یہاں رک کر میرا انتظار کرنا، میں نے کہا: سلامتی کے ساتھ جاؤ، جب وہ چلا گیا تو مجھے نبی اکرم ﷺ کی بات یاد آ گئی۔ میں اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور وہاں سے نکل کھڑا ہوا، یہاں تک کہ میں اصافر کے مقام پر آ گیا، تو وہاں میں نے دیکھا کہ اسے کچھ لوگوں کے ساتھ میرے مقابل آیا ہوا ہے، راوی کہتے ہیں: میں نے اپنے اونٹ کو دوڑایا اور آگے نکل گیا۔ جب انہوں نے یہ محسوس کیا کہ میں ان سے آگے جا چکا ہوں تو وہ لوگ واپس چلے گئے۔ پھر اسے میرے پاس آیا اور اس نے کہا: مجھے اپنی قوم میں ایک کام ہے، میں نے کہا: ٹھیک ہے، پھر ہم روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہم مکہ آ گئے۔ تو میں نے وہ مال حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا“

4862 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”مومن ایک ہی سوراخ سے دو مرتبہ ڈسا نہیں جاتا“۔

بَابٌ فِي هَدْيِ الرَّجُلِ

باب: پیدل چلنے کا طریقہ

4863 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَشَى كَأَنَّهُ يَتَوَكَّأُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب چلتے تھے، تو آگے کی طرف ذرا جھک کر چلتے تھے۔

4864 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُعَاذِ بْنِ خُلَيْفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: كَيْفَ رَأَيْتَهُ؟ قَالَ: كَانَ أَبْيَضَ مَلِيحًا إِذَا

4862- إسناده صحيح. الليث: هو ابن سعد. وعقيل: هو ابن خالد. وأخرجه البخاري (6133)، ومسلم (2998) عن قتيبة بن سعيد، بهذا الإسناد. وأخرجه ابن ماجه (3982) عن محمد بن الحارث المصري، عن الليث، به. وأخرجه مسلم (2998) من طريق ابن أخي ابن شهاب، عن عمه ابن شهاب، به. وهو في "مسند أحمد" (8928)، و"صحيح ابن حبان" (663).

4864- إسناده صحيح. سعيد الجريري: وهو سعيد بن إياس- ثقة وقد اختلط بأخرة لكن رواية عبد الأعلى- وهو ابن عبد الأعلى السامي- عنه قبل اختلاطه. أبو الطفيل: هو عمرو بن واثلة. وأخرجه مسلم (2340)، وابن قانع في "معجم الصحابة" 242 /2 من طريق عبيد الله بن عمر، عن عبد الأعلى، بهذا الإسناد. وفيه في وصف النبي -صلى الله عليه وسلم- عندهما: كان أبيض مليحاً مقصداً، وليس عند مسلم: كأنما يهوي في صبوب. وأخرجه مسلم (2340) من طريق خالد بن عبد الله، والترمذي في "الشمائل" (13) من طريق يزيد بن هارون، كلاهما عن سعيد، به. وهو في "مسند أحمد" (23797)

مَشَى كَأَنَّمَا يَهْوِي فِي صَبُوبٍ

حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے، راوی بیان کرتے ہیں: میں نے دریافت کیا: آپ نے انہیں کیسا دیکھا؟ تو انہوں نے بتایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید رنگت کے مالک دلکش شخص تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے تو یوں لگتا تھا، جیسے بلندی سے نیچے کی طرف آ رہے ہیں۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَضَعُ إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى

باب: آدمی کا اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھنا

4865 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَضَعَ - وَقَالَ قُتَيْبَةُ: يَرْفَعَ - الرَّجُلُ إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى زَادَ قُتَيْبَةُ: وَهُوَ مُسْتَلْقٍ عَلَى ظَهْرِهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے، کہ کوئی شخص اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھے

قتیبہ نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: جبکہ وہ پشت کے بل چت لیٹا ہوا ہو۔

4866 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، ح وحَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا - قَالَ الْقَعْنَبِيُّ فِي الْمَسْجِدِ - وَاضِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى

عباد بن تمیم اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چت لیٹے ہوئے دیکھا۔

قعنبی نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: مسجد میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھا ہوا تھا۔

4867 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، وَعُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ كَانَا يَفْعَلَانِ ذَلِكَ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ منقول ہے: وہ ایسا کر لیتے تھے (یعنی لیٹنے کے دوران ایک ٹانگ دوسری پر رکھ لیتے تھے)

بَابٌ فِي نَقْلِ الْحَدِيثِ

باب: کوئی بات پھیلا دینا

4868 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ

عَطَاءٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ بِالْحَدِيثِ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ أَمَانَةٌ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب کوئی شخص کوئی بات کر رہا ہو اور وہ ادھر اُدھر دیکھ رہا ہو (کہ کہیں کوئی اور تو نہیں سن رہا) تو وہ بات امانت ہوتی ہے''

4869- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ نَافِعٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ ابْنِ أَخِي جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمَجَالِسُ بِالْأَمَانَةِ إِلَّا ثَلَاثَةَ مَجَالِسَ: سَفْكُ دَمٍ حَرَامٍ، أَوْ فَرْجٌ حَرَامٌ، أَوِ اقْتِطَاعُ مَالٍ بِغَيْرِ حَقٍّ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مجالس امانت ہوتی ہیں، البتہ تین مجالس کا حکم مختلف ہے، وہ جس میں حرام طور پر خون بہانے کی بات ہو، یا جس میں حرام طور پر شرمگاہ (استعمال کرنے) کا ذکر ہو، یا جس میں ناحق طور پر کسی کا مال ہتھیانے کی بات ہو''

راز پھیلانے کی ممانعت کا بیان

4870- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ إِبْرَاهِيمُ: هُوَ عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْعُمَرِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَعْظَمَ الْأَمَانَةِ عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الرَّجُلُ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ، وَتُفْضِي إِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، سب سے بڑی امانت یہ ہوگی کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت میں ہو، اور وہ عورت اس کے ساتھ خلوت میں ہو، اور پھر وہ اس عورت کے راز کو فاش کر دے''۔

شرح

علامہ طیبی (ان اعظم الامانة) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بہت بڑی امانت کہ جس میں خیانت کرنیوالے سے قیامت کے دن سخت باز پرس ہوگی شوہر و بیوی کے درمیان جنسی معاملات اور نجی امور سے متعلق باتیں ہیں یعنی خاوند بیوی کے درمیان جنسی افعال اور راز و نیاز کی باتیں ایک بہت بڑی امانت ہے جس کی حفاظت ہر شوہر کی ذمہ داری ہے جو شوہر اس امانت کی حفاظت نہیں کرے گا بایں طور کہ وہ اپنی بیوی سے ہمبستری کے بعد اس کے راز افشاء کرے گا اس سے قیامت کے دن باز پرس کی جائے گی اور اشرف کے قول کے مطابق اس ارشاد کے معنی یہ ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی امانت میں خیانت اس شخص کی خیانت ہوگی جو اپنی بیوی سے ہمبستری کرے اور پھر اس کے راز کو افشاء کرے۔ اور افشاء کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان راز و نیاز کی جو باتیں ہوئی ہوں اور جنسیات سے متعلق جو افعال

ہوئے ہوں ان کو لوگوں سے کہتا پھرے جیسا کہ بے حیاء لوگوں کی عادت ہے یا اپنی بیوی کے کسی عیب کو بیان کرتا پھرے اور یا یہ کہ اپنی بیویوں کی ان خوبیوں اور اوصاف کو ذکر کرتا پھرے جن کو چھپانا شرعاً اخلاقاً اور عرفاً واجب ہے۔

ابن ملک کہتے ہیں کہ اس ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ خاوند و بیوی میں سے ہر ایک اپنے دوسرے کے افعال واقوال کا امین ہے لہٰذا ان میں سے جو بھی اپنے دوسرے کے ان افعال واقوال کو ظاہر کرے گا جن کو ظاہر کرنا وہ دوسرا ناپسند کرتا ہو تو وہ خیانت کرنیوالا کہلائے گا۔

بہرکیف حدیث کا حاصل یہ ہے کہ خاوند و بیوی کے درمیان جنسی معاملات اور ذاتی امور سے متعلق جو باتیں ہوتی ہیں یا جو افعال ہوتے ہیں ان کو غیروں کے سامنے بیان کرنا یا ایک دوسرے کے عیوب وغیرہ کو ظاہر کرنا اخلاقی نکتہ نظر ہی سے معیوب نہیں ہے بلکہ شرعی طور پر آخرت میں مؤخذہ الٰہی کا موجب ہے۔

اس سلسلہ میں ایک سبق آموز واقعہ بیان کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب علم و دانش نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اپنی بیوی کے عیوب کیونکر ذکر کروں (یعنی اگر میں طلاق کی وجہ بیان کروں تو گویا میں اس کے عیوب کو جو طلاق کی وجہ ہیں تمہارے سامنے بیان کر دوں اور یہ مجھے گوارا نہیں ہے کہ جب تک وہ میری بیوی ہے اس کے عیوب دوسروں کے سامنے آئیں) پھر جب اس نے طلاق دیدی تو پھر کچھ اور لوگوں نے پوچھا کہ تم نے اپنی بیوی کو طلاق کیوں دی؟ اس نے کہا کہ میں ایک اجنبی عورت کے عیوب کیسے ظاہر کروں یعنی اگر میں طلاق کی وجہ بیان کروں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ایک اجنبی عورت کے عیوب تمہارے سامنے بیان کر دوں اور اسے میں مطلقاً مناسب نہیں سمجھتا)

بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ خاوند و بیوی کے لئے ایک دوسرے کی باتوں کو ظاہر کرنے کی یہ ممانعت اس صورت میں ہے جبکہ اس کا کوئی فائدہ اور مقصد نہ ہو، ہاں اگر اس کا کوئی فائدہ یا اس کی کوئی معقول وجہ ہو تو پھر یہ ممانعت نہیں ہوگی مثلاً اگر عورت کا دعویٰ ہو کہ اس کا خاوند اس کی جنسی خواہش کی تسکین کا اہل نہیں ہے، یا بیوی یہ شکایت کرے کہ اس کا شوہر اس کے ساتھ بیزاری اور لا پرواہی کا برتاؤ کرتا ہے تو اس صورت میں بیوی کے لئے ان چیزوں کا ذکر کرنا غیر پسندیدہ نہیں ہوگا جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ (لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم)

اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی بری بات کو اعلانیہ بیان کیا جائے ہاں اگر کسی پر ظلم کیا گیا ہے تو وہ اسے اعلانیہ بھی بیان کرسکتا ہے۔

بَابٌ فِي الْقَتَّاتِ

باب: چغل خوری کرنا

4871 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ

⊙⊙ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''چغل خوری کرنے والا' جنت میں داخل نہیں ہوگا''

شرح

چغل خوری معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے والی بیماری ہے۔ چغل خور شخص لوگوں کے پاس جا کر ادھر اُدھر کی باتیں بنا کر باہمی تعلقات کونقصان پہنچاتا ہے۔ ایک شخص کے پاس جا کر کہتا ہے کہ فلاں آدمی یہ بری بات تم سے منسوب کر رہا ہے یہ برائی کے ساتھ تمہارا ذکر کر رہا تھا۔ پھر دوسرے شخص کے پاس جا کر ویسی ہی بے تکی باتیں بنا کر پیش کرتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دونوں کے درمیان دشمنی کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ چغل خور دو آدمیوں کے درمیان ہی تعلقات نہیں بگاڑ دیتا بلکہ میاں بیوی، بھائی بھائی، باپ بیٹے، بھائی بہن، امیر و مامور غرض ہر طرح کے لوگوں کے تعلقات تباہ و برباد کر دیا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چغل خور کی برائی بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ''طعنے دینے والے اور چغلیاں کرنے والے کے لئے ہلاکت اور تباہی ہے۔ (القلم۔۱۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ''ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور کسی بڑی چیز کے بارے میں نہیں بلکہ وہ بڑی ہی چیز ہے۔ ایک تو چغل خوری کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کرتے وقت ستر پوشی نہیں کرتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

مسلمانوں کو لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرنے والا اور بھلائی کی رغبت دلانے والا ہونا چاہئے نہ اُن کے درمیان بغض و عداوت کرنے والا۔ سورۃ النساء آیت ۱۱۴ میں ارشاد باری ہے، لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں میں اکثر و بیشتر کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔ ہاں اگر کوئی پوشیدہ طور پر صدقہ و خیرات کی تلقین کرے یا کسی نیک کام کیلئے لوگوں کے معاملات میں اصلاح کرنے کیلئے کسی سے کچھ کہے تو یہ بھلی بات ہے، اور جو کوئی اللہ کی رضا جوئی کے لئے ایسا کرے گا اسے ہم بڑا اجر عطا کریں گے۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر دن کہ جس میں سورج طلوع ہوتا ہے لوگوں پر (ان کے بدن کے) ہر جوڑ کے بدلے صدقہ واجب ہوتا ہے۔ تم دو آدمیوں کے درمیان انصاف (سے صلح صفائی) کرا دو تو یہ بھی صدقہ ہے، کسی انسان کو سواری پر چڑھنے میں یا اس کا سامان اُٹھا کر لادنے میں مدد دے دو تو یہ بھی صدقہ ہے۔ اچھی بات بھی صدقہ ہے، نماز کے لئے جاتے وقت تمہارا ہر قدم صدقہ ہے اور راستے سے کوئی تکلیف دہ چیز ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

قرآن وسنت کی تعلیمات معاشرے کی بھلائی اور اصلاح کے لئے مسلمانوں سے ہر قسم کی روحانی بیماریوں کے نقصان سے بچاؤ اور تشخیص مرض کے ساتھ ساتھ علاج بھی کرتی ہیں۔ چغل خوری سے ہر مسلمان مرد اور عورت کو دور رہنا چاہئے تاکہ کل روز حشر میں عذاب جہنم سے بچ پائیں اور جنت نصیب ہوگا۔

بَابٌ فِي ذِي الْوَجْهَيْنِ

باب: دو غلے شخص کا بیان

4872- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مِنْ شَرِّ النَّاسِ ذُو الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ، وَهَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''لوگوں میں سب سے برا وہ شخص ہے، جو دوغلا ہو، جو اِس کے پاس اس منہ کے ساتھ آئے، اور اُس کے پاس اس منہ کے ساتھ جائے۔''

4873 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنِ الرُّكَيْنِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ حَنْظَلَةَ، عَنْ عَمَّارٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ لَهُ وَجْهَانِ فِي الدُّنْيَا، كَانَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ

حضرت عمار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص کے دنیا میں دو منہ ہوں گے، (یعنی دوغلا ہوگا) قیامت کے دن اس کی آگ سے بنی ہوئی دو زبانیں ہوں گی''

بَابٌ فِي الْغِيبَةِ

باب: غیبت کا بیان

4874 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْغِيبَةُ؟ قَالَ: ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيلَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ؟ قَالَ إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ بَهَتَّهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عرض کی گئی: یارسول اللہ! غیبت سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کا تذکرہ اس چیز کے ساتھ کرنا: جو اسے ناپسند ہو: عرض کی گئی: اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ کہ میں نے جو بات کی ہے وہ میرے بھائی میں موجود ہو؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم نے کہا ہے، وہ اس میں موجود ہو، تو تم نے اس کی غیبت کی، اور جو تم نے کہا وہ اس میں نہ ہو تو تم نے اس پر بہتان لگایا''

4875 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْأَقْمَرِ، عَنْ أَبِي حُذَيْفَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا. قَالَ غَيْرُ مُسَدَّدٍ: تَعْنِي

4872-إسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة، وأبو الزناد: هو عبد الله بن ذكوان، والأعرج: هو عبد الرحمن بن هرمز. وأخرجه البخاري (3494)، ومسلم (2526) من طريق المغيرة بن شعبة، ومسلم ص 2011 (98) من طريق مالك، كلاهما عن أبي الزناد، بهذا الإسناد. وعند مسلم في أوله زيادة. وأخرجه البخاري (6058)، والترمذي (2144) من طريق أبي صالح، عن أبي هريرة

4874-إسناده صحيح العلاء: هو ابن عبد الرحمن الحرقي مولاهم. وأخرجه الترمذي (2047) عن قتيبة بن سعيد، عن عبد العزيز بن محمد، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (2589) (75)، والنسائي في "الكبرى" (11454)، والبغوي في "شرح السنة" (3565) من طريق إسماعيل بن جعفر، عن العلاء، به. وهو في "مسند أحمد" (7146)، و"صحيح ابن حبان" (5758).

قَصِيرَةً فَقَالَ: لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ قَالَتْ: وَحَكَيْتُ لَهُ إِنْسَانًا فَقَالَ: مَا أُحِبُّ أَنِّي حَكَيْتُ إِنْسَانًا وَأَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا

❀❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: صفیہ (سے دور ہونے کے لیے) آپ ﷺ کے لیے یہ، یہ چیز کافی ہے: دیگر راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ان کی مراد یہ تھی کہ ان کا قد چھوٹا ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تم نے ایک ایسی بات کہی ہے، کہ اگر اسے سمندر میں ملایا جائے تو یہ اسے بھی کڑوا کر دے''۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے کسی کی نقل اتاری، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ میں کسی شخص کی نقل اتاروں، اگرچہ اس کے عوض میں مجھے اتنا اور اتنا (مال مل جائے)''۔

4876 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي حُسَيْنٍ، حَدَّثَنَا نَوْفَلُ بْنُ مُسَاحِقٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ مِنْ أَرْبَى الرِّبَا الِاسْتِطَالَةَ فِي عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ

❀❀ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ آدمی کسی کی عزت کے ساتھ ناحق طور پر کھیلے''۔

4877 - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اسْتِطَالَةَ الْمَرْءِ فِي عِرْضِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ، وَمِنَ الْكَبَائِرِ السَّبَّتَانِ بِالسَّبَّةِ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''سب سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ آدمی ناحق طور پر کسی مسلمان کی عزت کے درپے ہو، اور کبیرہ گناہوں میں یہ بھی شامل ہے کہ ایک گالی کے بدلے میں دو گالیاں دی جائیں''۔

4878 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، وَأَبُو الْمُغِيرَةِ، قَالَا: حَدَّثَنَا صَفْوَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي رَاشِدُ بْنُ سَعْدٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جُبَيْرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا عُرِجَ بِي مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَخْمُشُونَ وُجُوهَهُمْ وَصُدُورَهُمْ. فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيلُ، قَالَ: هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ لُحُومَ النَّاسِ، وَيَقَعُونَ فِي أَعْرَاضِهِمْ

4876- إسناده صحيح. أبو اليمان: هو الحكم بن نافع، وشعيب: هو ابن أبي حمزة، وعبد الله بن أبي حسين: هو عبد الله بن عبد الرحمن بن أبي حسين. وأخرجه أحمد في "مسنده" (1651)، ويعقوب بن سفيان في "تاريخه" 1/ 292، والبزار في "مسنده" (1264)، والشاشي في "مسنده" (208) و (230)، والطبراني في "الكبير" (357)، وفي "الشاميين" (2937)، والبيهقي في "السنن" 10/ 241، وفي "شعب الايمان" (6710).

قَالَ أَبُو دَاوُد: حَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ عَنْ بَقِيَّةَ، لَيْسَ فِيهِ أَنَسٌ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب مجھے معراج کروائی گئی، تو میرا گزر کچھ لوگوں کے پاس سے ہوا کہ جن کے ناخن تانبے کے بنے ہوئے اور وہ ان کے ذریعے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں، جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے (یعنی ان کی غیبت کرتے تھے) ان کی عزتوں پر حملے کرتے تھے''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے، لیکن اس کی سند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

4879 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ أَبِي عِيسَى السَّيْلَحِينِيُّ، عَنْ أَبِي الْمُغِيرَةِ، كَمَا قَالَ ابْنُ الْمُصَفَّى

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4880 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ، وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيمَانُ قَلْبَهُ لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ، وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعُ اللَّهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ يَتَّبِعِ اللَّهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے ان لوگوں کے گروہ! جو اپنی زبان کے ذریعے ایمان لے آئے لیکن ایمان ان کے دل میں داخل نہیں ہوا، تم لوگ ان کی غیبت نہ کرو، اور ان کے پوشیدہ معاملات کی جستجو نہ کرو، کیونکہ جو شخص ان کے پوشیدہ معاملات کے پیچھے جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کے پوشیدہ معاملات کو ظاہر کرے گا اور جس شخص کے پوشیدہ معاملات کی، اللہ تعالیٰ تحقیق کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے گھر میں موجود ہونے کے باوجود اسے رسوا کر دے گا''

4881 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ وَقَّاصِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَكَلَ بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ أَكْلَةً فَإِنَّ اللَّهَ يُطْعِمُهُ مِثْلَهَا مِنْ جَهَنَّمَ، وَمَنْ كُسِيَ ثَوْبًا بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَكْسُوهُ مِثْلَهُ مِنْ جَهَنَّمَ، وَمَنْ قَامَ بِرَجُلٍ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ، فَإِنَّ اللَّهَ يَقُومُ بِهِ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت مستورد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کسی مسلمان کی وجہ سے ایک لقمہ کھائے (یعنی اس کی غیبت کرے) تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی مانند جہنم میں سے کھلائے گا اور جس شخص کو کسی مسلمان کی جانب سے کپڑا پہنایا جائے، یعنی (کسی مسلمان کی غیبت کرنے یا برائی بیان کرنے کی وجہ

سے ایسا کیا جائے) تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں اس کی مانند پہنائے گا اور جو شخص کسی شخص کی وجہ سے کسی مقام پر کھڑا ہو، جو دکھاوے اور ریاکاری کا مقام ہو، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے شہرت اور ریاکاری کے مقام پر کھڑا کرے گا (یعنی اس کو دیئے جانے والے عذاب کی شہرت ہوگی)۔

4882 - حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ مَالُهُ، وَعِرْضُهُ، وَدَمُهُ، حَسْبُ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر، مال، اس کی عزت اور اس کا خون حرام ہے، آدمی کے برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے"

غیبت کے معنی ومفہوم کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہ کرام سے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو غیبت کس کو کہتے ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت یہ ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی کا ذکر اس طرح کرو کہ جس کو وہ اگر سن لے تو ناپسند کرے۔ بعض صحابہ کرام نے یہ سن کر عرض کیا یارسول اللہ! یہ بتائیے کہ اگر میرے اس بھائی میں جس کا میں نے برائی کے ساتھ ذکر کیا ہے وہ عیب ہوں جو میں نے بیان کیا ہے تو کیا جب بھی غیبت ہوگی یعنی میں نے ایک شخص کے بارے میں اس کے پیٹھ پیچھے یہ ذکر کیا کہ اس میں فلاں برائی ہے جب کہ اس میں وہ واقعتا برائی ہو اور میں نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہو اور ظاہر ہے کہا اگر وہ شخص اپنے بارے میں میرے اس طرح ذکر کرنے کو سنے تو یقینا خوش ہوگا تو کیا میرا اس کی طرف کسی برائی کو منسوب کرنا جو درحقیقت اس میں ہے غیبت کہلائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کی جس برائی کا ذکر کیا ہے اگر وہ واقعی اس میں موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ برائی موجود نہیں ہے جس کو تم نے ذکر کیا ہے تم نے اس پر بہتان لگایا یعنی یہی تو غیبت ہے کہ تم کسی کا کوئی عیب اس کے پیٹھ پیچھے بالکل سچ بیان کرو اور اگر تم اس کے عیب کو بیان کرنے میں سچے نہیں ہو کہ تم نے اس کی طرف جس عیب کی نسبت کی ہے وہ اس میں موجود نہیں ہے تو یہ افتراء اور بہتان ہے جو بذات خود ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ (مسلم)

مسلم ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اپنے کسی مسلمان بھائی کی وہ برائی بیان کی جو واقعی اس میں موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر تم نے اس کی طرف ایسی برائی کی نسبت کی جو اس میں موجود نہیں ہے تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 766)

غیبت یعنی پیٹھ پیچھے کسی کا کوئی عیب بیان کرنا نہ صرف ایک گناہ لوگوں میں زیادہ پھیلا ہوا ہے ایسے لوگ بہت کم ہوں گے جو اس برائی سے بچے ہوئے ہیں ورنہ عام طور پر ہر شخص کسی نہ کسی صورت میں غیبت کرتا نظر آتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اس بات میں

کچھ تفصیل بیان کردی جائے۔ جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے غیبت اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص کسی ایسے شخص کے بارے میں جو موجود نہ ہو اس طرح کا ذکر کرے جس سے اس کا کوئی عیب ظاہر ہو اور وہ اس عیب کے ذکر کئے جانے کو ناپسند کرے اور اس عیب کا تعلق خواہ اس کے بدن سے ہو یا عقل سے ہو یا خواہ اس کے دین سے ہو یا دنیا سے، خواہ اس کے اخلاق وافعال سے ہو یا نفس سے خواہ اس کے مال واسباب سے، ہو یا اولاد سے خواہ اس کے ماں باپ سے ہو یا بیوی وخادم وغیرہ سے خواہ اس کے لباس وغیرہ سے ہو یا رفتار وگفتار سے، خواہ اس کی ہیبت کذائی سے یا نشست وبرخاست سے، خواہ اس کے حرکات وسکنات سے ہو یا عادات واطوار سے، خواہ اس کی کشادہ روئی سے ہو یا ترش روئی سے اور خواہ اس کی تندخوئی وسخت گوئی سے ہو یا نرم خوئی اور خاموشی سے اور یا ان چیزوں کے علاوہ کسی بھی ایسی چیز سے ہو جو اس سے متعلق ہو سکتی ہے نیز اس عیب کے ساتھ اس کا ذکر کرنا خواہ الفاظ کے ذریعہ ہو یا اشارہ وکنایہ اور رمز کے ذریعہ اور اشارہ وکنایہ بھی خواہ لفظ وبیان کے ذریعہ ہو یا ہاتھ آنکھ، ابرو اور سر وغیرہ کے ذریعہ۔

اس سلسلہ میں یہ قاعدہ کلیہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ اگر کسی شخص کا کوئی عیب اس کی عدم موجودگی میں بیان کیا جائے جو دوسروں کی نظروں میں اپنے ایک مسلمان بھائی کی حیثیت وشخصیت کو گھٹاتا ہے تو یہ سخت غیبت ہے اور حرام ہے اور اگر کسی کے منہ پر اس کے کسی عیب کو اس طرح بیان کیا جائے جس سے اس کو ناگواری اور دل شکنی ہو تو یہ ایک طرح کی بے حیائی، سنگدلی اور ایذاء رسانی ہے کہ یہ اور بھی سخت گناہ ہے۔

غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی ہے غیبت کرنے والا اس سے معافی طلب کرے بشرطیکہ اس غیبت کی خبر اس تک پہنچی ہو اور اس سے معافی کی طلب کے وقت تفصیل بیان کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اجمالی طور پر اتنا ہی کافی ہے کہ میں نے تمہاری غیبت کی ہے مجھے معاف کردو اور اگر وہ غیبت اس تک نہ پہنچی بایں طور کہ وہ مر گیا ہو یا کسی دور دراز جگہ پر ہو تو اس صورت میں استغفار کافی ہے یعنی اپنے اس گناہ پر اللہ سے مغفرت وبخشش طلب کرے نیز احادیث میں یہ بھی منقول ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی ہے اس کے حق میں استغفار کرنا غیبت کے کفارہ میں داخل ہے۔

غیبت کس صورت میں جائز ہے: علماء نے لکھا ہے کہ کسی کا عیب اس کے پیٹھ پیچھے بیان کرنا بعض صورتوں میں جائز ہے مثلاً کوئی شرعی صورت لاحق ہو، جیسے ظالم کا ظلم بیان کرنا، حدیث کے راویوں کا حال ظاہر کرنا، نکاح کے مشورہ کے وقت کسی کا نسب یا حال رویہ بیان کرنا، یا کوئی مسلمان کسی سے امانت وشرکت وغیرہ کا کوئی معاملہ کرنا چاہتا ہے تو اس مسلمان کو نقصان سے محفوظ رکھنے کے لئے اس شخص کا رویہ بیان کردینا وغیرہ وغیرہ اسی طرح کوئی شخص ظاہری طور پر دین دار زندگی کا حامل ہے یعنی نماز بھی پڑھتا ہے اور روزہ بھی رکھتا ہے اور دیگر فرائض بھی پورے کرتا ہے مگر اس میں یہ عیب ہے کہ لوگوں کو اپنی زبان اور اپنے ہاتھ سے تکلیف ونقصان پہنچاتا ہے تو لوگوں کے سامنے اس کے اس عیب کا ذکر کرنا غیبت نہیں کہلائے۔

اور اگر اس شخص کے بارے میں ذمہ داران حکومت کو اطلاع دے دی جائے تا کہ وہ اس کو متنبہ کردیں اور اس کی ایذاء رسانی سے لوگ محفوظ رہیں تو اس میں کوئی گناہ کی بات نہیں۔ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ بطریق اصلاح واہتمام کسی شخص کے عیب کو ذکر کرنا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا ممانعت اس صورت میں ہے کہ جب کہ اس کے عیب کو ذکر کرنے کا مقصد اس شخص کی برائی بیان کرنا اور اس

کو نقصان و تکلیف پہنچانا ہو اسی طرح کسی شخص کی کسی شہر والوں یا کسی بستی کے لوگوں کی غیبت نہیں کہیں گے جب تک کہ وہ متعین طور پر کسی جماعت کا نام لے کر اس کی غیبت نہ کرے۔

غیبت کے کفارے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس شخص کی مغفرت وبخشش کی دعا مانگو جس کی تم نے غیبت کی ہے اور اس طرح دعا مانگو کہ اے اللہ ہم کو اور اس شخص کو جس کی میں نے غیبت کی ہے بخش دے اس روایت کو بیہقی نے اپنی کتاب دعوات کبیر میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند میں ضعف ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 808)

دعاء مغفرت کے الفاظ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ غیبت کرنے والا پہلے خواہ اپنے حق میں مغفرت کی دعا کرے اس میں نکتہ یہ ہے کہ استغفار کرنے والے کے بارے میں حق تعالیٰ کا وعدہ یہ ہے کہ اس کی دعاء مغفرت کو قبول کیا جائے گا لہٰذا غیبت کرنے والا جب پہلے خود اپنے حق میں استغفار کرے گا اور اس کے نتیجے میں وہ اس معصیت سے پاک ہو جائے گا تو دوسرے کے حق میں بھی اس کی دعاء مغفرت قبول ہو گئی۔" اغفرلنا" میں جمع متکلم کا صیغہ اس صورت کے اعتبار سے ہے کہ جب کہ غیبت کا صدور بھی لوگوں سے ہوا ہو یعنی اگر غیبت کرنے والے کئی لوگ ہوں تو سب اس طرح دعا مانگیں اور اگر غیبت کرنے والا ایک شخص ہو تو پھر" اغفرلی" کے الفاظ استعمال ہوں گے یا یہ مراد کہ استغفار کرنے والا اپنی دعاء مغفرت میں تمام مسلمانوں کو شامل کرے اس صورت میں اس دعا کے معنی یہ ہوں گے کہ اے اللہ ہم سب مسلمانوں کو اور خاص طور پر اس شخص کو کہ جس کی میں نے غیبت کی ہے بخش دے۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغفرت کی دعا کرنا اس صورت سے متعلق ہے جبکہ اس کی غیبت کی خبر اس شخص کو نہ پہنچی ہو جس کی غیبت کی گئی ہے اور اگر یہ صورت ہو کہ جس شخص کی غیبت کی گئی ہے اس کو معلوم ہو گیا کہ فلاں شخص نے میری یہ غیبت کی ہے تو غیبت کرنے والے کے لئے ضروری ہو گا کہ وہ اس شخص سے اپنے آپ کو معاف کرائے بایں طور کہ پہلے اس کو یہ بتائے کہ میں نے تمہاری غیبت میں اس طرح کہا ہے اور پھر اس سے معاف اپنے آپ کو معاف کرائے اور اگر غیبت کرنے والا کسی مجبوری اور عذر کی بناء پر ایسا نہ کر سکے تو پھر یہ ارادہ رکھے کہ جب بھی ہو سکے گا اس سے اپنے آپ کو معاف کراؤں گا، چنانچہ اس کے بعد جب بھی وہ اپنے آپ کو معاف کروا لے اس سے تو اس ذمہ داری سے بری ہو جائے گا۔

اور اس غیبت کے سلسلہ میں اس پر کوئی حق و مواخذہ باقی نہیں رہ جائے گا، ہاں اگر وہ اپنے آپ کو معاف کرانے سے بالکل عاجز رہا بایں سبب کہ جس شخص کی اس نے غیبت کی ہے وہ مثلاً مر گیا یا اتنی دور رہائش پذیر ہے کہ اس سے ملاقات کا کوئی امکان نہیں ہے تو اس صورت میں اس کے لئے ضروری ہو گا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت وبخشش کا طلب گار ہو اور اس کے فضل و کرم سے یہ امید رکھے کہ وہ اس شخص کو اس کے تئیں راضی کر دے گا۔

فقیہ ابواللیث نے کہا ہے کہ علماء نے غیبت کرنے والے کی توبہ کے بارے میں کلام کیا ہے کہ آیا اس کے لئے یہ جائز ہے یا نہیں؟ کہ اس نے جس شخص کی غیبت کی ہے اس سے معاف کرائے بغیر توبہ کرے چنانچہ بعض علماء نے اس کو جائز کہا ہے کہ جب کہ

ہمارے نزدیک اس کی صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ اگر اس کی غیبت کی خبر اس شخص کو پہنچ گئی ہے جس کی اس نے غیبت کی ہے تو اس کی توبہ بس یہی ہے کہ وہ اس سے معاف کرائے اور دوسرے یہ کہ اگر کسی شخص کو اس کی غیبت کی خبر پہنچی ہے تو اس صورت میں وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت و بخشش کی دعا مانگے اور دل میں یہ عہد کرلے کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ بیہقی نے اس روایت کو گویا ضعیف قرار دیا ہے لیکن اس کا ضعف ہونا حدیث کے اصل مفہوم پر اثر انداز نہیں ہوتا کیونکہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث سے بھی استدلال کرنا کافی ہوجاتا ہے۔

علاوہ ازیں جامع صغیر میں بھی اس طرح کی ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جو اس روایت کو تقویت پہنچاتی ہے اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ **کفارۃ من الغیبۃ ان تستغفر لہ** یعنی غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ اس شخص کے حق میں مغفرت کی دعا کی جائے جس کی غیبت کی گئی ہے۔

لوگوں کو ڈرانے والے بدترین لوگوں کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو آنے دو۔ وہ اپنی قوم کا برا آدمی ہے پھر وہ شخص جب آکر بیٹھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کی اور مسکرا مسکرا کر اس سے باتیں کرتے رہے جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے تو اس شخص کے بارے میں ایسا ایسا کہا تھا یعنی یہ فرمایا تھا کہ وہ شخص اپنی قوم کا برا آدمی ہے مگر آپ نے اس سے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات فرمائی اور مسکرا مسکرا کر اس سے باتیں کرتے رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے مجھ کو فحش گو کب پایا۔ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک درجہ کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے بدتر شخص وہ ہوگا جس کو لوگ اس کی برائی کے ڈر سے چھوڑ دیں اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں جس کی فحش گوئی سے۔

(بخاری، مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 767)

حدیث میں جس شخص کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے اس کا نام عیینہ بن حصین تھا، یہ شخص اپنی سنگدلی بد خلقی اور سخت مزاجی کے اعتبار سے بہت ہی مشہور تھا اور اپنی قوم کا سردار بھی تھا اس کا شمار مولفۃ القلوب میں ہوتا تھا تا کہ اس کو اسلام پر قائم و ثابت قدم رکھا جا سکے اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں اس کے دین و بیان میں نقصان و اضمحلال کا اظہار ہونے لگا تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دین و ایمان سے پوری طرح منحرف ہو کر مرتد ہو گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو گرفتار کر لیا پھر اس نے دوبارہ ایمان قبول کیا اور اسلام کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوا بہر حال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس شخص کے بارے میں ذکر کیا کہ اس نے اپنے ابتدائی زمانہ اسلام میں جب ایک دن ہمارے دروازے پر پہنچ کر بارگاہ نبوت میں حاضری کی اجازت چاہی تو آپ نے اس کو آنے کی اجازت دیدی اور حاضرین مجلس سے فرمایا کہ یہ شخص اپنی قوم کا ایک برا شخص ہے اس نے اسی موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے اسلام کا اظہار کیا اگرچہ اس کا اسلام کامل اور اس کا ایمان راسخ نہیں تھا۔

اس سے واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں جو کچھ فرمایا وہ علامات نبوت میں سے ایک علامت اور آپ کا ایک معجزہ تھا کہ آپ نے مذکورہ ارشاد کے ذریعہ اس کے بارے میں آئندہ پیش آنے والے واقعات اور اس کے باطن کے حقیقی احوال سے لوگوں کو پہلے ہی مطلع کر دیا اور آخر کار اس کی برائی و بدی بصورت ارتداد وغیرہ آشکار ہوئی اس سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ آپ نے اس کے حق میں مذمت کے جو الفاظ فرمائے یا یوں کہیے کہ اس کہ جس عیب کو ظاہر فرمایا اس کا مقصد اس کے احوال کو منکشف کرنا تھا تا کہ لوگ اس کو جان لیں اور اس کی حقیقت حال سے باخبر رہ کر اس کے فریب اور اس کی وجہ سے کسی فتنہ و فساد میں مبتلا نہ ہو سکیں لہٰذا اس کو غیبت نہ کہا جائے گا۔

امام نووی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کشادہ روئی اور خندہ پیشانی سے ملنا اور مسکرا کر اس سے باتیں کرنا اس کی تالیف قلب کی خاطر تھا اس سے معلوم ہوا کہ اس شخص کی مدارت کرنا جائز ہے جس کی فحش گوئی بد خلقی اور اس کے ضرر کا خوف ہو نیز اس سے یہ بھی ہوا کہ کسی فاسق کے عیب کو ظاہر کرنا یعنی اس کی غیبت کرنا جائز ہے اس موقع پر مدارات اور مداہنت کے درمیان فرق سمجھ لینا چاہیے۔

مدارات تو اس کو کہتے ہیں کسی شخص کی دنیا یا دین اور یا دونوں کی اصلاح کے لئے اس پر دنیا کی چیز کو خرچ کیا جائے اور یہ مباح ہے بلکہ بسا اوقات اس کی حیثیت ایک اچھی چیز کی ہو جاتی ہے اس کے برخلاف مداہنت اس کو کہتے ہیں کہ کسی کی اصلاح دنیا کے لئے اس پر دین قربان کیا جائے، مداراب اور مداہنت کے درمیان اس فرق کو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں اور اس فرق کو نہ جاننے کی وجہ سے گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ تم نے مجھ کو فحش کب پایا" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دراصل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خیال کو صحیح کرنے کے لئے تھا جنہوں نے اپنے قول کے ذریعہ گویا اپنی حیرت کا اظہار کیا کہ آپ نے اس شخص کے بارے میں مختلف رویہ اختیار فرمایا جب وہ آپ کے سامنے نہیں تھا تو آپ نے اس کی مذمت فرمائی اور جب وہ آپ کے سامنے آیا تو اس کے ساتھ ملاطفت و یگانگت کا برتاؤ کیا جب آپ نے اس کی عدم موجودگی میں اس کو برا کہا تو اس کی موجودگی میں بھی اس کو برا کہتے اور اس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے جو کسی برے آدمی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات کے جواب پر واضح فرمایا کہ اگر میں اس کے سامنے بھی وہی بات کہتا جو اس کی عدم موجودگی میں کہی تھی اور ایک نازیبا اور لچر بات ہوتی جب کہ تم نے مجھے کبھی بھی لچر باتیں کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا اس کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ واضح فرمایا کہ میں نے اس شخص کے منہ پر اس کو اس لئے برا نہیں کہا کہ میں سخت گو قرار نہ پاسکوں اور میرا شمار ان لوگوں میں نہ ہونے لگے جن کی سخت اور کڑوی باتوں کی وجہ سے لوگ ان سے ملنا چھوڑ دیں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الفاظ کے ذریعہ گویا ظاہر فرمایا کہ وہ شخص چونکہ بہت شریر اور بد باطن تھا لہٰذا میں نے اس کی بد باطنی کی وجہ سے اس سے اجتناب کیا اور اس کے منہ پر اس کو برا نہیں کہا اور حقیقت میں برا شخص وہی ہے جس کی برائی سے بچنے کے لئے لوگ اس سے اجتناب کریں اور اس کے عیوب سے بھی آگاہ نہ کریں۔

اپنا عیب ظاہر کرنے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت پوری عافیت میں ہے علاوہ ان لوگوں کے جو اپنے عیوب اور گناہ کو ظاہر کرتے ہیں یعنی میری امت کے وہ سارے گنہگار جو ایمان کی حالت میں مریں اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب میں مبتلا نہیں ہوں گے البتہ وہ لوگ یقیناً سخت ترین عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے جو نہ صرف گناہ کرتے ہیں بلکہ اپنے گناہ کو دنیا والوں پر ظاہر بھی کرتے پھرتے ہیں بلاشبہ یہ بات بڑی بے پروائی کی ہے کہ کوئی شخص رات میں برا کام کرے اور پھر صبح ہونے پر جب کہ اللہ نے اس کے اس برے کام کو چھپالیا تھا تو وہ لوگوں سے یہ کہتا پھرے کہ اے فلاں شخص میں نے آج رات میں ایسا ایسا (یعنی فلاں برا کام) کیا حالانکہ اس کے پروردگار نے رات میں اس کے گناہ کی پردہ پوشی کی تھی اور اس نے صبح ہوتے ہیں اللہ کے پردہ کو چاک کر دیا۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 768)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب میں لفظ معافا کے معنی سلامت و محفوظ رہنا لکھے ہیں گویا ان کے نزدیک کل امتی معافا الا المجاہرون، کا ترجمہ یوں ہوں گا کہ میری امت کے تمام لوگ غیبت سے محفوظ و مامون ہیں یعنی شریعت الٰہی میں کسی مسلمان کی غیبت کرنے کو روا نہیں رکھا گیا ہے علاوہ ان لوگوں کے جو گناہ و معصیت کے کھلم کھلا ارتکاب کرتے ہیں ایک دوسرے شارح حدیث طیبی نے بھی یہی معنی لکھے ہیں کہ لیکن ملا علی قاری نے یہ لکھا ہے کہ حدیث کا سیاق وسباق اور اس کا حقیقی مفہوم اس معنی پر دلالت نہیں کرتا چنانچہ ان کے نزدیک زیادہ مبنی بر حقیقت کے معنی وہی ہیں جو ترجمہ میں نقل کئے گئے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی نے حدیث کی وضاحت میں لکھا ہے کہ شریعت نے جس غیبت کو حرام قرار دیا ہے وہ اس شخص کی غیبت ہے جو پوشیدہ طور پر کوئی گناہ کرتا ہے اور اپنے عیب کو چھپاتا ہے لیکن جو لوگ کھلم کھلا اور ڈھٹائی کے ساتھ گناہ کرتے ہیں اور اپنے عیب کو خود ظاہر کرتے پھرتے ہیں کہ نہ تو اللہ سے شرماتے ہیں اور نہ بندوں سے تو ان کی غیبت کرنا درست ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ فاسق معلن یعنی کھلم کھلا فسق و فجور کرنے والے کی غیبت کرنا جائز ہے نیز ظلم کرنے والے حاکم و سلطان اور مبتدع داعی کی اور دادخواہی و اظہار ظلم کے لئے غیبت کرنا بھی درست ہے اسی طرح اصلاح عیوب کی خاطر اور بقصد نصیحت کسی کی برائی کو بیان کرنا کسی کے گواہ و شاہد کے حالات کی چھان بین اور اس کے بارے میں صحیح اطلاعات بہم پہنچانے کی خاطر اس کے عیوب کو بیان کرنا اور اخبار و احادیث کے راویان کی حیثیت و شخصیت کو واضح کرنے کے لئے ان کے عیوب کو ظاہر کرنا غیبت میں داخل نہیں ہے۔

غیبت کے زنا سے بدتر ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا غیبت کرنا زنا کرنے سے زیادہ سخت برائی ہے، صحابہ نے یہ سن کر عرض کیا یارسول اللہ غیبت زنا سے زیادہ سخت برائی کس طرح سے ہے؟ آپ نے فرمایا اس طرح کہ جب آدمی زنا کرتا ہے تو توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیتا ہے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے۔

لیکن غیبت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا جب تک کہ اس کو وہ شخص معاف نہ کردے جس کی اس نے غیبت کی ہے یعنی زنا

کاری چونکہ اللہ کی معصیت و نافرمانی ہے اس لئے وہ ان کی توبہ قبول کرلیتا ہے اور اس کو بخش دیتا ہے جبکہ غیبت کرنا حق العباد سے
تعلق رکھتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ غیبت کرنے والے کو اس وقت تک نہیں بخشتا جب تک وہ شخص اس کو معاف نہ کردے جس کی اس
نے غیبت کی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زنا کرنے والا توبہ
کرتا ہے اور غیبت کرنے والے کے لئے توبہ نہیں ہے۔ (شعب الایمان، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 807)

اور غیبت کرنے والے کے لئے توبہ نہیں ہے، غالباً اس اعتبار سے فرمایا گیا ہے کہ جو شخص زنا میں مبتلا ہو جاتا ہے اس کے دل
پر اللہ کا خوف طاری ہو جاتا ہے اور اس تصور سے لرزنے لگتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مواخذہ کرلیا تو نجات کا راستہ نہیں ملے گا اس لئے
وہ اپنے اس فعل شنیع پر نادم و شرمسار ہو کر توبہ کرتا ہے جب کہ غیبت اگرچہ اللہ کے نزدیک بڑے گناہ کی چیز ہے کہ مگر غیبت کرنے
والا اس کو ایک ہلکی چیز سمجھتا ہے کیونکہ جب کوئی برائی عام ہو جاتی ہے تو اس کی قباحت دل سے نکل جاتی ہے اور لوگ اس میں مبتلا ہو
جانے کی برائی محسوس نہیں کرتے یا یہ بات بھی بعید از امکان نہیں ہو سکتی ہے کہ غیبت کرنے والا غیبت کو سرے سے کوئی برا فعل ہی نہ
سمجھے بلکہ اس کو جائز و حلال جانے اور اس طرح وہ کفر کے بھنور میں پھنس جائے اور یا اس جملہ کے یہ معنی ہیں کہ غیبت کرنے والا توبہ
کرتا ہے تو اس کی توبہ بذات خود کارگر نہیں ہوتی بلکہ اس توبہ کا صحیح و مقبول ہونا اس شخص کی رضامندی اور اس کی طرف سے معاف کر
دیئے جانے پر موقوف ہوتا ہے جس کی اس نے غیبت کی ہے چنانچہ اوپر کی حدیث سے یہی واضح ہوتا ہے۔

بَابُ مَنْ رَدَّ عَنْ مُسْلِمٍ غِيبَةً

باب آدمی کا اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کرنا

4883 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ بْنِ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ يَحْيَى الْمُعَافِرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ حَمَى مُؤْمِنًا مِنْ مُنَافِقٍ أُرَاهُ قَالَ: بَعَثَ اللَّهُ مَلَكًا يَحْمِي لَحْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ، وَمَنْ رَمَى مُسْلِمًا بِشَيْءٍ يُرِيدُ شَيْنَهُ بِهِ، حَبَسَهُ اللَّهُ عَلَى جِسْرِ جَهَنَّمَ حَتَّى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ

❁❁ حضرت سہل بن معاذ جہنی رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص کسی منافق سے کسی مومن کا بچاؤ کرے (راوی کہتا ہے: میرا خیال ہے، روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں) تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجے گا، جو قیامت کے دن اس شخص کے گوشت کو جہنم کی آگ سے بچائے گا اور جو شخص کسی مسلمان پر الزام عائد کرے، جس کے ذریعے وہ اسے رسوا کرنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کے پل پر روک لے گا اور اس وقت تک روکے رکھے گا، جب تک وہ اپنی کہی ہوئی بات (کے عذاب) سے نکل نہیں آتا"

4884 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، أَنَّهُ سَمِعَ إِسْمَاعِيلَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبَا طَلْحَةَ بْنَ سَهْلٍ الْأَنْصَارِيَّ

بْنُ أَوْسٍ الْأَنْصَارِيُّ، أَنَّهُمَا سَمِعَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، وَأَبَا طَلْحَةَ بْنَ سَهْلٍ الْأَنْصَارِيَّ يَقُولَانِ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنَ امْرِئٍ يَخْذُلُ امْرَأً مُسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ تُنْتَهَكُ فِيهِ حُرْمَتُهُ وَيُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ، إِلَّا خَذَلَهُ اللّٰهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيهِ نُصْرَتَهُ، وَمَا مِنَ امْرِئٍ يَنْصُرُ مُسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ يُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ وَيُنْتَهَكُ فِيهِ مِنْ حُرْمَتِهِ، إِلَّا نَصَرَهُ اللّٰهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ نُصْرَتَهُ

قَالَ يَحْيَى: وَحَدَّثَنِيهِ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، وَعُقْبَةُ بْنُ شَدَّادٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، هٰذَا هُوَ ابْنُ زَيْدٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ بَشِيرٍ مَوْلَى بَنِي مَغَالَةَ، وَقَدْ قِيلَ: عُتْبَةُ بْنُ شَدَّادٍ مَوْضِعَ عُقْبَةَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کسی مسلمان کو کسی ایسی جگہ پر بے یارو مددگار چھوڑ دے، جہاں اسے بے عزت کیا جا رہا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو ایسی جگہ پر بے یارو مددگار چھوڑے گا، جہاں وہ اس بات کا خواہش مند ہو گا کہ اس کی مدد کی جائے۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی ایسی جگہ پر مدد کرے گا جہاں اسے بے عزت کیا جا رہا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی ایسی جگہ مدد کرے گا کہ جہاں وہ چاہے گا کہ اس کی مدد کی جائے۔''

یحییٰ بن سلیم (کے والد سلیم) حضرت زید رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے

اسماعیل بن بشیر، بنو مغالہ کے آزاد کردہ غلام تھے اور ایک روایت میں عقبہ کی بجائے عتبہ نقل کیا گیا ہے۔

کسی مسلمان کی بے عزتی کرنے کی ممانعت کا بیان

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا سب سے بڑھ کر سود یہ ہے کہ کسی مسلمان کی عزت وآبرو کو ناحق بگاڑنے کے لئے زبان درازی کی جائے۔

(ابوداؤد، بیہقی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 973)

مطلب یہ ہے کہ کسی شرعی مصلحت کے بغیر اور ناروا طور پر کسی مسلمان کے بارے میں اپنی زبان سے برے الفاظ نکالنا اس کی غیبت کرنا اس کے ساتھ تکبر کرنا اور اپنی بڑائی جتانے کے لئے اس کی حقارت وتوہین کرنا اور اس طرح اس کی عزت کے درپے ہونا ایک ایسی خصلت ہے جو حرام ہونے اور گناہ لازم کرنے کے اعتبار سے بہ نسبت اور سودوں کے سخت ترین سود ہے واضح رہے کہ لغت میں ربوہ کے معنی ہیں زیادہ ہونا بڑھنا اور اصطلاح شریعت میں اس کا مفہوم ہے خرید وفروخت اور قرض میں واجب حق اور اصل رقم سے زیادہ لینا۔ لہٰذا کسی مسلمان کے بارے میں ایسا رویہ اختیار کرنا یا ایسے الفاظ اپنی زبان سے نکالنا جس کا اس مسلمان کے بارے میں اس کو کوئی حق نہیں ہے اور نہ اس کا تعلق کسی ایسے معاملہ سے ہو جس میں اس طرح کا رویہ اختیار کرنا یا اس طرح کے الفاظ کے استعمال کی شرعی طور پر اجازت ہو گویا اس چیز کی طرح ہے جو اپنے حق سے زیادہ اور نہایت ظلم کے ساتھ لی گئی ہو۔ اس اعتبار سے کسی کی آبروریزی کے لے زبان درازی کو ربو کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور پھر اس کو اربی یعنی سب سے بڑا سود کہا گیا ہے کیونکہ کسی مسلمان کے نزدیک اس کی عزت وآبرو اس کے مال وزر سے زیادہ حیثیت رکھتی ہے اور مال وزر کی بہ نسبت عزت وآبرو کا نقصان

زیادہ تکلیف اور زیادہ سخت ہوتا ہے۔

شارحین نے حدیث نے لکھا ہے کہ ناحق کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ بعض صورتوں میں ایسا رویہ اختیار کرنا اور ایسی بات کہنا کہ جس سے عزت و آبرو مجروح ہوتی ہو مباح قرار دیا ہے مثلاً کسی شخص پر کسی شخص کا کوئی حق ہے اور وہ اس حق کو ادا نہ کر رہا ہو تو صاحب حق کو اجازت ہے کہ وہ اس شخص کو ظالم جیسے سخت الفاظ کہہ کر اس کو بدنام و بے عزت کرے۔ یا کوئی شخص کسی کے حق میں گواہی دے رہا ہو تو اس پر جرح کرنا اور اس کے گواہ کے عیوب بیان کرنا درست ہے اسی قسم سے راویان حدیث پر جرح کرنا بھی ہے یعنی محدثین کا حدیث کے راویوں کے عیوب ظاہر کرنا بھی درست ہے کیونکہ اس کا مقصد حدیث کی صحت کو محفوظ رکھنا ہے اور دین کی حفاظت کرنا ہے اسی طرح لوگوں کو نقصان و فساد سے بچانے کے لئے نکاح کا پیغام دینے والے کے صحیح احوال یعنی اس کی برائیوں کو ظاہر کرنا اور بدعتی و فاسق کی مذمت و بے عزتی کرنا بھی درست ہے۔

بدزبانی کی ممانعت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن مجلس نبوی میں کسی شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ فلاں عورت کا زیادہ نماز، روزے اور کثرت صدقہ و خیرات کی وجہ سے بڑا چرچا ہے یعنی لوگ کہتے ہیں کہ وہ عورت بہت زیادہ عبادت کرتی ہے اور کثرت سے صدقہ و خیرات کرتی رہتی ہے لیکن وہ اپنی زبان کے ذریعہ اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ وہ دوزخ میں جائے گی۔ یعنی وہ عورت چونکہ اپنی زبان اور گالم گلوچ کے ذریعہ اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے اس لئے وہ دوزخ میں ڈالی جائے گی اور باوجودیکہ نماز روزہ اور صدقہ و خیرات افضل ترین عبادات میں سے ہیں لیکن اس کی یہ عبادتیں بھی اس کے گناہ کا کفارہ نہیں ہوں گی اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ فلاں عورت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بہت کم روزے رکھتی ہے بہت کم صدقہ دیتی ہے اور بہت کم نماز پڑھتی ہے اور حقیقت میں اس کا صدقہ و خیرات قروط کے چند ٹکڑوں سے آگے نہیں بڑھتا لیکن وہ اپنی زبان کے ذریعہ اپنے ہمسائیوں کو تکلیف نہیں پہنچاتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عورت جنت جائے گی۔ (احمد، بیہقی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 923)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اصل میں دین کا مدار جس چیز پر ہے وہ اکتساب فرائض اور اجتناب معاصی ہے یعنی انسان کی اخروی فلاح نجات محض اس بات پر منحصر ہے کہ وہ دینی فرائض و واجبات پر عمل کرے اور گناہ و معصیت سے پرہیز کرے اور گناہ و معصیت خواہ ترک فرائض و واجبات کی صورت میں ہوں یا بدعملیوں کی شکل میں اس بات سے کچھ حاصل ہونے والا نہیں کہ فضول یعنی نفلی عبادات و طاعات کو اختیار کیا جائے اور اصول یعنی واجبات کو ضائع کیا جائے جیسا کہ اکثر علماء اور صلحاء اس کمزوری میں مبتلا ہیں چنانچہ علماء تو ان چیزوں کو ترک کرتے ہیں جن پر عمل کرنا واجب ہے اور صلحاء اس علم کو حاصل نہیں کرتے جس کو حاصل کرنا واجب ہے گویا دونوں طبقے ترک واجب کی معصیت کے مرتکب ہیں۔

البتہ وہ مشائخ اور صوفیاء جو علم و عمل دونوں کے حامل ہوتے ہیں وہ واجبات پر عمل کرنے کو جو درجہ دیتے ہیں وہی ترک واجب کی معصیت سے اجتناب کو بھی دیتے ہیں بلکہ ایک طرح سے ان کے نزدیک اجتناب کی اہمیت مقدم ہے اور وہ حکمائے طب کے

اصول کو اختیار کرتے ہیں کہ تخلیہ پر تحلیہ مقدم ہے لہذا جس طرح اطباء مریض کو پرہیز پہلے کراتے ہیں اور دواء بعد میں دیتے ہیں اس طرح وہ مشائخ وصوفیا بھی سالکین طریقت کے لئے پہلی منزل تو بہ قرار دیتے ہیں اور حقیقت بھی ہے کہ جس طرح مریض مضر چیزوں سے پرہیز نہ کرے تو لاکھ دوائیں بھی اس کے لئے بے فائدہ ہیں اسی طرح کوئی مسلمان گناہ معصیت سے اجتناب نہ کرے اور ترک واجبات سے دامن نہ بچائے تو لاکھ عبادات کرے اور نوافل واوراد میں مشغول ہو اس کو خاص فائدہ نہیں ہوگا چنانچہ کلمہ توحید میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ پہلے نفی ہے پھر اثبات اور یہ کہ صفات ثبوتیہ پر صفات سلبیہ مقدم ہیں کیونکہ صفات ثبوتیہ کا حصول تو لازم آتا ہے لیکن ثبوتیہ سے صفات سے سلبیہ کا حصول لازم نہیں آتا۔

غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دینے کی وجوہ

اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے کی مثال مردار کھانے سے دی ہے، کیونکہ جس طرح جس مردار کا گوشت کھایا جائے اس کو علم نہیں ہوتا کہ اس کا گوشت کھایا جارہا ہے، اسی طرح جس شخص کا پس پشت عیب بیان کیا جائے اس کو بھی یہ علم نہیں ہوتا کہ اس کا پس پشت عیب بیان کیا جارہا ہے، نیز جس طرح مردار کا گوشت کھانا حرام ہے اور گھناؤنا فعل ہے۔ اسی طرح کسی مسلمان کی غیبت کرنا بھی حرام ہے اور گھناؤنا فعل ہے نیز کسی مسلمان کی جب غیبت کی جائے تو وہ اپنے واقف لوگوں کی نظروں میں ذلیل اور رسوا ہو جاتا ہے اور کسی مسلمان کو بے عزت کرنا اس کو قتل کر دینے کے مترادف ہے اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر جس طرح ایک دوسرے کی جان اور مال کو حرام کیا ہے، اسی طرح اس کی عزت کو بھی حرام کیا ہے، حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو اور تمہاری عزتوں کو ایک دوسرے پر اس طرح حرام کر دیا ہے جیسے آج کے دن، اس مہینہ میں تمہارے اس شہر کی حرمت ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 1742، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 4686، سنن نسائی رقم الحدیث: 4125، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 3943)

نیز اس آیت کا یہ معنی بھی ہے: جس طرح تم میں سے کوئی شخص مردار کھانے سے اجتناب کرتا ہے اسی طرح کو غیبت کرنے سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔

غیبت کرنے پر عذاب کی وعیدیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ تو وہ غیبت نہیں ہے اور اگر اس کے متعلق ایسا عیب بیان کیا جائے جو اس میں نہیں ہے تو پھر وہ بہتان ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں، آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرو جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرتا ہے، کہا گیا: یہ بتائیں اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جس کو میں بیان کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: اگر تم جو عیب بیان کر رہے ہو وہ عیب اس میں موجب ہی تو وہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ عیب نہیں تو پھر وہ بہتان ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: 2589، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 4874)

بہتان اور تہمت ایک ہی چیز ہیں اس کی مثال وہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تھی، غیبت کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ غیبت کرنا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے، اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ (جن کو زنا کا اعتراف کرنے کے بعد رجم کر دیا گیا تھا) کے اصحاب میں سے دو شخص نبی ﷺ کے پاس آئے اور ان میں سے ایک شخص نے کہا: دیکھو! اس شخص (حضرت ماعز) پر اللہ تعالیٰ نے پردہ رکھا تھا، اور اس شخص نے خود اپنی جان نہیں چھوڑی حتیٰ کہ اسے کتے کی طرح سنگسار کر دیا گیا، نبی ﷺ نے دونوں کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا، پھر آپ روانہ ہوئے حتیٰ کہ آپ ایک مردہ گودھے کے پاس سے گزر، آپ نے فرمایا: وہ فلاں، فلاں کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم یہاں ہیں، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: آؤ اور اس مردہ گدھے کو کھاؤ، انہوں نے کہا: یا نبی اللہ! اس کو، کون کھائے گا؟ آپ نے فرمایا: تم نے جو ابھی اپنے بھائی کی عزت پامال کی ہے وہ اس مردہ کو کھانے سے زیادہ سخت تھی اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! وہ تو اب جنت کے دریاؤں میں غوطے لگا رہا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 4428)

غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دینے کی وجوہ

اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے کی مثال مردار کھانے سے دی ہے، کیونکہ جس طرح جس مردار کا گوشت کھایا جائے اس کو علم نہیں ہوتا کہ اس کا گوشت کھایا جا رہا ہے، اسی طرح جس شخص کا پسِ پشت عیب بیان کیا جائے اس کو بھی یہ علم نہیں ہوتا کہ اس کا پسِ پشت عیب بیان کیا جا رہا ہے، نیز جس طرح مردار کا گوشت کھانا حرام ہے اور گھناؤنا فعل ہے۔ اسی طرح کسی مسلمان کی غیبت کرنا بھی حرام ہے اور گھناؤنا فعل ہے نیز کسی مسلمان کی جب غیبت کی جائے تو وہ اپنے واقف لوگوں کی نظروں میں ذلیل اور رسوا ہو جاتا ہے اور کسی مسلمان کو بے عزت کرنا اس کو قتل کر دینے کے مترادف ہے اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر جس طرح ایک دوسرے کی جان اور مال کو حرام کیا ہے، اسی طرح اس کی عزت کو بھی حرام کیا ہے، حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو اور تمہاری عزتوں کو ایک دوسرے پر اس طرح حرام کر دیا ہے جیسے آج کے دن، اس مہینہ میں تمہارے اس شہر کی حرمت ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 1742، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 4686، سنن نسائی رقم الحدیث: 4125، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 3943)

نیز اس آیت کا یہ معنی بھی ہے: جس طرح تم میں سے کوئی شخص مردار کھانے سے اجتناب کرتا ہے اسی طرح کو غیبت کرنے سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔

غیبت کرنے پر عذاب کی وعیدیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے پیتل کے ناخن تھے اور وہ ان ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے پوچھا: اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزتوں کو پامال کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 4878)

حضرت مستورد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان شخص کا گوشت کھایا، اللہ تعالیٰ اس کو اتنی ہی دوزخ کی آگ کھلائے گا، اور جس شخص نے کسی مسلمان شخص کا (حرام) کپڑا پہنا، اللہ تعالیٰ اس کو اتنا ہی دوزخ کا کپڑا پہنائے گا، اور جس نے کسی شخص کو دکھاوے اور ستانے کے لیے کھڑا کیا، اللہ سبحانہ اس کو قیامت کے دن دکھاوے اور ستانے کے لیے کھڑا کرے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 488)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مومن یا مومنہ پر بہتان باندھا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن خبال (دوزخ کے ایک طبقہ کی کیچڑ) میں بند رکھے گا حتیٰ کہ وہ اپنے بہتان سے نکل آئے اور وہ اس سے نہیں نکل سکے گا۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: 13435، تاریخ بغداد ج 8 ص 201، مسند الشامیین رقم الحدیث: 2460، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج 10 ص 91)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا اس کے پاس اس کے بھائی کا گوشت لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا: تم جس طرح دنیا میں اپنے زندہ بھائی کا گوشت کھاتے تھے اب مردہ گوشت کھاؤ، وہ اس کو چیخ مارتا ہوں اور منہ بگاڑتا ہوا کھائے گا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: 1677، اس حدیث کی روایت میں مجہول راوی بھی ہیں۔ مجمع الزوائد رقم الحدیث: 13129)

حضرت ابوسعید اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت زنا سے زیادہ سخت گناہ ہے، صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! غیبت کرنا زنا سے زیادہ سخت گناہ کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ایک آدمی زنا کرتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور غیبت کرنے والے کو اس وقت تک مغفرت نہیں ہوتی حتیٰ کہ جس کی غیبت کی ہے وہ اس کو معاف نہ کر دے۔ (شعب الایمان ج 5 ص 306، الترغیب والترہیب ج 3 ص 511، مشکوٰۃ رقم الحدیث: 4874)

یحییٰ بن جابر بیان کرتے ہیں کہ جس نے کسی شخص کا عیب بیان کیا اللہ تعالیٰ اس کو بھی اسی عیب میں مبتلا کر دیتا ہے۔

(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: 6354)

مالک بن دینار کہتے تھے کہ کسی شخص کے برے ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ خود نیک نہ ہو اور نیک لوگوں کی برائی کرتا ہو۔

(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: 6359)

غیبت کا کفارہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کے لئے استغفار کرو جس کی غیبت کی ہے۔ (الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: 6368، اللآلی المصنوعہ ج 2 ص 303)

عبداللہ بن مبارک نے کہا: جب کوئی شخص کسی کی غیبت کرے تو اس کو نہ بتائے لیکن اللہ سے استغفار کرے۔

(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: 6366)

امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ تم نے جس کی غیبت کی ہے اس کے لیے استغفار کرو۔

(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: 6367)

جن صورتوں میں پس پشت عیب بیان کرنا جائز ہے

شعبہ نے کہا: شکایت کرنے کے لیے اور لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لیے کسی کا عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔ (الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث:6372)

ابن عیینہ نے کہا: تین آدمیوں کا عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے، (1) ظالم حکمران (2) جو شخص لوگوں کے سامنے اللہ کی نافرمانی کرتا ہو (3) وہ بدعتی جو لوگوں کو اپنی بدعت کی دعوت دیتا ہو۔ (الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث:6374)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

جس سبب صحیح اور غرض شرعی کو کسی کا پس پشت عیب بیان کیے بغیر پورا نہ کیا جا سکے اس غرض کو پورا کرنے کے لیے غیبت کرنا مباح ہے اور اس کے چھ اسباب ہیں۔ پہلا سبب یہ ہے کہ مظلوم اپنی دادرسی کے لیے سلطان، قاضی یا اس کے قائم مقام شخص کے سامنے ظالم کا ظلم بیان کرے کہ فلاں شخص نے مجھ پر یہ ظلم کیا ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ کسی برائی کو ختم کرنے اور بدکار کو نیکی کی طرف راجع کرنے کے لیے کسی صاحب اقتدار کے سامنے اس کی غیبت کی جائے کہ فلاں شخص یہ برا کام کرتا ہے اس کو اس برائی سے روکو اور اس سے مقصود صرف برائی کا ازالہ ہو، اگر یہ مقصد نہ ہو تو غیبت حرام ہے۔

تیسرا سبب ہے استفسار، کوئی شخص مفتی سے پوچھے: فلاں شخص نے میرے ساتھ یہ ظلم یا یہ برائی کی ہے کیا یہ جائز ہے؟ میں اس ظلم سے کیسے نجات پاؤں؟ یا اپنا حق کس طرح حاصل کروں؟ اس میں بھی افضل یہ ہے کہ اس شخص کی تعیین کیے بغیر سوال کرے کہ ایسے شخص کا کیا شرعی حکم ہے؟ تاہم تعیین بھی جائز ہے۔

چوتھا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کی خیر خواہی کرنا اور اس کو کسی شخص کے ضرر سے بچانا اور اس کی متعدد صورتیں ہیں (ا) مجروح راویوں پر جرح کرنا اور فاسق گواہوں کے عیوب نکالنا، یہ اجماع مسلمین سے جائز ہے بلکہ ضرورت کی وجہ سے واجب ہے (ب) کوئی شخص کسی جگہ شادی کرنے کے لیے مشورہ کرے، یا کسی شخص سے شراکت کے لیے مشورہ کرے یا کسی بھی قسم کا معاملہ کرنے کے لیے مشورہ کرے اور اس شخص میں کوئی عیب ہو تو مشورہ دینے والے پر واجب ہے کہ وہ اس عیب کو ظاہر کر دے (ج) جب انسان یہ دیکھے کہ ایک طالب علم کسی بدعتی یا فاسق سے علم حاصل کر رہا ہے اور اس سے علم حاصل کرنے میں اس کے ضرر کا اندیشہ ہے تو وہ اس کی خیر خواہی کے لیے اس بدعتی یا فاسق کی بدعت اور فسق پر اسے متنبہ کرے۔ (د) کسی ایسے شخص کو علاقہ کا حاکم بنایا ہوا جو اس منصب کا اہل نہ ہو، اس کو صحیح طریقہ پر انجام نہ دے سکتا ہو یا غافل ہو یا اور کوئی عیب ہو تو ضروری ہے کہ حاکم اعلیٰ کے سامنے اس کے عیوب بیان کیے جائیں، تاکہ اہل اور کارآمد شخص کو حاکم بنایا جا سکے۔

پانچواں سبب یہ ہے کہ کوئی شخص علی الاعلان فسق و فجور اور بدعات کا ارتکاب کرتا ہو، مثلاً شراب نوشی، جوا کھیلنا، لوگوں کے اموال لوٹنا وغیرہ تو ایسے شخص کے ان عیوب کو پس پشت بیان کرنا جائز ہے، جن کو وہ علی الاعلان کرتا ہو، ان کے علاوہ اس کے دوسرے عیوب کو بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

اور چھٹا سبب ہے تعریف اور تعیین مثلاً کوئی شخص اعرج (لنگڑے)، اصم (بہرے)، اعمٰی (اندھے) احول (بھینگے) کے لقب سے مشہور ہو تو اس کی تعریف اور تعیین کے لیے اس کا ذکر ان اوصاف کے ساتھ کرنا جائز ہے اور اس کی تنقیص کے ارادے سے ان اوصاف کے ساتھ اس کا ذکر جائز نہیں ہے اور اگر اس کی تعریف اور تعیین کسی اور طریقہ سے ہو سکے پھر بھی اس عیب کا ذکر جائز نہیں ہے۔ (ریاض الصالحین ص579-581، کراچی)

بَابُ مَنْ لَيْسَتْ لَهُ غِيبَةٌ

باب کون سی چیز غیبت شمار نہیں ہوگی؟

4885 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، مِنْ كِتَابِهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْجُشَمِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُنْدُبٌ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَأَنَاخَ رَاحِلَتَهُ ثُمَّ عَقَلَهَا، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى رَاحِلَتَهُ فَأَطْلَقَهَا ثُمَّ رَكِبَ ثُمَّ نَادَى اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا، وَلَا تُشْرِكْ فِي رَحْمَتِنَا أَحَدًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَقُولُونَ هُوَ أَضَلُّ أَمْ بَعِيرُهُ أَلَمْ تَسْمَعُوا إِلَى مَا قَالَ، قَالُوا: بَلَى

⊛⊛ حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ ایک دیہاتی آیا اس نے اپنی سواری کو بٹھایا اسے باندھ دیا، پھر وہ مسجد میں داخل ہوا اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو وہ اپنی سواری کے پاس آیا اور اسے کھولا اس پر سوار ہوا اور پھر اس نے پکار کر کہا: اے اللہ! تو مجھ پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم کر تو ہم پر کیے جانے والے رحم میں کسی اور کو شریک نہ کرنا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''کیا تم لوگ یہ کہتے ہو کہ یہ زیادہ گمراہ ہے یا اس کا اونٹ؟ کیا تم نے سنا؟ جو اس نے کہا ہے، تو لوگوں نے کہا: جی ہاں!

بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُحِلُّ الرَّجُلَ قَدِ اغْتَابَهُ

باب: آدمی کے اپنی غیبت کے معاف کر دینے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

4886 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكُونَ مِثْلَ أَبِي ضَيْغَمٍ أَوْ ضَمْضَمٍ - شَكَّ ابْنُ عُبَيْدٍ - كَانَ إِذَا أَصْبَحَ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي قَدْ تَصَدَّقْتُ بِعِرْضِي عَلَى عِبَادِكَ

⊛⊛ قتادہ بیان کرتے ہیں: کیا کوئی شخص اس بات سے عاجز ہے کہ وہ ابوضیغم کی طرح ہو جائے (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) ابوضمضم کی طرح ہو جائے، یہ شک ابن عبید راوی کو ہے، وہ شخص صبح کے وقت یہ دعا کرتا تھا:

''اے اللہ! میں نے اپنی عزت تیرے بندوں پر صدقہ کر دی (یعنی جس نے میری غیبت کی، میں اسے معاف کرتا ہوں)''

4887- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَجْلَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكُونَ مِثْلَ أَبِي ضَمْضَمٍ، قَالُوا: وَمَنْ أَبُو ضَمْضَمٍ، قَالَ: رَجُلٌ فِيمَنْ كَانَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِمَعْنَاهُ قَالَ: عِرْضِي لِمَنْ شَتَمَنِي

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْعَمِّيِّ، عَنْ ثَابِتٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ حَمَّادٍ أَصَحُّ

حضرت عبدالرحمن بن عجلان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"کیا کوئی شخص اس بات سے عاجز ہے کہ وہ ابوضمضم کی طرح ہو جائے، لوگوں نے دریافت کیا: ابوضمضم کون ہے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے زمانے میں ایک شخص ہوا ہے" اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:
"جو شخص میری عزت پر حملہ کرتے ہوئے مجھے برا کہے"
(یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے)
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حماد کی نقل کردہ روایت زیادہ درست ہے۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ التَّجَسُّسِ

باب: کسی کی ٹوہ لینے کی ممانعت

4888- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّمْلِيُّ، وَابْنُ عَوْفٍ، وَهَذَا لَفْظُهُ قَالَا: حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّكَ إِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ أَفْسَدْتَهُمْ، أَوْ كِدْتَ أَنْ تُفْسِدَهُمْ فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةٌ سَمِعَهَا مُعَاوِيَةُ مِنْ رَسُولِ اللهِ نَفَعَهُ اللهُ تَعَالَى بِهَا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
"اگر تم لوگوں کے پوشیدہ معاملات کی ٹوہ لو گے، تو تم انہیں خراب کر دو گے (راوی کو شک ہے کہ شاید یہ الفاظ) خراب ہونے کے قریب کر دو گے"۔

4888- إسناده صحيح. ابن عوف: هو محمد، والفريابي: هو محمد بن يوسف، وسفيان: هو الثوري، وثور: هو ابن يزيد. وأخرجه أبو يعلى في "مسنده" (7389)، وابن حبان في "صحيحه" (5760)، والطبراني في "الكبير" /19 (890)، وفي "الشاميين" (473)، وأبو نعيم في "الحلية" 6/ 118، والبيهقي في "السنن" 8/ 333 من طرق عن محمد بن يوسف الفريابي، بهذا الإسناد. وأخرجه الطبراني في "الكبير" /19 (702) من طريق بشر بن جبلة، عن أبي عبد الرحمن، عن أبي الدرداء، عن معاوية. وبشر: ضعيف، ولفظه: "لا تفتشوا الناس فتفسدوهم." وأخرجه البخاري في "الأدب المفرد" (248)، والطبراني في "الكبير" /19 (859)، وفي الشاميين "(1871)

تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ایک ایسی بات ہے، جسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے انہیں فائدہ پہنچایا۔

شک وشبہ تلاش کرنے والے حکمران کا قوم کو تباہ کرنے کا بیان

حضرت ابوامامہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے کہ آپ نے فرمایا" حکمران جب لوگوں میں شک وشبہ کی بات ڈھونڈتا ہے تو لوگوں کو خراب کر دیتا ہے۔(ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 848)

اس ارشاد گرامی کے ذریعہ آئین جہانبانی کے ایک بڑے ہم نکتہ کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے کہ ملک وقوم کی سالمیت عوام کی فلاح وبہبودی اور عام اطمینان وامن کے لئے یہ ضروری ہے کہ حکمران اور رعایا کے درمیان مکمل اعتماد ہو بطور خاص حکمران کو یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ اس کو اپنی رعایا کے تئیں اپنے اعتماد کا اظہار کرنا ہے! جو تنگ نظر اور کم ظرف حکمران اپنی مملکت کے عام لوگوں یا کسی خاص طبقے کے بارے میں مستقل طور پر شک وشبہ میں مبتلا رہتے ہیں اور ان کی وفاداری پر یا ان کی حرکات وسکنات پر بدگمانی کرتے ہیں اور ان پر طرح طرح کے الزامات عائد کر کے ان سے مؤاخذہ کرتے ہیں اور ان کو مختلف قسم کی سزاؤں اور عقوبتوں میں گرفتار کرتے ہیں اور اپنے ہی ہاتھوں اپنی حکمرانی کی جڑیں کھودتے ہیں کیونکہ اس صورت حال سے نہ صرف یہ کہ جن طبقوں پر مستقل شک وشبہ کا اظہار کیا جاتا ہے ان کے حالات دگرگوں ہو جاتے ہیں بلکہ ملک وقوم میں بے اطمینانی اور اضطراب وانتشار کی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ اس حدیث کا مقصد جہاں لوگوں کے احوال کے تجسس اور ان کے عیوب تلاش کرنے سے منع کرنا ہے وہیں اس بات کا حکم دینا بھی ہے کہ اگر لوگوں میں کچھ عیوب ہوں تو ان کی پردہ پوشی کی جائے اور ان جو گناہ ولغزشیں سرزد ہوں ان سے درگزر کیا جائے۔ اور حضرت معاویہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ" جب تم لوگوں کے (پوشیدہ) عیوب کو تلاش کرو گے تو ان کو خرابی میں مبتلا کر دو گے۔(بیہقی)

غیبت سے متعلق احادیث وآثار کا بیان

۱:۔ ابن جریر رحمہ اللہ علیہ وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ وابن ابی حاتم رحمہ اللہ علیہ اور بیہقی رحمہ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (آیت) "یایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن" (اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچو) سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کو منع فرمایا کہ وہ کسی مؤمن کے ساتھ برا گمان کرے۔

۲:۔ مالک واحمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی بڑی جھوٹی بات ہے کسی کے عیب کی ٹوہ میں نہ لگو نہ ایک دوسرے کے عیب تلاش کرو نہ آپس میں بغض رکھو اور نہ آپس میں حسد کرو اور تم اللہ کے بندوں کے ساتھ بھائی بھائی ہو جاؤ کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام نکاح نہ دے یہاں تک کہ وہ نکاح کرلے یا چھوڑ دے۔

۳:۔ ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے بھائی کے ساتھ برا گمان کیا تو یقینی طور پر اس نے اپنے رب کے ساتھ اس برائی کا ارتکاب کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

(آیت)''اجتنبوا کثیرا من الظن''(یعنی بہت سے گمانوں سے بچو)

٤:۔ ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ گمان غلط بھی ہوتا ہے اور صحیح بھی ہوتا ہے۔

٥:۔ ابن ماجہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا اور آپ فرما رہے تھے (اے کعبہ) تو کتنا پاکیزہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پاکیزہ ہے تو کتنا عظمت وشان والا ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے ایک مؤمن کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے عظیم ہے یعنی زیادہ ہے اور (اسی طرح) اس کا مال اور اس کا خون زیادہ حرمت والا ہے اور اس کے بارے میں خیر کا گمان رکھا جائے۔

٦:۔ احمد نے الزہد میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ تو ہرگز اس کلمہ کو برا گمان نہ کر جو تیرے بھائی کے بارے میں تجھ سے نکلے اور تو اس کے لئے خیر میں جگہ پالے (یعنی اس کلمہ کو خیر اور بھلائی پر محمول کر)

٧:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں سعید بن المسیب رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے میرے بعض بھائیوں نے مجھے لکھا کہ اپنے بھائی کے معاملہ کو اس کی اچھائی پر محمول کر (یعنی اس کے معاملہ میں اچھا گمان رکھ) جب تک تیرے پاس کوئی ایسی دلیل نہ آئے جو تجھ پر غالب آجائے اور جو کلمہ بھی کسی مسلمان کے بارے میں نکلے اسے برا گمان نہ کر حالانکہ تو بھلائی اور خیر میں اس کا محل بنا سکتا ہے۔ اور جس شخص نے اپنے آپ کو تہمت کے لئے پیش کیا تو وہ ہرگز ندامت نہ کرے مگر اپنے آپ کو اور جس نے اپنے راز کو چھپایا تو اختیار اس کے ہاتھ میں ہے اور تو اس آدمی کے غم پہ نہیں ہے جس نے تیرے بارے میں اللہ کی نافرمانی کی اس طرح کہ تو جواب میں اس بارے میں اللہ کی اطاعت کرلے اور سچ بولنے والے بھائیوں کو لازم پکڑ بس تو ہو جا اس کے سامنے میں یعنی ان کا بھائی بنانے میں بلاشبہ وہ زینت ہیں اور طاقت وقوت ہیں بڑی مصیبت کے وقت اور حق کو حقیر نہ جان ورنہ اللہ تعالیٰ تجھے حقیر وذلیل کردے گا اور ہرگز سوال نہ کر اس چیز کے بارے میں جو ابھی تک نہ ہو یہاں تک کہ وہ ہو جائے اور اپنی بات نہ کر مگر اس شخص سے جو اس کو چاہتا ہے اور لازم پکڑ سچائی کو اگرچہ سچائی تجھے قتل کردے اور اپنے دشمن سے لگ رہ اور اپنے دوست سے پرہیز کر مگر جبکہ وہ امین ہو اور امین وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے اور مشورہ کر اپنے کام میں ان لوگوں سے جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈر جاتے ہیں۔

٨:۔ البزار نے الموفقیات میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس شخص نے (اپنے آپ کو) پیش کیا تہمت کے لئے وہ اسے ہرگز مذمت نہ کرے جس نے اس کے ساتھ برا گمان کیا اور جس شخص نے اپنے راز کو چھپایا تو اسی کے پاس اختیار ہے اور جس نے اس کو فاش کردیا تو اب اس پر اختیار اس پر مسلط کی جائے گی اور اپنے بھائی سے معاملہ کو اس کی اچھائی پر محمول کر جب تک تیرے پاس ایسی دلیل آجائے جو تجھ کو مغلوب کردے اور تو ہرگز ایسے کلمہ کو برا گمان نہ کر جو تیرے بھائی کے بارے میں نکلے حالانکہ تو اس کے لئے خیر میں محل پاتا ہے اور تو بھائی بنانے میں مصروف رہ کیونکہ وہ خوشحال کے دور میں ڈھال ہیں قوت وطاقت مصیبت کے وقت اور بھائیوں کے ساتھ بھائی چارہ کر تقویٰ کی بنیاد پر اور اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ کر جو اللہ تعالیٰ

سے ڈرتے ہیں۔

۹:۔ ابن سعد واحمد فی الزھد والبخاری فی الادب سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں اپنے خادم پر گوشت دار ہڈیوں کو گن لیتا ہوں (یعنی اپنے خادم کو گن کر دیتا ہوں) بدگمانی کے خوف سے۔

۱۰:۔ البخاری فی الادب ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم کو حکم دیا گیا تھا کہ ہم خادم کو (کوئی چیز) دیتے وقت مہر لگا دیں اور ہم ناپ لیں اور ہم اس کی گنتی کرلیں کیونکہ یہ مکروہ اور ناپسندیدہ ہے کہ وہ برے اخلاق کے عادی ہو جائیں اور ہم میں سے کوئی برا گمان رکھنے لگے۔

حسد اور بدگمانی سے بچنا لازمی ہے:

۱۱:۔ الطبرانی نے حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں میری امت کی لازمی چیزوں میں سے ہیں بدشگونی حسد اور براگمان ایک آدمی نے کہا: یارسول اللہ ﷺ کون سی چیز ان کو ختم کرسکتی ہے جس میں یہ تینوں چیزیں پائی جائیں؟ آپ نے فرمایا جب تو حسد کرے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کر اور جب تو گمان کرے تو اس کو تحقیق نہ کر اور جب تو بدشگونی کرے تو اس سے گزر جا (یعنی اس کی طرف التفات نہ کر)

۱۲:۔ ابن النجار نے اپنی تاریخ میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے بھائی کے ساتھ براگمان کیا تو یقینی طور پر اس نے اپنے آپ کے ساتھ براگمان کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (آیت) ”اجتنبوا کثیرا من الظن“ (اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو)

اما قولہ تعالیٰ: (آیت) ”ولا تجسسوا“

۱۳:۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (آیت) ”ولا تجسسوا“ (اور کسی کی ٹوہ میں نہ لگو) سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کو منع فرمایا کہ وہ اپنے مؤمن بھائی کو پوشیدہ باتوں کے پیچھے لگے۔

۱۴:۔ عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ وابن جریر رحمۃ اللہ علیہ وابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) ”ولا تجسسوا“ یعنی اس چیز کو لے لو جو تمہارے لئے ظاہر ہو اور اس چیز کو چھوڑ دو جو کو اللہ تعالیٰ نے چھپایا۔

۱۵:۔ عبد بن حمید وابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ تم جانتے ہو کہ تجسس کیا چیز ہے وہ یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کے عیب تلاش کرے اور اس کے بعید پر مطلع ہو جاؤ۔

کسی کا تجسس کرنا بڑا گناہ ہے:

۱۶:۔ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ وعبد بن حمید والخرائطی نے مکارم الاخلاق میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک رات مدینہ منورہ میں چوکیداری کی اس درمیان کہ وہ چل رہے تھے دیکھا کہ ایک گھر میں چراغ روشن ہے چنانچہ وہ اس کے ارادے سے اس کی جانب چل پڑے۔ جب وہ اس کے قریب ہوئے تو دیکھا

کہ دروازہ بند ہے اندر بہت سے لوگ ہیں ان کی غلط اور بے ہودہ آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کیا تو جانتا ہے یہ کس کا گھر ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ ربیعہ بن امیہ بن خلف کا گھر ہے اور وہ اب شراب پی رہے ہیں تمہاری کیا رائے ہے تو عبدالرحمٰن نے فرمایا میرا خیال تو یہ ہے کہ ہم نے وہ کام کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) "ولا تجسسوا" (اور کسی کی ٹوہ نہ لگاؤ) اور ہم نے ان کی ٹوہ لگائی ہے (اس خبر کے آنے سے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے واپس لوٹ آئے اور ان کو چھوڑ دیا۔

۱۷:۔ سعید بن منصور وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ نے شعبی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے ایک ساتھی کو گم پایا ابن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہمارے ساتھ فلاں کے گھر کی طرف چلو ہم دیکھیں گے (کہ وہ کیوں نہیں آیا) چنانچہ دونوں حضرات ان کے گھر تشریف لائے اور اس کے دروازے کو کھلا پایا اور وہ بیٹھا ہوا تھا اور اس کی بیوی اس کے لیے برتن میں کچھ انڈیل رہی تھی پھر وہ برتن اس کو دے دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا یہ کام ہے جس نے اسے ہم سے غافل کر دیا ابن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا آپ نہیں جانتے ہیں اس کے برتن میں کیا ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ تجسس نہ ہو عوف نے فرمایا بلکہ یہ تجسس ہی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے توبہ کیسے ہو سکتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا آپ اسے نہ جتائیں کہ آپ اس کے جس کام پر مطلع ہوئے ہیں اور آپ کے دل میں خیر کے سوا اور کچھ نہ ہو پھر وہ دونوں حضرات واپس چلے گئے۔

۱۸:۔ سعید بن منصور رحمہ اللہ علیہ وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا فلاں آدمی بے ہوشی سے افاقہ نہیں پاتا عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے فلاں میں اس سے شراب کی بو پاتا ہوں کیا تو بھی اس سے ساتھ ہے؟ اس آدمی نے کہا اے خطاب کے بیٹے اور تم بھی اس کے ساتھ ہو کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع نہیں فرمایا کہ کسی کی ٹوہ میں نہ لگو عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو سمجھ لیا وہاں سے چل دیئے اور اس کو چھوڑ دیا۔

۱۹:۔ عبدالرزاق رحمہ اللہ علیہ وابن ابی شیبہ رحمہ اللہ علیہ وعبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ وابو داؤد وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ اور بیہقی رحمہ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں زید بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا اور کہا گیا کہ یہ فلاں آدمی ہے اور اس کی داڑھی سے شراب ٹپک رہی ہے۔ عبداللہ نے فرمایا ہم کو کسی کی ٹوہ لگانے سے منع کیا گیا لیکن اگر ہمارے لئے کوئی چیز ظاہر ہو جائے تو ہم اس کے سبب پکڑیں گے۔

۲۰:۔ ابو داؤد و ابن المنذر رحمہ اللہ علیہ وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا اے وہ جماعت جو اپنی زبان سے ایمان لائے ہو اور ایمان اس کے دلوں میں داخل نہیں ہوا مسلمانوں کے بھید کے پیچھے نہ لگو کیونکہ جو مسلمان کے بھیدوں کے پیچھے پڑا اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کر دیں گے اس کے گھر کے اندرونی حصہ میں۔

۲۱: الخرائطی فی مکارم الاخلاق میں ثور الکندی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک رات مدینہ منورہ میں پہرہ دیتے ہوئے گھوم رہے تھے گھر میں ایک آدمی کی آواز سنی جو گا رہا تھا۔ آپ دیوار پھاند کر اندر تشریف لے گئے اس کے پاس ایک عورت کو اور شراب کو پایا فرمایا اے اللہ کے دشمن کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو چھپادے اور تو اس کی نافرمانی کررہا ہے۔ اس آدمی نے کہا اے امیر المؤمنین جلدی نہ کیجئے کہ میں نے اللہ کی نافرمانی کی اور آپ نے تین باتوں میں اللہ کی نافرمانی کی اللہ نے فرمایا اور کسی کی ٹوہ نہ لگاؤ۔ اور آپ نے ٹوہ لگائی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) ''واتوالبیوت من ابوابھا'' (البقرۃ آیت ۸۹) (گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ) اور آپ مجھ پر دیوار پھاند کر آئے بغیر اجازت کے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) ''لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا'' (النور آیت ۲۷) اور اپنے گھروں کے علاوہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل نہ ہو یہاں تک کہ اجازت لےلو اور اس کے رہنے والوں کو سلام کرو) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تجھ سے خیر اور نیکی کی توقع ہوسکتی ہے تو اگر میں تجھ کو معاف کردوں) اس نے کہا ہاں (اور) آپ نے اس کو معاف کردیا اور اسے چھوڑ کر واپس تشریف لے گئے۔

۲۲: ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو خطبہ بلند آواز کے ساتھ ارشاد فرمانے لگے کہ اے وہ جماعت جو اپنی زبان سے ایمان لائے ہو اور اپنے دل میں ایمان کی راسخ نہیں کیا تم مسلمان کی غیبت نہ کرو اور ان کی چھپی ہوئی باتوں کے پیچھے نہ لگو کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی چھپی ہوئی باتوں کے پیچھے لگے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی چھپی ہوئی باتوں کے پیچھے لگے گا اور اللہ تعالیٰ جس کی چھپی ہوئی باتوں کے پیچھے لگے تو اس کو اپنے گھر ہی میں رسوا کردے گا۔

۲۳: ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھی جب فارغ ہوئے تو آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے انتہائی غصہ اور ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اور آپ اتنی بلند آواز سے گفتگو فرمانے لگے کہ وہ پردوں کے پیچھے کنواری عورتوں کو بھی سنائی دینے لگی آپ نے فرمایا اے وہ جماعت جو اپنی زبان سے ایمان لائے اور ابھی ایمان ان کے دلوں میں داخل نہ ہوا کہ تم مسلمان کی مذمت نہ کرو اور نہ تم ان کی پوشیدہ چیزوں کو تلاش کرو کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی پوشیدہ باتوں کو تلاش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پردے کو پھاڑ دیتا ہے اور اس کی پوشیدہ باتوں کو ظاہر کردیتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں ہو۔

۲۴: ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے وہ جماعت جو اپنی زبان سے ایمان لائے اور ان پر دلوں کی طرف ایمان خالص نہ ہوا تم مسلمان کو تکلیف نہ دو اور ان کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے نہ لگو کیونکہ جو آدمی اپنے مسلمان بھائی کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے لگے رہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے لگے گا یہاں تک کہ اس پاس کو پھاڑ دے گا یعنی ظاہر فرمادے گا اس کے گھر کے اندرونی حصہ میں (یعنی اس کے گھر میں)

۲۵: البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان کو چھپی

ہوئی بات کو برائی سے شہور کردیا کہ وہ بغیر حق کے اس کے عیب ظاہر کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مخلوق میں اس کا عیب ظاہر کر دے گا۔

۲۶:۔ الحاکم والترمذی نے جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی جب آپ فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اتنی بلند آواز کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اسے پردے کے اندر رہنے والے بھی سننے لگے اور آپ نے فرمایا اے وہ جماعت جو اسلام لائے اپنی زبانوں کے ساتھ اور ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا تم مسلمانوں کو تکلیف مت دو اور ان کو عار نہ دلاؤ اور ان کے عیب اور لغزشوں کے پیچھے نہ پڑو۔ کیونکہ جو اپنے مسلمان بھائی کے عیب کے پیچھے پڑے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے عیبوں کے پیچھے پڑے گا اور اللہ تعالیٰ جس کے عیبوں کے پیچھے پڑے گا تو اس کو رسوا کر دے گا حالانکہ وہ اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں ہوگا تو ایک کہنے والے نے کہا کیا مسلمانوں پر کوئی پردہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہر مؤمن پر اللہ تعالیٰ کے پردے گننے سے بھی زیادہ ہیں۔ بلاشبہ مؤمن البتہ گناہ کرتا ہے تو اس سے اس کے پردے ایک ایک کرکے اتر جاتے ہیں یہاں تک کہ اس میں سے کوئی چیز اس پر باقی نہیں رہتی تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں لوگوں سے میرے بندے پر پردہ کردو بلاشبہ لوگ اس کو عار دلائیں گے اور اس کو نہیں بدلیں گے تو فرشتے اس کو اپنے پروں کے ساتھ اس کو ڈھانپ لیتے ہیں اور اسے لوگوں سے چھپا لیتے ہیں اگر وہ توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیتے ہیں اور اس پر اس کی پردوں کو واپس کردیتے ہیں اور ہر پردے کے ساتھ نو پردے ہوتے ہیں اگر ہو گناہوں میں لگا رہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اے ہمارے رب وہ ہم پر غالب آ گیا ہے اس نے ہمیں معذور کردیا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں میرے بندوں کو لوگوں سے چھپاؤ کیونکہ لوگ اسے عار دلائیں گے اور اسے تبدیل نہیں کریں گے تو فرشتے اس کو اپنے پروں کے ساتھ ڈھانپ لیتے ہیں اور لوگوں سے اس کو چھپا دیتے ہیں اگر وہ توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس سے قبول کرلیتے ہیں اور اس پر اس کے پردے لوٹا دیتے ہیں اور ہر پردے کے ساتھ نو پردے ہوتے ہیں اگر وہ گناہوں (کی طرف) لوٹ آئے تو فرشتے کہتے ہیں اے ہمارے رب کہ وہ ہم پر غالب آگیا اور اس نے ہم کو معذور کردیا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں اس کو اکیلا چھوڑ دو پھر اگر اس نے گناہ کیا ہے اندھیرے گھر میں اندھیری رات میں کس کمرے میں تو اللہ تعالیٰ اسے اور اس کو خفیہ عمل کر ظاہر کردیں گے۔

کثرت گناہ سے ستاری کا پردہ پھٹ جاتا ہے:

۲۷:۔ الحکیم الترمذی نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ مؤمن نور کے ستر پردوں میں ہوتا ہے جب وہ برا عمل کرتا ہے تو پھر اس کو بھول جاتا ہے یہاں تک کہ دوسرا برا عمل کرلیتا ہے تو ان پردوں میں سے کچھ پردے اس سے پھٹ جاتے ہیں جب وہ بڑے گناہوں میں سے بڑا گناہ کرتا ہے تو سارے پردے اس سے پھٹ جاتے ہیں مگر حیاء کا پردہ اس سے نہیں پھٹتا۔ اور وہ بڑا پردہ ہوتا ہے اگر وہ توبہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں اور سارے پردے اس پر لوٹا دیتے ہیں اگر بڑے گناہوں کے بعد پھر وہ گناہ کرلیتا ہے تو پھر وہ اس کو بھول جاتا ہے یہاں تک کہ دوسرا گناہ کرلیتا ہے پھر وہ اس کو بھول جاتا ہے یہاں تک کہ دوسرا گناہ کرلیتا ہے توبہ کرنے سے پہلے تو حیاء کا پردہ بھی پھٹ جاتا ہے اور وہ نہیں ملاقات کرے گا (قیامت کے دن) مگر

ذلیل نفرت اور مبغوض ہو کر اور جب وہ قابل نفرت اور مبغوض ہو جاتا ہے تو اس سے امانت چھین لی جاتی ہے جب اس سے امانت چھین لی جاتی ہے تو وہ نہیں ملاقات کرے گا مگر خائن (خیانت کرنے والے اور مخلوق) (جس سے خیانت کیجائے) ہوگا تو اس سے رحمت چھین لی جائے گی جب اس سے رحمت چھین لی جائے گی تو نہیں ملاقات کرے گا مگر انتہائی بدخلق اور سخت مزاج ہوگا اور جب وہ بدخلق اور سخت مزاج ہو جائے گا تو اس سے اسلام کا قلادہ اتار لیا جائے گا جب اس سے اسلام کا قلادہ اتار لیا جائے گا تو نہیں ملاقات کرے گا مگر لعین ملعون اور شیطان رجیم ہوگا۔

وقولہ تعالیٰ: (آیت) ''ولا یغتب بعضکم بعضًا''

۲۸:۔ ابن جریر رحمہ اللہ علیہ وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ وابن ابی حاتم والبیہقی نے شعب الایمان میں بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (آیت) ''ولا یغتب بعضکم بعضا'' (اور کوئی کسی کی غیبت نہ کرے) سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کے ساتھ کسی مؤمن کی غیبت کو اس طرح حرام فرمادیا ہے جیسے مردار کو حرام قرار دیا ہے۔

۲۹:۔ ابن المنذر رحمہ اللہ علیہ نے ابن جریج رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) ''ولا یغتب بعضکم بعضا'' کے بارے میں روایت کیا کہ لوگوں نے گمان کیا کہ یہ آیت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ انہوں نے کھانا کھایا پھر سو گئے اور ان کے پیٹ میں ہوا بھر گئی دو آدمیوں نے ان کا ذکر کیا کہ انہوں نے کھانا کھایا اور ان کو نیند آگئی (یعنی زیادہ کھانے سے نیند آگئی) تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

غیبت مسلمان بھائی کا گوشت کھانا ہے:

۳۰:۔ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ علیہ نے سعد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر میں دو آدمی تھے کہ یہ ان کی خدمت کرتے تھے اور ان کو کھانا بھی پہنچاتے تھے ایک دن سلمان سو گئے ان کے ساتھیوں نے ان کو تلاش کیا مگر ان کو نہ پایا دونوں خیمے میں آئے اور کہا کہ سلمان اس کے سوا کسی چیز کا ارادہ نہیں رکھتے کہ تیار کھانے ملے۔ جب سلمان رضی اللہ عنہ آئے تو ان دونوں نے ان کو رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا تاکہ وہ ان کے لئے سالن لے آئیں وہ چلے اور آپ کے پاس آکر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ساتھیوں نے مجھے بھیجا تاکہ میں ان کے لئے سالن لے آؤں اگر آپ کے پاس موجود ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے ساتھی سالن کو کیا کریں گے جب وہ پہلے ہی کھا چکے تھے سلیمان واپس لوٹے اور ان دونوں کو اطلاع دی کہ (سالن نہیں ہے) پھر وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہم نے کھانا نہیں کھایا جب سے ہم اس جگہ اترے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک تم دونوں نے اپنی بات کے ساتھ سلمان کا گوشت کھایا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی (آیت) ''ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا'' (تاکہ تم پسند کرو گے کہ تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ)

۳۱:۔ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ علیہ نے مقاتل رحمہ اللہ علیہ سے اس (آیت) ''ولا یغتب بعضکم بعضا'' کے بارے میں روایت کیا کہ یہ آیت ایک آدمی کے بارے میں نازل ہوئی جو نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا بعض صحابہ نے اس کے

پاس کسی کو بھیجا تا کہ آپ سے سالن طلب کرے تو اس نے انکار کر دیا تو انہوں نے اس کے بارے میں کہا کہ بلاشبہ وہ بخیل اور ست آدمی ہے (یہ غیبت ہو گئی) تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی)

۳۲:۔ ابن المنذر رحمہ اللہ علیہ نے ضحاک رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) "ولا یغتب بعضکم بعضا" سے مراد ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے پیٹھ پیچھے یہ بات کہے کہ وہ اس طرح سے ہے یعنی اس کی برائی بیان کرے (یہ غیبت ہے)

۳۳:۔ عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ وابن جریر رحمہ اللہ علیہ نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے (آیت) "ولا یغتب بعضکم بعضا" کے بارے میں روایت کیا کہ ہم کو یہ بات ذکر کی ہے کہ غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا ایسی چیز کے ساتھ ذکر کرے تو اس کیلئے معیوب ہو اور اس کے ایسے عیب بیان کرے جو اس میں موجود ہوں ار اگر تو نے اس پر جھوٹ کہا تو یہ بہتان ہے پھر فرماتے ہیں کہ جیسے تو اس کو ناپسند کرتا ہے کہ اگر تو مردار پڑا ہوا پائے تو اس میں سے کچھ کھائے اور پس اس طرح تو اس کا گوشت کھانا پسند کر حالانکہ وہ زندہ ہے۔

۳۴:۔ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ علیہ وعبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ وابوداؤد والترمذی (وصححہ) وابن جریر رحمہ اللہ علیہ وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ غیبت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تیرے اپنے بھائی کا ذکر کرنا ایسی بات کے ساتھ جو وہ ناپسند کرتا ہے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ بتائیے اگر میرے بھائی میں وہ بات موجود ہے جو میں نے کہی آپ نے فرمایا اگر وہ عیب اس میں موجود ہے جو کچھ تو نے کہا تو تو نے اس کی غیبت کی اگر وہ اس میں موجود نہیں ہے جو تو نے بیان کی تو پھر تو نے اس پر بہتان لگایا ہے۔

۳۵:۔ عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ والخرائطی فی مساوی الاخلاق مطلب بن حنطب رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور فرمایا ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اگر ہم ان چیزوں کا ذکر کریں جو اس میں موجود نہیں تو وہ بہتان ہے۔

۳۶:۔ عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی پھر چلی گئی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ یہ عورت کتنی خوبصورت کا اور حسین تھی اگر اس کا قد چھوٹا نہ ہوتا۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) تو نے اس کی غیبت کی، عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے وہی بات کہی جو اس میں موجود ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) جب تو نے وہ بات کہی جو اس کے اندر موجود ہے یہی تو غیبت ہے اور جب تو ایسی بات کہے جو اسکے اندر موجود نہیں ہے تو تو نے اس پر بہتان باندھا۔

غیبت اور بہتان میں فرق:

۳۷:۔ عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ نے عون بن عبد اللہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب تو کسی آدمی کے بارے میں ایسی بات کہے جو اس کے اندر موجود ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور جب تو ایسی بات کہے اس کے اندر موجود نہیں تو تو نے اس پر بہتان باندھا۔

۳۸:۔ عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ نے معاویہ بن قرہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اگر وہ تیرے پاس سے ڈاکو گزرا اور تو یہ کہے

یہ ڈاکو ہے تو یہ بھی غیبت ہے۔

۳۹:۔عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ نے محمد بن سیرین رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ان کے پاس ایک آدمی کا ذکر کیا گیا کہ وہ کالا ہے فرمایا میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ تو نے اس کی غیبت کی۔

۴۰:۔عبد بن حمید وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) "ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا" کے بارے میں لوگوں نے کہا کہ اس کو ناپسند کرتے ہیں آپ نے فرمایا تم اللہ سے ڈرو۔

۴۱:۔ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبہ میں والخرائطی فی مساوی الاخلاق وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ بعض تمہارا بعض کی غیبت نہ کرے کیونکہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھی ایک عورت لمبے دامن والی گزری میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ یہ لمبے دامن والی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو نے کر تو نے گوشت کے ٹکڑے تے کئے۔

۴۲:۔عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث میں روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ ایک قوم سے ملے ہم نے آج قطعاً کوئی کھانا نہیں کھایا نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم بلاشبہ میں تمہارے دانتوں کے درمیان فلاں کا گوشت دیکھتا ہوں اور انہوں نے اس کی غیبت کی تھی۔

۴۳:۔الضیاء المقدسی نے المختارہ میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عرب میں یہ رواج تھا کہ سفروں میں بعض لوگ بعض کی خدمت کیا کرتے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک آدمی تھا جو ان دونوں حضرات کی خدمت کیا کرتا تھا یہ حضرات سو گئے جب جاگے تو اس نے ان کے لئے کھانا تیار نہیں کیا ان دونوں میں سے بلاشبہ یہ، بہت سونے والا ہے چنانچہ انہوں نے اس کو جگایا دونوں نے اس سے کہا رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے عرض کرو کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ آپ کو سلام کہتے ہیں اور آپ سے اجازت مانگتے ہیں آپ نے فرمایا ان دونوں نے کھانا کھالیا (یہ سن کر) دونوں حضرات آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کس چیز کے ساتھ ہم نے کھانا کھایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کے گوشت کے ساتھ، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے بلاشبہ میں اس کے گوشت کو تمہارے دانتوں کے درمیان دیکھتا ہوں (یہ سن کر) دونوں حضرات نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہمارے لئے استغفار کیجئے آپ ﷺ نے فرمایا اس سے کہو کہ تمہارے لئے استغفار کرے۔

۴۴:۔الحکیم الترمذی نے نوادر الاصول میں یحیی بن ابی کثیر رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اللہ نے نبی ﷺ سفر میں تھے اور آپ کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف (ایک آدمی کو) بھیجا تاکہ وہ آپ سے گوشت کا سوال کرے آپ نے فرمایا کیا تم گوشت سے سیر نہیں ہو گئے عرض کیا کہاں سے اللہ کی قسم ہمارے لئے کوئی گوشت نہیں ہے ان دونوں میں آپ نے فرمایا اپنے ساتھی کے گوشت سے جس کا تم نے ذکر کیا عرض کیا اے اللہ کے نبی! ہم نے صرف یہ کہا کہ یہ کمزور کس کام میں ہماری مدد کرے گا آپ ﷺ نے فرمایا یہی غیبت ہے پس تم (ایسا) نہ کہا کرو۔ وہ آدمی ان کی طرف

لوٹ آیا اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سب کچھ ان کو بتا دیا پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! مجھے میرے کانوں کو میرے تابع ہونے کی دعا فرمائیے اور میرے لئے استغفار کیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کے لئے) ایسا ہی کیا پھر عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! میرے کانوں کو میرے تابع ہونے کی دعا فرمائیے اور میرے لئے استغفار کیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔

۴۵:۔ ابو یعلی وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے بھائی کا گوشت دنیا میں کھایا اس کیلئے اس کا گوشت آخرت میں اس کے قریب کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا اس مرے ہوئے کو کھاؤ جیسے تو نے اس کو زندگی میں کھایا تھا پس وہ اس کو کھائے گا (اس حال میں) کہ ماتھے پر تیوری چڑھائے اور چیخے گا (یعنی ناگواری کی حالت میں کھائے گا)

دو روزہ دار عورتوں کا غیبت کرنا:

۴۶:۔ احمد وابن الدنیا وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ دو عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں روزہ رکھا ان میں سے ایک دوسرے کے پاس بیٹھ گئی اور دونوں نے لوگوں کا گوشت کھانا شروع کر دیا (یعنی غیبت کرنے لگیں) ان دونوں کی جانب سے ایک قاصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہاں دو عورتوں نے روزہ رکھا اور دونوں مرنے کے قریب ہو چکی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ وہ دونوں آئیں آپ نے ایک بڑا برتن یا پیالہ منگوایا ان میں سے ایک سے فرمایا قے کرو اس نے خالص پیپ اور خون ملی پیپ کے ساتھ قے کی یہاں تک کہ اس نے آدھا پیالہ قے کی یہاں تک کہ پیالہ بھر گیا رسول اللہ نے فرمایا ان دونوں عورتوں نے ان چیزوں سے روزہ رکھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حلال کیا تھا اور ایسی چیز سے افطار کیا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حرام کیا تھا کہ ان میں سے ایک دوسری کے پاس بیٹھی اور لوگوں کا گوشت کھاتی رہیں۔

۴۷:۔ ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ان سے غیبت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے اس طرح بیان کیا کہ جمعہ کے دن انہوں نے صبح کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کی طرف چل دیئے ان کے پاس انصار کی عورتوں میں سے ایک لڑکی آئی۔ دونوں نے مردوں اور عورتوں کے بارے میں غیبت کی اور خوب ہنستی رہیں اور برابر غیبت میں لگی رہیں یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر واپس تشریف لے آئے جب ان دونوں نے آپ کی آواز سنی تو چپ ہو گئیں جب آپ گھر کے دروازے کے ساتھ کھڑے ہوئے آپ نے اپنی چادر کے ایک کنارے کو اپنی ناک پر ڈالا (بدبو کی وجہ سے) پھر فرمایا اف تم دونوں نکل جاؤ اور قے کرو پھر پانی سے طہارت کرو، ام سلمہ رضی اللہ عنہا باہر نکلیں اور بہت سے گوشت کی قے کی جسے بدل دیا گیا تھا جب انہوں نے گوشت کو دیکھا تو یاد کیا کہ میں نے کوئی تازہ گوشت کھایا ہے؟ تو یہ بات یاد آئی کہ گزشتہ دو جمعوں سے گوشت کھایا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے قے کے بارے میں بتایا آپ نے فرمایا یہ وہ گوشت تھا جو تو اور تیری سہیلی مل کر کھاتی رہی دوبارہ غیبت نہ کرنا۔ جو تم دونوں غیبت میں لگی رہوں پھر ان کی سہیلی

نے بھی ان کو بتایا کہ اس نے بھی اسی طرح گوشت کی قے کی ہے۔

۴۸:۔ ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے کعب بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مؤمن، مؤمن پر حرام ہے اس کا گوشت اس پر حرام ہے کہ اس کو کھائے اور اس کی عدم موجودگی میں اس کی غیبت کرنا اور اس کی عزت پر اس پر حرام ہے کہ اس کو پھاڑ دے (یعنی اس کو بے عزت کرے) اور اس کا چہرہ اس پر حرام ہے کہ اس پر طمانچہ مارے۔

۴۹:۔ عبدالرزاق رحمہ اللہ علیہ والبخاری فی الادب وابویعلی رحمہ اللہ علیہ وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں صحیح سند کے ساتھ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ماعز رضی اللہ عنہ کو جب رجم کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک ان میں سے اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا تو نے اس شخص کی طرف نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے (اس کے گناہوں کو) اس پر چھپایا تھا مگر اس کے نفس نے اس کو نہیں چھوڑا یہاں تک کہ کتے کی طرح رجم کر دیا گیا نبی کریم ﷺ چلتے رہے اور ایک مردہ گدھے کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا فلاں اور فلاں کہاں ہیں دونوں (سواریوں سے) اتر آؤ اور اس مردہ میں سے کھاؤ انہیں نے عرض کیا کیا اسے کھایا جاسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا ابھی اپنے بھائی کا گوشت کھانا اس کے کھانے سے زیادہ مشکل ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ابھی وہ جنت کے نہروں میں غوطے مار رہا ہے۔

۵۰:۔ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ علیہ واحمد فی الزھد والبخاری فی الادب والخرائطی نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ ایک مردہ خچر پر سے گزرے اور وہ اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ تھے (اس کو دیکھ کر) فرمایا اللہ کی قسم کہ کوئی تم میں سے اس (مردار میں سے کھائے یہاں تک کہ اس کا پیٹ بھر جائے یہ اس کے لئے بہتر ہے کہ وہ کسی مسلمان بھائی کے گوشت میں سے کھائے (یعنی اس کی غیبت کرے)

دو قبر والوں پر عذاب کا واقعہ:

۵۱:۔ البخاری فی الادب وابن ابی الدنیا نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ دو قبروں میں آئے کہ ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کسی بڑے گناہ میں میں عذاب نہیں دیئے جا رہے اور آپ رو پڑے (پھر فرمایا) ان میں سے ایک لوگوں کی غیبتیں کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا (پھر) آپ نے کھجور کی ایک تازہ ٹہنی منگوائی اس کو توڑا (یعنی اس کے دو ٹکڑے کئے) پھر ہر ٹکڑے کے بارے میں حکم فرمایا کہ اس کو قبر پر گاڑ دو اور فرمایا عنقریب ان کا عذاب ہلکا ہو جائے گا جب تک یہ ٹہنیاں تر رہیں گی۔

۵۲:۔ البخاری نے الادب میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس کے پاس کسی مؤمن کی غیبت کی جائے پھر وہ اس کی مدد کرے (یعنی اس کا دفاع کرے) اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کو دنیا اور آخرت میں اچھا بدلہ دیں گے۔ اور جس کے پاس کسی کی غیبت کی جائے اور وہ اس کی مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس کو برا بدلہ دیں گے۔ اور کسی نے مؤمن کی غیبت سے بڑھ کر شر کا لقمہ نہیں کھایا اگر اس نے اس کے بارے میں وہ بات کہی جو وہ جانتا ہے تو یقینی بات ہے کہ اس نے اس کی غیبت کی

اور اگر اس نے اس کے بارے میں وہ بات کہی جو وہ نہیں جانتا تو یقینی بات ہے کہ اس نے اس پر بہتان باندھا۔

۵۳:۔ احمد نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ ہوا نے ایک بدبودار مردار کو اٹھایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ ہوا کیسی ہے یہ ان لوگوں کی ہوا ہے جو لوگوں کی غیبتیں کرتے ہیں۔

۵۴:۔ ابن ابی الدنیا نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی واقع ہو جائے کسی آدمی میں (یعنی کسی کی غیبت کرنے لگے) اور تو اس جماعت میں ہو تو اس آدمی کی مدد کرنے والا بن جا (یعنی ان کو جھڑک دے) اور ان کے پاس سے کھڑا ہو جا پھر یہ آیت تلاوت فرمائی (آیت) "ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ" (کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے کہ تم اس کو ناپسند کروگے)

سود کی ادنیٰ (قسم) اپنی ماں سے بدکاری کے برابر ہے:

۵۵:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے الشعب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سود کے ستر سے زیادہ دروازے ہیں ان میں سے سب سے آسان دروازہ حالت اسلام میں اپنی ماں سے نکاح کرنے کی طرح ہے۔ اور سود کا ایک درہم پینتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔ سب سے برا سود اور سب سے زیادہ سود خوری اور سب سے زیادہ ناپاک سود مسلمان کی عزت اور اس کی حرمت کو پہنچا دیا ہے (یعنی سود خوری نے مسلمان کی عزت اور حرمت کو پامال کرنے پر آمادہ کیا)

۵۶:۔ احمد وابوداؤد والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مجھے معراج پر لے جایا گیا میرا گزر ایسی قوم کے پاس سے ہوا کہ ان کے تانبے کے ناخن تھے اور وہ ان ناخنوں سے اپنے چہروں کو اور سینوں کو نوچ رہے تھے میں نے پوچھا اے جبرائیل (علیہ السلام) یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کی عزتوں میں واقع ہوتے ہیں (یعنی ان کی عزتوں کو پامال کرتے ہیں)۔

۵۷:۔ احمد وابوداؤد والبیہقی رحمہ اللہ علیہ وابویعلی رحمہ اللہ علیہ والطبرانی والحاکم رحمہ اللہ علیہ نے مستورد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی مسلمان کا (گوشت) کھایا یعنی اس کی غیبت کی تو اللہ تعالیٰ اسی طرح اس کو جہنم میں سے کھلائے گا اور جس نے کسی مسلمان کا کپڑا پہن لیا تو اللہ تعالیٰ اسی کی مثل جہنم میں سے اس کو پہنائے گا اور جو آدمی کسی آدمی کے ساتھ شہرت اور ریا کے مقام پر کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو قیامت کے دن شہرت اور ریاکاری کے مقام پر کھڑا کرے گا۔

۵۸:۔ ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دن (سب صحابہ کو) روزہ رکھنے کا حکم فرمایا اور (یہ بھی فرمایا کہ کوئی افطار نہ کرے جب تک میں اس کو اجازت نہ دوں صحابہ نے روزہ رکھا جب شام ہوئی تو ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں آج کے دن روزے سے رہا مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں اس کو افطار کرلوں آپ نے اس کو اجازت فرمادی۔ یہاں تک کہ دوسرا آدمی آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ آپ کے اہل

سے دونو جوان عورتیں ہیں وہ دونوں آج دن سے روزہ دار تھیں آپ ان کے لئے اجازت فرمادیں کہ وہ روزہ کو افطار کرلیں آپ نے اس سے منہ پھیر لیا پھر اس نے دوبارہ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان عورتوں کا روزہ نہیں اور ان کو کس طرح روزہ ہوگا جو لوگوں کا گوشت کھائے تو جا اور ان کو حکم کر اگر وہ روزے سے تھیں تو قے کریں۔ تو انہوں نے ایسا ہی کیا ان میں سے ہر ایک نے خون کی لوتھڑوں کی قے کی۔ وہ آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو (اس معاملہ کی) خبر دی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر ان دونوں کا روزہ ہوتا اور یہ گوشت ان دونوں میں باقی رہتا تو ان دونوں کو آگ کھاتی۔

۵۹:۔البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ تم میں سے کوئی نجس (یعنی ناپاک) کلمہ کہنے کے بعد وضو نہیں کرتا جو وہ اپنے بھائی کے بارے میں کہتا ہے جبکہ وہ حلال کھانے سے وضو کرتا ہے۔

۶۰:۔البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حدیث یعنی (وضو ٹوٹنا) دو قسم کا ہے ایک حدث تیرے منہ سے ہوتا ہے اور ایک حدث تیرے سو جانے سے ہوتا ہے۔ اور منہ کا حدث سخت جھوٹ اور غیبت ہے۔

۶۱:۔البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے ابراہیم رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وضو کرنا حدث پیش آجانے سے اور مسلمان کو اذیت پہنچانے سے لاحق ہوتا ہے۔

۶۲:۔الخرائطی فی مساوی الاخلاق والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ دو آدمیوں نے نماز ظہر یا عصر پڑھی۔ اور دونوں روزے سے تھے۔ جب نبی کریم ﷺ نے نماز کو پورا کیا تو ان سے فرمایا دوبارہ لوٹاؤ اپنے وضو اور اپنی نمازوں کو اور اپنے روزے کو پورا کرو اور دوسرے دن اس کی جگہ قضا کرو دونوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیوں (ہم ایسا کریں) فرمایا تحقیق تم دونوں نے فلاں کی غیبت کی۔

۶۳:۔الخرائطی وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ایک چھوٹے قد کی عورت آئی اور نبی کریم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے اپنے انگوٹھوں کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی طرف اشارہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اس کی غیبت کی۔

۶۴:۔ابن جریر رحمہ اللہ علیہ وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس سے کھڑا ہوا اور اس کے کھڑے ہونے میں کمزور کو دیکھا گیا (یعنی وہ کمزور ہونے کی وجہ سے مشکل سے اٹھ رہا تھا) بعض لوگوں نے کہا فلاں کتنا کمزور ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقینی بات ہے کہ تم نے اس آدمی کا گوشت کھایا ہے اور تم نے اس کی غیبت کی۔

۶۵:۔البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی کے بارے میں ذکر کیا گیا تو صحابہ نے فرمایا یہ کتنا عاجز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے اس آدمی کی غیبت کی۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم نے وہ بات کہی جو اس میں ہے آپ نے فرمایا اگر تم وہ بات کہتے جو اس میں نہ ہوتی تو یقینی بات ہے کہ تم اس پر بہتان لگانے والے تھے۔

غیبت کرنے والے پر ضعف طاری ہونا:

۶۶:۔ ابن جریر رحمہ اللہ علیہ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے سو بنے ایک آدمی کا ذکر کیا اور کہا کہ جب تک اس کو نہ کھلایا جائے وہ نہیں کھا سکتا اور وہ نہیں چل سکتا مگر جتنا اس کو چلایا جائے اور وہ بہت ضعیف اور کمزور ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اپنے بھائی کی غیبت کی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ غیبت ہے کہ ہم نے وہی بات کہی جو اس میں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ تم اپنے بھائی کے بارے میں ایسے عیب کے متعلق بات کرو جو اس میں موجود ہے۔

۶۷:۔ ابوداؤد، دارقطنی فی الافراد والخرائطی والطبرانی رحمہ اللہ علیہ والحاکم رحمۃ اللہ علیہ وابونعیم رحمہ اللہ علیہ والبیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس شخص کی سفارش حائل ہوئی اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں یقینی بات ہے کہ اس نے اللہ کے حکم میں اس کی مخالفت کی اور جو شخص مر گیا اور اس پر قرضہ تھا اب اس کا بدلہ دینار اور درہم نہیں بلکہ انکی بجائے نیکیاں ہیں۔ (جو اس کے بدلے میں دی جائیں گی) اور جس شخص نے ناحق کسی سے جھگڑا کیا حالانکہ وہ اس کو جانتا ہے وہ برابر اللہ کے غصہ میں رہے گا یہاں تک کہ اس سے نکل جائے (یعنی جھگڑا ختم ہو جائے) اور جس کسی نے مؤمن کے بارے میں ایسی بات کہی جو اس میں نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دوزخیوں کی پیپ اور خون کے کیچڑ میں ٹھہرائیں، یہاں تک کہ وہ ان باتوں سے نکل جائے جو اس نے کہیں اور اب وہ نکلنے والا نہ ہوگا۔

۶۸:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو یاد کرو بندہ جب ''سبحان اللہ وبحمدہ'' کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتے ہیں پھر دس سے سو تک پھر سو سے ہزار تک اور جو شخص اس سے زیادہ کہے تو اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ کر دیتے ہیں اور جو شخص استغفار کہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں اور جس شخص کی سفارش حائل ہوگئی اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں یقینی بات ہے کہ اس نے اللہ کے حکم کو اس کی مخالفت کی اور جس شخص نے مدد کی کسی جھگڑے پر بغیر علم کے تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ناراضگی کا انکار کیا اور جس شخص نے کسی مؤمن مرد اور مؤمن عورت پر تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ اس کو ہلاکت اور نقصان کے کیچڑ میں قید کر دے گا یہاں تک کہ وہ نکلنے کے راستے پر آ جائے اور جو شخص مر گیا اور اس پر قرضہ ہے تو اس کی نیکیوں میں سے لیا جائے گا کیونکہ وہاں نہ دینار ہوں گے اور نہ درہم۔

۶۹:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے ابن عمر رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی آدمی کے بارے میں ایسا کلمہ کہتا ہے جو اس کے عیب کو بیان کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہلاکت اور نقصان کے کیچڑ میں قید کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے نکلنے کا راستے آ جائے۔

۷۰:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے اوزاعی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ قیامت کے دن بندے سے کہا جائے گا کھڑا ہو جا اور اپنا حق فلاں سے لے لے وہ کہے گا میرے لئے اس کی طرف کوئی حق نہیں تو اس سے کہا جائے گا کیوں نہیں بلکہ فلاں فلاں دن اس نے تیرے بارے میں اس طرح ذکر کیا تھا۔

غیبت زنا سے بڑا گناہ ہے:

۷۱:۔ ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے ابوسعید و جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غیبت زنا سے زیادہ سخت ہے آپ نے فرمایا ایک آدمی زنا کرتا ہے پھر توبہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیتے ہیں اور غیبت والے کی مغفرت نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ آدمی اس کو معاف نہ کردے جس کی غیبت کی ہے۔

۷۲:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا غیبت زیادہ سخت ہے زنا سے کہ زنا والا توبہ کرسکتا ہے اور غیبت کرنے والے کے لئے کوئی توبہ نہیں۔

۷۳:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے غیاث بن کلوب الکوفی کے طریق سے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ مبغوض اور ناپسند کرتے ہیں گوشت والے گھر کو تو میں نے مطرف سے پوچھا کہ گوشت والے گھر سے کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ گھر جس میں لوگوں کی غیبت کی جاتی ہوں اور اسی سند کے ساتھ انہوں نے اپنے والد سے یہ بھی بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو پچھنے لگانے والے کے سامنے تھا اور یہ رمضان شریف کا مہینہ تھا اور وہ دونوں ایک آدمی کی غیبت کررہے تھے آپ نے فرمایا پچھنا لگانے والا اور جس کو پچھنا لگایا گیا دونوں روزے کو افطار کریں البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ غیاث مجہول ہے۔

۷٤:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے بڑھ کر سود خوری یہ ہے کہ اپنے بھائی کی عزت و آبرو میں دست درازی کرے۔

۷۵:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب کوئی آدمی کسی آدمی کی غیبت کرے تو اس کو خبر نہ دے لیکن اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔

۷٦:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے ضعیف سند کے ساتھ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ اس شخص سے معافی مانگے جس کی تو نے غیبت کی۔

۷۷:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے الشعب میں شعبہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ شکایت کرنا (کسی حاکم کے سامنے) اور تحذیر غیبت میں سے نہیں ہے۔

۷۸:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ جن کی کوئی غیبت نہیں ہے۔ ظالم بادشاہ اور فاسق جس کا فسق کھلا ہوا اپنے فسق کے سبب اور بدعت میں مبتلا ہونے والا جو لوگوں کو اپنی بدعت کی طرف بلاتا ہے۔

۷۹:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اہل بدعت کی کوئی غیبت نہیں۔

۸۰:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے زید بن اسلم رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ بلاشبہ غیبت اس آدمی کی ہے جو گناہوں کے سبب ملعون نہ ہو۔

۸۱:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے (اور اس کو ضعیف کہا) انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے حیا کی چادروں ڈال دیں (یعنی حیا کا پردہ اتار دیا) اس کی بھی کوئی غیبت نہیں ہے۔

۸۲:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے (اس کو ضعیف کہا) اور بہز بن حکیم رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو فاجر کے ذکر سے ڈرتے ہو جو اس میں عیوب ہیں ان کو بیان کرو تا کہ لوگ اس کو پہچان لیں اور لوگ اس سے بچیں۔

جن لوگوں کی غیبت حرام نہیں:

۸۳:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے حسن بصری رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کی غیبت کرنا حرام نہیں۔ ایسا فاسق جس کے فسق پر لعنت کی گئی ہو اور ظالم حکمران اور بدعت والا جس پر بدعت کی وجہ سے لعنت کی گئی۔

۸۴:۔ الحکیم الترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک بندہ قیامت کے دن لایا جائے گا ایک پلڑے میں اس کی نیکیاں رکھی جائیں گی اور دوسرے پلڑے میں برائیاں رکھی جائیں گی تو برائیاں بڑھ جائیں گے پھر ایک کاغذ کا پرزہ لایا جائے گا وہ نیکیوں کے پلڑے میں رکھا جائے گا تو اس کی وجہ سے نیکیاں بھاری ہو جائیں گی تو وہ عرض کرے گا اے میرے رب کاغذ کا ٹکڑا کیا ہے، میں نے جو اپنے لئے دن اور رات میں عمل کئے تھے اسے میں نے پالیا ہے تو اس کو یہ بتایا جائے گا یہ وہ ہے جو تیرے بارے میں کہا گیا حالانکہ تو ان سے بری ہے پس اسی کے سبب وہ نجات پا جائے گا۔

۸۵:۔ الحکیم الترمذی نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کسی بری الذمہ آدمی پر بہتان لگانا آسمانوں سے زیادہ بھاری ہے۔ (تفسیر درمنثور، سورہ حجرات، بیروت)

4889- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنَا ضَمْضَمُ بْنُ زُرْعَةَ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، وَكَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ وَعَمْرِو بْنِ الْأَسْوَدِ، وَالْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، وَأَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْأَمِيرَ إِذَا ابْتَغَى الرِّيبَةَ فِي النَّاسِ أَفْسَدَهُمْ

❀❀ حضرت عمرو بن اسود رضی اللہ عنہ، حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”بے شک امیر اگر الزامات کی وجہ سے لوگوں کے بارے میں شک وشبہ کا شکار ہوگا تو انہیں خراب کر دے گا“

4890- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، قَالَ: أُتِيَ

4889-حديث حسن. وأخرجه البيهقي في "السنن" 8/ 333 من طريق المصنف، بهذا الإسناد. وأخرجه ابن أبي عاصم في "السنة" (1073)، والطحاوي في "شرح المشكل" (89)، والطبراني في "الكبير" (7515) و(7516) من طريق عن إسماعيل بن عياش، به. وزاد ابن أبي عاصم في الإسناد: ونفر من الفقهاء. وأخرجه الطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (88) من طريق سعيد بن سليمان، عن إسماعيل بن عياش، به. ولم يذكر في الإسناد جبير بن نفير. وأخرجه الحاكم في "المستدرك" 4/ 378 من طريق محمد بن عبد العزيز عن إسماعيل بن عياش، به. ولم يذكر في الإسناد عمرو بن الأسود. وأخرجه الطحاوي (90) من طريق بقية بن الوليد، عن إسماعيل بن عياش، به.

ابْنِ مَسْعُودٍ فَقِيلَ هٰذَا فُلَانٌ تَقْطُرُ لِحْيَتُهُ خَمْرًا. فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: إِنَّا قَدْ نُهِينَا عَنِ التَّجَسُّسِ وَلٰكِنْ إِنْ يَظْهَرْ لَنَا شَيْءٌ نَأْخُذْ بِهِ

⚙ زید بن وہب بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا اور کہا گیا: یہ فلاں شخص ہے، جس کی داڑھی سے شراب کے قطرے ٹپک رہے تھے، تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں ٹوہ لگانے سے منع کیا گیا ہے، البتہ جو چیز ہمارے سامنے ظاہر ہوگی، ہم اس کا مواخذہ کریں گے۔"

ظن اور گمان کے جواز اور عدم جواز کے محمل

امام محمد ابن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

شیطان آدمی کے دل میں بدگمانی ڈالتا ہے تو مسلمان کو چاہیے کہ وہ شیطان کی تصدیق نہ کرے اور اس کو خوش نہ کرے حتیٰ کہ اگر کسی کے منہ سے شراب کی بو آرہی ہو تو پھر بھی اس حد لگانا جائز نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے اس نے شراب کا ایک گھونٹ پی کر کلی کردی ہو یا کسی نے اس کو بہ جبراً شراب پلادی ہو اور اس کا احتمال ہے، تو وہ دل کے خون کو، اس کے مال کو اور اس کے متعلق بدگمانی کا حرام کردیا ہے، اس لئے جب تک وہ خود کسی چیز کا مشاہدہ نہ کرے یا اس پر دو نیک گواہ قائم نہ ہوجائیں اس وقت تک مسلمان کے متعلق بدگمانی کرنا جائز نہیں ہے اور جب اس طرح نہ ہو اور شیطان تمہارے دل میں کسی مسلمان کے متعلق بدگمانی کا وسوسہ ڈالے تو تم اس وسوسہ کو دور کرو اور اس پر جمے رہو کہ اس کا حال تم سے مستور ہے اور اس شخص کے حق میں نیک پر قائم رہنے اور گناہ سے باز رہنے کی دعا کرو اور شیطان کو ناکام اور نامراد کرکے اس کو غضب میں لاؤ۔ (احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص نیکی میں مشہور ہو تو اس کے متعلق بدگمانی جائز نہیں اور جو علانیہ گناہ کبیرہ کو مرتکب ہو اور فسق میں مشہور ہو اس کے متعلق بدگمانی کرنا جائز ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج۱۶ ص ۳۰۰، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام غزالی کا قول صائب اور صحیح ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۶۶ھ لکھتے ہیں:

جو گمان ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور نیک مسلمانوں کے متعلق برا گمان کیا جائے اور جس گمان کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جس حکم کے حصول کی دلیل قطعی میسر نہ ہو اور کسی معاملہ میں اس پر حکم نافذ کرنا مقصود ہو تو اس معاملہ میں ظن غالب پر عمل کرکے حکم نافذ کرنا واجب ہے، جس طرح ہم پر واجب ہے کہ ہم نیک مسلمانوں کی شہادت قبول کریں (اور ان کا نیک ہونا ظن غالب سے معلوم ہوگا) اور جنگل میں غور و فکر کرکے ظن غالب سے سمت قبلہ معلوم کرنا، اسی طرح اگر محرم نے کسی جانور کا شکار کرکے اس کو ہلاک کردیا اور شریعت میں اس جانور کی مقدار اور قیمت متعین نہیں ہے تو اس کا تاوان ادا کرنے کے لئے ظن غالب سے اس کی قیمت کو تعین کرنا۔ اس قسم کی مثالوں میں ہمیں ظن غالب کے تقاضے پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور جو ظن مباح ہے وہ یہ ہے کہ جب امام کو رکعات کی تعداد میں شک پڑ جائے تو وہ غور و فکر کرے اور جتنی تعداد پر ظن غالب ہو اس پر عمل کرے، اگرچہ دوبارہ نماز

پڑھنا افضل ہے اور جو ظن مستحب ہے وہ یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے متعلق نیک گمان کرے، خواہ لوگ اس کو بلا دلیل برا کہہ رہے ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

مسلمانوں کے عیوب تلاش کرنے کی ممانعت کا بیان

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: اور تجسس نہ کرو یعنی کسی مسلمان کے عیوب اور اس کی کوتاہیوں کو تلاش نہ کرو۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مسلمان کے ظاہر حال پر عمل کرو اور اس کے عیوب کو تلاش نہ کرو اور اللہ تعالیٰ نے جس مسلمان کے عیوب پر پردہ رکھا ہوا ہے اس کے پردہ کو چاک نہ کرو۔ حدیث میں ہے:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر تم لوگوں کے عیوب تلاش کرو گے تو تم ان کو خراب کر دو گے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۸۸)

زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس کی ڈاڑھی سے شراب چمک رہی تھی، حضرت ابن مسعود نے فرمایا: ہم کو تجسس کرنے سے منع کیا گیا ہے لیکن اگر ہمارے سامنے کوئی چیز ظاہر ہو گی تو ہم کے تقاضے پر عمل کریں گے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۹۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کے عیب پر پردہ رکھا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب پر پردہ رکھے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۴۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۹۰۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۹۳، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۶۳۲۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی شخص کے گمراہ ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ لوگوں میں وہ چیزیں دیکھے جو اس کو اپنے اندر نظر نہیں آتیں اور جو کام وہ خود کرتا ہے ان کاموں پر دوسروں کی مذمت کرے، اور لایعنی باتوں سے اپنے ہم نشین کو ایذاء پہنچائے۔ (الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۶۳۳۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کو بھول جاتا ہے۔ (الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۶۳۳۷، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۷۳۱، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۹۹)

عام لوگوں کے لئے لوگوں کے احوال کو تلاش کرنا ممنوع ہے لیکن حکومت داخلی اور خارجی معاملات کی حفاظت کے لئے جاسوسی کا محکمہ قائم کرے تو یہ جائز ہے۔ تو وہ غیبت نہیں ہے اور اگر اس کے متعلق ایسا عیب بیان کیا جائے جو اس میں نہیں ہے تو پھر وہ بہتان ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں، آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرو جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرتا ہے، کہا گیا: یہ بتائیں اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جس کو میں بیان کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: اگر تم جو عیب بیان کر رہے ہو وہ عیب اس میں ہو جب ہی تو وہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ عیب نہیں تو پھر وہ بہتان ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: 2589، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 4874)

بہتان اور تہمت ایک ہی چیز ہیں اس کی مثال وہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تھی، غیبت کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ غیبت کرنا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے، اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ (جن کو زنا کا اعتراف کرنے کے بعد رجم کر دیا گیا تھا) کے اصحاب میں سے دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ان میں سے ایک شخص نے کہا: دیکھو! اس شخص (حضرت ماعز) پر اللہ تعالیٰ نے پردہ رکھا تھا، اور اس شخص نے خود اپنی جان نہیں چھوڑی حتیٰ کہ اسے کتے کی طرح سنگسار کر دیا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا، پھر آپ روانہ ہوئے حتیٰ کہ آپ ایک مردہ گودھے کے پاس سے گزرے، آپ نے فرمایا: وہ فلاں، فلاں کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم یہاں ہیں، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: آؤ اور اس مردہ گدھے کو کھاؤ، انہوں نے کہا: یا نبی اللہ! اس کو، کون کھائے گا؟ آپ نے فرمایا: تم نے جو ابھی اپنے بھائی کی عزت پامال کی ہے وہ اس مردہ کو کھانے سے زیادہ سخت تھی اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! وہ تو اب جنت کے دریاؤں میں غوطے لگا رہا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 4428)

بَابٌ فِي السَّتْرِ عَلَى الْمُسْلِمِ

باب مسلمان کی پردہ پوشی کرنا

4891 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَشِيطٍ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ رَأَى عَوْرَةً فَسَتَرَهَا، كَانَ كَمَنْ أَحْيَا مَوْءُودَةً

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کسی کی پوشیدہ چیز دیکھے اور اس پر پردہ ڈال دے، تو وہ اس شخص کی مانند ہوگا، جس نے زندہ دفن کی جانے والی لڑکی کو بچا لیا''۔

مسلمان کی پردہ پوشی کرنے کی اہمیت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو آدمی دنیا کی سختیوں میں سے کسی مسلمان کی کوئی سختی اور تنگی دور کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن وہاں کی سختیاں اس سے دور کرے گا اور جس نے کسی مسمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندوں کی مدد کرتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی مسلمان کی مدد کرتا رہتا ہے اور جو آدمی علم کی تلاش میں کسی راستہ پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کے راستہ کو آسان کر دیتا ہے اور جب کوئی جماعت اللہ کے گھر میں قرآن پڑھتی پڑھاتی ہے تو اس پر تسکین نازل ہوتی ہے۔ رحمت الٰہی اس کو اپنے اندر چھپا لیتی ہے اور فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ اس جماعت کا ذکر ان (فرشتوں) میں کرتا ہے جو اس کے پاس رہتے ہیں اور جس نے عمل میں تاخیر کی آخرت میں اس کا نسب کام نہیں آئے گا۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 199)

اس حدیث سے اسلام کی اخلاقی تعلیمات کی عظمت وبرتری کا پتہ چلتا ہے، اسلام اپنی تعلیمات کے ذریعہ پوری انسانی برادری کے درمیان محبت ومروت، انسانی ہمدردی ورواداری، امداد ومعاونت اور حسن سلوک کی اعلیٰ روح پیدا کرنا چاہتا ہے تاکہ انسان اخلاق ومحبت کی ایک کڑی میں منسلک ہوکر پورے امن وسکون اور چین وراحت کے ساتھ حقوق عبدیت ادا کرسکیں۔ چنانچہ فرمایا جارہا ہے کہ اگر تم قیامت کے دن کی سختی سے بچنا چاہتے ہو تو تم اپنے بھائی کی خبرگیری کرو جو دنیا کی سختی میں پھنسا ہوا ہے، اگر اس پر کوئی سخت وقت آپڑا ہے تو اس کی مدد کرو۔ اگر وہ زندگی کی کسی الجھن میں پھنسا ہوا ہے تو اسے چھٹکارا دلاؤ۔

اگر وہ مصائب وتکلیف میں مبتلا ہے تو ان کو اس سے دور کرو۔ اس لئے کہ حسن سلوک کا یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر تم آخرت کی سختیوں سے نہایت آسانی کے ساتھ گزر جاؤ گے۔ اعلان کیا جارہا ہے کہ اگر تم دین ودنیا دونوں جگہ کی آسانیاں چاہتے ہو، اگر تم اس کے متمنی ہو کہ دنیا کی کامیابی وکامرانی تمہارے قدم چومے اور آخرت کی فلاح وسعادت تمہارے حصہ میں آئے تو اپنے اس بھائی کی مدد کرو جو تنگدست ہے۔

مفلسی وتلاشی کے جال میں پھنسا ہوا ہے، بے روزگاری وتباہ حالی کی چکی میں پس رہا ہے، مثلاً اگر وہ مقروض ہے اور اللہ نے تمہیں وسعت دی ہے تو اس کا قرض ادا کردو۔ اگر کوئی خود تمہارا مقروض ہے اور تم جانتے ہو کہ وہ قرض ادا کرنے پر قادر نہیں ہے تو تم اس کا قرض معاف کردو، اگر کوئی انتہائی تباہ حال وپریشان ہے تو اس کی مدد کرکے تنگدستی سے اسے چھٹکارا دلاؤ۔ اگر کوئی اپنی ناداری ومفلسی کی بناء پر اپنی کسی سخت ضرورت کو پورا نہیں کرسکتا تو تم اس کی اس ضرورت کو پورا کردو اور پھر دیکھو اللہ کی رحمت کس طرح بڑھ کر تمہیں اپنے دامن میں چھپاتی ہے۔

دنیا کی عزت وعظمت تمہارے قدموں میں کھیلتی نظر آئے گی اور زندگی کی ہر آسانی تمہارے لئے مہیا ہوگی اور نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی اللہ کی رحمت تمہارے ساتھ ہوگی، وہاں کی ہر سختی اور ہر آزمائش میں تمہارا ہی حسن سلوک مددگار ومعاون ہوگا اور تم وہاں کے ہر امتحان میں کامیاب رہو گے۔ اسی طرح فرمایا گیا ہے کہ اگر تم دنیا وآخرت میں اپنے عیوب کی پردہ پوشی چاہتے ہو تو تم دنیا میں اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرو۔ یعنی کسی کے عیب کو لوگوں کے سامنے بیان کرکے اسے رسوا اور ذلیل نہ کرو۔ اگر کسی سے کوئی گناہ سرزد ہوگیا ہے تو اسے لوگوں کے سامنے ظاہر کرکے اور برسرعام اچھال کے اسے شرمندہ نہ کرو کیونکہ یہ اللہ کا معاملہ ہے وہ اگر چاہے گا تو اسے دنیا ہی میں یا آخرت میں سزا دے دے گا ورنہ اپنی رحمت سے اسے معاف کردے گا۔

یا پردہ پوشی کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اپنی ناداری ومفلسی کی بنا پر لباس کی نعمت سے محروم ہے اور اتنا تنگدست وغریب ہے کہ اپنے ستر کو بھی نہیں چھپا سکتا تو چاہئے کہ اپنے اس نادار بھائی کی ستر پوشی کرے اس لئے کہ جو اپنے بھائی کی ستر پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا میں اور قیامت میں اس کے عیوب اور گناہوں کی پردہ پوشی فرمائے گا اور آخر میں عمومی طور پر یہ کلیہ بتادیا گیا ہے کہ جب تک کوئی بندہ اپنے کسی بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے اور اللہ کی مخلوق کی خبرگیری میں مصروف رہتا ہے تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت رہتی ہے۔ حدیث میں طلب علم اور طالب علم کی فضیلت بھی ظاہر فرمائی جارہی ہے۔

ارشاد ہو رہا ہے کہ جو آدمی علم دین کے حصول کے لئے اپنے وطن وشہر کو چھوڑ کر عزیز واقارب سے جدا ہو کر اور عیش وآرام

پر لات مار کر حصول علم کے جذبہ سے باہر نکلتا ہے اور تلاش علم کے لئے راہ مسافرت پر گامزن ہوتا ہے تو رب قدوس اس کی ریاضت ومشقت اور جان کاہی و پریشانی کی وجہ سے اس پر بہشت کی راہ آسان کر دیتا ہے یعنی طالب علم کی کوششوں کے صلہ میں اسے جنت میں داخل کیا جائے گا یا یہ کہ اسے خداوند کی جانب سے اس عظیم سعادت کی توفیق ہوگی کہ اس نے جس علم کی تلاش میں اتنی مصیبتوں اور پریشانیوں کو برداشت کیا اس پر وہ نیک عمل بھی کرے جو جنت میں داخل ہونے کا سبب اور باعث ہے۔

اسی طرح جو لوگ مساجد و مدارس میں حصول علم میں منہمک ہوتے ہیں اور قرآن کے علوم و معارف سے استفادہ کرنے اور دوسروں کو پڑھانے میں مشغول ہوتے ہیں ان پر اللہ کی جانب سے بے پایاں رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان پر اللہ کی جانب سے تسکین کا نزول ہوتا ہے یعنی طالب علم کے سلسلہ میں ان کے اندر خاطر جمعی اور دل بستگی ودیعت فرمائی جاتی ہے جس کی وجہ سے ان کے قلوب دنیا کے عیش و عشرت، راحت و آرام اور غیر اللہ کے خوف و ڈر سے پاک صاف ہو کر ہر وقت اللہ کی طرف لولگائے رہتے ہیں اور ان کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے دل نور الٰہی کی مقدس روشنی سے جگمگا اٹھتے ہیں نیز فرشتے ان کی عزت و توقیر کرتے ہیں اور فرط عقیدت سے ان لوگوں کو گھیرے رہتے ہیں اور پھر رب قدوس اس مقدس جماعت کا تذکرہ جو درس وتدریس میں مشغول ہوتی ہے اپنے ان فرشتوں کے درمیان کرتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں یہ اس جماعت کی انتہائی عظمت وفضیلت کی دلیل ہے۔

آخر حدیث میں اس طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ آخرت کی کامیابی و کامرانی اور فلاح وسعادت کا دار و مدار عمل پر ہے۔ اگر دنیا میں عمل خیر میں کوتاہی نہیں تو آخرت میں عزت وعظمت کا حقدار ہوگا اور دنیا میں کسی نے عمل میں کوتاہی کی اگر چہ وہ دنیا میں کتنا ہی با اقبال و با عظمت کیوں نہ رہا ہو اور کتنا ہی بڑا حسب ونسب والا کیوں نہ ہو آخرت میں اس سے باز پرس ہوگی اور وہاں دنیا کی عالی نسبی اور وجاہت کچھ کام نہیں دے گی بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست (یعنی اے جامی) جب تم اسیر عشق ہو گئے تو حسب ونسب کے چکر میں نہ پڑو کیونکہ اس راہ میں فلاں ابن فلاں کوئی چیز نہیں ہے۔

4892 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَشِيطٍ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الْهَيْثَمِ يَذْكُرُ أَنَّهُ سَمِعَ دُخَيْنًا كَاتِبَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: كَانَ لَنَا جِيرَانٌ يَشْرَبُونَ الْخَمْرَ فَنَهَيْتُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوا، فَقُلْتُ لِعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ: إِنَّ جِيرَانَنَا هَؤُلَاءِ يَشْرَبُونَ الْخَمْرَ وَإِنِّي نَهَيْتُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوا، فَأَنَا دَاعٍ لَهُمُ الشُّرَطَ، فَقَالَ: دَعْهُمْ، ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَى عُقْبَةَ مَرَّةً أُخْرَى فَقُلْتُ: إِنَّ جِيرَانَنَا قَدْ أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا عَنْ شُرْبِ الْخَمْرِ وَأَنَا دَاعٍ لَهُمُ الشُّرَطَ، قَالَ: وَيْحَكَ دَعْهُمْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ مُسْلِمٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ لَيْثٍ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: لَا تَفْعَلْ وَلَكِنْ عِظْهُمْ وَتَهَدَّدْهُمْ

❁❁ دخین، جو حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے نائب تھے، وہ بیان کرتے ہیں: ہمارے کچھ پڑوسی تھے، جو شراب پیتے

تھے، میں نے انہیں منع کیا، لیکن وہ باز نہیں آئے، میں نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے کہا: ہمارے یہ پڑوسی شراب پیتے ہیں، میں نے انہیں منع کیا ہے، لیکن یہ باز نہیں آتے، اب میں ان کے لیے کوتوال کو بلوانے لگا ہوں، تو حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم انہیں کرنے دو۔ پھر میں دوبارہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: ہمارے پڑوسیوں نے شراب پینے سے باز آنے سے انکار کر دیا ہے، تو اب میں ان کے لیے کوتوال کو بلاتا ہوں، تو حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو، تم انہیں چھوڑ دو، کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے

(اس کے بعد راوی نے مسلم کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت نقل کی ہے)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہاشم بن قاسم نے لیث کے حوالے سے اس روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

"تم ایسا نہ کرو، بلکہ تم انہیں وعظ ونصیحت کرو اور انہیں دھمکی دو"

بَابُ الْمُؤَاخَاةِ

باب: بھائی چارہ (قائم کرنا)

4893 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يُسْلِمُهُ، مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ فَإِنَّ اللهَ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، وہ اسے اس کے حال پر نہیں چھوڑتا، جو شخص کسی بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے، اور جو شخص کسی مسلمان سے تکلیف کو دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکلیف دور کرے گا، اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا"۔

اجسام وارواح کی باہمی محبت والفت کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روحیں جسموں میں داخل کئے جانے سے پہلے لشکر کی طرح ایک جگہ مجتمع تھیں اور پھر ان کو الگ الگ کر کے ایک ایک جسم میں داخل کیا گیا چنانچہ جسموں میں داخل ہونے سے پہلے جو روحیں ایک دوسرے کے صفات سے مناسبت ومشابہت رکھنے کی وجہ سے آپس میں مانوس ومتعارف تھیں وہ جسموں میں پہنچنے کے بعد اس دنیا میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ محبت والفت رکھتی ہیں اور جو روحیں ایک دوسرے سے انجان ونامانوس تھیں وہ اس دنیا میں بھی اختلاف رکھتی ہیں۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 933)

جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ دنیا میں اب تک جتنے اجسام پیدا ہو چکے ہیں یا قیامت تک جتنے پیدا ہوں گے ان سب کی روحیں اپنے جسمانی وجود سے بھی بہت پہلے پیدا کی جا چکی تھیں جو عالم ارواح میں جمع ہیں اور دنیا میں جب کسی روح کا جسم پیدا ہوتا ہے تو وہ روح اس جسم میں بھیج دی جاتی ہے چنانچہ ابتداء خلقت میں اور روز ازل اللہ نے اپنی ربوبیت کا عہد اقرار کرنے کے لئے جب پوری کائنات انسانی کی روحوں کو چیونٹیوں کی صورت میں جمع کیا تو اس وقت وہاں جو روحیں آپس میں ایک دوسرے سے مانوس و متعارف ہوئیں اور جن روحون کے درمیان صفات کی مناسبت اور موانست پیدا ہوئی یا جو روحیں آپس میں نامانوس ہو چکی اور جن روحوں کے درمیان اختلاف وتفرقہ رہا وہ دنیا میں بھی اپنے اجسام میں آنے کے بعد آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت و موانست ایک دوسرے کی صفات سے مناسبت ومشابہت رکھتے ہیں۔

لہٰذا جیسے نیک لوگ اور اچھے ہوتے ہیں وہ نیک اور اچھے لوگوں سے محبت تعلق رکھتے ہیں اور جو لوگ فاسق اور بدکار ہوتے ہیں وہ فاسقوں اور بدکاروں کے محبت تعلق رکھتے ہیں یا جو لوگ ایس دنیا میں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اختلاف وعناد رکھتے ہیں جیسے نیک لوگ برے لوگوں سے اجتناب کرتے ہیں اور برے لوگ نیک لوگوں سے اختلاف کرتے ہیں تو وہ دراصل اپنی روحوں کے ازلی اتحاد وموانست یا اختلاف کا مظہر ہیں روز ازل جن روحوں میں محبت وموانست تھی ان کے درمیان دنیا میں بھی محبت و موانست ہے اور جن روحوں میں وہاں اختلاف تھا وہ یہاں بھی اختلاف وعناد رکھتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ روحوں کے درمیان جو روز ازل جو تعارف وتعلق پیدا ہو گیا تھا اس کا ظہور دنیا میں الہام الٰہی کے سبب ہوتا ہے بایں طور کہ جب روحیں اس دنیا میں اپنے جسموں میں آتی ہیں تو اللہ ان کی وہاں روز ازل کی محبت کے سبب یہاں دنیا میں بھی ان لوگوں کے دل میں محبت ڈال دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے محبت کرتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت رکھتا ہے یعنی جب وہ اپنے بندوں میں کسی بندے کے تئیں اپنی خوشنودی کو ظاہر کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو جبرائیل کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت رکھتا ہوں تم بھی اس سے محبت رکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرائیل یہ سن کر اس بندے سے محبت رکھتے ہیں اور پھر وہ اللہ کے حکم سے آسمان میں یہ اعلان کرواتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت رکھتا ہے تم سب بھی اس بندے سے محبت رکھو چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور پھر اس بندے کے لئے زمین میں مقبولیت ہو جاتی ہے یعنی زمین والوں کے دلوں میں بھی اس کی محبت ڈال دی جاتی ہے اور تمام جن وانس اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے نفرت کرتا ہے تو جبرائیل کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں شخص سے نفرت کرتا ہوں تم بھی اس سے نفرت کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل بھی اس سے نفرت کرنے لگتا ہے چنانچہ آسمان والے بھی اس شخص سے نفرت کرنے لگتے ہیں یہاں تک اس شخص کے لئے زمین میں بھی عداوت ونفرت رکھ دی جاتی ہے جس کی وجہ سے تمام جن وانس اس شخص سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 934)

اللہ تعالیٰ کا کسی بندے کو دوست محبوب رکھنے کا مطلب دراصل اس بندے پر حق تعالیٰ کی طرف سے خیر وبھلائی اور ہدایت و

فلاح کی بارش ہونا اور اس پر رحمت الٰہی کا نازل ہونا ہے اسی طرح اللہ کا کسی شخص سے نفرت کرنا گویا اس شخص کو عذاب میں مبتلا کرنے کی ارادہ الٰہی کو ظاہر کرنا، اس سے حق ہدایت کی توفیق کسی بندے کے حق میں ان کی محبت کو دو صورتوں پر محمول کیا جاسکتا ہے، ایک تو یہ کہ وہ اس بندے کے حق میں استغفار کرتے ہیں اس کی مدح وتعریف کرتے ہیں اور اس کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے ہیں دوسرے یہ کہ محبت کے وہی ظاہری معنی مراد ہیں جو عام طور پر مفہوم ہوتے ہیں یعنی ان کے دل میں اس بندے کی طرف مائل ہوتے ہیں اور اس سے ملاقات کا اشتیاق رکھتے ہیں۔

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ دوسری صورت یعنی محبت کو اس کے اپنے ظاہر معنی پر محمول کرنا زیادہ صحیح ہے کیونکہ جب کسی لفظ کو اس کے پہلے حقیقی معنی پر محمول کرنا صحیح ہو تو مجازی معنی مراد لینا غیر موزوں ہے علاوہ ازیں محبت کو اس کے حقیقی معنی پر محمول کرنے کی صورت میں پہلے معنی یعنی اس بندے کے حق میں جبرائیل اور فرشتوں کا دعا استغفار اور مدح تعریف کرنا ضمنی طور پر خود بخود تحقق ہو جاتے ہیں۔ (مرقات شرح مشکوۃ، بیروت)

بَابُ الْمُسْتَبَّانِ

باب گالی گلوچ کرنے والے (دو افراد کا تذکرہ)

4894 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِي مِنْهُمَا مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
"گالی گلوچ کرنے والے دو افراد جو کچھ بھی کہتے ہیں، تو اس کا وبال ان میں سے پہل کرنے والے شخص پر ہوتا ہے، جب تک مظلوم زیادتی نہیں کرتا"

گالی کے فسق اور گناہ ہونے کا بیان

حدیث میں آتا ہے: "سباب المسلم فسوق" مسلمان کو گالی دینا فسق اور گناہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے: "لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحشا ولا متفحشا" حضور صلی اللہ علیہ وسلم فطری طور بد گو تھے نہ بہ تکلف بد گو تھے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوش گو اور خوش کلام تھے۔

گالی گلوچ معاشرہ کے لیے ایک بڑی خطرناک برائی ہے، بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ معمولی معمولی، ناگوار کاموں کی وجہ سے گالی گلوچ پر اتر آتے ہیں۔ گالی دینا ان کی بری عادت ہوتی ہے اور اسی عادت میں اتنی دور تک چلے جاتے ہیں کہ بعض اوقات انتہائی فحش گالیاں ان کی زبان سے اور منہ سے نکلتی ہیں، لیکن ان کو احساس تک نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عادت والا کام بڑی آسانی اور سہولت کے ساتھ ایسے لوگوں سے صادر ہوتا ہے، اس کے لیے کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ گالیاں ایسے لوگ

ر لیے دیتے ہیں کہ اپنی انا کی تسکین کے ساتھ اپنے خیال میں دوسرے لوگوں کی مرمت اور علاج بھی اس گالی میں سمجھتے ہیں۔ اگر گالی دینے والے کو جواب نہ ملے تو گالی دینے والا اس کو اپنی برتری سمجھتا ہے اور اس کے نفس اور انا کو سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ دوسروں کو گالیاں ان کو تکلیف اور ایذا پہنچانے کے لیے دیتے ہیں۔ بعض لوگ دوسروں کو ایذا کی خاطر گالیاں تو نہیں دیتے، لیکن ان کی عادت کچھ ایسی بن گئی ہوتی ہے کہ گویا گالی ان کی غذا ہے، بات بات میں اور عام گپ شپ میں ہر ایک کو گالی دے کر پکارتے ہیں، یہ بھی بری عادت ہے۔ کیوں کہ اسلامی تعلیمات کا تعلق تو خوش اخلاقی کے ساتھ ہے۔ خوش اخلاقی کے کام تو بہت ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ انسان بااخلاق اور خوش اخلاق ہے، لیکن خوش اخلاقی کا سب سے بڑا تعلق منہ، زبان اور گفت گو کے ساتھ ہے۔ انسان اپنی زبان کھولتا ہے تو فوراً دوسروں کو پتہ چل جاتا ہے کہ خوش اخلاق ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں کے بارے میں پتہ نہیں چلتا کہ منہ پھٹ ہے یا نہیں؟ جب بھی کوئی موقع بن جائے تو اس وقت پتہ چلتا ہے، مثلاً کسی بات پر غصہ آیا تو پھر گفت گو سے پتہ چلتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ منہ اور زبان کو کنٹرول میں رکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ہر حالت میں حق اور سچ بات نکلتی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثاء اور خواص کو بھی اپنی زبان کنٹرول میں کرنی چاہیے، کبھی انسان مغلوب الحال ہو جاتا ہے، لیکن عقل اور ہوش باقی ہوتا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ جب کبھی کوئی اپنے سے کم تر پر غصہ کی حالت میں اس کو برا بھلا کہتا ہے اگر اسی حالت میں غصہ کرنے والے کے سامنے اس سے کوئی بڑا علم و فضل والا یا عہدے والا آجائے تو فوراً اس کا غصہ کافور ہو جاتا ہے، معلوم ہوا کہ عقل ہوشیار ہے۔ تمام آفات کا تعلق زبان کے ساتھ ہے۔ بڑے بڑے جرائم کی ابتدا زبانی تکرار اور معمولی گالی گلوچ سے ہوتی ہے۔

گالی کی حقیقت

گالی کیا ہے؟ غصہ کی حالت میں یا بغیر غصہ کے کسی کو کوئی ایسی نامناسب بات کہہ دینا، جس کو تقریباً سب لوگ پسند نہیں کرتے۔ مثلاً کسی کو براہ راست برے قول یا فعل کی طرف منسوب کرنا یا کسی کے متعلقین میں سے کسی کے بارے میں غلط بات کہہ دینا۔ مثلاً کسی کے ماں باپ یا بیوی کو برا بھلا کہنا۔ عام طور پر حیوانات کے نام کے ساتھ گالیاں ایجاد ہوئی ہیں، مثلاً کتا، گدھا، بیل اور گیدڑ وغیرہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض انسانوں کی اندر کی صفات مسخ ہو جاتی ہیں، صحیح انسانی صفات اور اخلاق کی بجائے ان میں حیوانی صفات پرورش پا لیتی ہیں۔ یعنی اس کے اندر درندگی اور زہریلا پن پیدا ہو جاتا ہے، پھر معاشرے میں جو کردار ادا کرتا ہے، اس میں درندگی اور زہریلا پن ہوتا ہے، بہ ظاہر انسان ہوتا ہے، اندر سے سانپ بچھو یا کوئی درندہ ہوتا ہے۔ اگر اندر سے اس بگڑے ہوئے انسان کو برا بھلا کہا جائے تو یہ بھی برداشت نہیں کرتا۔ حیوانات میں ہر نوع کی فطری اور نوعی اوصاف اور صفات ہوتی ہیں، کسی حیوان کی نوعی صفات میں سے کسی انسان کے لیے کوئی صفت ثابت کرنا یا اس کے ساتھ پکارنا گالی بن جاتا ہے۔

گالی دینے والے کی حیثیت مجروح ہونا

گالی دینے والا تو اپنے تئیں اپنی برتری ثابت کرتا ہے، اپنی انا کو تسکین دیتا ہے، بہت سے لوگ اس زعم میں مبتلا ہوتے ہیں کہ میں بڑا زور آور ہوں، کسی کو گالی دے دوں تو اس کی کیا مجال کہ جواب دے، لوگ اس سے دب یا ڈر جاتے ہیں، پھر اس کے

سامنے کوئی بولتا نہیں۔ گالی دینے والے کو سوچنا چاہیے کہ گالی کے اثرات کیا ہیں؟ کبھی تو جس کو گالی دی جاتی ہے وہ طیش میں آ کر کسی قسم کی جوابی کارروائی کر سکتا ہے یا پھر کسی موقع کی تلاش میں رہتا ہے، گالی دینے والا اپنے دشمن زیادہ کر دیتا ہے، خود کو معاشرہ میں بداخلاقی کے نام سے متعارف کروا دیتا ہے۔ لوگوں کی نظر میں اس کی حیثیت گر جاتی ہے۔ خاص کر بڑے بڑے عہدے والوں اور صاحب حیثیت لوگوں کو بہت محتاط رہنا چاہیے۔ مثلاً استاذ، والدین، مرشد اور علمائے کرام وغیرہ ہرگز کسی کو گالی نہ دیں، نہ سامنے اور نہ پیٹھ پیچھے۔ بعض لوگ کسی کو سامنے گالی نہیں دے سکتے، جن کو گالی دینا ہو وہ چلا جائے یا خود دور چلا جائے تو گالیاں بکنا شروع کر دیتا ہے، یہ بھی گناہ ہے۔ ضروری نہیں کہ جس کو گالی دے رہا ہے وہ سن بھی رہا ہو اور لوگ تو سن رہے ہیں کہ فلاں کو گالیاں دے رہا ہے۔ بعض اوقات سننے والے اس بندے کو اطلاع کر دیتے ہیں جس کو گالیاں دی تھیں۔ اس کو جب پتہ چلتا ہے تو انتقامی کارروائی پر اتر آتا ہے۔

الحاصل گالی کسی بھی حالت میں نہیں دینی چاہیے، کیوں کہ اس کے اثرات کسی بھی وقت ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی وجہ سے اثرات ظاہر نہ ہونے پائیں تو گناہ والی حیثیت تو کبھی بھی ختم نہیں ہوتی، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق یعنی گناہ ہے۔

بڑے لوگوں کی حیثیت تو بہت جلد مجروح ہو جاتی ہے۔ بڑے لوگوں کا معاشرہ میں ایک نام ہوتا ہے، لوگوں کے دلوں میں قدر و منزلت ہوتی ہے لیکن گالی دینے کے ساتھ اس کی حیثیت دھڑام سے نیچے آ گرتی ہے۔ لوگوں کی نظروں میں گر جاتا ہے۔ اگر گالی دینے والا صرف یہ سوچے کہ میری ~~گالیوں سے~~ خود میری حیثیت مجروح ہوتی ہے، لوگوں کی نظروں میں گر رہا ہوں تو شاید اس کے علاج کے لیے یہی کافی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: فاصبر ان وعد اللہ حق ولا یستخفنك الذین لا یوقنون

ترجمہ: سو آپ صبر کیجیے، بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور بد یقین لوگ آپ کو خفیف نہ کرنے پاویں۔

یستخفنك خفت سے ہے، خفت کا معنی ہیں: ہلکا اور سبک ہونا۔ جو آدمی طیش میں آ جائے اس کو بھی خفیف کہتے ہیں اور جس میں وقار ہو اس کو ثقیل کہتے ہیں۔

علامہ زمخشری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ولا یحملنك علی الخفة والقلق جزعا بما یقولون ویفعلون" یعنی یہ بد یقین لوگ اپنے قول اور فعل کے ساتھ آپ کو خفت اور قلق کی طرف نہ لے جائیں۔

میں اس آیت کے بارے میں سوچتا ہوں تو ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ کفار اور اغیار یعنی بد یقین لوگ اپنے قولی اور فعلی ایذا کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طیش میں لانے کی کوشش کرتے تھے۔ تاکہ طیش میں آ کر آپ ان کو زبان سے کچھ نہ کچھ نامناسب جملہ کہیں، جس سے آپ کی عالی شان مجروح ہو جائے، کفار کی کوشش یہی تھی کہ آپ کی بلند و بالا شان کسی نہ کسی طرح مجروح ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے آپ کی عالی شان کے دفاع کے لیے آپ کو مطلع کر دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو آپ طیش میں آ کر بے برداشت ہو جائیں اور کوئی نامناسب بات یا جملہ آپ کی زبان پر آ جائے تو اس کی وجہ سے آپ کی شان گویا باوجود ثقیل اور باوقار ہونے کے خفیف اور سبک ہو جائے گی۔ حالاں کہ آپ رفیع الشان ہیں۔ خفیف اور ہلکی باتوں سے ثقیل اور باوقاری آدمی خفیف اور

رہبک ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح مبلغین اور مصلحین کو بھی اس بات کا بہت اہتمام کرنا چاہیے کہ کہیں زبان پر نامناسب جملے یا گالی وغیرہ نہ آئے، ورنہ شان گھٹ جائے گی۔ خاص کر علماء کرام کو بہت احتیاط کرنی چاہیے کیوں کہ اب انبیائے کرام اور رسول نہیں آتے، یہی علماء ان کے نائب اور قائم مقام اور لوگوں کے راہ نما ہیں، اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھیں، کفار اور اغیار ان کو غصہ میں لانے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو اپنی زبان اور قلم شائستہ رکھنا ہوگا، کسی کو گالی نہ دیں، برا بھلا نہ کہیں، نہ زبان سے اور نہ قلم سے۔ کیوں کہ بڑے اور باوقار لوگوں کو ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح ان کا وقار گھٹ جاتا ہے، حالاں کہ ان کو وقار میں رہنا چاہیے۔

بعض لوگ بعض مخصوص افراد کو چھیڑنے اور چڑانے کے لیے کوئی لفظ استعمال کرتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ آدمی فوراً غلیظ غلیظ گالیاں بکنا شروع کر دیتا ہے۔ ہم نے کئی ایسے افراد کو دیکھا ہے۔ اس کا گناہ ایک طرف، اگر گالیاں بکنے والے کو گناہ ملتا ہے تو دوسری طرف ان کو بھی بڑا گناہ ملتا ہے جو اس گناہ پر ابھارتے ہیں۔ جب کسی کو چڑا کر اس کو گالیاں بکنے کا موقع دیتے ہیں تو سننے والے اس کی غلیظ گالیوں سے محظوظ ہوتے ہیں، یہ کوئی اچھا کام نہیں۔ اکوڑہ خٹک بازار میں ایک لنگڑا تھا، اس کو ایک مخصوص لفظ کے ساتھ لوگ چھیڑتے، پھر وہ جو غلیظ اور فحش گالیاں دیتا، ایسی گالیاں میں نے زندگی بھر نہیں سنیں۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں، یوں لگتا تھا کہ اس کا ذہنی توازن مکمل درست نہ تھا، لیکن مکمل پاگل بھی نہیں تھا۔

ہمارے ایک رشتہ دار تھے، بچپن کے زمانہ میں، میں نے ان کو بڑھاپے کے زمانے میں دیکھا ہے، بڑے سادہ آدمی تھے، نمازی اور دین دار تھے، ان کو بھی بچے چھیڑتے تو وہ زبان سے ایک جملہ کہتے "شیطان کی دُم" یہ بھی نہ کہتے کہ تو شیطان کی دُم ہے بس ویسے ہی کہہ دیتے شیطان کی دُم۔ آج میں سوچتا ہوں تو ان کی سادہ اداؤں اور اس جملہ پر بڑا رشک آتا ہے کہ کتنا عجیب جملہ ہے، گالی تو اس لیے نہیں کہ یہ جملہ کسی کی طرف منسوب کر کے نہیں کہتے کہ تو مثلاً شیطان کی دم ہے، ویسے ہی مرکب لفظ اپنے ساتھ دہرا دیتے اور وہ بھی بار بار نہیں، بلکہ صرف ایک بار کہہ دیتے۔

گھروں میں گالی گلوچ

بے شمار گھروں میں گالی گلوچ کا عام استعمال ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ گھر کا سربراہ تو کسی سے ڈرتا نہیں، نہ خوف نہ ملامت ہے اس لیے بڑے دھڑلے سے ماتحتوں کو گالیاں دیتا ہے۔ عموماً بچوں کو معمولی معمولی غلطیوں پر گالیاں دینے سے گھر کے ماحول پر بڑے برے اثرات پڑتے ہیں۔ گھر کے بچے ایسی گالیاں سیکھ کر بہن بھائی معمولی معمولی باتوں اور رنجشوں پر ان کو دہراتے ہیں۔ تجربہ ہو چکا ہے جو گالی گھر کا سربراہ تکیہ کلام کے طور پر استعمال کرتا ہے، اس کے زیر تربیت افراد بھی وہی گالی دیتے ہیں پھر وہی بچے یہ گالی باہر دوسرے بچوں کو معمولی معمولی خفگیوں پر دیتے ہیں۔ اس طرح گالیاں گھر سے نکل کر باہر معاشرہ میں پھیل جاتی ہیں۔ باہر سے پھر اور بچے ان گالیوں کو اپنے گھروں کی طرف منتقل کر دیتے ہیں، جن میں گالیوں کا رواج نہیں ہوتا۔ بہت سے والدین کو شکایت ہوتی ہے کہ ہمارے گھروں میں یہ گالیاں کہاں سے آگئیں؟ ان بچوں نے یہ گالیاں کہاں سے سیکھیں؟ یہ نہیں سوچتے کہ ان گالیوں کی ابتدا خود ہم نے کی۔

گالیوں سے دفاع

گالیاں دینے والا یہ سوچے کہ اگر گالی دینے سے ایک طرف اس کی انا کی تسکین ہے تو دوسری طرف خود اس کی حیثیت بھی گرادیتی ہے۔ لوگوں کی نظروں سے گر کر انتہائی حقیر بن جاتا ہے۔ لہٰذا گالیاں دینا خود اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے۔ اس طرح یہ بھی سوچیں کہ گالیاں دینے والے کی معاشرہ میں عزت نہیں ہوتی، بلکہ بدنام ہو جاتا ہے۔ حالاں کہ کوئی بھی نہیں چاہتا کہ اس کی عزت معاشرہ میں گر جائے۔ ہمت سے کام لے کر خود کو زبردستی گالیوں سے روکنا ہوگا۔ عموماً نیک لوگ گالیاں نہیں دیتے۔ اس لیے کہ ان کی زبان ہر وقت نیک باتوں اور ذکر و تلاوت میں مشغول ہوتی ہے۔ ایسی پاک زبان کو پلید نہیں کرتے۔ گالیوں سے بچنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ذکر کرے اور ہر موقع کی مسنون دعا پڑھے اور خود یہ فیصلہ کرے کہ آئندہ کسی کو گالی دی تو اتنی رقم صدقہ کروں گا۔ اس کے ساتھ نفس کی اصلاح ہوتی ہے اور جس گناہ میں مبتلا ہے اس سے چھٹکارا بھی ملے گا۔

گالی کا علاج

غصہ کے وقت "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" پڑھے، غصہ ختم ہو جائے گا۔ جن کی عادت گالیاں دینے کی ہو ان کو چاہیے کہ استغفار زیادہ کرے، حصن حصین میں ہے: "شکوت الی رسول اللہ ذرب لسانی، فقال این انت من الاستغفار؛ انی لاستغفر فی کل یوم مائۃ مرۃ"

ایک صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بدکلامی کی شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ سے استغفار کہاں کھو گیا؟ میں روزانہ سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

معلوم ہوا کہ بدگوئی، فحش گوئی اور بدکلامی کا علاج روزانہ سو مرتبہ استغفار کرنا ہے۔

بَابٌ فِي التَّوَاضُعِ

باب: تواضع کا بیان

4895 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنِ الْحَجَّاجِ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ، أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لَا يَبْغِيَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ وَلَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ

❁❁ حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے میری طرف یہ وحی بھیجی ہے کہ تم لوگ تواضع اختیار کرو، جب تک کوئی شخص کسی دوسرے پر ظلم نہیں کرتا اور کوئی شخص کسی دوسرے کے سامنے فخر کا اظہار نہیں کرتا"۔

عاجزی کے سبب آخرت مرتبہ بلند ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صدقہ دینا مال میں کمی نہیں کرتا در جو شخص

کسی کی خطا معاف کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ کرتا ہے نیز جو شخص اللہ کے لئے تواضع و عاجزی اختیار کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 389)

یہاں تین باتیں بتائی جارہی ہیں ایک تو یہ کہ اپنے مال میں سے کچھ حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اگرچہ ظاہری طور پر مال میں کمی و نقصان کا سبب ہوتا ہے۔ مگر حقیقت میں صدقہ و خیرات مال میں زیادتی کا سبب ہوتا ہے بایں طور کہ صدقہ و خیرات کرنے والے کے مال میں برکت عطا فرمائی جاتی ہے وہ اور اس کا مال آفت و بلاء سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے نامہ اعمال میں ثواب کی زیادتی ہوتی ہے بلکہ دنیا میں بھی اسے اس طرح نعم البدل عطا فرمایا جاتا ہے کہ اس کا مال بڑھتا رہتا ہے۔ دوسری بات یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کا قصور لینے پر قادر ہونے کے باوجود معاف کر دیتا ہے اور اس کی خطاء سے درگزر کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی عزت بڑھاتا ہے چنانچہ ایک عارف کا قول منقول ہے کہ کوئی بھی انتقال عفو و درگزر کے برابر نہیں ہے۔ تیسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ جو شخص کسی غرض و منفعت کی خاطر نہیں بلکہ صرف اللہ جل شانہ کی رضاء و خوشنودی اور اس کا قرب حاصل کرنے کے جذبے سے تواضع و عاجزی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے۔

حقیر شخص کا خود کو بلند مرتبہ سمجھنے والے کا بیان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ تواضع اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ کی رضاء و خوشنودی کے لئے لوگوں کے ساتھ تواضع اور فروتنی اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کے مرتبہ کو بلند کر دیتا ہے چنانچہ وہ اپنی نظر میں تو حقیر ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے نفس کو ذلت و حقارت کی نظر میں دیکھتا ہے اور جو شخص لوگوں کے ساتھ تکبر و غرور کرتا ہے اللہ اس کے مرتبہ کو گرا دیتا ہے چنانچہ وہ لوگوں کی نظر میں تو حقیر ہوتا ہے لیکن اپنی نظر میں خود کو بلند مرتبہ سمجھتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے یا سور سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1042)

مطلب یہ ہے کہ متکبر و مغرور اگرچہ خود کو بڑا اور عزت دار سمجھتا ہے اور دوسروں کو بھی اپنی مصنوعی بڑائی اور عزت دکھاتا ہے لیکن وہ اللہ کے نزدیک بھی ذلیل و حقیر ہوتا ہے اور لوگوں کی نظروں میں بھی نہایت کمتر و بے وقعت رہتا ہے اس کے برخلاف جو شخص تواضع فروتنی اختیار کرتا ہے وہ اگرچہ اپنی نظر میں خود کو حقیر سمجھتا ہے اور لوگوں کے سامنے بھی اپنے آپ کو کمتر و بے وقعت ظاہر کرتا ہے مگر اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے اور لوگوں کے نظروں میں بھی اس کی بڑی عزت و قعت ہوتی ہے۔

فقیری و امیری دونوں احوال میں میانہ روی و عاجزی اختیار کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین چیزیں آخرت میں ہلاک کرنے والی ہیں جو چیزیں نجات دینے والی ہیں ان میں سے ایک تو ظاہر میں اللہ سے ڈرنا ہے یعنی جلوت و خلوت ہر حالت میں اور ہر حرکت و عمل کے وقت اللہ کا خوف غالب ہو یا یہ کہ بندہ کا ظاہر بھی خوف اللہ کے احساس کا مظہر ہو اور اس کا باطن بھی خوف اللہ سے معمور ہو) دوسری چیز خوشی و ناخوشی ہر حالت میں حق بات کہنا ہے، تیسری چیز دولت مندی و فقیری

[illegible] ہے اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی تھیں ان میں سے ایک تو [illegible] دوسری چیز وہ بخل ہے انسان جس کا غلام بن جائے اور وہ تیسری چیز مرد کا اپنے نفس پر گھمنڈ کرنا ہے [illegible] خصلت ہے۔ (شعب الایمان، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، حدیث نمبر 1045)

خوشی اور ناخوشی میں حق بات کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت بیانی اور حق گوئی کو اپنی کسی مصلحت کسی مفاد اور اپنے کسی جذبہ کے تابع نہ بنائے بلکہ اگر کسی سے راضی و خوشی ہے تو اس کے سامنے بھی وہی بات کہے جو حق ہے اور اگر اس سے ناخوش ہے تو اس صورت میں بھی حق بات ہی کہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص خود کو کسی ایسے شخص سے کوئی نفع و فائدہ پہنچتا ہے جس کا ظلم اور جس کا فسق ظاہر ثابت ہو تو اس کی ناحق تعریف وستائش اور خلاف واقعہ بات محض اس لئے بیان نہ کرے کہ ذاتی فائدہ حاصل ہونے کی وجہ سے اس سے خوش ہے اس طرح اگر کسی صالح و بزرگ شخصیت سے کسی معاملہ میں کوئی اختلاف اور ناراضگی کی صورت پیدا ہو جائے تو محض اپنی ذاتی ناراضگی کی وجہ سے اس کی برائی اور مذمت نہ کرے حاصل یہ کہ خواہ کسی سے خوش ہو یا ناراض، دونوں صورتوں میں راہ استقامت پر گامزن رہے اور حق گوئی کے فریضہ کو کسی بھی حالت میں پس پشت نہ ڈالے۔

میانہ روی اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خرچ و اخراجات میں نہ تو اس قدر وسعت و فراخ دستی کا طور اپنائے کہ اس پر اسراف کا اطلاق ہونے لگے اور نہ اس قدر تنگی و سختی اختیار کرے کہ فقر و افلاس ظاہر ہونے لگے یا یہ کہ مراد ہے کہ فقر و غناء کے درمیان اعتدال قائم کرے اور درمیانی راستہ کو اختیار کرے کہ جیسا کہ علماء نے کہا ہے کہ حصول معاش کی جدوجہد میں اس حد پر اکتفا کرنا کہ جس سے ضروریات زندگی کی تکمیل اور بقاء کا سامان فراہم ہو جاتا ہو غنا اور فقر دونوں سے افضل ہے۔ خواہش نفس کی پیروی کی جائے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس طرح کا تابع کر دینا ہے کہ اس کی ہر خواہش پوری کرنے لگے وہ جو کچھ کہے اور جس طرف لے جائے ادھر چل پڑے ایک ایسی خصلت ہے جو ہلاکت و تباہی میں ڈال دیتی ہے اس کے برخلاف ایمان کا کامل ہونا اس بات پر منحصر ہے کہ اپنے نفس کو فرمان اور شریعت مصطفوی کا تابع بنایا جائے۔

بخل و حرص کا غلام بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ بخل و حرص انسان کی طبیعت میں داخل ہے اور اس کی وجہ سے یہ ممکن نہیں ہے کہ انسان بخل و حرص کے مادہ سے بالکل خالی ہو، لیکن اپنے آپ کو بخل و حرص کا اس طرح غلام بنا دینا کہ کسی بھی صورت میں ان چیزوں سے خود کو محفوظ رکھنا ممکن نہ ہو، ایک ایسی خصلت ہے جو انسان کو اخروی تباہی و ہلاکت میں ڈال دیتی ہے۔ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ ہلاکت میں ڈالنے والی جن تین چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں از روئے گناہ اور نقصان سب سے بدتر خصلت عجب یعنی خود بینی و خودستائی ہے جس کی وجہ سے انسان تکبر و غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے کیونکہ خواہش نفس کی اتباع اور بخل و حرص کی غلامی یہ دونوں برائیاں اس طرح کی ہیں کہ اگر کوئی شخص ان میں گرفتار ہو تو ان کے پھندے سے اپنے آپ کو نکال لینا اور توبہ و انابت کی راہ اختیار کرنا زیادہ مشکل نہیں ہوتا مگر خود بینی و خودستائی ایک ایسا مرض ہے جو اگر لاحق ہو جاتا ہے تو کم ہی پیچھا چھوڑتا ہے اور انسان کو کبر و نخوت میں اس طرح مبتلا کر دیتا ہے کہ وہ اپنے کسی برے فعل کی اچھائی و برائی کے احساس تک سے خالی ہو جاتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے کسی برے فعل پر نادم نہیں ہوتا اور توبہ و انابت کی راہ اس سے دور ہوتی چلی جاتی ہے۔

بَابٌ فِي الِانْتِصَارِ

باب: بدلہ لینا

4896 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ الْمُحَرَّرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَنَّهُ قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَمَعَهُ أَصْحَابُهُ وَقَعَ رَجُلٌ بِأَبِي بَكْرٍ، فَآذَاهُ، فَصَمَتَ عَنْهُ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ آذَاهُ الثَّانِيَةَ، فَصَمَتَ عَنْهُ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ آذَاهُ الثَّالِثَةَ، فَانْتَصَرَ مِنْهُ أَبُو بَكْرٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ حِينَ انْتَصَرَ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَوَجَدْتَ عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَزَلَ مَلَكٌ مِنَ السَّمَاءِ يُكَذِّبُهُ بِمَا قَالَ لَكَ، فَلَمَّا انْتَصَرْتَ وَقَعَ الشَّيْطَانُ، فَلَمْ أَكُنْ لِأَجْلِسَ إِذْ وَقَعَ الشَّيْطَانُ

❀❀ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے، آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے اصحاب بھی تھے، ایک شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ کر انہیں تکلیف پہنچائی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہیں اسے کوئی جواب نہیں دیا، اس نے دوسری مرتبہ تکلیف پہنچائی، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر خاموش رہے، اس نے تیسری مرتبہ انہیں تکلیف پہنچائی، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے بدلہ لے لیا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بدلہ لے لیا تو نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا، جو اس بات کو جھوٹ قرار دیتا رہا، جو اس شخص نے کہی تھی، لیکن جب تم نے بدلہ لے لیا تو شیطان نازل ہوا، اس لیے میں اس جگہ پر نہیں بیٹھوں گا، جہاں شیطان آ گیا ہو"۔

4897 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَسُبُّ أَبَا بَكْرٍ وَسَاقَ نَحْوَهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، كَمَا قَالَ سُفْيَانُ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو برا کہنا شروع کیا (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ اسی طرح منقول ہے، جس طرح سفیان نے نقل کی ہے۔

4898 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي ح وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ الْمَعْنَى وَاحِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، قَالَ: كُنْتُ أَسْأَلُ عَنِ الِانْتِصَارِ (وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ) (الشوری: 41) فَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ، عَنْ أُمِّ مُحَمَّدٍ، امْرَأَةِ أَبِيهِ قَالَ ابْنُ عَوْنٍ: وَزَعَمُوا أَنَّهَا كَانَتْ تَدْخُلُ عَلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَتْ: قَالَتْ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَنَا زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ، فَجَعَلَ يَصْنَعُ شَيْئًا بِيَدِهِ، فَقُلْتُ بِيَدِهِ، حَتَّى فَطَّنْتُهُ لَهَا. فَأَمْسَكَ، وَأَقْبَلَتْ زَيْنَبُ تَقَحَّمُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَنَهَاهَا. فَأَبَتْ أَنْ تَنْتَهِيَ. فَقَالَ لِعَائِشَةَ: سُبِّيهَا فَسَبَّتْهَا. فَغَلَبَتْهَا. فَانْطَلَقَتْ زَيْنَبُ إِلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَتْ: إِنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَقَعَتْ بِكُمْ. وَفَعَلَتْ. فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ فَقَالَ لَهَا: إِنَّهَا حِبَّةُ أَبِيكِ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَانْصَرَفَتْ. فَقَالَتْ لَهُمْ: إِنِّي قُلْتُ لَهُ كَذَا وَكَذَا. فَقَالَ لِي كَذَا وَكَذَا. قَالَ: وَجَاءَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُ فِي ذٰلِكَ

❁❁ عبداللہ بن عون بیان کرتے ہیں: میں بدلہ لینے کے بارے میں دریافت کرتا رہا (جس کا ذکر قرآن کی اس آیت میں ہے:)

''جو شخص ظلم کے بعد بدلہ لے، تو یہ وہ لوگ ہیں''

علی بن زید نے ام محمد کے حوالے سے جو ان کے والد کی بیوی تھیں، یہ بات نقل کی: لوگ یہ بات بیان کرتے ہیں: وہ خاتون ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس خاتون نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

ام المومنین بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اس وقت ہمارے درمیان سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں، نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے مجھے چھونا چاہا، تو میں نے اپنے ہاتھ کے ذریعے آپ ﷺ کو اشارہ کیا (کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی موجود ہیں) یہاں تک کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو سمجھا دیا کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی موجود ہیں، تو نبی اکرم ﷺ رک گئے، تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا کہنا شروع کیا، تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا، لیکن وہ باز نہیں آئیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم بھی اسے جواب دو۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو جواب دینا شروع کیا تو ان پر غالب آ گئیں۔ پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور کہا: عائشہ نے تم لوگوں کے بارے میں ایسی ایسی باتیں کہی ہیں، اور یہ کچھ کہا ہے، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ظاہر ہوئیں (اور آپ کو اس کے بارے میں بتایا) تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا:

''وہ تمہارے باپ کی محبوب ترین شخصیت ہے، رب کعبہ کی قسم!'' تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا واپس چلی گئیں اور انہوں نے ان لوگوں (حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ) کو بتایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں یہ، یہ گزارش کی، تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے یہ، یہ جواب دیا۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس بارے میں آپ ﷺ کے ساتھ بات چیت کی''۔

بدلہ لینے کی تین اقسام کا بیان

ولمن انتصر بعد ظلمہ جو مسلمان کافر سے بدلہ لے تو اس مسلمان پر ملامت کرنے کی کوئی صورت نہیں بلکہ مسلمان کی اس وجہ سے تعریف کی جائے گی اگر کوئی مسلمان مسلمان ظلام سے بدلہ لے تو پھر بھی اس پر کوئی ملامت نہیں۔ کافر سے انتقام لینا حتی

بات ہے اور مسلمان سے بدلہ لینا مباح ہے اور معاف کردینا مستحب ہے۔ ولمن انتصر بعد ظلمه فاولئك ما عليهم من سبيل. اس امر پر دلیل ہے کہ وہ اپنا پورا پورا بدلہ لے۔ یہ تین قسموں میں منقسم ہے۔

(1) وہ بدن میں قصاص ہو جس کا ایک آدمی مستحق ہوتا ہے اگر وہ زیادتی کے بغیر پورا پورا حق لیتا ہے اور حکام کے نزدیک اس کا حق ثابت ہوتا ہے تو اس پر کوئی حرج نہ ہوگا لیکن امام اسے جھڑکے کیونکہ اس پر خون بہانے پر جرأت کا اظہار کرتا ہے اگر اس کا حق حاکم کے نزدیک ثابت نہ ہو تو اس پر کوئی حرج نہ ہوگا لیکن امام اسے جھڑکے کیونکہ اس پر خون بہانے پر جرأت کا اظہار کرتا ہے اگر اس کا حق حاکم کے نزدیک ثابت نہ ہو تو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو معاملہ ہے اس میں اس پر کوئی حرج نہ ہوگا وہ ظاہر میں مطالبہ کرنے والا ہے اور اپنے فعل کے ساتھ مواخذہ کرنے والا ہے اور سزا دینے والا ہے۔

2۔ وہ اللہ تعالیٰ کی حد ہو کسی آدمی کا اس میں کوئی حق نہ ہو جس طرح حد زنا، چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹنا اگر یہ حکم کے نزدیک ثابت نہ ہو تو اس کا مواخذہ کیا جائے گا اور اس کو سزا دی جائے گی اگر حاکم کے نزدیک وہ ثابت ہو تو انتظار کیا جائے گا اگر چوری میں کاٹنا ہی سزا ہو تو حد ساقط ہو جائیگی کیونکہ جس عضو کا کاٹنا لازم ہوا تھا وہ عضو زائل ہو چکا ہے اس پر اس بارے میں کوئی حق ثابت نہیں ہوا۔ کیونکہ تعزیر ادب سکھانے کے لیے ہے اگر اس آدمی کی سزا کوڑے مارنا ثابت ہو تو اس سے حد ساقط نہ ہوگی کیونکہ اس نے بعدی کی ہے جبکہ اس کا محل باقی ہے تو وہ اس میں ماخوذ ہوگا۔

3۔ مال میں اس کا حق ثابت ہو تو مالک کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے حق پر غلبہ حاصل کرے یہاں تک کہ اگر وہ جانتا ہے تو اس مال تک رسائی حاصل کرے اگر وہ نہیں جانتا تو مہلت دی جائے اگر مطالبہ کی صورت میں مال تک پہنچنا ممکن ہو تو خفیہ طریقہ سے لینا جائز نہیں اگر مطالبہ کے ساتھ پہنچنا ممکن نہیں کیونکہ جس پر حق لازم ہوتا ہے وہ انکاری ہے کوئی گواہ بھی نہیں جو گواہی دے تو خفیہ طریقہ سے مال لینے میں دو مذہب ہیں: یہ جائز ہے؛ یہ امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے، اس طرح لینا منع ہے؛ یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ شوریٰ، لاہور)

برائی کا بدلہ کے جواز کا بیان

ارشاد ہوتا ہے کہ برائی کا بدلہ لینا جائز ہے۔ جیسے فرمایا آیت (فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (البقرۃ:194) اور آیت میں ہے (وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ (النحل:126) یعنی خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے پھر اسے معاف کر دے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہو جائے گا۔ یہاں بھی فرمایا جو شخص معاف کر دے اور صلح و صفائی کر لے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ حدیث میں ہے درگذر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت اور بڑھا دیتا ہے لیکن جو بدلے لے میں اصل جرم سے بڑھ جائے وہ اللہ کا دشمن ہے۔ پھر برائی کی ابتدا اسی کی طرف سے سمجھی جائے گی پھر فرماتا ہے جس پر ظلم ہوا سے بدلہ لینے میں کوئی گناہ نہیں۔

ابن عون فرماتے ہیں، میں اس لفظ (انتصر) کی تفسیر کی طلب میں تھا تو مجھ سے علی بن زید بن جدعان نے بروایت اپنی والدہ ام محمد کے جو حضرت عائشہ کے پاس جایا کرتی تھیں بیان کیا کہ حضرت عائشہ کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گئے اس وقت حضرت

زینب وہاں موجود تھیں آپ کو معلوم نہ تھا صدیقہ کی طرف جب آپ نے ہاتھ بڑھایا تو صدیقہ نے اشارے سے بتایا اس وقت آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

حضرت زینب نے صدیقہ کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ حضور ﷺ کی ممانعت پر بھی خاموش نہ ہوئیں آپ نے حضرت عائشہؓ کو اجازت دی کہ جواب دیں۔ اب جو جواب ہوا تو حضرت زینب عاجز آگئیں اور سیدھی حضرت علی کے پاس گئیں اور کہا عائشہ تمہیں یوں یوں کہتی ہیں اور ایسا ایسا کرتی ہیں یہ سن کر حضرت فاطمہ حاضر حضور ہوئیں آپ نے ان سے فرمایا قسم رب کعبہ کی عائشہ سے میں محبت رکھتا ہوں یہ تو اسی وقت واپس چلی گئیں۔

اور حضرت علی سے سارا واقعہ کہہ سنایا پھر حضرت علی آئے اور آپ سے باتیں کیں۔ یہ روایت ابن جریر میں اسی طرح ہے لیکن اس کے راوی اپنی روایتوں میں عموماً منکر حدیثیں لایا کرتے ہیں اور یہ روایت بھی منکر ہے نسائی اور ابن ماجہ میں اس طرح ہے کہ حضرت زینب غصہ میں بھری ہوئی بلا اطلاع حضرت عائشہ کے گھر چلی آئیں اور حضور ﷺ سے حضرت صدیقہ کی نسبت کچھ کہا پھر حضرت عائشہ سے لڑنے لگیں لیکن مائی صاحبہ نے خاموشی اختیار کی جب وہ بہت کہہ چکیں تو آپ نے عائشہ سے فرمایا تو اپنا بدلہ لے لے پھر جو صدیقہ نے جواب دینے شروع کئے تو حضرت زینب کا تھوک خشک ہوگیا۔ کوئی جواب نہ دے سکیں اور حضور ﷺ کے چہرے سے وہ صدمہ ہٹ گیا۔ حاصل یہ ہے کہ مظلوم ظالم کو جواب دے اور اپنا بدلہ لے لے۔

بزار میں ہے ظالم کے لئے جس نے بددعا کی اس نے بدلہ لے لیا۔ یہی حدیث ترمذی میں ہے لیکن اس کے ایک راوی میں کچھ کلام ہے پھر فرماتا ہے حرج و گناہ ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کریں اور زمین میں بلا وجہ شر و فساد کریں۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے دو برا کہنے والے جو کچھ کہیں سب کا بوجھ شروع کرنے والے پر ہے جب کہ مظلوم بدلے کی حد سے آگے نہ نکل جائے ایسے فسادی قیامت کے دن دردناک عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔

حضرت محمد بن واسع فرماتے ہیں میں مکہ جانے لگا تو دیکھا کہ خندق پر پل بنا ہوا ہے میں ابھی وہیں تھا جو گرفتار کر لیا گیا اور امیر بصرہ مروان بن مہلب کے پاس پہنچا دیا گیا اس نے مجھ سے کہا ابو عبداللہ تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا یہی کہ اگر تم سے ہو سکے تو بنو عدی کے بھائی جیسے بن جاؤ پوچھا وہ کون ہے؟ کہا علا بن زیاد کہ اپنے ایک دوست کو ایک مرتبہ کسی صیغہ پر عامل بنایا تو انہوں نے اسے لکھا کہ حمد و صلوٰۃ کے بعد اگر تجھ سے ہو سکے تو یہ کرنا کہ تیری کمر بوجھ سے خالی رہے تیرا پیٹ حرام سے بچ جائے تیرے ہاتھ مسلمانوں کے خون و مال سے آلودہ نہ ہوں تو جب یہ کرے گا تو تجھ پر کوئی گناہ کی راہ باقی نہ رہے گی یہ راہ تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کریں اور بے وجہ ناحق زمین میں فساد پھیلائیں۔

مروان نے کہا اللہ جانتا ہے اس نے سچ کہا اور خیر خواہی کی بات کہی۔ اچھا اب کیا آرزو ہے؟ فرمایا یہی کہ تم مجھے میرے گھر پہنچا دو مروان نے کہا بہت اچھا۔ (ابن ابی حاتم) پس ظلم و اہل ظلم کی مذمت بیان کر کے بدلے کی اجازت دے کر اب افضیلت کی طرف رغبت دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ جو ایذا برداشت کر لے اور برائی سے درگذر کر لے اس نے بڑی بہادری سے کام کیا جس پر وہ بڑے ثواب اور پورے بدلے کا مستحق ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض کا فرمان ہے کہ جب تم سے آکر کوئی شخص کسی اور کی شکایت کرے تو اسے تلقین کرو کہ بھائی معاف کر دو معافی میں ہی بہتری ہے اور یہی پرہیزگاری کا ثبوت ہے اگر وہ نہ مانے اور اپنے دل کی کمزوری کا اظہار کرے تو خیر کہہ دو کہ جاؤ بدلہ لے لو لیکن اس صورت میں کہ پھر کہیں تم بڑھ نہ جاؤ ورنہ ہم تو اب بھی یہی کہیں ورنہ ہم تو اب بھی یہی کہیں گے کہ معاف کر دو یہ دروازہ بہت وسعت والا ہے اور بدلے کی راہ بہت تنگ ہے سنو معاف کر دینے والا تو آرام سے میٹھی نیند سو جاتا ہے اور بدلے کی دھن والا دن رات متفکر رہتا ہے۔ اور توڑ جوڑ سوچتا ہے۔

مسند امام احمد میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق کو برا بھلا کہنا شروع کیا حضور ﷺ بھی وہیں تشریف فرما تھے آپ تعجب کے ساتھ مسکرانے لگے حضرت صدیق خاموش تھے لیکن جب کہ اس نے بہت گالیاں دیں تو آپ نے بھی بعض کا جواب دیا۔ اس پر حضور ﷺ ناراض ہو کر وہاں سے چل دیئے۔ حضرت ابوبکر سے رہا نہ گیا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ مجھے برا بھلا کہتا رہا تو آپ بیٹھے سنتے رہے اور جب میں نے اس کی دو ایک باتوں کا جواب دیا تو آپ ناراض ہو کر اٹھ کے چلے؟ آپ نے فرمایا سنو جب تک تم خاموش تھے فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دیتا تھا جب تم آپ بولے تو فرشتہ ہٹ گیا اور شیطان بیچ میں آگیا پھر بھلا میں شیطان کی موجودگی میں وہاں کیسے بیٹھا رہتا؟

پھر فرمایا سنو ابوبکر تین چیزیں بالکل حق ہیں (۱) جس پر کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اس سے چشم پوشی کر لے تو ضرور اللہ اسے عزت دے گا اور اس کی مدد کرے گا (۲) جو شخص سلوک اور احسان کا دروازہ کھولے گا اور صلہ رحمی کے ارادے سے لوگوں کو دیتا رہے گا اللہ اسے برکت دے گا اور زیادتی عطا فرمائے گا (۳) اور جو شخص مال بڑھانے کے لئے سوال کا دروازہ کھول لے گا اور دوسروں سے مانگتا پھرے گا اللہ اس کے ہاں بے برکتی کر دے گا اور کمی میں ہی وہ مبتلا رہے گا یہ روایت ابوداؤد میں بھی ہے اور مضمون کے اعتبار سے یہ بڑی پیاری حدیث ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ شوریٰ، بیروت)

مثلی بدلہ سے متعلق احکام شرعیہ کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم یہ عموم متفق علیہ ہے، خود لینا ممکن ہو تو لے لے یا حکام کے ذریعے لے لے۔ لوگوں کا بدلہ لینے میں اختلاف ہے۔ کیا بدلہ کو لینے میں اختلاف ہے۔ کیا بدلہ کو عدوان کہا جائے گا یا نہیں جس نے کہا: قرآن میں مجاز نہیں ہے۔ مقابلہ عدوان ہے اور وہ مباح عدوان ہے جیسا کہ کلام عرب میں مجاز کذب ہے۔ کیونکہ کہنے والے کا قول ہے: فقالت لہ العینان سمعًا وطاعۃ۔۔۔ اس کی آنکھوں نے اسے کہا ہم سنیں گی اور اطاعت کریں گی۔ اسی طرح قول ہے: امتلا الحوض وقال قطنی۔ حوض بھر گیا اور اس نے کہا مجھے کافی ہے۔ اسی طرح جملہ ہے: شکا الی جملی طول السری۔ میرے اونٹ نے مجھ سے طویل چلنے کی شکایت کی۔

یہ معلوم شدہ ہے کہ یہ اشیاء بولتی نہیں ہیں اور جھوٹ کی تعریف یہ ہے کہ چیز کے متعلق اس کی حقیقت کے خلاف خبر دینا۔ اور جنہوں نے کہا: قرآن میں مجاز ہے، انہوں نے اسے مجاز کے طریق پر عدوان کا نام دیا۔ کلام کا مقابلہ اس کی مثل ہے۔ جیسے عمرو بن کلثوم نے کہا:

الا لا يجهلن احد علينا فنجهل فوق جهل الجاهلينا

خبردار! ہم پر کوئی جہالت کا مظاہرہ نہ کرے ورنہ ہم اس کی جہالت سے زیادہ جہالت کا مظاہرہ کریں گے۔ اسی طرح ایک اور نے کہا:

ولی فرس للحلم بالحکم ملجم ولی فرس للجهل بالجهل مسرج

میرے لئے ایک گھوڑا حلم کے لئے ہے جسے حلم کی لگام دی گئی ہے اور ایک جہالت کا گھوڑا ہے جسے جہالت کی زین پہنائی گئی ہے۔

ومن رام تقویمی فانی مقوم ومن رام تعویجی فانی معوج

جس نے میری تقویم کا ارادہ کیا تو میں مقوم (سیدھا کیا گیا) ہوں اور جس نے میرے ٹیڑھے پن کا ارادہ کیا تو میں ٹیڑھا ہوں۔ اس کی مراد ہے: میں جاہل اور ٹیڑھے شخص کو بدلہ دیتا ہوں۔ وہ اپنی جہالت اور ٹیڑھے پن سے مدح نہیں کر رہا ہے۔

مثلی بدلہ سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اس شخص کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے جس نے کوئی حیوان یا سامان ضائع کر دیا جس کا نہ کیل کیا جاتا ہے نہ وزن کیا جاتا ہے۔ امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور علماء کی ایک جماعت نے کہا: اس پر اس کی مثل ہے قیمت کی طرف نہیں پھیرا جائے گا پھر مگر مثل کے نہ پائے جانے کے وقت۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فمن اعتدٰی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدٰی علیکم** اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به** (النحل: 126) (اگر تم انہیں سزا دینا چاہو تو انہیں سزا دو لیکن اس قدر جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے۔)

علماء فرماتے ہیں: یہ تمام اشیاء میں عام ہے اور انہوں نے اس سے تائید حاصل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ کے گھر ٹوٹا ہوا پیالہ رکھ لیا تھا جس نے دوسری زوجہ محترمہ کا پیالہ توڑا تھا اور صحیح پیالہ واپس کیا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: برتن کے بدلے برتن اور کھانے کے بدلے کھانا ہے۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔ فرمایا: ہمیں مسدد نے بتایا انہوں نے فرمایا: ہمیں یحییٰ نے بتایا دوسری سند میں ہے ہمیں محمد بن مثنی نے بتایا: انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے بتایا انہوں نے حمید سے انہوں نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی زوجہ محترمہ کے پاس تھے۔ تو دوسری امہات المومنین میں سے کسی نے اپنے خادم کے ساتھ ایک پیالہ بھیجا جس میں کوئی کھانا تھا۔ فرمایا: جس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے اس نے ہاتھ مارا اور پیالہ توڑ دیا۔

حضرت ابن مثنی نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ٹکڑے لئے اور ایک کو دوسرے کے ساتھ ملا دیا اور اس میں کھانے کو جمع کرنا شروع کر دیا اور فرمایا: تمہاری ماں نے غیرت کی ہے۔ حضرت ابن مثنی نے یہ زائد بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ۔ پس حاضرین مجلس نے وہ کھانا کھایا حتیٰ کہ جس نے وہ پیالہ توڑا تھا وہ اپنا وہ پیالہ لے آئی جو اس کے گھر میں موجود تھا۔

پھر ہم مسدد کی حدیث کے الفاظ کی طرف لوٹتے ہیں۔ فرمایا: کھاؤ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خادم اور پیالے کو روک لیا حتیٰ کہ

لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے۔ آپ ﷺ نے صحیح پیالہ خادم کو دیا اور ٹوٹا ہوا پیالہ اپنے گھر میں روک لیا۔ ہمیں ابوداؤد نے بتایا، فرمایا: ہمیں مسدد نے بتایا، فرمایا: ہمیں یحییٰ نے بتایا انہوں نے سفیان سے روایت کیا فرمایا: "ہمیں فلیت عامری نے بتایا، ابوداؤد نے کہا: یہ افلت بن خلیفہ ہے انہوں نے جسرہ بنت دجاجہ سے روایت کیا، فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے کوئی ایسا کھانا تیار کرنے والا نہیں دیکھا جو حضرت صفیہ کی طرح کھانا تیار کرتا ہو۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا پھر آپ کی خدمت میں بھیجا۔ شدت غیرت کی وجہ سے مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی میں نے برتن توڑ دیا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اسکا کیا کفارہ ہے جو میں نے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا برتن کی مثل برتن، کھانے کی مثل کھانا۔ امام مالک اور ان کے اصحاب نے فرمایا: جس شخص پر حیوان یا سامان ہو جن کا نہ کیل کیا جاتا ہو نہ وزن کیا جاتا ہو اس کی قیمت ہوگی، مثل نہیں ہوگی۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو غلام کے نصف کی قیمت اپنے شریک کو دینے کو کہا جس نے غلام کا نصف آزاد کر دیا۔ آپ نے اس غلام کے نصف کی مثل کی ضمانت کا حکم نہ دیا۔ اور علماء کے درمیان کھانے، پینے والی چیزوں اور وزنی چیزوں میں مثل کی ضمانت دینے پر کوئی اختلاف نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: طعام کے بدلے طعام ہے۔

علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ یہ آیت قصاص میں برابری میں اصل ہے جس نے کسی کو جس چیز سے قتل کیا ہوگا اسے اس چیز کے ساتھ قتل کیا جائے گا۔ یہ جمہور کا قول ہے جب تک کہ اس نے کسی برائی سے قتل نہ کیا ہو۔ جیسے لواطت سے قتل کیا ہو یا شراب پلا کر قتل کیا ہو تو اسے تلوار کے ساتھ قتل کیا جائے گا۔

شوافع کے دو قول ہیں: اسے اس کے ساتھ قتل کیا جائے گا۔ اس صفت پر ایک لکڑی بنائی جائے گی اور وہ اس کی دبر میں ماری جائے گی حتیٰ کہ وہ بھی مر جائے اور اسے شراب کی جگہ پانی پلایا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے۔ ابن ماجشون نے کہا: جس نے آگ یا زہر سے قتل کیا تو اس کے ساتھ قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے سوا آگ کے ساتھ کوئی عذاب نہ دے۔ اور زہر پوشیدہ آگ ہے۔ جمہور علماء کا خیال ہے: وہ اس کے ساتھ قتل کیا جائے گا کیونکہ آیت میں عموم ہے۔

لاٹھی کے ساتھ قصاص لینا: امام مالک کی ایک روایت میں ہے کہ اگر لاٹھی سے قتل کرنے میں زیادہ وقت لگتا ہو اور عذاب ہوتا ہو تو تلوار کے ساتھ قتل کیا جائے گا۔ یہ ابن وہب نے مالک سے روایت کیا ہے اور ابن قاسم کا بھی یہی قول ہے۔ اور امام مالک سے دوسری روایت یہ ہے کہ اسے لاٹھی کے ساتھ قتل کیا جائے گا اگرچہ اس میں تطویل و تعذیب بھی ہو۔ یہی امام شافعی کا قول ہے۔ اشہب اور ابن نافع نے مالک سے پتھر اور لاٹھی سے قتل کرنے والے کے متعلق روایت کیا ہے کہ ان دونوں کے ساتھ کو قتل کیا جائے گا۔ جب ایک ضرب سے اس کا کام تمام ہو جائے اور اگر بہت سی ضربوں کی ضرورت ہو تو پھر نہیں۔ پتھر اور تیر مارے جائیں گے کیونکہ اس میں تعذیب ہے۔ یہ عبدالملک کا قول ہے۔

ابن عربی نے کہا: علماء کے اقوال میں سے صحیح یہ ہے کہ مماثلت (برابری) واجب ہے، مگر یہ کہ تعذیب ہوتی ہو تو پھر تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ اور ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ جب کسی کا ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیا اور اس کی آنکھ پھوڑ دی اور اس نے اسے عذاب دینے کا قصد کیا تھا تو اس کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا جائے گا۔ جس طرح نبی کریم ﷺ نے بیت المال کے اونٹوں کے چرواہے کے

قاتلوں کے ساتھ کیا تھا۔ اگر وہ مدافعت یا لڑائی میں تھا اور قتل کیا جائے گا۔ ایک جماعت کا قول اس کے خلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں: قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا۔ یہ امام ابوحنیفہ، شعبی اور نخعی کا قول ہے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے حجت پکڑی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قصاص نہیں ہے۔ مگر لوہے کے ساتھ اور مثلہ سے نہی کی گئی ہے۔ نیز فرمایا: آگ کے ساتھ صرف آگ کا رب ہی عذاب دے گا۔

صحیح مذہب جمہور کا ہے کیونکہ ائمہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ ایک لونڈی کا سر دو پتھروں میں رکھ کر کچلا گیا ہے۔ انہوں نے اس سے پوچھا: تیرے ساتھ یہ کس نے کیا تھا، کیا فلاں نے کیا فلاں نے؟ حتیٰ کہ جب انہوں نے یہودی کا ذکر کیا تو اس نے سر سے (ہاں) میں اشارہ کیا۔ وہ یہودی پکڑا گیا تو اس نے اقرار کرلیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچلنے کا حکم دیا۔ ایک روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دو پتھروں کے درمیان قتل کیا۔ یہ صریح صحیح نص ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم به (النحل:126) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم۔ اور انہوں نے حدیث جابر سے جو استدلال کیا ہے وہ حدیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہے وہ صحیح طریق سے مروی نہیں ہے۔ اگر صحیح ہوتی تو ہم اس کے مطابق قول کرتے۔ جب لوہے کے ساتھ قتل کرے گا تو اسے لوہے کے ساتھ قتل کیا جائے گا اس پر حضرت انس کی حدیث دلالت کرتی ہے۔

ایک یہودی نے ایک بچی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سر دو پتھروں کے درمیان کچلنے کا حکم دیا۔ رہی مثلہ کرنے سے نہی تو بھی یہی کہتے ہیں کہ جب اس قاتل نے مثلہ نہ کیا ہو تو اس کا مثلہ نہیں کیا جائے گا۔ جب وہ مثلہ کرے گا تو ہم بھی اس کا مثلہ کریں گے۔ اس پر عرنیین کی حدیث دلالت کرتی ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے ائمہ نے نقل کیا ہے۔ اور رہا کہ آگ کے ساتھ صرف آگ کا مالک عذاب دے گا۔ صحیح ہے جب اس نے نہ جلایا ہو اگر اس نے جلایا ہوگا تو اسے جلایا جائے گا۔ اس پر قرآن کا عموم دلالت کرتا ہے۔ امام شافعی نے فرمایا: اگر قاتل جان بوجھ کر مقتول کو آگ میں ڈالا ہوگا تو اسے بھی آگ میں ڈالا جائے گا حتیٰ کہ وہ مرجائے۔ وقار نے اپنی مختصر میں مالک سے یہ روایت کیا ہے۔ یہی محمد بن عبدالحلیم کا قول ہے۔

ابن منذر نے کہا: بہت سے اہل علم کا قول، اس شخص کے بارے میں جو کسی کا گلہ دبا دیتا ہے یہ ہے کہ اس پر قصاص ہوگا۔ امام محمد بن حسن نے اس میں مخالف کی ہے۔ انہوں نے کہا: اگر اس نے گلا دبایا اور آدمی مرگیا یا اسے کنویں میں پھینکا اور وہ مرگیا یا اس نے اسے پہاڑ سے گرایا یا کسی بلند جگہ سے گرایا اور وہ مرگیا تو اس پر قصاص نہ ہوگا اور اس کے عاقلہ (خاندان) پر دیت ہوگی۔ اگر وہ شخص اس جرم میں معروف ہو اس نے کئی شخصوں کا گلا دبایا ہو تو اس پر قتل ہے۔ ابن منذر نے کہا: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی سے قصاص لیا جس نے بچی کا سر پتھروں سے کچلا تھا تو یہ بھی اس کے مفہوم میں ہے۔ پس امام محمد بن حسن کے قول کا کوئی معنی نہیں۔

میں کہتا ہوں: یہی قول امام ابوحنیفہ سے حکایت کیا گیا ہے، نقل کرنے والے نے کہا: امام ابوحنیفہ سے حکایت کیا گیا ہے، نقل کرنے والے نے کہا: امام ابوحنیفہ کا قول منفرد ہے۔ انہوں نے اس شخص کے بارے میں کہا جس نے گلا دبا کر قتل کیا ہو یا

زہر دے کر قتل کیا ہو یا پہاڑ سے گرایا ہو یا کنویں میں گرایا ہو یا لکڑی کے ساتھ مارا ہو اسے قتل کیا جائے گا اور نہ اس سے قصاص لیا جائے گا مگر جس نے اس کو تیز دھار آلہ کے ساتھ یا پتھر کے ساتھ یا لکڑی کے ساتھ قتل کیا ہو وہ گلا دبانے میں معروف ہو یا پہاڑ سے گرانے میں معروف ہو تو اسکے عاقلہ پر دیت ہو گی۔ یہ انکی طرف سے کتاب وسنت کو چھوڑ نا ہے اور امت کا معاملہ جس پر قائم تھا اس میں بدعت نکالنا ہے اور یہ قصاص کو دور کرنے کا ذریعہ ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے نفوس کیلئے مشروع کیا ہے۔ اس سے بھاگنا ممکن نہیں۔

اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جس نے کسی کو روکا اور دوسرے نے اسے قتل کر دیا۔ عطا نے کہا: قاتل کو قتل کیا جائے گا اور روکنے والے کو قید کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے۔ امام مالک نے کہا: اگر اس نے اسے روکا اور بھی اسے قتل کرنا چاہتا تھا۔ تو دونوں کو قتل کیا جائے گا۔ امام شافعی، ابو ثور، نعمان کے قول میں روکنے والے کو سزا دی جائیگی۔ ابن منذر نے اسکو اختیار کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: عطا کا قول صحیح ہے یہ نزول قرآن کا مقتضا ہے۔ دار قطنی نے حضرت ابن عمر سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے، فرمایا: جب کوئی کسی شخص کو روک لے اور دوسرا اسے قتل کر دے تو قاتل کو قتل کیا جائے گا اور کو روکنے والا ہو گا اسے قید کیا جائے گا۔ اس حدیث کو سفیان ثوری نے اسماعیل بن امیہ سے انہوں نے نافع سے انہوں نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کو معمر اور ابن جریج نے اسماعیل سے مرسلا روایت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فَمَنِ اعْتَدٰى**، الاعتداء کا معنی حد سے تجاوز کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ومن يتعد حدود الله**، جو اللہ کی حدود سے تجاوز کرے گا۔ پس جس نے تجھ پر ظلم کیا تو اپنے ظلم کی مقدار اس سے اپنا حق وصول کر لے اور جس نے تمہیں گالی دی تو اس کو اس کی مثل قول لوٹا دے۔ جس نے تیری عزت کو تار تار کیا تو بھی اس کی عزت کے ساتھ ایسا کر۔ تو اس کے والدین تک تجاوز نہ کر نہ اس کے بیٹے اور اس کے قریبی تک تجاوز کر اور تیرے لئے اس پر جھوٹ لولنا جائز نہیں اگر چہ اس نے تجھ پر جھوٹ بولا ہے کیونکہ معصیت کا مقابلہ معصیت کے ساتھ نہیں کیا جاتا۔

اگر مثلاً اس نے تجھے کہا: اے کافر! تو بھی اسے کہہ سکتا ہے: تو کافر۔ اگر اس نے تجھے کہا: اے زانی! تو تیرا قصاص اسے یہ کہنا ہے: اے جھوٹا! جھوٹ کی گواہی دینے والا۔ اگر تو اسے اے زانی! کہے تو تو جھوٹا ہو گا اور جھوٹ میں تو گنہگار ہو گا۔ اگر وہ قرضہ وغیرہ کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرتا ہے حالانکہ وہ غنی ہے کوئی عذر بھی نہیں ہے تو تو اسے کہہ: اے ظالم! اے لوگوں کا مال کھانے والا! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: غنی کا ٹال مٹول کرنا اس کی عزت اور اس کی سزا کو حلال کر دیتا ہے۔ عرض سے مراد وہی ہے جو ہم نے تفسیر بیان کی ہے اور عقوبت سے مراد قید خانہ ہے جس میں اسے قید کیا جائے گا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ اسلام کے قوی ہونے سے پہلے نازل ہوا تھا۔ مسلمانوں میں سے جس کو اذیت دی جاتی تھی اسے اپنی ذات کے برابر اذیت کا حکم تھا یا وہ صبر کرے یا معاف کر دے پھر اس کو اس قول کے ساتھ منسوخ کر دیا وقاتلوا المشرکین **كَآفَّةً** (التوبہ:36) بعض علماء نے فرمایا اس کو سلطان کی طرف لوٹانے کے ساتھ منسوخ کیا اور کسی کے لئے سلطان کی اجازت کے بغیر کسی قصاص لینا جائز نہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ بقرہ، بیروت)

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنْ سَبِّ الْمَوْتَى

باب مرحومین کو برا بھلا کہنے کی ممانعت

4899 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ، وَلَا تَقَعُوا فِيهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب تمہارا کوئی ساتھی فوت ہو جائے، تو اُسے چھوڑ دو اور اس کے عیب بیان نہ کرو"۔

4900 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَنَسٍ الْمَكِّيِّ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ، وَكُفُّوا عَنْ مَسَاوِيهِمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اپنے مرحومین کی اچھی باتوں کا ذکر کرو، اور ان کی (برائیاں ذکر کرنے سے) باز آ جاؤ"۔

مُردوں کو برا کہنے کی ممانعت کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے: تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ، (البقرۃ:134)

یہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی، ان کی کمائی ان کے لئے ہے اور تمہاری کمائی تمہارے لئے اور ان کے اعمال کے بارے میں تم سے باز پرس نہ ہوگی۔

ارشاد نبوی ہے:

"لا تسبوا الاموات فانهم قد افضوا الى ما قدموا"۔

مردوں کو گالی نہ دو، اس لئے کہ جو کچھ اچھے برے اعمال وہ آگے بھیجے اس تک پہنچ گئے۔

{صحیح بخاری:1393، الجنائز سنن النسائی:1936، الجنائز مسند احمد 6/180، بروایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا}

بلکہ ہمیں حکم یہ ہے کہ مردوں کے عیبوں کو ظاہر کرنے سے بچیں اور ان کی خوبیوں کو واضح کریں"

ارشاد نبوی ہے:

"اذكروا محاسن موتاكم و كفوا عن ساوئهم"

"اپنے مردوں کی خوبیوں کا ذکر کرو اور ان کے عیوب کو نہ چھیڑو"۔

{سنن ابوداود:4900، الادب سنن الترمذی:1019، الجنائز مستدرک الحاکم:1/358، بروایت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما}

4900- حديث صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لضعف عمران بن أنس المكي، قال البخاري فيه: منكر الحديث. وأخرجه الترمذي (1040)، وابن حبان في "صحيحه"، (3020) من طريق محمد ابن العلاء، بهذا الإسناد.

ایک مجلس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: یزید بن قیس کا اس پر اللہ کی لعنت ہو کیا حال ہے؟ [واضح رہے کہ یہ یزید وہی شخص ہے جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والوں کا سردار تھا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کھلے عام برا بھلا کہتا تھا] لوگوں نے جواب دیا: وہ تو مرگیا، یہ سن کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا استغفار پڑھنے لگیں، لوگوں نے کہا: ابھی تک تو آپ اسے گالیاں دے رہی تھیں اور اب استغفار پڑھ رہی ہیں، اس کا کیا مطلب ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مردوں کو برا بھلا نہ کہو اس لئے کہ وہ اپنے کئے کو پہنچ گئے ہیں۔

{صحیح ابن حبان: 5/43 نمبر: 2010}

سنن ابوداود میں یہ حدیث مختصر ہے جس کے الفاظ ہیں: "اذا مات صاحبکم فدعوہ ولا تقعوا فیہ" جب تمہارا ساتھی مرجائے تو اس کو چھوڑ دو اور اس کی عیب جوئی کے پیچھے نہ پڑو" {سنن ابوداود: 4899، الادب} خاص کر اگر کسی مردے کو برا بھلا کہنے سے زندوں کو تکلیف پہنچ رہی ہو تو اس کی قباحت اور بڑھ جاتی ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

"لا تسبوا الاموات فتوذوا بہ الاحیاء". مردوں کو گالی نہ دو کہ اس سے زندوں کو تکلیف پہنچے"

{سنن ابوداود: 1983، البتہ مسند احمد: 4/ 252 صحیح ابن حبان: 3011، 5/43، بروایت مغیرہ بن شعبہ}

ان احادیث کے پیش نظر اگر کوئی مصلحت راجحہ نہ ہو تو کسی مردہ کو برا بھلا کہنا جائز نہیں ہے بلکہ بعض علماء کا خیال ہے کہ اگر کسی مردہ کافر کو برا بھلا کہنے سے زندوں کو تکلیف ہوتی ہو تو اسے بھی برا بھلا نہ کہا جائے گا۔ {فتح الباری: 3/258-259}

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْبَغْيِ
باب: سرکشی کی ممانعت

4901 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي ضَمْضَمُ بْنُ جَوْسٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كَانَ رَجُلَانِ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ مُتَوَاخِيَيْنِ، فَكَانَ أَحَدُهُمَا يُذْنِبُ، وَالْآخَرُ مُجْتَهِدٌ فِي الْعِبَادَةِ، فَكَانَ لَا يَزَالُ الْمُجْتَهِدُ يَرَى الْآخَرَ عَلَى الذَّنْبِ فَيَقُولُ: أَقْصِرْ، فَوَجَدَهُ يَوْمًا عَلَى ذَنْبٍ فَقَالَ لَهُ: أَقْصِرْ، فَقَالَ: خَلِّنِي وَرَبِّي أَبُعِثْتَ عَلَيَّ رَقِيبًا؟ فَقَالَ: وَاللهِ لَا يَغْفِرُ اللهُ لَكَ، أَوْ لَا يُدْخِلُكَ اللهُ الْجَنَّةَ، فَقَبَضَ أَرْوَاحَهُمَا، فَاجْتَمَعَا عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ فَقَالَ لِهَذَا الْمُجْتَهِدِ: أَكُنْتَ بِي عَالِمًا، أَوْ كُنْتَ عَلَى مَا فِي يَدِي قَادِرًا؟ وَقَالَ لِلْمُذْنِبِ: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِي، وَقَالَ لِلْآخَرِ: اذْهَبُوا بِهِ إِلَى النَّارِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَوْبَقَتْ دُنْيَاهُ وَآخِرَتَهُ

✿✿ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

بنی اسرائیل میں دو آدمی ایک دوسرے کے بھائی بنے ہوئے تھے، ان میں سے ایک گناہگار تھا، اور دوسرا انتہائی عبادت گزار تھا، عبادت گزار شخص جب بھی دوسرے کو گناہ کا مرتکب ہوتے دیکھتا تو اس سے یہی کہتا: باز آجاؤ! ایک دن اس نے دوسرے شخص کو گناہ کرتے ہوئے دیکھا، تو اس سے کہا: باز آجاؤ! دوسرے شخص نے کہا: تم میرے اور میرے پروردگار کے معاملے کو ہمارے درمیان رہنے دو، کیا تمہیں میرا نگران بنا کر بھیجا گیا ہے؟ تو پہلے شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت نہیں کرے گا، (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں:) اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل نہیں کرے گا، جب ان دونوں کا انتقال ہو گیا، تو وہ دونوں تمام جہانوں کے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، پروردگار نے اس عبادت گزار سے فرمایا: کیا تم میرے (ارادے کے) بارے میں علم رکھتے تھے، یا تم میری قدرت میں دخل رکھتے تھے؟ پروردگار نے گناہگار سے فرمایا: تم میری رحمت کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاؤ، جبکہ دوسرے (عبادت گزار) کے بارے میں پروردگار نے (فرشتوں سے) فرمایا: اسے جہنم میں لے جاؤ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اس نے ایک ایسا کلمہ کہا، جس نے اس کی دنیا و آخرت کو تباہ کر دیا۔

4902- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ عُيَيْنَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللَّهُ تَعَالَى لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا، مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِثْلُ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"کوئی بھی گناہ اس لائق نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کرنے والے کو جلدی سزا دے دے، نیز آخرت میں بھی اس کے لیے سزا تیار رکھے، جو گناہ، سرکشی کرنے اور قطع رحمی کرنے کی مانند ہو"۔

تکبر کی تعریف اور اس کی اقسام

تکبر کی تعریف یہ ہے کہ دوسروں کو حقیر جاننا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ" تکبر حق کی مخالفت اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔

امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللهِ تعالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: تکبر کی تین قسمیں ہیں۔

(1)..... وہ تکبر جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ہو جیسے ابلیس، نمرود اور فرعون کا تکبر یا ایسے لوگوں کا تکبر جو خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں سے نفرت کے طور پر منہ پھیرتے ہیں۔

(2) .....وہ تکبر جو اللہ تعالیٰ کے رسول کے مقابلے میں ہو، جس طرح کفار مکہ نے کیا اور کہا کہ ہم آپ جیسے بشر کی اطاعت نہیں کریں گے، ہماری ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے کوئی فرشتہ یا سردار کیوں نہیں بھیجا، آپ تو ایک یتیم شخص ہیں۔

4902- إسناده صحيح. ابن علية: هو إسماعيل بن إبراهيم بن مقسم، وعُلَيّة أمه، والد عيينة: هو عبد الرحمن بن جوشن. وأخرجه ابن ماجه (4211) عن الحسين بن الحسن المروزي، والترمذي (2679) عن علي بن حجر، كلاهما عن ابن علية، بهذا الإسناد. وقال الترمذي: هذا حديث صحيح. وأخرجه ابن ماجه (4211) من طريق عبد الله بن المبارك، عن عيينة، به. وهو في "مسند أحمد" (20374) و(20398)، و"صحيح ابن حبان" (455) و(456).

(3) وہ تکبر جو آدمی عام انسانوں پر کرے، جیسے انہیں حقارت سے دیکھے، حق کو نہ مانے اور خود کو بہتر اور بڑا جانے۔

تکبر کی تینوں اقسام کا حکم

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جناب میں تکبر کرنا کفر ہے جبکہ عام بندوں پر تکبر کرنا کفر نہیں لیکن اس کا گناہ بھی بہت بڑا ہے۔

بَابٌ فِي الْحَسَدِ

باب: حسد کرنا

حسد کے معنی ومفہوم کا بیان

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: اذا تمنی ان تتحول الیہ نعمتہ وفضیلتہ او یسلبھما ھو۔ (لسان العرب) یعنی کسی کی خوشحالی اور عزت کو دیکھ کر جلنا اور یہ آرزو کرنا کہ کاش یہ دولت اس کے بجائے مجھے ملتی، اس عزت وفضیلت سے اس کے بجائے میں بہرہ ور ہوتا۔ اور اگر یہ چیزیں میرے نصیب میں نہیں، تو کم از کم اس سے چھین لی جاتیں، اس کو بھی ان سے محروم کر دیا جاتا۔

حسد کی تعریف یہ ہے کہ انسان کسی شخص کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ خواہش کرے کہ اس کے پاس سے وہ نعمت زائل ہو جائے، خواہ اس کو وہ نعمت نہ ملے، اگر اس کی قدرت میں اس نعمت کو چھیننا ہو تو وہ اس نعمت کو چھین لے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حسد سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہی اور اس سورت میں ہر وہ شر داخل ہے، جس کا انسان کے دین یا اس کی دنیا میں خطرہ ہو۔

اگر انسان کسی شخص کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ اس کے پاس بھی یہ نعمت رہے اور اللہ تعالیٰ مجھے بھی یہ نعمت عطا کر دے تو اس کو رشک کہتے ہیں، رشک کرنا جائز ہے اور حسد کرنا حرام ہے۔

یہ جذبہ انسان کی کمینگی اور خست طبع پر دلالت کرتا ہے، لیکن بات یہاں تک محدود نہیں رہتی۔ بسا اوقات یہ بڑے بڑے جور وستم کا سبب بن جاتی ہے۔ جو انسان حسد کی آگ میں جل رہا ہوتا ہے۔ وہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھا نہیں رہتا بلکہ ایسی تدبیریں سوچتا ہے، ایسی سازشیں کرتا ہے، اس قسم کے گٹھ جوڑ کرتا ہے جس سے وہ اپنی ناپاک آرزو کو پورا کر سکے۔ اس سے ایسی ایسی مذموم حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جو شرف انسانی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں۔ قابیل نے ہابیل کو حسد کی وجہ سے ہی قتل کیا تھا۔ ابو جہل اور دیگر اکابر قریش یہ جانتے ہوئے بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں، محض حسد کی وجہ سے دین اسلام کو قبول نہیں کرتے تھے۔

جس انسان پر اللہ تعالیٰ کا کوئی خصوصی کرم ہوتا ہے، اس کے بدخواہ اکثر پیدا ہو جاتے ہیں، وہ ان کی عزت کرتا ہے، ان کی دلجوئی کرتا ہے، جہاں تک بن پڑے ان کی خدمت سے بھی گریز نہیں کرتا، اس کے باوجود حاسدو کے سینوں میں حسد کی آگ بھڑکتی رہتی ہے، وہ بلاوجہ جلتے رہتے ہیں۔ انسان نہ تو خود ہر حاسد کو پہچان سکتا ہے اور نہ حاسدوں کے منصوبوں سے آگاہ ہو سکتا ہے اور اگر آگاہ ہو بھی جائے تو بسا اوقات ان کا تدارک کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔ اس لیے حکم دیا جا رہا ہے کہ تم اپنے رب کریم کے دامن عاطفت میں پناہ لے لو۔ بے شک ان حاسدوں کی شرانگیزیوں سے وہی بچ سکتا ہے جسے اس کی پناہ حاصل ہو جائے۔

الٰہی! تیرا یہ زار و ناتواں، ضعیف و بے نوا بندہ تیرے دامن لطف وکرم میں پناہ طلب کرتا ہے۔ تیری پناہ کے بغیر اس کا کوئی

ٹھکانا نہیں۔

4903 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ الْبَغْدَادِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ يَعْنِي عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي أَسِيدٍ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ - أَوْ قَالَ: الْعُشْبَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''حسد سے بچو، کیونکہ حسد نیکیوں کو یوں کھا جاتا ہے، جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) گھاس کو کھا جاتی ہے''۔

4904 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي الْعَمْيَاءِ، أَنَّ سَهْلَ بْنَ أَبِي أُمَامَةَ، حَدَّثَهُ، أَنَّهُ دَخَلَ هُوَ وَأَبُوهُ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِالْمَدِينَةِ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ، فَإِذَا هُوَ يُصَلِّي صَلَاةً خَفِيفَةً دَقِيقَةً كَأَنَّهَا صَلَاةُ مُسَافِرٍ أَوْ قَرِيبًا مِنْهَا، فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ أَبِي: يَرْحَمُكَ اللهُ، أَرَأَيْتَ هٰذِهِ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ أَوْ شَيْءٌ تَنَفَّلْتَهُ، قَالَ: إِنَّهَا الْمَكْتُوبَةُ، وَإِنَّهَا لَصَلَاةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَخْطَأْتُ إِلَّا شَيْئًا سَهَوْتُ عَنْهُ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: لَا تُشَدِّدُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَيُشَدَّدَ عَلَيْكُمْ، فَإِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللهُ عَلَيْهِمْ، فَتِلْكَ بَقَايَاهُمْ فِي الصَّوَامِعِ وَالدِّيَارِ (وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ) (الحدید: 27) ثُمَّ غَدَا مِنَ الْغَدِ فَقَالَ: أَلَا تَرْكَبُ لِتَنْظُرَ وَلِتَعْتَبِرَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَرَكِبُوا جَمِيعًا فَإِذَا هُمْ بِدِيَارٍ بَادَ أَهْلُهَا وَانْقَضَوْا وَفَنُوا خَاوِيَةٍ عَلَى عُرُوشِهَا، فَقَالَ: أَتَعْرِفُ هٰذِهِ الدِّيَارَ؟ فَقُلْتُ: مَا أَعْرَفَنِي بِهَا وَبِأَهْلِهَا، هٰذِهِ دِيَارُ قَوْمٍ أَهْلَكَهُمُ الْبَغْيُ وَالْحَسَدُ، إِنَّ الْحَسَدَ يُطْفِئُ نُورَ الْحَسَنَاتِ، وَالْبَغْيُ يُصَدِّقُ ذٰلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ، وَالْعَيْنُ تَزْنِي، وَالْكَفُّ، وَالْقَدَمُ، وَالْجَسَدُ، وَاللِّسَانُ، وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذٰلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ

سہل بن ابوامامہ بیان کرتے ہیں: وہ اور ان کے والد مدینہ منورہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ عمر و بن عبدالعزیز کے دور حکومت کی بات ہے، جو ان دنوں مدینہ منورہ کے گورنر تھے، (جب ہم ان کے ہاں پہنچے) تو انہوں نے مختصر نماز ادا کی، جیسے کوئی مسافر شخص نماز ادا کرتا ہے، یا اس کے قریب کی نماز ادا کی، جب انہوں نے سلام پھیر دیا، تو میرے والد نے کہا، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے، آپ کیا کہتے ہیں؟ یہ فرض نماز تھی یا آپ نفل نماز ادا کر رہے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: یہ فرض نماز تھی اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تھی، میں نے اس میں کوئی غلطی نہیں کی، البتہ بھول کر کوئی غلطی ہوگئی، تو (حکم مختلف ہوگا)، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے:

''اپنے آپ پر شدت نہ کرو، ورنہ تم پر شدت کی جائے گی، کچھ لوگوں نے اپنے اوپر شدت کی، تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر شدت کو مسلط کر دیا، تو ان کی باقیات جنگلوں میں، عبادت خانوں اور گرجا گھروں میں محفوظ ہے، یہ وہ رہبانیت ہے،

جس کا انہوں نے خود آغاز کیا تھا، ہم نے ان پر لازم نہیں کی تھی"۔
اگلے دن ہم ان کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا: کیا تم سوار ہو کر (سفر کر کے) دیکھتے نہیں کہ تم جائزہ لو اور عبرت حاصل کرو، انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! پھر یہ سب لوگ سوار ہوئے، وہاں کچھ بستیاں تھیں، جن کے رہائشی لوگوں نے ویرانوں میں رہائش اختیار کی، وہ لوگ گزر چکے تھے اور ان کی بستیاں چھتوں کے بل گری ہوئی تھیں، تو انہوں نے فرمایا: کیا تم ان بستیوں کو جانتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا: مجھے ان بستیوں کے بارے میں اور یہاں رہنے والوں کے بارے میں کچھ علم نہیں، تو انہیں بتایا گیا کہ یہ اس قوم کی بستیاں تھیں، جنہیں بغاوت اور حسد نے ہلاک کر دیا تھا، بے شک حسد سے نیکیوں کا نور بجھ جاتا ہے اور بغاوت سے اس کی تصدیق ہوتی ہے یا وہ اس کی تکذیب کرتی ہے، آنکھ زنا کا ارتکاب کرتی ہے اور ہاتھ، پاؤں، جسم، زبان اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتے ہیں، یا اس کی تکذیب کرتے ہیں"

بَابٌ فِي اللَّعْنِ

باب: لعنت کرنا

4905 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ رَبَاحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ نِمْرَانَ يَذْكُرُ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ إِلَى السَّمَاءِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ دُونَهَا، ثُمَّ تَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُهَا دُونَهَا، ثُمَّ تَأْخُذُ يَمِينًا وَشِمَالًا، فَإِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ إِلَى الَّذِي لُعِنَ، فَإِنْ كَانَ لِذَلِكَ أَهْلًا وَإِلَّا رَجَعَتْ إِلَى قَائِلِهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ: هُوَ رَبَاحُ بْنُ الْوَلِيدِ، سَمِعَ مِنْهُ، وَذَكَرَ أَنَّ يَحْيَى بْنَ حَسَّانَ وَهِمَ فِيهِ

❁❁ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
"جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے، تو وہ لعنت آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے، تو اس کے لیے آسمان کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، پھر وہ زمین کی طرف نیچے آتی ہے، تو اس کے دروازے بھی بند کر دیے جاتے ہیں، پھر وہ دائیں طرف جاتی ہے اور بائیں طرف جاتی ہے، اگر اسے کوئی راستہ نہیں ملتا، تو وہ اس شخص کی طرف واپس آتی ہے، جس پر لعنت کی گئی تھی، اگر وہ اس کے حقدار ہو، تو ٹھیک ہے ورنہ وہ کہنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے"

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مروان بن محمد کہتے ہیں: اس راوی کا نام رباح بن ولید ہے، انہوں نے اس سے سماع کیا ہے، انہوں نے یہ بات بھی کی ہے، یحییٰ بن حسان نامی راوی اس کا ذکر کرتے ہوئے وہم کا شکار ہوئے ہیں۔

4906 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَلَاعَنُوا بِلَعْنَةِ اللهِ، وَلَا بِغَضَبِ اللهِ، وَلَا بِالنَّارِ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی لعنت (کا نام لے کر) لعنت نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے غضب اور جہنم (کا نام لے کر بددعا نہ کرو)''

4907 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، وَزَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، أَنَّ أُمَّ الدَّرْدَاءِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَكُونُ اللَّعَّانُونَ شُفَعَاءَ، وَلَا شُهَدَاءَ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''لعنت کرنے والے لوگ سفارشی یا گواہ نہیں ہوں گے''

4908 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، ح حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ الْعَطَّارُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ - قَالَ زَيْدٌ -: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَجُلًا لَعَنَ الرِّيحَ - وَقَالَ مُسْلِمٌ إِنَّ رَجُلًا نَازَعَتْهُ الرِّيحُ رِدَاءَهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَعَنَهَا - فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَلْعَنْهَا، فَإِنَّهَا مَأْمُورَةٌ، وَإِنَّهُ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهُ بِأَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے ہوا پر لعنت بھیجی، مسلم نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ایک شخص کی چادر ہوا کی وجہ سے اڑ گئی، یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی بات ہے اس شخص نے ہوا پر لعنت کی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم اس پہ لعنت نہ کرو، کیونکہ یہ حکم کی پابند ہے، جو شخص کسی چیز پر لعنت کرتا ہے اور وہ چیز اس کی اہل نہ ہو، تو وہ لعنت اس شخص پہ لوٹ آتی ہے''۔

بَابٌ فِيمَنْ دَعَا عَلَى مَنْ ظَلَمَهُ

باب: جو شخص اس شخص کو بددعا دے، جس نے اس پر ظلم کیا ہو

4909 - حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سُرِقَ لَهَا شَيْءٌ فَجَعَلَتْ تَدْعُو عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُسَبِّخِي عَنْهُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں منقول ہے: ان کی کوئی چیز چوری ہو گئی، تو انہوں نے اس کے لیے بددعا کرنا شروع کر دی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''تم اس کی سزا کو ہلکا نہ کرو''

بَابٌ فِيمَنْ يَهْجُرُ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ

باب: آدمی کا اپنے بھائی سے لاتعلقی اختیار کرنا

4910 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ

⊛⊛ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو، اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو، کسی بھی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے لاتعلق رہے''

4911 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هَذَا، وَيُعْرِضُ هَذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ

⊛⊛ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''کسی مسلمان کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ لاتعلق رہے، جب ان کی ملاقات ہو تو یہ بھی منہ پھیر لے اور وہ بھی منہ پھیر لے، ان دونوں میں سے زیادہ بہتر وہ ہے، جو سلام میں پہل کرے''

4912 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ السَّرْخَسِيُّ، أَنَّ أَبَا عَامِرٍ، أَخْبَرَهُمْ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِلَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَإِنْ مَرَّتْ بِهِ ثَلَاثٌ، فَلْيَلْقَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِي الْأَجْرِ، وَإِنْ لَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالْإِثْمِ زَادَ أَحْمَدُ وَخَرَجَ الْمُسَلِّمُ مِنَ الْهِجْرَةِ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''کسی بھی مومن کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مومن سے تین دن سے زیادہ لاتعلقی اختیار کرے، اگر ان میں تین دن گزر جائیں، تو اس کی اس سے ملاقات ہو تو اسے سلام کرے، اگر وہ سلام کا جواب دے دیتا ہے، تو اجر میں حصہ دار ہوں گے اور اگر وہ سلام کا جواب نہیں دیتا، تو گناہ کا وبال اسی کے ذمہ ہوگا''

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: سلام کرنے والا لاتعلقی کے حکم سے نکل جائے گا۔

4910- إسناده صحيح. وهو في "الموطأ" 907 /2، ومن طريقه أخرجه البخاري (6076)، ومسلم (2559) (23). وأخرجه البخاري (6565)، ومسلم (2559) (23)، والترمذي (2048) من طرق عن الزهري، به. وأخرجه مسلم (2559) من طريق قتادة، عن أنس. وهو في "مسند أحمد" (12073)، و"صحيح ابن حبان" (5660).

4913- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ ابْنُ عَثْمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُنِيبِ يَعْنِي الْمَدَنِيَّ قَالَ: أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَكُونُ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ مُسْلِمًا فَوْقَ ثَلَاثَةٍ، فَإِذَا لَقِيَهُ سَلَّمَ عَلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ كُلُّ ذَلِكَ لَا يَرُدُّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِإِثْمِهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''مسلمان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ لاتعلق رکھے، جب وہ اس سے ملے تو اسے تین مرتبہ سلام کرے، اگر وہ ہر مرتبہ اس کا جواب نہیں دیتا تو اس کا گناہ اس کے سر ہوگا''۔

4914- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کسی مسلمان کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ لاتعلقی اختیار کرے، جو شخص تین دن سے زیادہ لاتعلقی اختیار کرتے ہوئے انتقال کر جائے، تو وہ جہنم میں داخل ہوگا''۔

4915- حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ حَيْوَةَ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ الْوَلِيدِ بْنِ أَبِي الْوَلِيدِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي أَنَسٍ، عَنْ أَبِي خِرَاشٍ السُّلَمِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهِ

حضرت ابوخراش سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص ایک سال تک اپنے بھائی سے لاتعلق رکھے تو یہ اس کا خون بہانے کے مترادف ہے''

4916- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ كُلَّ يَوْمِ اثْنَيْنِ، وَخَمِيسٍ فَيُغْفَرُ فِي ذَلِكَ الْيَوْمَيْنِ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا إِلَّا مَنْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ: أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَجَرَ بَعْضَ نِسَائِهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، وَابْنُ عُمَرَ هَجَرَ ابْنًا لَهُ إِلَى أَنْ مَاتَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِذَا كَانَتِ الْهِجْرَةُ لِلَّهِ فَلَيْسَ مِنْ هَذَا بِشَيْءٍ وَإِنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ غَطَّى وَجْهَهُ عَنْ رَجُلٍ

(ب) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ہر پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دوراز ے کھولے جاتے ہیں اور ان دونوں میں ہر اس بندے کی مغفرت ہو جاتی ہے، جو کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراتا ہو، البتہ اگر کسی شخص کی اس کے بھائی ساتھ ناراضگی چل رہی ہو تو (اس کا حکم مختلف ہے) کہا جاتا ہے: ان دونوں کو رہنے دو، جب تک یہ آپس میں صلح نہیں کر لیتے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج سے چالیس دن کے لیے لاتعلقی اختیار کی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک بیٹے سے مرتے دم تک لاتعلقی اختیار کیے رکھی تھی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب یہ لاتعلقی اللہ کے لیے ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھ کر اپنا چہرہ ڈھانپ لیا تھا، (یعنی وہ اس سے ملے نہیں تھے)

بَابٌ فِي الظَّنِّ

باب: گمان کا بیان

4917 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَجَسَّسُوا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تم لوگ گمان کرنے سے بچو، کیونکہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے اور تم ٹوہ نہ لگاؤ اور جاسوسی نہ کرو''

بَابٌ فِي النَّصِيحَةِ وَالْحِيَاطَةِ

باب: خیر خواہی اور حفاظت

4918 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ، وَالْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ، يَكُفُّ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ، وَيَحُوطُهُ مِنْ وَرَائِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے، ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے، وہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے مال کا بچاؤ کرتا ہے اور اس کی غیر موجودگی میں اس کی عزت کی حفاظت کرتا ہے''

بَابٌ فِي إِصْلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ

باب: آپس کے تعلقات میں بہتری پیدا کرنا

4919 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ؟ قَالُوا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ، وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ الْحَالِقَةُ

❁❁ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کیا میں تمہیں اس عمل کے بارے میں بتاؤں؟ جو روزہ رکھنے، نماز ادا کرنے اور صدقہ کرنے سے زیادہ فضیلت والا درجہ ہے، لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آپس میں بہتری پیدا کرنا اور آپس میں فساد، خراب کردینے والی چیز ہے''

4920 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شَبُّوَيْهِ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أُمِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَمْ يَكْذِبْ مَنْ نَمَى بَيْنَ اثْنَيْنِ لِيُصْلِحَ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَمُسَدَّدٌ: لَيْسَ بِالْكَاذِبِ مَنْ أَصْلَحَ بَيْنَ النَّاسِ فَقَالَ خَيْرًا أَوْ نَمَى خَيْرًا

❁❁ حمید بن عبدالرحمن، اپنی والدہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''وہ شخص جھوٹا شمار نہیں ہوگا، جو دو آدمیوں میں صلح کروانے کے لیے غلط بیانی کرتا ہے''

احمد بن محمد اور مسدد نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''وہ شخص جھوٹا نہیں ہوگا، جو لوگوں کے درمیان صلح کرواتا ہے، وہ بھلائی کی بات کرتا ہے، اور بھلائی پھیلانا چاہتا ہے''

4921 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْجِيزِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَسْوَدِ، عَنْ نَافِعٍ يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ الْهَادِي، أَنَّ عَبْدَ الْوَهَّابِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ، حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أُمِّهِ أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ عُقْبَةَ، قَالَتْ: مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَخِّصُ فِي شَيْءٍ مِنَ الْكَذِبِ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ، كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا أَعُدُّهُ كَاذِبًا، الرَّجُلُ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ، يَقُولُ: الْقَوْلَ وَلَا يُرِيدُ بِهِ إِلَّا الْإِصْلَاحَ، وَالرَّجُلُ يَقُولُ: فِي الْحَرْبِ، وَالرَّجُلُ يُحَدِّثُ امْرَأَتَهُ، وَالْمَرْأَةُ تُحَدِّثُ زَوْجَهَا

❁❁ سیدہ ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ سے متعلق کسی بھی صورت میں رخصت

دیتے ہوئے نہیں سنا، البتہ تین صورتوں میں اس کی اجازت ہے، نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے:
''میں ایسے شخص کو جھوٹا شمار نہیں کروں گا، جو لوگوں کے درمیان صلح کرواتا ہے، وہ کوئی بات کہتا ہے تو اس کا مقصد صرف لوگوں کے درمیان صلح کروانا ہوتا ہے، اور اس شخص کو جھوٹا قرار نہیں دوں گا، جو جنگ میں (دشمن کو دھوکا دینے کے لیے) غلط بیانی کرتا ہے اور اس شخص کو (جھوٹا قرار نہیں دوں گا) جو اپنی بیوی کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے، یا جو عورت اپنے شوہر کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے (کوئی غلط بیانی کر جاتی ہے)۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْغِنَاءِ

باب: گانے کی ممانعت کا بیان

4922 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ، عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ، قَالَتْ: جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عَلَيَّ صَبِيحَةَ بُنِيَ بِي، فَجَلَسَ عَلَى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي، فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ يَضْرِبْنَ بِدُفٍّ لَهُنَّ، وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِي يَوْمَ بَدْرٍ، إِلَى أَنْ قَالَتْ إِحْدَاهُنَّ: وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي الْغَدِ، فَقَالَ: دَعِي هَذِهِ وَقُولِي الَّذِي كُنْتِ تَقُولِينَ

❁❁ سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ میری رخصتی والے دن کی صبح میرے ہاں تشریف لائے، اور میرے بستر پر اسی طرح تشریف فرما ہوئے، جیسے تم میرے پاس بیٹھے ہو، چھوٹی بچیاں دف بجانے لگیں اور ان آباء کا ذکر کرنے لگیں، جو غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے، یہاں تک کہ ان میں سے ایک لڑکی نے کہا:
''ہمارے درمیان ایسا نبی موجود ہے، جو آئندہ کی باتیں جانتا ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو! اور وہی گاؤ، جو تم پہلے گا رہی تھیں''

4923 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ لَعِبَتِ الْحَبَشَةُ لِقُدُومِهِ فَرَحًا بِذَلِكَ، لَعِبُوا بِحِرَابِهِمْ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:
''جب نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کی تشریف آوری پر حبشیوں نے اپنے ہتھیاروں کے ذریعے جنگی کرتب دکھائے''

بَابُ كَرَاهِيَةِ الْغِنَاءِ وَالزَّمْرِ

باب: گانے اور آلاتِ موسیقی کا ناپسندیدہ ہونا

4924 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ الْغُدَانِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ مِزْمَارًا قَالَ: فَوَضَعَ إِصْبَعَيْهِ عَلَى أُذُنَيْهِ، وَنَأَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَقَالَ لِي: يَا نَافِعُ هَلْ تَسْمَعُ شَيْئًا؟ قَالَ: فَقُلْتُ: لَا. قَالَ: فَرَفَعَ إِصْبَعَيْهِ مِنْ أُذُنَيْهِ، وَقَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ مِثْلَ هٰذَا فَصَنَعَ مِثْلَ هٰذَا. قَالَ أَبُو عَلِيٍّ اللُّؤْلُؤِيُّ: سَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ يَقُولُ: هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ

❁❁ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بانسری کی آواز سنی، تو انہوں نے اپنی انگلیاں کانوں پر رکھ لیں، جب وہ اس جگہ سے کچھ آگے چلے گئے، تو انہوں نے مجھ سے دریافت کیا: اے نافع! کیا تم کوئی چیز سن رہے ہو؟ میں نے جواب دیا: جی نہیں! تو انہوں نے اپنے کانوں سے انگلیاں ہٹائیں اور یہ بات بیان کی: ایک مرتبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مانند آواز سنی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی طرز عمل اختیار کیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت منکر ہے۔

4925 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مُطْعِمُ بْنُ الْمِقْدَامِ، قَالَ: حَدَّثَنَا نَافِعٌ، قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ ابْنِ عُمَرَ إِذْ مَرَّ بِرَاعٍ يَزْمُرُ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أُدْخِلَ بَيْنَ مُطْعِمٍ وَنَافِعٍ سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى.

❁❁ نافع بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے سواری پہ سوار تھا، اسی دوران ان کا گزر ایک چرواہے کے پاس سے ہوا، جو بانسری بجا رہا تھا (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مطعم اور نافع کے درمیان سلیمان بن موسیٰ نامی راوی کا ذکر کیا گیا ہے۔

4926 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْمَلِيحِ، عَنْ مَيْمُونٍ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَسَمِعَ صَوْتَ زَامِرٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا أَنْكَرُهَا

❁❁ نافع بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے۔ انہوں نے بانسری بجانے والے کی آواز سنی، (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے)۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت زیادہ منکر ہے۔

4927 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ مِسْكِينٍ، عَنْ شَيْخٍ، شَهِدَ أَبَا وَائِلٍ فِي

4924- حديث حسن. الوليد بن مسلم، وإن كان يدلس تدليس التسوية إلا أنه قد توبع. وسليمان بن موسى: فقيه صدوق حسن الحديث، وقد تابعه المطعم بن المقدام وميمون بن مهران عند المصنف. وأخرجه البيهقي في "السنن" 10/ 222 من طريق المصنف بهذا الإسناد. وأخرجه ابن سعد في "الطبقات" 4/ 163، وأحمد في "مسنده" (4535) و(4965)، وابن حبان في "صحيحه" (693) من طرق عن الوليد بن مسلم، به. وأخرجه أحمد (4965)، وابن أبي الدنيا في "الورع" (79)، والطبراني في "الشاميين" (322) من طرق عن سعيد بن عبد العزيز، به.

وَلِيمَةٍ، فَجَعَلُوا يَلْعَبُونَ يَتَلَعَّبُونَ يُغَنُّونَ، فَحَلَّ أَبُو وَائِلٍ حَبْوَتَهُ، وَقَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: الْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ

❁❁ سلام بن مسکین ایک عمر رسیدہ شخص کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: جو ابووائل کے ساتھ ایک ولیمے کی دعوت میں شریک ہوا تھا، ان لوگوں نے کھیل کو د شروع کیا، وہ لوگ کھیل کو د اختیار کر رہے تھے (گا بجا رہے تھے) تو ابووائل نے اپنی کمر پر بندھے ہوئے کپڑے کو کھولا اور بیان کیا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: وہ کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"بے شک گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے"

بَابٌ فِي الْحُكْمِ فِي الْمُخَنَّثِينَ

باب: ہیجڑوں سے متعلق احکام

4928- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَنَّ أَبَا أُسَامَةَ، أَخْبَرَهُمْ عَنْ مُفَضَّلِ بْنِ يُونُسَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ أَبِي يَسَارٍ الْقُرَشِيِّ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِمُخَنَّثٍ قَدْ خَضَبَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ بِالْحِنَّاءِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا بَالُ هٰذَا؟ فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، يَتَشَبَّهُ بِالنِّسَاءِ، فَأَمَرَ بِهِ فَنُفِيَ إِلَى النَّقِيعِ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَا نَقْتُلُهُ؟ فَقَالَ: إِنِّي نُهِيتُ عَنْ قَتْلِ الْمُصَلِّينَ قَالَ أَبُو أُسَامَةَ: وَالنَّقِيعُ نَاحِيَةٌ عَنِ الْمَدِينَةِ وَلَيْسَ بِالْبَقِيعِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ہیجڑا لایا گیا، جس نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں پر مہندی لگائی ہوئی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اس کا کیا معاملہ ہے؟ تو عرض کی گئی: یارسول اللہ! یہ عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کے بارے میں حکم کے مطابق، اسے نقیع کی طرف جلاوطن کر دیا گیا، لوگوں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے نماز ادا کرنے والوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

ابواسامہ کہتے ہیں: نقیع' مدینہ منورہ کا ایک نواحی علاقہ ہے، یہ بقیع نہیں ہے۔

4929- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هِشَامٍ يَعْنِي ابْنَ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا مُخَنَّثٌ وَهُوَ يَقُولُ لِعَبْدِ اللهِ أَخِيهَا: إِنْ يَفْتَحِ اللهُ الطَّائِفَ غَدًا دَلَلْتُكَ عَلَى امْرَأَةٍ تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ، وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْمَرْأَةُ كَانَ لَهَا أَرْبَعُ عُكَنٍ فِي بَطْنِهَا

سیدہ زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے، تو ان کے ہاں ایک ہیجڑا بیٹھا ہوا تھا، جو ان کے بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہہ رہا تھا: اگر اللہ تعالیٰ نے کل طائف کو تمہارے لیے فتح کر دیا، تو میں تمہاری راہنمائی ایک ایسی عورت کی طرف کروں گا، جو چار (سلوٹوں) کے ساتھ آتی ہے، اور آٹھ سلوٹوں کے ساتھ واپس جاتی ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کو (اپنے) گھروں سے نکال دو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ عورت ایسی تھی کہ اس کے پیٹ پر چار بل پڑتے تھے۔

4930- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ، وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ، وَقَالَ: أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ وَأَخْرِجُوا فُلَانًا وَفُلَانًا- يَعْنِي الْمُخَنَّثِينَ-

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہیجڑے بننے والے مردوں پر اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''ان لوگوں کو اپنے گھروں سے نکال دو، تم فلاں کو اور فلاں کو نکال دو''

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہیجڑوں کے بارے میں یہ بات بیان فرمائی۔

بَابٌ فِي اللَّعِبِ بِالْبَنَاتِ

باب: گڑیا کے ساتھ کھیلنا

4931- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ فَرُبَّمَا دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي الْجَوَارِي، فَإِذَا دَخَلَ خَرَجْنَ، وَإِذَا خَرَجَ دَخَلْنَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں گڑیا کے ساتھ کھیلا کرتی تھی، بعض اوقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لاتے، تو میری سہیلیاں میرے پاس ہوتی تھیں، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے، تو وہ چلی جاتی تھیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے، تو وہ آ جایا کرتی تھیں۔

4932- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا.

4930- إسناده صحيح. هشام: هو ابن أبي عبد الله الدستوائي، ويحيى: هو ابن أبي كثير. وأخرجه البخاري (6834) عن مسلم بن إبراهيم، بهذا الإسناد. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (9207) و(9210) من طرق عن هشام، به. وأخرجه الترمذي (2992) من طريق معمر، عن يحيى، به. ولفظه دون قوله: "أخرجوهم من بيوتكم" ...إلخ. وأخرجه الترمذي (2992) من طريق أيوب، عن عكرمة، به. وهو في "مسند أحمد" (1982)، و"صحيح ابن حبان" (5750).

قَالَتْ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ، أَوْ خَيْبَرَ وَفِي سَهْوَتِهَا سِتْرٌ، فَهَبَّتْ رِيحٌ فَكَشَفَتْ نَاحِيَةَ السِّتْرِ عَنْ بَنَاتٍ لِعَائِشَةَ لُعَبٍ. فَقَالَ: مَا هَذَا يَا عَائِشَةُ، قَالَتْ: بَنَاتِي. وَرَأَى بَيْنَهُنَّ فَرَسًا لَهُ جَنَاحَانِ مِنْ رِقَاعٍ. فَقَالَ: مَا هَذَا الَّذِي أَرَى وَسْطَهُنَّ؛ قَالَتْ: فَرَسٌ. قَالَ: وَمَا هَذَا الَّذِي عَلَيْهِ، قَالَتْ: جَنَاحَانِ. قَالَ: فَرَسٌ لَهُ جَنَاحَانِ، قَالَتْ: أَمَا سَمِعْتَ أَنَّ لِسُلَيْمَانَ خَيْلًا لَهَا أَجْنِحَةٌ، قَالَتْ: فَضَحِكَ حَتَّى رَأَيْتُ نَوَاجِذَهُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) غزوہ خیبر سے واپس تشریف لائے، تو ان کے اطاق کے آگے پردہ پڑا ہوا تھا، جب ہوا چلی تو پردے کا ایک کونہ اٹھ گیا، جس کی وجہ سے میرے کھلونے اور گڑیا نظر آنے لگے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی: یہ میری گڑیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں کپڑے کا بنا ہوا ایک گھوڑا ملاحظہ کیا، جس کے دو پر بھی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: یہ میں ان کے درمیان کیا چیز دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کی: یہ گھوڑا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اس کے اوپر کیا ہے؟ میں نے عرض کی: اس کے دو پر ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا گھوڑے کے پر ہوتے ہیں؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات نہیں سن رکھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے بھی پر تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پہ اتنا ہنسے کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اطراف کے دانت نظر آنے لگے۔

بَابٌ فِي الْأُرْجُوحَةِ

باب: جھولے کا بیان

4933 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَزَوَّجَنِي وَأَنَا بِنْتُ سَبْعٍ أَوْ سِتٍّ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ أَتَيْنَ نِسْوَةٌ، وَقَالَ بِشْرٌ: فَأَتَتْنِي أُمُّ رُومَانَ، وَأَنَا عَلَى أُرْجُوحَةٍ، فَذَهَبْنَ بِي، وَهَيَّأْنَنِي، وَصَنَعْنَنِي، فَأُتِيَ بِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَنَى بِي وَأَنَا ابْنَةُ تِسْعٍ، فَوَقَفَتْ بِي عَلَى الْبَابِ، فَقُلْتُ: هِيهْ هِيهْ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَيْ تَنَفَّسْتُ، فَأُدْخِلْتُ بَيْتًا فَإِذَا فِيهِ نِسْوَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقُلْنَ: عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ، دَخَلَ حَدِيثُ أَحَدِهِمَا فِي الْآخَرِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شادی کی، تو اس وقت میری عمر سات سال یا چھ سال تھی، جب ہم لوگ مدینہ منورہ آئے، تو کچھ خواتین آئیں (راوی کو شک ہے، یا شاید یہ الفاظ ہیں) سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہا آئیں، میں اس وقت جھولا لے رہی تھی، وہ خواتین مجھے اپنے ساتھ لے گئیں، انہوں نے مجھے تیار کیا، بنایا سنوارا، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

میری رخصتی ہوگئی، اس وقت میری عمر 9 سال تھی، میں دروازے پر کھڑی ہوئی تو میں یہ کہہ رہی تھی: ھیہ، ھیہ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ میں گہرے سانس لے رہی تھی، پھر مجھے گھر میں داخل کیا گیا تو وہاں انصار کی خواتین موجود تھیں، تو انہوں نے کہا: بھلائی اور برکت کے ساتھ (آپ کی) شادی ہو۔

ان دونوں راویوں میں سے ایک کی روایت دوسرے کی روایت میں شامل ہوگئی ہے۔

4934 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، مِثْلَهُ قَالَ: عَلَى خَيْرِ طَائِرٍ، فَسَلَّمَتْنِي إِلَيْهِنَّ فَغَسَلْنَ رَأْسِي وَأَصْلَحْنَنِي، فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضُحًى، فَأَسْلَمْنَنِي إِلَيْهِ

یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

"آنے والی بھلائی کے ساتھ (آپ کی رخصتی ہو)" سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہا نے مجھے ان خواتین کے سپرد کیا، تو انہوں نے میرا سر دھویا مجھے تیار کیا، پھر نبی اکرم ﷺ چاشت کے وقت تشریف لائے اور ان خواتین نے مجھے آپ ﷺ کے حوالے کر دیا۔

4935 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ جَاءَنِي نِسْوَةٌ وَأَنَا أَلْعَبُ عَلَى أُرْجُوحَةٍ، وَأَنَا مُجَمَّمَةٌ فَذَهَبْنَ بِي فَهَيَّأْنَنِي وَصَنَعْنَنِي، ثُمَّ أَتَيْنَ بِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَنَى بِي وَأَنَا ابْنَةُ تِسْعِ سِنِينَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب ہم لوگ مدینہ منورہ آئے، تو خواتین میرے پاس آئیں، میں اس وقت جھولے پر کھیل رہی تھی، میرے بال کانوں سے نیچے تک آتے تھے، وہ مجھے لے گئیں، انہوں نے مجھے تیار کیا، بنایا سنوارا، پھر وہ مجھے ساتھ لے کر نبی اکرم ﷺ پاس آئیں اور میری رخصتی ہوگئی، اس وقت میری عمر نو سال تھی۔

4936 - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، بِإِسْنَادِهِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَتْ: وَأَنَا عَلَى الْأُرْجُوحَةِ، وَمَعِي صَوَاحِبَاتِي، فَأَدْخَلْنَنِي بَيْتًا فَإِذَا نِسْوَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقُلْنَ عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ.

یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: میں جھولے میں تھی اور میرے ساتھ میرے سہیلیاں بھی تھیں، ان خواتین نے مجھے میرے گھر میں داخل کیا، وہاں کچھ انصاری خواتین بھی موجود تھیں، انہوں نے کہا: بھلائی اور برکت کے ساتھ (آپ کی شادی ہو)۔

4937 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَاطِبٍ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَنَزَلْنَا فِي بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، قَالَتْ: فَوَاللهِ إِنِّي لَعَلَى أُرْجُوحَةٍ بَيْنَ عِذْقَيْنِ فَجَاءَتْنِي أُمِّي فَأَنْزَلَتْنِي وَلِي جُمَيْمَةٌ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم لوگ مدینہ منورہ آئے تو ہم نے بنو حارث بن خزرج کے محلے میں پڑاؤ کیا، آپ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اللہ کی قسم! میں اس وقت کھجور کی دو لکڑیوں کے درمیان لگے ہوئے جھولے میں موجود تھی، جب میری

والدہ میرے پاس آئیں، انہوں نے مجھے اس سے اتارا اور میرے بال چھوٹے چھوٹے تھے (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث بیان کی ہے)

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ اللَّعِبِ بِالنَّرْدِ

باب: چوسر کھیلنے کی ممانعت

4938 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص چوسر کھیلتا ہے، اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی''

4939 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدَشِيرِ فَكَأَنَّمَا غَمَسَ يَدَهُ فِي لَحْمِ خِنْزِيرٍ وَدَمِهِ

سلیمان بن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص چوسر کھیلتا ہے، وہ اپنے ہاتھ گویا خنزیر کے گوشت اور خون سے لت پت کر لیتا ہے''

بَابٌ فِي اللَّعِبِ بِالْحَمَامِ

باب: کبوتر بازی

4940 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَى رَجُلًا يَتْبَعُ حَمَامَةً فَقَالَ: شَيْطَانٌ يَتْبَعُ شَيْطَانَةً

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو کبوتر کے پیچھے جا رہا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''شیطان، شیطانہ کے پیچھے جا رہا ہے''

بَابٌ فِي الرَّحْمَةِ

باب: رحمت کا بیان

4941 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي قَابُوسَ، مَوْلًى لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الرَّاحِمُونَ

4939- إسناده صحيح. ويحيى: هو ابن سعيد القطان. وسفيان: هو الثوري. وأخرجه مسلم (2660)، وابن ماجه (3763) من طرق عن سفيان الثوري، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (22979)، و"صحيح ابن حبان" (5873).

يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ ارْحَمُوا اَهْلَ الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ لَمْ يَقُلْ مُسَدَّدٌ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَقَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: ان تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پہنچا ہے:
"رحم کرنے والوں پر رحمان بھی رحم کرتا ہے، تم اہل زمین پر رحم کرو، وہ ذات تم پر رحم کرے گی، جو آسمان میں ہے"
مسدد نامی راوی نے اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے غلام کا ذکر نہیں کیا، انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

4942 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ح وحَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: كَتَبَ اِلَيَّ مَنْصُورٌ، قَالَ: ابْنُ كَثِيرٍ فِي حَدِيثِهِ وَقَرَاْتُهُ عَلَيْهِ وَقُلْتُ: اَقُولُ: حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ فَقَالَ: اِذَا قَرَاْتَهُ عَلَيَّ فَقَدْ حَدَّثْتُكَ بِهِ ثُمَّ اتَّفَقَا عَنْ اَبِي عُثْمَانَ مَوْلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاحِبَ هٰذِهِ الْحُجْرَةِ يَقُولُ: لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ اِلَّا مِنْ شَقِيٍّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے، اس حجرے والی ہستی حضرت ابوالقاسم صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: "رحمت صرف بدبخت سے الگ ہوتی ہے"

4943 - حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ اَبِي نَجِيحٍ، عَنِ ابْنِ عَامِرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو - يَرْوِيهِ قَالَ: ابْنُ السَّرْحِ - عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا، وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا

ایک اور سند کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان منقول ہے:
"جو شخص ہمارے چھوٹے پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑے کے حق کو پہچانتا نہیں ہے، وہ ہم میں سے نہیں ہے"

بَابٌ فِي النَّصِيحَةِ

باب: خیر خواہی کا بیان

4944 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ اَبِي صَالِحٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ اِنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ اِنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ قَالُوا: لِمَنْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: لِلّٰهِ وَكِتَابِهِ وَرَسُولِهِ، وَاَئِمَّةِ الْمُؤْمِنِينَ، وَعَامَّتِهِمْ، اَوْ اَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَعَامَّتِهِمْ

4944- إسناده صحيح. زهير: هو ابن معاوية. وأخرجه مسلم (55)، والنسائي في "الكبرى" (8700) من طريق سفيان، ومسلم (55) من طريق روح، كلاهما عن سهيل بن أبي صالح، بهذا الإسناد. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (8700) من طريق سفيان، عن عمرو بن دينار، عن القعقاع، عن أبي صالح، عن عطاء بن يزيد، عن تميم. فذكره.

ری٭ری٭ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بے شک دین خیر خواہی کا نام ہے، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کس کے لیے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے، اہل ایمان کے حکمرانوں کے لیے اور ان کے عام افراد (رعایا) کے لیے، (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں) مسلمان حکمرانوں کے لیے اور ان کے عام افراد کے لیے''

4945 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَأَنْ أَنْصَحَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قَالَ: وَكَانَ إِذَا بَاعَ الشَّيْءَ أَوِ اشْتَرَاهُ قَالَ: أَمَا إِنَّ الَّذِي أَخَذْنَا مِنْكَ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِمَّا أَعْطَيْنَاكَ فَاخْتَرْ

٭٭ حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر اطاعت وفرمانبرداری کی بیعت کی، اور اس بات کی بیعت کی کہ میں ہر مسلمان کا خیر خواہ رہوں گا۔

راوی بیان کرتے ہیں: وہ جب کوئی چیز فروخت کرتے، یا خریدتے تھے، تو یہ فرماتے تھے:

''بے شک وہ چیز جو ہم نے تم سے حاصل کی ہے، وہ ہمارے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے، جو تم نے ہمیں دی ہے، تو تم اختیار کر سکتے ہو (یعنی سودے کو ختم کر سکتے ہو)''۔

بَابٌ فِي الْمَعُونَةِ لِلْمُسْلِمِ

باب: مسلمان کی مدد کرنا

4946 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، وَعُثْمَانُ، ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، قَالَ: عُثْمَانُ وَجَرِيرٌ الرَّازِيُّ، ح وحَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، - وَقَالَ وَاصِلٌ: قَالَ: حُدِّثْتُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ ثُمَّ اتَّفَقُوا - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا، نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ، يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ عَلَى مُسْلِمٍ سَتَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ

٭٭ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کسی مسلمان سے کوئی دنیاوی پریشانی دور کریگا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے قیامت کی پریشانی دور

تنگ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے، جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے"۔ اور اللہ تعالیٰ اس وقت
مخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا، جو
کرے گا، جو شخص کسی تنگ دست کو آسانی فراہم کردے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو آسانی فراہم کرے گا، جو

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عثمان نامی راوی نے ابومعاویہ سے روایت نقل کرتے ہوئے یہ الفاظ نقل نہیں کیے:
"جو شخص کسی تنگ دست کو آسانی فراہم کرے گا"۔

4947 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: قَالَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ

❁❁ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:
"ہر نیکی صدقہ ہے"۔

بَابٌ فِي تَغْيِيرِ الْأَسْمَاءِ

باب: نام تبدیل کردینا

4948 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي زَكَرِيَّا، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ، وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ، فَأَحْسِنُوا أَسْمَاءَكُمْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: ابْنُ أَبِي زَكَرِيَّا لَمْ يُدْرِكْ أَبَا الدَّرْدَاءِ

❁❁ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ "روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
"تم لوگوں کو، قیامت کے دن، تمہارے ناموں اور تمہارے آباؤ اجداد کے ناموں سے پکارا جائے گا، تو تم لوگ اپنے نام اچھے رکھو"۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن ابوزکریا نامی راوی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

4949 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ زِيَادٍ سَبَلَانُ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللهِ تَعَالَى عَبْدُ اللهِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما "روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
"اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہیں"

4950 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعِيدٍ الطَّالَقَانِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَقِيلُ ابْنُ شَبِيبٍ، عَنْ أَبِي وَهْبٍ الْجُشَمِيِّ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ: قَالَ رَسُولُ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَسَمَّوْا بِأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ، وَأَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللهِ عَبْدُ اللهِ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ، وَأَصْدَقُهَا حَارِثٌ، وَهَمَّامٌ، وَأَقْبَحُهَا حَرْبٌ وَمُرَّةُ

حضرت ابو وہب جشمی رضی اللہ عنہ، یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، یہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "انبیاء کے ناموں پر نام رکھو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پیارا نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہے، اور سب سے زیادہ سچے نام حارث اور ہمام ہیں اور سب سے زیادہ برے نام حرب اور مرہ ہیں"۔

4951 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: ذَهَبْتُ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِينَ وُلِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَبَاءَةٍ يَهْنَأُ بَعِيرًا لَهُ قَالَ: هَلْ مَعَكَ تَمْرٌ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَنَاوَلْتُهُ تَمَرَاتٍ فَأَلْقَاهُنَّ فِي فِيهِ فَلَاكَهُنَّ ثُمَّ فَغَرَ فَاهُ فَأَوْجَرَهُنَّ إِيَّاهُ فَجَعَلَ الصَّبِيُّ يَتَلَمَّظُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حُبُّ الْأَنْصَارِ التَّمْرَ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب عبداللہ بن ابوطلحہ پیدا ہوا، تو میں اسے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ایک عبا پہنی ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ کو کچھ کھلا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا، کیا تمہارے پاس کھجور ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! راوی کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ کھجوریں پیش کیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے منہ میں ڈال کر انہیں چبایا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کھجور اس بچے کے منہ میں ڈال دی، وہ بچہ اسے چوسنے لگا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ انصار کی کھجور سے محبت ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔

بَابٌ فِي تَغْيِيرِ الِاسْمِ الْقَبِيحِ

باب: برا نام تبدیل کر دینا

4952 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: غَيَّرَ اسْمَ عَاصِيَةَ، وَقَالَ: أَنْتِ جَمِيلَةُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آسیہ (نامی خاتون) کا نام تبدیل کر دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جمیلہ ہو۔

4953 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ، سَأَلَتْهُ: مَا سَمَّيْتَ ابْنَتَكَ؟ قَالَ: سَمَّيْتُهَا مُرَّةَ، فَقَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ هٰذَا الِاسْمِ سُمِّيتُ بَرَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا

تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ، اللهُ أَعْلَمُ بِأَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ فَقَالَ: مَا نُسَمِّيهَا؟ قَالَ: سَمُّوهَا زَيْنَبَ

٭٭ حضرت زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں محمد بن عمرو نقل کرتے ہیں، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے محمد بن عمرو سے دریافت کیا: تم نے اپنی بیٹی کا کیا نام رکھا ہے؟ تو محمد بن عمرو نے جواب دیا، میں نے اس کا نام برہ (یعنی نیک اور صالح) رکھا ہے تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رکھنے سے منع کیا ہے، میرا نام بھی برہ رکھا گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم خود کو نیک قرار نہ دو، اللہ تعالیٰ تم میں سے نیک لوگوں کو زیادہ جانتا ہے۔

سائل نے دریافت کیا: پھر ہم اس کا کیا نام رکھیں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کا نام زینب رکھو''

4954 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، قَالَ: حَدَّثَنِي بَشِيرُ بْنُ مَيْمُونٍ، عَنْ عَمِّهِ أُسَامَةَ بْنِ أَخْدَرِيٍّ، أَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ أَصْرَمُ كَانَ فِي النَّفَرِ الَّذِينَ أَتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا اسْمُكَ؟ قَالَ: أَنَا أَصْرَمُ، قَالَ: بَلْ أَنْتَ زُرْعَةُ

٭٭ حضرت اسامہ بن اخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص کا نام اصرم تھا، وہ کچھ لوگوں کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کی: میرا نام اصرم (کاٹنے والا) ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جی نہیں!) تم زرعہ (کاشتکاری کرنے والے) ہو۔

4955 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ هَانِئٍ أَنَّهُ لَمَّا وَفَدَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ قَوْمِهِ سَمِعَهُمْ يَكْنُونَهُ بِأَبِي الْحَكَمِ، فَدَعَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ هُوَ الْحَكَمُ، وَإِلَيْهِ الْحُكْمُ، فَلِمَ تُكْنَى أَبَا الْحَكَمِ؟ فَقَالَ: إِنَّ قَوْمِي إِذَا اخْتَلَفُوا فِي شَيْءٍ أَتَوْنِي، فَحَكَمْتُ بَيْنَهُمْ فَرَضِيَ كِلَا الْفَرِيقَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَحْسَنَ هَذَا، فَمَا لَكَ مِنَ الْوَلَدِ؟ قَالَ: لِي شُرَيْحٌ، وَمُسْلِمٌ، وَعَبْدُ اللهِ، قَالَ: فَمَنْ أَكْبَرُهُمْ؟ قُلْتُ: شُرَيْحٌ، قَالَ: فَأَنْتَ أَبُو شُرَيْحٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: شُرَيْحٌ هَذَا هُوَ الَّذِي كَسَرَ السِّلْسِلَةَ، وَهُوَ مِمَّنْ دَخَلَ تُسْتَرَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَبَلَغَنِي أَنَّ شُرَيْحًا كَسَرَ بَابَ تُسْتَرَ، وَذَلِكَ أَنَّهُ دَخَلَ مِنْ سِرْبٍ

٭٭ حضرت ہانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب وہ اپنی قوم کے ساتھ وفد کی شکل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھیوں کو سنا، جو انہیں ابوالحکم کی کنیت سے بلا رہے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے حکم ہے اور حکم اسی کی طرف سے ہے، تو پھر تمہاری کنیت ابوالحکم کیوں ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: میری قوم کے لوگ جب کسی بات کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں، تو وہ میرے پاس آ جاتے ہیں، میں ان کے درمیان جو فیصلہ دیتا ہوں، اس پر دونوں فریق راضی ہوتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے کتنے بچے ہیں؟ راوی کہتے ہیں: میں نے جواب دیا: میرا ایک بیٹا شریح ہے، ایک مسلم ہے اور ایک عبداللہ ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: ان میں سے بڑا کون ہے؟ میں نے

عرض کی: شریح، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر تم ابوشریح ہو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شریح نامی یہ وہ صاحب ہیں، جنہوں نے زنجیر توڑی تھی اور یہی وہ صاحب ہیں، جو تستر (کے قلعے) میں داخل ہوئے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھ تک یہ روایت بھی پہنچی ہے، کہ شریح نے تستر کا دروازہ توڑا تھا، اور یہی وہ صاحب ہیں، جو سرنگ میں داخل ہوئے تھے۔

4956 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهُ: مَا اسْمُكَ؟ قَالَ: حَزْنٌ، قَالَ: أَنْتَ سَهْلٌ قَالَ: لَا، السَّهْلُ يُوطَأُ وَيُمْتَهَنُ، قَالَ سَعِيدٌ: فَظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُصِيبُنَا بَعْدَهُ حُزُونَةٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَغَيَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمَ الْعَاصِ، وَعَزِيزٍ، وَعَتَلَةَ، وَشَيْطَانٍ، وَالْحَكَمِ، وَغُرَابٍ، وَحُبَابٍ، وَشِهَابٍ، فَسَمَّاهُ هِشَامًا، وَسَمَّى حَرْبًا سَلْمًا، وَسَمَّى الْمُضْطَجِعَ الْمُنْبَعِثَ، وَأَرْضًا تُسَمَّى عَفِرَةَ سَمَّاهَا خَضِرَةَ، وَشَعْبَ الضَّلَالَةِ، سَمَّاهُ شَعْبَ الْهُدَى، وَبَنُو الزِّنْيَةِ، سَمَّاهُمْ بَنِي الرِّشْدَةِ، وَسَمَّى بَنِي مُغْوِيَةَ، بَنِي رِشْدَةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: تَرَكْتُ أَسَانِيدَهَا لِلِاخْتِصَارِ

سعید بن مسیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: حزن (سخت زمین) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم سہل ہو، (یعنی آسان زمین) ہو، انہوں نے عرض کی: جی نہیں! نرم چیز کو تو روند دیا جاتا ہے اور کمتر سمجھا جاتا ہے۔

سعید کہتے ہیں: مجھے اندازہ ہوا کہ اس کے بعد ہمیں غم لاحق ہوں گے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے عاص (یعنی نافرمان)، عزیز (غالب)، شیطان، حکم (ثالث) غراب (کوا)، حباب (سانپ) شہاب (شعلہ) جیسے نام تبدیل کیے تھے، آپ ﷺ نے شہاب کا نام ہشام رکھا تھا، حرب کا نام سلم رکھا تھا، مضطجع کا نام منبعث رکھا تھا، ایک زمین کا نام عفرہ (بنجر) تھا، اس کا نام آپ ﷺ نے خضرہ (سرسبز وشاداب) رکھ دیا، گمراہی کی گھاٹی والی زمین کا نام آپ ﷺ نے راہنمائی کی گھاٹی والا رکھا، جو لوگ زنا کی اولاد قرار دیے جاتے تھے آپ ﷺ نے انہیں ہدایت کی اولاد قرار دیا، اور جو لوگ بنو مغویہ کہلاتے تھے، آپ ﷺ نے ان کا نام بنو رشدیہ (ہدایت یافتہ لوگ) رکھ دیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اس کی اسانید اختصار کے پیش نظر ترک کر دی ہیں۔

4957 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ، حَدَّثَنَا مُجَالِدُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: لَقِيتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: مَنْ أَنْتَ؟ قُلْتُ مَسْرُوقُ بْنُ الْأَجْدَعِ، فَقَالَ عُمَرُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْأَجْدَعُ: شَيْطَانٌ

مسروق بیان کرتے ہیں: میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملا، انہوں نے دریافت کیا: تم کون ہو؟ میں نے عرض کی: مسروق بن اجدع رحمۃ اللہ علیہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: "اجدع، شیطان (کا نام) ہے"۔

4958 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ رَبِيعِ بْنِ عُمَيْلَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُسَمِّيَنَّ غُلَامَكَ يَسَارًا وَلَا رَبَاحًا، وَلَا نَجِيحًا، وَلَا أَفْلَحَ، فَإِنَّكَ تَقُولُ: أَثَمَّ هُوَ؟ فَيَقُولُ: لَا إِنَّمَا هُنَّ أَرْبَعٌ فَلَا تَزِيدَنَّ عَلَيَّ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"تم اپنے بچے کا نام یسار، رواح، نجیح یا افلح نہ رکھو، کیونکہ اگر تم نے دریافت کیا: کیا وہ یہاں ہے؟ تو وہ جواب دے گا: جی نہیں! (راوی بیان کرتے ہیں: یہ چار نام ہیں) تم مزید میری طرف کوئی بات منسوب نہ کرنا۔

4959 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ الرُّكَيْنَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَمُرَةَ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُسَمِّيَ رَقِيقَنَا أَرْبَعَةَ أَسْمَاءٍ أَفْلَحَ، وَيَسَارًا، وَنَافِعًا، وَرَبَاحًا

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے، کہ ہم اپنے کسی غلام کا نام ان چار میں سے کوئی رکھیں، افلح، یسار، نافع اور رباح۔

4960 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ عِشْتُ إِنْ شَاءَ اللهُ أَنْهَى أُمَّتِي أَنْ يُسَمُّوا نَافِعًا وَأَفْلَحَ، وَبَرَكَةَ قَالَ الْأَعْمَشُ: وَلَا أَدْرِي ذَكَرَ نَافِعًا أَمْ لَا. فَإِنَّ الرَّجُلَ يَقُولُ إِذَا جَاءَ أَثَمَّ بَرَكَةُ فَيَقُولُونَ لَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ لَمْ يَذْكُرْ بَرَكَةَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اگر اللہ نے چاہا اور میں زندہ رہا، تو میں اپنی امت کو اس بات سے منع کردوں گا کہ وہ (اپنے بچوں کے نام) نافع، افلح یا برکت رکھیں۔

اعمش بیان کرتے ہیں: مجھے نہیں، معلوم کہ راوی نے لفظ نافع بیان کیا ہے یا نہیں (نبی اکرم ﷺ کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا:

"کیونکہ جب کوئی شخص آئے اور دریافت کرے گا: کیا یہاں برکت ہے؟ تو لوگ جواب دیں: جی نہیں!

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں منقول ہے، تاہم اس میں لفظ برکت موجود نہیں ہے۔

4961 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَخْنَعُ اسْمٍ عِنْدَ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ تَسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ بِإِسْنَادِهِ قَالَ: أَخْنَى اسْمٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بارے میں پتا چلا ہے:

"قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ نام یہ ہوگا کہ کسی کو شہنشاہ کہا جائے"

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے، تاہم اس میں ایک لفظ مختلف ہے، تاہم اس کا مفہوم یہی ہے۔

بَابٌ فِي الْأَلْقَابِ

باب: القاب کا حکم

4962 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ دَاوُدَ، عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو جَبِيرَةَ بْنُ الضَّحَّاكِ، قَالَ: فِينَا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي بَنِي سَلَمَةَ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ (الحجرات: 11) قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ مِنَّا رَجُلٌ إِلَّا وَلَهُ اسْمَانِ أَوْ ثَلَاثَةٌ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَا فُلَانُ فَيَقُولُونَ: مَهْ يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ يَغْضَبُ مِنْ هَذَا الِاسْمِ، فَأُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ) (الحجرات: 11)

حضرت ابوجبیرہ بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ آیت ہمارے بارے (یعنی بنوسلمہ) کے بارے میں نازل ہوئی:

"اور تم ایک دوسرے کو (برے) القاب سے مت پکارو کیونکہ ایمان لے آنے کے بعد فسق بری چیز ہے"

راوی بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ منورہ) میں ہمارے پاس تشریف لائے، تو ہم میں سے ہر شخص کے دو یا تین نام ہوتے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بلانا، اے فلاں! تو لوگوں نے عرض کرنی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ کہیں، کیونکہ وہ اس نام سے غصے میں آ جاتا ہے، تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

"تم ایک دوسرے کو (برے) القاب سے نہ پکارو"

بَابٌ فِيمَنْ يَتَكَنَّى بِأَبِي عِيسَى

باب: جو شخص ابوعیسیٰ کنیت اختیار کرے (اس کا حکم)

4963 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ

أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ضَرَبَ ابْنًا لَهُ تَكَنَّى أَبَا عِيسَى، وَأَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ تَكَنَّى بِأَبِي عِيسَى فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَمَا يَكْفِيكَ أَنْ تُكَنَّى بِأَبِي عَبْدِ اللهِ؟ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَنَّانِي فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، وَإِنَّا فِي جَلْجَتِنَا. فَلَمْ يَزَلْ يُكْنَى بِأَبِي عَبْدِ اللهِ حَتَّى هَلَكَ

زید بن اسلم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کی پٹائی کی، جس نے ابوعیسیٰ کنیت اختیار کی تھی، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ابوعیسیٰ کنیت اختیار کی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں؟ کہ تم ابوعبداللہ کنیت اختیار کرلو، تو انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ کنیت رکھی تھی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے رسول کے تمام گزشتہ اور آئندہ ذنب کی مغفرت ہو چکی ہے، لیکن ہم تو عام سے لوگ ہیں۔

(راوی کہتے ہیں:) اس کے بعد حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ مرتے دم تک ابوعبداللہ کی کنیت اختیار کیے رہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ لِابْنِ غَيْرِهِ يَا بُنَيَّ

باب: آدمی کا کسی کے بیٹے کو ”اے میرے بیٹے“ کہنا

4964 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ح، وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، وَسَمَّاهُ ابْنُ مَحْبُوبٍ الْجَعْدَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: يَا بُنَيَّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِينٍ يُثْنِي عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ مَحْبُوبٍ وَيَقُولُ كَثِيرُ الْحَدِيثِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ”اے میرے بیٹے!“

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے یحییٰ بن معین کو، محمد بن محبوب نامی راوی کی تعریف کرتے ہوئے سنا ہے، وہ یہ کہتے تھے کہ یہ صاحب، علم حدیث کے بڑے ماہر تھے (یا بکثرت احادیث روایت کرتے تھے)۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَتَكَنَّى بِأَبِي الْقَاسِمِ

باب: آدمی کا ابوالقاسم کنیت اختیار کرنا

4965 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَسَمَّوْا بِاسْمِي، وَلَا تَكْتَنُوا

4964- إسناده صحيح. أبو عوانة: هو وضاح بن عبد الله اليشكري، وأبو عثمان: هو جعد بن دينار. وأخرجه مسلم (2151) عن محمد بن عبيد الغبري، والترمذي (3043) عن محمد بن عبد الملك بن أبي الشوارب، كلاهما عن أبي عوانة، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (12366) و (14038).

بِكُنْيَتِي

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَكَذَلِكَ رِوَايَةُ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ، وَسَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرٍ، وَسُلَيْمَانَ الْيَشْكُرِيِّ عَنْ جَابِرٍ، وَابْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ نَحْوَهُمْ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''میرے نام کے مطابق نام رکھ لو، لیکن میری کنیت کے مطابق کنیت اختیار نہ کرو''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اور بعض دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

بَابُ مَنْ رَأَى أَنْ لَا يَجْمَعَ بَيْنَهُمَا

باب: جن حضرات کے نزدیک ان دونوں (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک اور کنیت کو) جمع کرنا جائز نہیں ہے

4966 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ تَسَمَّى بِاسْمِي فَلَا يَتَكَنَّى بِكُنْيَتِي، وَمَنْ تَكَنَّى بِكُنْيَتِي فَلَا يَتَسَمَّى بِاسْمِي قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى بِهَذَا الْمَعْنَى ابْنُ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَرُوِيَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مُخْتَلِفًا عَلَى الرِّوَايَتَيْنِ وَكَذَلِكَ رِوَايَةُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ اخْتُلِفَ فِيهِ رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ جُرَيْجٍ، عَلَى مَا قَالَ: أَبُو الزُّبَيْرِ وَرَوَاهُ مَعْقِلُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ، عَلَى مَا قَالَ: ابْنُ سِيرِينَ وَاخْتُلِفَ فِيهِ عَلَى مُوسَى بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَيْضًا عَلَى الْقَوْلَيْنِ اخْتَلَفَ فِيهِ حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ، وَابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص میرے نام کے مطابق نام رکھ لے، وہ شخص میری کنیت کے مطابق کنیت اختیار نہ کرے، اور جو شخص میری کنیت کے مطابق کنیت اختیار کرے، وہ میرے نام کے مطابق اپنا نام نہ رکھے''۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، جس کی سند میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔

بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا

باب: ان دونوں کو جمع کرنے کی رخصت

4965- إسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة، وأيوب السختياني: هو ابن أبي تميمة. وأخرجه مسلم (2134)، وابن ماجه (3735) عن أبي بكر بن أبي شيبة، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (3539) و (6188)، ومسلم (2134) من طرق عن سفيان بن عيينة، به. وهو في "مسند أحمد" (7377).

4967 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، وَأَبُو بَكْرٍ ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ فِطْرٍ، عَنْ مُنْذِرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ رَحِمَهُ اللهُ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنْ وُلِدَ لِي مِنْ بَعْدِكَ، وَلَدٌ أُسَمِّيهِ بِاسْمِكَ وَأُكَنِّيهِ بِكُنْيَتِكَ، قَالَ: نَعَمْ وَلَمْ يَقُلْ أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ﷺ کے بعد اگر میرے ہاں کوئی بچہ ہو، تو کیا میں آپ ﷺ کے نام کے مطابق اس کا نام رکھ دوں اور آپ ﷺ کی کنیت کے مطابق اس کی کنیت رکھ دوں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جی ہاں!

ابوبکر نامی راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے، میں نے کہا، انہوں نے یہ بیان کیا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی۔

4968 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِمْرَانَ الْحَجَبِيُّ، عَنْ جَدَّتِهِ، صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي قَدْ وَلَدْتُ غُلَامًا فَسَمَّيْتُهُ مُحَمَّدًا وَكَنَّيْتُهُ أَبَا الْقَاسِمِ، فَذُكِرَ لِي أَنَّكَ تَكْرَهُ ذَلِكَ، فَقَالَ: مَا الَّذِي أَحَلَّ اسْمِي وَحَرَّمَ كُنْيَتِي، أَوْ مَا الَّذِي حَرَّمَ كُنْيَتِي، وَأَحَلَّ اسْمِي

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک عورت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے، میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے اور اس کی کنیت ابوالقاسم رکھی ہے، مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ اس بات کو ناپسند کرتے ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ کیا چیز ہے، جس نے میرے نام کو حلال قرار دے دیا اور میری کنیت کو حرام قرار دے دیا، یا جس نے میری کنیت کو حرام قرار دے دیا اور میرے نام کو حلال قرار دے دیا، (یعنی الفاظ کی تقدیم و تاخیر میں راوی کو شک ہے)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَتَكَنَّى وَلَيْسَ لَهُ وَلَدٌ

باب: ایسے شخص کا کنیت اختیار کرنا، جس کی اولاد نہ ہو

4969 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَدْخُلُ عَلَيْنَا وَلِي أَخٌ صَغِيرٌ يُكْنَى أَبَا عُمَيْرٍ وَكَانَ لَهُ نُغَرٌ يَلْعَبُ بِهِ، فَمَاتَ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَرَآهُ حَزِينًا، فَقَالَ: مَا شَأْنُهُ، قَالُوا: مَاتَ نُغَرُهُ، فَقَالَ: يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لاتے تھے، میرا ایک چھوٹا بھائی تھا، جس کی کنیت ابوعمیر تھی اس کی ایک چڑیا تھی، جس سے وہ کھیلتا تھا وہ چڑیا مرگئی، نبی اکرم ﷺ اس کے پاس ایک دن تشریف لائے تو اسے غمگین دیکھا تو دریافت کیا: یہ غمگین کیوں ہے؟ اسے کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: اس کی چڑیا مرگئی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوعمیر! تمہاری چڑیا کو کیا ہوا؟

بَابٌ فِي الْمَرْأَةِ تُكْنَى

باب: عورت کا کنیت اختیار کرنا

4970 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، كُلُّ صَوَاحِبِي لَهُنَّ كُنًى، قَالَ: فَاكْتَنِي بِابْنِكِ عَبْدِ اللهِ يَعْنِي ابْنَ أُخْتِهَا قَالَ مُسَدَّدٌ: عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: فَكَانَتْ تُكَنَّى بِأُمِّ عَبْدِ اللهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَكَذَا قَالَ قُرَّانُ بْنُ تَمَّامٍ، وَمَعْمَرٌ، جَمِيعًا عَنْ هِشَامٍ، نَحْوَهُ وَرَوَاهُ أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ حَمْزَةَ، وَكَذَلِكَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَمَسْلَمَةُ بْنُ قَعْنَبٍ، عَنْ هِشَامٍ كَمَا قَالَ: أَبُو أُسَامَةَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے ایک مرتبہ عرض کی: یارسول اللہ! میری تمام سہیلیوں کی کوئی نہ کوئی کنیت ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے بیٹے (یعنی بھانجے) عبداللہ کے نام سے کنیت اختیار کرلو، مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: عبداللہ نامی کی کنیت اختیار کرلو، تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، ام عبداللہ کنیت اختیار کرتی تھیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابٌ فِي الْمَعَارِيضِ

باب: ذومعنی بات کرنا

4971 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيُّ، إِمَامُ مَسْجِدِ حِمْصَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ ضُبَارَةَ بْنِ مَالِكٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدٍ الْحَضْرَمِيِّ،

4969- إسناده صحيح. وحماد: هو ابن سلمة، وثابت: هو ابن أسلم البناني. وأخرجه البخاري في "الأدب المفرد" (847) عن موسى بن إسماعيل، بهذا الإسناد. وأخرجه أحمد في "مسنده" (14071) عن عفان، وابن حبان في "صحيحه" (109) من طريق حوثرة بن أشرس، كلاهما عن حماد، به. وأخرجه أحمد في "مسنده" (13325)، والبخاري في "الأدب المفرد" (384) من طريق سليمان بن المغيرة، عن ثابت، به. وانظر تمام تخريج طريق ثابت عن أنس، عند أحمد في الموضعين السابقين، وعند ابن حبان. وأخرجه من طريق أبي التياح - يزيد بن حميد الضبعي - عن أنس، البخاري (6129) و (6203)، ومسلم (2150) (30)، وابن ماجه (3720) و (3740)، والترمذي (333) و (2106) و (2107)، والنسائي في "الكبرى" (10093) و (10094) و (10095). وهو في "المسند" (12199)، و"صحيح ابن حبان" (2308). وأخرجه من طريق حميد، عن أنس النسائي في "الكبرى" (10092)، وهو في "المسند" (12137)

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كَبُرَتْ خِيَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيثًا هُوَ لَكَ بِهِ مُصَدِّقٌ، وَأَنْتَ لَهُ بِهِ كَاذِبٌ

❁❁ حضرت سفیان بن اسید حضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''یہ بڑی خیانت ہوگی کہ تم اپنے بھائی سے کوئی ایسی بات کرو، جس میں وہ تمہاری تصدیق کر رہا ہو، لیکن تم غلط بیانی کر رہے ہو''۔

بَابٌ فِي قَوْلِ الرَّجُلِ: زَعَمُوا

باب: آدمی کا یہ کہنا: کہ ان لوگوں کا یہ کہنا ہے

4972- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ لِأَبِي عَبْدِ اللّٰهِ أَوْ قَالَ: أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ لِأَبِي مَسْعُودٍ مَا سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: فِي زَعَمُوا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: بِئْسَ مَطِيَّةُ الرَّجُلِ زَعَمُوا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا: حُذَيْفَةُ

❁❁ ابوقلابہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ سے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) حضرت ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے؟

''ان لوگوں نے یہ گمان کیا (یا یہ بیان کیا)'' تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''آدمی کی بری سواری یہ ہے: کہ وہ یہ کہے: ان لوگوں نے یہ گمان کیا، (یا یہ کہے: ان لوگوں نے یہ بیان کیا)''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوعبداللہ نامی راوی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ فِي خُطْبَتِهِ: أَمَّا بَعْدُ

باب: آدمی کا اپنے خطبے میں ''اما بعد'' کہنا

4973- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَهُمْ فَقَالَ: أَمَّا بَعْدُ

4972- إسناده ضعيف، أبو عبد الله: هو حذيفة بن اليمان كما جاء مصرحاً به في الرواية هذه، وأبو قلابة - وهو عبد الله بن زيد الجرمي - لم يدرك أبا مسعود البدري، وقد أخرج أحمد الحديث في "مسنده" (17575) من روايته عن أبي مسعود، وأما روايته عن حذيفة، فقد جزم الحافظ ابن حجر في "التهذيب" بأنها مرسلة، وقال الذهبي في "السير" 4/ 468: روى عن حذيفة ولم يلحقه. قلنا: مات حذيفة سنة 36هـ وأبو قلابة سنة 104 أو 107 فيكون بين وفاتيهما 68 أو 71 سنة، وهو عند ابن أبي شيبة في "مصنفه" 8/ 636 - 637، وأخرجه أحمد في "مسنده" (23403) عن وكيع، بهذا الإسناد.

❁❁ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اما بعد۔

بَابٌ فِي الْكَرْمِ وَحِفْظِ الْمَنْطِقِ

باب: (انگور کے لیے لفظ) کرم اختیار کرنا اور گفتگو میں محتاط رہنا

4974 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمُ الْكَرْمَ، فَإِنَّ الْكَرْمَ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ، وَلَكِنْ قُولُوا حَدَائِقَ الْأَعْنَابِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"کوئی بھی شخص (انگور کو) کرم ہرگز نہ کہے، کیونکہ "کرم" مسلمان شخص ہوتا ہے، بلکہ تم لوگ یہ کہو: انگوروں کے باغات"

بَابُ لَا يَقُولُ الْمَمْلُوكُ رَبِّي وَرَبَّتِي

باب: مملوک (اپنے آقا کو یہ نہ کہے:) میرا رب

4975 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، وَحَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ، وَهِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ عَبْدِي وَأَمَتِي، وَلَا يَقُولَنَّ الْمَمْلُوكُ رَبِّي وَرَبَّتِي، وَلْيَقُلِ الْمَالِكُ فَتَايَ وَفَتَاتِي، وَلْيَقُلِ الْمَمْلُوكُ سَيِّدِي وَسَيِّدَتِي، فَإِنَّكُمُ الْمَمْلُوكُونَ وَالرَّبُّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"کوئی شخص یہ نہ کہے: کہ میرا بندہ یا میری بندی، کوئی مملوک یہ نہ کہے: کہ میرا رب یا میری ربہ، مالک کو یہ کہنا چاہیے: میرا جوان یا میری کنیز، اور مملوک کو یہ کہنا چاہیے: میرا آقا یا میری مالکن (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) بے شک تم سب لوگ مملوک ہو اور رب اللہ تعالیٰ ہے"۔

4976 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ أَبَا يُونُسَ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي هَذَا الْخَبَرِ وَلَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَلْيَقُلْ سَيِّدِي وَمَوْلَايَ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، تاہم اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں ہے، (یعنی یہ موقوف روایت ہے) اور اس میں یہ الفاظ ہیں: (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:)

"اسے یہ کہنا چاہیے: میرا سردار اور میرا آقا"۔

4977 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ،

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُولُوا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدٌ فَإِنَّهُ إِنْ يَكُ سَيِّدًا فَقَدْ أَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ

❁❁ عبداللہ بن بریدہ، اپنے والد کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"کسی منافق کو سید نہ کہو، کیونکہ اگر وہ سید ہوا، تو تم اپنے پروردگار کو ناراض کر دو گے"۔

بَابُ لَا يُقَالُ خَبُثَتْ نَفْسِي

باب: آدمی یہ نہ کہے: میرا نفس خبیث ہو گیا ہے

4978 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِي، وَلْيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِي

❁❁ ابوامامہ بن سہل اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"کوئی شخص یہ ہرگز نہ کہے: میرا نفس خبیث ہو گیا ہے، بلکہ اسے یہ کہنا چاہیے: میرا نفس تھکاوٹ کا شکار ہو گیا ہے"۔

4979 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ جَاشَتْ نَفْسِي، وَلَكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِي

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

"کوئی شخص یہ ہرگز نہ کہے: میرا نفس جوش مارتا ہے، بلکہ اسے یہ کہنا چاہیے: میرا نفس پریشان ہے"۔

4980 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَقُولُوا مَا شَاءَ اللهُ، وَشَاءَ فُلَانٌ، وَلَكِنْ قُولُوا مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ

❁❁ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"تم لوگ یہ نہ کہو: جو اللہ چاہے اور جو فلاں چاہے، بلکہ تم یہ کہو: جو اللہ چاہے اور پھر جو فلاں چاہے"

4981 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ رُفَيْعٍ، عَنْ تَمِيمٍ الطَّائِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، أَنَّ خَطِيبًا خَطَبَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ، وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَقَالَ: قُمْ أَوْ قَالَ: اذْهَبْ فَبِئْسَ الْخَطِيبُ أَنْتَ

❁❁ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک خطیب نے نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں خطبہ دیتے ہوئے کہا:

جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی، وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی (راوی کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اٹھ جاؤ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) تم چلے جاؤ تم برے خطیب ہو"

4982 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ خَالِدٍ يَعْنِي الْحَذَّاءَ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، عَنْ رَجُلٍ، قَالَ كُنْتُ رَدِيفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَثَرَتْ دَابَّةٌ، فَقُلْتُ: تَعِسَ الشَّيْطَانُ، فَقَالَ: لَا تَقُلْ تَعِسَ الشَّيْطَانُ، فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذَلِكَ تَعَاظَمَ حَتَّى يَكُونَ مِثْلَ الْبَيْتِ، وَيَقُولُ: بِقُوَّتِي، وَلَكِنْ قُلْ: بِسْمِ اللَّهِ، فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذَلِكَ تَصَاغَرَ حَتَّى يَكُونَ مِثْلَ الذُّبَابِ

⊛⊛ ابوملیح ایک صحابی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا تو اس سواری کو ٹھوکر لگی، تو میرے منہ سے نکلا: شیطان برباد ہو جائے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم یہ نہ کہو: شیطان برباد ہو جائے، کیونکہ جب تم یہ کلمہ کہو گے: تو وہ پھولتا جائے گا اور گھر کی مانند ہو جائے گا، اور وہ یہ کہے گا: میری قوت کی وجہ سے ایسا ہوا ہے، بلکہ تمہیں یہ کہنا چاہیے: میں اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوں، کیونکہ جب تم یہ کہو گے: تو وہ چھوٹا ہونا شروع ہو جائے گا، یہاں تک کہ مکھی کی مانند ہو جائے گا"

4983 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا سَمِعْتَ وَقَالَ مُوسَى: إِذَا قَالَ الرَّجُلُ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ أَهْلَكُهُمْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَالِكٌ: إِذَا قَالَ ذَلِكَ تَحَزُّنًا لِمَا يَرَى فِي النَّاسِ يَعْنِي فِي أَمْرِ دِينِهِمْ فَلَا أَرَى بِهِ بَأْسًا، وَإِذَا قَالَ ذَلِكَ عُجْبًا بِنَفْسِهِ وَتَصَاغُرًا لِلنَّاسِ فَهُوَ الْمَكْرُوهُ الَّذِي نُهِيَ عَنْهُ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب تم سنو (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) جب کوئی شخص یہ کہے: لوگ ہلاکت کا شکار ہو گئے، تو وہ شخص سب سے زیادہ ہلاکت کا شکار ہو گا"۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص لوگوں میں دین کے معاملے میں کمزوری دیکھ کر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہے، تو میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب وہ خود پسندی کی بناء پر، یا لوگوں کو کمتر سمجھتے ہوئے ایسا کہے، تو وہ یہ ناپسندیدہ صورت ہو گی، جس سے منع کیا گیا ہے۔

بَابٌ فِي صَلَاةِ الْعَتَمَةِ

باب: اندھیرے کی نماز

4984 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَبِيدٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ

ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَغْلِبَنَّكُمُ الْأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلَاتِكُمْ، أَلَا وَإِنَّهَا الْعِشَاءُ، وَلَكِنَّهُمْ يَعْتِمُونَ بِالْإِبِلِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تمہاری نماز کے نام کے حوالے سے دیہاتی لوگ تم پر غالب نہ آجائیں، یہ عشاء کی نماز ہے، کیونکہ وہ لوگ اونٹوں کا دودھ دوہنے میں اندھیرا کر دیتے ہیں (اس لیے اسے اندھیرے کی نماز کہتے ہیں)۔

4985 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مِسْعَرُ بْنُ كِدَامٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: قَالَ مِسْعَرٌ أُرَاهُ مِنْ خُزَاعَةَ: لَيْتَنِي صَلَّيْتُ فَاسْتَرَحْتُ، فَكَأَنَّهُمْ عَابُوا عَلَيْهِ ذَلِكَ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَا بِلَالُ أَقِمِ الصَّلَاةَ أَرِحْنَا بِهَا

❁❁ سالم بن ابوجعد ایک شخص کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، اس کا تعلق خزاعہ قبیلے سے تھا، اس شخص نے کہا: کاش میں نماز پڑھ لیتا تو مجھے سکون مل جاتا، اس پر لوگوں نے اس کی بات پر اعتراض کیا، تو اس نے کہا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''اے بلال! تم نماز کے لیے اقامت کہو اور اس کے ذریعے ہمیں راحت پہنچاؤ''

4986 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدٍ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبِي، إِلَى صِهْرٍ لَنَا مِنَ الْأَنْصَارِ نَعُودُهُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَقَالَ لِبَعْضِ أَهْلِهِ: يَا جَارِيَةُ ائْتُونِي بِوَضُوءٍ لَعَلِّي أُصَلِّي فَأَسْتَرِيحَ قَالَ: فَأَنْكَرْنَا ذَلِكَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: قُمْ يَا بِلَالُ فَأَرِحْنَا بِالصَّلَاةِ

❁❁ محمد بن حنفیہ کے صاحبزادے عبداللہ بیان کرتے ہیں: میں اپنے والد کے ہمراہ، ان کے سسرالی عزیزوں کے پاس گیا، جن کا تعلق انصار سے تھا، وہ ان کے ہاں کسی کی عیادت کے لیے گئے تھے، نماز کا وقت ہو گیا، تو گھر والوں سے (یا اپنی بیوی سے) کہا: اے لڑکی! میرے لیے وضو کا پانی لے آؤ، تاکہ میں نماز ادا کر کے راحت حاصل کروں۔

راوی کہتے ہیں: ہم نے ان کی اس بات پہ اعتراض کیا: تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''اے بلال! تم اٹھو اور نماز کے ذریعے ہمیں راحت پہنچاؤ''

4987 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْسِبُ أَحَدًا إِلَّا إِلَى الدِّينِ

۞۞ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کی، (کسی چیز کی طرف نسبت کرتے ہوئے نہیں سنا،) مگر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین کی طرف نسبت کرتے تھے''

بَابُ مَا رُوِيَ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ

باب: اس بارے میں جو رخصت روایت کی گئی ہے

4988 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِينَةِ، فَرَكِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ، فَقَالَ: مَا رَأَيْنَا شَيْئًا - أَوْ مَا رَأَيْنَا مِنْ فَزَعٍ - وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا

۞۞ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مدینہ منورہ میں افواہ پھیل گئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیں کوئی چیز نظر نہیں نہیں آئی (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) ہم نے کوئی پریشانی کی چیز نہیں دیکھی، اور ہم نے اسے (گھوڑے) کو سمندر پایا ہے۔

بَابٌ فِي التَّشْدِيدِ فِي الْكَذِبِ

باب: جھوٹ بولنے کی شدید مذمت

4989 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا، وَعَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ صِدِّيقًا

۞۞ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے کر جاتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے، آدمی جھوٹ بولتا ہے، اور جھوٹ بولنے کے درپے رہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسے کذاب (جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے، سچ کو اختیار کرو، کیونکہ سچ نیکی کی طرف لے کر جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے کر جاتی ہے، جو شخص سچ بولتا ہے اور سچ بولنے کی

4989- إسناده صحيح. وكيع: هو ابن الجراح، والأعمش: هو سليمان بن مهران، وأبو وائل: هو شقيق بن سلمة. وأخرجه مسلم (2607) (105) عن محمد بن عبد الله بن نمير، عن وكيع، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (2607) (105) من طرق عن أبي معاوية، عن الأعمش، به. وأخرجه البخاري (6094)، ومسلم (2607) (103) من طريق منصور، عن أبي وائل، به.

کوشش کرتا رہتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچا لکھ دیا جاتا ہے"۔

4990- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ، وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ

بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

"اس شخص کے لیے بربادی ہے، جو بات کرتے ہوئے صرف اس لیے جھوٹ بولتا ہے، تاکہ اس سے لوگوں کو ہنسائے، اس شخص کے لیے بربادی ہے، اس شخص کے لیے بربادی ہے"۔

4991- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، أَنَّ رَجُلًا، مِنْ مَوَالِي عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ الْعَدَوِيِّ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّهُ قَالَ: دَعَتْنِي أُمِّي يَوْمًا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِي بَيْتِنَا، فَقَالَتْ: هَا تَعَالَ أُعْطِيكَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَا أَرَدْتِ أَنْ تُعْطِيهِ؟ قَالَتْ: أُعْطِيهِ تَمْرًا، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كِذْبَةٌ

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری والدہ نے مجھے بلایا: اس دن نبی اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف فرما تھے، اس خاتون نے کہا: تم آگے آؤ، تو میں تمہیں کچھ دوں، تو نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون سے دریافت کیا: تم اسے کیا دینے کا ارادہ رکھتی ہو؟ تو اس نے عرض کی: میں اسے کھجور دوں گی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں، تو تمہارا جھوٹ نوٹ کیا جاتا۔

4992- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، قَالَ: ابْنُ حُسَيْنٍ فِي حَدِيثِهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَمْ يَذْكُرْ حَفْصٌ أَبَا هُرَيْرَةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَمْ يُسْنِدْهُ إِلَّا هَذَا الشَّيْخُ يَعْنِي عَلِيَّ بْنَ حَفْصٍ الْمَدَائِنِيَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ "نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"آدمی کے گنہگار ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو آگے بیان کردے"

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حفص نامی راوی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا، اس روایت کو صرف اس بزرگ نے سند کے ساتھ (مرفوع روایت کے ساتھ نقل کیا ہے) یعنی علی بن حفص مدائنی نے۔

بَابٌ فِي حُسْنِ الظَّنِّ

باب: اچھا گمان رکھنا

4993- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ مُهَنَّا أَبِي شِبْلٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَمْ أَفْهَمْهُ مِنْهُ جَيِّدًا عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ وَاسِعٍ، عَنْ شُتَيْرٍ، قَالَ: نَصْرُ ابْنُ نَهَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - قَالَ نَصْرٌ - عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: مُهَنَّا ثِقَةٌ بَصْرِيٌّ

❁❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اچھا گمان رکھنا' عبادت کے حسن کا حصہ ہے''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مہنا' نامی راوی ثقہ ہے اور بصرہ کا رہنے والا ہے۔

4994- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ صَفِيَّةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفًا، فَأَتَيْتُهُ أَزُورُهُ لَيْلًا، فَحَدَّثْتُهُ وَقُمْتُ، فَانْقَلَبْتُ، فَقَامَ مَعِي لِيَقْلِبَنِي، وَكَانَ مَسْكَنُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرَعَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَى رِسْلِكُمَا إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ قَالَا: سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، فَخَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا أَوْ قَالَ: شَرًّا

❁❁ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ' سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کیا ہوا تھا، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے رات کو حاضر ہوئی، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بات چیت کرتی رہی، پھر میں جانے کے لیے اٹھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مجھے رخصت کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے (راوی کہتے ہیں:) سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی رہائش حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے احاطے میں تھی (مسجد کے دروازے کے پاس پہنچے) تو وہاں سے انصار کے دو افراد گزر رہے تھے، جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خاتون کو دیکھا) تو وہ تیزی سے گزرنے لگے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہر جاؤ! یہ صفیہ بنت حیی ہے (یعنی میری بیوی ہے) ان دونوں نے عرض کی: سبحان اللہ! یارسول اللہ! (بھلا ہم ایسا سوچ سکتے ہیں؟) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان' انسان کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا ہے، مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ وہ کہیں تمہارے دل میں

4993- إسناده ضعيف لجهالة حال شتير بن نهار -ويقال: سمير. وكذا جاء عند الترمذي في روايته الآتي تخريجها. وأخرجه الترمذي (3927) من طريق صدقة بن موسى، عن محمد بن واسع، بهذا الإسناد. وقال: هذا حديث غريب من هذا الوجه. وهو في "مسند أحمد" (7956)، و"صحيح ابن حبان" (631).

کوئی چیز نہ ڈال دے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) کوئی خرابی نہ ڈال دے۔

بَابٌ فِي الْعِدَةِ

باب: وعدہ پورا کرنا

4995 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ أَبِي النُّعْمَانِ، عَنْ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ أَخَاهُ، وَمِنْ نِيَّتِهِ أَنْ يَفِيَ لَهُ فَلَمْ يَفِ وَلَمْ يَجِئْ لِلْمِيعَادِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ

❁❁ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص اپنے بھائی کے ساتھ کوئی وعدہ کرے اور اس کی نیت ہو کہ وہ اسے پورا کرے گا، اور پھر وہ اسے پورا نہ کر سکے اور طے شدہ مدت میں نہ آئے، تو اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا''۔

4996 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ النَّيْسَابُورِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ بُدَيْلٍ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي الْحَمْسَاءِ، قَالَ: بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَيْعٍ قَبْلَ أَنْ يُبْعَثَ وَبَقِيَتْ لَهُ بَقِيَّةٌ فَوَعَدْتُهُ أَنْ آتِيَهُ بِهَا فِي مَكَانِهِ، فَنَسِيتُ، ثُمَّ ذَكَرْتُ بَعْدَ ثَلَاثٍ، فَجِئْتُ فَإِذَا هُوَ فِي مَكَانِهِ فَقَالَ: يَا فَتًى، لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَيَّ، أَنَا هَاهُنَا مُنْذُ ثَلَاثٍ أَنْتَظِرُكَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: هَذَا عِنْدَنَا عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَكَذَا بَلَغَنِي عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: بَلَغَنِي أَنَّ بِشْرَ بْنَ السَّرِيِّ، رَوَاهُ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ

❁❁ حضرت عبداللہ بن ابوحمساء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سودا کیا تھا، جس میں سے کچھ ادائیگی رہ گئی تھی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ وعدہ کیا کہ میں فلاں جگہ پر آپ کے پاس آ جاؤں گا، پھر میں یہ بات بھول گیا، تین دن بعد مجھے یہ بات یاد آئی، میں وہاں آیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے نوجوان! تم نے مجھے مشقت کا شکار کیا ہے، میں تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: محمد بن یحییٰ نامی راوی کہتے ہیں: ہمارے نزدیک یہ راوی عبدالکریم بن عبداللہ بن شقیق ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھ تک یہ روایت بھی پہنچی ہے، بشر بن سری نے یہ روایت عبدالکریم بن عبداللہ بن شقیق سے نقل کی ہے۔

بَابٌ فِي الْمُتَشَبِّعِ بِمَا لَمْ يُعْطَ

باب: جو خود کو، کسی ایسی چیز کے ذریعے سیر ظاہر کرے، جو اسے نہ دی گئی ہو

4997 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي جَارَةً - تَعْنِي ضَرَّةً - هَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ إِنْ تَشَبَّعْتُ لَهَا بِمَا لَمْ يُعْطِ زَوْجِي، قَالَ: الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُورٍ

سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک خاتون نے عرض کی: یارسول اللہ! میری ایک پڑوسن ہے اس خاتون کی مراد یہ تھی: میری ایک سوکن (سوتن) ہے، تو کیا مجھ پر گناہ ہوگا کہ اگر میں اس کے سامنے خود کو کسی ایسی چیز کے حوالے سے سیر ظاہر کروں، جو میرے شوہر نے مجھے نہیں دی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چیز نہ دی گئی ہو، اس کے حوالے سے سیر ظاہر کرنے والا شخص، دُہرے جھوٹے کی مانند ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمِزَاحِ

باب: مزاح کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

4998 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ احْمِلْنِي، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا حَامِلُوكَ عَلَى وَلَدِ نَاقَةٍ قَالَ: وَمَا أَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ؛ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهَلْ تَلِدُ الْإِبِلَ إِلَّا النُّوقُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے سواری کے لیے کچھ دیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم تمہیں سواری کے لیے اونٹنی کا بچہ دیں گے، اس نے عرض کی: اونٹنی کے بچے کے ساتھ میں کیا کروں گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹ کو اونٹنی ہی جنم دیتی ہے"

4999 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْعَيْزَارِ بْنِ حُرَيْثٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، قَالَ: اسْتَأْذَنَ أَبُو بَكْرٍ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ عَائِشَةَ عَالِيًا، فَلَمَّا دَخَلَ تَنَاوَلَهَا لِيَلْطِمَهَا، وَقَالَ: أَلَا أَرَاكِ تَرْفَعِينَ صَوْتَكِ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْجِزُهُ، وَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُغْضَبًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ: كَيْفَ رَأَيْتِنِي أَنْقَذْتُكِ مِنَ الرَّجُلِ، قَالَ: فَمَكَثَ أَبُو بَكْرٍ أَيَّامًا، ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهُمَا قَدِ اصْطَلَحَا، فَقَالَ لَهُمَا: أَدْخِلَانِي فِي سِلْمِكُمَا كَمَا أَدْخَلْتُمَانِي فِي حَرْبِكُمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ فَعَلْنَا قَدْ فَعَلْنَا

راوی: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی، انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بلند آواز سنی، جب وہ اندر آئے، تو وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھے، تاکہ انہیں تھپڑ رسید کریں، انہوں نے کہا: کیا تم اللہ کے رسول کے سامنے اپنی آواز بلند کر رہی ہو؟ نبی اکرم ﷺ نے انہیں پکڑ لیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غصے کے عالم میں تشریف لے گئے، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چلے گئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دیکھا میں نے تمہیں کیسے اس سے بچا لیا، کچھ دن بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی، اس دوران ان دونوں کی صلح ہو چکی تھی، تو انہوں نے ان دونوں سے کہا: آپ اپنی صلح میں مجھے اسی طرح اندر آنے دیں، جس طرح اپنی لڑائی میں آنے دیا تھا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم ایسا ہی کرتے ہیں، ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔

5000 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَلَاءِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ، فَسَلَّمْتُ فَرَدَّ وَقَالَ: ادْخُلْ فَقُلْتُ: أَكُلِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: كُلُّكَ فَدَخَلْتُ

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ تبوک کے موقع پر میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت چمڑے کے بنے ہوئے خیمے میں موجود تھے، میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے جواب دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اندر آجاؤ! میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا پورا (اندر آجاؤں؟) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم پورے (اندر آجاؤ!) تو میں اندر آگیا۔

5001 - حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاتِكَةِ قَالَ: إِنَّمَا قَالَ: أَدْخُلُ كُلِّي مِنْ صِغَرِ الْقُبَّةِ

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: خیمہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے انہوں نے یہ کہا تھا: کیا میں پورا اندر آجاؤں؟

5002 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "اے دو کانوں والے!"

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح اور دل لگی کے بیان میں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ میل جول میں مزاح فرماتے تھے، چنانچہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فرماتے یا ابا عمیر ما فعل النغیر اے ابو عمیر وہ نغیر وہ کہاں جاتی رہی؟

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم سے مذاق بھی فرما لیتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں مگر میں کبھی غلط بات نہیں کہتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ ایک شخص جنگل کے رہنے والے جن کا نام زاہر بن حرام تھا، وہ جب حاضر خدمت ہوتے جنگل کے ہدایا سبزی ترکاری وغیرہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے اور وہ جب مدینہ منورہ سے واپس جانے کا ارادہ کرتے تھے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شہری سامان خورد ونوش کا ان کو عطا فرماتے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زاہر ہمارا جنگل ہے اور ہم اس کے شہر ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے خصوصی تعلق تھا زاہر کچھ بدشکل بھی تھے ایک مرتبہ کسی جگہ کھڑے ہوئے وہ اپنا کوئی سامان فروخت کر رہے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پیچھے سے ان کی کولی (جپھی) اس طرح بھری کی وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ سکے انہوں نے کہا ارے کون ہے مجھے چھوڑ دے لیکن جب کن انکھیوں وغیرہ سے دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو اپنی کمر کو بہت اہتمام سے پیچھے کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے ملنے لگے (کہ جتنی دیر بھی تلبس رہے ہزاروں نعمتوں اور لذتوں سے بڑھ کر ہے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کون شخص ہے جو اس غلام کو خریدے؟ زاہر نے عرض کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ مجھے فروخت فرمادیں تو کھوٹا اور قیمت پائیں گے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں اللہ کے نزدیک تو تم کھوٹے نہیں ہو یا یہ فرمایا کہ بیش قیمت ہو۔

حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بوڑھی عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دعا فرمادیجئے کہ حق تعالیٰ شانہ مجھے جنت میں داخل فرمادے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں بوڑھی عورت داخل نہیں ہوسکتی وہ عورت رونے لگی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہوگی بلکہ حق تعالیٰ جل شانہ سب اہل جنت عورتوں کو نوعمر کنواریاں بنادیں گے اور حق تعالیٰ جل شانہ کے اس قول انا انشانٰھن انشاء فجعلنٰھن ابکارا۔ الایۃ میں اس کا بیان ہے جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے۔ یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں۔ (بیان القرآن) یعنی ہمیشہ کنواریاں ہی رہتی ہیں صحبت کے بعد پھر کنواریاں بن جاتی ہیں۔

مزاح کا شرعی حکم

ہماری شریعت تمام امور میں اعتدال پسند واقع ہوئی ہے، لہٰذا مزاح اور خوش طبعی میں بھی اعتدال کو ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ موقع اور محل کی مناسبت سے احیاناً مزاح مباح بلکہ مستحب ہے۔ تو اس کی کثرت اور اس پر مداومت مذموم قرار دی گئی ہے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں: اعلم ان المزاح المنھی عنه هو الذی فیه افراط ویداوم علیه فانه یورث الضحك وقسوة القلب ویشغل عن ذکر الله والفکر فی مهمات الدین ویؤول فی کثیر من الاوقات الی الایذاء ویورث الاحقاد ویسقط المهابة والوقار فاما من سلم من هذه الامور فهو المباح الذی کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یفعله علی الندرة لمصلحة تطییب نفس المخاطب وموانسة وهو سنة مستحبة (مرقاۃ ج ۸ ص ۶۱۷)

جان لو کہ مزاح وہ ممنوع ہے جو حد سے زیادہ ہو اور اس پر مداومت کی جائے کیونکہ یہ بہت زیادہ ہنسنے اور دل کے سخت ہونے کا باعث ہے، ذکر الٰہی سے غافل کر دیتا ہے اور اہم دینی امور میں غور و فکر سے باز رکھتا ہے۔ بسا اوقات ایذا رسانی تک پہنچتا ہے، بغض و عناد پیدا کرتا ہے رعب و داب ختم ہو جاتا ہے لیکن جو شخص ان امور سے محفوظ ہو تو اس کے لئے مباح ہے جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار کسی مصلحت کے پیش نظر مخاطب کو بے تکلف اور مانوس بنانے کے لئے انجام دیا اور یہ سنت مستحبہ ہے۔

بَابُ مَنْ يَأْخُذُ الشَّيْءَ عَلَى الْمِزَاحِ

باب: جو شخص مذاق میں کوئی چیز حاصل کرے

5003 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، ح وحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: لَا يَأْخُذَنَّ أَحَدُكُمْ مَتَاعَ أَخِيهِ لَاعِبًا، وَلَا جَادًّا وَقَالَ سُلَيْمَانُ: لَعِبًا وَلَا جِدًّا وَمَنْ أَخَذَ عَصَا أَخِيهِ فَلْيَرُدَّهَا لَمْ يَقُلِ ابْنُ بَشَّارٍ: ابْنِ يَزِيدَ وَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⭘⭘ عبداللہ بن سائب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے بارے میں یہ نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

"کوئی شخص اپنے بھائی کی کوئی چیز ہنسی مذاق یا سنجیدگی سے ہرگز حاصل نہ کرے"

سلیمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "کھیل کود کے طور پر یا سنجیدگی کے طور پر بھی حاصل نہ کرے" (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) "جو شخص اپنے بھائی کا عصا لیتا ہے، تو وہ اُسے بھی واپس کر دے"

ابن بیسار نامی راوی نے ابن یزید نامی راوی کے یہ الفاظ نقل نہیں کیے اور انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

5004 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُمْ كَانُوا يَسِيرُونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ، فَانْطَلَقَ بَعْضُهُمْ إِلَى حَبْلٍ مَعَهُ فَأَخَذَهُ، فَفَزِعَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوِّعَ مُسْلِمًا

⭘⭘ عبدالرحمن بن ابو لیلیٰ بیان کرتے ہیں: حضرت محمد ﷺ کے اصحاب نے ہمیں یہ حدیث بیان کی: وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے، ایک شخص ان میں سے اکیلا رہ گیا، ان میں سے دوسرا شخص رسی لینے گیا، جو اس کے پاس تھی، اس نے اسے لیا، تو وہ شخص گھبرا گیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"کسی بھی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی بھی مسلمان کو خوفزدہ کرے"

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُتَشَدِّقِ فِي الْكَلَامِ

باب: تکلف کے ساتھ بات چیت کرنا

5005 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الْبَاهِلِيُّ، وَكَانَ يَنْزِلُ الْعَوَقَةَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ بِشْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ ابْنُ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبْغِضُ الْبَلِيغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِي يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهِ تَخَلُّلَ الْبَاقِرَةِ بِلِسَانِهَا

(راوی) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"بے شک اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے ناراض ہوتا ہے، جو بلاغت کے ساتھ یوں گفتگو کرتا ہے کہ اپنی زبان کو موڑ لیتا ہے، جس طرح گائے اپنی زبان کو موڑ لیتی ہے"۔

5006 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ شُرَحْبِيلَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَعَلَّمَ صَرْفَ الْكَلَامِ لِيَسْبِيَ بِهِ قُلُوبَ الرِّجَالِ، أَوِ النَّاسِ، لَمْ يَقْبَلِ اللهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا

(راوی) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص اس لیے گفتگو کا فن سیکھے تا کہ اس کے ذریعے مردوں (راوی کو شک ہے، یا شاید یہ الفاظ ہیں) لوگوں کے دل قید کر لے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہیں کرے گا"۔

5007 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: قَدِمَ رَجُلَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ، فَخَطَبَا، فَعَجِبَ النَّاسُ - يَعْنِي لِبَيَانِهِمَا - فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا أَوْ إِنَّ بَعْضَ الْبَيَانِ لَسِحْرٌ

(راوی) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: مشرق کی طرف سے دو آدمی آئے، انہوں نے خطاب کیا، تو لوگوں کو ان کا بیان بہت پسند آیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) "بیانوں میں سے بعض جادو ہوتے ہیں"۔

5008 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ الْبَهْرَانِيُّ، أَنَّهُ قَرَأَ فِي أَصْلِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَيَّاشٍ وَحَدَّثَهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ابْنُهُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي ضَمْضَمٌ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو ظَبْيَةَ، أَنَّ عَمْرَو ابْنَ الْعَاصِ، قَالَ: يَوْمًا - وَقَامَ رَجُلٌ فَأَكْثَرَ الْقَوْلَ - فَقَالَ عَمْرٌو: لَوْ قَصَدَ فِي قَوْلِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُ،

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَقَدْ رَأَيْتُ، أَوْ أُمِرْتُ، أَنْ أَتَجَوَّزَ فِي الْقَوْلِ، فَإِنَّ الْجَوَازَ هُوَ خَيْرٌ

ابوظبیہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے طویل گفتگو کی تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر یہ اپنے کلام میں میانہ روی اختیار کرتا، تو یہ اس کے حق میں زیادہ بہتر تھا، میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: "میری یہ رائے ہے (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں درمیانی گفتگو کروں، کیونکہ میانہ روی بھلائی ہوتی ہے"

بَابُ مَا جَاءَ فِي الشِّعْرِ

باب: شاعری کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

5009 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا قَالَ أَبُو عَلِيٍّ: بَلَغَنِي عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ أَنَّهُ قَالَ: وَجْهُهُ أَنْ يَمْتَلِئَ قَلْبُهُ حَتَّى يَشْغَلَهُ عَنِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِ اللهِ فَإِذَا كَانَ الْقُرْآنُ وَالْعِلْمُ الْغَالِبَ فَلَيْسَ جَوْفُ هَذَا عِنْدَنَا مُمْتَلِئًا مِنَ الشِّعْرِ، وَإِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا، قَالَ: كَأَنَّ الْمَعْنَى أَنْ يَبْلُغَ مِنْ بَيَانِهِ أَنْ يَمْدَحَ الْإِنْسَانَ فَيَصْدُقَ فِيهِ حَتَّى يَصْرِفَ الْقُلُوبَ إِلَى قَوْلِهِ، ثُمَّ يَذُمَّهُ فَيَصْدُقَ فِيهِ حَتَّى يَصْرِفَ الْقُلُوبَ إِلَى قَوْلِهِ الْآخَرِ، فَكَأَنَّهُ سَحَرَ السَّامِعِينَ بِذَلِكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
"کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جائے، یہ اس کے حق میں، اس سے زیادہ بہتر ہے، کہ وہ شعر سے بھر جائے"
ابوعلی کہتے ہیں: ابوعبید کے بارے میں مجھے یہ بات پتا چلی ہے، وہ یہ فرماتے ہیں: اس کی صورت یہ ہے کہ اس کا ذہن شعر سے یوں بھر جائے، کہ وہ اسے قرآن اور اللہ کے ذکر سے غافل کر دے، تو جب قرآن اور علم غالب ہوں، تو اس وقت ہمارے نزدیک آدمی کا ذہن شعر سے بھرا ہوا شمار نہیں ہوگا، اور روایت کے یہ الفاظ "بعض بیان جادو ہوتے ہیں" اس کا مطلب یہ ہے: کہ کچھ لوگوں کا بیان کسی آدمی کی مدح سرائی پر ہو، اور وہ اس قدر عمدگی سے کی جائے، کہ لوگوں کے دل اس کی طرف مائل ہو جائیں اور جب آدمی کسی کی مذمت کرے تو یوں کرے کہ لوگ اس کی دوسری بات کے پیچھے چل پڑیں، تو گویا ایسے شخص نے اپنے سننے والوں پر جادو کر دیا۔

5010 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا

5009- إسناده صحيح. أبو الوليد الطيالسي: هو هشام بن عبد الملك، وأبو صالح: هو ذكوان السمان. وأخرجه البخاري (6155)، ومسلم (2257) (7)، وابن ماجه (3759)، والترمذي (3065) من طرق عن الأعمش، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (7874)، و "صحيح ابن حبان" (5777) و (5779).

أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''بعض شعر حکمت ہوتے ہیں''۔

5011 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا، وَإِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُكْمًا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں: ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور گفتگو کرنے لگا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض بیان جادو ہوتے ہیں اور بعض شعر حکمت آموز ہوتے ہیں۔

5012 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ النَّحْوِيُّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ ثَابِتٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي صَخْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا، وَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلًا، وَإِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُكْمًا، وَإِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عِيَالًا

فَقَالَ صَعْصَعَةُ بْنُ صُوحَانَ: صَدَقَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا قَوْلُهُ إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا فَالرَّجُلُ يَكُونُ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَهُوَ أَلْحَنُ بِالْحُجَجِ مِنْ صَاحِبِ الْحَقِّ، فَيَسْحَرُ الْقَوْمَ بِبَيَانِهِ فَيَذْهَبُ بِالْحَقِّ، وَأَمَّا قَوْلُهُ إِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلًا فَيَتَكَلَّفُ الْعَالِمُ إِلَى عِلْمِهِ مَا لَا يَعْلَمُ فَيُجَهِّلُهُ ذٰلِكَ، وَأَمَّا قَوْلُهُ إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُكْمًا فَهِيَ هٰذِهِ الْمَوَاعِظُ، وَالْأَمْثَالُ الَّتِي يَتَّعِظُ بِهَا النَّاسُ، وَأَمَّا قَوْلُهُ إِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عِيَالًا فَعَرْضُكَ كَلَامَكَ وَحَدِيثَكَ عَلَى مَنْ لَيْسَ مِنْ شَأْنِهِ وَلَا يُرِيدُهُ

صخر بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''بے شک بعض بیان' جادو ہوتے ہیں اور کچھ علم' جہالت ہوتے ہیں' بعض شعر' حکمت ہوتے ہیں اور کچھ باتیں' صرف بوجھ ہوتی ہیں''۔

صعصعہ بن صوحان فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے، جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا تعلق ہے ''بعض بیان جادو ہوتے ہیں'' تو کوئی شخص ایسا ہوتا ہے، جس کے ذمے دوسرے کا کوئی حق ہوتا ہے، لیکن وہ حق دار کے مقابلے میں دلیل پیش کرنے میں زیادہ چرب زبان ہوتا ہے، تو وہ سننے والے کو اپنی گفتگو کے ذریعے مسحور کر لیتا ہے اور حق کو حاصل کر لیتا ہے۔

جہاں تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا تعلق ہے: ''بعض بیان' جادو ہوتے ہیں اور بعض علم جہالت ہوتے ہیں'' تو بعض

اوقات کوئی عالم ان چیزوں کے بارے میں تکلف سے بات کرتا ہے، جس کا اسے علم نہیں ہوتا، تو اس طرح وہ اپنے آپ کو جاہل قرار دیتا ہے۔

جہاں تک نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا تعلق ہے "بعض شعر حکمت ہوتے ہیں" تو یہ وہ اشعار ہوتے ہیں، جو وعظ و نصیحت اور مثالوں پر مبنی ہوتے ہیں، جن کے ذریعے لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

جہاں تک نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا تعلق ہے: "بعض اقوال وزن ہوتے ہیں" تو اس کی صورت یہ ہے کہ آپ اپنا کلام ایسے شخص کے سامنے کریں، جس کا وہ مزاج نہ ہو یا وہ خواہش مند نہ ہو"

5013 - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي خَلَفٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، قَالَ: مَرَّ عُمَرُ بِحَسَّانَ وَهُوَ يُنْشِدُ فِي الْمَسْجِدِ، فَلَحَظَ إِلَيْهِ فَقَالَ: قَدْ كُنْتُ أُنْشِدُ وَفِيهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ

❀❀ سعید بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، جو مسجد میں شعر سنا رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں گھور کر دیکھا، تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس (مسجد) میں اس وقت بھی شعر سنایا کرتا تھا، جب یہاں وہ صاحب موجود ہوتے تھے، جو آپ سے بہتر تھے (یعنی میں نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں ایسا کرتا تھا)

5014 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، بِمَعْنَاهُ زَادَ فَخَشِيَ أَنْ يَرْمِيَهُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجَازَهُ

❀❀ سعید بن مسیب، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس کی مانند روایت نقل کرتے ہیں: جس میں یہ الفاظ زائد ہیں: تو حضرت عمر کو یہ اندیشہ ہوا، کہیں وہ نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے حضرت حسان پر الزام عائد نہ کر دیں، تو انہوں نے اس کی اجازت دیدی"

5015 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمِصِّيصِيُّ لُوَيْنٌ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُرْوَةَ، وَهِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ فَيَقُومُ عَلَيْهِ يَهْجُو مَنْ قَالَ فِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ مَعَ حَسَّانَ مَا نَافَحَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر رکھواتے تھے، وہ اس پر کھڑے ہو کر ان لوگوں کو ہجو کیا کرتے تھے، جو نبی اکرم ﷺ کے خلاف بولتے تھے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"بے شک روح القدس اس وقت تک حسان کے ساتھ ہوتا ہے، جب تک یہ اللہ کے رسول کی طرف سے جواب دیتا رہتا ہے"

5016 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ،

عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: (وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ) (الشعراء: 224) فَنَسَخَ مِنْ ذٰلِكَ وَاسْتَثْنٰى فَقَالَ: (إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا) (الشعراء: 227)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے:)

''شاعروں کی پیروی بھٹکے ہوئے لوگ کرتے ہیں''

تو اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ قرار دیا اور اس میں اس بات استثناء کر لیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''سوائے ان لوگوں کے، جو ایمان لائے، انہوں نے نیک اعمال کیے اور اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کیا''

شعراء سے متعلق احادیث وآثار کا بیان

۱۔ ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانی میں دو آدمیوں (یعنی دو شاعروں) باہم ہجو کا مقابلہ کیا ایک انصاری تھا اور دوسرا کسی اور قبیلہ سے تھا دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھیوں میں کچھ بے وقوف قسم کے لوگ تھے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی آیت ''والشعراء یتبعھم الغاون'' الآیات۔ ابن جریر نے ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح روایت کیا۔

۲۔ ابن ابی حاتم نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ زمانہ جاہلیت میں دو شاعروں نے باہم ہجو کا مقابلہ کیا اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ لوگوں کی جماعتیں تھیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی آیت ''والشعراء یتبعھم الغاون'' (یعنی شاعروں کی راہ پر بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں۔

۳۔ ابن سعد وعبد بن حمید وابن ابی حاتم وابن عساکر نے عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت ''والشعراء'' سے لے کر آیت ''مالا یفعلون'' تک نازل ہوئی تو عبداللہ بن رواحہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ میں بھی انہیں میں سے ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آخری آیات کو نازل فرمایا آیت ''الا الذین امنوا وعملوا الصلحت'' لے کر آیت ''ینقلبون'' تک۔

۴۔ ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابو داؤد فی ناسخہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ نے ابو حسن سالم البراد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا جب پہلی آیات ''الشعراء'' سے نازل ہوئی تو عبداللہ بن رواحہ کعب بن مالک اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور وہ رو رہے تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ وہ جانتے کہ ہم بھی شعراء ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آخری آیت کو نازل فرمایا آیت ''الا الذین امنوا وعملوا الصلحت'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلوایا اور ان پر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اسلامی شعراء کے لیے تسلی

۵۔ عبد بن حمید والحاکم نے ابوالحسن مولی بنی نوفل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عبداللہ بن رواحہ اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب پہلی آیت ''والشعرا'' نازل ہوئی اور وہ دونوں روتے ہوئے یہ آیت پڑھ

رہے تھے آیت ”والشعراء یتبعھم “یہاں تک پہنچے آیت ”الا الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت “آپ نے فرمایا وہ تم ہو آیت ” وذکرو اللہ کثیرا “ پھر فرمایا وہ تم ہو آیت ” وانتصروا من بعد ما ظلمو “ اور فرمایا وہ تم ہو آیت ” وسیعلم الذین ظل منقلب ینقلبون “ سے مراد کفار ہیں۔

۶۔ ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت ” یتبعھم الغاوٗن “ میں الغاوٗن سے مراد کفار ہیں۔ جنوں اور انسانوں میں سے گمراہوں کی اور آیت ” کل واد یھیمون “ یعنی وہ ہر بیہودہ کام میں گھس جاتے ہیں آیت ” وانھم یقولون مالا یفعلون “ یعنی وہ اکثر ایسی باتیں کرتے ہیں جو کرتے نہیں اور ان کو جھٹلایا جاتا ہے پھر اس میں استثناء کرتے ہوئے فرمایا آیت ” الا الذین اٰمنوا وعملوا الصلحات واذکرو اللہ کثیرا “ یعنی وہ اپنے کلام میں کثرت سے ذکر کرنے والے ہیں آیت ” وانتصروا من بعد ما ظلموا “ یعنی وہ کفار کے جواب دیتے ہیں جب وہ مسلمانوں کی ہجو کرتے ہیں

۷۔ ابن ابی حاتم وابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت ” والشعراء “ سے مراد مشرک ہیں جو نبی ﷺ کا پیچھا کرتے تھے آیت ” یتبعھم الغاوٗن “ یعنی سرکش جنات آیت ” فی کل واد یھیمون “ یعنی کلام کے ہر فن میں کچھ حصہ لیتے ہیں پھر اس میں استثنا کرتے ہوئے فرمایا آیت ” الا الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحت “ اس سے مراد حسان بن ثابت عبداللہ بن رواحہ اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں کہ یہ شعراء نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف ہجو کا جواب دیتے ہیں۔

۸۔ الفریابی وابن جریر وابن ابی حاتم ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت ” والشعراء یتبعھم الغاوٗن “ کو منسوخ کر دیا گیا اور اس سے استثنا کرتے ہوئے فرمایا آیت ” الا الذین آمنوا وعملو الصلحت وذکروا اللہ کثیرا “ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کیا۔

۱۰۔ ابن مردویہ وابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت ” الا الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت وذکروا اللہ کثیرا “ سے مراد ہیں ابوبکر وعمر علی عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ۔

۲۱۔ احمد والبخاری فی تاریخہ وابویعلی وابن مردویہ نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے شعراء کے بارے میں جو کچھ اتارا ہے اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بلا اشبہ مومن جہاد کرتا ہے اپنی تلوار سے اور اپنی زبان سے اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے گویا وہ ایسے چہروں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں جو تیر کی طرح پکے ہوئے ہیں۔

۱۲۔ ابن ابی شیبہ واحمد نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اس درمیان کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے اچانک ایک شاعر شعر کہتا ہوا آگے آیا نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھرا ہوا ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ شعروں سے بھرا ہوا ہو۔

۱۳۔الدیلمی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ وہ شعراء جو اسلام کی حالت میں فوت ہوئے تو اللہ تعالیٰ ان کو حکم دیں گے کہ وہ شعر کہیں جیسے جنت میں ان کی بیویاں جو حور عین ہوں گی۔ گائیں گی اور جو شعراء حالت شرک میں مر گئے وہ جہنم میں ہلاکت کو پکاریں گے۔

بعض شعر حکمت بھرے ہوتے ہیں

۱٤۔ابن مردویہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ بعض شعر حکمت ہیں اور آپ کے پاس قرظہ بن کعب عبداللہ بن رواحہ اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا ہم شعر کہتے ہیں اور یہ آیت نازل ہوئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پڑھو آیت "والشعراء" سے لے کر آیت "الا الذین امنوا وعملوا الصلحت" تک پھر آپ نے فرمایا یہ تم ہی ہو آیت "وذکروا اللہ کثیرا" اور یہ بھی تم ہی ہو آیت "وانتصروا من بعد ما ظلموا"، اور فرمایا یہ بھی تم ہی ہو۔

۱۵۔الفریابی وابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن جریر نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آیت "والشعراء یتبعھم الغاون" سے مراد ہے جنات میں سے نافرمان لوگ۔

۱۷۔عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت "والشعراء یتبعھم الغاون" سے مراد ہے شیاطین آیت "الم تر انھم فی کل واد یھیمون" یعنی وہ تعریف کرتے ہیں کسی قوم کی ناحق اور کسی قوم کی برائی بیان کرتے ہیں ناحق۔

۱۸۔الفریابی وابن جریر وعبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا آیت "والشعراء یتبعھم الغاون" سے مراد ہے شیاطین۔ آیت "الم تر انھم فی کل واد یھیمون" یعنی وہ گفتگو کرتے ہیں آیت "الا الذین امنوا وعملوا الصلحت" سے مراد ہیں عبداللہ بن رواحہ اور ان کے ساتھی۔

۱۹۔عبد بن حمید وابن ابی حاتم نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت "الا الذین امنو وعملو الصلحت" یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے شعراء اور دوسروں کا استثناء ہے آیت "وذکروا اللہ کثیرا وانتصروا من بعد ما ظلموا" بعض قراءتوں میں آیت "من بعد ما ظلموا" کی بجائے آیت "بمثل ما ظلموا" ہے یہ آیت انصار کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کفار کی ہجو کا جواب دیا ان میں سے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔ آیت "وسیعلم الذین ظلموا" یعنی عنقریب جان لیں گے شعراء میں اور ان کے غیر میں سے آیت "ای منقلب ینقلبون" کہ ان کو کسی بری جگہ لوٹ کر جانا ہے۔

۲۰۔ابن ابی حاتم نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے آیت "الا الذین امنوا وعملوا الصلحت" کے بارے میں روایت کیا کہ یہ آیت عبداللہ بن رواحہ اور انصار کے شعراء کے بارے میں نازل ہوئی۔

۲۱۔ابن سعد وابن ابی شیبہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابت رضی

اللہ عنہ کو فرمایا کہ مشرکین کی ہجو کرو کیونکہ جبرئیل تیرے ساتھ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی مدافعت میں اشعار

۲۲۔ابن سعد نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ پوچھا گیا یارسول اللہ سفیان بن حرث بن عبدالمطلب آپ کی ہجو کرتا ہے ابن رواحہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ مجھے اس کی ہجو کرنے کی اجازت دیجیے آپ نے فرمایا تو وہی ہے جو تو کہتا ہے ثبت اللہ عبداللہ نے کہا جی ہاں یارسول اللہ میں نے کہا

ثبت اللہ ما اعطاك من احسن تثبیت موسیٰ ونصر مثل ما نصرا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو اچھائیاں عطا فرمائیں اسی ہی طرح قائم رکھے جس طرح موسیٰ (علیہ السلام) کو قائم رکھا اور اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے جیسے اس نے موسیٰ (علیہ السلام) کی مدد کی۔ اور فرمایا کہ تو بھی وہی ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس طرح معاملہ کرے گا پھر کعب رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کیا یارسول اللہ مجھے اس بارے میں اجازت دیجیے رسول اللہ ﷺ اور نکالا اپنی کالی زبان کو اور عرض کیا یارسول اللہ مجھے اجازت دیجیے اور نکالا اپنی کالی زبان کو اور عرض کیا یارسول اللہ مجھے اس چیز کی اجازت دیجیے آپ نے فرمایا ابوبکر کے پاس جاؤ وہ تم کو قوم کے واقعات بتائے گا ان کی ہجو کر دجبرئیل (علیہ السلام) تیرے ساتھ ہیں۔

۲۳۔ابن سعد نے ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جبرئیل (علیہ السلام) نے مدد فرمائی حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ان ستر اشعار میں جو انہوں نے نبی ﷺ کی تعریف میں کہے۔

۲۴۔ابن سعد واحمد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حسان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے اور وہ مسجد میں اشعار پڑھ رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ نے ان کو دیکھا اور حضرت حسان بن ثابت نے بھی آپ کو دیکھا حضرت حسان نے عرض کیا میں اس مسجد میں شعر پڑھا کرتا تھا جبکہ اس مسجد میں وہ ہستی تھی جو آپ سے بہتر تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے پھر حسان رضی اللہ عنہ ابو ہریرہ رضی نہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں تجھ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تو نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ تو میری طرف سے جواب دے اے اللہ روح القدس یعنی جبرئیل (علیہ السلام) کے ساتھ اس کی مدد فرما ابو ہریرہ نے فرمایا ہاں (میں نے سنا ہے)

اشعار کے ذریعہ کفار کی مذمت

۲۵۔ابن سعد نے ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات فرمایا اور صحابہ سفر میں تھے کہ حسان بن ثابت کہاں ہے حسان نے سن کر کہا لبیك وسعديك میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا حدی کے اشعار پڑھو۔ تو انہوں نے شعر پڑھنا شروع کیے اور آپ توجہ سے سننے لگے یہاں تک کہ حسان فارغ ہو گئے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ان مشرکین کے لیے قبروں سے زیادہ سخت ہیں۔

۲۶۔ابن عساکر نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن رواحہ سے فرمایا شعر کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ وہ ایک چیز ہوتی ہے جو آدمی کے سینے میں کھٹکتی ہے تو وہ اس کو زبان پر لاتا ہے۔ شعر کی صورت میں۔

۲۷۔ ابن سعد نے مدرک بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عبداللہ بن رواحہ نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تو شعر کہتا ہے تو تو کس طرح شعر کہتا ہے گویا کہ وہ اس پر تعجب فرما رہے تھے میں نے عرض کیا میں اس میں غور وفکر کرتا ہوں پھر کہتا ہوں پھر آپ نے فرمایا تجھ پر لازم ہے مشرکین کے بارے میں کہا کرو۔ ۲۸۔ ابن سعد نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون حفاظت کرے گا مسلمانو کی عزت کی۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا میں بھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون اچھا شعر کہتا ہے حسان بن ثابت نے فرمایا میں اچھے شعر کہتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان مشرکوں کی ہجو بیان کر کیونکہ روح القدس یعنی جبرئیل عنقریب تیری مدد کرے گا۔

۲۹۔ ابن منذر نے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب قوم اپنے ہتھیاروں کے ساتھ دفاع کرے تو ان کی زبانیں زیادہ حق دار ہیں کہ ان کے ذریعہ بھی حفاظت کریں ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ میں زبان سے مدد کروں گا۔ آپ نے فرمایا تیرے لیے ناممکن ہے۔ یعنی تو اس لائق نہیں وہ بیٹھ گیا پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا تو وہ بھی بیٹھ گیا حسان کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی بات خوش نہیں کرے گی صنعا اور بصری کے درمیان اور بلاشبہ میں نے کسی قوم کی ہجو نہیں کی اور ہجو ان پر زیادہ شدید ہے اس چیز سے جو وہ اس کو پہنچاتے ہیں مجھے کسی ایسے آدمی کے بارے میں حکم دیجیے جو ان کے واقعات اور ان کے خاندان والوں کے بارے میں آگاہ ہو کہ میں ان کے متعلق اپنی زبان استعمال کروں تو آپ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف حکم فرمایا۔

۳۰۔ ابن سعد نے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ کفار قریش میں سے تین آدمیوں ابوسفیان بن حرث عمرو بن عاص اور ابن زہری نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہ کی ہجو کی ایک کہنے والے نے علی سے کہا ان لوگوں کی ہجو کرو جنہوں نے ہماری ہجو کی علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مجھ کو رسول اللہ ﷺ اجازت دیں تو میں ایسا کرلوں گا اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! علی کو اجازت دیجیے تا کہ وہ ہماری طرف سے ہجو کریں اس قوم کی جنہوں نے ہماری ہجو کی آپ نے فرمایا یہ مناسب نہیں پھر آپ نے انصار سے فرمایا کس چیز نے منع کیا اس قوم کو جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مدد کی اپنے ہتھیاروں اور اپنی جانوں کے ساتھ کہ وہ اس کی مدد کریں اپنی زبانوں کے ساتھ؟ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس کام کے لیے حاضر ہوں۔ یا رسول اللہ! آپ نے اپنی زبان کا کنارہ پکڑا اور عرض کیا ان کے بارے میں گفتگو سے بڑھ کر مجھے بات بصری اور صنعاء کے درمیان خوش نہ کرے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تم کس طرح ان کی ہجو کرو گے اور میں بھی ان کے خاندان سے ہوں تو انہوں نے عرض کیا کہ میں ان میں سے آپ کو ایسے نکال لوں گا جیسے بال کو گندھے ہوئے آٹے میں سے نکالا جاتا ہے اور قریش کی ہجو انصار میں سے تین آدمی کرتے تھے اور ان کو جواب دیتے تھے حسان بن ثابت کعب بن مالک اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور حسان اور کعب رضی اللہ عنہ ان کا مقابلہ انہیں کے اشعار جیسے اشعار میں کرتے تھے یعنی واقعات اور جنگوں سے اور اعلیٰ اوصاف کے ساتھ ان کو عار دلاتے تھے اور ابن روحہ ان کو عار دلاتے تھے ان کے کفر پر ہونے پر اور ان کو کفر وشرک کی طرف منسوب کرتے تھے اور یہ جانتے تھے کہ ان میں کوئی چیز کفر سے زیادہ بری نہیں ہے جب تک وہ مسلمان نہ ہوتے تھے اور ان کے لیے حضرت

حسان اور کعب رضی اللہ عنہ کا قول زیادہ سخت ہوتا تھا اور ان پر سب سے زیادہ ابن رواحہ کا قول ہلکا ہوتا تھا قریش مسلمان ہو گئے اور اسلام کو سمجھ لیا تو ان پر زیادہ سخت قول ابن رواحہ کا قول ہوتا تھا۔

۳۱۔ ابن ابی شیبہ نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک بعض شعر حکمت ہیں۔

۳۲۔ ابن ابی شیبہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ بے شک بعض شعر حکمت ہیں۔

۳۳۔ ابن ابی شیبہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ بعض شعر حکمت ہیں اور بعض بیان جادو ہیں۔

۳۴۔ ابن ابی حاتم نے فضالہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے آیت "وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون" کے بارے میں روایت کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں کو برباد کرتے ہیں۔

۳۵۔ احمد نے ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم حبشہ کو چھوڑے رکھو جب تک وہ چھوڑے رکھیں۔ کیونکہ کعبہ کا خزانہ حبشہ کا چھوٹی پنڈلیوں والا نکالے گا۔

۳۶۔ ابن ابی شیبہ والحاکم وصححہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی رکن اور مقام کے درمیان بیعت لے گا۔ اس بیعت کو کوئی حلال نہیں کرے گا مگر یہاں کے رہنے والے ہی اسے حلال کریں گے۔ جب وہ لوگ اس بیعت کو حلال جائیں گے تو مت سوال کر عرب کی ہلاکت کے بارے میں پھر حبشی آئیں گے اور اس کو برباد کردیں گے اس کے بعد یہ کبھی آباد نہیں ہوگا۔ وہ لوگ وہ ہوں گے جو اس کے خزانے کو نکالیں گے۔

۳۷۔ الحاکم وصححہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حبشیوں کو چھوڑے رکھ جب تک وہ تم کو چھوڑے رکھیں کیونکہ کعبہ کا خزانہ نہیں نکالے گا مگر حبشیوں میں سے دو چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا۔

۳۸۔ الحاکم وصححہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ کعبہ شریف کے آخری واقعات میں سے یہ ہوگا کہ حبشہ والے بیت اللہ پر حملہ کریں گے مسلمان ان کی طرف متوجہ ہوں گے اللہ تعالیٰ ان پر مشرق کی جانب سے ایک ہوا بھیج دیں گے تو وہ ہوا اللہ کے کسی بندے کو نہیں چھوڑے گی۔ جس میں ذرہ برابر بھی تقویٰ ہوگا تو اس کی روح کو قبض کرلے گی۔ یہاں تک کہ اچھے لوگ ختم ہوجائیں گے۔ تو کمینے لوگ باقی رہ جائیں گے۔

۳۹۔ ابن ابی شیبہ والبخاری ومسلم والنسائی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعبہ شریف کو حبشیوں میں سے دو چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا گرائے گا۔

۴۰۔ ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ گویا کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں کہ گنجے سر والا ٹیڑھے پاؤں والا اس پر کھڑا ہے اپنی کدال کے ساتھ اس کو گرا رہا ہے۔

۴۲۔ ابن ابی حاتم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ میرے والد نے اپنے وصیت نامے میں دو سطریں لکھیں بسم

اللہ الرحمن الرحیم یہ وصیت ہے جو ابوبکر بن ابوقحافہ نے دنیا سے نکلتے وقت وصیت کی یہ وہ وقت ہے جب کافر بھی ایمان لاتا ہے اور فاجر متقی بن جاتا ہے۔ اور جھوٹا بھی سچ بولتا ہے میں نے تم پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اگر وہ انصاف کریں تو ان کے متعلق میرا یہی خیال اور امید ہے اور اگر وہ ظلم کریں اور معاملات کو بدل ڈالیں تو میں غیب کو نہیں جانتا آیت'' وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون '' (یعنی عنقریب ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا معلوم ہو جائے گا کہ ان کو کسی بری جگہ لوٹ کر جانا ہے۔

۴۳۔ ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن رباح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ صفوان بن محرز جب یہ آیت'' وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون '' پڑھتے تھے تو رو دیتے تھے۔ (تفسیر در منثور، سورہ شعراء، بیروت)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّؤْيَا

باب: خوابوں کا بیان

5017 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ زُفَرَ بْنِ صَعْصَعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ يَقُولُ: هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا. وَيَقُولُ إِنَّهُ لَيْسَ يَبْقَى بَعْدِي مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوتے، تو دریافت کرتے؟ گزشتہ رات تم لوگوں نے کوئی خواب دیکھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد، نبوت میں سے سچے خوابوں کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں رہ گئی۔

5018 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''مومن کا خواب، نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے''۔

5019 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ أَنْ تَكْذِبَ، وَأَصْدَقُهُمْ رُؤْيَا أَصْدَقُهُمْ حَدِيثًا، وَالرُّؤْيَا ثَلَاثٌ: فَالرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ بُشْرَى مِنَ اللهِ، وَالرُّؤْيَا تَحْزِينٌ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَرُؤْيَا مِمَّا يُحَدِّثُ بِهِ الْمَرْءُ نَفْسَهُ، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُمْ، فَلْيُصَلِّ وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا النَّاسَ

قَالَ: وَأُحِبُّ الْقَيْدَ وَأَكْرَهُ الْغُلَّ، وَالْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِي الدِّينِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ يَعْنِي إِذَا اقْتَرَبَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ يَعْنِي يَسْتَوِيَانِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب زمانہ (قیامت کے) قریب آ جائے گا، تو مسلمان شخص کے اکثر خواب جھوٹ نہیں ہوں گے اور مسلمانوں میں سب سے زیادہ سچے خواب اس شخص کے ہوں گے، جو سب سے زیادہ سچا ہو گا، خواب تین طرح کے ہوتے ہیں، خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوتے ہیں، غم دلانے والے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اور کچھ ایسے خواب ہوتے ہیں، جن میں آدمی اپنے آپ کے ساتھ بات چیت کرتا ہے (یعنی اس کے اپنے خیالات ہوتے ہیں) تو جب کوئی شخص کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے پسند نہ آئے، تو اسے اٹھ کر نوافل ادا کرنے چاہیے اور وہ خواب کسی کو بیان نہیں کرنا چاہیے"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (یا محمد بن سیرین کہتے ہیں:) مجھے (خواب میں) بیڑی دیکھنا پسند ہے، اور طوق دیکھنا پسند نہیں ہے، کیونکہ بیڑی سے مراد دین میں ثابت قدمی ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زمانے کے قریب آنے سے مراد یہ ہے: جب رات اور دن ایک دوسرے کے قریب آ جائیں، یعنی برابر ہو جائیں۔

5020 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ وَكِيعِ بْنِ عُدُسٍ، عَنْ عَمِّهِ أَبِي رَزِينٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الرُّؤْيَا عَلَى رِجْلِ طَائِرٍ، مَا لَمْ تُعَبَّرْ فَإِذَا عُبِّرَتْ وَقَعَتْ قَالَ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ: وَلَا تَقُصَّهَا إِلَّا عَلَى وَادٍّ أَوْ ذِي رَأْيٍ

حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"خواب کی جب تک تعبیر بیان نہ کی جائے، اس وقت تک وہ پرندے کے پاؤں پر ہوتا ہے، جب اس کی تعبیر بیان کر دی جائے، تو وہ واقع ہو جاتا ہے"

راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ شاید یہ الفاظ بھی ہیں: "تم اسے کسی مخلص شخص کے سامنے، یا صاحب علم شخص کے سامنے بیان کرو"

5021 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ زُهَيْرًا، يَقُولُ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: الرُّؤْيَا مِنَ اللَّهِ، وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ لِيَتَعَوَّذْ مِنْ شَرِّهَا فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"اچھے خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں، جو شخص کوئی ناپسندیدہ چیز (خواب میں) دیکھے، اسے چاہیے کہ وہ اپنے بائیں طرف تین مرتبہ تھوک دے اور پھر اس خواب کے شر سے پناہ مانگ لے تو وہ

خواب اسے نقصان نہیں پہنچائے گا"

5022 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الْهَمْدَانِيُّ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ، وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلَاثًا، وَيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب کوئی شخص کوئی ایسا خواب دیکھے، جو اسے ناپسند ہو، تو اسے اپنے بائیں طرف تھوک دینا چاہیے اور شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے، ایسا تین مرتبہ کرنا چاہیے اور پھر جس پہلو کے بل وہ لیٹا ہوا تھا، اسے تبدیل کرکے (سوجانا چاہیے)"

5023 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ، فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ، أَوْ لَكَأَنَّمَا رَآنِي فِي الْيَقَظَةِ، وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جس نے مجھے خواب میں دیکھا، وہ عنقریب بیداری کے عالم میں مجھے دیکھ لے گا" (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) گویا کہ اس نے مجھے بیداری کے عالم میں دیکھا، کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کرسکتا"۔

5024 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ صَوَّرَ صُورَةً عَذَّبَهُ اللَّهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، حَتَّى يَنْفُخَ فِيهَا، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ، وَمَنْ تَحَلَّمَ كُلِّفَ أَنْ يَعْقِدَ شَعِيرَةً، وَمَنِ اسْتَمَعَ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ يَفِرُّونَ بِهِ مِنْهُ صُبَّ فِي أُذُنِهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص کوئی تصویر بنائے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن، اس کی وجہ سے اس شخص کو عذاب دے گا، کہ وہ اس میں پھونک مار کر (اسے زندہ کرے) اور وہ اسے پھونک مار کر (اسے زندہ) نہیں کر سکے گا اور جو شخص جھوٹا خواب بیان کرے گا، اسے اس بات کا پابند کیا جائے گا کہ وہ جَو کے دانوں کے درمیان گرہ لگائے اور جو شخص کچھ لوگوں کی بات چھپ کر سننے کی کوشش کرے گا، حالانکہ وہ لوگ اسے وہ بات نہ سنانا چاہتے ہوں، تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ ڈالا جائے گا"

5025 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ كَأَنَّا فِي دَارِ عُقْبَةَ بْنِ رَافِعٍ، وَأُتِينَا بِرُطَبٍ مِنْ رُطَبِ ابْنِ طَابٍ

فَأَوَّلْتُ أَنَّ الرِّفْعَةَ لَنَا فِي الدُّنْيَا، وَالْعَاقِبَةَ فِي الْآخِرَةِ وَأَنَّ دِينَنَا قَدْ طَابَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''گزشتہ رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم لوگ عقبہ بن رافع کے گھر میں ہیں اور ہمارے پاس ابن طاب (مخصوص قسم کی کھجور) لائی گئی ہے، میں نے اس کی یہ تعبیر نکالی ہے، کہ دنیا میں ہمیں سربلندی حاصل ہوگی اور آخرت میں اچھا انجام ہوگا اور ہمارا دین' بہترین ہے''

خواب اور اس کی تعبیر کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب یوسف نے اپنے والد سے کہا اے میرے ابا! بے شک میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا میں نے دیکھا وہ مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ (یوسف: ۴)

حضرت یوسف (علیہ السلام) کا خواب میں ستاروں، سورج اور چاند کو دیکھنا زمخشری نے کہا لفظ یوسف عبرانی زبان کا لفظ ہے، تو یہ منصرف ہوتا کیونکہ یہ صرف علم ہے اور اس میں تنوین سے مانع کوئی چیز نہیں ہے سو اس پر تنوین نہ آنا اور اس کا غیر منصرف ہونا اس کے عبرانی ہونے کی دلیل ہے۔ حضرت یوسف (علیہ السلام) نے خواب میں یہ دیکھا کہ گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند نے ان کو سجدہ کیا ہے اور حضرت یوسف کے گیارہ بھائی تھے اس لیے گیارہ ستاروں کی گیارہ بھائیوں کے ساتھ تعبیر کی گئی اور سورج اور چاند کی باپ اور ماں کے ساتھ تعبیر کی گئی اور سجدہ سے مراد یہ ہے کہ وہ حضرت یوسف کے سامنے تواضع سے جھک جائیں گے اور ان کے احکام کی پیروی کریں گے۔ حضرت یوسف (علیہ السلام) نے جو کہا تھا کہ میں نے گیارہ ستاروں کو دیکھا اس دیکھنے کو خواب میں دیکھنے پر محمول کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت میں ستارے سجدہ نہیں کرتے اس وجہ سے اس کلام کو خواب میں محمول کرنا واجب ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے حضرت یوسف (علیہ السلام) سے فرمایا تھا: ''اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے نہ بیان کرنا''

ان ستاروں کے اسماء امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بستانہ نام کا ایک یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ان ستاروں کے نام بتایئے جن کو حضرت یوسف (علیہ السلام) نے اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور آپ نے کوئی جواب نہیں دیا اس وقت حضرت جبرئیل (علیہ السلام) نازل ہوئے اور آپ کو ان ستاروں کے نام بتائے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو بلوایا اور فرمایا: اگر میں تم کو ان ستاروں کے نام بتا دوں تو تم مان لوگے؟ اس نے کہا: ہاں! پھر آپ نے یہ نام بتائے: جربان الطارق، الذیال، ذوالکتفین، قابس، وثاب، عمودان، الفلیق، المصبح، الضروح، وذوالفرغ، الضیاء اور النور۔ اس یہودی نے کہا: اللہ کی قسم! ان ستاروں کے یہی نام ہیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۴۴۷، تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم حدیث: ۱۱۳۳۲، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۱۹، دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۲۷۷، کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۱ ص ۲۵۹، الکشاف ج ۲ ص ۴۱۷، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۱۹، امام حاکم نے لکھا ہے کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور علامہ ذہبی نے اس پر سکوت کیا ہے، المستدرک ج ۴ ص ۳۹۶، امام عقیلی نے لکھا ہے کہ یہ سند صحیح کے

ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ ان کے نزدیک یہ ضعیف ہے۔ امام ابن جوزی کی نزدیک یہ حدیث موضوع ہے (کتاب الموضوعات ج۱ ص ۲۲۶) حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے ائمہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے)

خواب دیکھنے کے وقت حضرت یوسف (علیہ السلام) کی عمر امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ ھ لکھتے ہیں: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت یوسف (علیہ السلام) نے سات سال کی عمر میں خواب دیکھا کہ گیارہ لاٹھیاں ایک دائرہ کی شکل میں زمین میں مرکوز ہیں اور ایک چھوٹی لاٹھی نے ان گیارہ بڑی لاٹھیوں کو نگل لیا، حضرت یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والد سے اس خواب کو بیان کیا حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا: خبردار یہ خواب اپنے بھائیوں سے ہرگز نہ بیان کرنا پھر بارہ سال کی عمر میں حضرت یوسف (علیہ السلام) نے خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند حضرت یوسف کو سجدہ کر رہے ہیں انہوں نے پھر حضرت یعقوب (علیہ السلام) سے یہ خواب بیان کیا حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا: تم اپنے بھائیوں سے یہ خواب بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے ایک قول یہ ہے کہ حضرت یوسف (علیہ السلام) کے خواب اور اس کی تعبیر مکمل ہونے میں چالیس سال کا عرصہ لگا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں اسی سال کا عرصہ لگا۔

(تفسیر کبیر ج ٦ ص ٤١٩، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ١٤١٥ھ)

نیند کی تعریف جب موثرات خارجیہ منقطع ہوجاتے ہیں اور حواس ظاہرہ سے اتصال نہیں رہتا انسان آنکھیں بند کرلیتا ہے اور اس کے اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور حواس ظاہرہ کے ادراکات بتدریج منقطع ہوجاتے ہیں تو یہ وہ حالت ہے جس کو نیند سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

خواب کی تعریف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں: اہل سنت کے نزدیک خواب کی صحیح تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سوئے ہوئے شخص کے دل میں ادراکات پیدا کرتا ہے جیسا کہ بیدار شخص کے دل میں ادراکات پیدا کرتا ہے۔ خواب کی نظیر یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو بارش کی علامت بنادیا ہے لیکن کبھی بادل گھر کر آتے ہیں اور بارش نہیں ہوتی خواب میں جو ادراکات حاصل ہوتے ہیں کبھی ان میں فرشتے کا دخل ہوتا ہے اور کبھی شیطان کا، فرشتے کے دخل سے جو ادراکات حاصل ہوتے ہیں ان کے بعد انسان خوش ہوتا ہے اور شیطان کے دخل کے بعد جو ادراکات حاصل ہوتے ہیں ان کے بعد انسان غمگین ہوتا ہے۔ علامہ قرطبی نے بعض اہل علم سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو اشیاء کو سونے والے کے محل ادراک (ذہن) پر پیش کرتا ہے اور ان اشیاء کو مختلف صورتوں منتقل کرتا ہے، بعض اوقات وہ صورتیں بعد میں واقع ہونے والی تعبیر کے موافق ہوتی ہیں اور بعض اوقات وہ صورتیں معانی معقولہ کی مثالیں ہوتی ہیں اور ہر دو صورتیں خوش خبری دینے والی بھی ہوتی ہیں اور ڈرانے والی بھی ہوتی ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خواب: خیال میں چند منضبط مثالوں کا ادراک ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مستقبل میں پیش آنے والے امور کے لیے علامت بنادیا ہے۔

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۵۳، مطبوعہ لاہور ١٤٠١ھ)

خواب کی اقسام

علماء اسلام نے خواب کی حسب ذیل اقسام بیان کی ہیں: (۱) بعض اوقات انسان کو نیند میں ایسی بے ربط اور خلاف واقع چیزیں نظر آتی ہیں جو لائق توجہ نہیں ہوتیں مثلاً انسان خواب میں یہ دیکھے کہ آسمان میں ایک درخت اگا ہوا ہے یا دیکھے کہ زمین میں ستارے طلوع ہو رہے ہیں یا دیکھے کہ ہاتھ چیونٹی پر سوار ہو رہا ہے۔ ایسے خوابوں کو عربی میں اضغاث احلام کہتے ہیں اردو میں ان کو خواب پریشان کہتے ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ اس قسم کے خواب شیطانی عمل کی وجہ سے نظر آتے ہیں اور اطباء کہتے ہیں کہ ہاضمے کی خرابی یا بلڈ پریشر ہائی ہونے کی وجہ سے اس قسم کے خواب نظر آتے ہیں۔ (۲) انسان جو کچھ سوچتا رہتا ہے وہ اس کو خواب میں نظر آتا ہے بعض اوقات وہ اپنی ناتمام خواہشوں کو خواب میں پورا ہوتے ہوئے دیکھ لیتا ہے مثلاً بھوکا شخص خواب میں اپنی پسندیدہ چیزوں کو کھاتے ہوئے دیکھتا ہے اور پیاسا شخص لذیذ اور خوش ذائقہ مشروبات پیتے ہوئے خود کو دیکھتا ہے اور محبوب کے فراق میں غم زدہ عاشق خود کو محبوب کے قرب میں دیکھتا ہے، اس قسم کے خواب نفس کے وسوسے اور نفس کے خیالات کہلاتے ہیں۔ (۳) کبھی سونے والے شخص کے منہ پر لحاف کا دباؤ ہوتا ہے جس سے اس کا سانس گھٹ رہا ہوتا ہے اور وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ کوئی اس کا گلا گھونٹ رہا ہے کبھی بارش کے چھینٹے کھڑکی کے شیشے سے ٹکراتے ہیں یا ہوا کے زور سے کوئی چیز کھڑ کھڑاتی ہے اور وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ میدان کارزار میں ہے اور گولیاں چل رہی ہیں اور کبھی سونے والے کے چہرے پر دھوپ پڑنے سے اس کا چہرہ تمتمانے لگتا ہے اور وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ آگ میں جل رہا ہے اس قسم کے خواب دیکھ کر بعض اوقات وہ ڈر جاتا ہے اس قسم کے خوابوں کو محسوسات کا اثر کہا جاتا ہے۔ (٤) بعض اوقات انسان کے ذہن میں غیر شعوری خواہشیں ہوتی ہیں جن کو وہ کسی کے احترام یا کسی اور مانع کی وجہ سے پورا کرنا نہیں چاہتا پھر اس کو خواب میں ایسی مثالیں نظر آتی ہیں جن کی تعبیر بعینہ واقع نہیں ہو سکتی لیکن ان مثالوں میں کسی اور چیز کی طرف رمز اور اشارہ ہوتا ہے مثلاً باپ اپنے جوان بیٹے کو مارے تو غیر شعوری طور پر اس کے دل میں باپ سے انتقام لینے کا خیال آتا ہے لیکن باپ کا احترام اس خواہش کو پورا کرنے سے مانع ہوتا ہے پھر بیٹا خواب میں دیکھتا ہے کہ اس نے کسی شیر کو مار دیا ہے یا کسی اژدہے کو مار دیا یا کسی ظالم بادشاہ کو قتل کر دیا اور ظالم بادشاہ یا اژدہا غیر شعوری طور پر اس کے باپ سے کنایہ ہوتا ہے۔ خواب میں صرف اشارے اور رمز کی مثال سورۂ یوسف کی یہ آیت ہے: اذ قال یوسف لابیہ یابت انی رایت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رایتھم لی سجدین۔ (یوسف: ٤) جب یوسف نے اپنے والد سے کہا: اے میرے ابا! بے شک میں نے گیارہ ستاروں اور چاند کو دیکھا وہ مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ سورج اور چاند سے ان کے باپ اور ماں کی طرف اشارہ ہے اور گیارہ ستاروں سے ان کے گیارہ بھائیوں کی طرف اشارہ ہے۔ ایسے خواب کو رمزی خواب کہتے ہیں۔ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک شخص کا اچھا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۸۳، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۵۹۳، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۲۹۷، عالم الکتب مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶ قدیم، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۰۴۳، شرح السنہ رقم الحدیث: ۲۲۷۳، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۳۴۴۳۰، ۳۷۰۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲٦٤، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۷۲) ان خوابوں میں مشکل حقائق منکشف ہو جاتے ہیں مثلاً مشہور صوفی شاعر حضرت شرف الدین بوصیری کو فالج ہو گیا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح

اچھے اور برے خوابوں کا شرعی حکم

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جو اس کو پسند ہو تو وہ اللہ کی جانب سے ہے وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے اور وہ اس خواب کو بیان کرے اور جب وہ کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے وہ اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرے اور وہ خواب کسی کے سامنے نہ بیان کرے پھر وہ خواب اس کو ضرر نہیں دے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٩٨٤) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیک خواب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہیں پس جب کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دے اور شیطان سے پناہ طلب کرے تو پھر وہ خواب اس کو ضرر نہیں دے گا اور شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٩٩٥، سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٢٧٧، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٥٠٢١، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٢٢٦١، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ١٠٧٣٥، مسند احمد رقم الحدیث: ٢٢٩٣٢، عالم الکتب مسند احمد ج ٥ ص ٢٩٦، قدیم، موطا امام مالک رقم الحدیث: ٢٠١٣، مسند حمیدی رقم الحدیث: ٤١٨، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٠ ص ٣٣٦، سنن الدارمی رقم الحدیث: ٢١٤٨، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٦٠٥٩، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ٤٩٧٢، شرح السنہ رقم الحدیث: ٣٢٧٤) رسول اللہ ﷺ کی خواب اور بیداری میں زیارت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے مجھ کو نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھ کو بیداری میں دیکھے گا، شیطان میری شکل نہیں بن سکتا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٩٩٣، صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٢٦٦، مسند احمد رقم الحدیث: ٧٣٧١، ١٣٨٨٥، شمائل ترمذی رقم الحدیث: ٤١٣)

حافظ ابوالعباس احمد بن عمر المالکی القرطبی المتوفی ٦٥٦ھ لکھتے ہیں: نبی ﷺ کا اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ انسان خواب میں نبی ﷺ کو کسی حال میں بھی دیکھے آپ کو دیکھنا برحق ہے وہ کوئی پریشان خواب نہیں ہے جیسا کہ آپ نے خود فرمایا ہے: جس نے مجھ کو دیکھا اس نے یقیناً مجھ ہی کو دیکھا ہے اور آپ نے جو فرمایا ہے: جس نے مجھ کو نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھ کو بیداری میں دیکھے گا اس کے متعلق علامہ قرطبی لکھتے ہیں: یہ نعمت مجھ کو کئی مرتبہ مل چکی ہے ایک مرتبہ جب میں حج کے ارادہ سے تونس پہنچا تو میں نے وہاں سنا کہ دشمن مصر پر حملہ کر رہا ہے حتیٰ کہ دمیاط پر قبضہ ہو گیا ہے تو میں نے ارادہ کیا کہ جب تک امن نہیں ہو جاتا تو میں تونس میں رہوں گا۔ وہاں مجھے خواب دکھایا گیا کہ میں نبی ﷺ کی مسجد میں ہوں اور میں آپ کے منبر شریف کے قریب بیٹھا ہوا ہوں اور لوگ آکر نبی ﷺ کو سلام عرض کر رہے ہیں پس جو لوگ سلام عرض کر رہے تھے ان میں سے کسی نے مجھ کو ڈانٹا اور کہا کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کرو میں نے کھڑے ہو کر نبی ﷺ کو سلام عرض کیا ابھی میں آپ کو سلام عرض کر رہا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی اللہ تعالیٰ نے میرے حج کے ارادہ کو پھر تازہ کر دیا اور حج کی روانگی کے جو اسباب میرے لیے مشکل تھے وہ آسان کر دیئے اور میرے دل میں دشمن کے حملہ کا جو خوف تھا وہ زائل کر دیا۔ میں نے سفر شروع کیا اور تقریباً ایک ماہ بعد اسکندریہ پہنچ گیا میں نے دیکھا کہ مصر کے لوگ بہت خوفزدہ تھے اور دشمن کا بہت غلبہ تھا ابھی مجھے اسکندریہ میں پہنچے ہوئے دس دن بھی نہیں ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کی شوکت توڑ دی اور محض ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین کے رحم اور کرم سے وہاں امن اور سلامتی ہو گئی پھر اللہ نے مجھ پر اپنا احسان اور انعام مکمل کیا اور بیت اللہ کے حج کے بعد مجھے اپنے نبی ﷺ کی قبر مبارک اور مسجد شریف میں پہنچا دیا اللہ کی قسم! پھر

میں ایک قصیدہ کہنا شروع کیا اثناء قصیدہ میں انہوں نے ایک مصرع کہا: "ومبلغ العلم فیہ انہ بشر" اور ان میں اس کے دوسرے مصرع کو مکمل کرنے کی طاقت نہ رہی انہوں نے بہت کوشش کی لیکن دوسرا مصرع ان کی زبان پر نہیں آیا وہ بستر پر سو گئے انہوں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو زیارت سے مشرف فرمایا ان کا حال پوچھا۔ حضرت بوصیری نے شکایت کی کہ وہ دوسرا مصرع نہیں بنا سکے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوسرا مصرع اس طرح بنا دو: "وانہ خیر خلق اللہ کلھم" پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو چادر پہنائی اور جس جگہ ان کے جسم پر فالج تھا اس جگہ پر اپنا شفا آفریں دست مبارک پھیرا۔ حضرت بوصیری خوشی سے مدہوشی کی حالت میں نیند سے بیدار ہوئے اور وہ اپنے مرض سے مکمل شفایاب ہو چکے تھے اور انہوں نے اس قصیدہ کا نام "البردۃ" رکھا۔ اس قسم کے خوابوں کا ابن سینا، ابن رشد اور ابن خلدون نے بھی اعتراف کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ بہت سے خواب ایسے ہوتے ہیں جن میں لاینحل مسائل ہو جاتے ہیں۔ (شاہ ولی اللہ نے "انفاس العارفین" میں اپنے والد شاہ عبدالرحیم کا ایک ایسا ہی خواب ذکر کیا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو شفا عطا فرمائی اور اپنے تین موہائے مبارک (بال) عطا فرمائے تے) یہ وہ خواب ہیں جن کو حدیث میں رویا المومن (مومن کا خواب) فرمایا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۸۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۶۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۷۱۸۳ عالم الکتب، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۹۴، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۷۲) چھٹی قسم ہے الرویاء الصادقۃ (سچے خواب) قرآن مجید میں چھ سچے خوابوں کا ذکر ہے چار خوابوں کا ذکر سورۃ یوسف میں ہے ایک خواب حضرت یوسف رقم الحدیث: نے دیکھا تھا جس میں گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا (یوسف: ۴) دو خواب قید خانہ میں دو قیدیوں نے حضرت یوسف (علیہ السلام) کو سنائے تھے۔ ایک نے کہا تھا کہ میں خواب میں شراب (انگور) نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا تھا کہ میں سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن کو پرندے کھا رہے ہیں۔ (یوسف: ۳۶) اور ایک خواب مصر کے بادشاہ نے دیکھا تھا کہ سات فربہ گائیں سات لاغر گایوں کو کھا رہی ہیں اور سات ہرے بھرے خوشے ہیں اور سات سوکھے ہوئے خوشے ہیں۔ (یوسف: ۴۳) موخر الذکر تینوں خوابوں کی تعبیر حضرت یوسف (علیہ السلام) نے بیان فرمائی جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب تفسیر میں آئے گا اور ایک خواب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا ہے انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے (حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) کو ذبح کر رہے ہیں۔ (الصافات: ۱۰۲) اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے ایک خواب کا ذکر ہے کہ مسلمان امن کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں داخل ہوں گے۔ (الفتح: ۲۷) بعض خواب ایسے ہوتے ہیں جن میں مستقبل میں ہونے والے کسی واقعہ کی طرف اشارے ہوتے ہیں۔ سورۃ یوسف میں جو چار خواب ذکر کیے گئے ہیں ان چاروں میں اس کی مثالیں ہیں اور حدیث میں بھی اس کا ذکر ہے: حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتداء کی گئی تو سب سے پہلے آپ کو سچے خواب دکھائے گئے آپ جو خواب بھی دیکھتے اس کی تعبیر سپیدہ سحر کی طرح آجاتی، الحدیث۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۰، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۷۱۷ عالم الکتب، مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۳ قدیم، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۷۱۹، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۱۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۳، الشریعۃ لاجری ص ۴۳۹، دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۱ ص ۲۷۰، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۳۵، شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۷۳۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۳۲)

ہر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعینہ بغیر کسی کمی اور زیادتی کے بیداری میں اسی حال میں دیکھا جس طرح میں نے آپ کو تونس میں خواب میں دیکھا تھا اور اگر کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا پھر بیداری میں آپ کی زیارت نہیں ہوئی تو جاننا چاہیے کہ اس صورت سے اس کا معنی مقصود ہے بعینہ صورت مقصود نہیں ہے اسی طرح خواب میں اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس صورت میں دیکھا وہ آپ کی اصل صورت کے مطابق نہیں تھی اس میں کوئی زیادتی تھی یا کوئی کمی تھی یا رنگ متغیر تھا یا اس میں کوئی عیب تھا یا کوئی عضو زیادہ تھا یا کوئی اور تغیر تھا تو اس صورت سے اس کا معنی مراد ہے اور ہو سکتا ہے اس صورت سے مراد آپ کا دین اور آپ کی شریعت ہو اور دیکھنے والے نے آپ کی صورت میں جو زیادتی یا کمی یا اچھائی یا برائی دیکھی ہے اس کو اس کے دین سے تعبیر کیا جائے گا یعنی اس کے دین میں زیادتی یا کمی یا اچھائی یا برائی ہے اسی طرح اگر کسی شخص نے آپ کو آپ کی معروف صورت کے علاوہ کسی اور شکل میں دیکھا تو وہ صورت بھی اس کے دین اور شریعت سے عبارت ہوگی۔ (المفہم ج ۶ ص ۲۶۔۲۴، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ کو نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھ کو بیداری میں بھی دیکھے گا اس کے حسب ذیل محامل ہیں: (۱) اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ ہیں اور اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے آپ کو نیند میں دیکھا اور اس نے ہجرت نہیں کی اللہ تعالیٰ اس کو ہجرت کی توفیق دے گا اور وہ آپ کو بیداری میں بھی دیکھ لے گا۔ (۲) جس نے آپ کو نیند میں دیکھا وہ عنقریب بیداری میں آپ کی رویت کی تصدیق اور صحت کو دیکھ لے گا۔ (۳) جس نے آپ کو نیند میں دیکھا وہ آپ کو آخرت میں خصوصیت کے ساتھ دیکھے گا اور اس کو آپ کا قرب حاصل ہوگا۔ (۴) ابن ابی جمرہ اور ایک جماعت نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ جس نے آپ کو نیند میں دیکھا وہ دنیا میں آپ کا حقیقتاً دیکھ لے گا اور آپ سے کلام کرے گا اور اس کو اولیاء اللہ کی کرامات سے ایک کرامت شمار کیا گیا ہے۔

صالحین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں دیکھا، پھر اس کے بعد انہوں نے آپ کو بیداری میں دیکھا پھر جن چیزوں میں وہ خوف زدہ تھے ان کے متعلق آپ سے سوال کیے اور آپ نے ان کا خوف دور کرنے کی طرف رہنمائی کی۔ علامہ ابن حجر نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ پھر لازم آئے گا کہ بعد کے اولیاء اللہ صحابہ ہو جائیں اور صحابی ہونے کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے (علامہ سیوطی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ صحابی ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالم دنیا میں وفات سے پہلے دیکھے اور جس نے آپ کی وفات کے بعد آپ کو عالم برزخ میں دیکھا اس دیکھنے سے اس کا صحابی ہونا ثابت نہیں ہوگا علامہ ابن حجر کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ کئی لوگوں نے نیند میں آپ کو دیکھا اور پھر بیداری میں انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا اور اگر اس حدیث کا یہ معنی ہو تو ہر خواب میں آپ کی زیارت کرنے والے کو بیداری میں آپ کی زیارت ہونی چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ خواص کو تو زندگی میں کئی بار آپ کی زیارت ہوتی ہے اور عوام کو اس وقت آپ کی زیارت ہوگی جب ان کی روح ان کے جسم سے نکل رہی ہوگی۔ بیداری میں آپ کی زیارت کے امکان اور اس کے وقوع کی علماء کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے ان میں سے حجۃ الاسلام امام غزالی ہیں اور قاضی ابوبکر بن العربی ہیں اور شیخ عز الدین بن عبد السلام ہیں اور ابن ابی حمزہ ہیں اور ابن الحاج ہیں اور یافعی ہیں اور میں نے بھی اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے۔ (الدیباج ج ۲ ص ۸۷۴۔۸۷۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۱۲ھ)

علامہ عبدالوہاب بن احمد بن علی حنفی المصری الشعرانی المتوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں: ائمہ اور مجتہدین بیداری میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرتے ہیں اور کتاب و سنت سے انہوں نے جو کچھ سمجھا ہوتا ہے اس کو لکھنے سے پہلے نبی ﷺ سے سوال کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! ہم نے فلاں حدیث کا یہ معنی سمجھا ہے آیا آپ اس پر راضی ہیں اور بہت سے اولیاء جو مجتہدین سے کم درجہ کے ہیں ان کو آپ سے بیداری میں ملاقات کا شرف حاصل ہے جیسے شیخ عبدالرحیم القناوی اور شیخ ابو مدین المغربی، شیخ ابوالحسن الشاذلی، شیخ ابو العباس المرسی اور بہت ہیں اور میں نے شیخ جلال الدین سیوطی کے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک خط پڑھا ہے انہوں نے اس شخص کو جواب لکھا جو سلطان کے پاس ان سے سفارش کرانا چاہتا تھا انہوں نے لکھا اے میرے بھائی! میں اس وقت تک رسول اللہ ﷺ سے بیداری میں پچھتر مرتبہ بالمشافہ ملاقات کر چکا ہوں اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ حکام کے پاس جانے سے میں اس نعمت سے محروم ہو جاؤں گا تو میں سلطان سے تمہاری شفاعت کر دیتا اور میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا خادم ہوں اور جن احادیث کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے ان کی صحت معلوم کرنے کے لیے مجھے نبی ﷺ سے سوال کرنے کی حاجت ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے میرے بھائی کہ یہ نفع تمہارے نفع پر مقدم ہے اور علامہ سیوطی کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ سیدی محمد بن زین جو رسول اللہ ﷺ کے شاگرد تھے وہ رسول اللہ ﷺ کی بیداری میں بالمشافہ زیارت کرتے تھے اور جب وہ حج کے لیے جاتے تھے تو رسول اللہ ﷺ قبر کے اندر سے ان سے ہم کلام ہوتے ایک مرتبہ کسی شیخ کے کہنے سے انہوں نے حاکم شہر سے ان کی سفارش کی تو پھر وہ اس نعمت سے محروم ہو گئے اور ہم کو شیخ ابوالحسن شاذلی اور شیخ ابوالعباس المرسی اور دوسرے اولیاء اللہ سے یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ بزرگ یہ کہتے تھے کہ اگر ایک لمحہ کے لیے بھی ہم کو رسول اللہ کی زیارت نہ ہو تو ہم اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتے۔

(المیزان الکبریٰ ج ۱ ص ۵۵-۵۴، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

شیخ محمد انور کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں: علامہ شعرانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے اور آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ کے سامنے صحیح بخاری پڑھی ہے ان میں سے ایک حنفی تھا جب صحیح البخاری ختم ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی لہٰذا بیداری میں زیارت محقق ہے اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔

(فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۴، مطبوعہ مطبع حجازی القاہرہ، ۱۳۵۷ھ)

چند خوابوں کی تعبیروں کے متعلق احادیث

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میں سویا ہوا تھا تو مجھے (خواب میں) دودھ کا پیالہ دیا گیا میں نے اس سے دودھ پی لیا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ میرے ناخنوں سے سیرابی نکل رہی ہے اور میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر بن الخطاب کو دے دیا آپ کے گرد بیٹھے ہوئے صحابہ نے پوچھا آپ نے اس (دودھ) سے کیا تعبیر لی ہے یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: علم۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۰۷، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۸۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۷۰، مسند احمد ج ۲، ص ۸۳، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۱۶۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۹۱، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۸۷۸، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۴۹، سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۱۲۳، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۲۸۸)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ قمیص پہنے ہوئے میرے سامنے پیش ہو رہے ہیں بعض کی قمیص پستانوں تک تھی اور بعض کی قمیص اس سے بھی کم تھی پھر عمر بن الخطاب آئے اور ان کی قمیص پیروں کے نیچے گھسٹ رہی تھی۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ نے قمیص سے کیا تعبیر لی ہے؟ فرمایا: دین۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۰۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۹۰، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۸۵، مصنف عبدالرزاق ۲۰۳۸۵، مسند احمد ج ۵ ص ۳۷۳، قدیم مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۸۳۶، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۱۲۱)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک باغ میں ہوں اور باغ کے وسط میں ایک ستون ہے اور ستون کے اوپر ایک دستہ ہے مجھ سے کہا گیا اس درخت پر چڑھو۔ میں نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا پھر ایک لڑکا آیا۔ اس نے میرے کپڑے اوپر اٹھائے میں اس درخت پر چڑھا اور میں نے اس دستہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور میں اس حال میں بیدار ہوا کہ میں اس دستہ کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا میں نے نبی ﷺ کے سامنے یہ خواب بیان کیا آپ نے فرمایا: یہ باغ اسلام کا باغ ہے اور دستہ سے مراد مضبوط دستہ ہے تم تادم مرگ اسلام پر مضبوطی سے قائم ہو گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۱۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۴۸۱۱، مطبوعہ عالم الکتب بیروت ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب زمانہ قریب ہو جائے گا تو زیادہ تر مسلمان کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا اور مومن (کامل) کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

محمد بن سیرین نے کہا میں بھی یہی کہتا ہوں انہوں نے کہا اور یہ کہا جاتا تھا کہ خواب کی تین قسمیں ہیں: انسان جو کچھ سوچتا ہے وہ خواب میں دیکھتا ہے اور شیطان ڈراؤنے خواب دکھاتا ہے اور اللہ کی طرف سے خواب میں بشارتیں ملتی ہیں سو جو شخص خواب میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے وہ اس خواب کو کسی کے سامنے بیان نہ کرے اور اٹھ کر نماز پڑھے اور وہ خواب میں (گلے میں) طوق دیکھنا ناپسند کرتے تھے اور خواب میں بیڑیاں دیکھنا پسند کرتے تھے اور یہ کہا جاتا تھا کہ بیڑی سے مراد دین میں ثابت قدم رہنا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۱۷، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۰۷۸۳، عالم الکتب، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۹۴، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۳۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱ ص ۵۰۰)

حضرت ام العلاء انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی جب مہاجرین کی رہائش کے انصار نے قرعہ اندازی کی تو رہائش کے لیے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہمارے حصہ میں آ گئے۔ وہ بیمار پڑ گئے ہم نے ان کی تیمارداری کی وہ فوت ہو گئے۔ ہم نے ان کو کفن میں لپیٹ دیا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے کہا: اے ابو السائب! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تمہاری تکریم فرمائے گا۔ آپ نے پوچھا: تم کو یہ کیسے پتا چلا؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نہیں جانتی۔ آپ نے فرمایا: رہے عثمان بن مظعون تو ان پر موت آ چکی ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے خیر کی توقع کرتا ہوں اور اللہ کی قسم! میں از خود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ حضرت ام العلاء نے کہا: پس اللہ کی قسم! اس کے بعد میں نے کسی کی ستائش نہیں کی۔ انہوں نے کہا: میں نے خواب دیکھا کہ حضرت عثمان کے لیے ایک چشمہ بہہ رہا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس خواب

کا ذکر کیا آپ نے فرمایا: اس سے مراد اس کا جاری رہنے والا عمل ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۱۸، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۸۰۰۴، مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مکہ سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جس میں کھجور کے درخت ہیں مجھے یہ گمان ہوا کہ یہ جگہ یمامہ یا ہجر ہے لیکن وہ مدینہ یثرب تھی اور میں نے اس میں گائے کو دیکھا اور اللہ کی قسم خیر کو دیکھا۔ گائے سے مراد وہ ہے کہ جنگ احد میں جب مسلمانوں نے کفار کی یورش سے بھاگنے کا ارادہ کیا تھا اور خیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ جنگ بدر میں خیر (فتح) لایا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۳۵، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۶۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۲۱، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۷۲، عالم الکتب)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں ایک سیاہ فام عورت کو دیکھا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ مدینہ سے باہر نکلی اور جحفہ میں جا کر ٹھہر گئی میں نے اس کی یہ تعبیر نکالی کہ مدینہ کی وبا جحفہ کی طرف منتقل کر دی جائے گی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۳۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۹۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۲۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۶۱، مسند احمد رقم الحدیث: ۵۸۴۹، سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۱۶۷، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۵۵۲۵، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۶۵۱، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۱۴۷، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۵۶۸ شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۲۹۳)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ میں نے تلوار کو لہرایا تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا اور اس کی تعبیر وہ تھی جو جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی پھر میں نے دوبارہ تلوار کو لہرایا وہ پہلے سے اچھی حالت میں گئی اور اس کی تعبیر وہ تھی جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی تھی اور مسلمان مجتمع ہو گئے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۴۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۲۱، السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۷۶۵، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۷۲۹۸، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۲۷۵، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۲۹۶، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۷۲، عالم الکتب)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایک خواب بیان کیا جس کو اس نے نہیں دیکھا اس کو (قیامت کے دن) دو جو کے درمیان گرہ لگانے کا حکم دیا جائے گا اور وہ ان میں ہرگز گرہ نہیں لگا سکے گا اور جس شخص نے کچھ لوگوں کی باتیں کان لگا کر سننے کی کوشش کی جب کہ وہ اس کو ناپسند کرتے ہوں یا اس سے بھاگتے ہوں قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا اور جس شخص نے تصویر بنائی اس کو عذاب دیا جائے گا اور اس کو اس بات کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ اس میں روح پھونکے اور وہ اس میں ہرگز روح نہیں پھونک سکے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۴۲، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۱۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۱۰، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۷۸۵، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۳۵۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میں نے آج رات یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک سائبان سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے میں نے دیکھا کہ لوگ اس کو ہتھیلیوں میں جمع کر رہے ہیں بعض لوگ زیادہ جمع کر رہے ہیں اور بعض کم اور میں نے دیکھا کہ آسمان سے زمین تک ایک رسی پہنچ رہی ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ اس رسی کو پکڑ کر اوپر چڑھنے لگے پھر ایک شخص نے اس رسی کو پکڑا اور اس کو پکڑ کر اوپر چڑھنے لگا پھر دوسرا شخص اس رسی کو پکڑ کر

اوپر چڑھا، پھر تیسرے شخص نے رسی کو پکڑا تو وہ رسی ٹوٹ گئی پھر رسی جڑ گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میا باپ فدا ہو اللہ کی قسم! اس خواب کی تعبیر بتانے کی آپ مجھے اجازت دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تعبیر بیان کرو۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا: اس سائبان سے مراد اسلام ہے اور جو شہد اور گھی سائبان سے ٹپک رہا تھا وہ قرآن مجید اور اس کی حلاوت ہے پس بعض لوگ زیادہ قرآن مجید حاصل کرتے ہیں اور بعض کم اور وہ رسی جو آسمان سے زمین تک پہنچ رہی ہے اس سے مراد وہ حق ہے جس پر آپ قائم ہیں آپ اس حق سے عمل کرتے رہیں گے پھر اللہ آپ کو اپنے پاس بلالے گا پھر آپ کے بعد ایک اور شخص اس پر عمل کرے گا پھر وہ حق منقطع ہوجائے گا پھر اس شخص کے لیے جوڑ دیا جائے گا اور وہ اس پر عمل کرے گا یارسول اللہ! آپ پر میرا باپ فدا ہو مجھے یہ بتائیے کہ میں نے صحیح تعبیر کی ہے یا غلط۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری بعض تعبیر صحیح ہے اور بعض غلط۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ کی قسم! آپ مجھے ضرور بتائیے کہ میں نے کیا غلطی کی ہے، آپ نے فرمایا: قسم مت کھاؤ۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۴۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۶۹، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۱۳، عالم الکتب، سنن داری رقم الحدیث: ۲۱۶۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۵۹، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۵۳۶)

خواب کی تعبیر بتانے کی اہلیت خواب کی تعبیر بتانا ہر شخص کا کام نہیں ہے اور نہ ہر عالم خواب کی تعبیر بتا سکتا ہے خواب کی تعبیر بتانے کے لیے ضروری ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں خواب کی جو تعبیریں بیان کی گئیں ہیں ان پر عبور ہو الفاظ کے معانی ان کے کنایات اور مجازات پر نظر ہو اور خوب دیکھنے والے کے احوال اور اس کے معمولات سے واقفیت ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ شخص متقی اور پرہیزگار ہو اور عبادت گزار اور شب زندہ دار ہو کیونکہ یہ وہبی علم ہے۔

اور جب تک کسی شخص کا دل گناہوں کی کثافت کی آلودگی سے پاک اور صاف نہ ہو اس وقت تک اس کا دل محرم اسرار الٰہیہ نہیں ہوگا، اس علم کے ماہرین نے اس موضوع پر کتابیں بھی لکھی ہیں، ان میں امام ابن سیرین کی تعبیر الرویاء اور علامہ عبدالغنی نابلسی کی تعبیر المنام بہت مشہور ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ علماء کرام ان کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد خواب کی تعبیر بتائیں اور محض اٹکل پچو سے خواب کی تعبیر بتانے سے گریز کریں۔ (تبیان القرآن، سورہ یوسف، لاہور)

حضرت یوسف (علیہ السلام) کا خواب:

۱:۔ احمد والبخاری رحمہما اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن کریم ابن کریم ابن کریم (یعنی یوسف بن یعقوب بن اسحاق ابن ابراہیم علیہم الصلاۃ والسلام ہیں۔

۲:۔ ابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم وابوالشیخ والحاکم وابن مردویہ رحمہم اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) "انی رایت احد عشر کوکبا" کے بارے میں فرمایا کہ انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں۔

۳:۔ سعید بن نصر والبزار ابویعلی وابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم والعقیلی وابن حبان نے الضعفاء میں وابوالشیخ اور حاکم نے اور آپ نے اس کو صحیح کہا وابن مردویہ وابونعیم والبیہقی دونوں نے دلائل النبوۃ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک مالی یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ان ستاروں کے بارے میں بتائیے جن کو یوسف

(علیہ السلام) نے دیکھا تھا کہ وہ ان کو سجدہ کر رہے ہیں انکے کیا نام تھے نبی کریم ﷺ خاموش رہے اور کوئی جواب مرحمت نہ فرمایا جرائیل نازل ہوئی اور ان کو ان کے نام بتائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو مومن ہو جائے گا اگر میں تجھ کو ان کے نام بتادوں؟ اس نے کہا ہاں آپ نے (نام بتایئے) حرثان، طارق، زیال، ذوالکنفان قابس، وثان، ہوادن، فلیق، مصبح، ضروح، فرغ، ضیاء اور نور۔ حضرت یوسف (علیہ السلام) نے آسمان کے افق میں ان ستاروں کو اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے جب یوسف (علیہ السلام) نے یہ قصہ (اپنے والد) یعقوب کو سنایا تو انہوں نے فرمایا یہ منتشر امر ہے اللہ تعالیٰ اسے بعد میں جمع کردے گا یہودی نے کہا اللہ کی قسم! بلاشبہ ان کے یہی نام ہیں۔

۴:۔ ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) "احد عشر کو کبا" کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد یوسف (علیہ السلام) کے بھائی اور سورج ہے پھر فرمایا اس کی ماں ہے اور چاند سے فرمایا انکا باپ ہے اور اس کی والدہ راحیل تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انکی والدہ کو حسن کا تہائی حصہ عطا فرمایا۔

۵:۔ عبدالرزاق وابن جریر وابوالشیخ نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) "احد عشر کو کبا والشمس والقمر" کے بارے میں فرمایا کہ ستاروں سے اس کے بھائی مراد ہیں اور سورج اور چاند سے اس کے والدین مراد ہیں۔

۶:۔ ابن جریر نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) "انی رایت احد عشر کو کبا" کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے دیکھا اپنے والد کو اور اپنے بھائیوں کو کہ وہ اس کو سجدہ کر رہے ہیں۔

۷:۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ یہ آپ کے بھائی تھے اور یہ انبیاء (علیہ السلام) تھے نہ کہ اس کے بھائی اس کو سجدہ کریں یہاں تک کہ اس کے والدین نے اس کو سجدہ کیا جب آپ ان کے پاس (مصر میں) پہنچ گئے۔

۸:۔ ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ یوسف (علیہ السلام) کا خواب لیلۃ القدر میں واقع ہوا تھا۔ (تفسیر در منثور، سورہ یوسف، بیروت)

بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّثَاؤُبِ

باب: جماہی لینا

5026 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ،

5026-إسناده صحيح. زهير: هو ابن معاوية، وسهيل: هو ابن أبي صالح، وابن أبي سعيد الخدري: هو عبد الرحمن. وأخرجه مسلم (2995) من طريق بشر بن المفضل، و (2995) من طريق عبد العزيز، كلاهما عن سهيل، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (2995)، وابن حبان في "صحيحه" (2360) من طريق جرير، عن سهيل عن أبيه. وعن ابن أبي سعيد، عن أبي سعيد. وهو في "مسند أحمد" (11889)، و (11916).

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ عَلَى فِيهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ

⊛⊛ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کسی شخص کو جماہی آئے، تو وہ اپنے منہ کو بند کر لے، کیونکہ شیطان (منہ کے ذریعے اندر) داخل ہو جاتا ہے''

5027 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْعَلَاءِ، عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سُهَيْلٍ نَحْوَهُ قَالَ: فِي الصَّلَاةِ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''جب نماز کے دوران (جماہی آ جائے) آدمی سے جہاں تک ہو سکے، منہ بند رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے''

5028 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ، وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ، فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ، وَلَا يَقُلْ هَاهْ هَاهْ، فَإِنَّمَا ذَلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ يَضْحَكُ مِنْهُ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''بے شک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جماہی کو ناپسند کرتا ہے، جب کسی شخص کو جماہی آئے، تو جہاں تک ہو سکے، اسے روکنے کی کوشش کرے اور ہاہ، ہاہ، نہ کہے، کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، اور شیطان اس پر ہنستا ہے''

شرح

جماہی سے مراد وہ سانس ہے جس کی وجہ سے منہ کھلتا ہے اور یہ حواس کی کدورت نفس کے بوجھل ہونے اور پیٹ کے بھرے ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اس کے نتیجہ میں سوء فہم، سستی اور غفلت پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اسے ناپسند اور شیطان اسے پسند کرتا ہے اور اس کی وجہ سے مسکراتا ہے۔

شیطان کی طرف نسبت سے خوشنودی اور ارادہ مراد ہے۔ یعنی شیطان انسان کو جماہی کی حالت میں دیکھنا محبوب رکھتا ہے کیونکہ اس حالت میں انسانی شکل متغیر ہو جاتی ہے جس کی بناء پر شیطان کو ہنسنے کا موقع مل جاتا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ جماہی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے (اور شیطان خواہشات کی دعوت دیتا ہے) کیونکہ یہ بدن کی کسل مندی (پیٹ کے)، بھاری اور بھرے ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔

مراد اس سبب سے ڈرانا جس کی وجہ سے جماہی پیدا ہوتی ہے اور وہ کھانے کی کثرت اور وسعت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماہی کو دبانے، روکنے اور منہ پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا تاکہ انسانی صورت کی تبدیلی، منہ میں داخلے اور ہنسنے کی شیطانی مراد پوری نہ ہو سکے۔

فلیردہ......: یعنی روکنے کا کوئی طریقہ اختیار کرے، یہ مطلب نہیں کہ انسان اس کو روکنے کا مالک ہے کیونکہ ایک مرتبہ جماہی آ جائے تو روکی نہیں جاسکتی۔ چنانچہ اس کا روکنا ہتھیلی سے منہ بند کرنے سے ہوتا ہے یا اگر ابھی منہ بند ہو تو کھلنے سے بچانے کے لیے اس پر ہاتھ رکھنا مراد ہے، کپڑا وغیرہ بھی رکھنا ممکن ہے جس سے مقصود حاصل ہو جائے۔ ہاتھ کو معین اس لیے کیا کیونکہ اس کے بغیر جماہی نہیں رکتی۔ یہاں روکی گئی جماہی کی قباحت بتانے اور اس سے نفرت دلانے کے لیے اسے کتے کے بھونکنے کی آواز سے مشابہت دی گئی ہے کیونکہ جب کتا سر اٹھاتا ہے تو منہ کھول کر بھونکنا شروع کر دیتا ہے، اسی طرح جب جماہی لینے والا جمائی میں افراط کرتا ہے تو کتے کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

یہاں سے شیطان کے خوش ہونے کی وجہ کا نکتہ بھی واضح ہوتا ہے کیونکہ اس حالت میں انسان نے اپنی صورت بگاڑ کر شیطان کے لیے کھیل کا سامان مہیا کیا ہے۔

جماہی ہر حالت میں روکنی چاہیے لیکن نماز کو اس لیے خاص کیا گیا کہ یہ سب سے اعلیٰ حالت ہے۔ اور روکنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ ایک تو آدمی اعتدال کی ہیئت سے نکل جاتا ہے اور دوسرا اس میں صورت بگڑ جاتی ہے۔ جماہی لینے والے نمازی کو جماہی ختم ہونے تک قرأت روکنے کا بھی حکم ہے تاکہ اس کی قرات کا نظم متغیر نہ ہو۔

فان الشیطان یدخل......: اس سے حقیقی دخول مراد لینے کا احتمال ہے، گو شیطان انسان کے خون کے جاری ہونے کی جگہ پر چلتا ہے لیکن جب تک انسان اللہ رب تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے اس وقت تک یہ داخلے پر قدرت نہیں رکھتا اور جماہی لینے والا چونکہ اس وقت ذکر اللہ سے رک جاتا ہے اس لیے شیطان کا اس میں حقیقی دخول ممکن ہو جاتا ہے۔

یہ احتمال بھی ہے کہ لفظ تو دخول کا استعمال ہوا لیکن مراد قادر ہونا اور قابو پانا ہے کیونکہ کسی چیز میں داخلے کی یہ صورت بھی ہے کہ اس پر قابو پالیا جائے۔ (فتح الباری، ص: ۶۱۳/ ۱۰۔ شرح مسلم للنووی، ص: ۱۲۲، ۱۲۳/ ۱۸۔ تحفۃ الاحوذی، ص: ۷/ ۸)

بَابٌ فِي الْعُطَاسِ

باب: چھینک کا بیان

5029- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا عَطَسَ وَضَعَ يَدَهُ أَوْ ثَوْبَهُ عَلَى فِيهِ، وَخَفَضَ أَوْ غَضَّ بِهَا صَوْتَهُ- شَكَّ يَحْيَى-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ، یا اپنا کپڑا منہ پر رکھ لیتے تھے اور اس کی آواز کو پست رکھنے کی کوشش کرتے تھے“

(یہاں ایک لفظ کے بارے میں) یحییٰ نامی راوی کو شک ہے۔

5030- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، وَخُشَيْشُ بْنُ أَصْرَمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا

مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسٌ تَجِبُ لِلْمُسْلِمِ عَلَى أَخِيهِ، رَدُّ السَّلَامِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَازَةِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کے حوالے پانچ چیزیں لازم ہیں: سلام کا جواب دینا، چھینک کا جواب دینا، دعوت قبول کرنا، بیمار کی عیادت کرنا اور جنازے میں جانا''

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَشْمِيتِ الْعَاطِسِ

باب: چھینکنے والے کو جواب کیسے دیا جائے؟

5031 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ فَعَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالَ سَالِمٌ: وَعَلَيْكَ وَعَلَى أُمِّكَ، ثُمَّ قَالَ بَعْدُ: لَعَلَّكَ وَجَدْتَ مِمَّا قُلْتُ لَكَ، قَالَ: لَوَدِدْتُ أَنَّكَ لَمْ تَذْكُرْ أُمِّي بِخَيْرٍ وَلَا بِشَرٍّ، قَالَ: إِنَّمَا قُلْتُ لَكَ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّا بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْكَ وَعَلَى أُمِّكَ ثُمَّ قَالَ إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَحْمَدِ اللهَ قَالَ: فَذَكَرَ بَعْضَ الْمَحَامِدِ، وَلْيَقُلْ لَهُ مَنْ عِنْدَهُ يَرْحَمُكَ اللهُ وَلْيَرُدَّ - يَعْنِي عَلَيْهِمْ - يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ

ہلال بن یساف بیان کرتے ہیں: ہم لوگ سالم بن عبید کے ساتھ تھے، حاضرین میں سے ایک شخص کو چھینک آ گئی، تو اس نے کہا: السلام علیکم، تو سالم نے کہا: تم پر اور تمہاری ماں پر بھی سلامتی ہو، اس کے بعد انہوں نے کہا: شاید تم نے اس بات کا برا مانا ہے جو میں نے تم سے کہی ہے، تو اس شخص نے کہا: میری یہ خواہش تھی کہ آپ میری ماں کا ذکر نہ کرتے، خواہ وہ بھلائی کے ساتھ ہو یا برائی کے ساتھ ہو، تو سالم نے کہا: میں نے یہ بات اسی طرح تمہارے سامنے بیان کی ہے، جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی تھی، ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اسی دوران حاضرین میں سے ایک شخص کو چھینک آ گئی، تو اس نے کہا، السلام علیکم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر اور تمہاری والدہ پر (بھی سلامتی ہو)، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی شخص کو چھینک آئے، تو اسے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنی چاہیے، اس کے بعد راوی نے حمد کے کچھ الفاظ ذکر کیے ہیں: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) جو شخص اس چھینکنے والے کے پاس موجود ہو، اسے یہ کہنا چاہیے: ''اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے'' اور پھر (چھینکنے والے شخص کو) یہ جواب دینا چاہیے: ''اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت کرے''

5032 - حَدَّثَنَا تَمِيمُ بْنُ الْمُنْتَصِرِ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ يُوسُفَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ وَرْقَاءَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ

بْنِ يَسَافٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ عُرْفُطَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ الْأَشْجَعِيِّ بِهَذَا الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سالم بن عبید کے حوالے سے منقول ہے۔

5033 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ، وَلْيَقُلْ أَخُوهُ أَوْ صَاحِبُهُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ، وَيَقُولُ هُوَ يَهْدِيكُمُ اللَّهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کسی شخص کو چھینک آئے تو وہ یہ پڑھے:

''ہر حال میں ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے''

تو اس کے بھائی (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں) اس کے ساتھی کو یہ الفاظ کہنے چاہیں:

''اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے'' اور وہ (جسے چھینک آئی تھی) اسے یہ کہنا چاہیے:

''اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت پر ثابت قدم رکھے اور تمہارے معاملات درست رکھے''

بَابُ كَمْ مَرَّةً يُشَمَّتُ الْعَاطِسُ

باب: چھینکنے والے کو کتنی مرتبہ جواب دیا جائے؟

5034 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ شَمِّتْ أَخَاكَ ثَلَاثًا فَمَا زَادَ فَهُوَ زُكَامٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: تم تین مرتبہ اپنے بھائی کو چھینک کا جواب دو، اس کے بعد (جو چھینک آئے گی) وہ زکام ہوگا۔

5035 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا أَنَّهُ رَفَعَ الْحَدِيثَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ أَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ قَيْسٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، راوی کہتے ہیں: میرے علم کے مطابق انہوں نے نبی اکرم ﷺ تک مرفوع حدیث کے طور پر وہ روایت نقل کی ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

5036 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ

يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أُمِّهِ، حُمَيْدَةَ أَوْ عُبَيْدَةَ بِنْتِ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِيهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: تُشَمِّتُ الْعَاطِسَ ثَلَاثًا، فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تُشَمِّتَهُ فَشَمِّتْهُ وَإِنْ شِئْتَ فَكُفَّ

حمیدہ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) عبیدہ بنت عبید بن رفاعہ زرقی اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''تم چھینکنے والے کو تین مرتبہ جواب دو، پھر اگر تم چھینک کا جواب دینا چاہو تو اسے جواب دو، اگر چاہو تو اس سے رک جاؤ''

5037 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلًا، عَطَسَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ ثُمَّ عَطَسَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الرَّجُلُ مَزْكُومٌ

ایاس بن سلمہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے پاس چھینک ماری، تو نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے'' اس نے پھر چھینک ماری، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کو زکام ہے''

بَابُ كَيْفَ يُشَمَّتُ الذِّمِّيُّ

باب: ذمی کو کس طرح چھینک کا جواب دیا جائے؟

5038 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَكِيمِ بْنِ الدَّيْلَمِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَتِ الْيَهُودُ تَعَاطَسُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَاءَ أَنْ يَقُولَ لَهَا يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ، فَكَانَ يَقُولُ: يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ

ابو بردہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: یہودی نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں اس امید کے تحت چھینک مار دیا کرتے تھے، کہ آپ ﷺ انہیں یہ فرمائیں گے: ''اللہ تعالیٰ تم لوگوں پر رحم کرے''، لیکن نبی اکرم ﷺ یہ فرماتے تھے: ''اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت نصیب کرے اور تمہارے احوال کو ٹھیک کرے''

5037- إسناده صحيح. ابن أبي زائدة: هو يحيى بن زكريا. وأخرجه مسلم (2993) من طريق وكيع وهاشم بن القاسم، والترمذي (2943) من طريق عبد الله بن المبارك، والنسائي في "الكبرى" (9980) من طريق سليم بن أخضر، أربعتهم عن عكرمة، بهذا الإسناد. وأخرجه الترمذي (2944) من طريق يحيى بن سعيد، و(2945) من طريق شعبة، و(2946) من طريق عبد الرحمن بن مهدي.

5038- إسناده صحيح. سفيان: هو الثوري، وأبو بردة: هو عامر بن عبد الله بن قيس الأشعري. وحكيم بن الديلمي -يقال في اسمه أيضاً: ابن الديلم-، وكلاهما صحيح. وأخرجه الترمذي (2937) من طريق عبد الرحمن بن مهدي، والنسائي في "الكبرى" (9990) من طريق معاذ بن معاذ، كلاهما عن حكيم بن الديلم، بهذا الإسناد. وقال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح.

بَابٌ فِيمَنْ يَعْطِسُ وَلَا يَحْمَدُ اللّٰهَ

باب: جو شخص چھینک مارے اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان نہ کرے

5039 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا، وَتَرَكَ الْآخَرَ، قَالَ: فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ: رَجُلَانِ عَطَسَا فَشَمَّتَّ أَحَدَهُمَا قَالَ أَحْمَدُ: أَوْ فَسَمَّتَّ أَحَدَهُمَا، وَتَرَكْتَ الْآخَرَ، فَقَالَ: إِنَّ هٰذَا حَمِدَ اللّٰهَ، وَإِنَّ هٰذَا لَمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دو آدمیوں نے چھینک ماری، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے ایک کو چھینک کا جواب دیا، دوسرے کو نہیں دیا، تو عرض کی گئی: یا رسول اللہ! دو آدمیوں نے چھینک ماری، آپ نے ایک کو جواب دیا، (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) اور دوسرے کو نہیں دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی تھی اور اس (دوسرے نے) اللہ تعالیٰ کی حمد بیان نہیں کی"۔

أَبْوَابُ النَّوْمِ

یہ ابواب سونے سے متعلق ہیں

سونے کے آداب

سورج کا غروب ہونا رات کی دلیل ہے، رات ایک طرف تھکے ہارے کے لیے پرسکون نیند کا ذریعہ ہے تو دوسری طرف اس میں شیاطین اور شریروں کی چلت پھرت تیز ہوجاتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج غروب ہوتے وقت اپنے بچوں اور جانوروں کو باہر نہ چھوڑیں اس لیے کہ سورج غروب ہونے کے وقت سے عشاء کا اندھیرا چھانے تک شیطان گھومتے پھرتے ہیں۔ (مسلم)

رات کی تاریکی میں بہت سی برائیاں اور مصائب رونما ہوتی ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سورۂ فلق میں رات کی تاریکی سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی: وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ (فلق:۳) "اور (میں صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں) تاریک رات کے شر سے جب اس کی تاریکی پھیل جائے"۔ نیند زندگی کی ایک اہم ترین ضرورت ہے، اللہ کی ایک نشانی ہے اور ایک بڑی نعمت ہے: اللہ نے اپنے بندوں پر اس نعمت کا احسان جتلاتے ہوئے فرمایا: "رات اور دن میں تمہارا نیند کرنا اور تمہارا اس کا فضل (یعنی روزی) تلاش کرنا بھی اس کی نشانیوں میں سے ہے، جو لوگ (کان لگاکر) سننے کے عادی ہیں ان کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں" (الروم ۲۳) دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا سبب بنایا، اور رات کو ہم نے پردہ بنایا، اور دن کو ہم نے وقتِ روزگار بنایا" (النبا:۹،۱۰،۱۱)

اسلام ایک کامل اور مکمل دین ہے۔ انسانی زندگی کے تمام مراحل میں اس کی رہنمائی فرمائی ہے، یہاں تک کہ نیند کی حالت کو بھی فراموش نہیں کیا، وہ نیند جس میں انسان تقریباً اپنی ایک تہائی زندگی گزار دیتا ہے، اسلام نے اس کے بہت سے آداب اور سنتیں ذکر فرمائی ہے، جو شخص ان پر عمل کرے گا اسے سکون واطمینان کی نیند نصیب ہوگی پریشانی، بے چینی اور بے خوابی سے نجات ملے گی۔

نیند سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آداب وارد ہیں وہ دو قسم کے ہیں:

(۱) سوتے وقت کے قولی اور فعلی سنتیں اور آداب:

(۲) نیند سے بیدار ہوتے وقت کی قولی اور فعلی سنتیں اور آداب:

سوتے وقت کی قولی اور فعلی سنتیں اور آداب

جلد سے جلد سونا اور بغیر ضرورت کے جاگنے سے پرہیز کرنا:

ابو برزۃ اسلمی سے روایت ہے کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے قبل سونے کو اور عشاء کے بعد گفتگو کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔" (بخاری، مسلم)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عشاء سے قبل سونے سے عشاء کی نماز فوت ہوسکتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کا وقت مختار بھی ختم ہوسکتا ہے۔

اور عشاء کے بعد گفتگو کرتے رہنے سے فجر کی نماز یا قیام اللیل (تہجد) فوت ہوسکتی ہے، عمر رضی اللہ عنہ ایسا کرنے والوں کو مارتے تھے اور کہتے تھے کہ: "کیا اول لیل میں گفتگو اور آخر لیل میں نیند.....!؟" (فتح الباری)

لیکن ضرورت کے تحت عشاء کے بعد گفتگو کرنا جائز ہے: حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے ساتھ مسلمانوں کے اہم امور میں عشاء کے بعد گفتگو کرتے تھے اور میں بھی ان کے ساتھ شریک ہوتا تھا (ترمذی) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل علم سے نقل کیا ہے کہ: اگر طلب علم یا کوئی اہم ضرورت ہو تو عشاء کے بعد گفتگو کرسکتے ہیں۔ (ترمذی)

سونے سے پہلے ہاتھ اور منہ میں گوشت یا چربی وغیرہ کا اثر یا مہک ہو تو اس کو دھو لینا چاہیے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس کے ہاتھ میں (گوشت یا چربی کی) مہک یا اس کا اثر موجود ہو اور اسے دھوئے بغیر سو گیا، پھر اسے کوئی مصیبت پہنچی تو وہ اپنے آپ کو ملامت کرے"۔ (ترمذی، احمد، ابوداود وصحیح الجامع)

سونے سے قبل وضو کرنا:

براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم اپنے بستر پر آو تو وضو کرلو جیسے نماز کے لیے وضو کیا جاتا ہے" (بخاری مسلم) مقصود یہ ہے کہ سوتے وقت باوضو رہنا سنت ہے۔

باوضو سونے سے انسان ڈراونی خواب اور شیطان کے کھلواڑ سے محفوظ رہے گا۔ اگر اس رات اس کی موت ہوجائے تو طہارت کی حالت میں موت ہوگی، اگر کوئی اچھا خواب دیکھے تو وہ سچا ہوسکتا ہے۔ (شرح مسلم النووی)

سونے سے پہلے وتر پڑھنا:

"جو شخص رات کے آخری حصہ میں بیدار نہ ہوسکے تو ابتدائی رات میں وتر پڑھ لے" (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی وصیت فرمائی۔ (بخاری، مسلم)

سونے سے پہلے بسم اللہ کہہ کر دروازے بند کردیں

حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دروازے بند کرو اور (انہیں بند کرتے وقت) بسم اللہ کہو، اس لیے کہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھولتا" (بخاری، مسلم)

ایسا کرنے سے شیطان سے دوری اور اس سے بچاؤ کا ذریعہ بھی ہے اور جان و مال کی حفاظت بھی ہے۔

سونے سے قبل کھانے پینے کے برتنوں کو بسم اللہ کہہ کر ڈھانک دیں۔

اگر کوئی چیز نہ ملے تو کم سے کم ایک لکڑی ہی سہی بسم اللہ کہہ کر ان پر رکھ دیں، اس لیے کہ شیطان بند دروازوں کو اور ڈھکے ہوئے برتنوں کو نہیں کھولتا۔ (مسلم)

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے اس کا سبب یہ بیان فرمایا ہے کہ: "سال میں ایک رات ایسی آتی ہے جس میں وبا اور بلا نازل ہوتی ہے، اور جس چیز کا منہ بند نہ ہو اور جو برتن ڈھکا ہوا نہ ہو اس میں یہ وبا اتر پڑتی ہے"(مسلم)

سونے سے قبل بسم اللہ کہہ کر تین بار بستر کو اچھی طرح جھاڑ لینا چاہیے۔

"جو اپنے بستر سے اٹھ جائے پھر دوبارہ سونے کے لیے آئے تو دوبار اس کو جھاڑ لے، کیونکہ معلوم نہیں کہ اس کے جانے کے بعد وہاں کیا کچھ آیا ہے"۔ (بخاری، مسلم)

سونے سے پہلے آگ اور چراغ بجھا دیں

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رات میں جب تم سونے جاؤ تو چراغ بجھا دو اور دروازے بند کر دو"۔ (بخاری، مسلم) ابن عمر کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "سوتے وقت اپنے گھروں میں آگ کو جلتے ہوئے نہ چھوڑو" (بخاری، مسلم) ایک اور روایت میں ہے کہ چراغ بجھا دو کیونکہ بسا اوقات چوہا چراغ کی بتی کو بھڑکا کر گھر والوں کو جلا ڈالتا ہے۔ (بخاری)

مسئلہ: آگ یا چراغ جلائے رکھنے کی ضرورت پڑے تو اس سے محفوظ رہنے اور اس کے نہ بھڑکنے کے اسباب اختیار کر لیے جائیں تو پھر اسے بجھائے بغیر سونا جائز ہے اس لیے کہ حدیث میں جو سبب ذکر کیا گیا ہے اگر وہ ختم ہو جائے تو منع کا حکم بھی ختم ہو جاتا ہے۔ (شرح مسلم نووی: ۱۳/۱۵۱) امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "آگ بجھا دے یا پھر ایسے طریقے اپنائے کہ وہ بھڑک نہ سکے" (فتح الباری: ۱۱/۹۸)

دائیں کروٹ لیٹے اور اپنے داہنے ہاتھ کو اپنے گال کے نیچے رکھ لے:

رسول اللہ ﷺ نے براء بن عازب کو سیدھی کروٹ سونے کے لیے کہا (بخاری) حفصہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ سے روایت ہے کہ: "رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر سوتے تو اپنا داہنا ہاتھ اپنے گال کے نیچے رکھ لیتے تھے" (احمد)

پیٹ کے بل سونا منع ہے

ایسا سونے سے اللہ تعالیٰ غصہ ہوتا ہے اور اس کو ناپسند کرتا ہے اس لیے کہ یہ دوزخیوں کا طریقہ ہے: رسول اللہ ﷺ نے طہفہ غفاری کو مسجد میں اپنے پیٹ کے بل سوتے دیکھا تو انہیں اپنے پیر سے حرکت دی اور فرمایا: "تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ایسا سو رہے ہو؟! ایسا سونا تو اللہ کو ناپسند ہے، ایسا سونے سے اللہ ناراض ہوتا ہے"۔ (صحیح ابن ماجہ)

ایک بار ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اپنے پیٹ کے بل سو رہے تھے رسول اللہ ﷺ انکے پاس سے گزرے تو انہیں اپنے پیر

سے حرکت دی اور فرمایا: "اے جندب! ایسا سونا دوزخیوں کا طریقہ ہے" (ابن ماجہ)

چت لیٹ کر ایک پیر کو دوسرے پیر کے گھٹنے پر رکھ کر سونا مکروہ ہے:

اس لیے کہ اس میں ستر کھلنے کا امکان ہے: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ آدمی ایک پیر کو دوسرے پر اٹھا کر رکھ لے جبکہ وہ چت لیٹا ہوا ہو" (مسلم)

اگر ستر کھلنے کا امکان نہ ہو تو ایسا سونے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ اس لیے کہ عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں ایک پیر کو دوسرے پیر پر رکھ کر لیٹے ہوئے دیکھا (بخاری، مسلم)

ایسی چھت پر سونا منع ہے جس کے اطراف کوئی آڑ نہ ہو جو گرنے پڑنے سے روک سکے؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص ایسی چھت پر سوئے جس کے اطراف کوئی آڑ (کٹھیرا) نہ ہو (اور وہ اوپر سے گر کر مر جائے یا اسے کوئی نقصان پہنچے) تو وہ اللہ کی ذمہ داری سے بری ہے" (احمد، ابوداود، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ) یعنی گویا اس نے خودکشی کر لی۔ اور اگر حفاظت کے ذرائع اپنانے کے بعد بھی وہ ہلاک ہو گیا تو ان شاء اللہ وہ شہید کہلائے گا۔

بچے اگر دس سال کے ہو جائیں تو ان کو الگ الگ بستروں میں سلانا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دیں اور جب دس سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز نہ پڑھنے پر ماریں، اور ان کے بستروں کو الگ کر دیں۔ (احمد، ابوداود، صحیح)

سونے سے قبل مسنون دعائیں پڑھ کر سوئیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص سوتے وقت اللہ کا ذکر نہ کرے (دعائیں نہ پڑھے) تو قیامت کے دن اس پر حسرت اور ندامت چھائی ہوگی"۔ (ابوداود)

سونے سے قبل پڑھنے کی نبی کریم ﷺ سے بہت سی دعائیں ثابت ہیں، جو بہت ہی عظیم معنی اور مفہوم پر مشتمل ہیں ان میں توحید کی تمام قسموں کا ذکر ہے، اللہ کی حمد و ثنا بیان کی گئی ہے، اس کے سامنے بندے کی محتاجی کا اظہار ہے، ان میں اللہ سے مغفرت، توبہ اور آخرت کے عذاب سے نجات کا سوال کیا گیا ہے۔ ان میں نفس اور شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر معانی ان میں ذکر ہیں۔ لہٰذا سونے سے قبل جتنی دعائیں ممکن ہو پڑھ لینا چاہیے۔ یہ دعائیں دو قسم کی ہیں:

(۱) کچھ تو قرآنی آیات اور سورتیں ہیں۔ (۲) اور کچھ عام مسنون دعائیں ہیں۔

پہلی قسم: قرآنی آیات اور سورتیں

آیۃ الکرسی: اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ .... "جو شخص سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس پر ایک نگہبان مقرر ہوتا ہے جو اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے اور شیطان اس کے قریب تک نہیں آتا" (بخاری)

سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھے: (آمن الرسول سے آخر تک) (البقرۃ: ۲۸۵-۲۸۶) "جو شخص رات میں ان دونوں آیتوں کو پڑھ لے تو یہ اس کے لیے (ہر شر سے بچنے کے لئے) کافی ہیں"۔ (بخاری) (یعنی شیطان اور دیگر آفتوں سے بچنے کے لیے

کافی ہے نیز تہجد سے بھی کفایت کر جاتے ہیں)۔ (شرح مسلم نووی)

سورہ سجدہ اور سورہ تبارک پڑھے۔ (بخاری فی الادب المفرد: صحیح لغیرہ)

سورہ کافرون پڑھے: اس لیے کہ اس میں شرک سے براءت کا اعلان ہے۔ (ابوداؤد)

سورہ اخلاص او معوذتین (یعنی قرآن کی آخری تین سورتیں) پڑھے: اپنے دونوں ہاتھوں کو جما کر ان میں پھونک دے اور ان سورتوں کو پڑھے، پھر جہاں تک ممکن ہو اپنے سارے بدن پر پھیر لے؛ پہلے اپنے چہرے، سر اور بدن کے اگلے حصہ پر (پھر بدن کے دیگر حصہ پر) پھیر لے، اس طرح تینوں سورتیں تین بار پڑھے اور تینوں بار بدن پر پھیر لے۔ (بخاری، مسلم)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَنْبَطِحُ عَلَى بَطْنِهِ

باب: آدمی کا پیٹ کے بل اُلٹا ہو کر (لیٹنا)

5040 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَعِيشَ بْنِ طِخْفَةَ بْنِ قَيْسٍ الْغِفَارِيِّ، قَالَ: كَانَ أَبِي مِنْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: انْطَلِقُوا بِنَا إِلَى بَيْتِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَانْطَلَقْنَا، فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ أَطْعِمِينَا فَجَاءَتْ بِحَشِيشَةٍ فَأَكَلْنَا، ثُمَّ قَالَ: يَا عَائِشَةُ أَطْعِمِينَا فَجَاءَتْ بِحَيْسَةٍ مِثْلِ الْقَطَاةِ فَأَكَلْنَا، ثُمَّ قَالَ: يَا عَائِشَةُ اسْقِينَا فَجَاءَتْ بِعُسٍّ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبْنَا، ثُمَّ قَالَ: يَا عَائِشَةُ اسْقِينَا فَجَاءَتْ بِقَدَحٍ صَغِيرٍ فَشَرِبْنَا، ثُمَّ قَالَ: إِنْ شِئْتُمْ بِتُّمْ، وَإِنْ شِئْتُمُ انْطَلَقْتُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ قَالَ: فَبَيْنَمَا أَنَا مُضْطَجِعٌ فِي الْمَسْجِدِ مِنَ السَّحَرِ عَلَى بَطْنِي إِذَا رَجُلٌ يُحَرِّكُنِي بِرِجْلِهِ، فَقَالَ: إِنَّ هَذِهِ ضِجْعَةٌ يُبْغِضُهَا اللَّهُ قَالَ: فَنَظَرْتُ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁ حضرت یعیش بن طخفہ بن قیس غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے والد اصحاب صفہ میں سے ایک تھے، وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے ساتھ عائشہ کے گھر کی طرف چلو، ہم لوگ چلے گئے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! ہمیں کھانے کے لیے کچھ دو، تو وہ حشیشہ لے آئیں، ہم نے اسے کھایا، پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! ہمیں کھانے کے لیے کچھ دو، تو وہ تھوڑا سا حیسہ لے آئیں، ہم نے اسے بھی کھا لیا پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! ہمیں پینے کے لیے کچھ دو، تو وہ دودھ کا پیالہ لے آئیں، ہم نے اسے بھی پی لیا، پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! ہمیں پینے کے لیے کچھ دو، تو وہ ایک چھوٹا سا پیالہ لے کر آئیں ہم نے اسے بھی پی لیا، پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم لوگ چاہو، تو یہاں سو جاؤ، اگر چاہو تو مسجد چلے جاؤ۔

راوی کہتے ہیں: سحری کے وقت میں مسجد میں لیٹا ہوا تھا، میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا، اسی دوران کسی نے مجھے اپنے پاؤں کے ذریعے حرکت دی، تو وہ شخص یہ کہہ رہا تھا: یہ لیٹنے کا ایسا طریقہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے، راوی کہتے ہیں: میں نے دیکھا

تو وہ نبی اکرم ﷺ تھے۔

بَابٌ فِي النَّوْمِ عَلَى سَطْحٍ غَيْرِ مُحَجَّرٍ

باب: ایسی چھت پر سونا، جس کے آس پاس منڈیر نہ ہو

5041 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا سَالِمٌ يَعْنِي ابْنَ نُوحٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ جَابِرٍ الْحَنَفِيِّ، عَنْ وَعْلَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَثَّابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَلِيٍّ يَعْنِي ابْنَ شَيْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ بَاتَ عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ لَيْسَ لَهُ حِجَارٌ، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ

❁❁ عبدالرحمن بن علی بن شیبان اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کسی ایسی چھت پر سوئے، جس پر پتھر نہ ہوں (یعنی منڈیر نہ ہو) تو وہ شخص ذمہ سے بری ہو جاتا ہے''۔

بَابٌ فِي النَّوْمِ عَلَى طَهَارَةٍ

باب: باوضو حالت میں سونا

5042 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ بَهْدَلَةَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَبِي ظَبْيَةَ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَبِيتُ عَلَى ذِكْرٍ طَاهِرًا، فَيَتَعَارُّ مِنَ اللَّيْلِ فَيَسْأَلُ اللَّهَ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ قَالَ ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ: قَدِمَ عَلَيْنَا أَبُو ظَبْيَةَ، فَحَدَّثَنَا بِهَذَا الْحَدِيثِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ ثَابِتٌ: قَالَ فُلَانٌ: لَقَدْ جَهِدْتُ أَنْ أَقُولَهَا حِينَ أَنْبَعِثُ فَمَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا

❁❁ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو بھی مسلمان ذکر کرتے ہوئے، باوضو حالت میں، رات بسر کرتا ہے، وہ رات کے وقت جب بھی بیدار ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی جس بھی بھلائی کا سوال کرے گا، اللہ تعالیٰ وہ اسے عطا کر دے گا''

ثابت بنانی بیان کرتے ہیں: ابوظبیہ ہمارے پاس آئے، تو ہم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے انہیں یہ حدیث بیان کی: ثابت بیان کرتے ہیں: فلاں شخص نے یہ کہا: میں نے بڑی کوشش کی کہ جب بیدار ہوتا ہوں، تو یہ دعا پڑھ لیا کروں، لیکن میں اس میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

5043 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَضَى حَاجَتَهُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ، وَيَدَيْهِ، ثُمَّ نَامَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَعْنِي بَالَ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے، وہ بیان کرتے ہیں: رات کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت ادا کی، آپ نے چہرے اور دونوں بازوں کو دھویا اور پھر سو گئے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے پیشاب کیا تھا۔

بَابُ كَيْفَ يَتَوَجَّهُ

باب: آدمی کس طرف رخ کرے؟

5044 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ بَعْضِ آلِ أُمِّ سَلَمَةَ كَانَ فِرَاشُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِمَّا يُوضَعُ الْإِنْسَانُ فِي قَبْرِهِ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عِنْدَ رَأْسِهِ

⊛⊛ ابوقلابہ، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خاندان میں سے کسی شخص کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر تقریباً اتنا ہوتا تھا، جتنا کسی شخص کے لیے اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے ہوتی تھی۔

بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ النَّوْمِ

باب: سوتے وقت کیا پڑھا جائے؟

5045 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ سَوَاءٍ، عَنْ حَفْصَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْقُدَ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى تَحْتَ خَدِّهِ ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ ثَلَاثَ مِرَارٍ

⊛⊛ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ کرتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دایاں دست مبارک اپنی رخسار کے نیچے رکھتے پھر یہ پڑھتے تھے:

''اے اللہ! اس دن مجھے اپنے عذاب سے بچانا، جس دن تو اپنے بندوں کو زندہ کرے گا''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین مرتبہ یہ کلمات پڑھتے تھے۔

5046 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ مَنْصُورًا، يُحَدِّثُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ، وَقُلِ اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَهْبَةً وَرَغْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَى مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي

اَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ قَالَ فَاِنْ مِتَّ مِتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُوْلُ قَالَ الْبَرَاءُ: فَقُلْتُ: اَسْتَذْكِرُهُنَّ، فَقُلْتُ: وَبِرَسُوْلِكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ، قَالَ: لَا، وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

"جب تم اپنے بستر پر آؤ، تو پہلے نماز کے وضو کی طرح وضو کرلو، پھر دائیں پہلو کے بل لیٹ کر یہ دعا پڑھو:

"اے اللہ! میں نے اپنا رخ تیری طرف کرلیا، میں نے اپنے معاملات تیرے سپرد کردیے، میں نے اپنی پشت تیرے ساتھ لگالی، ڈرتے ہوئے بھی اور تیری طرف رغبت رکھتے ہوئے بھی، تیری بارگاہ میں تیرے علاوہ اور کوئی جائے پناہ اور جائے نجات نہیں ہے، میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا، جو تو نے نازل کی ہے اور اس نبی پر ایمان لایا، جسے تو نے بھیجا ہے"۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم (اس رات میں) مرگئے، تو حق پر مروگے تم انہیں سونے سے پہلے اپنا آخری کلام بنالو۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا: میں اسے یاد کرتا ہوں، اس کو یاد کرتے ہوئے میں نے یہ الفاظ کہہ دیے "تیرے اس رسول پر ایمان لایا، جسے تو نے بھیجا ہے" تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم یہ پڑھو:

"تیرے اس نبی پر ایمان لایا، جسے تو نے بھیجا ہے"۔

5047 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ فِطْرِ بْنِ خَلِيفَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَوَيْتَ اِلَى فِرَاشِكَ وَاَنْتَ طَاهِرٌ فَتَوَسَّدْ يَمِينَكَ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَهُ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:
"جب تم بستر پر آؤ تو باوضو ہو اور اپنے دائیں ہاتھ کو تکیہ بنالو (یا دائیں پہلو کے بل لیٹو)"
اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

5048 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْغَزَّالُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْاَعْمَشِ، وَمَنْصُورٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا قَالَ سُفْيَانُ: قَالَ اَحَدُهُمَا: اِذَا اَتَيْتَ فِرَاشَكَ طَاهِرًا وَقَالَ الْآخَرُ: تَوَضَّاْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ وَسَاقَ مَعْنَى مُعْتَمِرٍ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تاہم ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: "جب تم باوضو ہوکر اپنے بستر پر آؤ"، اور دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: "تم نماز کے وضو کی طرح وضو کرلو"

5049 - حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَامَ قَالَ: اللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَحْيَا وَاَمُوتُ وَاِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا، وَاِلَيْهِ النُّشُورُ

✿✿ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب سونے لگتے تھے تو یہ پڑھتے تھے:

''اے اللہ! میرے تیرے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے زندہ ہوتا ہوں اور مرتا ہوں''

جب آپ ﷺ بیدار ہوتے تھے تو یہ پڑھتے تھے:

''ہر طرح کی حمد اس اللہ کے لیے مخصوص ہے، جس نے ہمیں موت دینے کے بعد زندگی عطا کی اور اسی کی طرف لوٹنا ہے''۔

5050 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَوَى اَحَدُكُمْ اِلَى فِرَاشِهِ فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهُ بِدَاخِلَةِ اِزَارِهِ فَاِنَّهُ لَا يَدْرِي مَا خَلَفَهُ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيَضْطَجِعْ عَلَى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ لِيَقُلْ: بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنْبِي، وَبِكَ اَرْفَعُهُ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا، وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ

✿✿ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص اپنے بستر پر آئے، تو اسے اپنے تہبند کے پلو کے ذریعے بستر کو جھاڑ لینا چاہیے، کیونکہ وہ شخص یہ نہیں جانتا کہ اس کے بعد اس پر کیا چیز آئی تھی؟ اور پھر اسے دائیں پہلو کی جانب لیٹ جانا چاہیے اور یہ پڑھنا چاہیے:

''اے میرے پروردگار! تیرے اسم کی برکت سے میں اپنا پہلو رکھتا ہوں، اور تیری مدد سے اسے اٹھاؤں گا، اگر تو نے میری جان کو روک لیا، تو اس پر رحم کرنا اور اگر اس کو چھوڑ دیا، تو اس کی اسی طرح حفاظت کرنا، جس طرح تو اپنے بندوں میں سے، نیک لوگوں کی حفاظت کرتا ہے''

5051 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ ح وحَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ عَنْ خَالِدٍ نَحْوَهُ عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَقُولُ اِذَا اَوَى اِلَى فِرَاشِهِ: اللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ وَرَبَّ الْاَرْضِ، وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوَى، مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ اَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِي شَرٍّ، اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ، اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَاَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ، زَادَ وَهْبٌ فِي حَدِيثِهِ اقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ، وَاَغْنِنِي مِنَ الْفَقْرِ

✿✿ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: جب آپ ﷺ بستر پر آتے تھے، تو یہ دعا پڑھتے تھے:

''اے اللہ! اے آسمانوں کے پروردگار، اے زمین کے پروردگار، اے ہر چیز کے پروردگار، اے دانے اور گٹھلی کو چیر دینے والے، اے تورات، انجیل اور قرآن کو نازل کرنے والے! میں ہر شر والی چیز کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، جس کی پیشانی کو تو نے پکڑا ہوا ہے، تو ایسا پہلا ہے کہ تجھ سے پہلے کوئی اور نہیں، تو ایسا آخری ہے کہ تیرے بعد کوئی اور

نہیں ہوگا، تو ایسا ظاہر ہے کہ تیرے اوپر کوئی اور نہیں ہے، تو ایسا باطن ہے کہ تیرے نیچے کوئی اور نہیں ہے"

وہب نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

"تو میرے قرض کو ادا کروا دے، اور مجھے محتاجی سے بے نیاز کر دے"

5052 - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا الْأَحْوَصُ يَعْنِي ابْنَ جَوَّابٍ، حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، وَأَبِي مَيْسَرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَحِمَهُ اللَّهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ مَضْجَعِهِ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيمِ، وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّةِ، مِنْ شَرِّ مَا أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ، اللَّهُمَّ أَنْتَ تَكْشِفُ الْمَغْرَمَ وَالْمَأْثَمَ، اللَّهُمَّ لَا يُهْزَمُ جُنْدُكَ، وَلَا يُخْلَفُ وَعْدُكَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ، سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت یہ کلمات پڑھتے تھے:

"اے اللہ! میں تیری معزز ذات اور تیرے مکمل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے، جس کی پیشانی کو تو نے پکڑا ہوا ہے، اے اللہ! قرض اور گناہ کو تو ہی ختم کر سکتا ہے، اے اللہ! تیرے لشکر کو پسپا نہیں کیا جا سکتا، تیرے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی جا سکتی اور تیری مرضی کے مقابلے میں کسی مالدار شخص کا مال اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتا، تو پاک ہے اور ہر طرح کی حمد تیرے لیے مخصوص ہے"

5053 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا، وَسَقَانَا، وَكَفَانَا، وَآوَانَا، فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ، وَلَا مُؤْوِيَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر آتے تھے تو یہ پڑھتے تھے:

"ہر طرح کی حمد اس اللہ کے لیے مخصوص ہے، جس نے ہمیں کھلایا، جس نے ہمیں پلایا، جس نے ہماری کفایت کی، جس نے ہمیں پناہ دی، کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جن کی کفایت کرنے والا اور انہیں پناہ دینے والا کوئی نہیں ہے؟"

5054 - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ التِّنِّيسِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ أَبِي الْأَزْهَرِ الْأَنْمَارِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ: بِسْمِ اللَّهِ وَضَعْتُ جَنْبِي، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، وَأَخْسِئْ شَيْطَانِي، وَفُكَّ رِهَانِي، وَاجْعَلْنِي فِي النَّدِيِّ الْأَعْلَى

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ أَبُو هَمَّامٍ الْأَهْوَازِيُّ، عَنْ ثَوْرٍ، قَالَ: أَبُو زُهَيْرٍ الْأَنْمَارِيُّ

حضرت ابوازہر انماری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت جب بستر پر جاتے تھے، تو یہ پڑھتے

تھے:

''اللہ تعالیٰ کے اسم سے برکت حاصل کرتے ہوئے، میں اپنا (بدن) بستر پر رکھتا ہوں، اے اللہ! میرے ذنب کی مغفرت کر دے اور میرے شیطان کو دور کر دے، میرے نفس کو (آگ کے عذاب سے) آزاد کر دے اور مجھے بلند محفل والوں میں شامل کر دے''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت ابوہمام اہوازی نے ثور کے حوالے سے نقل کی ہے، انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: حضرت ابوزہیر انماری۔

5055 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ، عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِنَوْفَلٍ: اقْرَأْ قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ ثُمَّ نَمْ، عَلٰى خَاتِمَتِهَا، فَاِنَّهَا بَرَاءَةٌ مِنَ الشِّرْكِ

❁❁ فروہ بن نوفل اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت نوفل سے فرمایا:
''تم سورہ کافرون کی تلاوت کر کے اس پر اپنی بات چیت ختم کر کے سویا کرو، کیونکہ یہ شرک سے بری الذمہ ہونے کا اظہار ہے''

5056 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَيَزِيْدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ - يَعْنِيَانِ ابْنَ فَضَالَةَ - عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيْهِمَا، وَقَرَاَ فِيْهِمَا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ: يَبْدَاُ بِهِمَا عَلٰى رَاْسِهِ وَوَجْهِهِ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ، يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ رات کو روزانہ جب اپنے بستر پر جاتے تھے، تو دونوں ہتھیلیاں ملا کر ان پر پھونک مارتے تھے اور یہ پڑھ کر پھونک مارتے تھے: سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ الناس، پھر آپ ﷺ دونوں ہاتھوں کو اپنے جسم پر جہاں تک ہو سکتا تھا' پھیرتے تھے، سر اور چہرے سے آغاز کرتے تھے اور پھر جسم کے سامنے (اگلے) حصے پر ہاتھ پھیرتے تھے، ایسا آپ ﷺ تین مرتبہ کرتے تھے۔

5057 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ بَحِيْرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ بِلَالٍ، عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ الْمُسَبِّحَاتِ قَبْلَ اَنْ يَرْقُدَ، وَقَالَ: اِنَّ فِيْهِنَّ اٰيَةً اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ اٰيَةٍ

❁❁ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سونے سے پہلے مسبحات کی تلاوت کرتے تھے، آپ ﷺ یہ فرماتے تھے: ''ان میں ایک آیت ایسی ہے، جو ایک ہزار آیتوں سے افضل ہے''

5058 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَفَانِي وَآوَانِي، وَأَطْعَمَنِي وَسَقَانِي، وَالَّذِي مَنَّ عَلَيَّ فَأَفْضَلَ، وَالَّذِي أَعْطَانِي فَأَجْزَلَ، الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ اللَّهُمَّ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيكَهُ وَإِلَهَ كُلِّ شَيْءٍ، أَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب بستر پر آتے تھے تو آپ ﷺ یہ پڑھتے تھے:

''ہر طرح کی حمد، اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، جس نے میری کفایت کی، مجھے پناہ دی، جس نے مجھے کھلایا، پلایا اور جس نے مجھ پر احسان کیا اور سب سے بہترین احسان کیا اور جس نے مجھے عطا کیا اور بھرپور عطا کیا ہر حالت میں، ہر طرح کی حمد، اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، اے اللہ! اے ہر چیز کے پروردگار اور اس کے مالک، اے ہر چیز کے معبود! میں جہنم سے تیری پناہ مانگتا ہوں''

5059 - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ تَعَالَى فِيهِ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِ تِرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِ تِرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص بستر پر لیٹے اور اس پر اللہ کا نام نہ لے، تو یہ چیز قیامت کے دن اس کے لیے حسرت کا باعث ہوگی اور جو شخص کسی جگہ پر بیٹھے اور وہاں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے، تو وہ محفل قیامت کے دن، اس کے لیے حسرت کا باعث ہوگی''

بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ

باب: آدمی نیند سے بیدار ہو تو کیا پڑھے؟

5060 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، قَالَ: قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ حِينَ يَسْتَيْقِظُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، ثُمَّ دَعَا: رَبِّ اغْفِرْ لِي، قَالَ الْوَلِيدُ: أَوْ قَالَ: دَعَا اسْتُجِيبَ لَهُ، فَإِنْ قَامَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّى قُبِلَتْ صَلَاتُهُ

❁❁ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص رات کے وقت بیدار ہو اور بیدار ہو کر یہ پڑھ لے:

''اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے، حمد اسی کے لیے

مخصوص ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے، میں اللہ تعالیٰ کو ہر عیب سے پاک قرار دیتا ہوں اور ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا"

پھر وہ شخص دعا مانگتے ہوئے یہ کہے: "اے اللہ! میری مغفرت فرما"۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: پھر وہ شخص اگر دعا مانگے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور اگر وہ شخص اٹھ کر نوافل ادا کرے، تو اس کی نماز قبول ہوتی ہے۔

5061 - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، سُبْحَانَكَ، اللّٰهُمَّ أَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِي، وَأَسْأَلُكَ رَحْمَتَكَ، اللّٰهُمَّ زِدْنِي عِلْمًا، وَلَا تُزِغْ قَلْبِي بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنِي، وَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً، إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کے وقت بیدار ہوتے تھے، تو یہ پڑھتے تھے: "تیرے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے، تو ہر عیب سے پاک ہے، اے اللہ! میں اپنے گناہوں کی تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری رحمت کا تجھ سے سوال کرتا ہوں، اے اللہ! میرے علم میں اضافہ کردے اور جب تو نے مجھے ہدایت دیدی ہے، تو اس کے بعد میرے دل کو گمراہ نہ کرنا اور مجھے اپنی بارگاہ سے رحمت عطا کرنا، بے شک تو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے"۔

بَابٌ فِي التَّسْبِيحِ عِنْدَ النَّوْمِ

باب: سوتے وقت تسبیح پڑھنا

5062 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ الْمَعْنَى عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ: شَكَتْ فَاطِمَةُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَلْقَى فِي يَدِهَا مِنَ الرَّحَى، فَأُتِيَ بِسَبْيٍ، فَأَتَتْهُ تَسْأَلُهُ فَلَمْ تَرَهُ فَأَخْبَرَتْ بِذٰلِكَ عَائِشَةَ، فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ، فَأَتَانَا وَقَدْ أَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا، فَذَهَبْنَا لِنَقُومَ، فَقَالَ: عَلَى مَكَانِكُمَا فَجَاءَ فَقَعَدَ بَيْنَنَا حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلَى صَدْرِي فَقَالَ: أَلَا أَدُلُّكُمَا عَلَى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَا، إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا فَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَكَبِّرَا أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ، فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمَا مِنْ خَادِمٍ

❀❀ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس بات کی شکایت کی، کہ چکی

پینے کی وجہ سے میرے ہاتھوں میں بہت تکلیف ہوتی ہے، کچھ (قیدی) نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لائے گئے، تو سیدہ فاطمہ ؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تا کہ ان سے کوئی ملازم مانگ لیں، انہیں نبی اکرم ﷺ نظر نہیں آئے، انہوں نے سیدہ عائشہ ؓ کو اس صورت حال کے بارے میں بتایا، نبی اکرم ﷺ تشریف لائے، تو سیدہ عائشہ ؓ نے نبی اکرم ﷺ کو اس صورتحال کے بارے میں بتایا: نبی اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے، ہم اس وقت بستر پر لیٹ چکے تھے، ہم اٹھنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی جگہ پر رہو، آپ تشریف لائے اور ہمارے درمیان بیٹھ گئے، یہاں تک کہ آپ کے قدموں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے پر محسوس کی، آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے جو فرمائش کی ہے، کیا میں اس سے زیادہ بہتر چیز کی طرف تمہاری رہنمائی نہ کروں؟ جب تم بستر پر جاؤ، تو 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمد للہ، 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو یہ تمہارے لیے خادم (ملنے) سے بہتر ہے۔

5063 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ الْيَشْكُرِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْوَرْدِ بْنِ ثُمَامَةَ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ لِابْنِ أَعْبُدَ: أَلَا أُحَدِّثُكَ عَنِّي وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَتْ أَحَبَّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ، وَكَانَتْ عِنْدِي فَجَرَتْ بِالرَّحَى حَتَّى أَثَّرَتْ بِيَدِهَا، وَاسْتَقَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتَّى أَثَّرَتْ فِي نَحْرِهَا، وَقَمَّتِ الْبَيْتَ حَتَّى اغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا، وَأَوْقَدَتِ الْقِدْرَ حَتَّى دَكِنَتْ ثِيَابُهَا، وَأَصَابَهَا مِنْ ذَلِكَ ضُرٌّ، فَسَمِعْنَا أَنَّ رَقِيقًا أُتِيَ بِهِمْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: لَوْ أَتَيْتِ أَبَاكِ فَسَأَلْتِيهِ خَادِمًا يَكْفِيكِ، فَأَتَتْهُ، فَوَجَدَتْ عِنْدَهُ حُدَّاثًا، فَاسْتَحْيَتْ، فَرَجَعَتْ، فَغَدَا عَلَيْنَا وَنَحْنُ فِي لِفَاعِنَا، فَجَلَسَ عِنْدَ رَأْسِهَا فَأَدْخَلَتْ رَأْسَهَا فِي اللِّفَاعِ حَيَاءً مِنْ أَبِيهَا، فَقَالَ: مَا كَانَ حَاجَتُكِ أَمْسِ إِلَى آلِ مُحَمَّدٍ؟ فَسَكَتَتْ، مَرَّتَيْنِ، فَقُلْتُ: أَنَا وَاللَّهِ أُحَدِّثُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ هَذِهِ جَرَتْ عِنْدِي بِالرَّحَى حَتَّى أَثَّرَتْ فِي يَدِهَا، وَاسْتَقَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتَّى أَثَّرَتْ فِي نَحْرِهَا، وَكَسَحَتِ الْبَيْتَ حَتَّى اغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا، وَأَوْقَدَتِ الْقِدْرَ حَتَّى دَكِنَتْ ثِيَابُهَا، وَبَلَغَنَا أَنَّهُ قَدْ أَتَاكَ رَقِيقٌ أَوْ خَدَمٌ، فَقُلْتُ لَهَا: سَلِيهِ خَادِمًا، فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ الْحَكَمِ، وَأَتَمَّ

❀❀ ابوورد بن ثمامہ کہتے ہیں: حضرت علی ؓ نے ابن اعبد سے فرمایا: کیا میں تمہیں اپنے اور نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ ؓ کے واقعہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جو نبی اکرم ﷺ کے اہل خانہ میں، آپ ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھیں، وہ میری زوجیت میں تھیں، وہ چکی چلایا کرتی تھیں جس کی وجہ سے ان کے ہاتھ سخت ہو گئے تھے، وہ مشکیزے سے پانی بھر کے لایا کرتی تھیں، جس کی وجہ سے ان کے سینے پر نشان پڑ چکے تھے، وہ گھر میں جھاڑو دیا کرتی تھیں، یہاں تک کہ ان کے کپڑے غبار آلود ہو جاتے، وہ ہنڈیا کے نیچے آگ جلاتی تھیں، جس کے نتیجے میں ان کے کپڑے خراب ہو جاتے تھے اور انہیں ایسا کرنے میں مشکل بھی پیش آتی تھی، ہمیں یہ پتا چلا کہ کچھ غلام نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لائے گئے ہیں، تو میں نے کہا: اگر تم اپنے والد کے پاس جاؤ اور ان سے کوئی خادم مانگ لو جو تمہارے لیے کفایت کرے (یعنی تمہارے حصے کے کام کر دیا کرے) سیدہ فاطمہ ؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے پاس بات چیت

کرنے والے کچھ لوگوں کو پایا: انہیں (یہ گزارش کرنے سے شرم آ گئی) تو وہ واپس آ گئیں، اگلے دن نبی اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے، ہم ابھی اپنے لحاف میں موجود تھے، نبی اکرم ﷺ سیدہ فاطمہ ؓ کے سرہانے کے طرف بیٹھ گئے سیدہ فاطمہ ؓ نے نبی اکرم ﷺ سے حیاء کی وجہ سے اپنا سر لحاف میں کر لیا، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کل تمہیں محمد کے گھر کیا کام تھا؟ دو مرتبہ (نبی اکرم ﷺ نے یہ سوال کیا) سیدہ فاطمہ ؓ خاموش رہیں، تو میں نے کہا: خدا کی قسم!

یارسول اللہ! میں آپ ﷺ کو بتاتا ہوں، یہ میرے یہاں چکی چلاتی ہیں، جس کے نشان ان کے ہاتھوں پر پڑ گئے ہیں، یہ مشکیزے میں پانی بھر کے لاتی ہیں، جس کے نشان ان کے سینے پر پڑ گئے ہیں، یہ گھر میں جھاڑو دیتی ہیں، جس کی وجہ سے ان کے کپڑے غبار آلود ہو جاتے ہیں، یہ ہنڈیا کے نیچے آگ جلاتی ہیں جس کی وجہ سے ان کے کپڑے خراب ہو جاتے ہیں، ہمیں یہ پتا چلا کہ آپ ﷺ کے پاس کچھ غلام آئے ہیں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) خادم آئے ہیں، تو میں نے اس سے کہا: تم نبی اکرم ﷺ سے کوئی خادم مانگ لو۔

اس کے بعد راوی نے حکم نامی راوی کے روایت کی مانند روایت نقل کی ہے، جو زیادہ مکمل ہے۔

5064 - حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ، عَنْ شَبَثِ بْنِ رِبْعِيٍّ، عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْخَبَرِ قَالَ: فِيهِ قَالَ عَلِيٌّ: فَمَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا لَيْلَةَ صِفِّينَ فَإِنِّي ذَكَرْتُهَا مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَقُلْتُهَا

❁❁ حضرت علی ؓ نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ روایت نقل کرتے ہیں: جس میں یہ الفاظ ہیں: حضرت علی ؓ نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ کی زبانی میں نے جب سے یہ کلمات سنے ہیں، اس کے بعد میں نے انہیں کبھی ترک نہیں کیا البتہ صفین کی رات یہ مجھ سے رہ گئے تھے، رات کے آخری حصے میں یہ مجھے یاد آئے تو میں نے انہیں پڑھ لیا۔

5065 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: خَصْلَتَانِ، أَوْ خَلَّتَانِ لَا يُحَافِظُ عَلَيْهِمَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ، هُمَا يَسِيرٌ، وَمَنْ يَعْمَلُ بِهِمَا قَلِيلٌ، يُسَبِّحُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ عَشْرًا، وَيَحْمَدُ عَشْرًا، وَيُكَبِّرُ عَشْرًا، فَذَلِكَ خَمْسُونَ وَمِائَةٌ بِاللِّسَانِ، وَأَلْفٌ وَخَمْسُ مِائَةٍ فِي الْمِيزَانِ، وَيُكَبِّرُ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ، وَيَحْمَدُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَيُسَبِّحُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، فَذَلِكَ مِائَةٌ بِاللِّسَانِ، وَأَلْفٌ فِي الْمِيزَانِ، فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُهَا بِيَدِهِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ هُمَا يَسِيرٌ وَمَنْ يَعْمَلُ بِهِمَا قَلِيلٌ، قَالَ: يَأْتِي أَحَدَكُمْ - يَعْنِي الشَّيْطَانَ - فِي مَنَامِهِ فَيُنَوِّمُهُ قَبْلَ أَنْ يَقُولَهُ وَيَأْتِيهِ فِي صَلَاتِهِ فَيُذَكِّرُهُ حَاجَةً قَبْلَ أَنْ يَقُولَهَا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"دو خصوصیات ایسی ہیں کہ جو بھی مسلمان بندہ انہیں باقاعدگی سے سرانجام دے گا، وہ جنت میں داخل ہوجائے گا، یہ دونوں کرنے میں آسان ہیں، لیکن ان دونوں پر عمل کرنے والے لوگ کم ہیں، ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ، دس مرتبہ الحمدللہ، دس مرتبہ اللہ اکبر کہنا، اور یہ زبان سے پڑھنے کے حوالے سے 150 ہوں گے اور میزان میں 1500 ہوں گے، اور جب آدمی بستر پر جائے، تو 34 مرتبہ اللہ اکبر، 33 مرتبہ الحمدللہ اور 33 مرتبہ سبحان اللہ پڑھنا، یہ زبان سے پڑھنے کے لحاظ سے 100 ہوں گے، مگر لیکن میزان میں ایک ہزار ہوں گے۔

راوی کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا، نبی اکرم ﷺ نے اپنی انگلی سے اشارہ کر کے اس کی گنتی بتائی، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ کیسے ہوگا؟ یہ دونوں آسان ہیں، لیکن ان پر عمل کرنے والے لوگ کم ہوں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص سونے کے لیے جاتا ہے، تو شیطان اس کے پاس آجاتا ہے اور اسے یہ پڑھنے سے پہلے ہی سلا دیتا ہے اور پھر اس کی نماز کے دوران شیطان اس کے پاس آتا ہے، اور ان کلمات کو پڑھنے سے پہلے اسے کوئی کام یاد کروا دیتا ہے۔

5066 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ عُقْبَةَ الْحَضْرَمِيُّ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ حَسَنٍ الضَّمْرِيِّ، أَنَّ ابْنَ أُمِّ الْحَكَمِ، أَوْ ضُبَاعَةَ ابْنَتَيِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ، عَنْ إِحْدَاهُمَا أَنَّهَا قَالَتْ: أَصَابَ رَسُولُ اللهِ سَبْيًا، فَذَهَبْتُ أَنَا وَأُخْتِي فَاطِمَةُ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ مَا نَحْنُ فِيهِ، وَسَأَلْنَاهُ أَنْ يَأْمُرَ لَنَا بِشَيْءٍ مِنَ السَّبْيِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَبَقَكُنَّ يَتَامَى بَدْرٍ ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّةَ التَّسْبِيحِ، قَالَ: عَلَى أَثَرِ كُلِّ صَلَاةٍ لَمْ يَذْكُرِ النَّوْمَ

سیدہ ام حکم رضی اللہ عنہا یا سیدہ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے، ان دونوں میں سے ایک خاتون کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کچھ قیدی لائے گئے۔ میں، میری بہن اور نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ہم نے (گھریلو کام کاج کے لیے) پریشانی کا ذکر کیا اور آپ ﷺ سے یہ درخواست کی کہ آپ ﷺ ہمیں کوئی قیدی دینے کا حکم دیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بدر کے یتیم تم سے سبقت لے جاچکے ہیں، اس کے بعد راوی نے تسبیح کا واقعہ نقل کیا ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ بیان کیے ہیں: (ہر نماز کے بعد یہ تسبیح پڑھنی ہے) اس میں سوتے وقت تسبیح پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا أَصْبَحَ

باب: صبح کے وقت آدمی کیا پڑھے؟

5067 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ أَبَا

بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مُرْنِي بِكَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ إِذَا أَصْبَحْتُ، وَإِذَا أَمْسَيْتُ، قَالَ: قُلْ: اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيكَهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي، وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ قَالَ قُلْهَا إِذَا أَصْبَحْتَ، وَإِذَا أَمْسَيْتَ، وَإِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ کلمات کی ہدایت کیجئے، جو میں صبح کے وقت پڑھا کروں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ پڑھا کرو:

''اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! اے غیب اور شہادت کا علم رکھنے والے، اے ہر چیز کے پروردگار اور اس کے مالک، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے میں اپنی ذات کے شر سے، شیطان کے شر سے اور اس کے شریک ہونے سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم صبح کے وقت اور شام کے وقت اور جب بستر پر (سونے کے لیے جانے لگو) تو اس وقت انہیں پڑھ لیا کرو۔

5068 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا أَصْبَحَ: اللَّهُمَّ بِكَ أَصْبَحْنَا، وَبِكَ أَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوتُ، وَإِلَيْكَ النُّشُورُ وَإِذَا أَمْسَى قَالَ: اللَّهُمَّ بِكَ أَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوتُ، وَإِلَيْكَ النُّشُورُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت یہ پڑھتے تھے:

''اے اللہ! تیری مدد سے ہم نے صبح کی اور تیری مدد سے ہم نے شام کی، تیری مدد سے ہم زندہ ہیں اور تیری مدد سے ہی ہم مریں گے اور تیری ہی طرف اٹھیں گے''

شام کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھتے تھے:

''اے اللہ! تیری مدد سے ہم نے شام کی، تیری مدد سے ہم زندہ ہیں اور تیری ہی مرضی سے ہم مریں گے اور تیری ہی طرف اٹھائے جائیں گے''۔

5069 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ الْغَازِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ مَكْحُولٍ الدِّمَشْقِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ أَوْ يُمْسِي: اللَّهُمَّ إِنِّي أَصْبَحْتُ أُشْهِدُكَ وَأُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلَائِكَتَكَ، وَجَمِيعَ خَلْقِكَ أَنَّكَ أَنْتَ اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ أَعْتَقَ اللهُ رُبُعَهُ مِنَ النَّارِ، فَمَنْ قَالَهَا مَرَّتَيْنِ أَعْتَقَ اللهُ نِصْفَهُ، وَمَنْ قَالَهَا ثَلَاثًا أَعْتَقَ اللهُ ثَلَاثَةَ أَرْبَاعِهِ، فَإِنْ قَالَهَا أَرْبَعًا أَعْتَقَهُ اللهُ مِنَ النَّارِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
جو شخص صبح کے وقت اور شام کے وقت یہ کلمات پڑھے:
''اے اللہ! میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں تجھے اس بات کا گواہ بناتا ہوں اور تیرے عرش کو اٹھانے والوں کو اور تیرے فرشتوں کو اس بات کا گواہ بناتا ہوں اور تیری تمام مخلوق کو گواہ بناتا ہوں، کہ بے شک تو اللہ ہے، تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور رسول ہیں''۔
(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:) تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک چوتھائی حصے کو آگ سے آزاد کردے گا، جو شخص ان کلمات کو دو مرتبہ پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے نصف حصے کو آگ سے آزاد کردے گا، جو شخص تین مرتبہ پڑھے گا اس کے تین چوتھائی حصے کو آگ سے آزاد کردے گا، اور جو شخص چار مرتبہ پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اسے مکمل طور پر آگ سے آزاد کردے گا''۔

5070 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ ثَعْلَبَةَ الطَّائِيُّ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ اَوْ حِينَ يُمْسِي: اللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّي لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِي وَاَنَا عَبْدُكَ، وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، اَبُوءُ بِنِعْمَتِكَ، وَاَبُوءُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي اِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ، فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ اَوْ مِنْ لَيْلَتِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

ابن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''جو شخص صبح کے وقت یا شام کے وقت یہ کلمات پڑھے:
''اے اللہ! تو میرا پروردگار ہے، تیرے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے، تو نے مجھے پیدا کیا ہے، میں تیرا بندہ ہوں، میں تیرے عہد اور وعدے پہ اپنی استطاعت کے مطابق کاربند ہوں، میں اس چیز کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو میں نے کیا ہے، میں تیری نعمت کا اعتراف کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، تو میری مغفرت کر دے، گناہوں کی مغفرت صرف تو ہی کر سکتا ہے''۔
(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:) اگر وہ اسی دن فوت ہو جائے، یا اسی رات فوت ہو جائے، تو وہ جنت میں داخل ہوگا''

5071 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ اَعْيَنَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَقُولُ اِذَا اَمْسٰى: اَمْسَيْنَا وَاَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ وَاَمَّا زُبَيْدٌ كَانَ يَقُولُ: كَانَ اِبْرَاهِيمُ بْنُ سُوَيْدٍ يَقُولُ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ رَبِّ اَسْاَلُكَ خَيْرَ مَا فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا، وَاَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا، رَبِّ اَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ، وَمِنْ سُوءِ الْكِبَرِ، اَوِ الْكُفْرِ، رَبِّ اَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ، وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ، وَاِذَا اَصْبَحَ قَالَ ذٰلِكَ اَيْضًا: اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: مِنْ سُوءِ الْكِبَرِ وَلَمْ يَذْكُرْ سُوءَ الْكُفْرِ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: شام کے وقت نبی اکرم ﷺ یہ کلمات پڑھا کرتے تھے:

"ہماری شام ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں بھی شام ہوگئی، ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، وہی ایک معبود ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے"

جریر نامی راوی کی نقل کردہ روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: زبید نامی راوی کہا کرتے تھے: ابراہیم بن سوید یہ کہتے تھے:

"اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، وہی ایک معبود ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے، حمد اسی کے لیے مخصوص ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے، اے میرے پروردگار! میں اس رات میں موجود بھلائی اور اس کے بعد والی بھلائی کا تجھ سے سوال کرتا ہوں اور میں اس رات میں موجود شر اور اس کے بعد والے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے میرے پروردگار! میں سستی، برے بڑھاپے اور کفر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے میرے پروردگار! میں جہنم کے عذاب اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

جب صبح ہوتی تھی تو اس میں بھی اسی طرح پڑھتے تھے اس میں یہ الفاظ پڑھتے تھے:

"ہماری صبح ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں بھی صبح ہوگئی"۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

"تکبر (یا بڑی عمر) کی برائی" اس میں یہ مذکور نہیں ہے: "کفر کی برائی"

5072 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي عَقِيلٍ، عَنْ سَابِقِ بْنِ نَاجِيَةَ، عَنْ أَبِي سَلَّامٍ، أَنَّهُ كَانَ فِي مَسْجِدِ حِمْصَ فَمَرَّ بِهِ رَجُلٌ فَقَالُوا: هٰذَا خَدَمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَامَ إِلَيْهِ فَقَالَ: حَدِّثْنِي بِحَدِيثٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَتَدَاوَلْهُ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ الرِّجَالُ. قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يَقُولُ: مَنْ قَالَ إِذَا أَصْبَحَ وَإِذَا أَمْسَى: رَضِينَا بِاللهِ رَبًّا. وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا. وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا. إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يُرْضِيَهُ

⊛⊛ ابوسلام بیان کرتے ہیں: وہ حمص کی مسجد میں موجود تھے، ان کے پاس سے ایک شخص گزرا، تو لوگوں نے بتایا: یہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت کرتے رہے ہیں، تو ابوسلام اٹھ کر ان کے پاس گئے اور بولے: آپ ہمیں کوئی ایسی حدیث بیان کیجئے، جو آپ نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سنی ہو، اور وہ حدیث آپ کے علم میں ہو، دوسرے لوگ اسے بیان نہ کرتے ہوں، تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جو شخص صبح کے وقت اور شام کے وقت یہ کلمات پڑھے:

"ہم اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے، اسلام کے دین ہونے اور حضرت محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہیں (یعنی

اس پر ایمان رکھتے ہیں)"۔

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:) تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ یہ بات ہوگی کہ وہ اس شخص کو (جنت میں داخل کر کے) راضی کر دے۔

5073 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، وَإِسْمَاعِيلُ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَنْبَسَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ غَنَّامٍ الْبَيَاضِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ اللَّهُمَّ مَا أَصْبَحَ بِي مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنْكَ وَحْدَكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ، فَلَكَ الْحَمْدُ، وَلَكَ الشُّكْرُ، فَقَدْ أَدَّى شُكْرَ يَوْمِهِ، وَمَنْ قَالَ مِثْلَ ذَلِكَ حِينَ يُمْسِي فَقَدْ أَدَّى شُكْرَ لَيْلَتِهِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن غنام بیاضی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص صبح کے وقت یہ کلمات پڑھے:

"اے اللہ! صبح کے وقت مجھے جو بھی نعمت حاصل ہے، وہ تیری طرف سے ملی ہے، صرف تیری طرف سے ملی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں ہے، حمد تیرے لیے مخصوص ہے اور شکر تیرا ہی کیا جا سکتا ہے"۔

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:) تو وہ اس دن کا شکر ادا کر دے گا اور جو شخص شام کے وقت یہ کلمات پڑھے گا وہ اس شام کا شکر ادا کر دے گا۔

5074 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عُبَادَةُ بْنُ مُسْلِمٍ الْفَزَارِيُّ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَعُ هَؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ، حِينَ يُمْسِي، وَحِينَ يُصْبِحُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَأَهْلِي وَمَالِي، اللَّهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَتِي، وَقَالَ عُثْمَانُ: عَوْرَاتِي وَآمِنْ رَوْعَاتِي، اللَّهُمَّ احْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ، وَمِنْ خَلْفِي، وَعَنْ يَمِينِي، وَعَنْ شِمَالِي، وَمِنْ فَوْقِي، وَأَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ وَكِيعٌ يَعْنِي الْخَسْفَ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ شام کے وقت اور صبح کے وقت ان کلمات کو پڑھنا کبھی ترک نہیں کرتے تھے:

"اے اللہ! میں دنیا اور آخرت میں عافیت کا تجھ سے سوال کرتا ہوں، اے اللہ! میں اپنے دین، اپنی دنیا، اپنے اہل خانہ اور اپنے مال کے بارے میں معافی اور عافیت کا تجھ سے سوال کرتا ہوں، اے اللہ! میری پوشیدہ چیزوں کی پردہ پوشی رکھنا اور مجھے خطرات سے امن عطا کرنا، اے اللہ! میرے آگے، میرے پیچھے میرے دائیں، میرے بائیں، میرے اوپر سے، میری حفاظت کرنا اور میں تیری عظمت کی پناہ مانگتا ہوں، اس چیز سے کہ مجھے نیچے کی طرف سے ہلاکت کا شکار کر دیا جائے"

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وکیع کہتے ہیں: اس سے مراد زمین میں دھنسنا ہے۔

5075 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو، اَنَّ سَالِمًا الْفَرَّاءَ حَدَّثَهُ اَنَّ عَبْدَ الْحَمِيْدِ مَوْلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ، حَدَّثَهُ اَنَّ اُمَّهُ حَدَّثَتْهُ وَكَانَتْ تَخْدِمُ بَعْضَ بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّ ابْنَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهَا فَيَقُوْلُ: قُوْلِيْ حِيْنَ تُصْبِحِيْنَ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ مَا شَاءَ اللهُ، كَانَ وَمَا لَمْ يَشَاْ لَمْ يَكُنْ فَاِنَّهُ مَنْ قَالَهُنَّ حِيْنَ يُصْبِحُ حُفِظَ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَمَنْ قَالَهُنَّ حِيْنَ يُمْسِيْ حُفِظَ حَتّٰى يُصْبِحَ

عبدالحمید، جو بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلام ہیں، وہ بیان کرتے ہیں: ان کی والدہ نے انہیں یہ بات بتائی: وہ نبی اکرم ﷺ کی ایک صاحبزادی کی خدمت کیا کرتی تھیں، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی نے انہیں یہ بات بتائی: نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ کلمات تعلیم دیے اور فرمایا: تم صبح کے وقت یہ پڑھ لیا کرو:

''میں اللہ تعالیٰ کے ہر عیب سے پاک ہونے کا اعتراف کرتا ہوں اور اس کی حمد بیان کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا، جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، وہ ہوتا ہے، جو وہ نہیں چاہتا، وہ نہیں ہوتا''

(نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) جو شخص صبح کے وقت ان کلمات کو پڑھ لے گا، وہ شام تک محفوظ رہے گا اور جو شام کے وقت ان کلمات کو پڑھ لے گا، وہ صبح تک محفوظ رہے گا۔

5076 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ح وحَدَّثَنَا الرَّبِيْعُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِي اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ بَشِيْرٍ النَّجَّارِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْبَيْلَمَانِيِّ، قَالَ الرَّبِيْعُ: ابْنُ الْبَيْلَمَانِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ (فَسُبْحَانَ اللهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ) اِلٰى (وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ) (الروم: 19) اَدْرَكَ مَا فَاتَهُ فِيْ يَوْمِهِ ذٰلِكَ، وَمَنْ قَالَهُنَّ حِيْنَ يُمْسِيْ اَدْرَكَ مَا فَاتَهُ فِيْ لَيْلَتِهِ قَالَ الرَّبِيْعُ، عَنِ اللَّيْثِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص صبح کے وقت یہ پڑھ لے:

''اللہ تعالیٰ کی پاکی ہے، جب تم لوگ شام کرتے ہو، یا جب تم لوگ صبح کرتے ہو، حمد اسی کے لیے مخصوص ہے، جو آسمانوں اور زمین میں ہو، اور شام کے وقت اور دوپہر کے وقت بھی (حمد اسی کے لیے مخصوص ہے) یہ آیت یہاں تک ہے ''اسی طرح تمہیں نکالا جائے گا''

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:) تو وہ شخص اس (اجر و ثواب) کو پالے گا، جو اس کا اس دن میں رہ گیا تھا اور جو شخص شام کو ان کلمات کو پڑھ لے گا، وہ اس کا اجر و ثواب پالے گا، جو اس رات رہ گیا ہوگا۔

ربیع نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: لیث سے منقول ہے۔

5077 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، وَوُهَيْبٌ، نَحْوَهُ عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَائِشٍ، وَقَالَ حَمَّادٌ: عَنْ أَبِي عَيَّاشٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَالَ إِذَا أَصْبَحَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، كَانَ لَهُ عِدْلَ رَقَبَةٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، وَكُتِبَ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ، وَحُطَّ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ، وَرُفِعَ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ، وَكَانَ فِي حِرْزٍ مِنَ الشَّيْطَانِ حَتَّى يُمْسِيَ، وَإِنْ قَالَهَا إِذَا أَمْسَى كَانَ لَهُ مِثْلُ ذَلِكَ حَتَّى يُصْبِحَ قَالَ فِي حَدِيثِ حَمَّادٍ: فَرَأَى رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرَى النَّائِمُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا عَيَّاشٍ يُحَدِّثُ عَنْكَ بِكَذَا وَكَذَا، قَالَ: صَدَقَ أَبُو عَيَّاشٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَمُوسَى الزَّمْعِيُّ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَائِشٍ

حضرت ابوعیاش رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص صبح کے وقت یہ کلمات پڑھ لے:

"اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے حمد بھی اسی کے لیے مخصوص ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے"۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:) تو یہ اس کے لیے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا، اور اس شخص کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے دس گناہ مٹا دیے جائیں گے اور اس کے دس درجے بلند کر دیے جائیں گے اور وہ شام تک شیطان سے محفوظ رہے گا اور اگر وہ شخص شام کے وقت یہ کلمات پڑھ لے گا، تو صبح تک یہی کچھ حاصل ہوگا۔

حماد کی روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں: "ایک شخص نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی: اس نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابوعیاش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس طرح کی حدیث نقل کی ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ابوعیاش نے درست بیان کیا ہے"

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

5078 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ مُسْلِمٍ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَصْبَحْتُ أُشْهِدُكَ، وَأُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ، وَمَلَائِكَتَكَ وَجَمِيعَ خَلْقِكَ، أَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا أَصَابَ فِي يَوْمِهِ ذَلِكَ مِنْ ذَنْبٍ، وَإِنْ قَالَهَا حِينَ يُمْسِي غُفِرَ لَهُ مَا أَصَابَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
''جو شخص صبح کے وقت یہ کلمات پڑھے:
''اے اللہ! میں نے ایسی حالت میں صبح کی کہ میں تجھے گواہ بناتا ہوں، اور تیرے عرش کو اٹھانے والوں کو اور تیرے فرشتوں کو اور تیری تمام مخلوق کو گواہ بناتا ہوں کہ بے شک تو اللہ ہے، تیرے علاوہ کوئی اور معبود نہیں، صرف تو ہی معبود ہے، تیرا کوئی شریک نہیں ہے اور بے شک حضرت محمد ﷺ تیرے بندے اور رسول ہیں''۔
(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:) تو اس نے اس دن میں جو بھی گناہ کیا ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کردے گا اور اگر کوئی شخص شام کے وقت یہی کلمات پڑھ لے گا، تو اس نے اس میں جو گناہ کیا ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کردے گا۔

5079 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَبُو النَّضْرِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْفِلَسْطِينِيُّ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَسَّانَ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ مُسْلِمٍ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ مُسْلِمِ بْنِ الْحَارِثِ التَّمِيمِيِّ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ أَسَرَّ إِلَيْهِ فَقَالَ: إِذَا انْصَرَفْتَ مِنْ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقُلْ: اللَّهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ سَبْعَ مَرَّاتٍ، فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذَلِكَ ثُمَّ مِتَّ فِي لَيْلَتِكَ كُتِبَ لَكَ جِوَارٌ مِنْهَا، وَإِذَا صَلَّيْتَ الصُّبْحَ فَقُلْ كَذَلِكَ، فَإِنَّكَ إِنْ مِتَّ فِي يَوْمِكَ كُتِبَ لَكَ جِوَارٌ مِنْهَا أَخْبَرَنِي أَبُو سَعِيدٍ، عَنِ الْحَارِثِ، أَنَّهُ قَالَ: أَسَرَّهَا إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَحْنُ نَخُصُّ بِهَا إِخْوَانَنَا

حضرت مسلم بن حارث تمیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے انہیں سرگوشی میں فرمایا: جب تم مغرب کی نماز پڑھ کے فارغ ہو جاؤ، تو یہ کلمات پڑھو:
''اے اللہ! تو مجھے جہنم سے بچالے''۔
یہ کلمات سات مرتبہ پڑھو، اگر تم یہ کلمات پڑھ لو گے اور پھر تم اسی رات میں انتقال کر جاؤ، تو جہنم سے بچاؤ نوٹ کرلیا جائے گا اور اگر تم صبح کی نماز کے بعد یہ کلمات پڑھ لو، تو اگر تم اسی دن میں فوت ہو گئے، تو تمہارے لیے جہنم سے بچاؤ نوٹ کرلیا جائے گا''
ایک اور سند کے ساتھ یہ بات منقول ہے، راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں رازداری سے یہ بات بتائی تھی اور ہم اپنے مخصوص بھائیوں کو یہ بات بتاتے ہیں۔

5080 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ، وَمُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْحِمْصِيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَسَّانَ الْكِنَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي مُسْلِمُ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ مُسْلِمٍ التَّمِيمِيُّ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: نَحْوَهُ إِلَى قَوْلِهِ جِوَارٌ مِنْهَا إِلَّا أَنَّهُ قَالَ فِيهِمَا قَبْلَ أَنْ يُكَلِّمَ أَحَدًا قَالَ: عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ فِيهِ: إِنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ. وَقَالَ عَلِيٌّ، وَابْنُ الْمُصَفَّى بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ فَلَمَّا بَلَغْنَا الْمُغَارَ اسْتَحْثَثْتُ فَرَسِي فَسَبَقْتُ أَصْحَابِي وَتَلَقَّانِي الْحَيُّ بِالرَّنِينِ، فَقُلْتُ لَهُمْ: قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ تُحْرَزُوا. فَقَالُوهَا. فَلَامَنِي أَصْحَابِي وَقَالُوا: حَرَمْتَنَا

الْغَنِيمَةَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرُوهُ بِالَّذِي صَنَعْتُ، فَدَعَانِي فَحَسَّنَ لِي مَا صَنَعْتُ، وَقَالَ: أَمَا إِنَّ اللّٰهَ قَدْ كَتَبَ لَكَ مِنْ كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ كَذَا وَكَذَا قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: فَأَنَا نَسِيتُ الثَّوَابَ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا إِنِّي سَأَكْتُبُ لَكَ بِالْوَصَاةِ بَعْدِي قَالَ: فَفَعَلَ وَخَتَمَ عَلَيْهِ، فَدَفَعَهُ إِلَيَّ، وَقَالَ لِي، ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنَاهُمْ، وَقَالَ ابْنُ الْمُصَفَّى: قَالَ: سَمِعْتُ الْحَارِثَ بْنَ مُسْلِمِ بْنِ الْحَارِثِ التَّمِيمِيَّ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ

❁❁ یہی روایت ایک سند کے ساتھ مسلم بن حارث تمیمی کے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے جو ان الفاظ تک ہے: "جوار منہا (اس سے بچاؤ)"

تاہم اس روایت میں راوی نے دونوں مقام پر (یعنی صبح کی نماز کے بعد اور مغرب کی نماز کے) بعد یہ الفاظ نقل کیے ہیں: کسی سے بات کرنے سے پہلے (ان کلمات کو پڑھ لو)۔

ایک اور سند کے ساتھ یہ بات منقول ہے، راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ایک جنگی مہم پر بھیجا، جب ہم لڑائی کے مقام پر پہنچ گئے، تو میں نے اپنے گھوڑے کو تیز دوڑایا اور اپنے دشمن سے آگے مجھے قبیلے کے گھوڑوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں، تو میں نے ان سے کہا: تم لا الہ الا اللہ پڑھ لو، تو تم بچ جاؤ گے، ان لوگوں نے یہ کلمہ پڑھ لیا، میرے ساتھیوں نے مجھے ملامت کرتے ہوئے کہا: تم نے ہمیں مال غنیمت سے محروم کر دیا ہے، جب ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میرے ساتھیوں نے یہ واقعہ بیان کیا اور جو کچھ میں نے کیا اس بارے میں بتایا، تو نبی اکرم ﷺ نے میرے اس طرز عمل کی تعریف کی اور فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے ان میں ہر ہر بندے کے عوض تمہارے لیے اتنا اور اتنا ثواب نوٹ کر لیا ہے"

عبدالرحمن نامی راوی بیان کرتے ہیں: اس ثواب کی تفصیل کے بارے میں الفاظ بھول گئے ہیں۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بے شک میں اپنے بعد تمہارے لیے وصیت لکھ دوں گا" اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے ایسا ہی کیا اور آپ نے اس تحریر پر مہر لگا کر میرے حوالے کر دی اور پھر مجھ سے فرمایا: اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔ (نبی اکرم ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ تھا: میں وصیت کر دوں گا کہ تمہیں میرے بعد والا خلیفہ اتنی اتنی ادائیگی کر دے)

5081 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ مُسْلِمٍ الدِّمَشْقِيُّ، وَكَانَ مِنْ ثِقَاتِ الْمُسْلِمِينَ مِنَ الْمُتَعَبِّدِينَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُدْرِكُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: يَزِيدُ شَيْخٌ ثِقَةٌ عَنْ يُونُسَ بْنِ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلْبَسٍ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: مَنْ قَالَ إِذَا أَصْبَحَ وَإِذَا أَمْسَى، حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، سَبْعَ مَرَّاتٍ، كَفَاهُ اللّٰهُ مَا أَهَمَّهُ صَادِقًا كَانَ بِهَا أَوْ كَاذِبًا

❁❁ سیدہ ام درداء رضی اللہ عنہا، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: وہ فرماتے ہیں:

''جو شخص صبح کے وقت اور شام کے وقت یہ کلمات پڑھے:

''میرے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، میں نے اسی پر توکل کیا، وہ عظیم عرش کا پروردگار ہے''
جو شخص سات مرتبہ یہ کلمات پڑھے، تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام امور میں کفایت کرے گا، جو اس کے لیے پریشانی کا باعث ہوں، خواہ وہ آدمی سچے دل سے اسے پڑھے، یا جھوٹے دل سے اسے پڑھے۔

5082 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ أَبِي أَسِيدٍ الْبَرَّادِ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خُبَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَجْنَا فِي لَيْلَةِ مَطَرٍ، وَظُلْمَةٍ شَدِيدَةٍ، نَطْلُبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ لَنَا، فَأَدْرَكْنَاهُ، فَقَالَ: أَصَلَّيْتُمْ؟ فَلَمْ أَقُلْ شَيْئًا، فَقَالَ: قُلْ فَلَمْ أَقُلْ شَيْئًا، ثُمَّ قَالَ: قُلْ فَلَمْ أَقُلْ شَيْئًا، ثُمَّ قَالَ: قُلْ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَقُولُ؟ قَالَ: قُلْ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِينَ تُمْسِي، وَحِينَ تُصْبِحُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

❀❀ معاذ بن عبداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم ایک بارانی اور تاریک رات میں نکلے، ہم نبی اکرم ﷺ کو تلاش کررہے تھے، تاکہ آپ ﷺ ہمیں نماز پڑھائیں، ہم نے آپ ﷺ کو پالیا تو آپ نے فرمایا: تم پڑھو، میں نے کچھ نہیں پڑھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم پڑھو، تو میں نے کچھ نہیں پڑھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم پڑھو، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں کیا پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھو، تم صبح اور شام کے وقت تین مرتبہ انہیں پڑھ لو، یہ تمہارے لیے ہر چیز کے حوالے سے کافی ہوں گی۔

5083 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي - قَالَ ابْنُ عَوْفٍ: وَرَأَيْتُهُ فِي أَصْلِ إِسْمَاعِيلَ - قَالَ: حَدَّثَنِي ضَمْضَمٌ، عَنْ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ، قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ حَدِّثْنَا بِكَلِمَةٍ نَقُولُهَا إِذَا أَصْبَحْنَا، وَأَمْسَيْنَا، وَاضْطَجَعْنَا، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَقُولُوا: اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ، وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، أَنْتَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُونَ أَنَّكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، فَإِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، وَشِرْكِهِ، وَأَنْ نَقْتَرِفَ سُوءًا عَلَى أَنْفُسِنَا أَوْ نَجُرَّهُ إِلَى مُسْلِمٍ

❀❀ حضرت ابومالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ہمیں ایسے کلمے کے بارے میں بتائیں، جسے ہم صبح کے وقت، شام کے وقت اور سوتے ہوئے پڑھ لیا کریں، تو نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو ہدایت کی کہ وہ یہ پڑھیں:

''اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے، اے غیب اور شہادت کا علم رکھنے والے، تو ہر شے کا پروردگار ہے، فرشتے اس بات کی گواہی دیتے ہیں، تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں، ہم اپنی ذات کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں اور مردود شیطان کے شر اور اس کے شریک ہونے سے پناہ مانگتے ہیں اور اس بات سے پناہ مانگتے ہیں کہ ہم اپنی

ذات سے کسی برائی کا ارتکاب کریں، یا ہم اس برائی کو کسی مسلمان کی طرف لے کے جائیں"۔

5084 - قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا اَصْبَحَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، اللّٰهُمَّ إِنِّي اَسْاَلُكَ خَيْرَ هٰذَا الْيَوْمِ فَتْحَهُ وَنَصْرَهُ، وَنُورَهُ، وَبَرَكَتَهُ، وَهُدَاهُ، وَاَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيهِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهُ، ثُمَّ إِذَا اَمْسَى فَلْيَقُلْ مِثْلَ ذٰلِكَ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسی سند کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی منقول ہے: جب کوئی شخص صبح کرے، تو اسے یہ کلمات پڑھنے چاہییں:

"ہم نے صبح کی اور تمام جہانوں کے پروردگار اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں بھی صبح ہو گئی، اے اللہ! میں اس دن کی بھلائی، اس کی فتح، اس کی کامیابی، اس کے نور، اس کی برکت اور اس کی ہدایت کا تجھ سے سوال کرتا ہوں اور اس دن میں موجود شر اور اس کے بعد آنے والے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں"

جب شام ہو، تو آدمی کو اس کی مانند کلمات پڑھنے چاہئیں۔

5085 - حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ جُعْثُمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْاَزْهَرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَرَازِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي شَرِيقٌ الْهَوْزَنِيُّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَسَاَلْتُهَا: بِمَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ إِذَا هَبَّ مِنَ اللَّيْلِ؟ فَقَالَتْ: لَقَدْ سَاَلْتَنِي عَنْ شَيْءٍ مَا سَاَلَنِي عَنْهُ اَحَدٌ قَبْلَكَ، كَانَ إِذَا هَبَّ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ عَشْرًا، وَحَمِدَ عَشْرًا، وَقَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ عَشْرًا وَقَالَ: سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ عَشْرًا وَاسْتَغْفَرَ عَشْرًا، وَهَلَّلَ عَشْرًا، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ إِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنْ ضِيقِ الدُّنْيَا، وَضِيقِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ عَشْرًا ثُمَّ يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ

❁❁ شریق ہوزنی بیان کرتے ہیں: میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے ان سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ جب رات کے وقت بیدار ہوتے تھے، تو سب سے پہلے کیا پڑھتے تھے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم نے مجھ سے ایک ایسی چیز کے بارے میں دریافت کیا ہے، کہ تم سے پہلے کسی نے مجھ سے اس بارے میں دریافت نہیں کیا، نبی اکرم ﷺ جب رات کے وقت بیدار ہوتے تھے، تو دس مرتبہ اللہ اکبر اور دس مرتبہ الحمد للہ پڑھتے تھے، دس مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھتے تھے، دس مرتبہ سبحان الملک القدوس پڑھتے تھے اور دس مرتبہ استغفر اللہ پڑھتے تھے اور دس مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے اور پھر یہ دعا مانگتے تھے:

"اے اللہ! میں دنیا کی تنگی اور قیامت کے دن کی تنگی سے تیری پناہ مانگتا ہوں"

آپ ﷺ دس مرتبہ یہ کلمات پڑھتے تھے اور پھر نماز کا آغاز کرتے تھے۔

5086 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِي صَالِحٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ فِي سَفَرٍ فَاَسْحَرَ يَقُولُ: سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَنِعْمَتِهِ وَحُسْنِ بَلَائِهِ عَلَيْنَا، اللّٰهُمَّ صَاحِبْنَا فَاَفْضِلْ عَلَيْنَا عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنَ

النَّارِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب سفر میں ہوتے تو سحری کے وقت یہ پڑھتے تھے: "سننے والا سن لے، کہ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں، اس بات پر، جو اس نے ہمیں نعمت عطا کی ہے، جو ہم پر فضل و کرم کیا ہے، اے اللہ! تو ہمارے ساتھ رہنا اور ہم پر اپنا فضل کرنا، ہم جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں"

5087 - حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ، حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ قَالَ: كَانَ أَبُو ذَرٍّ يَقُولُ: مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ: اللَّهُمَّ مَا حَلَفْتُ مِنْ حَلِفٍ أَوْ قُلْتُ مِنْ قَوْلٍ أَوْ نَذَرْتُ مِنْ نَذْرٍ، فَمَشِيئَتُكَ بَيْنَ يَدَيْ ذَلِكَ كُلِّهِ: مَا شِئْتَ كَانَ وَمَا لَمْ تَشَأْ لَمْ يَكُنْ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَتَجَاوَزْ لِي عَنْهُ اللَّهُمَّ فَمَنْ صَلَّيْتَ عَلَيْهِ فَعَلَيْهِ صَلَاتِي، وَمَنْ لَعَنْتَ فَعَلَيْهِ لَعْنَتِي، كَانَ فِي اسْتِثْنَاءٍ يَوْمَهُ ذَلِكَ، أَوْ قَالَ: ذَلِكَ الْيَوْمَ

❁❁ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص صبح کے وقت یہ دعا پڑھ لے:

"اے اللہ! میں نے جو بھی حلف اٹھایا، یا جو بھی بات کہی، یا جو بھی نذر مانی، تو تیری مشیت اور تیرا ارادہ ان سب سے آگے ہے، جو تو چاہتا ہے، وہ ہوتا ہے اور جو تو نہیں چاہتا، وہ نہیں ہوتا، اے اللہ! تو میری مغفرت کر دے اور اس حوالے سے مجھ سے درگزر کر، اے اللہ! جس پر تو اپنی رحمت نازل کرتا ہے، تو میری طرف سے بھی اس کے لیے رحمت کے نزول کی دعا قبول کر لے اور جس پر تو لعنت کرتا ہے، میری طرف سے اس پر لعنت ہو"۔

(حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:) ان کلمات کو پڑھنے والا اس دن غلطیوں سے محفوظ رہے گا۔

5088 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مَوْدُودٍ، عَمَّنْ سَمِعَ، أَبَانَ بْنَ عُثْمَانَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ عُثْمَانَ يَعْنِي ابْنَ عَفَّانَ، يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، لَمْ تُصِبْهُ فَجْأَةُ بَلَاءٍ حَتَّى يُصْبِحَ، وَمَنْ قَالَهَا حِينَ يُصْبِحُ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ، لَمْ تُصِبْهُ فَجْأَةُ بَلَاءٍ حَتَّى يُمْسِيَ، وَقَالَ: فَأَصَابَ أَبَانَ بْنَ عُثْمَانَ الْفَالِجُ فَجَعَلَ الرَّجُلُ الَّذِي سَمِعَ مِنْهُ الْحَدِيثَ يَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ: مَا لَكَ تَنْظُرُ إِلَيَّ؟ فَوَاللَّهِ مَا كَذَبْتُ عَلَى عُثْمَانَ وَلَا كَذَبَ عُثْمَانُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَكِنَّ الْيَوْمَ الَّذِي أَصَابَنِي فِيهِ مَا أَصَابَنِي غَضِبْتُ فَنَسِيتُ أَنْ أَقُولَهَا

❁❁ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

جو یہ کلمات تین مرتبہ پڑھ لے:

"اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، جس کے اسم کی موجودگی میں، اس زمین میں اور آسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے"۔

تو صبح تک اس شخص کو اچانک کوئی آزمائش درپیش نہیں ہوگی اور جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ ان کلمات کو پڑھ لے، اسے شام تک اچانک کوئی مصیبت لاحق نہیں ہوگی"۔

راوی بیان کرتے ہیں: ابان بن عثمان کو فالج ہوگیا، تو ایک شخص جس نے ان سے یہ حدیث سنی ہوئی تھی، ان کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا، تو ابان نے اس سے کہا: تم میری طرف ایسی نظروں سے کیوں دیکھ رہے ہو؟ اللہ کی قسم! میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کوئی غلط بیانی نہیں کی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کوئی غلط بیانی نہیں کی، جس دن مجھے یہ مصیبت لاحق ہوئی، اس دن میں غصے میں تھا اور میں ان کلمات کو پڑھنا بھول گیا تھا۔

5089 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَنْطَاكِيُّ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو مَوْدُودٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ لَمْ يَذْكُرْ قِصَّةَ الْفَالِجِ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، اس میں راوی کے فالج شکار ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

5090 - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الْجَلِيلِ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مَيْمُونٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ لِأَبِيهِ: يَا أَبَتِ إِنِّي أَسْمَعُكَ تَدْعُو كُلَّ غَدَاةٍ اللَّهُمَّ عَافِنِي فِي بَدَنِي، اللَّهُمَّ عَافِنِي فِي سَمْعِي، اللَّهُمَّ عَافِنِي فِي بَصَرِي، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، تُعِيدُهَا ثَلَاثًا، حِينَ تُصْبِحُ، وَثَلَاثًا حِينَ تُمْسِي، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو بِهِنَّ فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَسْتَنَّ بِسُنَّتِهِ، قَالَ عَبَّاسٌ فِيهِ: وَتَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ، وَالْفَقْرِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ تُعِيدُهَا ثَلَاثًا حِينَ تُصْبِحُ، وَثَلَاثًا حِينَ تُمْسِي، فَتَدْعُو بِهِنَّ فَأُحِبُّ أَنْ أَسْتَنَّ بِسُنَّتِهِ قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعَوَاتُ الْمَكْرُوبِ اللَّهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُو، فَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ، وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ. وَبَعْضُهُمْ يَزِيدُ عَلَى صَاحِبِهِ

❁❁ جعفر بن میمون بیان کرتے ہیں: عبدالرحمن بن ابوبکر نے مجھے یہ بات بتائی: انہوں نے اپنے والد سے کہا: اے میرے ابا جان! میں نے آپ کو سنا ہے کہ آپ ہر صبح یہ دعا پڑھتے ہیں:

"اے اللہ! میرے جسم میں مجھے عافیت نصیب فرما، میری سماعت میں مجھے عافیت نصیب کر، اے اللہ! میری بصارت میں مجھے عافیت نصیب کر، تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے"

آپ صبح کے وقت بھی ان کلمات کو تین مرتبہ پڑھتے ہیں اور شام کے وقت بھی تین مرتبہ پڑھتے ہیں، تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کلمات پڑھتے ہوئے سنا ہے، اس لیے مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی پیروی کروں۔

عباس نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ یہ پڑھتے ہیں:

''اے اللہ! میں کفر اور غربت سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے''

آپ صبح کے وقت بھی ان کلمات کو تین مرتبہ پڑھتے ہیں اور شام کے وقت بھی تین مرتبہ پڑھتے ہیں

(تو انہوں نے جواب دیا:) میں یہ بات پسند کرتا ہوں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی سنت پر عمل کروں۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: پریشان حال شخص کی دعا یہ ہے:

''اے اللہ! میں تیری رحمت کی امید رکھتا ہوں، تو مجھے پلک جھپکنے کے عرصے کے لیے بھی، میرے نفس کے سپرد نہ کرنا، تو میرے تمام معاملات کو ٹھیک کردے، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے''

اس روایت میں بعض راویوں نے بعد میں کچھ کمی وبیشی نقل کی ہے۔

5091 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ اَبِي صَالِحٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ، وَبِحَمْدِهِ، مِائَةَ مَرَّةٍ، وَاِذَا اَمْسَى كَذٰلِكَ، لَمْ يُوَافِ اَحَدٌ مِنَ الْخَلَائِقِ بِمِثْلِ مَا وَافَى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص صبح کے وقت ایک سو مرتبہ یہ کلمات پڑھ لے: ''سبحان اللہ العظیم وبحمدہ'' اور پھر شام کے وقت بھی ان کلمات کو پڑھے، تو مخلوق میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہوگا جو، اس شخص کے جتنا اجر وثواب حاصل کرے''۔

بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ اِذَا رَاَى الْهِلَالَ

باب: آدمی جب پہلی کا چاند دیکھے، تو کیا پڑھے؟

5092 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا اَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ اَنَّهُ بَلَغَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ اِذَا رَاَى الْهِلَالَ قَالَ: هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ، هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ، هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ، اٰمَنْتُ بِالَّذِي خَلَقَكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ يَقُولُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي ذَهَبَ بِشَهْرِ كَذَا، وَجَاءَ بِشَهْرِ كَذَا

قتادہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب پہلی کا چاند دیکھتے تھے تو یہ پڑھتے تھے:

''یہ بھلائی اور ہدایت کا چاند ہو، یہ بھلائی اور ہدایت کا چاند ہو، یہ بھلائی اور ہدایت کا چاند ہو، میں اس ذات پر ایمان لایا، جس نے تجھے پیدا کیا ہے''

یہ کلمات آپ ﷺ تین مرتبہ پڑھتے تھے، پھر یہ پڑھتے تھے:

''ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، جو فلاں مہینے کو لے گیا اور فلاں مہینے کو لے آیا''

5093- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ حُبَابٍ، أَخْبَرَهُمْ عَنْ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ صَرَفَ وَجْهَهُ عَنْهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَيْسَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْبَابِ حَدِيثٌ مُسْنَدٌ صَحِيحٌ

قتادہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب پہلی کا چاند دیکھتے تھے تو اپنا چہرہ اس کی طرف سے پھیر لیتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے کوئی مرفوع مستند حدیث منقول نہیں ہے۔

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ

باب: آدمی جب گھر سے نکلے، تو کیا پڑھے؟

5094- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: مَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِي قَطُّ إِلَّا رَفَعَ طَرْفَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَضِلَّ، أَوْ أُضَلَّ، أَوْ أَزِلَّ، أَوْ أُزَلَّ، أَوْ أَظْلِمَ، أَوْ أُظْلَمَ، أَوْ أَجْهَلَ، أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ جب بھی میری گھر سے نکلتے تھے، تو آپ ﷺ آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر یہ دعا پڑھتے تھے:

''اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں گمراہ ہو جاؤں، یا مجھے گمراہ کر دیا جائے، میں پھسل جاؤں، یا مجھے پھسلا دیا جائے، میں ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے، میں جہالت کا مظاہرہ کروں، یا میرے خلاف جہالت کا مظاہرہ کیا جائے''۔

5095- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْخَثْعَمِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا خَرَجَ الرَّجُلُ مِنْ بَيْتِهِ فَقَالَ بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، قَالَ: يُقَالُ حِينَئِذٍ: هُدِيتَ، وَكُفِيتَ، وَوُقِيتَ، فَتَتَنَحَّى لَهُ الشَّيَاطِينُ، فَيَقُولُ لَهُ شَيْطَانٌ آخَرُ: كَيْفَ لَكَ بِرَجُلٍ قَدْ هُدِيَ وَكُفِيَ وَوُقِيَ؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص اپنے گھر سے باہر نکلے اور یہ دعا پڑھے:

''اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا، اس کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا''۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: تو اسے یہ کہا جاتا ہے: تمہیں ہدایت نصیب ہوئی، تمہیں کفایت نصیب ہوئی، تمہیں بچا لیا گیا،

5094- إسناده صحيح. وأخرجه ابن ماجه (3884)، والترمذي (3725)، والنسائي في "الكبرى" (7868) و (7869) و (7870) و (9834) و (9835) من طرق عن منصور بن المعتمر بهذا الإسناد. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح.

شیاطین اس سے الگ ہو جاتے ہیں اور دوسرا شیطان یہ کہتا ہے: ایسے شخص کے ساتھ تم کیا کر سکتے ہو؟ جسے ہدایت بھی نصیب ہو گئی، اسے کفایت بھی نصیب ہو گئی، اسے بچا بھی لیا گیا۔

بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ

باب: آدمی جب گھر میں داخل ہو، تو کیا پڑھے؟

5096 - حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: ابْنُ عَوْفٍ، وَرَأَيْتُ فِي أَصْلِ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ضَمْضَمٌ، عَنْ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا وَلَجَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ، فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ، وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللَّهِ وَلَجْنَا، وَبِسْمِ اللَّهِ خَرَجْنَا، وَعَلَى اللَّهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا، ثُمَّ لِيُسَلِّمْ عَلَى أَهْلِهِ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"کوئی شخص گھر میں داخل ہو تو اسے پڑھنا چاہیے:

"اے اللہ! میں تجھ سے داخلے کی بھلائی اور باہر جانے کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، ہم اندر آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، ہم باہر جاتے ہیں، اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ پر ہم توکل کرتے ہیں"

پھر اس شخص کو چاہیے کہ اپنے اہل خانہ کو سلام کرے۔

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا هَاجَتِ الرِّيحُ

باب: جب تیز ہوا چلے، تو کیا پڑھنا چاہیے؟

5097 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، وَسَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ شَبِيبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: الرِّيحُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ قَالَ سَلَمَةُ: فَرَوْحُ اللَّهِ تَأْتِي بِالرَّحْمَةِ، وَتَأْتِي بِالْعَذَابِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَلَا تَسُبُّوهَا، وَسَلُوا اللَّهَ خَيْرَهَا، وَاسْتَعِيذُوا بِاللَّهِ مِنْ شَرِّهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے"

سلمہ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

"یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ہوا ہے، جو رحمت بھی لے کر آتی ہے اور عذاب بھی لے کر آتی ہے، جب تم اسے

دیکھو، تو اسے برا نہ کہو، اس کی بھلائی کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو"۔

5098 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرٌو، أَنَّ أَبَا النَّضْرِ، حَدَّثَهُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ مُسْتَجْمِعًا ضَاحِكًا حَتَّى أَرَى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ، إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ، وَكَانَ إِذَا رَأَى غَيْمًا أَوْ رِيحًا عُرِفَ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، النَّاسُ إِذَا رَأَوْا الْغَيْمَ فَرِحُوا رَجَاءَ أَنْ يَكُونَ فِيهِ الْمَطَرُ، وَأَرَاكَ إِذَا رَأَيْتَهُ عُرِفَتْ فِي وَجْهِكَ الْكَرَاهِيَةُ، فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، مَا يُؤْمِنُنِي أَنْ يَكُونَ فِيهِ عَذَابٌ، قَدْ عُذِّبَ قَوْمٌ بِالرِّيحِ، وَقَدْ رَأَى قَوْمٌ الْعَذَابَ فَ(قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا) (احقاف: 24)

⚪⚪ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو کبھی پورا منہ کھول کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، کہ آپ ﷺ کے حلق کا کوا نظر آجائے، آپ ﷺ صرف مسکرایا کرتے تھے، جب آپ ﷺ بادل یا تیز ہوا کو دیکھتے تھے، تو اس کی پریشانی آپ ﷺ کے چہرے سے محسوس ہوتی تھی، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! لوگ جب بادل کو دیکھتے ہیں، تو وہ خوش ہوتے ہیں، یہ امید رکھتے ہوئے کہ ان پر بارش نازل ہوگی، لیکن میں نے دیکھا ہے کہ جب آپ ﷺ اسے دیکھتے ہیں، تو آپ ﷺ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! مجھے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں اس میں عذاب نہ ہو، ایک قوم کو ہوا کے ذریعے عذاب دیا گیا تھا، اس قوم نے جب عذاب (یعنی ہوا) کو دیکھا، تو ان لوگوں نے یہ کہا: (جس کا ذکر ان الفاظ میں قرآن میں ہے:)

"یہ بادل ہے، جو ہم پر بارش نازل کرے گا"

5099 - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا رَأَى نَاشِئًا فِي أُفُقِ السَّمَاءِ تَرَكَ الْعَمَلَ وَإِنْ كَانَ فِي صَلَاةٍ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا فَإِنْ مُطِرَ قَالَ: اللَّهُمَّ صَيِّبًا هَنِيئًا

⚪⚪ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ جب آسمان پر بادل کا کوئی کنارہ دیکھتے تھے، تو آپ ﷺ کام چھوڑ دیتے تھے، خواہ آپ ﷺ نماز ادا کر رہے ہوتے، پھر آپ ﷺ یہ دعا مانگتے تھے:

"اے اللہ! میں اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں"

اگر بارش نازل ہونا شروع ہوتی، تو آپ ﷺ یہ دعا مانگتے تھے:

5099- إسناده صحيح. ابن بشار: هو محمد العبدي، وعبد الرحمن: هو ابن مهدي، وسفيان: هو ابن سعيد الثوري. وأخرجه ابن ماجه (3889)، والنسائي في "الكبرى" (1843) و (10684) من طريق يزيد بن المقدام، عن المقدام بن شريح، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (2557)، و"صحيح ابن حبان" (994). وأخرجه البخاري (1023)، وابن ماجه (3890)، والنسائي (10690 - 10687) من طريق القاسم بن محمد، عن عائشة بلفظ: أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- كان إذا رأى المطر قال" :صيباً نافعاً." وهو في "مسند أحمد" (24589)، و"صحيح ابن حبان" (993).

"اے اللہ! یہ خوب برسنے والی اور مبارک ہو"

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَطَرِ

باب: بارش کا بیان

5100 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: أَصَابَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَطَرٌ فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَسَرَ ثَوْبَهُ عَنْهُ حَتَّى أَصَابَهُ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا؟ قَالَ: لِأَنَّهُ حَدِيثُ عَهْدٍ بِرَبِّهِ

❀❀ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم پر بارش ہوگئی، ہم اس وقت نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے، نبی اکرم ﷺ باہر نکلے، آپ ﷺ نے اپنے جسم سے کپڑا ہٹایا، تو وہ آپ کے جسم پر پڑنے لگی، ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیونکہ یہ میرے پروردگار کی بارگاہ سے آئی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الدِّيكِ وَالْبَهَائِمِ

مرغ اور دیگر جانوروں کا بیان

5101 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَسُبُّوا الدِّيكَ فَإِنَّهُ يُوقِظُ لِلصَّلَاةِ

❀❀ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"تم لوگ مرغ کو برا نہ کہو، کیونکہ یہ نماز کے لیے بیدار کرتا ہے"

مرغ کے احکام

یہ حلال جانور ہے۔ سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "میں نے رسول اللہ ﷺ کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا ہے"۔ (بخاری: ۵۵۱۷، مسلم: ۱۶۴۹، ۴۲۶۵) امام ابوداؤد نے اس حدیث پر باب باندھا ہے کہ: "مرغی کا گوشت کھانا مباح ہے"۔ (ابوداؤد قبل ح: ۳۳۴۶)

علامہ کمال الدین الدمیری فرماتے ہیں کہ: "یہ حلال جانور ہے اور مرغی کا بھی یہی حکم ہے"۔ (حیوۃ الحیوان: ۱/۱۱۱، ۳۵۰)

گندگی کھانے والے جانور

ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گندگی خور جانور کے کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے۔

(ابوداؤد: ۳۷۸۶، نسائی: ۴۴۴۸، ترمذی: ۱۸۲۵)

یاد رہے یہ حرمت اس وقت تک ہے جب تک اس کی حالت نہیں بدلتی، جلالہ کی گندگی والی حالت بدلنے سے حرمت بھی حلت میں بدل جاتی ہے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما تین دن گندگی کھانے والی مرغی کو قید کر کے رکھتے تھے (تین دنوں کے بعد اسے کھا لیتے تھے) (ابن ابی شیبہ، صححہ ابن حجر، فتح الباری ۹/۸۰۸) علامہ نووی فرماتے ہیں کہ: "جلالہ جانور پر سوار ہونے کی کراہت کا بیان اور یہ گندگی کھانے والا اونٹ یا اونٹنی (وغیرہ) ہے اگر وہ پاس گھاس کھائے اور اس کا گاشت پاکیزہ ہو جائے تو پھر کراہت کا حکم باقی نہیں رہے گا۔ (ریاض الصالحین قبل ح: ۱۶۹۲، طدار السلام) اس مسئلے پر تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے (فتح الباری: ۹/ ۸۰۸، ۸۰۹)

مرغ کی آواز سن کر اللہ کا فضل مانگنے کا بیان

5102 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ، فَسَلُوا اللهَ تَعَالَى مِنْ فَضْلِهِ، فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا، وَإِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيقَ الْحِمَارِ، فَتَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِنَّهَا رَأَتْ شَيْطَانًا

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب تم مرغ کی آواز سنو، تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو، کیونکہ اس نے فرشتے کو دیکھا ہوتا ہے اور جب تم کسی گدھے کے رینکنے کی آواز سنو، تو اللہ کی پناہ مانگو، کیونکہ اس نے شیطان کو دیکھا ہوتا ہے"۔

5103 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ عَبْدَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا سَمِعْتُمْ نُبَاحَ الْكِلَابِ، وَنَهِيقَ الْحُمُرِ بِاللَّيْلِ، فَتَعَوَّذُوا بِاللهِ فَإِنَّهُنَّ يَرَيْنَ مَا لَا تَرَوْنَ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تم رات کے وقت کتوں کے بھونکنے یا گدھوں کے رینکنے کی آواز سنو، تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، کیونکہ انہوں نے اس چیز کو دیکھا ہوتا ہے، جسے تم نہیں دیکھتے"

رات کے وقت گھر سے باہر نہ نکلنے کا بیان

5104 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ح وحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْوَانَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عُمَرَ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، وَغَيْرِهِ، قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَقِلُّوا الْخُرُوجَ بَعْدَ هَدْأَةِ الرِّجْلِ، فَإِنَّ لِلَّهِ تَعَالَى دَوَابَّ يَبُثُّهُنَّ فِي الْأَرْضِ قَالَ ابْنُ مَرْوَانَ: فِي تِلْكَ السَّاعَةِ وَقَالَ: فَإِنَّ لِلَّهِ خَلْقًا ثُمَّ ذَكَرَ نُبَاحَ الْكَلْبِ وَالْحَمِيرِ، نَحْوَهُ وَزَادَ فِي حَدِيثِهِ قَالَ ابْنُ الْهَادِ، وَحَدَّثَنِي شُرَحْبِيلُ الْحَاجِبُ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"(رات کے وقت) جب لوگوں کی آمد ورفت ختم ہو جائے، تو باہر کم نکلا کرو، کیونکہ اس وقت میں اللہ تعالیٰ مختلف جانوروں کو زمین میں پھیلا دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق ہے"۔

اس کے بعد راوی نے کتوں کے بھونکنے اور گدھوں کے رینکنے کا ذکر کیا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

بَابٌ فِي الصَّبِيِّ يُولَدُ فَيُؤَذَّنُ فِي أُذُنِهِ

باب: جب بچہ پیدا ہو، تو اس کے کان میں اذان دی جائے

5105 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذَّنَ فِي أُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ حِينَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ بِالصَّلَاةِ

عبیداللہ بن ابورافع اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا، آپ نے امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی پیدائش کے وقت ان کے کان میں اسی طرح اذان دی، جو نماز کے لیے دی جاتی ہے۔

شرح

بچوں کو اسلامی تعلیمات سے شناسا کرنے اور انہیں اسلامی آدابِ زندگی سکھانا ماں باپ کا فرضِ اوّلین ہے۔ بچے کے کان میں اذان کہنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ایک تو بچے کے کان میں سب سے پہلے ذکرِ الٰہی کی آواز پہنچتی ہے، دوسرا اذان سے شیطان بھاگتا ہے اور بچہ شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ گویا جب نومولود اذان کی صورت میں عشقِ الٰہی کا ترانہ سنتا ہے تو پیدائش کے وقت سے ہی اس آفاقی حکم سے مانوس ہو جاتا ہے جو زندگیوں میں انقلاب لانے کے لئے بھیجا گیا۔

بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جاتی ہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ یہ اذان نہ صرف بچے بلکہ اس کی ماں کے لیے بھی برکت کا باعث بنتی ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس کے ہاں بچے کی ولادت ہو تو وہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے، اس کی برکت سے بچے کی ماں کو کوئی چیز نقصان نہ پہنچا سکے گی۔" (ابو یعلی، المسند، 12: 150، رقم: 6780)

5106 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، ح وحَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتَى بِالصِّبْيَانِ فَيَدْعُو لَهُمْ بِالْبَرَكَةِ زَادَ يُوسُفُ وَيُحَنِّكُهُمْ وَلَمْ يَذْكُرْ بِالْبَرَكَةِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کے پاس بچوں کو لایا جاتا تھا، آپ ﷺ ان کے لیے برکت کی دعا کرتے تھے۔

یوسف نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ ﷺ انہیں گھٹی دیا کرتے تھے، اس راوی نے لفظ برکت کا ذکر نہیں کیا۔

5107 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَطَّارُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّ حُمَيْدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ رُئِيَ، أَوْ كَلِمَةً غَيْرَهَا، فِيكُمُ الْمُغَرِّبُونَ؟ قُلْتُ: وَمَا الْمُغَرِّبُونَ؟ قَالَ: الَّذِينَ يَشْتَرِكُ فِيهِمُ الْجِنُّ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا: کیا تمہارے درمیان "مغربون" دکھائی دیے ہیں، (راوی کہتے ہیں: یا شاید) اس کے علاوہ کوئی کلمہ ارشاد فرمایا: میں نے دریافت کیا: "مغربون" سے مراد کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس میں جن شریک ہوا ہو۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَسْتَعِيذُ مِنَ الرَّجُلِ

باب: آدمی کا دوسرے آدمی سے پناہ مانگنا

5108 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْجُشَمِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، قَالَ نَصْرٌ: ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي نَهِيكٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللهِ، فَأَعِيذُوهُ، وَمَنْ سَأَلَكُمْ بِوَجْهِ اللهِ، فَأَعْطُوهُ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: مَنْ سَأَلَكُمْ بِاللهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص اللہ تعالیٰ کے نام پر پناہ مانگے، اسے پناہ دیدو اور جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے واسطے سے تم سے کچھ مانگے، اسے دیدو"

عبیداللہ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "جو شخص اللہ تعالیٰ کے واسطے سے تم سے کچھ مانگے"۔

5109 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ الْمَعْنَى عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اسْتَعَاذَكُمْ بِاللهِ فَأَعِيذُوهُ، وَمَنْ سَأَلَكُمْ بِاللهِ فَأَعْطُوهُ وَقَالَ سَهْلٌ: وَعُثْمَانُ وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِيبُوهُ. ثُمَّ اتَّفَقُوا - وَمَنْ آتَى إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ قَالَ مُسَدَّدٌ، وَعُثْمَانُ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَادْعُوا اللهَ لَهُ حَتَّى تَعْلَمُوا أَنْ قَدْ كَافَأْتُمُوهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے نام پر تم سے پناہ مانگے، اسے پناہ دیدو، اور جو اللہ کے واسطے سے تم سے کچھ مانگے، اسے دیدو''

سہل بیان کرتے ہیں: عثمان نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''جو شخص تمہاری دعوت کرے، اسے قبول کرو (یا جو تمہیں بلائے، اسے جواب دو) پھر تمام راوی یہ الفاظ نقل کرنے میں متفق ہیں:

''جو شخص تمہارے ساتھ کوئی اچھائی کرے، اسے بدلہ دو''

مسدد کہتے ہیں: عثمان نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''اگر تمہیں (بدلے میں دینے کے لیے) کچھ نہیں ملتا، تو تم اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے اتنی دعا کرو، کہ تمہیں محسوس ہو، کہ تم نے اسے بدلہ دے دیا ہے''

بَابٌ فِي رَدِّ الْوَسْوَسَةِ

باب: وسوسہ کو مسترد کرنا

5110 - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ يَعْنِي ابْنَ عَمَّارٍ، قَالَ: وحَدَّثَنَا أَبُو زُمَيْلٍ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ: مَا شَيْءٌ أَجِدُهُ فِي صَدْرِي؟ قَالَ: مَا هُوَ؟ قُلْتُ: وَاللَّهِ مَا أَتَكَلَّمُ بِهِ، قَالَ: فَقَالَ لِي: أَشَيْءٌ مِنْ شَكٍّ؟ قَالَ: وَضَحِكَ، قَالَ: مَا نَجَا مِنْ ذَلِكَ أَحَدٌ، قَالَ: حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَاسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ) الْآيَةَ، قَالَ: فَقَالَ لِي: إِذَا وَجَدْتَ فِي نَفْسِكَ شَيْئًا فَقُلْ (هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ)

ابوزمیل بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا: اس چیز کا کیا حکم ہوگا؟ جو میں اپنے سینے میں سوچتا ہوں، انہوں نے دریافت کیا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اسے بیان نہیں کروں گا، انہوں نے دریافت کیا: کیا وہ شک سے تعلق رکھنے والی کوئی چیز ہے؟ پھر وہ مسکرا دیے، اور بولے: اس سے کسی کو نجات نہیں ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے (اس بارے میں) یہ آیت نازل کردی: ''اگر تم اس چیز کے بارے میں شک کرتے ہو، جسے ہم نے تمہاری طرف نازل کیا، تو تم ان لوگوں سے دریافت کرلو، جو تم سے پہلے کی کتابوں کا علم رکھتے ہیں''

راوی کہتے ہیں: پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا: جب تمہیں اس نوعیت کا کوئی خیال آئے، تو تم یہ (آیت) پڑھ لو:

''وہی اول ہے، آخر ہے، ظاہر ہے، باطن ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے''

5111 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَاءَهُ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ، نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا الشَّيْءَ نُعْظِمُ أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهِ، أَوِ الْكَلَامَ بِهِ، مَا نُحِبُّ أَنَّ لَنَا وَأَنَّا تَكَلَّمْنَا بِهِ، قَالَ: أَوَقَدْ وَجَدْتُمُوهُ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: ذَاكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم اپنے ذہن میں (بعض اوقات کوئی) ایسا خیال پاتے ہیں، جس کے بارے میں بات کرنا، ہم بڑا (مشکل) سمجھتے ہیں، ہم یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ اس بارے میں بات کر کے ہمیں کچھ بھی (دنیاوی فائدہ) حاصل ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم یہ (صورتحال) پاتے ہو؟ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ صریح ایمان ہے۔

5112 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَابْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَعْيَنَ، قَالَا: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ ذَرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَحَدَنَا يَجِدُ فِي نَفْسِهِ، يُعَرِّضُ بِالشَّيْءِ، لَأَنْ يَكُونَ حُمَمَةً أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ، فَقَالَ: اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي رَدَّ كَيْدَهُ إِلَى الْوَسْوَسَةِ قَالَ ابْنُ قُدَامَةَ: رَدَّ أَمْرَهُ مَكَانَ رَدَّ كَيْدَهُ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم میں سے کوئی ایک بعض اوقات کوئی قبیح خیال پاتا ہے، وہ جل کر کوئلہ ہو جائے یہ اس کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہوگا کہ وہ اس (خیال) کے بارے میں کلام کرے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، ہر طرح کی حمد، اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، جس نے اس (شیطان) کے فریب کو وسوسہ کی طرف لوٹا دیا"

ابن قدامہ نے لفظ "فریب" کی جگہ لفظ "معاملہ" نقل کیا ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَنْتَمِي إِلَى غَيْرِ مَوَالِيهِ

باب: جب کوئی (آزاد ہونے والا غلام) آدمی، اپنے آزاد کرنے والے کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کرے

5113 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عُثْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ: سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ، وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ قَالَ: فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرَةَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ: سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَاصِمٌ: فَقُلْتُ يَا أَبَا عُثْمَانَ، لَقَدْ شَهِدَ عِنْدَكَ رَجُلَانِ أَيُّمَا رَجُلَيْنِ فَقَالَ: أَمَّا أَحَدُهُمَا فَأَوَّلُ مَنْ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، أَوْ فِي الْإِسْلَامِ، يَعْنِي سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ، وَالْآخَرُ قَدِمَ مِنَ الطَّائِفِ فِي بِضْعَةٍ وَعِشْرِينَ رَجُلًا عَلَى أَقْدَامِهِمْ، فَذَكَرَ فَضْلًا قَالَ النُّفَيْلِيُّ حَيْثُ حَدَّثَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، وَاللهِ إِنَّهُ عِنْدِي أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ، يَعْنِي قَوْلَهُ حَدَّثَنَا وَحَدَّثَنِي قَالَ أَبُو عَلِيٍّ: وَسَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ يَقُولُ لَيْسَ لِحَدِيثِ أَهْلِ الْكُوفَةِ نُورٌ، قَالَ: وَمَا رَأَيْتُ مِثْلَ أَهْلِ الْبَصْرَةِ كَانُوا تَعَلَّمُوهُ مِنْ شُعْبَةَ

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے کانوں نے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، اور میرے ذہن نے اسے محفوظ کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص اپنے باپ کی بجائے کسی اور کی طرف خود کو منسوب کرے اور وہ جانتا ہو کہ وہ (دوسرا شخص) اس کا باپ نہیں ہے، تو اس پر جنت حرام ہوگی''۔

راوی کہتے ہیں: میرے ملاقات حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی، میں نے ان کے سامنے یہ روایت ذکر کی، تو انہوں نے فرمایا: میرے کانوں نے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، اور میرے ذہن نے اسے محفوظ کیا۔

عاصم کہتے ہیں: میں نے ابوعثمان سے کہا: دو آدمیوں نے آپ کے سامنے گواہی دی (یعنی یہ روایت بیان کی) وہ دو آدمی کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: ان میں سے ایک وہ صاحب ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا، (راوی کو شک ہے، یا شاید یہ الفاظ ہیں) اسلام میں، یعنی حضرت سعد بن مالک، اور دوسرے وہ صاحب ہیں، جو بیس کے لگ بھگ افراد کے ہمراہ، پیدل چل کر، طائف سے آئے تھے، پھر انہوں نے ان کی فضیلت کا ذکر کیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نفیلی نے جب یہ حدیث بیان کی: تو بولے: اللہ کی قسم! یہ میرے نزدیک شہد سے زیادہ میٹھا ہے، یعنی لفظ حدثنا، یا حدثنی۔

ابوعلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: اہل کوفہ کی حدیث میں نور نہیں ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا: میں نے اہل بصرہ کی مانند کوئی نہیں دیکھا، انہوں نے شعبہ سے اس کا علم حاصل کیا تھا۔

5114 - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ تَوَلَّى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَدْلٌ، وَلَا صَرْفٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص اپنے آقا کی اجازت کے بغیر، خود کو کسی اور قوم کی طرف منسوب کرے گا، اس پر اللہ تعالیٰ، تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی اور قیامت کے دن اس کی کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہیں ہوگی''

5115 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ وَنَحْنُ بِبَيْرُوتَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ أَوِ انْتَمَى إِلَى غَيْرِ مَوَالِيهِ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ الْمُتَتَابِعَةُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص اپنے باپ کی بجائے، کسی اور کی طرف (ولدیت) کا دعویٰ کرے گا، یا اپنے آزاد کرنے والے آقا کی

بجائے کسی اور کی طرف خود کو منسوب کرے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کی قیامت تک لگاتار لعنت ہوگی''۔

بَابٌ فِي التَّفَاخُرِ بِالْأَحْسَابِ

باب: حسب نسب پر فخر کرنا

5116 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا الْمُعَافَى ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، وَهَذَا حَدِيثُهُ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ، وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ، أَنْتُمْ بَنُو آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ، لَيَدَعَنَّ رِجَالٌ فَخْرَهُمْ بِأَقْوَامٍ، إِنَّمَا هُمْ فَحْمٌ مِنْ فَحْمِ جَهَنَّمَ، أَوْ لَيَكُونُنَّ أَهْوَنَ عَلَى اللَّهِ مِنَ الْجِعْلَانِ الَّتِي تَدْفَعُ بِأَنْفِهَا النَّتِنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا پر فخر کو دور کر دیا ہے (لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں) ایمان دار اور پرہیزگار شخص، یا گناہ گار اور بدبخت شخص، تم سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے تھے، یا تو لوگ ان لوگوں پر فخر کا اظہار ترک کر دیں، جو لوگ جہنم کا ایندھن بن چکے ہیں، یا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس سے زیادہ ذلیل ہو جائیں گے، جو کیڑا اپنی ناک کے ذریعے گندگی کو دھکیلتا ہے''۔

نسب پر فخر کرنے کی ممانعت کا بیان

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نسب کوئی ایسی چیز نہیں جس کے سبب تم کسی کو برا کہو اور عار دلاؤ تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو جس طرح ایک صاع دوسرے صاع کے برابر ہوتا ہے کہ جس کو تم نے بھرا نہ ہو کسی کو کسی پر کوئی فضیلت و ترجیح نہیں ہے علاوہ دین اور تقویٰ کے آدمی کی برائی کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ وہ زبان دراز اور فحش گوئی اور لچر باتیں کرنے والا بخیل ہو۔ اس روایت کو احمد اور شعب الایمان میں بیہقی نے نقل کیا ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 840)

صاع" سے مراد پیمانہ یا پیانہ ہے ارشاد گرامی کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح ایک صاع یعنی پیمانہ اپنے ہی جیسے دوسرے پیمانہ کے بالکل برابر ہوتا ہے یا ان دونوں پیمانوں میں جو چیزیں بھری ہوتی ہیں وہ یکساں اور برابر مقدار وزن کی حامل ہوتی ہیں کہ ان کو ایک دوسرے پر کوئی ترجیح حاصل نہیں ہوتی اسی طرح تمام انسان ایک باپ آدم کی اولاد ہونے کی حیثیت میں برابری کا درجہ رکھتے ہیں اور کسی انسان کو دوسرے انسان پر محض نسب کے اعتبار سے کوئی فوقیت و برتری حاصل نہیں ہوتی۔ "تقویٰ" سے مراد شرک جلی وخفی سے بچنا اور صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنا ہے اس ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ انسان، انسان ہونے کی حیثیت سے ایک دوسرے پر تو کوئی فضیلت نہیں رکھتا بلکہ انسانی جبلت اور نفسانی تقاضوں کے اختیار سے تمام انسان، نقصان و خسران کے مقام پر

ہوتے ہیں البتہ جو انسان ایمان واسلام کی دولت رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی کمال تقویٰ ودین داری کے حامل ہوتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ آخرت کے نقصان سے محفوظ ہوتے ہیں بلکہ انسانیت کا اعلیٰ مظہر ہونے کی وجہ سے دوسرے لوگوں پر فضیلت وبرتری بھی رکھتے ہیں چنانچہ اسی حقیقت کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ فرمایا گیا ہے "وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ" (العصر:1) قسم ہے زمانے کی انسان بڑے ہی خسارہ میں ہے علاوہ ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث نے طیبی کے حوالہ سے حدیث کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ "طف صاع" کے معنی ہیں وہ پیمانہ جو پورا بھرا ہوا ہو لہٰذا انسان کو طف صاع کے ساتھ تشبیہ دے کر گویا اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ تم تمام انسانوں کے باپ چونکہ آدم ہیں اور آدم کو خاک سے پیدا کیا گیا ہے اس لئے تم سب اپنے اصل نسب کے اعتبار سے نقصان اور درجہ کمال تک نہ پہنچنے میں ایک دوسرے کے بالکل قریب اور برابر ہو کہ ہر انسان اپنی طبعی جبلت کی وجہ سے نقصان اور ٹوٹے میں مبتلا ہے ہاں وہ انسان اس نقصان اور ٹوٹے سے محفوظ ہیں جو ایمان واسلام کے حامل اور تقویٰ وکمال دین داری کے مرتبہ پر فائز ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ صرف تقویٰ اور کامل دین داری ایک ایسا وصف ہے جو کسی انسان کو معزز ومکرم اور افضل وبرتر قرار دے سکتا ہے جو شخص مومن اور متقی وپرہیزگار ہے اور دین دار کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے بس وہی انسان فضیلت کا حامل ہو سکتا ہے اور اس وصف کے علاوہ نہ نسب کی وجہ سے کوئی انسان برتر قرار پا سکتا ہے اور نہ محض خاندانی وجاہت وشوکت اور نسلی وقبائلی شرف وامتیاز کسی انسان کو دوسرے انسانوں پر فوقیت وبرتری کا درجہ دے سکتا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص زمانہ جاہلیت کی نسبت کے ساتھ اپنے کو منسوب کرے تو اس کے باپ، ہن کو کٹواؤ اور اس میں اشارہ کنایہ سے کام نہ لو۔

(شرح السنۃ، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 832)

ھن" ہر اس قبیح اور بری چیز کو کہتے ہیں کہ جو صاف صاف نام لے کر بیان نہیں کی جاتی اسی لئے اس لفظ کا اطلاق شرمگاہ پر بھی ہوتا ہے یعنی اگر کسی موقع پر شرمگاہ کا نام لینا ہو تو اس مقصد کے لئے ہن کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے باپ دادا پر فخر کرے جو زمانہ جاہلیت میں گزرے ہیں تو اس کو صاف صاف باپ کی گالی دو اور اس کے باپ کی شرمگاہ کا ذکر کرتے ہوئے اشارہ کنایہ سے کام نہ لو بلکہ اس کا صریح نام لو یعنی اس سے مہذب گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں سیدھا صاف کہہ دو کہ ابے جا اپنے باپ کی شرمگاہ۔ اور اس ارشاد کا مطلب گویا باپ دادا اور خاندانی ثروت وجاہت پر فخر کرنے والوں کو تئیں شاید نفرت کا اظہار اور ان کو سخت تنبیہ کرنا مقصود ہے تاکہ کوئی شخص اپنے باپ دادا کے تئیں فخر ومباہات میں مبتلا نہ ہو۔

بعض حضرات نے من تعزی بعزاء الجاہلیۃ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جو شخص زمانہ جاہلیت کی رسموں اور عادتوں کو اختیار کرے جیسے نوحہ بال نوچنے کپڑے پھاڑنے وغیرہ کے ذریعہ غمی منائے تو اس کو صاف صاف باپ کی گالی دو دیا جو شخص زمانہ جاہلیت کی طرح لوگوں کو برا بھلا کہے اور ان کو عار دلائے اور ان کے ساتھ گالم گلوچ کرے تو اس کے سامنے اس کے باپ کی برائیاں اشارہ کنایوں

میں نہیں بلکہ صریح الفاظ میں بیان کرو یعنی یوں کہو کہ تمہارا باپ بتوں کو پوجتا تھا، فسق وفجور کی زندگی اختیار کئے ہوئے تھا اور زنا کاری وشراب نوشی جیسی قبیح برائیوں میں مبتلا تھا اگر اس کے سامنے اس طرح کی بات کرو گے تو آئندہ کسی شخص کو برا بھلا کہنے، گالم گلوچ کرنے اور کسی کی آبروریزی کرنے کی وہ کبھی جرات نہیں کرے گا۔

معزز ومکرم تقویٰ کے سبب ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون شخص زیادہ معزز ومکرم ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ معزز ومکرم وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ومتقی ہے یعنی اگر تمہارے سوال کا مطلب یہ ہے کہ خاندانی عظمت باپ دادا کی بڑائی اور اپنے فضائل واچھی عادات سے قطع نظر ذاتی بزرگی و کرامت کیا چیز تو ہے جان لو کہ وہ تقویٰ ہے لہٰذا جو شخص لوگوں میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے وہی سب سے زیادہ معزز ومکرم ہے خواہ وہ اپنے حسب ونسب، خاندانی عظمت وجاہت اور اپنے اوصاف وخصائل کے اعتبار سے کم تر ہو یا برتر، صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارے سوال کا مطلب یہ نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ذاتی بزرگی وکرامت کے بارے میں نہیں پوچھ رہے تو اس اعتبار سے انسانوں میں سب سے زیادہ شریف وبزرگ حضرت یوسف ہیں جو اللہ کے نبی (حضرت یعقوب کے بیٹے، اللہ کے (حضرت اسحق کے پوتے اور اللہ کے دوست حضرت ابراہیم کے پڑپوتے ہیں یعنی حضرت یوسف میں کئی طرح کی شرافت و بزرگیاں جمع ہیں کہ خود بھی نبی ہیں اور ان تین پشتوں میں نبوت رہی ہے ان کے پردادا کو خلیل اللہ کا لقب ملا ہے کہ اللہ نے ان کو خالص دوست قرار دیا ہے پھر وہ علم ودانائی، حسن وجمال، عفو وکرم اخلاق واحسان، عدل وانصاف اور دینی دنیاوی سرداری وحکمرانی کے اوصاف سے بھی متصف تھے لہٰذا اس اعتبار سے وہ انسانوں میں سب سے زیادہ بزرگ وشریف انسان تھے، صحابہ نے عرض کیا کہ آپ نے ہمارے سوال کا یہ مطلب نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عربوں کی خاندانی شرافت اور ذات و حسب کی اعلیٰ خصوصیت کے اعتبار سے پوچھ رہے ہو؟

کہ اہل عرب جو اپنے اور باپ دادا کے کارناموں ذاتی بزرگی وعزت اور اس طرح کے اور دوسرے اوصاف کے ذریعہ ایک دوسرے سے کے سامنے اظہار فخر کرتے ہیں اور اپنی بزرگی وبرائی کا دعویٰ کرتے ہیں نیز وہ اپنے میں ایک دوسرے کی عزت و شرافت کا معیار تقویٰ اور نسب کے بجائے مذکورہ اوصاف وخصوصیات کو قرار دیتے ہیں تو ان میں واقعتا سب سے زیادہ معزز ومکرم کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہاں ہمارے سوال کا مطلب یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو سنو! تم میں سے جو لوگ زمانہ جاہیت میں سب سے بہتر تھے وہی اسلام میں سب سے بہتر ہیں جبکہ وہ فقیہ ہوں (یعنی تم میں سے جو لوگ زمانہ جاہلیت میں اپنی خاندانی شرافت شریف النفسی بہادری، سرداری اور عمدہ اخلاق وعادات کے اعتبار سے سب سے پسندیدہ اور سب سے بہتر شمار کیئے جاتے تھے اسلام کے زمانہ میں بھی وہی لوگ سب سے زیادہ پسندیدہ اور سب سے بہتر ہیں بشرطیکہ وہ اسلامی احکام وشرائع کے سمجھنے والے اور دین کا علم حاصل کرنے والے ہوں۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 827)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری جواب کا مطلب یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں جن لوگوں کی ذات اور شخصیت کی وجہ سے ان کو

سب سے بہتر سمجھا جاتا تھا وہ لوگ اپنی انہی خصوصیات کی بنا پر زمانہ اسلام میں بھی معزز و مکرم قرار دیئے جائیں گے بشرطیکہ انہوں نے ایمان واسلام قبول کر کے دین کا علم اور شریعت کے احکام ومسائل حاصل کئے ہوں فرق یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان پر کفر کا سایہ معصیت کی تاریکی اور جہل کا غبار چھایا ہوا تھا اور خواہش نفس کے دام فریب میں مبتلا تھے اور اس اعتبار سے ان کی ذاتی شرافت وصفات کی کوئی حیثیت نہیں تھی مگر اب ایمان واسلام کی پاکیزگی اور عبادات وعلم دین کے نور نے ان کی ذات وشخصیت کو نکھار دیا ہے ان کی زندگی کو روشن کر دیا ہے اور ان کو حق کا تابعدار بنا دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ معادن سے مراد وہ لوگوں کی اپنی ذات وشخصیات ہیں جو عمدہ وصفات واعلیٰ خصوصیات سے متصف ہوں جیسا کہ کتاب میں یہ روایت نقل کی جا چکی ہے کہ الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ الخ۔ یعنی لوگوں کی بھی کانیں ہوتی ہیں جیسے سونے اور چاندی کی کانیں، پس جو خاندان وافراد اپنی اعلیٰ خصوصیات کے اعتبار سے زمانہ جاہلیت میں سب سے بہتر شمار کئے جاتے تھے اسلام کے زمانہ میں بھی وہی سب سے بہتر ہیں بشرطیکہ وہ دین کا علم حاصل کریں۔

بَابٌ فِي الْعَصَبِيَّةِ

باب: عصبیت کا بیان

عصبیت کے معنی ومفہوم کا بیان

عصبیت" کے معنی ہیں عصبی یا متعصب ہونا یعنی اپنے مذہب یا اپنے خیال کی پچ کرنا اور اپنی قوم کی قوت وسختی کے اظہار کے لے جدل وخصومت کرنا چنانچہ عصبہ اس شخص کہتے ہیں جو اپنی بات یا اپنی قوم کی حمایت کرے اور یا اپنی قوم وجماعت کی پچ کے لئے غصہ ہو تعصب بھی اگر حق کے معاملہ میں ہو اور ظلم وتعدی کے ساتھ نہ ہو تو مستحسن ہے اگر تعصب کا تعلق حق بات کو نہ ماننے، ظلم وتعدی اختیار کرنے اور اپنی قوت وشان وشوکت کے بیجا اظہار کی خاطر ہو تو مذموم ہے عام طور پر تعصب کا اطلاق اپنی بات وخیال اور اپنے مذہب وقوم کے حق میں ناروا سختی اختیار کرنے اور دوسروں کو تئیں ظلم وتعدی کرنے پر ہوتا ہے جیسا کہ اس باب میں نقل کی جانے والے احادیث سے معلوم ہوگا۔

5117 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: مَنْ نَصَرَ قَوْمَهُ عَلَى غَيْرِ الْحَقِّ، فَهُوَ كَالْبَعِيرِ الَّذِي رُدِّيَ، فَهُوَ يُنْزَعُ بِذَنَبِهِ

عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود اپنے والد کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص ناحق طور پر کسی قوم کی مدد کرے، تو وہ ایسے اونٹ کی مانند ہے، جو کنویں میں گر گیا ہو اور اسے اس کی دُم کی ذریعے کھینچا گیا ہو''۔

5118 - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ

❁❁ عبدالرحمن بن عبداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت چمڑے سے بنے ہوئے خیمے میں موجود تھے، اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

5119 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ بِشْرٍ الدِّمَشْقِيُّ عَنْ بِنْتِ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، أَنَّهَا سَمِعَتْ أَبَاهَا يَقُولُ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا الْعَصَبِيَّةُ؟ قَالَ: أَنْ تُعِينَ قَوْمَكَ عَلَى الظُّلْمِ

❁❁ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! عصبیت کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تم ظلم کے معاملے میں اپنی قوم کی مدد کرو۔

5120 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُوَيْدٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، يُحَدِّثُ عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ الْمُدْلِجِيِّ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: خَيْرُكُمُ الْمُدَافِعُ عَنْ عَشِيرَتِهِ، مَا لَمْ يَأْثَمْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَيُّوبُ بْنُ سُوَيْدٍ ضَعِيفٌ

❁❁ حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:
"تم میں سب سے بہتر شخص ہے، جو اپنے خاندان کا دفاع کرے، جب کہ وہ (ایسا کرتے ہوئے) کسی گناہ کا ارتکاب نہ کرے"۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایوب بن سوید نامی راوی ضعیف ہے۔

5121 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَكِّيِّ يَعْنِي ابْنَ أَبِي لَبِيبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ

❁❁ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
"وہ شخص ہم میں سے نہیں، جو عصبیت کی طرف بلائے، وہ شخص ہم میں سے نہیں، جو عصبیت کی بنیاد پر لڑائی کرے، وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر مرجائے"۔

5122 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ مِخْرَاقٍ، عَنْ أَبِي كِنَانَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ابْنُ أُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ

❁❁ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"قوم کا بھانجا' ان کا ایک فرد ہوتا ہے"

5123 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عُقْبَةَ، عَنْ أَبِي عُقْبَةَ، وَكَانَ مَوْلًى مِنْ أَهْلِ فَارِسَ، قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُحُدًا، فَضَرَبْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَقُلْتُ: خُذْهَا مِنِّي وَأَنَا الْغُلَامُ الْفَارِسِيُّ، فَالْتَفَتَ إِلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: فَهَلَّا قُلْتَ خُذْهَا مِنِّي، وَأَنَا الْغُلَامُ الْأَنْصَارِيُّ

❁❁ حضرت ابوعقبہ' جو اہل فارس کے آزاد کردہ غلام ہیں' وہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوہ اُحد میں شریک ہوا، میں نے مشرکین کے ایک شخص پر حملہ کیا اور کہا: لو سنبھالو، میں ایک فارسی نوجوان ہوں، نبی اکرم ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا:

"تم نے یہ کیوں نہیں کہا؟ اس کو میری طرف سے سنبھالو، میں ایک انصاری نوجوان ہوں"۔

بَابُ إِخْبَارِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ بِمَحَبَّتِهِ إِيَّاهُ

باب: آدمی کا کسی شخص کی بھلائی دیکھ کر اس سے محبت کرنا

5124 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ ثَوْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، وَقَدْ كَانَ أَدْرَكَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا أَحَبَّ الرَّجُلُ أَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ

❁❁ حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب آدمی اپنے کسی بھائی سے محبت رکھے، تو اسے اس کو بتا دینا چاہیے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے"۔

5125 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الْمُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَرَّ بِهِ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي لَأُحِبُّ هَذَا، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْلَمْتَهُ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: أَعْلِمْهُ قَالَ: فَلَحِقَهُ، فَقَالَ: إِنِّي أُحِبُّكَ فِي اللهِ، فَقَالَ: أَحَبَّكَ الَّذِي أَحْبَبْتَنِي لَهُ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھا، وہاں سے ایک شخص گزرا، تو اس نے عرض کی: میں اس سے محبت کرتا ہوں، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم نے اسے بتایا ہے؟ اس نے عرض کی: جی نہیں! آپ نے فرمایا: تم اسے بتاؤ، تو وہ پہلا شخص (اس) دوسرے شخص کے پیچھے گیا اور اس سے جا کر کہا: میں اللہ کی خاطر تم سے محبت کرتا ہوں، تو اس نے جواب دیا: جس ذات کی خاطر تم مجھ سے محبت کرتے ہو، وہ ذات تم سے بھی محبت کرے"۔

5126 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ،

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ: الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ، وَلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَعْمَلَ كَعَمَلِهِمْ، قَالَ: أَنْتَ يَا أَبَا ذَرٍّ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ، قَالَ: فَإِنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ قَالَ: فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ: فَأَعَادَهَا أَبُو ذَرٍّ فَأَعَادَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آدمی کسی قوم سے محبت رکھتا ہے لیکن وہ ان جیسے عمل کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! تم اس کے ساتھ ہو گے، جس سے تم محبت رکھتے ہو، تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے عرض کی: پھر میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جس سے محبت رکھتے ہو، تم اس کے ساتھ ہو گے۔

راوی کہتے ہیں: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنی بات دہرائی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی جواب دُہرا دیا۔

5127 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: رَأَيْتُ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرِحُوا بِشَيْءٍ لَمْ أَرَهُمْ فَرِحُوا بِشَيْءٍ أَشَدَّ مِنْهُ، قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، الرَّجُلُ يُحِبُّ الرَّجُلَ عَلَى الْعَمَلِ مِنَ الْخَيْرِ يَعْمَلُ بِهِ وَلَا يَعْمَلُ بِمِثْلِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھا کہ وہ اس بات پر اتنے خوش ہوئے کہ وہ کسی اور بات پر اس سے زیادہ خوش نہیں ہوئے تھے، ہوا یوں کہ ایک شخص نے عرض کی:

یا رسول اللہ! ایک شخص کسی دوسرے شخص کے کیے ہوئے، کسی بھلائی کے عمل کی وجہ سے، اس دوسرے شخص سے محبت کرتا ہے، لیکن وہ خود (اس جیسا عمل نہیں کر سکتا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اس کے ساتھ ہوگا، جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے۔

بَابٌ فِي الْمَشُورَةِ

باب: مشورہ (دینا)

5128 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جس سے مشورہ مانگا گیا ہو، وہ امین ہوتا ہے"

مشورہ کا لغوی اور عرفی معنی

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

مشاورت اور مشورہ کا معنی ہے: بعض کا بعض کی طرف رجوع کرکے ان کی رائے کو حاصل کرنا' جب عرب والے کسی جگہ سے شہد کو نکالتے ہیں اور حاصل کرتے ہیں تو کہتے ہیں "شرت العسل" جس امر میں مشورہ طلب کیا جائے اس کو شوریٰ کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے: (آیت) "وامرھم شوری بینھم" اور ان کا کام باہمی مشورہ سے ہوتا ہے۔

(المفردات ص ۲۷۰' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران' ۱۳۴۲ھ)

مشورہ کے ذریعہ مختلف آراء ظاہر ہوتی ہیں' اور مشورہ طلب کرنے والا ان مختلف آراء میں غور وفکر کرتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ کس کی رائے کتاب وسنت' حکمت اور موقع اور محل کے مناسب ہے اور جب اللہ اسے کسی رائے کی طرف ہدایت دے دے تو وہ اس رائے پر عمل کرنے کا عزم کرے اور اللہ پر توکل کرکے اس رائے کو نافذ کردے۔

مشورہ کے متعلق احادیث کا بیان

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴۳' مطبوعہ لاہور)

حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے استخارہ کیا وہ نامراد نہیں ہوگا اور جس نے مشورہ کیا وہ نادم نہیں ہوگا' اور جس نے میانہ روی کی وہ کنگال نہیں ہوگا' اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط اور معجم صغیر میں روایت کیا ہے اس کی سند میں عبدالسلام بن عبدالقدوس ایک ضعیف راوی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کام کا ارادہ کرے اور اس میں کسی مسلمان شخص سے مشورہ کرے' اللہ تعالیٰ اس کو درست کام کی ہدایت دے دیتا ہے' اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اس کی سند میں عمرو بن الحصین العقیلی متروک راوی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۹۶' مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ سے مشورہ لینے کا حکم کیوں دیا گیا:

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ مسائل اور معاملات میں امکان وحی کے باوجود اجتہاد کرنا جائز ہے' اور ظن غالب پر عمل کرنا صحیح ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے' اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کن امور میں اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے' بعض علماء نے کہا اس کا تعلق جنگی چالوں سے ہے کہ جب دشمن کا سامنا ہو تو اس کا مقابلہ کرنے کیلئے کس طریقہ پر عمل کیا جائے' اور اس کی حکمت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تالیف قلب کی جائے' اور جنگ احد میں شکست کی وجہ سے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دل شکستہ ہوگئے تھے ان کی دلجوئی کی جائے' اور ان کے مرتبہ کی بلندی کو ظاہر کیا جائے' ہر چند کہ اللہ تعالیٰ ان کی رائے سے مستغنی ہے کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کرکے صحیح سمت کی طرف آپ کی رہنمائی پر قادر ہے' قتادہ' ربیع' ابن اسحاق اور امام شافعی وغیرہ کی یہی رائے ہے کیونکہ عرب سرداروں سے جب کسی

اہم معاملہ میں مشورہ نہ لیا جائے تو ان پر گراں گذرتا تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو یہ حکم دیا کہ اہم جنگی معاملات میں ان سے مشورہ کریں اس سے ان کی قدر افزائی اور دلجوئی ہو گئی۔

حسن بصری اور ضحاک نے یہ بیان کیا ہے جن معاملات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر وحی نازل نہیں کی ان میں آپ کو اپنے صحابہ سے مشورہ کی تعلیم دی جائے' ان کو مشورہ کی فضیلت کا علم ہو اور آپ کے بعد آپ کی امت مشورہ کرنے میں آپ کی اقتداء اور اتباع کرے۔ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن غنم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اگر تم دونوں کسی مشورہ پر متفق ہو جاؤ تو میں تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۷) اور علامہ آلوسی نے امام ابن عدی اور امام بیہقی کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے: جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ اور اس کا رسول مشورہ سے مستغنی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مشورہ کو میری امت کے لیے رحمت بنا دیا۔ (روح المعانی: ج ۴، ص ۱۰۷)

کس قسم کے لوگوں سے مشورہ کیا جائے

مشورہ اس شخص سے طلب کرنا چاہیے جو عالم دین ہو اور صاحب فہم و فراست ہو اور جب کسی ایسے شخص سے مشورہ لیا جائے اور وہ اس مسئلہ کا صحیح حل معلوم کرنے کی پوری کوشش کرے اس کے باوجود اگر اس کو خطا لاحق ہو جائے تو اس کو ملامت نہیں کی جائے گی۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جو بندہ مشورہ لے وہ کبھی بدبخت نہیں ہوتا اور جو بندہ خود رائے ہو اور دوسروں کے مشوروں سے مستغنی ہو وہ کبھی نیک بخت نہیں ہوتا' بعض علماء نے کہا ہے کہ کسی تجربہ کار شخص سے مشورہ لینا چاہیے' کیونکہ وہ تم کو ایسی چیز بتلائے گا جس میں وہ زیادہ تر کامیاب رہا ہوگا' امام اور خلیفہ کو نصب کرنا کس قدر اہم مسئلہ تھا لیکن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کو ارباب حل وعقد کے باہمی مشورہ اور اتفاق پر چھوڑ دیا' امام بخاری نے کہا نبی کریم ﷺ کے بعد ائمہ مباح کاموں میں امین لوگوں اور علماء سے مشورہ کیا کرتے تھے' سفیان ثوری نے کہا متقی اور امانت دار شخص سے مشورہ کرنا چاہیے۔ حسن بصری نے کہا خدا کی قسم! جو لوگ مشورہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی صحیح حل کی طرف رہنمائی کر دیتا ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ۴، ص ۲۵۱۔۲۵۰ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب آپ (کسی کام کا) عزم کر لیں تو اللہ پر توکل کریں بے شک اللہ توکل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ (آل عمران: ۱۵۹) رضی اللہ عنہم اجمعین

کسی کام کو کرنے کے پختہ ارادہ کو عزم کہتے ہیں۔ نیت' عزم اور قصد یہ الفاظ مترادفہ ہیں' اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب آپ اپنے اصحاب سے مشورہ کر کے کسی کام کا عزم کر لیں تو پھر اس کام سے رجوع نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور جب آپ اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے کسی کام کا عزم کر لیں تو اس مشورہ پر توکل نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور جب آپ اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے کسی کام کا عزم کر لیں تو پھر اس کام سے رجوع نہ کریں' جس طرح جنگ احد میں جب مسلمانوں سے مشورہ کیا گیا' تو نبی کریم

سے ﷺ اور پختہ کاروں کی رائے یہ تھی کہ شہر کے اندر رہ کر کافروں سے مدافعانہ جنگ کی جائے اور بعض نوجوان مسلمانوں کی رائے یہ تھی کہ شہر سے باہر نکل کر جنگ کی جائے' نبی کریم ﷺ نے اس رائے کو قبول کرلیا اور جمعہ کی نماز کے بعد گھر گئے اور ہتھیار پہن کر باہر آئے' وہ نوجوان صحابہ نادم ہوئے کہ ہم نے حضور ﷺ کی بات نہیں مانی انہوں نے آپ سے معذرت کی اور اپنی رائے سے رجوع کرلیا' نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب نبی ہتھیار پہن لے تو بغیر جنگ اللہ کیے اس کے لیے ہتھیار اتارنا جائز نہیں ہے' اور یہی اس آیت پر عمل ہے کہ جب آپ نے مسلمانوں سے مشورہ کے بعد اللہ پر توکل کر کے کسی کام کا عزم کرلیا ہے تو پھر اس سے رجوع نہ کریں اور اس کام کو کر ڈالیں۔

بَابٌ فِي الدَّالِّ عَلَى الْخَيْرِ

باب: بھلائی کی طرف رہنمائی کرنا

5129 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أُبْدِعَ بِي فَاحْمِلْنِي، قَالَ: لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكَ عَلَيْهِ، وَلَكِنِ ائْتِ فُلَانًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَحْمِلَكَ فَأَتَاهُ فَحَمَلَهُ، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ

❀❀ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میری سواری نہیں رہی، آپ ﷺ مجھے سواری کے لیے کچھ دیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس تمہیں سواری کے لیے، دینے کے لیے کچھ نہیں ہے، تم فلاں کے پاس جاؤ، شاید وہ تمہیں سواری کے لیے کچھ دے دے، وہ شخص اس کے پاس آیا اس دوسرے شخص نے اس کو سواری کے لیے جانور دے دیا، وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ کو اس بارے میں بتایا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص بھلائی کی طرف راہنمائی کرے، اسے بھلائی کرنے والے کے اجر کی مانند اجر ملتا ہے"۔

بَابٌ فِي الْهَوَى

باب: خواہش نفس کا بیان

5130 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ الثَّقَفِيِّ، عَنْ بِلَالِ بْنِ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ

5129 إسناده صحيح. سفيان: هو ابن سعيد الثوري، والأعمش: هو سليمان بن مهران، وأبو عمرو الشيباني: هو سعد بن إياس. وأخرجه مسلم بإثر (1893) (133) من طريق سفيان، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (1893)، والترمذي (328) من طرق عن الأعمش، به.

⚙⚙ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''تمہارا کسی چیز سے محبت کرنا' اندھا اور بہرہ کر دیتا ہے''۔

شرح

اس ارشاد گرامی کے ذریعہ اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ محبت کا جنون انسان کو اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے کہ وہ غلبہ محبت کی وجہ سے اپنی محبوب چیز کے عیب نہ دیکھنے کی صلاحیت باقی رکھتا ہے اور نہ سننے کی اگر محبوب میں کوئی برائی دیکھتا بھی ہے تو اس کو اچھی سمجھتا ہے اور اگر اس سے کوئی بری بات سنتا بھی ہے تو اس کو اچھا جانتا ہے یا یہ مراد ہے کہ محبت انسان کو محبوب کے علاوہ ہر چیز سے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے کہ وہ جمال یار کے سوا نہ کسی چیز پر نظر ڈالتا ہے اور نہ محبوب کے سوا بات سننا پسند کرتا ہے۔ اس باب میں اس حدیث کو نقل کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ارشاد گرامی اس شخص کے حق میں فرمایا گیا ہے جو کسی کی محبت سے مغلوب ہو باطل و ناروا امور میں اسی کی حمایت و مدد کرتا ہے وہ حق کو نہ دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے بلکہ محض محبت کی وجہ سے ناحق و باطل کا حامی و مددگار بن جاتا ہے۔

☆ جس کسی نے ظالم کی مدد کی اس نے گویا غضب الٰہی خود اپنے سر لے لیا۔

☆ جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے' جو اپنی جان کی حفاظت میں مارا جائے وہ بھی شہید ہے' جو اپنے والدین کی حفاظت میں مارا جائے وہ بھی شہید ہے جو اپنے اہل و عیال کی حفاظت میں مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔

☆ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ کینہ اس شخص کے دل میں ہے جو بہت جھگڑے بکھیڑے اور مباحثے کرتا رہتا ہے۔

☆ چار شخص مرفوع القلم ہیں'' لڑکا جب تک بالغ نہ ہو' سویا ہوا جب تک بیدار نہ ہو دیوانہ جب تک تندرست نہ ہو' وہ بڑھا جس کی عقل زیادتی عمر کی وجہ سے زائل ہو گئی ہو۔

☆ جو شخص اجازت کے بغیر اپنے بھائی کے خط کو دیکھے گا وہ آگ کو دیکھے گا۔

☆ کسی انسان کے دل میں ایمان اور حسد اکٹھے نہیں رہ سکتے۔

☆ انسان جب عمر رسیدہ ہو جاتا ہے تو اس میں دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں' ایک مال کی حرص' دوسری عمر کی۔

☆ آپس میں سلام کا عام رواج کرو' محبت بڑھے گی۔

☆ ہر ایک دین کے واسطے خلق ہے اور اسلام کا خلق حیاء ہے۔

☆ جو چیز لوگوں کو جنت میں داخل کرے گی' وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر اور خوش خلقی ہے۔

☆ دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں وہ اس قدر فساد برپا نہیں کرتے جس قدر انسان کی دولت اور مرتبہ کی حرص اس کے دین میں فساد ڈالتی ہے۔

☆ جس چیز میں فحش پن ہو گا اس کا انجام تباہی ہو گا اور جس میں حیا ہے اس کا انجام اس کی زینت ہے۔

☆ قیامت کے دن مومن کے اعمال کے ترازو میں کوئی چیز خوش خلقی سے زیادہ وزنی نہ ہو گی اور اللہ تعالیٰ بدگو بدزبان کو بہت

برا سمجھتا ہی۔

☆ اگر مرتے دم تک تم حاکم، منشی یا کاردار نہ ہوئے تو سمجھو مزے میں رہے اور مواخذے سے بچ گئی۔

☆ حکومت طلب مت کر، کیونکہ وہ اگر تجھے مانگنے سے ملی تو اس کا سب بوجھ تجھ پر پڑ جائے گا اور اگر بن مانگے ملی تو تیری ہر طرح سے مدد ہوگی۔

☆ اپنی جانوں، اپنی اولاد، اپنے خدام اور اپنے مال کے حق میں بددعا نہ کیا کرو، ایسا نہ ہو جائے کہ وہ گھڑی اجابت کی ہو اور تمہاری بددعا قبول ہو جائی۔

☆ اونچی آواز سے تکبیر نہ پڑھو، کیونکہ تم کسی بہرے یا غیر حاضر شخص کو نہیں پکار رہی، تم اس کو پکار رہے ہو جو سنتا اور دیکھتا ہے اور وہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہی۔

☆ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اس سے مانگا جائے اور غم کے دور ہونے اور آسائش کے حاصل ہونے کا انتظار کرنا بہت اچھی عبادت ہی۔

☆ تم میں سے ہر ایک کو اپنی ساری حاجتیں اپنے رب سے مانگنی چاہئیں۔

☆ تم سے پہلی قوموں نے اپنے پیغمبروں اور بزرگوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔ دیکھو تم ایسا نہ کرنا، میں تم کو منع کرتا ہوں۔

☆ دنیا کی محبت سب گناہوں کی جڑ ہے اور کسی بھی چیز کی محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہی۔

بَابٌ فِي الشَّفَاعَةِ

باب: شفاعت کا بیان

5131 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اشْفَعُوا إِلَيَّ لِتُؤْجَرُوا، وَلْيَقْضِ اللهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ مَا شَاءَ

❁❁ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''میرے سامنے سفارش کیا کرو، تا کہ تمہیں اجر ملے، اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جو چاہے، فیصلہ دے دیتا ہے''۔

5132 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَخِيهِ، عَنْ مُعَاوِيَةَ: اشْفَعُوا تُؤْجَرُوا فَإِنِّي لَأُرِيدُ الْأَمْرَ، فَأُؤَخِّرُهُ كَيْمَا تَشْفَعُوا فَتُؤْجَرُوا، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اشْفَعُوا تُؤْجَرُوا

5131-إسناده صحيح. مسدد: هو ابن مسرهد الأسدي. وأخرجه البخاري (1432) و (6027، 6028) و (7476)، ومسلم (2627)، والترمذي (2865)، والنسائي في "الكبرى" (2348) من طرق عن بريدة بن أبي بردة، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (19584)، و"صحيح ابن حبان" (531).

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے، انہوں نے فرمایا: تم لوگ سفارش کیا کرو، تاکہ تمہیں اجر ملے، کیونکہ میں کوئی کام کرنا چاہتا ہوں لیکن اسے موخر کردیتا ہوں، تاکہ تم لوگ سفارش کر کے اجر حاصل کرلو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "تم لوگ سفارش کیا کرو، تمہیں اجر ملے گا"۔

5133 - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ بھی منقول ہے۔

بَابٌ فِيمَنْ يَبْدَأُ بِنَفْسِهِ فِي الْكِتَابِ

باب: خط لکھتے ہوئے آدمی کا اپنا ذکر پہلے کرنا

5134 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، قَالَ أَحْمَدُ: قَالَ مَرَّةً يَعْنِي هُشَيْمًا عَنْ بَعْضِ وَلَدِ الْعَلَاءِ، أَنَّ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ كَانَ عَامِلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْبَحْرَيْنِ فَكَانَ إِذَا كَتَبَ إِلَيْهِ بَدَأَ بِنَفْسِهِ

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بحرین کے گورنر تھے، وہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خط لکھا، تو آغاز اپنی ذات کے ذکر سے کیا۔

5135 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنِ ابْنِ الْعَلَاءِ، عَنِ الْعَلَاءِ يَعْنِي ابْنَ الْحَضْرَمِيِّ، أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَدَأَ بِاسْمِهِ

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے خط لکھا، تو پہلے اپنا نام تحریر کیا۔

شرح

عن ابن العلاء الحضرمی ان العلاء الحضرمی، حضرمی اصل میں مشہور شہر حضرت موت کی طرف نسبت ہے کیونکہ حضرت علاء حضر موت کے رہنے والے تھے اور مشکوٰۃ کے اکثر نسخوں میں آگے کی عبارت ان العلاء الحضرمی ہے لیکن ایک نسخہ میں ان العلاء الحضرمی لکھا ہوا ہے۔" تقریب میں لکھا ہے کہ حضرت علاء بنوامیہ کے حلیف تھے یہ ایک جلیل القدر اور بزرگ صحابی ہیں۔ نبی کریم نے ان کو بحرین کا عامل مقرر کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں ان کو وہاں کا عامل باقی رہا اور اسی عہدے پر ان کا انتقال ہوا۔" اپنی طرف سے شروع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خط کی ابتداء ان الفاظ سے کرتے، من العلاء الحضرمی الی رسول اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ (یعنی علاء حضرمی کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ) اس عبارت کے بعد خط کا مضمون ہوتا اور حضری خط لکھنے کا یہ طریقہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اختیار کرتے تھے کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوبات گرامی کی ابتداء اسی طرح ہوتی تھی۔ من محمد رسول اللہ الی فلاں اس عبارت کے بعد سلام کے الفاظ ہوتے تھے اگر مکتوب الیہ مسلمان ہوتا تو اس کا مخاطب خاص طور پر اسی کو بنایا جاتا یعنی سلام علیک جیسے الفاظ ہوتے اور اگر مکتوب الیہ مسلمان ہوتا تو پھر علی العموم سلام کے الفاظ ہوتے یعنی یوں لکھتے سلام علی من اتبع الهدی۔ (جو شخص راہ راست کی پیروی کرے اس پر سلامتی ہو) سلام کے بعد اصل مضمون ہوتا چنانچہ نبی نے ہرقل کو جو مکتوب ارسال کیا تھا وہ اسی ترتیب کے ساتھ لکھا گیا نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کے بیٹے کی تعزیت میں جو خط بھیجا تھا اس کے ابتدائی الفاظ یوں تھے۔ بسم الله الرحمن الرحيم، من محمد رسول الله الى معاذ بن جبل سلام عليك فانى احمد اليك الله الذى لا اله الا هو، اما بعد الخ۔۔ یہ حدیث جو یہاں نقل کی گئی ہے بظاہر باب کے موضوع سے تعلق نہیں رکھتی لیکن یہ حدیث چونکہ سلام کے مقدر کی حیثیت رکھتی ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس لئے یہ اس باب میں نقل کی گئی ہے اسی طرح آگے جو تین حدیثیں آرہی ہیں جن میں خط سے متعلق کچھ باتیں بیان کی گئی ہیں چونکہ ان کا تعلق بھی باین اعتبار سلام سے ہے کہ سلام جس طرح زبانی پیش کیا جاتا ہے اسی طرح وہ خط میں بھی لکھا جاتا ہے لہٰذا ان حدیثوں کو بھی اس باب میں نقل کیا گیا ہے اور مشکوۃ کے مولف کا یہ محمول بھی ہے کہ وہ فصل کے آخر میں ان احادیث کو بھی نقل کرتے ہیں جو اگرچہ براہ راست باب سے تعلق نہیں رکھتیں لیکن باب اور اس کے موضوع کے مناسب اور بالواسطہ طور پر تعلق رکھنے والی ضرور ہوتی ہے۔

بَابُ كَيْفَ يُكْتَبُ إِلَى الذِّمِّيِّ

باب: ذمی کی طرف کیسے خط لکھا جائے؟

5136 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَتَبَ إِلَى هِرَقْلَ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ، سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى قَالَ ابْنُ يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ أَخْبَرَهُ قَالَ: فَدَخَلْنَا عَلَى هِرَقْلَ فَأَجْلَسَنَا بَيْنَ يَدَيْهِ، ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا فِيهِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَّا بَعْدُ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کے نام خط لکھا اس کے الفاظ یہ ہیں: ''یہ

5136- إسناده صحيح. عبد الرزاق: هو الصنعاني، ومعمر: هو ابن راشد، والزهري: هو محمد بن مسلم ابن شهاب. وهو عند عبد الرزاق في "مصنفه" (9846)، ومن طريقه أخرجه مطولاً البخاري (4553)، ومسلم (1773). وأخرجه مطولاً أو مختصراً البخاري (7) و (2941) و (6261)، والترمذي (2914)، والنسائي في "الكبرى" (10998) من طرق عن الزهري، به. وهو في "مسند أحمد" (2372)، و"صحيح ابن حبان" (6555).

اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کی طرف سے، روم کے حکمران ہرقل کے نام ہے، اس شخص پر سلام ہو، جو ہدایت کی پیروی کرلے"

ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا، وہ بیان کرتے ہیں: ہم ہرقل کے پاس گئے، اس نے ہمیں اپنے سامنے بٹھادیا اور نبی اکرم ﷺ کا مکتوب منگوایا تو اس میں یہ تحریر تھا:

"اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے، یہ اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کی طرف سے، روم کے حکمران ہرقل کے نام ہے، وہ شخص سلامت رہے، جو ہدایت کی پیروی کرلے"

بَابٌ فِي بِرِّ الْوَالِدَيْنِ

باب: والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا

5137 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِدَهُ، إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کوئی اولاد، اپنے والد کو بدلہ نہیں دے سکتی، البتہ یہ صورت ہے کہ وہ اسے غلام ہونے کی حالت میں پائے، تو اسے خرید کر آزاد کردے"۔

5138 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي خَالِي الْحَارِثُ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَتْ تَحْتِي امْرَأَةٌ وَكُنْتُ أُحِبُّهَا وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا فَقَالَ: لِي طَلِّقْهَا فَأَبَيْتُ فَأَتَى عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَلِّقْهَا

❀❀ حمزہ بن عبداللہ اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میری ایک بیوی تھی جس سے میں محبت کرتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے پسند نہیں کرتے تھے، انہوں نے مجھ سے فرمایا: تم اسے طلاق دے دو، میں نے ان کی بات نہیں مانی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اسے طلاق دے دو"۔

5139 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ: مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ: أُمَّكَ، ثُمَّ أُمَّكَ، ثُمَّ أُمَّكَ، ثُمَّ أَبَاكَ، ثُمَّ الْأَقْرَبَ، فَالْأَقْرَبَ. وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ

5137-إسناده صحيح. سفيان: هو ابن سعيد الثوري، وأبو صالح: هو السمان. وأخرجه مسلم بإثر (1510) من طرق عن سفيان، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (1510)، وابن ماجه (3659)، والترمذي (2018)، والنسائي في "الكبرى" (4876) من طريق جرير بن عبد الحميد، عن سهيل، به

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَسْأَلُ رَجُلٌ مَوْلَاهُ مِنْ فَضْلٍ هُوَ عِنْدَهُ فَيَمْنَعُهُ إِيَّاهُ إِلَّا دُعِيَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَضْلُهُ الَّذِي مَنَعَهُ شُجَاعًا أَقْرَعَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْأَقْرَعُ: الَّذِي ذَهَبَ شَعْرُ رَأْسِهِ مِنَ السُّمِّ

بہز بن حکیم اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! سب سے زیادہ اچھا سلوک میں کس سے کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنی والدہ کے ساتھ، پھر اپنی والدہ کے ساتھ، پھر اپنی والدہ کے ساتھ، پھر اپنے والد کے ساتھ اور پھر درجہ بدرجہ قریبی رشتے داروں کے ساتھ۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص آزاد کردہ غلام سے، اس کے پاس موجود کوئی اضافی چیز مانگے، اور وہ اسے دینے سے انکار کر دے، تو قیامت کے دن، اس کے اضافی مال کو، جسے دینے سے اس نے انکار کیا تھا، اس کے لیے، ایک گنجے سانپ کی شکل میں لایا جائے گا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اقرع اس سانپ کو کہتے ہیں، جس کے زہر کی وجہ سے اس کے بال اڑ جائیں۔

5140 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ مُرَّةَ حَدَّثَنَا كُلَيْبُ بْنُ مَنْفَعَةَ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَبَرُّ، قَالَ: أُمَّكَ، وَأَبَاكَ، وَأُخْتَكَ، وَأَخَاكَ، وَمَوْلَاكَ الَّذِي يَلِي ذَاكَ حَقٌّ وَاجِبٌ، وَرَحِمٌ مَوْصُولَةٌ

کلیب بن منفعہ اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! میں کس کے ساتھ اچھا سلوک کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنی والدہ کے ساتھ، اپنے والد کے ساتھ، اپنی بہن کے ساتھ، اپنے بھائی کے ساتھ، اپنے غلام کے ساتھ (یا اپنے آزاد کرنے والے کے ساتھ) ان کے بعد ہر وہ شخص جس کا حق لازم ہے اور جس کے ساتھ صلہ رحمی کرنا لازم ہے۔

5141 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ح وَحَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى، قَالَا: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ، قَالَ: يَلْعَنُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَلْعَنُ أَبَاهُ، وَيَلْعَنُ أُمَّهُ فَيَلْعَنُ أُمَّهُ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
"بڑے کبیرہ گناہوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ پر لعنت کرے، عرض کی گئی: یارسول اللہ! کوئی شخص اپنے ماں باپ پر کیسے لعنت کر سکتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص دوسرے کے باپ پر لعنت کریگا، وہ اس کے باپ پر لعنت کرے گا، جو دوسرے کی ماں پر لعنت کریگا، وہ اس کی ماں پر لعنت کریگا"

5142 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْمَعْنَى قَالُوا: حَدَّثَنَا

عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ أَسِيدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عُبَيْدٍ، مَوْلَى بَنِي سَاعِدَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ مَالِكِ بْنِ رَبِيعَةَ السَّاعِدِيِّ قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبَرُّهُمَا بِهِ بَعْدَ مَوْتِهِمَا، قَالَ: نَعَمْ الصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا، وَالِاسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا تُوصَلُ إِلَّا بِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا

حضرت ابوسید مالک ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے، اسی دوران بنوسلمہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اپنے ماں باپ کے انتقال کے بعد ان کے ساتھ کس طرح اچھا سلوک کرسکتا ہوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے لیے دعائے مغفرت کرو، ان کے بعد ان کے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرو، ان لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی کرو، جن کے ساتھ صرف ماں باپ کی وجہ سے صلہ رحمی کی جاسکتی ہے، اوران کے دوستوں کی عزت افزائی کرو۔

5143 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الْمَرْءِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ بَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"سب سے اچھا سلوک یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے انتقال کے بعد، اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ اچھائی کرے"۔

5144 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ بْنِ ثَوْبَانَ، أَخْبَرَنَا عُمَارَةُ بْنُ ثَوْبَانَ، أَنَّ أَبَا الطُّفَيْلِ أَخْبَرَهُ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعِرَّانَةِ، قَالَ أَبُو الطُّفَيْلِ: وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ أَحْمِلُ عَظْمَ الْجَزُورِ، إِذْ أَقْبَلَتِ امْرَأَةٌ حَتَّى دَنَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَسَطَ لَهَا رِدَاءَهُ، فَجَلَسَتْ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ: مَنْ هِيَ؟ فَقَالُوا: هَذِهِ أُمُّهُ الَّتِي أَرْضَعَتْهُ

حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جعرانہ کے مقام پر گوشت تقسیم کرتے ہوئے دیکھا، میں ان دنوں کم عمر لڑکا تھا، میں اونٹ کی ہڈی اٹھا سکتا تھا، وہاں ایک عورت آئی، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آگئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کے لیے اپنی چادر بچھادی، وہ اس پر بیٹھ گئی، میں نے دریافت کیا: یہ کون ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا: یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ ہیں۔

5145 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ السَّائِبِ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ جَالِسًا فَأَقْبَلَ أَبُوهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَوَضَعَ لَهُ بَعْضَ ثَوْبِهِ، فَقَعَدَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَقْبَلَتْ أُمُّهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَوَضَعَ لَهَا شِقَّ ثَوْبِهِ مِنْ جَانِبِهِ الْآخَرِ،

فَجَلَسَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ أَخُوهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَقَامَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْلَسَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ

عمر بن سائب بیان کرتے ہیں: مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے، ایک دن نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے، اس دوران آپ کے رضاعی والد آ گئے، نبی اکرم ﷺ نے ان کے لیے کپڑا بچھادیا، وہ اس پر تشریف فرما ہوئے، پھر نبی اکرم ﷺ کی رضاعی والدہ آئیں، نبی اکرم ﷺ نے اس کپڑے کا دوسرا حصہ ان کے لیے بچھادیا، وہ اس پر بیٹھ گئیں پھر نبی اکرم ﷺ کے رضاعی بھائی تشریف لائے، تو نبی اکرم ﷺ انہیں اٹھ کر ملے اور انہیں اپنے سامنے بٹھالیا۔

بَابٌ فِي فَضْلِ مَنْ عَالَ يَتِيمًا

باب: یتیموں کی پرورش کرنے والے کی فضیلت

5146 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، وَأَبُو بَكْرٍ، ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، عَنِ ابْنِ حُدَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا، وَلَمْ يُهِنْهَا، وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا، - قَالَ: يَعْنِي الذُّكُورَ - أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ وَلَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ يَعْنِي الذُّكُورَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جس شخص کی بیٹی ہو اور وہ اسے زندہ دفن نہ کرے، اس کی توہین نہ کرے، اور بیٹے کو اس پر ترجیح نہ دے، تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا"

یہاں عثمان نامی راوی نے ایک لفظ کا ذکر نہیں کیا۔

5147 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْأَعْشَى، قَالَ: أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُكْمِلٍ الزُّهْرِيُّ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ بَشِيرٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ، فَأَدَّبَهُنَّ، وَزَوَّجَهُنَّ، وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، فَلَهُ الْجَنَّةُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص تین بیٹیوں کی پرورش کرے، ان کی تعلیم و تربیت کر کے شادی کرے، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اسے جنت ملے گی"

5148 - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ سُهَيْلٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ: ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ، أَوْ ثَلَاثُ بَنَاتٍ، أَوْ بِنْتَانِ، أَوْ أُخْتَانِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں: تین بہنوں یا تین بیٹیوں کی یا دو بیٹیوں اور دو

بہنوں کی (پرورش کرے، تو یہ اجر وثواب حاصل کرے)۔

5149 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا النَّهَّاسُ بْنُ قَهْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي شَدَّادٌ أَبُو عَمَّارٍ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا وَامْرَأَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوْمَأَ يَزِيدُ بِالْوُسْطَى وَالسَّبَّابَةِ امْرَأَةٌ آمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلَى يَتَامَاهَا حَتَّى بَانُوا أَوْ مَاتُوا

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''میں اور سیاہ رخساروں والی عورت' قیامت کے دن اس طرح (ساتھ) ہوں گے''

یہاں یزید نامی راوی نے اپنی درمیانی اور شہادت والی انگلی کو ملا کر اشارہ کر کے دکھایا: (اس سیاہ فام عورت سے مراد) وہ عورت ہے، جو بیوہ ہو، اور یتیم بچوں کی خاطر (دوسری شادی نہ کرے) یہاں تک کہ وہ بچے بڑے ہو جائیں، یا انتقال کر جائیں۔

بَابٌ فِي مَنْ ضَمَّ الْيَتِيمَ

باب: جو شخص کسی یتیم کو (اپنے بچوں کے ساتھ تربیت میں) شامل کرلے

5150 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ سَهْلٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ وَقَرَنَ بَيْنَ أُصْبُعَيْهِ الْوُسْطَى وَالَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ

حضرت سہل رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا' جنت میں ان دو کی طرح ہوں گے''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملا کر یہ بات ارشاد فرمائی۔

بَابٌ فِي حَقِّ الْجِوَارِ

باب: پڑوسی کا حق

5151 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى قُلْتُ لَيُوَرِّثَنَّهُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''جبرائیل علیہ السلام پڑوسی کے بارے میں مجھے مسلسل تلقین کرتے رہے، یہاں تک کہ میں نے یہ سوچا، کہیں یہ اسے وارث نہ قرار دے دیں''۔

5152 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ بَشِيرٍ أَبِي إِسْمَاعِيلَ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّهُ ذَبَحَ شَاةً فَقَالَ: أَهْدَيْتُمْ لِجَارِي الْيَهُودِيِّ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَازَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ، حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: انہوں نے ایک بکری ذبح کی اور سوال کیا: کیا تم نے میرے یہودی ہمسائے کو کچھ گوشت بھیجا ہے؟ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جبرائیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے بارے میں مسلسل تلقین کرتے رہے، یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ اسے وارث قرار دیں گے''

5153 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْكُو جَارَهُ، فَقَالَ: اذْهَبْ فَاصْبِرْ فَأَتَاهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَقَالَ: اذْهَبْ فَاطْرَحْ مَتَاعَكَ فِي الطَّرِيقِ فَطَرَحَ مَتَاعَهُ فِي الطَّرِيقِ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَسْأَلُونَهُ فَيُخْبِرُهُمْ خَبَرَهُ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَلْعَنُونَهُ: فَعَلَ اللهُ بِهِ، وَفَعَلَ، وَفَعَلَ، فَجَاءَ إِلَيْهِ جَارُهُ فَقَالَ لَهُ: ارْجِعْ لَا تَرَى مِنِّي شَيْئًا تَكْرَهُهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پڑوسی کی شکایت کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جاؤ اور صبر سے کام لو، وہ گیا اور دو یا تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جاؤ اور اپنا سامان راستے میں ڈال دو، اس نے اپنا سامان راستے میں ڈال دیا، لوگوں نے اس سے دریافت کرنا شروع کیا (کہ تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟) تو اس نے اپنے پڑوسی کی صورت حال بتائی، تو لوگوں نے اسے لعنت ملامت کرنا شروع کر دی کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ یہ کرے اور وہ کرے۔ اس کا پڑوسی اس کے پاس آیا اور اسے کہا: تم واپس جاؤ، آئندہ تمہیں میری طرف کوئی بھی ناپسندیدہ چیز نہیں دیکھنی پڑے گی۔

5154 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے مہمان کی عزت افزائی کرنی چاہیے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے اپنے پڑوسی کو تکلیف نہیں پہنچانی چاہیے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے بھلائی کی بات کہنی چاہیے، یا پھر خاموش رہنا چاہیے''۔

5155 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ عُبَيْدٍ، حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ

الْجَوْنِيِّ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ: إِنَّ لِي جَارَيْنِ بِأَيِّهِمَا أَبْدَأُ، قَالَ: بِأَدْنَاهُمَا بَابًا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ شُعْبَةُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ طَلْحَةُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں، میں ان میں سے کس سے آغاز کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کا دروازہ زیادہ قریب ہو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

بَابٌ فِي حَقِّ الْمَمْلُوكِ

باب: غلام کا حق

5156 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ أُمِّ مُوسَى، عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ: كَانَ آخِرُ كَلَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الصَّلَاةَ الصَّلَاةَ، اتَّقُوا اللَّهَ فِيمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا آخری کلام یہ تھا:

''نماز کا خیال رکھنا اور جو تمہارے زیر ملکیت ہیں، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا''

5157 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ غَلِيظٌ وَعَلَى غُلَامِهِ مِثْلُهُ، قَالَ: فَقَالَ الْقَوْمُ: يَا أَبَا ذَرٍّ لَوْ كُنْتَ أَخَذْتَ الَّذِي عَلَى غُلَامِكَ فَجَعَلْتَهُ مَعَ هَذَا فَكَانَتْ حُلَّةً وَكَسَوْتَ غُلَامَكَ ثَوْبًا غَيْرَهُ، قَالَ: فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ إِنِّي كُنْتُ سَابَبْتُ رَجُلًا وَكَانَتْ أُمُّهُ أَعْجَمِيَّةً، فَعَيَّرْتُهُ بِأُمِّهِ، فَشَكَانِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ قَالَ: إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ فَضَّلَكُمُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ، فَمَنْ لَمْ يُلَائِمْكُمْ فَبِيعُوهُ وَلَا تُعَذِّبُوا خَلْقَ اللَّهِ

معرور بن سوید بیان کرتے ہیں: میں نے ربذہ کے مقام پر حضرت ابوذر غفاری کو دیکھا، انہوں نے موٹی اونی چادر اوڑھی ہوئی تھی، ان کے غلام کے جسم پر بھی اس طرح کی چادر تھی، تو لوگوں نے کہا: اے ابوذر! اگر آپ اپنے غلام والی چادر حاصل کر لیتے، تو اس طرح آپ کا پورا جوڑا بن جاتا اور اپنے غلام کو آپ کوئی دوسرا کپڑا پہنا دیتے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک مرتبہ میری ایک شخص کے ساتھ لڑائی ہوگئی، اس کی ماں عجمی تھی، میں نے اسے اس کی ماں کے حوالے سے عار دلائی، اس نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں میری شکایت کی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! تم ایک ایسے شخص ہو، جس کے اندر ابھی بھی جاہلیت کے اثرات موجود ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ (غلام) تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر تم کو فضیلت دی ہے، تو جو تمہارے لیے موزوں نہ ہو، تم اسے فروخت کر دو، لیکن اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو عذاب نہ دو۔

5158 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى أَبِي ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ فَإِذَا عَلَيْهِ بُرْدٌ وَعَلَى غُلَامِهِ مِثْلُهُ فَقُلْنَا يَا أَبَا ذَرٍّ لَوْ أَخَذْتَ بُرْدَ غُلَامِكَ إِلَى بُرْدِكَ فَكَانَتْ حُلَّةً وَكَسَوْتَهُ ثَوْبًا غَيْرَهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدَيْهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيَكْسُهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا يُكَلِّفُهُ مَا يَغْلِبُهُ، فَإِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ فَلْيُعِنْهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ نَحْوَهُ

معرور بن سوید بیان کرتے ہیں: ہم ربذہ میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو ان کے جسم پر ایک چادر موجود تھی اور ان کے غلام کے جسم پر بھی اس کی مانند چادر موجود تھی، ہم نے کہا: اے ابوذر! اگر آپ اپنے غلام کی چادر لے کر اپنی چادر کے ساتھ ملا دیتے تو یہ حلہ بن جاتا اور آپ اس کو کوئی دوسرا کپڑا پہنا دیتے، تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''یہ (غلام) تمہارے بھائی ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارا ماتحت کیا ہے، جس شخص کا بھائی اس کا ماتحت ہو، وہ جو خود کھاتا ہے، اس میں سے اسے کھلائے اور جو خود پہنتا ہے، اس میں سے اسے پہنائے اور اسے کسی ایسے کام کا پابند نہ کرے، جو اس سے نہ ہو سکے، اور اگر وہ اسے کسی ایسے کام کا پابند کرے، جو اس سے نہیں ہو سکتا، تو خود بھی اس کی مدد کرے''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

5159 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي، فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِي صَوْتًا اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: مَرَّتَيْنِ لَلّٰهُ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ. فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ تَعَالَى، قَالَ: أَمَا إِنَّكَ لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَعَتْكَ النَّارُ أَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنے غلام کو مار رہا تھا، اسی دوران میں نے اپنے پیچھے آواز سنی: ''اے ابومسعود! تم یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ تم پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے، جتنی تمہیں اس پر حاصل ہے'' میں نے مڑ کر دیکھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ اللہ کی رضا کے لیے آزاد ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرتے، تو آگ تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔ (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)

5160 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنِ الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ نَحْوَهُ قَالَ: كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي أَسْوَدَ بِالسَّوْطِ، وَلَمْ يَذْكُرْ أَمْرَ الْعِتْقِ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ''میں اپنے غلام کو کوڑے کے ساتھ مار رہا تھا'' اس میں راوی نے غلام کو آزاد کرنے کا ذکر نہیں کیا۔

5161 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ مُوَرِّقٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَاءَمَكُمْ مِنْ مَمْلُوكِيكُمْ، فَأَطْعِمُوهُ مِمَّا تَأْكُلُونَ، وَاكْسُوهُ مِمَّا تَلْبَسُونَ، وَمَنْ لَمْ يُلَائِمْكُمْ مِنْهُمْ، فَبِيعُوهُ، وَلَا تُعَذِّبُوا خَلْقَ اللهِ

❁❁ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تمہارے غلاموں میں سے جو تمہارے لیے مناسب ہو، اسے تم اس میں سے کھلاؤ، جو تم کھاتے ہو، اسے وہ پہناؤ، جو تم پہنتے ہو، ان میں سے جو تمہارے لیے مناسب نہ ہو، اسے فروخت کردو، لیکن اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو عذاب نہ دو''۔

5162 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ زُفَرَ، عَنْ بَعْضِ بَنِي رَافِعِ بْنِ مَكِيثٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ مَكِيثٍ، وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: حُسْنُ الْمَلَكَةِ يُمْنٌ، وَسُوءُ الْخُلُقِ شُؤْمٌ

❁❁ عثمان بن زفر اپنی سند کے ساتھ حضرت رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: یہ وہ صحابی ہیں، جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح حدیبیہ میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہے، وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اپنے ماتحت کے ساتھ اچھا سلوک کرنا' برکت ہے، اور برا سلوک کرنا' نحوست ہے''

5163 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ زُفَرَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ رَافِعِ بْنِ مَكِيثٍ، عَنْ عَمِّهِ الْحَارِثِ بْنِ رَافِعِ بْنِ مَكِيثٍ، وَكَانَ رَافِعٌ مِنْ جُهَيْنَةَ قَدْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: حُسْنُ الْمَلَكَةِ يُمْنٌ، وَسُوءُ الْخُلُقِ شُؤْمٌ

❁❁ حضرت رافع رضی اللہ عنہ، جن کا تعلق جہینہ قبیلے سے ہے، انہیں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح حدیبیہ میں شرکت کا شرف حاصل ہے، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ماتحت کے ساتھ اچھا سلوک کرنا برکت ہے اور برے اخلاق نحوست ہیں''۔

5164 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَهَذَا حَدِيثُ الْهَمْدَانِيِّ وَهُوَ أَتَمُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ جُلَيْدٍ الْحَجْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَمْ نَعْفُو عَنِ الْخَادِمِ؟ فَصَمَتَ، ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ الْكَلَامَ، فَصَمَتَ، فَلَمَّا كَانَ فِي الثَّالِثَةِ، قَالَ: اعْفُوا عَنْهُ فِي كُلِّ يَوْمٍ

سَبْعِينَ مَرَّةً

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم خادم کو کتنا معاف کریں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اس نے دوبارہ یہی سوال کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، جب اس نے تیسری مرتبہ یہی سوال کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے روزانہ ستر مرتبہ معاف کرو۔

5165 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ح وحَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا فُضَيْلٌ يَعْنِي ابْنَ غَزْوَانَ، عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْقَاسِمِ نَبِيُّ التَّوْبَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ وَهُوَ بَرِيءٌ مِمَّا قَالَ جُلِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَدًّا

قَالَ مُؤَمَّلٌ: حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنِ الْفُضَيْلِ يَعْنِي ابْنَ غَزْوَانَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم، جو نبی التوبہ ہیں، انہوں نے ہم سے فرمایا:

''جو شخص اپنے غلام پر الزام عائد کرے، حالانکہ وہ اس الزام سے بری الذمہ ہو، تو قیامت کے دن اس (الزام لگانے والے) پر حد جاری کی جائے گی''۔

ایک راوی نے سند کچھ مختلف بیان کی ہے۔

5166 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، قَالَ: كُنَّا نُزُولًا فِي دَارِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ وَفِينَا شَيْخٌ فِيهِ حِدَّةٌ وَمَعَهُ جَارِيَةٌ لَهُ، فَلَطَمَ وَجْهَهَا، فَمَا رَأَيْتُ سُوَيْدًا أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ ذَاكَ الْيَوْمَ، قَالَ: عَجَزَ عَلَيْكَ إِلَّا حُرُّ وَجْهِهَا؛ لَقَدْ رَأَيْتُنَا سَابِعَ سَبْعَةٍ مِنْ وَلَدِ مُقَرِّنٍ، وَمَا لَنَا إِلَّا خَادِمٌ، فَلَطَمَ أَصْغَرُنَا وَجْهَهَا، فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعِتْقِهَا

ہلال بن یسار بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ کے ہاں پڑاؤ کیا، ہمارے درمیان ایک عمر رسیدہ شخص تھے، جن کے مزاج میں کچھ تیزی تھی، ان کے ساتھ ان کی کنیز بھی تھی، ان صاحب نے اس کنیز کے منہ پر تھپڑ مارا، تو میں نے حضرت سوید رضی اللہ عنہ کو اس سے زیادہ غصے میں پہلے کبھی نہیں دیکھا، انہوں نے فرمایا: کیا تم اتنے مغلوب ہو گئے تھے کہ اسے مارنے کے لیے تمہیں اس کا صرف چہرہ ملا تھا؟ مجھے یاد ہے کہ حضرت مقرن رضی اللہ عنہ کے سات بیٹے تھے اور صرف ایک خادم تھا، ہم میں سے جو سب سے چھوٹا تھا، اس نے خادم کے منہ پر تھپڑ مارا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم اس کو آزاد کر دیں۔

5167 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ، قَالَ: لَطَمْتُ مَوْلًى لَنَا فَدَعَاهُ أَبِي وَدَعَانِي فَقَالَ: اقْتَصَّ مِنْهُ، فَإِنَّا مَعْشَرَ بَنِي مُقَرِّنٍ كُنَّا سَبْعَةً عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ لَنَا إِلَّا خَادِمٌ، فَلَطَمَهَا رَجُلٌ مِنَّا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْتِقُوهَا قَالُوا: إِنَّهُ لَيْسَ لَنَا خَادِمٌ غَيْرَهَا، قَالَ: فَلْتَخْدُمْهُمْ حَتَّى يَسْتَغْنُوا، فَإِذَا اسْتَغْنَوْا فَلْيُعْتِقُوهَا

حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے، معاویہ بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے ایک غلام کو تھپڑ رسید کر دیا، میرے والد نے اسے بلایا اور پھر مجھے بھی بلایا اور پھر فرمایا: اس سے بدلہ لے لو، ہم جو حضرت مقرن رضی اللہ عنہ کی اولاد تھے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں' ہم سات بھائی تھے' اور ہمارا صرف ایک (خادم یا خادمہ) تھا، ہم میں سے ایک نے اسے طمانچہ رسید کر دیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے آزاد کر دو، ان لوگوں نے عرض کی: ہمارے پاس اس کے علاوہ اور کوئی خادم نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ خادم اس وقت تک ان کی خدمت کرے، جب تک وہ اس سے بے نیاز نہیں ہو جاتے (یعنی جب تک کوئی اور خادم نہیں مل جاتا) جب وہ بے نیاز ہو جائیں، تو وہ اسے آزاد کر دیں۔

5168 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَبُو كَامِلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ذَكْوَانَ عَنْ زَاذَانَ، قَالَ: أَتَيْتُ ابْنَ عُمَرَ وَقَدْ أَعْتَقَ مَمْلُوكًا لَهُ فَأَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ عُودًا، أَوْ شَيْئًا، فَقَالَ: مَا لِي فِيهِ مِنَ الْأَجْرِ مَا يَسْوَى هَذَا، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ لَطَمَ مَمْلُوكَهُ أَوْ ضَرَبَهُ، فَكَفَّارَتُهُ أَنْ يُعْتِقَهُ

زاذان بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے اپنے ایک غلام کو آزاد کیا، پھر زمین سے ایک تنکا لے کر' یا کوئی چیز لے کر ارشاد فرمایا: مجھے اس کا اتنا اجر بھی نہیں ملے گا، جو اس (تنکے) کے برابر ہو، کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص اپنے غلام کو تھپڑ رسید کرے، یا اس کی پٹائی کرے، تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اسے آزاد کر دے''

آزادی کے مندوب تصرف کا بیان

اعتاق کا تصرف مندوب ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان نے کسی مؤمن کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کو جہنم سے آزاد کرے گا۔ لہٰذا مستحب ہے کہ مرد غلام کو اور عورت باندی کو آزاد کرے تا کہ اعضاء کا اعضاء کیساتھ تقابل ہو جائے۔

فرمایا: آزادی ہر اس بالغ عاقل سے صحیح ہوتی ہے جس کی ملکیت ہو۔ اور آزادی کی شرط یہ ہے کہ وہ صرف ملکیت سے صحیح ہوتی ہے۔ جبکہ مملوک کی ملکیت نہیں ہوتی۔ اور بچہ اس لئے اہل نہیں ہے کیونکہ اس کا نقصان ظاہر ہے۔ کیونکہ ولی بچے پر اعتاق کی ملکیت نہیں رکھتا۔ اور عاقل ہونے کی شرط اس لئے بیان کی ہے کہ مجنون تصرف کی اہلیت نہیں رکھتا۔ لہٰذا جب کسی بالغ شخص نے کہا کہ میں نے آزاد کیا جبکہ میں بچہ ہوں تو اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور اسی طرح اگر معتق نے کہا کہ میں نے آزاد کیا لیکن میں مجنون ہوں اور اس کا جنون بھی ظاہر ہو گیا۔ کیونکہ اعتاق کا اسناد انتفائے حالت عتق کی طرف کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح جب کسی بچے نے کہا کہ جس میں مالک ہوں وہ آزاد ہے جب میں بالغ ہو جاؤں تو اس صورت میں بھی اعتاق درست نہ ہوگا کیونکہ نابالغ کسی ایسے قول کی اہلیت نہیں رکھتا جو حکم لازم کرنے والا ہو۔ اور غلام کا معتق کی ملکیت ہونا ضروری ہے۔ حتیٰ کہ جب کسی نے شخص نے دوسرے کے غلام کو آزاد کیا تو اس کا آزاد کرنا نافذ نہ ہوگا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چیز کا انسان مالک نہیں اس میں عتق نہیں ہے۔

غلام کی آزادی اعضاء کو جہنم سے بچانے والی ہے

امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بھی کسی مسلمان (غلام) کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس غلام کے جسم کے ہر عضو کی آزادی کے بدلے اس شخص کے جسم کے بھی ایک ایک عضو کو دوزخ سے آزاد کرے گا۔ سعید بن مرجانہ نے بیان کیا کہ پھر میں علی بن حسین (زین العابدین رضی اللہ عنہ) کے یہاں گیا (اور ان سے حدیث بیان کی) وہ اپنے ایک غلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ جس کی عبداللہ بن جعفر دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار قیمت دے رہے تھے اور آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث، ۲۵۱۷)

حضرت زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہ نے سعید بن مرجانہ سے یہ حدیث سن کر اس پر فوراً عمل کر دکھایا اور اپنا ایک ایسا قیمتی غلام آزاد کر دیا جس کی قیمت دس ہزار درہم مل رہے تھے۔ جس کا نام مطرف تھا۔ مگر حضرت زین العابدین نے روپے کی طرف نہ دیکھا اور ایک عظیم نیکی کی طرف دیکھا۔ اللہ والوں کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ انسان پروری اور ہمدردی کو ہر قیمت پر حاصل کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جن کو اولیاء اللہ یا عباد الرحمن ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حضرت عروہ ابومرواح ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا میں نے پوچھا کس قسم کا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بہت زیادہ بیش قیمت ہو اور اس کے مالکوں کو بہت پسند ہو میں نے پوچھا اگر میں یہ نہ کر سکوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کاریگر کی مدد کر دیا کسی بے ہنر کے لیے کام کر دو انہوں نے پوچھا اگر میں یہ بھی نہ کر سکوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھ (یعنی ان کے ساتھ برائی کرنے سے باز آ) اس لیے کہ وہ بھی ایک صدقہ ہے جو تو اپنے آپ پر کرتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2370)

غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت میں احادیث وآثار

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں عقبہ جہنم کے ایک پھسلنے پہاڑ کا نام ہے حضرت کعب احبار فرماتے ہیں اس کے جہنم میں ستر درجے ہیں قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ داخلے کی سخت گھاٹی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے داخل ہو جاؤ پھر اسکا داخلہ بتایا یہ کہہ کر کہ تمہیں کس نے بتایا کہ یہ گھاٹی کیا ہے؟ تو فرمایا غلام آزاد کرنا اور اللہ کے نام کھانا دینا ابن زید فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ نجات اور خیر کی راہوں میں کیوں نہ چلا؟ پھر ہمیں تنبیہ کی اور فرمایا تم کیا جانو عقبہ کیا ہے؟ آزادگی گردن یا صدقہ طعام فک رقبۃ جو اضافت کے ساتھ ہے اسے فک رقبۃ بھی پڑھا گیا یعنی فلع فاعل دونوں قراتوں کا مطلب قریباً ایک ہی ہے مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کسی مسلمان کی گردن چھڑوائے اللہ تعالیٰ اس کا ہر ایک عضو اس کے ہر عضو کے بدلے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے یہاں تک کہ ہاتھ کے بدلے ہاتھ پاؤں کے بدلے پاؤں اور شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ حضرت علی بن حسین یعنی امام زید العابدین نے جب یہ حدیث سنی تو سعید بن مرجانہ راوی حدیث سے پوچھا کہ کیا تم نے خود حضرت ابوہریرہ کی زبانی یہ حدیث سنی

ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تو آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ مطرف کو بلا لو جب وہ سامنے آیا تو آپ نے فرمایا جاؤ تم اللہ کے نام پر آزاد ہو بخاری مسلم ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے۔

صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ یہ غلام دس ہزار درہم کا خریدا ہوا تھا اور حدیث میں ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے اللہ تعالیٰ اس کی ایک ایک ہڈی کے بدلے اس کی ایک ایک ہڈی جہنم سے آزاد ہو جاتی ہے (ابن جریر) مسند میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بناتا ہے اور جو مسلمان غلام کو آزاد کرے اللہ تعالیٰ اسے اس کا فدیہ بنا دیتا ہے اور اسے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو اسے قیامت کے دن نور ملے گا۔ اور روایت میں یہ بھی ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں تیر چلائے خواہ وہ لگے یا نہ لگے اسے اولاد اسمٰعیل میں سے ایک غلام کے آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور حدیث میں ہے جس مسلمان کے تین بچے بلوغت سے پہلے مر جائیں اسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل کریگا اور جو شخص اللہ کی راہ میں جوڑے دے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دے گا جس سے چاہے چلا جائے ان تمام احادیث کی سندیں نہایت عمدہ ہیں۔

ابوداؤد میں ہے کہ ایک مرتبہ ہم نے حضرت واثلہ بن اسقع سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسی حدیث سنائیے جس میں کوئی کمی زیادتی نہ ہو تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے تم میں سے کوئی پڑھے اور اس کا قرآن شریف اس کے گھر میں ہو تو کیا وہ کمی زیادتی کرتا ہے؟ ہم نے کہا حضرت ہمارا مطلب یہ نہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث ہمیں سناؤ، آپ نے فرمایا ہم ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک ساتھی کے بارے میں حاضر ہوئے جس نے قتل کی وجہ سے اپنے اوپر جہنم واجب کر لی تھی تو آپ نے فرمایا اس کی طرف سے غلام آزاد کرو، اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عضو کے بدلے اس کا ایک ایک عضو جہنم کی آگ سے آزاد کر دے گا، یہ حدیث نسائی شریف میں بھی ہے، اور حدیث میں ہے جو شخص کسی کی گردن آزاد کرائے اللہ تعالیٰ اسے اس کا فدیہ بنا دیتا ہے۔ ایسی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں،

مسند احمد میں ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا کام بتا دیجئے جس سے میں جنت میں جا سکوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھوڑے سے الفاظ میں بہت ساری باتیں تو پوچھ بیٹھا۔ نسمہ آزاد کر، رقبہ چھڑا، اس نے کہا حضرت کیا یہ دونوں ایک چیز نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں نسمہ کی آزادی کے معنی تو ہیں اکیلا ایک غلام آزاد کرے اور فک رقبہ کے معنی ہیں کہ تھوڑی بہت مدد کرے ... دودھ والا جانور دودھ پینے کے لیے کسی مسکین کو دینا، ظالم رشتہ دار سے نیک سلوک کرنا، یہ جنت کے کام ہیں، اگر اس کی تجھے طاقت نہ ہو تو بھوکے کو کھلا، پیاسے کو پلا، نیکیوں کا حکم کر، برائیوں سے روک، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو سوائے بھلائی کے اور نیک بات کے اور کوئی کلمہ زبان سے نہ نکال۔ ذی مسغبۃ کے معنی ہیں بھوک والا، جبکہ کھانے کی اشتہا ہو، غرض بھوک کے وقت کا کھلانا اور وہ بھی اسے جو نادان بچہ ہے سر سے باپ کا سایہ اٹھ چکا ہے اور اس کا رشتہ دار بھی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مسکین کو صدقہ دینا اکہرا ثواب رکھتا ہے، اور رشتے اور کو دینا دوہرا اجر دلواتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

غلاموں کے حقوق میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیمات

خلفائے راشدین کا یہ بھی یہی دستور تھا کہ اگر کسی غلام کا مالک اس کی کفالت کرنے میں مشکل محسوس کرتا ہوتو اس کی مدد کیا کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَلِّلٍ الْغِفَارِيِّ أَنَّ ثَلَاثَةَ مَمْلُوكِينَ شَهِدُوا بَدْرًا، فَكَانَ عُمَرُ يُعْطِي كُلَّ رَجُلٍ مِنْهُمْ كُلَّ سَنَةٍ ثَلَاثَةَ آلَافٍ ثَلَاثَةَ آلَافٍ. (ابن ابی شیبہ؛ حدیث 33553)

تین غلاموں نے جنگ بدر میں حصہ لیا تھا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر ایک کو سالانہ تین تین ہزار درہم دیا کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، عَنْ هَارُونَ بْنِ عَنْتَرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: شَهِدْتُ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا يَرْزُقَانِ أَرِقَّاءَ النَّاسِ. (ابن ابی شیبہ؛ حدیث 33554)

سیّدنا عثمان اور علی رضی اللہ عنہما (اپنے ادوار میں) لوگوں کے غلاموں کو ان کی ضروریات کا سامان پہنچایا کرتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بہت سوں نے تو غلاموں کو معمولی سے خراج کے عوض خود کمانے اور کھانے کی اجازت دے دی تھی۔ یہ خراج صرف ایک درہم روزانہ ہوا کرتا تھا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب غلاموں کی قیمتیں 40,000 درہم تک پہنچ چکی تھیں۔ اس طریقے سے یہ غلام عملاً آزاد ہو چکے تھے۔

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى بْنِ الْفَضْلِ الصَّيْرَفِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ: مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ مَزْيَدٍ أَخْبَرَنِي أَبِي حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنَّا يُقَالُ لَهُ نَهِيكُ بْنُ يَرِيمَ حَدَّثَنِي مُغِيثُ بْنُ سُمَيٍّ قَالَ: كَانَ لِلزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَلْفُ مَمْلُوكٍ يُؤَدِّي إِلَيْهِ الْخَرَاجَ فَلاَ يُدْخِلُ بَيْتَهُ مِنْ خَرَاجِهِمْ شَيْئًا. (بیہقی؛ سنن الکبریٰ؛ حدیث 15787)

سیّدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار غلام تھے جو انہیں خراج ادا کیا کرتے تھے۔ اس خراج میں سے کوئی رقم ان کے گھر میں داخل نہ ہوا کرتی تھی۔ یعنی وہ سب کی سب رقم انہی غلاموں اور دیگر غرباء پر خرچ کر دیا کرتے تھے۔

أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ بْنُ أَبِي الْمَعْرُوفِ أَخْبَرَنَا أَبُو عَمْرِو بْنُ نُجَيْدٍ أَخْبَرَنَا أَبُو مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ دِرْهَمٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: ضَرَبَ عَلَىَّ مَوْلاَىَ كُلَّ يَوْمٍ دِرْهَمًا فَأَتَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ اتَّقِ اللَّهَ وَأَدِّ حَقَّ اللَّهِ وَحَقَّ مَوْلاَكَ. (بیہقی؛ سنن الکبریٰ؛ حدیث 15788)

سیدنا عبد الرحمٰن (بن عوف) رضی اللہ عنہ کے سابقہ غلام درہم کہتے ہیں، "میرے آقا نے مجھ پر روزانہ ایک درہم کا خراج مقرر کیا تھا۔ (ایک دن) میں نے یہ درہم سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پیش کیا تو انہوں نے فرمایا، "اللہ سے ڈرو اور اللہ کا اور اپنے آقا کا حق (انہی کو) ادا کرو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جس کسی کو اپنے غلام پر زیادتی کرتے ہوئے دیکھتے تو فوراً اسے اچھا سلوک کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔

وروی ان اباھریرہ رای رجلا راکبا وغلامہ یسعی خلفہ، فقال: یا عبداللہ احملہ، فانہ اخوک، و روحک مثل روحہ۔ (بغوی، شرح السنۃ، کتاب النکاح)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ سوار ہے اور اس کا غلام اس کے پیچھے دوڑ رہا ہے۔ انہوں نے فرمایا، "اے عبداللہ! اسے بھی سوار کرو۔ یہ تمہارا بھائی ہی ہے۔ تمہارے اندر جو روح ہے وہ بھی اسی کی روح کی طرح ہی ہے۔

آزادی غلام کی شرعی حیثیت کا بیان

آزاد کرنے کی چار قسمیں ہیں: واجب، مندوب، مباح، کفر،

غلام کی آزادی کے وجوب کا بیان

قتل وظہار و قسم اور روزہ توڑنے کے کفارے میں آزاد کرنا واجب ہے، مگر قسم میں اختیار ہے کہ غلام آزاد کرے یا دس مساکین کو کھانا کھلائے یا کپڑے پہنائے، یہ نہ کر سکے تو تین روزے رکھ لے۔ باقی تین میں اگر غلام آزاد کرنے پر قدرت ہو تو یہی متعین ہے۔

غلام کی آزادی میں استحباب کا بیان

مندوب وہ ہے کہ اللہ (عزوجل) کے لیے آزاد کرے اوس وقت کہ جانب شرع سے اس پر یہ ضروری نہ ہو۔

غلام کی آزادی میں اباحت کا بیان

جب کسی شخص نے بغیر کسی قسم کی نیت کرتے ہوئے غلام کو آزاد کر دیا تو یہ مباح ہے۔ اور اس کی شرعی حیثیت کو مباح کہتے ہیں یا اس کو غلام کی آزادی کو اباحت سے تعبیر کرتے ہیں۔

غلام کی آزادی کے کفر ہونے کا بیان

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی نے بتوں یا شیطان کے نام پر آزاد کیا کہ غلام اب بھی آزاد ہو جائے گا، مگر اس کا یہ فعل کفر ہوا۔ کہ ان کے نام پر آزاد کرنا دلیل تعظیم ہے اور ان کی تعظیم کفر ہے۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب اعتاق)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَمْلُوكِ إِذَا نَصَحَ

باب: جب غلام اپنے آقا کی خیر خواہی کرے

5169 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا نَصَحَ لِسَيِّدِهِ، وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ اللهِ فَلَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ

غلاموں کو مکاتب بنانے کا بیان

غلاموں کی آزادی کی ایک صورت یہ ہے کہ ان سے یہ شرط کر لی جائے کہ اتنی مدت میں وہ اس قدر رقم ادا کر کے آزاد ہو سکتے ہیں یہ حکم خود قرآن مجید میں مذکور ہے۔ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا۔ (النور)

اگر تم کو غلاموں میں بھلائی نظر آئے تو ان سے مکاتبت کر لو۔

لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے پہلے یہ حکم وجوبی نہیں سمجھا جاتا تھا؛ لیکن آقا کو معاہدہ مکاتبت کرنے یا نہ کرنے کا اختیار تھا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عملاً اس حکم کو وجوبی قرار دیا؛ چنانچہ جب سیرین نے اپنے آقا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مکاتبت کی درخواست کی اور انہوں نے اس کو منظور کرنے سے انکار کر دیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلوا کر درے سے مارا اور قرآن مجید کی اس آیت کے رو سے ان کو معاہدہ کتابت کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری کتاب المکاتب)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس قسم کے غلاموں کی آزادی میں آسانیاں پیدا کرتے رہتے تھے، ایک بار ایک مکاتب غلام نے مال جمع کر کے کے بدل کتابت ادا کرنا چاہا؛ لیکن آقا نے یکمشت رقم لینے سے انکار کر دیا اور باقساط لینا چاہا، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے کل رقم لے کر بیت المال میں داخل کروا دی اور کہا، تم شام کو آنا میں تمہیں آزادی کا فرمان لکھدوں گا، اس کے بعد لینے یا نہ لینے کا تمہارے آقا کو اختیار ہوگا، آقا کو خبر ہوئی تو اس نے آ کر یہ رقم وصول کر لی۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ ابوسعید المقبری)

اسیران جنگ سے اعزہ واقارب کو جدا نہ کرنا

اگرچہ صحابہ کرام مذہباً اور اخلاقاً خود ہی قیدیوں کو ان کے اعزہ واقارب سے جدا کرنا ناجائز سمجھتے تھے؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قانوناً حکماً اس کی ممانعت فرمادی؛ چنانچہ تمام امرائے فوج کے نام فرمان بھیجے کہ بھائی کو بھائی سے اور لڑکی کو ماں سے جدا نہ کیا جائے، ایک بار بازار میں شور سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دربان یرفاء کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ ایک لونڈی کی ماں فروخت کی جارہی ہے، انہوں نے تمام مہاجرین وانصار کو جمع کیا اور یہ آیت پڑھی:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ " (محمد)

پھر اگر تم نے منہ موڑا تو تم سے کیا توقع رکھی جائے؟ یہی کہ تم زمین میں فساد مچاؤ اور اپنے خونی رشتہ کاٹ ڈالو

اور کہا کہ اس سے بڑھ کر کیا قطع رحم ہو سکتا ہے کہ لڑکی کو ماں سے جدا کیا جائے؛ چنانچہ اس کے بعد تمام امراء کے نام فرمان بھیج دیا کہ اس قسم کا قطع رحم جائز نہیں۔ (کنز العمال، جلد ۴، صفحہ ۱۱۲)

غلاموں کے وظیفے

بیت المال سے مسلمانوں کو جو وظیفہ ملتا تھا، اس میں غلام برابر کے شریک تھے، اول اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غلاموں کو بیت المال میں تمام مسلمانوں کا شریک بنایا، ابو داود کتاب الخراج میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

کان ابی یقسم للحر والعبد میرے باپ غلام اور آزاد کو مال تقسیم فرمادیتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب باضابطہ طور پر تمام مسلمانوں کے وظائف مقرر فرمائے تو آقا کے برابر غلاموں کے وظائف بھی مقرر فرمائے، (فتوح البلدان، صفحہ) ان کو اس بات میں اس قدر فکر تھی کہ جب ایک عامل نے غلاموں کو وظیفہ نہیں دیا، تو اس کو لکھ بھیجا کہ کسی مسلمان کا اپنے بھائی مسلمان کو حقیر سمجھنا نہایت بری بات ہے، (فتوح البلدان) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور مختلف طریقوں سے غلاموں کو مالی اعانتیں دیں اہل عوالی کے مزدوری پیشہ غلاموں کی مردم شماری کرائی اور ان کے روز ینے جاری کئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو اور ترقی دی اور خوراک کے ساتھ کپڑے بھی مقرر فرمائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ ہفتہ کے روز عوالی کو جاتے اور جو غلام ضعیف نظر آتے ان کے ٹیکس معاف کر دیتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عام طور پر یہ ہدایت کی کہ جو لونڈی کوئی پیشہ نہیں جانتی اور جو غلام صغیر السن ہیں ان کو کسی پیشہ کی تکلیف نہ دی جائے ورنہ ناجائز طریقے سے وہ روزینہ پیدا کریں گے، لیکن اس کے ساتھ ان کو عمدہ کھانا دیا جائے۔

(موطا امام مالک کتاب الجامع باب الامر بالرفق بالملوک)

غلاموں کو تعلیم دینے کا بیان

سب سے بڑھ کر یہ کہ صحابہ کرام نے غلاموں کو تعلیم بھی دلائی، ایک بار چند عیسائی غلام پکڑ کر آئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مکتب میں داخل کر دیا۔ (فتوح البلدان)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حمران بن ابان کو خرید کر لکھنا سکھایا اور اپنا میر منشی بنایا، (فتوح البلدان) بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ مکاتب میں آزاد بچوں کے ساتھ بہت سے غلاموں کے لڑکے بھی تعلیم پاتے تھے؛ چنانچہ ایک بار حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اون صاف کرنے کے لئے مکتب سے لڑکے طلب کئے تو کہلا بھیجا کہ آزاد بچے نہ بھیجے جائیں۔

(بخاری کتاب الدیات باب من استعان عبدا وصبیا)

غلاموں کو امان دینے کا حق دینا

امان دینے کا حق صرف فاتح قوم کو حاصل ہوتا ہے؛ لیکن خلفاء نے یہ حق خود غلاموں کو بھی دیا، چنانچہ ایک بار مسلمانوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تو ایک غلام نے محصور فوج کو امان دیدی، تمام مسلمانوں نے کہا اس کا اعتبار نہیں ہے؛ لیکن ان لوگوں نے کہا ہم آزاد اور غلام کو نہیں جانتے، اب اس باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا گیا تو انہوں نے لکھ بھیجا کہ مسلمانوں کے غلاموں کا معاہدہ خود مسلمانوں کا معاہدہ ہے۔ (فتوح البلدان)

غلاموں کی عزت وآبرو کی حفاظت

خلفاء راشدین لونڈیوں اور غلاموں کی عزت وآبرو کا اسی قدر پاس کرتے تھے جس قدر ایک آزاد مرد یا آزاد عورت کا کیا جاسکتا ہے، ایک بار ایک غلام نے کسی لونڈی کی ناموس پر ناجائز حملہ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو غلام کو جلا وطن کر دیا۔

(موطا امام محمد باب الاستکراہ فی الزنا)

حقوق میں مساوات

ان حقوق کے علاوہ ذاتی طور پر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ غلاموں کو عام مسلمانوں کے برابر سمجھتے تھے؛ چنانچہ اس کی بعض مثالیں حسن معاشرت کے عنوان میں گذر چکی ہیں۔

ان تمام مراتب کے پیش نظر ہو جانے کے بعد صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صحابہ کرام کے زمانے میں شخصی اور ملکی دونوں حیثیتوں سے غلام غلام نہیں رہے تھے؛ بلکہ مسلمانوں کے ایک فرد بن گئے تھے۔

بَابٌ فِي الِاسْتِئْذَانِ

باب: اجازت مانگنا

5171 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ مِنْ بَعْضِ حُجَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصٍ، أَوْ مَشَاقِصَ، قَالَ: فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتِلُهُ لِيَطْعَنَهُ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک حجرہ مبارک میں جھانکا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی لے کر اس کی طرف بڑھے، راوی کہتے ہیں: میں گویا اس وقت بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس (کنگھی کو) اس کی طرف یوں لہرا رہے تھے، کہ گویا اس کو چبھو دیں گے۔

5172 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنِ اطَّلَعَ فِي دَارِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ، فَفَقَئُوا عَيْنَهُ فَقَدْ هَدَرَتْ عَيْنُهُ

❁❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

''جو شخص کسی کے گھر میں، ان کی اجازت کے بغیر جھانکے، اور وہ لوگ اس کی آنکھ پھوڑ دیں، تو اس کی آنکھ ضائع جائے گی (اس کا قصاص نہیں لیا جا سکتا)''۔

5173 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنْ كَثِيرٍ، عَنِ الْوَلِيدِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا دَخَلَ الْبَصَرُ فَلَا إِذْنَ

❁❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب نگاہ اندر چلی گئی، تو پھر اجازت نہ رہی''

5174 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ هُزَيْلٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ - قَالَ عُثْمَانُ -: سَعْدٌ، فَوَقَفَ عَلَى بَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَأْذِنُ، فَقَامَ عَلَى الْبَابِ - قَالَ عُثْمَانُ: مُسْتَقْبِلَ الْبَابِ - فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰكَذَا - عَنْكَ - أَوْ هٰكَذَا، فَإِنَّمَا الْاِسْتِئْذَانُ مِنَ النَّظَرِ

ہذیل بیان کرتے ہیں: ایک شخص آیا، یہاں عثمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: حضرت سعد رضی اللہ عنہ آئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر کھڑے ہو کر اندر آنے کی اجازت مانگنے لگے، وہ دروازے پر کھڑے ہو گئے، عثمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: دروازے کے سامنے کھڑے ہو گئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''اس طرح (یعنی ایک طرف ہو جاؤ) کیونکہ اجازت لینے کا حکم اس لیے ہے، تاکہ گھر کے اندر (نگاہ) نہ پڑے''۔

5175 - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ سَعْدٍ نَحْوَهُ عَنِ النَّبِيِّ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

بَابُ كَيْفَ الْاِسْتِئْذَانُ

باب: اجازت کیسے لی جائے؟

5176 - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ، اَنَّ عَمْرَو بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَفْوَانَ، اَخْبَرَهُ عَنْ كَلَدَةَ بْنِ حَنْبَلٍ، اَنَّ صَفْوَانَ بْنَ اُمَيَّةَ، بَعَثَهُ اِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَبَنٍ وَجَدَايَةٍ وَضَغَابِيْسَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَعْلَى مَكَّةَ فَدَخَلْتُ وَلَمْ اُسَلِّمْ فَقَالَ: ارْجِعْ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَذٰلِكَ بَعْدَمَا اَسْلَمَ صَفْوَانُ بْنُ اُمَيَّةَ قَالَ عَمْرٌو: وَاَخْبَرَنِي ابْنُ صَفْوَانَ بِهٰذَا اَجْمَعَ عَنْ كَلَدَةَ بْنِ حَنْبَلٍ، وَلَمْ يَقُلْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ. قَالَ: اَبُوْ دَاوُدَ: قَالَ يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ، اُمَيَّةُ بْنُ صَفْوَانَ، وَلَمْ يَقُلْ سَمِعْتُهُ مِنْ كَلَدَةَ بْنِ حَنْبَلٍ، وَقَالَ يَحْيَى: اَيْضًا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَفْوَانَ، اَخْبَرَهُ اَنَّ كَلَدَةَ بْنَ الْحَنْبَلِ اَخْبَرَهُ

حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ نے انہیں دودھ، ہرن کا بچہ، اور لکڑیاں دے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مکہ مکرمہ کے بالائی حصہ میں موجود تھے، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں حاضر ہوا، میں نے سلام نہیں کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم واپس جاؤ اور السلام علیکم کہو، راوی کہتے ہیں: یہ حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد کا واقعہ ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس کے الفاظ میں کچھ فرق ہے۔

5177 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ عَامِرٍ اَنَّهُ اسْتَاْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتٍ فَقَالَ: اَاَلِجُ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَادِمِهِ: اخْرُجْ إِلَى هَذَا فَعَلِّمْهُ الاسْتِئْذَانَ، فَقُلْ لَهُ: قُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ، فَسَمِعَهُ الرَّجُلُ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ، فَأَذِنَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلَ

ربعی بیان کرتے ہیں: بنو عامر سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے یہ بات بیان کی: اس نے نبی اکرم ﷺ سے اجازت مانگی، نبی اکرم ﷺ اس وقت گھر میں موجود تھے، اس نے دریافت کیا: میں اندر آ جاؤں؟ نبی اکرم ﷺ نے اپنے خادم سے دریافت کیا: تم باہر اس کے پاس جاؤ اور اسے اجازت لینے کا طریقہ سکھاؤ اور تم اس سے کہو: تم یوں کہو: السلام علیکم! کیا میں اندر آ جاؤں؟ اس شخص نے یہ آواز سنی، تو کہا: السلام علیکم، کیا میں اندر آ جاؤں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے اسے اجازت دی، تو وہ اندر آیا۔

5178 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، قَالَ: حُدِّثْتُ أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي عَامِرٍ اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِمَعْنَاهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، وَلَمْ يَقُلْ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَامِرٍ

ربعی بن حراش بیان کرتے ہیں: مجھے یہ بات بتائی گئی ہے: بنو عامر سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس کی سند میں کچھ اختلاف ہے۔

5179 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَامِرٍ، أَنَّهُ اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ: فَسَمِعْتُهُ فَقُلْتُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ

ربعی بیان کرتے ہیں: بنو عامر سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، راوی بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ بات سنی، تو میں نے کہا: السلام علیکم! کیا میں اندر آ جاؤں؟

بَابُ كَمْ مَرَّةً يُسَلِّمُ الرَّجُلُ فِي الِاسْتِئْذَانِ

باب: آدمی اجازت لیتے ہوئے، کتنی مرتبہ سلام کرے گا؟

5180 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي

5186 حديث صحيح، بقية - وهو ابن الوليد - قد صرح بالتحديث، وقد روى الحديث من طريقين آخرين حسنين كما سيأتي. محمد بن عبد الرحمن هو ابن عرق اليحصبي. وأخرجه البيهقي في "السنن الكبرى" 8/339 من طريق أبي داود، بهذا الإسناد. وأخرجه أحمد في "مسنده" (17694)، والبخاري في "الأدب المفرد" (1078)، ويعقوب بن سفيان في "المعرفة والتاريخ" 2/351 من طرق عن بقية، به. وأخرجه أحمد في "مسنده" (17692) من طريق إسماعيل بن عياش، والبيهقي في "شعب الإيمان" (8822).

سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا فِي مَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ الْأَنْصَارِ، فَجَاءَ أَبُو مُوسَى فَزِعًا، فَقُلْنَا لَهُ: مَا أَفْزَعَكَ، قَالَ: أَمَرَنِي عُمَرُ أَنْ آتِيَهُ، فَأَتَيْتُهُ فَاسْتَأْذَنْتُ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، فَرَجَعْتُ، فَقَالَ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَنِي، قُلْتُ: قَدْ جِئْتُ فَاسْتَأْذَنْتُ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ قَالَ: لَتَأْتِيَنَّ عَلَى هَذَا بِالْبَيِّنَةِ، فَقَالَ: أَبُو سَعِيدٍ: لَا يَقُومُ مَعَكَ إِلَّا أَصْغَرُ الْقَوْمِ، قَالَ: فَقَامَ أَبُو سَعِيدٍ مَعَهُ فَشَهِدَ لَهُ

❀❀ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں انصار کی ایک محفل میں بیٹھا ہوا تھا، اسی دوران حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے آئے، ہم نے ان سے دریافت کیا: آپ کیوں پریشان ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں ان کی بارگاہ میں حاضر ہوں، میں ان کے پاس آیا اور میں نے تین مرتبہ اندر آنے کی اجازت مانگی، تو میں واپس آ گیا (بعد میں) انہوں نے دریافت کیا؟ تم میرے پاس کیوں نہیں آئے؟ میں نے عرض کیا: میں آیا تھا، میں نے تین مرتبہ اجازت مانگی تھی، مجھے اجازت نہیں ملی تو میں واپس چلا گیا، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کوئی شخص تین مرتبہ اندر آنے کی اجازت مانگے اور اسے اجازت نہ ملے تو اسے واپس چلے جانا چاہیے"

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا تو آپ میرے پاس کوئی گواہ لے کر آئیں، راوی کہتے ہیں: تو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کے ساتھ وہ شخص جائے گا، جو سب سے چھوٹا ہو۔

راوی کہتے ہیں: تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ اٹھ کر گئے اور انہوں نے گواہی دی۔

5181 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، أَنَّهُ أَتَى عُمَرَ فَاسْتَأْذَنَ ثَلَاثًا فَقَالَ: يَسْتَأْذِنُ أَبُو مُوسَى، يَسْتَأْذِنُ الْأَشْعَرِيُّ، يَسْتَأْذِنُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ قَيْسٍ، فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ، فَرَجَعَ، فَبَعَثَ إِلَيْهِ عُمَرُ: مَا رَدَّكَ؟ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَسْتَأْذِنُ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا، فَإِنْ أُذِنَ لَهُ وَإِلَّا فَلْيَرْجِعْ قَالَ: ائْتِنِي بِبَيِّنَةٍ عَلَى هَذَا، فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ، فَقَالَ: هَذَا أُبَيٌّ فَقَالَ أُبَيٌّ: يَا عُمَرُ لَا تَكُنْ عَذَابًا عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا أَكُونُ عَذَابًا عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❀❀ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں آئے، انہوں نے تین مرتبہ اندر آنے کی اجازت مانگی، انہوں نے کہا: ابوموسیٰ اندر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے، اشعری اندر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے، عبداللہ بن قیس اندر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت نہیں دی، وہ واپس چلے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے پیچھے پیغام بھجوایا اور دریافت کیا: کہ کیوں واپس چلے گئے؟ تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"کوئی شخص تین مرتبہ اجازت مانگے، اگر سے اجازت مل جائے، تو ٹھیک ہے، ورنہ واپس چلا جائے"

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ میرے پاس اس بات کا کوئی ثبوت لے کے آئیں (کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی یہ بات

ارشاد فرمائی ہے) تو وہ گئے اور پھر واپس آئے اور بولے: یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں، جو میری اس بات کی گواہی دیں گے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے حضرت عمر! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لیے سختی نہ بنیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لیے سختی نہیں ہوں"

5182 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، أَنَّ أَبَا مُوسَى، اسْتَأْذَنَ عَلَى عُمَرَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فِيهِ: فَانْطَلَقَ بِأَبِي سَعِيدٍ فَشَهِدَ لَهُ فَقَالَ: أَخَفِيَ عَلَيَّ هَذَا مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْهَانِي السَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ، وَلَكِنْ سَلِّمْ مَا شِئْتَ، وَلَا تَسْتَأْذِنْ.

❁❁ عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی، اس کے بعد حسب سابق واقعہ ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: "تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ گئے اور انہوں نے ان کے حق میں گواہی دی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مجھ سے مخفی رہا؟ بازار کے لین دین نے مجھے غافل کر دیا ہوگا، البتہ آپ جب چاہیں سلام کر کے (اندر آجایا کریں) آپ کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

5183 - حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقَاهِرِ بْنُ شُعَيْبٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: لِأَبِي مُوسَى إِنِّي لَمْ أَتَّهِمْكَ وَلَكِنَّ الْحَدِيثَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَدِيدٌ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ موجود ہیں:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں آپ پر الزام عائد نہیں کر رہا، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول حدیث کا معاملہ انتہائی اہم ہے"

5184 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَعَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ عُلَمَائِهِمْ فِي هَذَا فَقَالَ عُمَرُ: لِأَبِي مُوسَى أَمَا إِنِّي لَمْ أَتَّهِمْكَ وَلَكِنْ خَشِيتُ أَنْ يَتَقَوَّلَ النَّاسُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ موجود ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں آپ پر الزام عائد نہیں کر رہا، لیکن مجھے یہ اندیشہ تھا کہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف باتیں خواہ مخواہ منسوب کرنا شروع کر دیں گے۔

5185 - حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَبُو مَرْوَانَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْمَعْنَى - قَالَ: مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى - حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ أَبِي كَثِيرٍ يَقُولُ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ

أَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: زَارَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنْزِلِنَا فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، فَرَدَّ سَعْدٌ رَدًّا خَفِيًّا، قَالَ قَيْسٌ: فَقُلْتُ: أَلَا تَأْذَنُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ذَرْهُ يُكْثِرُ عَلَيْنَا مِنَ السَّلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، فَرَدَّ سَعْدٌ رَدًّا خَفِيًّا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، ثُمَّ رَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاتَّبَعَهُ سَعْدٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي كُنْتُ أَسْمَعُ تَسْلِيمَكَ وَأَرُدُّ عَلَيْكَ رَدًّا خَفِيًّا لِتُكْثِرَ عَلَيْنَا مِنَ السَّلَامِ، قَالَ: فَانْصَرَفَ مَعَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ لَهُ سَعْدٌ بِغُسْلٍ، فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ نَاوَلَهُ مِلْحَفَةً مَصْبُوغَةً بِزَعْفَرَانٍ، أَوْ وَرْسٍ، فَاشْتَمَلَ بِهَا، ثُمَّ رَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ عَلَى آلِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ: ثُمَّ أَصَابَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الطَّعَامِ، فَلَمَّا أَرَادَ الِانْصِرَافَ قَرَّبَ لَهُ سَعْدٌ حِمَارًا قَدْ وَطَّأَ عَلَيْهِ بِقَطِيفَةٍ، فَرَكِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا قَيْسُ اصْحَبْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ قَيْسٌ: فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ارْكَبْ فَأَبَيْتُ، ثُمَّ قَالَ: إِمَّا أَنْ تَرْكَبَ وَإِمَّا أَنْ تَنْصَرِفَ قَالَ: فَانْصَرَفْتُ. قَالَ هِشَامٌ أَبُو مَرْوَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، وَابْنُ سَمَاعَةَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرَا قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ

❁❁ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ملنے کے لیے ہمارے گھر تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پست آواز میں جواب دیا۔ اس پر قیس نے کہا: کیا آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر آنے کی اجازت پیش نہیں کریں گے؟ انہوں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر بکثرت سلام بھیج دینے دو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پھر پست آواز میں جواب دیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپسی کے لیے مڑ گئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آئے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کرنے کی آواز سن رہا تھا اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پست آواز میں جواب دے رہا تھا، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر زیادہ سلام بھیجیں، راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہمراہ واپس تشریف لائے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غسل کا انتظام کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا، پھر انہوں نے زعفران یا ورس سے رنگی ہوئی چادر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لپیٹ لیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے:

''اے اللہ! سعد بن عبادہ کی آل پر اپنی رحمتوں اور برکتوں کا نزول فرما''

پھر نبی اکرم ﷺ نے کچھ کھانا کھایا، جب آپ ﷺ واپس تشریف لے جانے لگے، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے گدھا آگے کیا جس کی پشت پر کپڑا ڈال دیا گیا تھا، نبی اکرم ﷺ اس پر سوار ہوئے، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اے قیس! تم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جاؤ، حضرت قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم سوار ہو جاؤ، میں نے یہ بات نہیں مانی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یا تو تم سوار ہو جاؤ، یا تم واپس چلے جاؤ، راوی کہتے ہیں: میں واپس آ گیا۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس کی سند میں کچھ اختلاف ہے۔

5186 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ فِي آخَرِينَ قَالُوا: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى بَابَ قَوْمٍ لَمْ يَسْتَقْبِلِ الْبَابَ مِنْ تِلْقَاءِ وَجْهِهِ، وَلٰكِنْ مِنْ رُكْنِهِ الْأَيْمَنِ، أَوِ الْأَيْسَرِ، وَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَذٰلِكَ أَنَّ الدُّورَ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا يَوْمَئِذٍ سُتُورٌ

❁❁ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب کسی کے گھر تشریف لاتے تھے، تو آپ ﷺ دروازے کے عین سامنے کھڑے نہیں ہوتے تھے، بلکہ آپ ﷺ کچھ دائیں طرف یا بائیں طرف کھڑے ہوتے تھے اور السلام علیکم فرماتے تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دنوں دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے۔

بَابُ الرَّجُلِ يَسْتَأْذِنُ بِالدَّقِّ

باب: آدمی کا دستک دے کر اجازت لینا

5187 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّهُ ذَهَبَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَيْنِ أَبِيهِ فَدَقَقْتُ الْبَابَ، فَقَالَ: مَنْ هٰذَا؟ قُلْتُ: أَنَا، قَالَ: أَنَا أَنَا كَأَنَّهُ كَرِهَهُ

❁❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ اپنے لیے قرض کے معاملے میں، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ کہتے ہیں: میں نے دروازہ کھٹکھٹایا، تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کی: میں ہوں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں ہوں، میں ہوں، یعنی آپ ﷺ نے اس بات کو ناپسند کیا۔

5188 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ يَعْنِي الْمَقَابِرِيَّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عَبْدِ الْحَارِثِ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى دَخَلْتُ حَائِطًا، فَقَالَ لِي: أَمْسِكِ الْبَابَ فَضُرِبَ الْبَابُ فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَعْنِي حَدِيثَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ فِيهِ: فَدَقَّ الْبَابَ

❁❁ حضرت نافع بن عبدالحارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکلا، یہاں تک کہ میں ایک باغ میں داخل ہوا، تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم دروازے کا خیال رکھنا، دروازہ کھٹکھٹایا گیا، میں نے دریافت کیا: کون ہے؟ اس

کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے۔
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے مراد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُدْعَى أَيَكُونُ ذٰلِكَ إِذْنَهُ

باب: جس کسی شخص کو بلایا جائے، تو کیا یہ اس کے لیے اذن شمار ہوگا؟

5189 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حَبِيبٍ، وَهِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رَسُولُ الرَّجُلِ إِلَى الرَّجُلِ إِذْنُهُ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''آدمی کا کسی دوسرے شخص کی طرف قاصد کو بھیجنا اس کی طرف سے اذن ہے''

5190 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ فَجَاءَ مَعَ الرَّسُولِ فَإِنَّ ذٰلِكَ لَهُ إِذْنٌ قَالَ أَبُو عَلِيٍّ اللُّؤْلُؤِيُّ: سَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ يَقُولُ: قَتَادَةُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي رَافِعٍ شَيْئًا

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''جب کسی شخص کو کھانے کی دعوت میں بلایا جائے اور وہ قاصد کے ساتھ آ جائے، تو یہ اس کے لیے اذن شمار ہوگا''
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ بات کہی جاتی ہے: قتادہ نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت نہیں سنی ہے۔

بَابُ الِاسْتِئْذَانِ فِي الْعَوْرَاتِ الثَّلَاثِ

باب: پردے کے تین اوقات میں اجازت لینا

5191 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، قَالَ: حَدَّثَنَا ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، وَابْنُ عَبْدَةَ، وَهٰذَا حَدِيثُهُ قَالَا: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: لَمْ يُؤْمَرْ بِهَا أَكْثَرُ النَّاسِ آيَةَ الْإِذْنِ، وَإِنِّي لَآمُرُ جَارِيَتِي هٰذِهِ تَسْتَأْذِنُ عَلَيَّ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ عَطَاءٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَأْمُرُ بِهِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اجازت لینے کے حکم سے متعلق آیت پر اکثر لوگ عمل نہیں کرتے، میں اپنی کنیز کو یہ ہدایت کرتا ہوں، کہ تم میرے ہاں اندر آنے سے پہلے اجازت لیا کرو۔
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عطاء نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہی روایت نقل کی ہے کہ وہ یہ

ہدایت کیا کرتے تھے۔

5192 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ قَالُوا: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ كَيْفَ تَرَى فِي هَذِهِ الْآيَةِ الَّتِي أُمِرْنَا فِيهَا بِمَا أُمِرْنَا، وَلَا يَعْمَلُ بِهَا أَحَدٌ، قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ) (النور: 58) لَكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوَّافُونَ عَلَيْكُمْ قَرَأَ الْقَعْنَبِيُّ إِلَى (عَلِيمٌ حَكِيمٌ) (النور: 58) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ اللهَ حَلِيمٌ رَحِيمٌ بِالْمُؤْمِنِينَ يُحِبُّ السَّتْرَ، وَكَانَ النَّاسُ لَيْسَ لِبُيُوتِهِمْ سُتُورٌ وَلَا حِجَالٌ، فَرُبَّمَا دَخَلَ الْخَادِمُ أَوِ الْوَلَدُ أَوْ يَتِيمَةُ الرَّجُلِ وَالرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ، فَأَمَرَهُمُ اللهُ بِالِاسْتِئْذَانِ فِي تِلْكَ الْعَوْرَاتِ، فَجَاءَهُمُ اللهُ بِالسُّتُورِ وَالْخَيْرِ، فَلَمْ أَرَ أَحَدًا يَعْمَلُ بِذَلِكَ بَعْدُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَدِيثُ عُبَيْدِ اللهِ وَعَطَاءٍ يُفْسِدُ هَذَا الْحَدِيثَ

عکرمہ بیان کرتے ہیں: اہل عراق کے کچھ لوگوں نے کہا: اے عبداللہ بن عباس! اس آیت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ جس میں ہمیں جو حکم دیا گیا ہے، اس پر کوئی عمل نہیں کرتا اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اے ایمان والو! جو تمہارے زیر ملکیت ہیں، انہیں بھی چاہیے کہ وہ پہلے اجازت لیں اور وہ بچے بھی جو بالغ نہیں ہوئے، یہ تین مواقع پر ہوگا، فجر کی نماز سے پہلے، اور جب تم دوپہر کے وقت اپنے اضافی کپڑے اتار دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تمہارے پردے کے تین اوقات ہیں، تم پر اور ان لوگوں پر، ان کے علاوہ کوئی گناہ نہیں ہے، ان لوگوں کے لیے جو تمہارے ہاں آتے جاتے رہتے ہیں''۔

قعنبی نامی راوی نے اس آیت کو یہاں تک تلاوت کیا: ''علم رکھنے والا حکمت والا''۔

تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ بردبار ہے، مومنوں پر رحم فرمانے والا ہے، وہ پردہ پوشی کو پسند کرتا ہے، پہلے لوگوں کے گھروں میں پردے نہیں ہوتے تھے اور اوٹ نہیں ہوتی تھی، تو بعض اوقات ایسا ہوتا، کہ کوئی خادم، یا بچہ، یا آدمی کی زیر پرورش یتیم لڑکی اندر داخل ہوتی، تو آدمی اپنی بیوی کے ساتھ مصروف ہوتا، تو اللہ تعالیٰ نے ان اوقات میں اجازت لینے کا حکم لوگوں کو دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو پردے اور دیگر بھلائیاں، یعنی ساز و سامان، دروازے وغیرہ عطا کر دیئے، تو میں نے کسی شخص کو اس کے بعد اس پر عمل کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبیداللہ اور عطاء کی نقل کردہ روایت اس کو غلط قرار دیتی ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تمہارے مملوک غلاموں اور نابالغ لڑکوں کو (گھروں میں داخل ہونے کے لئے تین

کے یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں، ان تین اوقات کے بعد (بلا اجازت) آنے میں نہ تم پر کوئی حرج ہے اور نہ ان پر کوئی گناہ ہے وہ تمہارے ہاں ایک دوسرے کے پاس گھروں میں آنے جانے والے ہیں، اللہ اسی طرح اپنی آیتیں تمہارے لئے بیان فرماتا ہے اور اللہ خوب علم والا، بے حد حکمت والا ہے۔ (النور: ۵۸)

اوقات میں اجازت طلب کرنی چاہئے، نماز فجر سے پہلے اور ظہر وقت جب تک اپنے (فالتو) کپڑے اتار دیتے ہو اور عشاء کی نماز

تین اوقات میں گھر میں دخول کے لئے نوکروں اور نابالغ لڑکوں کو اجازت لینے کا حکم

امام عبدالرحمن بن محمد ابن ابی حاتم المتوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

عکرمہ بین کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دو آدمیوں نے اس آیت کے متعلق سوال کیا جس میں اللہ تعالیٰ نے پردے کے ان تین اوقات میں اجازت طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ ستر کرنے والا ہے اور ستر کو پسند کرتا ہے لوگوں کے گھروں کے دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے اور نہ ان کے گھروں پر حجاب ہوتا تھا، بسا اوقات اچانک اس کے گھر میں اس کا خادم یا اس کا بیٹا یا اس کی لے پالک بیٹی آجاتی اور وہ اس وقت اپنی بیوی کے ساتھ مشغول ہوتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ ان اوقات میں اجازت طلب کر کے گھر میں داخل ہوں، پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر وسعت اور کشادگی کر دی اور انہوں نے اپنے گھروں میں پردے ڈال لئے اور لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ ان کا پردے ڈال دینا کافی ہے اور اب اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: 14787)

موسیٰ بن ابی عائشہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے شعبی سے اس آیت کے متعلق سوال کیا، انہوں نے کہا یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی لیکن لوگوں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث 14790)

حسن بصری نے کہا جب کوئی شخص اپنے خادم کو رات میں اپنے پاس ٹھہرائے تو وہ اس کی طرف سے اجازت ہے اور اگر وہ اس کو رات میں اپنے پاس ٹھہراتا تو وہ ان تین اوقات میں اجازت طلب کر کے اندر آئے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: 14791)

مقاتل بن حیان اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری اور اس کی بیوی اسماء بنت مرشدہ دونوں نے نبی ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا اور لوگ ان سے اجازت لئے بغیر ان کے گھر میں داخل ہو گئے تو حضرت اسماء نے کہا: یا رسول اللہ! یہ کتنی بری بات ہے! کہ ایک عورت اور اس کا خاوند ایک کپڑا اوڑھے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کا خادم بغیر اجازت لئے ہوئے گھر میں داخل ہو جاتا ہے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: 14795)

سدی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ان اوقات میں اپنی ازواج سے جماع کرنے کو پسند کرتے تھے، پھر وہ غسل کر کے نماز پڑھنے کے لیے جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے غلاموں اور نابالغ لڑکوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ان اوقات میں بغیر اجازت کے گھروں میں داخل نہ ہوں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: 14796)

اجازت مذکورہ کا حکم منسوخ ہو چکا ہے یا باقی ہے۔

علامہ ابوعبداللہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ نے اس آیت کے منسوخ ہونے نہ ہونے کے متعلق حسب ذیل اقوال ذکر کئے ہیں۔

(۱) ابن المسیب اور ابن جبیر نے کہا یہ آیت منسوخ ہے۔
(۲) ابو قلابہ نے کہا یہ حکم مستحب ہے واجب نہیں ہے، ان کی مصلحت کے اعتبار سے یہ حکم دیا گیا تھا۔
(۳) ابو عبدالرحمٰن اسلمی نے کہا اس حکم کی مخاطب خواتین ہیں۔
(٤) حضرت ابن عمر نے کہا اس حکم کے مخاطب مرد ہیں۔
(٥) یہ حکم پہلے واجب تھا کیونکہ پہلے گھروں کے نہ کواڑ تھے نہ دروازے، اور اگر پھر ایسے گھر ہوں تو یہ حکم پھر واجب ہوگا۔
(٦) قاسم، جابر بن زید، شعبی اور اکثر اہل علم کا یہ مذہب ہے کہ یہ حکم واجب اور ثابت ہے، مردوں اور عورتوں دونوں پر۔

اس مسئلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ جب لوگوں کے گھروں میں دروازے اور پردے نہیں تھے اس وقت اس آیت کے حکم پر عمل کرنا واجب تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر وسعت عطا کردی تو اب اس حکم پر عمل کرنا واجب نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اسی طرح فرماتے تھے جیسا کہ ہم نے تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: 14787 کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ٥١٢٢)

اس آیت میں جو ثلاث مرات فرمایا ہے اس کا معنی تین اوقات ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر وقت میں تین مرتبہ اجازت لینا ضروری ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٤١٥ھ)

تین اوقات میں خصوصی بغاوت کی تاکید

۱۔ ابن ابی حاتم نے مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی اور اس کی بیوی اسماء بنت مرشدہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کیا اسماء نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کتنی بری بات ہے؟ کہ ایک آدمی بیوی اور اس کے شوہر کے پاس اس حال میں آتا ہے میاں اور بیوی ایک ہی کپڑے میں ہوتے ہیں اور ان سے اجازت بھی نہیں لیتا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ آیت: یا ایھا الذین امنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم ''غلاموں اور باندیوں میں سے آیت'' والذین لم یبلغوا الحلم منکم ''اور تمہارے آزاد مردوں اور عورتوں میں سے۔

۲۔ ابن ابی حاتم نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ لوگ اس بات سے ناخوش ہوتے تھے کہ ان اوقات میں اپنی بیویوں سے ہم بستری کریں تاکہ پھر وہ غسل کریں اور نماز کے لیے جائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے غلاموں اور لڑکوں کا حکم کریں کہ وہ ان اوقات میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہوں۔

۳۔ ابن مردویہ نے ثعلبہ القرظی سے روایت کیا اور انہوں نے عبداللہ بن سوید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان تین پردوے کے اوقات کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا جب میں دوپہر کے بعد اپنے کپڑے اتاردوں اس وقت خدا میں سے اور ان لڑکوں میں جو ابھی بالغ نہیں ہوئے میرے پاس نہ آئے نہ مرد و زن میں سے کوئی بغیر اجازت کے آئے ہو اور جب میں اپنے کپڑے اتاردوں عشاء کی نماز کے اور صبح سے پہلے۔

۴۔ عبد بن حمید والبخاری فی الادب وثعلبہ بن ابی مالک قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وہ عبداللہ بن سوید رضی اللہ عنہ کے پاس گیا جو بنی حارثہ بن حارث سے تعلق رکھتا تھا تاکہ ان سے ثلاث عورات کے بارے میں پوچھوں اور وہ ان پر عمل کرتے تھے انہوں نے پوچھا تیرا کیا ارادہ ہے۔ میں نے کہا میں ارادہ کرتا ہوں کہ میں بھی ان پر عمل کروں تو انہوں نے فرمایا جب میں کپڑوں کو دوپہر کے بعد اتاردوں تو میرے اہل وعیال میں سے کوئی بالغ میرے پاس اندر نہ آئے مگر میری اجازت سے مگر یہ کہ میں اس کو بلاؤ تو یہ اس کی اجازت ہوگی اور نہ اس وقت کوئی داخل ہو جب فجر طلوع ہو اور لوگ حرکت کررہے ہوں یہاں تک کہ فجر کی نماز پڑھ لیں اور نہ اس وقت داخل ہوں جب عشاء کی نماز پڑھ لی جائے اور میں اپنے کپڑوں کو اتاردوں یہاں تک کہ سوجاؤ پھر فرمایا یہ تین پردے کے اوقات ہیں۔

۵۔ ابن سعد نے سوید بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ان سے تین پردوں کے اوقات کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا جب میں اپنے کپڑے دوپہر کو اتاردو تو میرے گھر والوں میں سے کوئی داخل نہ ہو مگر یہ کہ میں اس کو بلاؤ تو یہ اس کی اجازت ہوگی اور جب فجر طلوع ہو جائے اور لوگ حرکت کرنے لگیں یہاں تک کہ صبح کی نماز پڑھ لی جائے اور جب میں عشاء پڑھ لوں اور اپنے کپڑے اتاردوں تو یہ تین اوقات پردے کے ہیں۔

۶۔ سعید بن منصور وابن ابی شیبہ وابوداؤد وابن مردویہ والبیہقی نے اپنی سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ایک آیت ایسی ہے کہ اس کا اکثر لوگوں نے یقین نہیں کیا اور وہ اجازت والی آیت ہے بلاشبہ میں حکم کرنے والا ہوں اپنی اس لونڈی کو بھی جو چھوٹے قد والی میرے پاس کھڑی ہے کہ وہ مجھ سے اجازت لیا کرے۔

۷۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اس آیت کے بارے میں لوگ سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آیت یاایھا الذین امنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم اور یہ کبھی بھی منسوخ نہیں ہوئی۔

۸۔ ابن ابی شیبہ نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ آیت لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم. یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ کہا گیا کہ لوگ اس پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ فرمایا واللہ المستعان۔

۹۔ ابن ابی شیبہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ان اوقات میں غلام اور نابالغ لوگ ان کے پاس نہ آتے تھے۔

۱۰۔ ابن جریر وابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لوگوں نے تین آیات کو چھوڑ دیا ہے ان پر عمل نہیں کرتے (۱) آیت یا ایھا الذین امنوا لیستاذنکم الذین ملك ایمانکم" (۲) جو سورۃ نساء میں ہے آیت واذا حضر القسمۃ اور وہ آیت جو حجرات میں ہے آیت "ان اکرمکم عنداللہ اتقکم۔

۱۱۔ ابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقی فی السنن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت "لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم" کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ جب آدمی اپنی بیوی کے ساتھ اکیلا عشاء کے بعد ہو تو اس کے پاس کوئی خادم یا کوئی بچہ اندر نہ جائے مگر اس کی اجازت سے یہاں تک کہ صبح کی نماز پڑھ لی جائے۔ اور جب دوپہر کے وقت اپنی بیوی کے ساتھ

اکیلا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور ان کے علاوہ بغیر اجازت کے داخل ہونے کی رخصت دی گئی ہے اور یہی قول ہے اللہ تعالیٰ کا آیت لیس علیکم ولا علیھم جناح بعدھن اور وہ لڑکا جو بالغ ہو گیا وہ بھی کسی میاں بیوی کے پاس اندر داخل نہ ہو مگر ان کی اجازت سے اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے آیت واذا بلغ الاطفال منکم الحلم فلیستاذنوا کما استاذن الذین من قبلھم۔

۱۲۔ ابوداؤد وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ والبیہقی فی السنن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ دو آدمیوں نے ثلاث عورات کے بارے میں پوچھا جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم فرمایا ابن عباس نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ ستر والا پردہ پوشی کو پسند فرماتے اور لوگوں کے دروازوں پر پردے نہیں تھے اور نہ ان کے کمروں میں پردے ہوتے تھے کسی وقت اس کا خادم یا اس کا لڑکا یا اس کا یتیم بچہ اس کے کمرے میں آ جاتا تھا اور وہ اپنی بیوی کے پاس ہوتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا بعد میں اللہ تعالیٰ نے ستر کا حکم دیا اور ان کے لیے رزق میں کشادگی کر دی تو ان لوگوں نے دروازوں پر پردے بنائے اور کمروں میں بھی پردے بنا لیے لوگوں نے خیال کیا کہ اجازت کیلئے یہی کافی ہے جس کا وہ حکم دیئے گئے۔

۱۳۔ ابن ابی شیبہ والبخاری فی الادب وابن جریر وابن المنذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت "لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم کے بارے میں روایت کیا کہ یہ حکم مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں۔

۱٤۔ الفریابی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت "ثلث عورت لکم. لیس علیکم ولا علیھم جناح بعدھم. طوافون علیکم، کے بارے میں روایت کیا کہ یہ حکم عورتوں کیلئے مردوں کے لیے نہیں کہ وہ بغیر اجازت کے داخل ہوں۔

۱۵۔ ابن مردویہ نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت "یا ایھا الذین امنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم" سے مراد ہے کہ یہ عورتوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ ہم پر اندر آنے کے لیے اجازت لیا کریں۔

۱٦۔ الحاکم وصححہ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آیت یا ایھا الذین امنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم سے عورتیں مراد ہیں۔ کیونکہ مرد تو اجازت لے ہی لیتے ہیں۔

عورتیں بھی اجازت لے کر داخل ہوا کریں

۱۷۔ الفریابی وابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتم نے ابو عبدالرحمن سلمی رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ یہ خاص طور پر عورتوں کے بارے میں ہے اور مرد تو ہر حال میں دن اور رات میں اجازت لے کر داخل ہوتے ہیں۔

۱۸۔ الفریابی نے موسیٰ بن ابو عائشہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے شعبی سے اس آیت کے بارے میں پوچھا کیا یہ آیت یا ایھا الذین امنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم منسوخ ہے فرمایا نہیں۔

۱۹۔ابن ابی حاتم نے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا آیت والذین لم یبلغوا الحلم منکم سے تمہارے بیٹے مراد ہیں۔

۲۰۔ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ طوافون علیکم سے افراد مراد ہیں جو صبح شام بغیر اجازت کے آتے جاتے اور آیت واذا بلغ الاطفال یعنی چھوٹے بچے آیت منکم الحلم یعنی آدمی کی اپنی اولاد اور قریبی رشتہ داروں کی اولاد فلیستاذنو کما استاذن الذین من قبلھم وہ اسی طرح اجازت طلب کرے جس طرح آدمی کی اپنی بڑی اولاد اور رشتہ داروں کی اولاد اجازت طلب کرتی ہے۔

۲۱۔ابن ابی حاتم نے مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت کما استاذن الذین من قبلھم سے مراد ہے جیسے وہ جو اس سے قبل ہی بالغ ہو چکے ہیں وہ اجازت لیتے ہیں کہ جن کو اجازت لینے کا حکم دیا گیا ہے ہر حال میں۔

۲۲۔ابن ابی حاتم نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی کو اپنی ماں سے بھی اجازت لینی چاہیے کیونکہ یہ آیت نازل ہوئی۔آیت واذا بلغ الاطفال منکم الحلم اس بارے میں۔

۲۳۔ابن ابی شیبہ وابن جریر والبیہقی فی السنن ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ان سے ایک آدمی نے ماں سے اجازت لینے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا ہاں اجازت لینی چاہیے۔کہ تو اس کے ہر حال میں اس کو دیکھنا پسند نہیں کرتا ہوگا۔

۲۴۔ابن ابی شیبہ والبخاری فی الادب جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنی اولاد اور اپنی ماں سے اندر آنے کی اجازت لے۔اگرچہ وہ بوڑھی ہو اور اپنے بھائی اور اپنی بہن اور اپنے باپ سے بھی اجازت لے۔

۲۵۔سعید بن منصور والبخاری فی الادب وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اپنی بہن سے اجازت لینے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا ہاں اجازت لینی چاہیے میں نے کہا کہ وہ میری پرورش میں ہے اور میں اس پر خرچ کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ میرے گھر میں ہے کیا میں اس سے اندر آنے کی اجازت لوں؟ فرمایا ہاں! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آیت "لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم منکم" الآیۃ۔ان کا اجازت لینے کا حکم نہیں دیا گیا ہے مگر ان تین اوقات میں اور فرمایا آیت واذا بلغ الاطفال منکم الحلم فلیستاذنوا کما استاذن الذین من قبلھم تو پھر اجازت لینا واجب ہے تمام امت پر۔

۲۶۔ابن جریر نے زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے ماں سے اجازت لینے کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا ہاں اجازت لو کیا تو پسند کرتا ہے کہ اس کو برہنہ حالت میں دیکھے۔

اپنی ماں سے اجازت لینا

۲۷۔ابن جریر والبیہقی فی السنن عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اپنی ماں سے اجازت لوں؟ آپ نے فرمایا ہاں اجازت لو اس نے کہا کہ میں اس کے ساتھ گھر میں رہتا ہوں آپ نے فرمایا اس

سے اجازت لو اس نے پھر کہا میں اس کا خادم ہوں کیا میں اس سے اجازت لوں جب بھی میں داخل ہوں فرمایا کیا تو اس بات کو پسند کرے گا کہ تو اس کو ننگی حالت میں دیکھے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا پھر اس سے اجازت لے لیا کرو۔

۲۸۔ ابن ابی شیبہ و البخاری فی الادب و البیہقی حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ان سے سوال کیا گیا ایک آدمی اپنی والدہ سے اندر آنے کی اجازت لے۔ انہوں نے فرمایا ہاں اجازت لے اگر تو نے ایسا نہ کیا تو اس کا وہ حصہ دیکھے گا جس کو تو ناپسند کرے گا۔

۲۹۔ ابن ابی شیبہ نے ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے آیت "والذین لم یبلغوا الحلم منکم کے بارے میں فرمایا کہ وہ لوگ ہم کو سکھاتے ہیں کہ جب ہم میں سے کوئی آئے اور السلام علیکم کہہ کر یوں کہے کیا فلاں اندر داخل ہو جائے۔

۳۰۔ ابن ابی شیبہ و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر دیہاتی غالب نہ آجائیں تمہاری نماز کے نام پر اللہ کی کتاب میں یہ نام عشاء ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آیت "ومن بعد صلوٰۃ العشاء" اور عتمہ اونٹنی کو کہتے ہیں۔

۳۱۔ ابن ابی شیبہ و ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر دیہاتی غالب نہ آجائیں تمہاری عشاء کی نماز کے نام پر کیونکہ اللہ کی کتاب میں اس کا نام عشاء ہے اور عتمہ اونٹنی کے دوہنے کو کہتے ہیں۔

۳۲۔ عبد بن حمید نے عاصم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وہ آیت ثلث عورت کو نصب کے ساتھ پڑھتے تھے۔

(تفسیر در منثور، سورہ نور، ۵۸، بیروت)

بَابٌ فِي إِفْشَاءِ السَّلَامِ

باب: سلام کو عام کرنا (یا پھیلانا)

5193 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَفَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى أَمْرٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو گے، جب تک تم ایمان نہیں لاتے اور تم لوگ اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو گے، جب تک ایک دوسرے سے محبت نہیں رکھتے، میں تمہاری راہنمائی اس چیز کی طرف کروں کہ جب تک تم وہ چیز کر لو گے، تو تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے، تم اپنے درمیان سلام کو پھیلا دو"۔

5194 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَجُلًا، سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: تُطْعِمُ الطَّعَامَ،

وَتَقْرَأُ السَّلَامَ، عَلَىٰ مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: کون سا اسلام زیادہ بہتر ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "یہ کہ تم کھانا کھلاؤ اور جسے تم جانتے ہو اور جسے تم نہیں جانتے ہو اسے سلام کرو"۔

سلام کے معنی ومفہوم کا بیان

سلام کے معنی ہیں نقائص وعیوب سے برأت ونجات پانا۔ سلام اللہ تعالیٰ کا ایک اسم پاک ہے جس کے معنی ہیں وہ ذات جو ہر عیب وآفت اور تغیر وفنا سے پاک اور محفوظ ہے۔ سلام اسلامی تہذیب ومعاشرت کا ایک خاص رکن ہے اس کے لئے جو الفاظ مقرر کئے گئے وہ السلام علیک ہے اس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ تیرے حال سے واقف ہے لہٰذا غفلت اختیار نہ کر، یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کا تجھ پر سایہ ہے یعنی اللہ کی حفاظت ونگہبانی میں ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ اللہ معک۔ یعنی اللہ تیرے ساتھ ہے اکثر علماء کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ تجھ پر سلامتی ہو یعنی تو مجھ سے سلامتی میں ہے اور مجھ کو بھی اپنے سے سلامتی میں رکھ۔ اس صورت میں سلام سلم سے مشتق ہوگا جس کے معنی مصالحت کے ہیں اور اس کلمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ تو مجھ سے حفظ وامان میں رہ اور مجھ کو بھی حفظ و امان میں رکھ۔ منقول ہے کہ سلام کرنے کا طریقہ اسلام کے بالکل ابتدائی زمانہ میں مشروع ہوا تھا اور اس کا مقصد ایک ایسی علامت کو رائج کرنا تھا جس کے ذریعہ مسلمان اور کافر کے درمیان امتیاز کیا جاسکے تاکہ ایک مسلمان، دوسرے مسلمان سے تعرض نہ کرے گویا اس کلمہ کو اپنی زبان سے ادا کرنے والا اس بات کا اعلان کرتا تھا کہ میں مسلمان ہوں اور پھر یہ طریقہ مستقل طور پر مشروع قرار پایا۔

فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو سلام کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا، ان کی لمبائی ساٹھ گز کی تھی جب اللہ نے ان کو بنایا تو ان سے فرمایا جاؤ اور اس جماعت کو سلام کرو اور وہ جماعت فرشتوں کی تھی جو وہاں بیٹھی ہوئی تھی پھر سنو کہ وہ تمہیں کیا جواب دیتی ہے وہ جو جواب دے گا وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا جواب ہے۔ چنانچہ حضرت آدم اس حکم الٰہی کی تعمیل میں فرشتوں کی اس جماعت کے پاس گئے اور کہا کہ السلام علیکم فرشتوں نے جواب دیا۔ السلام علیک ورحمۃ اللہ (یعنی تم پر اللہ کی رحمت نازل ہو) آنحضرت نے فرمایا کہ گویا آدم کے سلام کے جواب میں ورحمۃ اللہ کا لفظ فرشتوں نے زیادہ کیا پھر آپ نے فرمایا کہ پس جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ آدم کی صورت پر ہوگا بایں طور پر کہ اس کی لمبائی ساٹھ گز کی ہوگی یعنی جنت میں جانے والے حضرت آدم کے قد کی مذکورہ بلندی اور ان کے حسن وجمال کے ساتھ وہاں داخل ہوں گے۔ پھر حضرت آدم کے بعد لوگوں کی ساخت برابر کم ہوتی رہی یہاں تک کہ موجودہ مقدار کو پہنچی۔ (بخاری، مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 562)

5194- إسناده صحيح. الليث: هو ابن سعد المصري، وأبو الخير: هو مرثد بن عبد الله اليزني. وأخرجه البخاري (28)، ومسلم (39)، والنسائي في "المجتبى" (5000) عن قتيبة بن سعيد بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (12) و (6236)، ومسلم (39)، وابن ماجه (3253) من طرق عن الليث بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (6581)، و"صحيح ابن حبان" (505).

اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا۔ اس ارشاد گرامی کے معنی میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں بعض حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ یہ ارشاد گرامی احادیث صفات میں سے ہے جس کے حقیقی مفہوم ومطلب تک رسائی ممکن نہیں ہے اس لئے اس بارے میں کوئی تاویل وتوجیہ کرنے کے بجائے سکوت ہی بہتر ہے جیسا کہ اس قسم کے ان اقوال وارشادات کے بارے میں سکوت اختیار کیا جاتا ہے جو متشابہات کہلاتے ہیں علماء سلف اسی قول کی طرف مائل ہیں جب کہ بعض دوسرے حضرات اس ارشاد گرامی کی مختلف تاویلیں کرتے ہیں جن سے مشہور تاویل یہ ہے کہ فلاں معاملہ کی صورت مسئلہ یہ ہے یا صورت حال یوں ہے ظاہر ہے کہ جس طرح کسی مسئلہ یا حال کی کوئی ظاہر صورت نہیں ہوتی بلکہ اس کے ساتھ صورت کا لفظ استعمال کر کے حقیقت میں اس مسئلہ یا حال کی صفت وکیفیت مراد ہوتی ہے اس طرح یہاں اللہ کی صورت کا لفظ سے مراد اللہ کی صفت جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صفت پر بنایا اوران کو صفات کے ساتھ موصوف کیا جو صفات کریمہ باری تعالیٰ کا پرتو ہے چنانچہ اللہ نے ان کو، حی، عالم، قادر، مرید، متکلم، سمیع اور بصیر بنایا۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ صورتہ کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف، شرف وعظمت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ جیسا کہ روح اللہ اور بیت اللہ میں روح اور بیت کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اس لطیف وجمیل صورت پر پیدا کیا جو اسرار ولطائف پر مشتمل ہے اور جس کو اس نے اپنی قدرت کاملہ کے ذریعہ اپنے پاس سے عطا کیا۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ صورتہ کی ضمیر حضرت آدم کی طرف راجع ہے یعنی اللہ نے آدم کو انہی کی صورت پر بنایا مطلب یہ ہے کہ وہ ابتداء آفرینش سے ہی شکل پر تھے دوسرے انسانوں کی طرح ان کی تخلیق اس تدریجی طور پر نہیں ہوئی تھی کہ پہلے وہ نطفہ تھے پھر مضغہ ہوئے پھر جنین، پھر طفل، پھر صبی اور پھر پورے مرد ہوئے بلکہ وہ ابتداء ہی میں تمام اعضاء وجوارح، کامل شکل وصورت اور ساٹھ گز کے قد کے پورے انسان بنائے گئے تھے لہٰذا اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا سے مراد آدم کی تخلیق وپیدائش کی حقیقت کو واضح کرنا ہے اور چونکہ دیگر صفات کے برخلاف قد کی لمبائی ایک غیر معروف چیز تھی اس لئے اس کو خاص طور پر ذکر کیا اسی طرح چونکہ لمبائی پر چوڑائی بھی قیاس کی جاسکتی ہے اور اجمالی طور پر اس کا تصور ذہن میں آسکتا ہے لہٰذا چوڑائی کو ذکر نہیں کیا۔
ورحمۃ اللہ کا لفظ فرشتوں نے زیادہ کیا اس کے ذریعہ سلام کے جواب کے سلسلے میں ایک تہذیب وشائستگی اور ادب فضیلت کی طرف اشارہ کیا گیا چنانچہ افضل طریقہ یہی ہے کہ اگر کوئی شخص السلام علیک کہے تو اس کے جواب میں وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا جائے اسی طرح اگر کوئی السلام علیک ورحمۃ اللہ کہے تو اس کے جواب میں وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا جائے ایک روایت میں ورحمۃ اللہ کے بعد ومغفرۃ کا لفظ بھی منقول ہے حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام کے جواب میں وعلیک السلام کے بجائے السلام علیک کہنا بھی درست ہے کیونکہ معنی کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

لیکن جمہور علماء کے نزدیک افضل یہی ہے کہ جواب میں وعلیک السلام یا وعلیکم السلام ہی کہا جائے رہی یہ بات کہ فرشتوں نے حضرت آدم کے سلام کے جواب میں وعلیک کے بجائے السلام علیک کیوں کہا تو ہوسکتا ہے کہ ملائکہ نے بھی یہ چاہا ہوگا کہ سلام کرنے میں وہ خود ابتداء کریں، جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے کہ جب دو آدمی ملتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک سلام میں ابتداء کرنا چاہتا ہے تو

دونوں ہی ایک دوسرے سے السلام علیک یا السلام علیکم کہتے ہیں۔

لیکن یہ بات واضح رہے کہ جواب کے درست وصحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جواب سلام کے بعد واقع ہو نہ کہ دونوں ایک ساتھ واقع ہوں جیسا کہ فاستمع مایحیونك سے واضح ہوتا ہے چنانچہ فاسمتع میں حرف فا تعقیب کے لئے ہے جو مذکورہ وضاحت کی دلیل ہے عام طور پر لوگ اس مسئلہ سے بہت غافل ہیں اس لئے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اگر دو شخص ہیں اور دونوں ایک ہی ساتھ السلام علیکم کہیں تو دونوں میں سے ہر ایک پر جواب دینا واجب ہوگا۔ حدیث کا آخری جملہ، تقدیم و تاخیر، پر دلالت کرتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم کا قد ساٹھ گز تھا ان کے بعد لوگوں کے قد بتدریج کوتاہ ہوتے گئے پھر جنت میں داخل ہوں گے تو سب کے قد دراز ہو جائیں گے جیسا کہ حضرت آدم کا قد تھا۔

بَابُ كَيْفَ السَّلَامُ؟

باب: سلام کیسے کیا جائے؟

5195 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ أَبِي رَجَاءٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ، ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَشْرٌ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ: عِشْرُونَ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، فَرَدَّ عَلَيْهِ، فَجَلَسَ، فَقَالَ: ثَلَاثُونَ

❀❀ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو السلام علیکم کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سلام کا جواب دیا، پھر وہ شخص بیٹھ گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے دس نیکیاں ملیں، پھر ایک اور شخص آیا اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی جواب دیا، وہ بیٹھ گیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے بیس نیکیاں ملیں، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک اور شخص آیا: اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سلام کا جواب دیا، وہ بیٹھ گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے تیس نیکیاں ملیں گی۔

5196 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُوَيْدٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: أَظُنُّ أَنِّي سَمِعْتُ نَافِعَ بْنَ يَزِيدَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو مَرْحُومٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، زَادَ: ثُمَّ أَتَى آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ وَمَغْفِرَتُهُ، فَقَالَ: أَرْبَعُونَ قَالَ: هَكَذَا تَكُونُ الْفَضَائِلُ

❀❀ سہل اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مانند نقل کرتے ہیں، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

''پھر ایک اور شخص آیا، تو اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چالیس (یعنی

اسے چالیس نیکیاں ملیں گی) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فضائل اسی طرح ہوتے ہیں"۔

بَابٌ فِي فَضْلِ مَنْ بَدَأَ السَّلَامَ

باب: جو شخص سلام میں پہل کرے، اس کی فضیلت

5197 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ الذُّهْلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي خَالِدٍ وَهْبٍ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ الْحِمْصِيِّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِاللَّهِ مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلَامِ

❀❀ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
"اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ نزدیک وہ شخص ہوگا، جو سلام کرنے میں پہل کرے گا"

بَابُ مَنْ أَوْلَى بِالسَّلَامِ؟

باب: کون پہلے سلام کرے؟

5198 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ، وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
"چھوٹا بڑے کو سلام کرے، گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں"۔

5199 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ، أَخْبَرَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زِيَادٌ، أَنَّ ثَابِتًا مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي ثُمَّ ذَكَرَ الْحَدِيثَ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
"سوار پیدل کو سلام کرے (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے)"

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُفَارِقُ الرَّجُلَ ثُمَّ يَلْقَاهُ أَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ؟

باب: جب آدمی کسی سے جدا ہوا اور پھر اس سے ملے، تو کیا وہ اسے سلام کرے گا؟

5200 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي

مُوسٰى عَنْ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: إِذَا لَقِيَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإِنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ أَوْ جِدَارٌ، أَوْ حَجَرٌ ثُمَّ لَقِيَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ أَيْضًا قَالَ مُعَاوِيَةُ، وحَدَّثَنِي عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ بُخْتٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ سَوَاءً

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب کوئی شخص اپنے بھائی سے ملے، تو اسے سلام کرے، اگر ان دونوں کے درمیان کوئی درخت، کوئی دیوار یا پتھر رکاوٹ بن جائے، پھر جب وہ اس سے ملے تو پھر سلام کرے۔

معاویہ نامی راوی کہتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ اتنے معمولی وقفہ کی جدائی و مفارقت کے بعد بھی سلام کرنا مستحب ہے چہ جائیکہ زیادہ عرصہ کے بعد ملاقات ہو، گویا یہ حدیث سلام کے استحباب اور ہر موقع پر اس ادب کے ملحوظ رکھنے کو مبالغہ کے طور پر بیان کرتی ہے، واضح رہے کہ سلام کی اہمیت کے باوجود بعض صورتیں ایسی ہیں جو سلام کرنے سے مستثنیٰ ہیں، مثلاً اگر کوئی شخص پیشاب کر رہا ہے یا پاخانہ میں ہو، یا جماع میں مصروف ہو یا اسی طرح کوئی حالت ہو اور اس وقت اس شخص کو سلام کرنا مکروہ ہے اور جواب دینا اس پر واجب نہیں ہوگا اسی طرح اگر کوئی شخص سو رہا یا اونگھ رہا ہو یا نماز پڑھ رہا ہو یا اذان دے رہا ہو یا حمام میں ہو یا کھانا کھا رہا ہو اور نوالہ اس کے منہ میں ہو اور ان صورتوں میں اس کو کوئی سلام کرے تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہوگا نیز خطبہ کے وقت نہ تو سلام کرنا چاہیے اور نہ سلام کو جواب دینا چاہیے جو شخص قرآن کی تلاوت کر رہا ہو اس کو بھی سلام نہ کیا جائے اگر کوئی سلام کرے تو تلاوت کرنے والے کو چاہیے کہ تلاوت روک کر سلام کا جواب دے اور پھر اعوذ پڑھ کر تلاوت شروع کر دے۔

5201 - حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ، أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَيَدْخُلُ عُمَرُ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنے بالاخانے میں موجود تھے، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلامتی نازل ہو، کیا عمر اندر آجائے؟

بَابٌ فِي السَّلَامِ عَلَى الصِّبْيَانِ

باب: بچوں کو سلام کرنا

5202 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، قَالَ: قَالَ أَنَسٌ:

أَتَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَى غِلْمَانٍ يَلْعَبُونَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بچوں کے پاس سے گزرے، جو کھیل رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سلام کیا۔

5203 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، قَالَ: قَالَ أَنَسٌ: انْتَهَى إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَأَنَا غُلَامٌ فِي الْغِلْمَانِ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا. ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَأَرْسَلَنِي بِرِسَالَةٍ وَقَعَدَ فِي ظِلِّ جِدَارٍ، أَوْ قَالَ إِلَى جِدَارٍ حَتَّى رَجَعْتُ إِلَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، میں اس وقت لڑکا تھا، جو دوسرے بچوں میں موجود تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک پیغام دے کر بھیج دیا اور خود ایک دیوار کے سائے میں (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں) دیوار کے پاس آ کر بیٹھ گئے، جب تک میں واپس نہیں آ گیا۔

بَابٌ فِي السَّلَامِ عَلَى النِّسَاءِ

باب: عورتوں کو سلام کرنا

5204 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي حُسَيْنٍ، سَمِعَهُ مِنْ، شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ يَقُولُ: أَخْبَرَتْهُ أَسْمَاءُ ابْنَةُ يَزِيدَ: مَرَّ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا

سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم خواتین کے پاس سے گزرے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سلام کیا۔

بَابٌ فِي السَّلَامِ عَلَى أَهْلِ الذِّمَّةِ

باب: ذمیوں کو سلام کرنا

5205 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ أَبِي إِلَى الشَّامِ، فَجَعَلُوا يَمُرُّونَ بِصَوَامِعَ فِيهَا نَصَارَى فَيُسَلِّمُونَ عَلَيْهِمْ. فَقَالَ: أَبِي لَا تَبْدَءُوهُمْ بِالسَّلَامِ. فَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ. حَدَّثَنَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: لَا تَبْدَءُوهُمْ بِالسَّلَامِ. وَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فِي الطَّرِيقِ فَاضْطَرُّوهُمْ إِلَى أَضْيَقِ الطَّرِيقِ

سہیل بن ابوصالح بیان کرتے ہیں: میں اپنے والد کے ساتھ شام گیا، وہ لوگ گرجا گھروں کے پاس سے گزرے جن میں عیسائی موجود تھے، وہ انہیں سلام کر رہے تھے، تو میرے والد نے کہا: تم لوگ انہیں سلام میں پہل نہ کرو: کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ حدیث ہمیں بیان کی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا ہے:

"تم لوگ انہیں سلام میں پہل نہ کرو، جب تمہارا ان لوگوں سے راستے میں سامنا ہو، تو تم لوگ انہیں تنگ راستے کی طرف جانے پر مجبور کرو"۔

5206 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْيَهُودَ إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَحَدُهُمْ فَإِنَّمَا يَقُولُ السَّامُ عَلَيْكُمْ فَقُولُوا وَعَلَيْكُمْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، وَرَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ فِيهِ: وَعَلَيْكُمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"یہودیوں میں سے کوئی جب تمہیں سلام کرتا ہے، تو وہ کہتا ہے: السام علیکم (تمہیں موت آئے) تو تم لوگ یہ کہو: وعلیکم (تمہیں بھی آئے)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

5207 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا لِلنَّبِيِّ: إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يُسَلِّمُونَ عَلَيْنَا فَكَيْفَ نَرُدُّ عَلَيْهِمْ؟ قَالَ: قُولُوا وَعَلَيْكُمْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رِوَايَةُ عَائِشَةَ، وَأَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجُهَنِيِّ، وَأَبِي بَصْرَةَ يَعْنِي الْغِفَارِيَّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی، اہل کتاب ہمیں سلام کرتے ہیں، ہم انہیں کیسے جواب دیں،؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ یہ کہو "تم پر بھی"۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

اہل ذمہ کو سلام کرنے میں پہل کی ممانعت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا یہودیوں اور عیسائیوں کو سلام کرنے میں ابتداء نہ کرو اور جب تم راستے میں ان میں سے کسی سے ملو تو ان کو تنگ ترین راستے پر چلے جانے پر مجبور کرو۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 569)

سلام کرنے میں ابتداء نہ کرو۔ کا مطلب یہ ہے کہ پہلے تم ان کو السلام علیکم نہ کہو کیونکہ سلام میں پہل کرنا درحقیقت اسلامی تہذیب کا بخشا ہوا ایک اعزاز ہے جس کے مستحق وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اسلامی تہذیب کے پیرو ہوں اور مسلمان ہیں اس اعزاز کا استحقاق ان لوگوں کو حاصل نہیں ہو سکتا جو دین دشمن اور اللہ کے باغی ہیں اسی طرح ان باغیوں اور دشمنوں کے ساتھ سلام اور اس جیسی دوسری چیزوں کے ذریعہ الفت ومحبت کے مراسم کو قائم کرنا بھی جائز نہیں ہیں کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے۔ آیت (لا تجد قوما

یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ)۔ترجمہ۔آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے جو اللہ اور
قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہوں۔ہاں اگر وہ
لوگ سلام میں خود پہل کریں اور السلام علیک یا السلام علیکم کہیں تو اس کے جواب میں صرف علیک یا علیکم کہہ دیا جائے اور علماء نے لکھا
ہے کہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ غیر مسلم کے جواب میں ھداک اللہ کہا جائے نیز بعض علماء نے لکھا ہے کہ کسی ضرورت ومجبوری کی بناء پر
یہود ونصاری کے ساتھ سلام میں پہل کرنی جائز ہے اور یہی حکم ان مسلمانوں کا بھی ہے جو بدعت اور فسق میں مبتلا ہوں۔اسلامی
سلطنت میں رہنے والے کسی مسلمان نے کسی اجنبی کو سلام کیا اور پھر معلوم ہوا کہ وہ ذمی ہے تو اس صورت میں مستحب یہ ہے کہ اپنے
سلام کو واپس کرنے کا مطالبہ کرے یعنی یوں کہے کہ استرجعت سلامی میں اپنے سلام کو واپس کرنے کا مطالبہ کرتا ہوں۔

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ یہود ونصاری جو دین کے دشمن ہیں اور اپنے مکر وفریب کی طاقتوں کے ذریعہ اللہ
کے جھنڈے کو سرنگوں کرنا چاہتے ہیں اس سلوک کے مستحق ہیں کہ جب وہ راستہ میں ملیں تو ان پر اتنا دباؤ ڈالا جائے کہ وہ یکسو ہو کر
گزرنے پر مجبور ہو جائیں اور ان پر راستہ تنگ ہو جائے تاکہ اسلام کی عظمت وشوکت اور مسلمانوں کا دبدبہ ظاہر ہو۔مشکوۃ کے بعض
حواشی میں یہ مطلب لکھا ہے کہ ان کو یہ حکم دو کہ وہ ایک طرف ہو جائیں اور کنارے پر چلیں تاکہ راستے کا درمیانی حصہ مسلمانوں کی
آمدورفت کے لئے مخصوص رہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اہل کتاب یعنی یہود ونصاری تمہیں سلام
کریں تو تم ان کے جواب میں کہو وعلیکم۔(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف:جلد چہارم:حدیث نمبر 571)

پہلی روایت میں لفظ "فقل" اور "وعلیک" بصیغہ مفرد ہے اور اس روایت میں "فقولوا" اور "وعلیکم" بصیغہ جمع ہے اسی طرح اور
روایتوں میں "وعلیک" اور "وعلیکم" واؤ کے ساتھ اور بغیر واؤ کے دونوں طرح منقول ہے مشکوۃ کے مؤلف نے یہاں جو روایت نقل
کی ہے اس میں ان دونوں کو واؤ کے ساتھ نقل کیا ہے موطا کی روایت میں علیک بغیر واؤ کے اور دارقطنی کی روایت میں علیکم بغیر واؤ
کے منقول ہے اور علماء نے لکھا ہے کہ زیادہ صحیح اور مختار قول یہ ہے کہ مذکورہ لوگوں کے سلام کے جواب میں یہ لفظ بغیر واؤ کے یعنی "
علیک" یا "علیکم" ہی کہا جائے تاکہ اس چیز میں مشارکت لازم نہ آئے جو ان کی زبان سے ادا ہوتی ہے اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں
کہ اس لفظ کا مطلب یہ ہوگا کہ جس موت کو برا سمجھ کر گویا ہمیں اس کی بد دعا دے رہے ہو اس میں ہم اور تم برابر ہیں کہ ہم سب ہی کو
موت یعنی مرنا ہے۔

بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ حرف واؤ یہاں مشارکت کے لئے نہیں ہے بلکہ استیناف کے لئے ہے اس صورت میں یہ لفظ مفہوم
کے اعتبار سے اس جملہ کا قائم مقام ہوگا کہ **وعلیکم ماتستحقونہ من الذم**۔اور تجھ پر وہ برائی پڑے جس کا تو مستحق
ہے) تاہم یہ بات واضح رہے کہ یہ لفظ احادیث میں چونکہ دونوں طرح منقول ہے کہ بعض روایتوں میں واؤ کے ساتھ اور بعض
روایتوں میں بغیر واؤ کے، اس لئے اس سلسلے میں درست بات یہ ہے کہ دونوں طرح کہنا جائز ہے۔نووی کہتے ہیں کہ علماء کا اس بات
پر اتفاق ہے کہ اہل کتاب کے سلام کا جواب دیا جائے لیکن وعلیکم السلام نہ کہا جائے یعنی جواب دینے والا نہ تو علیکم السلام کہے اور نہ

علیک السلام بلکہ صرف وعلیکم یا علیک کہے بلکہ وعلیکم بھی اس صورت میں کہے جب وہ ایک سے زائد ہوں اگر ایک ہی ہو تو علیکم نہ کہے۔ کیوں کہ اس طرح اس کی تعظیم و توقیر لازم آئے گی۔

بَابٌ فِي السَّلَامِ إِذَا قَامَ مِنَ الْمَجْلِسِ

باب: محفل سے اٹھتے وقت سلام کرنا

5208 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ قَالَا: حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِيَانِ ابْنَ الْمُفَضَّلِ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، قَالَ مُسَدَّدٌ: سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا انْتَهَى أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَجْلِسِ، فَلْيُسَلِّمْ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَقُومَ، فَلْيُسَلِّمْ فَلَيْسَتِ الْأُولَى بِأَحَقَّ مِنَ الْآخِرَةِ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو کوئی شخص محفل میں آئے تو اسے سلام کرنا چاہیے اور جب وہ اٹھے، تو اسے سلام کرنا چاہیے، کیونکہ پہلا دوسرے سے زیادہ حقدار نہیں ہے''۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ أَنْ يَقُولَ: عَلَيْكَ السَّلَامُ

باب: یہ کہنے کا ناپسندیدہ ہونا ''علیک السلام''

5209 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنْ أَبِي غِفَارٍ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيِّ، عَنْ أَبِي جُرَيٍّ الْهُجَيْمِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ، فَإِنَّ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَوْتَى

❀❀ حضرت ابوجری ہجیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے کہا: یارسول اللہ! علیک السلام، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم علیک السلام نہ کہو، کیونکہ علیک السلام مردوں کو سلام کرنے کا طریقہ ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي رَدِّ الْوَاحِدِ عَنِ الْجَمَاعَةِ

باب: ایک آدمی کا جواب دینا، جماعت کی طرف سے کافی ہوتا ہے

5210 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْجُدِّيُّ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ خَالِدٍ الْخُزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَفَعَهُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: يُجْزِءُ عَنِ الْجَمَاعَةِ اِذَا مَرُّوا، اَنْ يُسَلِّمَ اَحَدُهُمْ، وَيُجْزِءُ عَنِ الْجُلُوسِ اَنْ يَرُدَّ اَحَدُهُمْ.

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (حسن نامی راوی نے اسے مرفوع روایت کے طور پر نقل کیا ہے) ''جب کچھ لوگ کہیں سے گزریں تو ان میں کوئی ایک سلام کر دے تو یہ بھی کافی ہے اور بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے کسی ایک کا جواب دے دینا کافی ہے''۔

بَابٌ فِي الْمُصَافَحَةِ

باب: مصافحہ کرنا

5211 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ اَبِي بَلْجٍ، عَنْ زَيْدٍ اَبِي الْحَكَمِ الْعَنَزِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ فَتَصَافَحَا، وَحَمِدَا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَاسْتَغْفَرَاهُ غُفِرَ لَهُمَا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''جب دو مسلمان ملیں اور مصافحہ کریں اور اللہ کی حمد بیان کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں، تو ان لوگوں کی مغفرت ہو جاتی ہے''۔

5212 - حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا اَبُو خَالِدٍ، وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْاَجْلَحِ، عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ، فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَفْتَرِقَا

حضرت براء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''جب بھی دو مسلمان ملیں اور ایک دوسرے سے مصافحہ کریں، تو ان دونوں کے ایک دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے، ان دونوں کی مغفرت ہو جاتی ہے''

5213 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمَّا جَاءَ اَهْلُ الْيَمَنِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ جَاءَكُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ، وَهُمْ اَوَّلُ مَنْ جَاءَ بِالْمُصَافَحَةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب اہل یمن تشریف لائے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل یمن تمہارے پاس آئے ہیں، یہ وہ پہلے لوگ ہیں، جنہوں نے (مصافحہ کرنے کا رواج شروع کیا)۔

مصافحہ کرنے کے احکام کا بیان

باہمی ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے نیز دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا چاہیے محض ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا غیر مسنون

کسی خاص موقع پر یا کسی خاص تقریب کے وقت مصافحہ ضروری سمجھنا غیر شرعی بات ہے چنانچہ بعض مقامات پر جو یہ رواج ہے کہ کچھ لوگ عصر کی نماز یا جمعہ کے بعد ایک دوسرے کو مصافحہ کرتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور ہمارے علماء نے تصریح کی ہے کہ تخصیص وقت کے سبب اس طرح کا مصافحہ کرنا مکروہ ہے اور بدعت مذمومہ ہے ہاں اگر کوئی شخص مسجد میں آئے اور لوگ نماز میں مشغول ہوں یا نماز شروع کرنے والے ہوں اور وہ شخص نماز ہو جانے کے بعد ان لوگوں سے مصافحہ کرے تو یہ مصافحہ بلاشبہ مسنون مصافحہ ہے بشرطیکہ اس نے مصافحہ سے پہلے سلام بھی کیا ہوتا ہم یہ واضح رہے کہ اگرچہ کسی متعین اور مکروہ وقت میں مصافحہ کرنا مکروہ ہے لیکن اگر کوئی شخص اس وقت مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو اس کی طرف سے ہاتھ کھینچ لینا اور اس طرح بے اعتنائی برتنا مناسب نہیں ہوگا کیونکہ اس کی وجہ سے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھانے والے شخص کو دکھ پہنچے گا اور کسی مسلمان کو دکھ نہ پہنچانا آداب کی رعایت سے زیادہ اہم ہے۔ جوان عورت سے مصافحہ کرنا حرام ہے اور اس بوڑھی عورت سے مصافحہ کرنے سے کوئی مضائقہ نہیں ہے جس کی طرف جنسی جذبات مائل نہ ہو سکتے ہوں۔

منقول ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں ان بوڑھیوں سے مصافحہ کرتے تھے جن کا انہوں نے پیا تھا اسی طرح وہ بڈھا مرد جو جنسی جذبات کی فتنہ خیزیوں سے بے خوف ہو چکا ہو اس کو جوان عورت سے مصافحہ کرنا جائز ہے، عورت کی طرح خوش شکل مرد سے بھی مصافحہ کرنا جائز نہیں ہے۔ واضح رہے کہ جس کو دیکھنا حرام ہے اس کو چھونا بھی حرام ہے بلکہ چھونے کی حرمت دیکھنے کی حرمت سے زیادہ سخت ہے جیسا کہ مطالب المومنین میں مذکور ہے۔

صلوۃ مسعودی میں لکھا ہے کہ جب کوئی شخص سلام کرے تو اپنا ہاتھ بھی دے یعنی مصافحہ کے لئے ہاتھ دینا سنت ہے لیکن مصافحہ کا یہ طریقہ ملحوظ رہے کہ ہتھیلی کو ہتھیلی پر رکھے محض انگلیوں کے سروں کو پکڑنے پر اکتفا نہ کرے کیوں کہ محض انگلیوں کے سروں کو پکڑنا مصافحہ کا ایسا طریقہ ہے جس کو بدعت کہا گیا ہے۔ معانقہ یعنی ایک دوسرے کو سینے سے لگانا مشروع ہے خاص طور سے اس وقت جب کہ کوئی شخص سفر سے آیا ہو جیسا کہ حضرت جعفر بن ابی طالب کی حدیث منقول ہے کہ لیکن اس کی اجازت اسی صورت میں ہے جب کہ اس کی وجہ سے کسی برائی میں مبتلا ہو جانے یا کسی شک وشبہ کے پیدا ہو جانے کا خوف نہ ہو۔

حضرت امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے بارے میں منقول ہے کہ یہ دونوں حضرات معانقہ اور تقبیل یعنی ہاتھ کو منہ اور آنکھوں کے ذریعہ چومنے کی کراہت کے قائل ہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ معانقہ کے بارے میں نہی (ممانعت) منقول ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ نہی ثابت ہوتی ہے یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ جن روایتوں سے معانقہ کی اجازت ثابت ہوتی ہے ان کا تعلق اس زمانہ سے ہے جب کہ معانقہ کو ممنوع نہیں قرار دیا گیا تھا بہر حال اس سلسلے میں جو احادیث منقول ہیں اور جن کے درمیان بظاہر اختلاف نظر آتا ہے کہ بعض سے ممانعت کی اجازت ثابت ہوتی ہے اور بعض معانقہ کا تعلق محبت واکرام کے جذبہ سے ہو وہ بلاشک وشبہ جائز ہے بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ معانقہ کے بارے میں فقہاء کے درمیان جو اختلاف ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ جسم پر کپڑے نہ ہوں بدن پر قمیص وجبہ وغیرہ ہونے کی صورت میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ بلا اتفاق جائز ہے۔ تقبیل یعنی ہاتھ یا پیشانی وغیرہ چومنا بھی جائز ہے بلکہ بزرگان دین اور متبعین سنت علماء کے ہاتھ پر بوسہ دینے کو

بعض حضرات نے مستحب کہا ہے لیکن مصافحہ کے بعد خود اپنا ہاتھ چومنا کچھ اصل نہیں رکھتا بلکہ یہ جاہلوں کا طریقہ ہے اور مکروہ ہے۔ امرائے سلطنت اور علماء مشائخ کے سامنے زمین بوسی کرنا حرام ہے زمین بوسی کرنے والا اس زمین بوسی پر راضی ہونے والا دونوں ہی گناہگار ہوتے ہیں۔

فقیہ ابوجعفر کہتے ہیں کہ سلطان وحاکم کے سامنے زمین بوسی اور سجدہ کرنے والا کافر ہو جاتا ہے بشرطیکہ اس کی زمین بوسی وسجدہ، عبادت کی نیت نہ ہونے کی صورت میں بھی کافر ہو جاتا ہے واضح رہے کہ اکثر علماء کے نزدیک زمین بوسی کرنا، زمین پر ماتھا ٹیکنے یا رخسارہ رکھنے سے ہلکا فعل ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ کسی عالم یا سلطان وحاکم کے ہاتھ کو چومنا ان کے علم وانصاف کی بناء پر اور دین کے اعزاز واکرام کے جذبہ سے ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اور اگر ان کے ہاتھ چومنے کا تعلق کسی دنیاوی غرض ومنفعت سے ہو تو سخت مکروہ ہوگا اگر کوئی شخص کسی عالم یا کسی بزرگ سے اس کا پیر چومنے کی درخواست کرے تو اس کو ہرگز نہیں ماننا چاہیے بچوں کو بوسہ سے پیار کرنے کی اجازت ہے اگرچہ غیر کا بچہ ہو بلکہ وہاں طفل پر بوسہ دینا مسنون ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ جو بوسہ شرعی طور پر جائز ہے اس کی پانچ صورتیں ہیں ایک تو مودت ومحبت کا بوسہ جیسے والدین کا اپنے بچے کے رخسار کو چومنا، دوسرے احترام واکرام اور رحمت کا بوسہ، جیسے اولاد کا اپنے والدین کے سر پر بوسہ دینا، تیسرے جنسی جذبات کے تحت بوسہ دینا جیسے شوہر کا بیوی کے چہرہ پر بوسہ لینا، چوتھے تحیہ سلام کا بوسہ جیسے مسلمانوں کا ایک دوسرے کے ہاتھ چومنا اور پانچویں وہ بوسہ جو بہن اپنے بھائی کی پیشانی کا لیتی ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک آپس میں ایک دوسرے کے ہاتھ اور چہرہ کا بوسہ دینا مکروہ ہے بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ چھوٹے بچے کا بوسہ لینا واجب ہے۔ امام نووی نے یہ لکھا ہے کہ شوہر بیوی کے علاوہ کسی اور جنسی جذبات کے تحت بوسہ لینا بالاتفاق حرام ہے خواہ وہ باپ ہو یا کوئی اور دوسرا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا تو ایک صحابی اقرع ابن حابس رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھے کہا کہ میرے دس بچے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی کا کبھی بوسہ نہیں لیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ان کی طرف دیکھا اور فرمایا جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا یعنی جو شخص اپنی اولاد یا مخلوق اللہ پر لطف وشفقت نہیں کرتا اس پر اللہ کی رحمت وشفقت نہیں ہوتی۔

(بخاری، مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 615)

مصافحہ کی برکت وفضیلت کا بیان

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان ملتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے اللہ ان کو بخش دیتا ہے۔

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 616)

ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان ملیں، ایک دوسرے سے مصافحہ کریں اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور بخشش چاہیں تو ان دونوں کو بخش دیا جاتا ہے۔

حکیم ترمذی اور ابوالشیخ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بطریق مرفوع یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان ملتے ہیں اور ان میں ایک اپنے دوسرے ساتھی کو سلام کرتا ہے تو ان میں سے وہ مسلمان اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے جو کشادہ پیشانی اور بشاشت کے ساتھ اپنے دوسرے ساتھی سے ملتا ہے اور پھر جب دونوں مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر سو رحمتیں نازل کرتا ہے نوے رحمتیں تو اس پر جس نے پہل کی اور دس رحمتیں اس پر جس سے مصافحہ کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا آپ نے اس کا بوسہ لیا اور فرمایا کہ جان لو یہ اولاد بخل کا باعث اور بزدلی کا سبب ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اولاد اللہ کی عطا کردہ نعمت اور رزق بھی ہے۔ (شرح السنۃ، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 628)

اولاد کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا اس سے اس حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ اولاد ہی ہے جو انسان سے سب کچھ کراتی ہے ایک باپ اپنے بچوں کے لئے نہ صرف مختلف ذرائع ووسائل اختیار کر کے روپیہ پیسہ کماتا ہے اور مال واسباب فراہم کرتا ہے بلکہ بچوں کا مستقبل اس کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ اس نے جو کچھ کمایا ہے اس کو پیسہ پیسہ جوڑ کر رکھے، یہاں تک کہ اولاد کی فکر اس کو بخیل بنا دیتی ہے کہ وہ اپنے روپے پیسے اور مال واسباب کو نہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے نہ بھلائی وانسانی ہمدردی کے کام میں مدد دیتا ہے اور پھر یہ کہ آل واولاد کی محبت ہی ہوتی ہے جو انسان کو اس حد تک بزدل ونامرد بنا دیتی ہے کہ وہ اعلاء کلمۃ الحق اور دین وحق کی سر بلندی کے اپنے فرض کو بھی فراموش کر دیتا ہے چنانچہ جہاد کرنے سے کتراتا ہے اور لڑائی میں جانے سے دل چراتا ہے اس کو یہ خوف، شجاعت وبہادری دکھانے سے باز رکھتا ہے کہ اگر میں میدان جنگ میں مارا گیا یا مجھے پکڑ لیا گیا تو میرے بچے کا کیا حال ہوگا ان کی دیکھ بھال اور پرورش کیسے ہوگی اور میرے بچے باپ کے سایہ سے محروم ہو کر کس کس طرح تکلیف ومشقت برداشت کریں گے۔

پہلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا اولاد کے بارے میں اس طرح کی برائی بیان کی اور پھر بعد میں اولاد کی ایک خوبی اور اس کی تعریف بھی بیان فرمائی چنانچہ آپ نے فرمایا کہ یہ بچے ریحان ہیں ریحان کے معنی روزی اور نعمت کے بھی ہیں اور ریحان ہر اس پودے اور گھاس کو بھی کہتے ہیں جو خوشبودار ہو، دونوں ہی صورتوں میں اولاد کی مدح ظاہر ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے کہ بچے ماں باپ کے حق رزق کا درجہ رکھتے ہیں کہ اگر والدین کی گود اولاد سے خالی ہو تو ان کی ماستا اور ان کے جذبات اسی طرح مضطرب وپریشان رہتے ہیں جس طرح کوئی بھوکا روزی نہ ملنے کی صورت میں مضطرب رہتا ہے اسی طرح بچے دراصل اللہ کی طرف سے ماں باپ کو ایک عظیم نعمت کے طور پر عطا ہوتے ہیں، ایسی نعمت جو ان کی زندگی کا سہارا بھی ہوتی ہے اور ان کے گھر کا چراغ بھی۔ اور اگر ریحان سے خوشبودار پودا مراد لیا جائے تو بلا شک وشبہ بچے اپنے ماں باپ اور اہل خاندان کی نظر میں پھول کا درجہ رکھتے ہیں کہ جس طرح کوئی شخص خوشبودار پھول کو دیکھ کر سرور حاصل کرتا ہے اور سونگھ کر مشام جان کو معطر کرتا ہے اسی طرح بچوں کو دیکھ کر خوشی محسوس ہوتی ہے ان کو پیار کر کے، ان کو چوم کر اور ان کے ساتھ خوش طبعی کر کے سرور حاصل کیا جاتا ہے۔

بَابٌ فِي الْمُعَانَقَةِ

باب: معانقہ کرنا

5214 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ يَعْنِي خَالِدَ بْنَ ذَكْوَانَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ بُشَيْرِ بْنِ كَعْبٍ الْعَدَوِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِنْ عَنَزَةَ أَنَّهُ قَالَ: لِأَبِي ذَرٍّ حَيْثُ سُيِّرَ مِنَ الشَّامِ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْ حَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: إِذًا أُخْبِرُكَ بِهِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ سِرًّا قُلْتُ: إِنَّهُ لَيْسَ بِسِرٍّ هَلْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَافِحُكُمْ إِذَا لَقِيتُمُوهُ، قَالَ: مَا لَقِيتُهُ قَطُّ إِلَّا صَافَحَنِي. وَبَعَثَ إِلَيَّ ذَاتَ يَوْمٍ وَلَمْ أَكُنْ فِي أَهْلِي فَلَمَّا جِئْتُ أُخْبِرْتُ أَنَّهُ أَرْسَلَ لِي فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ عَلَى سَرِيرِهِ فَالْتَزَمَنِي، فَكَانَتْ تِلْكَ أَجْوَدَ وَأَجْوَدَ

ایوب بن بشیر، عنزہ قبیلے سے تعلق رکھنے والے شخص کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے کہا، جب وہ شام جا رہے تھے، میں آپ رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے فرمایا: اگر کوئی راز کی بات نہ ہوئی تو میں تمہیں بتاؤں گا، میں نے کہا: کوئی راز کی بات نہیں ہے، آپ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ملاقات کرتے تھے، تو کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں کے ساتھ مصافحہ کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: میں جب بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے مصافحہ کرتے تھے، ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا میں اس وقت گھر نہیں تھا، جب میں واپس آیا تو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلاوے کے بارے میں بتایا گیا، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت چارپائی پر تشریف فرما تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے معانقہ کیا اور یہ بڑی بہترین (کیا خوب) بات ہے۔

شرح

امام احمد رضا قادری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

مولوی صاحب لکھنوی کا بے دلیل وسند لکھنا مسموع نہیں ہوسکتا۔ بلکہ معانقہ مثل تقبیل اظہار سرور وبشاشت وودادو محبت ہے جیسے تقبیل خاص ابتدائے لقاسے مخصوص نہیں، یوں ہی معانقہ۔

جناب نے فتوی فقیر میں حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مروی کتاب السنۃ ابن شاہین ومعجم کبیر امام طبرانی ملاحظہ فرمائی ہوگی کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تالاب پیرنے میں امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا و نیز حدیث اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ مروی سنن ابی داؤد کہ انھوں نے باتیں کرتے کرتے حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتا اٹھانے کی درخواست کی حضور نے قبول فرمائی، وہ حضور کے بدن اقدس سے لپٹ گئے اور تہی گاہ مبارک پر بوسہ دیا و نیز حدیث صحیح مستدرک کہ اثنائے مجلس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ذی النورین سے معانقہ فرمایا و نیز حضرت بتول زہرا رضی اللہ عنہا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: عورت کے لئے سب سے بہتر کیا ہے؟ عرض کی: یہ کہ کوئی نامحرم اُسے نہ دیکھے۔ حضور نے

گلے سے لگالیا ان سب صورتوں میں ابتدائے لقا کا وقت کہاں تھا کہ معانقہ فرمایا گیا، یوں ہی پیار سے اپنے بچوں۔ بھائیوں، زوجہ کو گلے لگانا شاید اول ملاقات ہی پر جائز ہوگا۔ پھر ممانعت کی جائے گی؟
یوں ہی مصافحہ بعد نماز فجر و عصر اگر کسی وقت کے روافض نے ایجاد کیا اور خاص ان کا شعار رہا ہو، اور بدیں وجہ اس وقت علماء نے اہلسنت کے لئے اسے ناپسند رکھا ہو تو معانقہ عید کا زبردستی اسی پر قیاس کیونکر ہو جائے گا، پہلے ثبوت دیجئے کہ یہ "رافضیوں کا نکالا اور انھیں کا شعار خاص ہے" ورنہ کوئی امر جائز کسی بدمذہب کے کرنے سے ناجائز یا مکروہ نہیں ہوسکتا۔ لاکھوں باتیں ہیں جن کے کرنے میں اہلسنت و روافض بلکہ مسلمین و کفار سب شریک ہیں۔ کیا وہ اس وجہ سے ممنوع ہو جائیں گی؟
بحر الرائق و درمختار و ردالمحتار وغیرہا ملاحظہ ہوں کہ" بدمذہبوں سے مشابہت اُسی امر میں ممنوع ہے جو انی نفسہٖ شرعاً مذموم یا ۲اس قوم کا شعار خاص یا ۳خود فاعل کو ان سے مشابہت پیدا کرنا مقصود ہو ورنہ زنہار وجہ ممانعت نہیں۔
رہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا نہ کرنا، یہ دلیل منع نہیں ہوسکتا، آپ تینوں کتب مُستَنَد و اغنیٰ مجموعہ فتاوی و ردالمحتار و مرقاۃ شریف اور ان کے سوا صدہا کتب معتمدہ اسکے بطلان پر گواہ ہیں، فقہاء کرام سیکڑوں چیزوں کو یہ تصریح فرما کر کہ نو پیدا ہیں، جائز بلکہ مستحب و مستحسن بلکہ واجب بتاتے اور مُحدَثات کو اقسام خمسہ کی طرف تقسیم فرماتے ہیں۔ مجموعہ فتاوی کی عبارتیں گزریں۔ ردالمحتار میں ہے:

قوله اى صاحب بدعة اى محرمة والا فقد تكون واجبة كنصب الادلة للرد على اهل الفرق الضالة وتعلم النحو المفهم الكتاب والسنة ومندوبة كاحداث نحو رباط ومدرسة وكل احسان لم يكن فى الصدر الاول ومكروهة كزَخْرَفَةِ المساجد ومباحة كالتوسع بلذيذ المآكل والمشارب و الثياب كما فى شرح الجامع الصغير للمناوى عن تهذيب النووى ومثله فى الطريق المحمدية للبركوى (ردالمحتار باب الامامت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۶۰)

شارح کا قول" جو صاحب بدعت" یہاں بدعت سے مراد حرام بدعت ہے، ورنہ بدعت واجب بھی ہوتی ہے، جیسے گمراہ فرقوں کارد کرنے کے لئے دلائل قائم کرنا علم نحو سیکھنا جس سے کتاب وسنت سمجھ سکیں، مستحب بھی جیسے سرائے اور مدرسہ جیسی چیزیں تعمیر کرنا، اور ہر وہ نیک کام جو زمانہ اول میں نہ رہا ہو، مکروہ بھی جیسے مسجدوں کو آراستہ و منقش کرنا۔ مباح بھی جیسے کھانے پینے کی لذیذ چیزوں اور کپڑوں میں وسعت و فراخی کی راہ اختیار کرنا، جیسا کہ علامہ مناوی کی شرح جامع صغیر میں علامہ نووی کی کتاب تہذیب سے منقول ہے، اور اسی طرح علامہ برکوی کی کتاب "الطریق المحمدیہ" میں مذکور ہے۔

مرقاۃ شریف میں ہے: احداث ما لا ينازع الكتاب والسنة كما سنقرره بعد ليس بمذموم
[مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ مطبوعہ امدادیہ ملتان ۱]

ایسا فعل ایجاد کرنا جو کتاب وسنت کے مخالف نہ ہو برا نہیں، جیسا کہ ہم آگے ثابت کریں گے۔ (ت)
پھر ایک صفحہ کے بعد بدعت کا واجب و حرام و مندوب و مکروہ و مباح ہونا مفصلاً ذکر فرمایا۔ عالمگیری میں ہے:

لا باس بكتابة اسامى السور وعدد الآى

مصحف شریف میں سورتوں کے نام، اور آیتوں کی تعداد لکھنے میں کوئی حرج نہیں، اور وہ اگر چہ نئی ایجاد اور بدعت ہے مگر بدعت حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو نو ایجاد تو ہیں مگر بدعتِ حسنہ ہیں۔

امام ابن الہمام فتح القدیر میں رکعتین قبل مغرب کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہونا ثابت کر کے بتاتے ہیں:

ثم الثابت بعد هذا هو نفی المندوبية اما ثبوت الكراهة فلا الا ان يَدُلّ دليل اخر

[فتح القدیر، باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۹]

پھر اس ساری بحث کے بعد صرف یہ ثابت ہوا کہ نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں مندوب ومستحب نہیں لیکن مکروہ ہونا ثابت نہیں، ہاں اگر ثبوتِ کراہت پر کوئی اور دلیل ہو تو البتہ۔

مع ہذا حضرات مانعین زمانہ تین قرن تک اختیار تشریع مانتے، اور محدثاتِ تابعین کو بھی غیر مذموم جانتے ہیں تو صرف فعل صحابہ سے استدلال ان کے طور پر بھی ناقص وناتمام ہے ف ۱۔ کلام ان مباحث میں طویل ہے کہ ہم نے اپنے رسائل عدیدہ میں ذکر کیا یہاں بھی دو حرف مجمل کافی ہیں وباللہ التوفیق۔

پنجم: ردالمحتار ومرقات کی یہ عبارتیں اگر جناب نے دیکھیں تو درر وغرر وکنز الدقائق ووقایہ ونقایہ ومجمع وملتقی واصلاح وایضاح وتنویر وغیرہا عامہ متونِ مذہب کے اطلاق ملاحظہ فرمائے ہوتے جنھوں نے مطلقاً بلاتقیید وتخصیص مصافحہ کی اجازت دی، درمختار وحاشیہ علامہ طحطاوی وشرح علامہ شہاب شلبی وغیرہ۔

مانعین کسی چیز کی ایجاد اور جائز ومشروع قرار دینے کا اختیار صرف تین زمانوں تک محدود مانتے ہیں:

(۱) زمانہ رسالت (۲) زمانہ صحابہ (۳) زمانہ تابعین

ان کے اس نظریہ سے اتنا ثابت ہے کہ زمانہ تابعین کی ایجادات بھی بری نہیں، تو مصافحہ مذکورہ کی ممانعت کے ثبوت میں صرف صحابہ کرام کے نہ کرنے سے استدلال ناقص وناتمام ہے، اپنے ہی نظریہ کے مطابق یہ بھی ثابت کرنا تھا کہ زمانہ تابعین میں بھی اس کا وجود وثبوت نہیں۔ (عالمگیری (فتاوی ہندیہ) باب آداب المسجد مطبوعہ پشاور ۵/۳۲۳)

فتح اللہ المعین حاشیہ کنز وغنیۂ ذوی الاحکام حاشیہ درر وحاشیہ مراقی الفلاح ونسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض ومجمع بحار الانوار ومطالب المومنین ومسوی شرح مؤطا وتکملہ شرح اربعین علامہ برکوی للعلامہ محمد آفندی وحدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ للعلامۃ النابلسی وفتوی امام شمس الدین بن امام سراج الدین حانوتی وغیرہم علمائے حنفیہ کی تصریحات جلیلہ بھی دیکھی ہوتیں کہ صاف صاف مصافحہ مذکورہ اور اسی طرح مصافحہ عید کو بھی جائز بلکہ مستحسن بلکہ سنت بتاتے ہیں۔ درمختار میں ہے:

اطلاق المصنف تبعا للدرر والكنز والوقاية و المجمع والملتقى وغيرها يفيد جوازها مطلقا ولو بعد العصر وقولهم انه بدعة ای مباحة حسنة كما افاده النووی فی اذكاره وغيره فی غيره.

(درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۳۸۱)

درر، کنز، وقایہ، مجمع، ملتقی، وغیرہا کے اتباع میں مصنف نے بھی یہاں مصافحہ کا ذکر مطلق رکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصافحہ مطلقاً جائز ہے خواہ بعد عصر ہی کیوں نہ ہو، اور لوگوں کا یہ کہنا کہ وہ بدعت ہے تو اس سے مراد بدعت مباحہ حسنہ ہے، جیسا کہ امام نووی نے اذکار میں اور دوسرے علماء نے دوسری کتابوں میں افادہ فرمایا ہے۔

اصلاح وایضاح میں ہے:

کُرہ تقبیل الرجل وعناقه فی ازار واحد وجاز مع قمیص کمصافحته. (اصلاح وایضاح)

آدمی کا بوسہ دینا اور معانقہ کرنا ایک ازار میں مکروہ ہے اور کرتا پہن کر ہو تو جائز ہے۔ جیسے مصافحہ جائز ہے۔

حدیقہ ندیہ میں ہے:

بعض المتاخرین من الحنفیة صرح بالکراهة فی ذلك ادعاء بانه بدعة مع انه داخل فی عموم سنة المصافحة مطلقا. (الحدیقة الندیة الخلق الثامن والاربعون الخ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۱۵۰)

بعض متاخرین حنفیہ نے اس مصافحہ کے بدعت ہونے کا دعوی کرتے ہوئے اسے صراحۃً مکروہ بتایا ہے باجودیکہ وہ مطلق مصافحہ کے عموم میں داخل ہو کر مسنون ہے۔

مجمع البحار میں ہے: هِیَ مِنَ الْبِدَعِ الْمُبَاحَةِ، یہ مصافحہ ان بدعتوں سے ہے جو مباح ہیں۔
(مجمع البحار الانوار تحت لفظ صلح مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۲ /۲۵۰)

آپ کی اسی رد المحتار میں بعد نقل عبارت امام نووی ہے:

شیخ ابوالحسن بکری فرماتے ہیں امام نووی نے بعد فجر وعصر کی قید کے ساتھ مصافحہ کا ذکر اس لئے فرمایا کہ ان کے زمانے میں یہی رائج تھا، ورنہ بعد فجر وعصر کی طرح تمام نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ہے۔ یہی علامہ شرنبلالی کے اس رسالہ میں ہے جو انھوں نے مصافحہ کے بارے میں لکھا ہے اور اسی کے مثل علامہ شمس الدین حانوتی سے منقول ہے۔ انھوں نے جواز مصافحہ کے بارے میں واردشدہ احادیث اور نصوص سے استدلال فرماتے ہوئے اس مصافحہ کے بھی جائز ہونے کا فتوی دیا ہے۔ اور یہی اس کے موافق ہے جو شارح (صاحب درمختار علاء الدین حصکفی) نے متون فقہ کا اطلاق ذکر کیا ہے۔
(ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶ /۳۸۱)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِيَامِ

باب: (کسی کے لیے) کھڑے ہونا

5215 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ أَهْلَ قُرَيْظَةَ لَمَّا نَزَلُوا عَلَى حُكْمِ سَعْدٍ أَرْسَلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ عَلَى حِمَارٍ أَقْمَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ أَوْ إِلَى خَيْرِكُمْ. فَجَاءَ حَتَّى

فَقَعَدَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب بنو قریظہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ثالث تسلیم کر لیا، تو نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلوایا، وہ ایک سفید گدھے پر سوار ہو کر آئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے سردار کے لیے
(راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) اپنے بہترین فرد کے لیے کھڑے ہو جاؤ، وہ آئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر بیٹھ
گئے۔

5216 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَ
قَرِيْبًا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ لِلْاَنْصَارِ قُوْمُوْا اِلٰی سَيِّدِكُمْ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: ''اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ''

5217 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَابْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، اَخْبَرَنَا اِسْرَائِيْلُ، عَنْ مَيْسَرَةَ
بْنِ حَبِيْبٍ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، اَنَّهَا
قَالَتْ: مَا رَاَيْتُ اَحَدًا كَانَ اَشْبَهَ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا - وَقَالَ الْحَسَنُ: حَدِيْثًا، وَكَلَامًا، وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَسَنُ
السَّمْتَ، وَالْهَدْيَ، وَالدَّلَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَةَ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهَا كَانَتْ اِذَا دَخَلَتْ
عَلَيْهِ قَامَ اِلَيْهَا فَاَخَذَ بِيَدِهَا، وَقَبَّلَهَا، وَاَجْلَسَهَا فِيْ مَجْلِسِهِ، وَكَانَ اِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ اِلَيْهِ، فَاَخَذَتْ
بِيَدِهِ فَقَبَّلَتْهُ، وَاَجْلَسَتْهُ فِيْ مَجْلِسِهَا

⊛⊛ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عادات و اطوار، گفتگو، چال چلن میں ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا
(یہاں ایک راوی نے کچھ الفاظ مختلف نقل کیے ہیں) جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتا ہو، وہ جب نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر ان سے ملتے تھے، ان کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیتے تھے اور
انہیں اپنے ساتھ بٹھاتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے ہاں تشریف لے جاتے تھے، تو وہ اٹھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی تھیں،
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیتی تھیں اور اپنے ساتھ بٹھاتی تھیں۔

بَابٌ فِيْ قُبْلَةِ الرَّجُلِ وَلَدَهُ

باب: آدمی کا اپنی اولاد کو بوسہ دینا

5217-إسناده صحيح : الحسن بن علي: هو ابن محمّد الهذلي الخلال الحلواني، وابن بشار: هو محمّد العبدي، وعثمان بن عمر: هو ابن
فارس العبدي، وإسرائيل: هو ابن يونس السّبيعي. وأخرجه الترمذي (4210)، والنسائي في "الكبرى" (8311) عن محمّد بن بشار، بهذا
الإسناد. وقال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (9193) من طريق عثمان بن عمر،
و(9192) من طريق النضر بن شميل، كلاهما عن إسرائيل، به. وهو في "صحيح ابن حبان" (6953).

5218 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ، أَبْصَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُقَبِّلُ حُسَيْنًا فَقَالَ: إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا فَعَلْتُ هٰذَا بِوَاحِدٍ مِنْهُمْ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اقرع بن حابس تمیمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بوسہ لے رہے تھے، انہوں نے عرض کی: میرے دس بچے ہیں، میں نے ان میں سے کسی کے ساتھ بھی یہ عمل نہیں کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا"

5219 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: ثُمَّ قَالَ - تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَبْشِرِي يَا عَائِشَةُ فَإِنَّ اللهَ قَدْ أَنْزَلَ عُذْرَكِ وَقَرَأَ عَلَيْهَا الْقُرْآنَ، فَقَالَ أَبَوَايَ: قُومِي فَقَبِّلِي رَأْسَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: أَحْمَدُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا إِيَّاكُمَا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! تم خوشخبری حاصل کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بے گناہ ہونے میں حکم نازل کر دیا ہے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے قرآن کی تلاوت کی، تو میرے والدین نے کہا: تم اٹھو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کو بوسہ دو، میں نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کروں گی، آپ دونوں کی (تعریف) نہیں کروں گی۔

بَابٌ فِي قُبْلَةِ مَا بَيْنَ الْعَيْنَيْنِ

باب: دونوں آنکھوں کے درمیان (یعنی پیشانی پر) بوسہ دینا

5220 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ أَجْلَحَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَلَقَّى جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَالْتَزَمَهُ، وَقَبَّلَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ

امام شعبی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گلے لگالیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

بَابٌ فِي قُبْلَةِ الْخَدِّ

باب: رخسار پر بوسہ دینا

5221 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، عَنْ إِيَاسِ بْنِ دَغْفَلٍ، قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا نَضْرَةَ قَبَّلَ خَدَّ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

ایاس بن دغفل بیان کرتے ہیں: میں نے نضرہ کو دیکھا کہ انہوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے رخسار پر بوسہ دیا۔

5222 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَالِمٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ أَوَّلَ مَا قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَإِذَا عَائِشَةُ ابْنَتُهُ مُضْطَجِعَةٌ قَدْ أَصَابَتْهَا حُمَّى، فَأَتَاهَا أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ لَهَا: كَيْفَ أَنْتِ يَا بُنَيَّةُ؟ وَقَبَّلَ خَدَّهَا

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ (ہجرت کر کے) آئے، تو ایک مرتبہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، تو اس وقت ان کی صاحبزادی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوئی تھیں، انہیں بخار ہوا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لے گئے، انہوں نے ان سے دریافت کیا: اے میری بیٹی! تمہارا کیا حال ہے؟ انہوں نے ان کے رخسار پر بوسہ بھی دیا۔

بَابٌ فِي قُبْلَةِ الْيَدِ

باب: دست بوسی کرنا

5223 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى، حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، حَدَّثَهُ وَذَكَرَ قِصَّةً قَالَ: فَدَنَوْنَا يَعْنِي مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلْنَا يَدَهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ایک واقعہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے، اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کی۔

بزرگانِ دین کے ہاتھ پاؤں چومنے کا بیان

تقبیلِ رجلین یعنی بزرگ اور صالح شخصیات کے پاؤں چومنا نہ صرف ثابت شدہ شرعی امر ہے، بلکہ براہِ راست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت ہے کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس کو بوسہ دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک چومتے۔

اس سے متعلقہ چند احادیث و آثار درج ذیل ہیں:

1۔ زارع بن عامر جو وفد عبدالقیس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تھے، سے مروی ہے:

لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا، فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَرِجْلَهُ.

جب ہم مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو اپنی سواریوں سے کود کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس اور پاؤں مبارک کو چومنے لگے۔

اس حدیث کو صحاح ستہ میں سے سنن ابی داؤد (کتاب الادب، باب قبلۃ الجسد، 4:357، رقم: 5225) میں روایت کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں

سے امام بیہقی نے السنن الکبریٰ (102:7) میں اور امام طبرانی نے اپنی دو کتب المعجم الکبیر (275:5، رقم: 5313) اور المعجم الاوسط (133:1، رقم: 418) میں روایت کیا ہے۔

2۔ امام بخاری نے "الادب المفرد" میں باب تقبیل الرجل قائم کیا ہے یعنی "پاؤں کو بوسہ دینے کا بیان۔" اس باب کے اندر صفحہ نمبر 339 پر حدیث نمبر 975 کے تحت انہوں نے مذکورہ بالا حدیث کو حضرت وازع بن عامر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

قَدِمْنَا، فَقِيْلَ: ذَاكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. فَأَخَذْنَا بِيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ نُقَبِّلُهَا.

ہم مدینہ حاضر ہوئے تو (ہمیں) کہا گیا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں اور قدموں سے لپٹ گئے اور انہیں بوسہ دینے لگے۔

یہ الفاظ خاص مفہوم کے حامل ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے صرف ہاتھ مبارک پکڑنے پر ہی اکتفانہ کیا بلکہ ہاتھوں کے علاوہ پاؤں مبارک کو بھی بوسہ دینے کا عمل جاری رکھا درآں حالیکہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں مبارک پکڑ رکھے تھے۔

3۔ امام ترمذی نے اس مضمون پر ایک حدیث حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ قومِ یہود کے بعض افراد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کرنے کے بعد اعلانیہ گواہی دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں:

فَقَبَّلُوْا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ. وَقَالُوْا: نَشْهَدُ أَنَّكَ نَبِيٌّ.

انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا، اور کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں۔

اس حدیث مبارکہ کو امام نسائی نے السنن (کتاب تحریم الدم، 111:7، رقم: 4078) میں

اور امام ابن ماجہ نے السنن (کتاب الادب، باب الرجل یقبل ید الرجل، 1221:2، رقم: 3705) میں روایت کیا ہے۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو الجامع میں دو جگہ روایت کیا ہے: پہلی بار ابواب الاستئذان والآداب میں باب فی قبلۃ الید والرجل (77:5، رقم: 2733) میں اور دوسری بار ابواب التفسیر کے باب ومن سورۃ بنی اسرائیل (305:5، رقم: 3144) میں۔

امام احمد بن حنبل نے المسند (239:4، 240) میں، امام حاکم نے المستدرک (52:1، رقم: 20) میں، امام طیالسی نے المسند (ص: 160، رقم: 1164) میں اور امام مقدسی نے الاحادیث المختارہ (29:8، رقم: 18) میں روایت کیا ہے۔

اتنے اجل محدثین کے اس حدیث کو روایت کرنے اور اس سے استشہاد کرنے کے باوجود بھی کوئی متعصب کہہ سکتا ہے کہ یہ ایک یہودی کا فعل تھا، ہم اسے کس طرح لازمی شہادت کا درجہ دے سکتے ہیں۔ اس سوچ پر سوائے افسوس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ معترض کو یہودی کا عمل تو نظر آ گیا مگر جس کے ساتھ کیا جا رہا ہے وہ بابرکت ہستی نظر نہیں آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو تقبیل سے منع نہیں فرمایا تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ تقریری ہوا۔

4۔ علامہ ابن تیمیہ کے جلیل القدر شاگرد حافظ ابن کثیر سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 101 کی تفسیر میں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک بار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات پر خفا ہو کر جلال میں آ گئے تو:

فَقَامَ إِلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ فَقَبَّلَ رِجْلَهُ وَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، رَضِينَا بِاللهِ رَبًّا وَبِكَ نَبِيًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا فَاعْفُ عَنَّا عَفَا اللهُ عَنْكَ فَلَمْ يَزَلْ بِهِ حَتَّى رَضِيَ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک چوم کر عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، آپ کے نبی ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور قرآن کے امام و راہنما ہونے پر راضی ہیں، ہمیں معاف فرما دیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے مزید راضی ہوگا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلسل عرض کرتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو گئے۔

اس روایت کو دیگر مفسرین نے بھی متعلقہ آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے اجل صحابی کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک چومنا اور خود تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں منع نہ فرمانا کیا (معاذ اللہ) عقیدہ توحید کی خلاف ورزی تھا۔

5۔ امام مقری (م 381ھ) اپنی کتاب تقبیل الید (ص: 64، رقم: 5) میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور اس نے آ کر عرض کیا: میں نے اسلام قبول کر لیا ہے لیکن میں کچھ مزید چاہتا ہوں تاکہ میرے یقین میں اضافہ ہو جائے۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی تو اعرابی کے بلاوے پر ایک درخت اس کے پاس آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر سلام ہو۔ اس کے بعد طویل روایت ہے اور آخر میں اعرابی نے تمام نشانیاں دیکھنے کے بعد عرض کیا:

يا رسول الله! أئذن لي أن أقبل رأسك ورجلك.

اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کا سر اقدس اور قدم مبارک چوم لوں۔

اس کے بعد روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کو اجازت مرحمت فرمائی۔ اور پھر اس اعرابی نے سجدہ کرنے کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی۔

امام مقری کی روایت کردہ اس حدیث کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری (11:57) میں نقل کیا ہے۔

نیز علامہ مبارک پوری نے بھی تحفۃ الاحوذی (7:437) میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔

یہ روایت بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر رہی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم چومنے کی اجازت تو دی لیکن سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اگر قدم چومنا اور سجدہ کرنا برابر ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ان کے مابین فرق نہ فرماتے اور دونوں سے منع فرما دیتے۔

یہاں تک آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک چومے جانے پر چند احادیث کا حوالہ دیا گیا، جس سے یہ ثابت

ہو گیا ہے کہ قدم بوسی ہرگز کوئی شرکیہ عمل نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی ذات اقدس کے لیے بھی کبھی اس کی اجازت نہ دیتے۔

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُنہیں اس عمل سے نہ روکنا اور سکوت فرمانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی اجازت نہ تھی؟ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عمل سنتِ تقریری نہ قرار پایا؟ اگر پاؤں چومنا نعوذ باللہ سجدہ ہے تو کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کر رہے تھے؟ کیا (معاذ اللہ) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو توحید کا پیغام عام کرنے اور شرک کے خاتمے کے لیے مبعوث ہوئے خود شرک کے عمل کی اجازت دے رہے تھے؟

کاش! قدم بوسی یا دست بوسی پر اعتراض کرنے والے پہلے قرآن وحدیث کا اچھی طرح مطالعہ ہی کرلیں۔

مشائخ عظام اور اکابر اسلام کی دست بوسی وقدم بوسی کی کیا حقیقت ہے؟

کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ قدم بوسی صرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے۔ لہٰذا ذیل میں ہم اس اَمر کا جائزہ لیتے ہیں کہ غیر انبیاء صالحین اور مشائخ عظام اور اکابر اسلام کی دست بوسی وقدم بوسی کی کیا حقیقت ہے؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ علمائے کرام اور مشائخ عظام کی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت کی نسبت سے تعظیم واحترام بجالانا منشاء اسلام ہے۔ ان کی تعظیم کو شرک کہنا باطل اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔ کتب سیر واحادیث کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص یہ بات جانتا ہے کہ اکابرین کی قدم بوسی ہمیشہ اہل محبت وادب کا معمول رہی ہے۔ اس سلسلے میں چند نظائر پیش خدمت ہیں:

1۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، وہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عَلِيًّا يُقَبِّلُ يَدَ الْعَبَّاسِ وَرِجْلَيْهِ وَيَقُولُ: يَا عَمِّ ارْضَ عَنِّي.

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں چومتے دیکھا اور آپ ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے: اے چچا! مجھ سے راضی ہو جائیں۔

اسے امام بخاری نے الادب المفرد (ص:339، رقم:976) میں، امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (2:94) میں، امام مزی نے تہذیب الکمال (13:240، رقم:2905) میں اور امام مقری نے تقبیل الید (ص:76، رقم:15) میں روایت کیا ہے۔

2۔ آسمان علم کے روشن ستارے اور ہر مسلک ومکتبہ فکر کے متفقہ محدث امام بخاری نے بھی اپنی کتاب الادب المفرد میں ہاتھ چومنے پر ایک پورا باب (نمبر 444) قائم کیا ہے۔ امام بخاری نے باب تقبیل الید میں "ہاتھ چومنے" کے حوالے سے تین احادیث بیان کی ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ اس سے مراد یہی ہے کہ صحابہ کرام، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو چوما کرتے تھے؛ اور جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ چومتے تو اسی طرح تابعین، صحابہ کرام کے ہاتھ چومتے۔ ان احادیث کو ذکر کر کے امام بخاری آدابِ زندگی بتا رہے ہیں کہ بزرگوں کی سنت یہ تھی کہ شیوخ اور اکابر کا ہاتھ چوما کرتے تھے۔ یہاں تک کہ امام بخاری نے دین میں اس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس کا الگ باب قائم کیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ امام بخاری اس باب

کے فوری بعد پاؤں چومنے کا باب **بَابُ تَقْبِيلِ الرِّجْلِ** لائے ہیں۔

ظاہر ہے کہ امام بخاری نے کتاب الادب میں ان ابواب کو ترتیب دے کر یہ واضح کیا ہے کہ ان کے نزدیک دست و پا
قدم چومنا آداب میں سے ہے۔ اگر وہ اس عمل کو شرک یا سجدہ سمجھتے تو کبھی بھی آداب زندگی کے بیان پر مشتمل اپنی کتاب میں یہ
ابواب قائم نہ کرتے اور نہ ہی ایسی احادیث لاتے۔

3۔ اسی طرح امام بخاری کے بعد امت مسلمہ کے نزدیک ثقہ ترین محدث امام مسلم کے شہر نیشاپور میں جب امام بخاری
تشریف لائے اور امام مسلم ان کے پاس حاضر ہوئے تو ائمہ کے احوال پر مبنی تمام کتب میں درج ہے کہ امام مسلم نے امام بخاری کا
ماتھا چوما اور پھر ان سے اجازت مانگی کہ:

دعني حتى أقبل رجليك، يا أستاذ الأستاذين وسيد المحدثين وطبيب الحديث في علله.

اے استاذوں کے استاذ، سید المحدثین اور علل حدیث کے طبیب! آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کے پاؤں کا
بوسہ لے لوں۔

امام بخاری اور امام مسلم کا یہ واقعہ ابن نقطہ نے 'التقیید لمعرفۃ رواۃ السنن والمسانید (33:1)' میں، امام ذہبی نے 'سیر اعلام
النبلاء (12: 432، 436)' میں، امام نووی نے 'تہذیب الاسماء واللغات (1: 88)' میں، حافظ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح
الباری (ص: 488)' میں
اور برصغیر کے نامور غیر مقلد نواب صدیق حسن قنوجی نے 'الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ (ص: 339)' میں روایت کیا ہے۔

4۔ علامہ شروانی شافعی 'حواشی (4: 84)' میں لکھتے ہیں:

قد تقرر أنه يسن تقبيل يد الصالح بل ورجله.

یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ صالح شخص کے ہاتھ اور پاؤں چومنا مسنون عمل ہے۔

5۔ مسلک دیوبند کے نامور عالم اور جامع الترمذی کے شارح علامہ ابو العلاء عبد الرحمان بن عبد الرحیم مبارک پوری کا علم
الحدیث میں ایک نمایاں مقام ہے۔ انہوں نے تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی کی جلد سات کے صفحہ نمبر 437 پر ہاتھ اور پاؤں
چومنے پر مذکورہ بالا تمام روایات بطور استشہاد درج کی ہیں، جس سے ان کے مسلک و مشرب کا واضح پتا چلتا ہے۔

اس طرح کی بے شمار روایات بطور حوالہ پیش کی جاسکتی ہیں، جو کہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ صلحاء اور اتقیاء کی دست بوسی و
قدم بوسی کرنا جائز اور پسندیدہ عمل ہے۔ اہل تصوف و روحانیت مانتے ہیں کہ قدم بوسی معمول کا عمل نہیں ہے، بلکہ ایسا کرنے والا
عقیدت و محبت سے کرتا ہے۔ اور ایسا عمل بالخصوص قدم بوسی کا عمل ایسی شخصیت کے لیے بجالایا جاتا جو علم و عمل میں اپنے دور کے امام
کی حیثیت رکھتی ہو۔ لہٰذا ہمیں مسلک و جانب داریت کی عینک اُتار کر قرآن و سنت، عمل صحابہ اور عمل سلف صالحین کا مطالعہ کرنا
چاہیے۔

بَابٌ فِي قُبْلَةِ الْجَسَدِ

باب: جسم پر بوسہ دینا

5224 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ، رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ: بَيْنَمَا هُوَ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ وَكَانَ فِيهِ مِزَاحٌ بَيْنَا يُضْحِكُهُمْ فَطَعَنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَاصِرَتِهِ بِعُودٍ فَقَالَ: أَصْبِرْنِي فَقَالَ: اصْطَبِرْ قَالَ: إِنَّ عَلَيْكَ قَمِيصًا وَلَيْسَ عَلَيَّ قَمِيصٌ، فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَمِيصِهِ، فَاحْتَضَنَهُ وَجَعَلَ يُقَبِّلُ كَشْحَهُ، قَالَ: إِنَّمَا أَرَدْتُ هَذَا يَا رَسُولَ اللهِ

⊛⊛ عبدالرحمان بن ابولیلیٰ، انصار سے تعلق رکھنے والے ایک صحابی حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ وہ اپنی قوم کے افراد کے ساتھ بات چیت کر رہے تھے، ان کے مزاج میں مزاح تھا، وہ انہیں ہنسا رہے تھے، اسی دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پہلو میں لکڑی چبھوئی، تو انہوں نے عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بدلہ دیجئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بدلہ لے لو، انہوں نے عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قمیص پہنی ہوئی ہے اور میں نے قمیص نہیں پہنی ہوئی تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اوپر کر دی، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بازوؤں میں لے لیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو پر بوسہ دینے لگے، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دینا چاہتا تھا۔

بَابٌ فِي قُبْلَةِ الرِّجْلِ

باب: قدم بوسی کرنا

5225 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ الطَّبَّاعِ، حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْنَقُ، حَدَّثَتْنِي أُمُّ أَبَانَ بِنْتُ الْوَازِعِ بْنِ زَارِعٍ، عَنْ جَدِّهَا، زَارِعٍ وَكَانَ فِي وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ: لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا، فَنُقَبِّلُ يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهُ قَالَ: وَانْتَظَرَ الْمُنْذِرُ الْأَشَجُّ حَتَّى أَتَى عَيْبَتَهُ فَلَبِسَ ثَوْبَيْهِ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ: إِنَّ فِيكَ خَلَّتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا أَتَخَلَّقُ بِهِمَا أَمِ اللهُ جَبَلَنِي عَلَيْهِمَا؟ قَالَ: بَلِ اللهُ جَبَلَكَ عَلَيْهِمَا قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَبَلَنِي عَلَى خَلَّتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ وَرَسُولُهُ

⊛⊛ ام ابان بنت وازع' اپنے دادا' زارع کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: جو عبدالقیس قبیلے کے وفد میں شامل تھے، وہ بیان کرتے ہیں: جب ہم مدینہ منورہ آئے، تو ہم تیزی سے اپنی سواریوں سے اترے اور ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی اور قدم بوسی شروع کی، صرف منذر اشج نے انتظار کیا، وہ اپنے سامان کے پاس آئے انہوں نے دو عمدہ کپڑے اوڑھے اور پھر وہ نبی

اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے اندر دو خصوصیات ہیں، جن کی بناء پر اللہ تعالیٰ تمہیں پسند کرتا ہے، بردباری اور وقار، انہوں نے عرض کی:

یارسول اللہ! کیا میں ان دو خصوصیات کا تکلف سے اظہار کرتا ہوں؟ یا اللہ تعالیٰ نے یہ میری فطرت میں رکھی ہیں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں! بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ تمہاری فطرت میں رکھی ہیں، تو انہوں نے عرض کی: ہر طرح کی حمد اس اللہ کے لیے مخصوص ہے، جس نے وہ چیزیں میری فطرت میں رکھی ہیں، جس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ محبت کرتے ہیں۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ: جَعَلَنِيَ اللهُ فِدَاكَ

باب: آدمی کا یہ کہنا: ”اللہ تعالیٰ مجھے تم پر فدا کرے“

نبی کریم ﷺ کے لیے لبیک کہنے کا بیان

5226 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وحَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ حَمَّادٍ يَعْنِيَانِ ابْنَ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا ذَرٍّ فَقُلْتُ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَأَنَا فِدَاؤُكَ

❁ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے آواز دی: اے ابوذر! میں نے عرض کی: میں حاضر ہوں، یارسول اللہ! میں آپ ﷺ پر فدا ہو جاؤں“

نبی کریم ﷺ پر فداء ہونے والے اصحاب کا بیان

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا جذبۂ ایثار و محبت

سفرِ ہجرت کے آخری مرحلے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں قیام پذیر رہے۔ مسجد قبا کی تعمیر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم یثرب۔۔۔ جسے بعد میں مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بننے کا اعزاز حاصل ہونا تھا۔۔۔ کی طرف روانہ ہوئے۔ بعض روایات کے مطابق یہ 12 ربیع الاول کا دن تھا، یثرب کے شہری جوق در جوق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ بنو نجار کی خوش بخت بچیاں دف کے ساتھ استقبالیہ اشعار پڑھ رہی تھیں۔ عورتیں، مرد، بچے تمام مہمانِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دیدہ و دل فرشِ راہ کئے ہوئے تھے۔ ہر قبیلے کے سردار کی خواہش تھی کہ اُسے والیٔ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل ہو لیکن یہ شرف عظیم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مقدر میں لکھا جا چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر نچلی منزل میں قیام پذیر ہوئے جبکہ وہ میاں بیوی بالا خانے پر رہنے لگے تاکہ اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کو بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونے میں آسانی رہے۔ ایک دن بالائی منزل میں پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا۔ میاں بیوی کو خدشہ ہوا کہ کہیں چھت نہ ٹپکنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے پانی جذب کرنے کے لئے اس پر لحاف ڈال دیا اور خود ساری رات دونوں میاں بیوی سردی سے ٹھٹھرتے رہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''ہمارا پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا اور پانی بہہ گیا، پس میں اور (میری اہلیہ) اُم ایوب اپنے واحد لحاف سے پانی صاف کرتے رہے اس خوف سے کہ کہیں پانی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر ٹپک جائے اور انہیں تکلیف پہنچے۔''
(طبرانی، المعجم الکبیر، 4:119، رقم:23855)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور تبرکاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکاتِ مقدسہ محفوظ تھے۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا آخری وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی:

''مجھے اس قمیض میں کفنایا جائے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہنایا تھا اور اسے ان کے جسم پر (اس طرح) ڈال دیا جائے (کہ درمیان میں کوئی اور کپڑا حائل نہ ہو)۔'' (ابن اثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ، 5:2203)

علاوہ ازیں ان کے پاس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تراشے ہوئے مبارک ناخن تھے۔ انہوں نے وصیت کی کہ ان مبارک ناخنوں کو باریک پیس کر ان کی آنکھوں اور منہ میں ڈال دیا جائے پھر فرمایا میں جیسا کہتا ہوں ایسا ہی کرنا اور باقی معاملہ میرے اور ارحم الرحمین کے درمیان چھوڑ دینا۔

حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی تمنائے شہادت

غزوۂ بدر کے موقع پر ایک کم سن نوجوان مجاہدین اسلام کی صفوں میں چھپتا پھر رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صف بندی کے دوران اس نوجوان کو دیکھ کر فرمایا: بیٹا! ابھی تمہاری عمر لڑنے کی نہیں ہے، اس لئے تم واپس چلے جاؤ۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم سن کر وہ نوجوان جو کم عمری کے باوجود دل میں شہادت کی شدید آرزو رکھتا تھا آبدیدہ ہوگیا، اور عرض پرداز ہوا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں جنگ میں شریک ہونے کی اجازت کا طلب گار ہوں، شاید میرا لہو اللہ کی راہ میں کام آجائے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان کا جذبہ ایمان دیکھ کر اُسے اجازت مرحمت فرمادی اور اسے تلوار بھی عطا کی۔ تاریخ اس نوجوان کو حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ جنگ کا آغاز ہوا تو حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ دشمن پر ٹوٹ پڑے، آخر داد شجاعت دیتے ہوئے فقط سولہ سال کی عمر میں شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے اور اپنا نام اسیرانِ مصطفیٰ کی فہرست میں لکھوانے کی سعادت حاصل کی۔ (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 3:2149)

حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کا پاسِ عہد

حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ عشقِ رسول کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہوئے اور اپنا سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نثار کر دینے کا عہد کرلیا۔ اس کی پاداش میں ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، کفار و مشرکین مکہ نے اس جاں نثارِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو زنجیروں میں جکڑ دیا لیکن ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ صلح حدیبیہ کی دستاویز حیطۂ تحریر میں لائی جاچکی تھی کہ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کفار و مشرکین کی قید سے بھاگ کر پناہ کے لئے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ ابوجندل رضی اللہ عنہ سے تمام تر ہمدردی کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاہدے کی خلاف ورزی ہرگز گوارا نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے دل پر پتھر رکھ کر ابوجندل رضی اللہ عنہ کی واپسی کی تجویز سے اتفاق کیا۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل رضی اللہ عنہ کو مخاطب کیا:

''اے ابوجندل! ہمارے اور اس قوم کے درمیان صلح مکمل ہو گئی ہے، اس لئے تم صبر کرو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشائش اور نکلنے کی راہ پیدا کر دے۔'' (ابن سعد، الطبقات الکبری، 2:297)

ابوجندل رضی اللہ عنہ نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تعمیل کر کے اطاعت و اتباع کی ایک نئی داستان قلمبند کی اور اپنے عمل سے ایفائے عہد کے چراغ کو بجھنے نہ دیا۔

رئیس المنافقین کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا لافانی کردار

عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین تھا، مدینہ منورہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل اسے یثرب کا بادشاہ بنانے کی تیاریاں کی جا رہی تھیں، لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے یہ منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا اور ریاستِ مدینہ کا قیام عمل میں آیا۔ عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقین مدینہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ روکنے کے لئے در پردہ سازشوں کا جال بننے لگے اور مہاجرین مکہ کی راہ میں روڑے اٹکانے شروع کر دیئے۔ اسی طرح منافقین مدینہ طبقاتی کشمکش کو ہوا دے کر ریاستِ مدینہ کے امن کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اسی عبداللہ بن اُبی کے بیٹے تھے لیکن منافق باپ کے سازشی ذہن سے انہیں دُور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابی تھے اور اپنے باپ کی حرکتوں پر اندر ہی اندر کھولتے رہتے تھے۔ وہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنے باپ کی جملہ منفی سرگرمیوں کے پس منظر میں عرض پرداز ہوئے۔ یا رسول اللہ! مجھے حکم دیجئے کہ میں اپنے باپ کا کانٹا راستے سے ہٹادوں تاکہ دینِ مبین کی پیش رفت میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔

''(حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن ابی) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے باپ (عبداللہ بن ابی) کو قتل کرنے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے باپ کو قتل نہ کر۔'' (حاکم، المستدرک، 3:679، رقم:26490)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''عبداللہ بن ابی ایک بلند ٹیلہ کے سایہ میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو عبداللہ بن ابی کہنے لگا: ابن ابی کبشہ کا یہاں سے گذر ہوا۔ اس پر اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو مکرم و محترم بنایا ہے، اگر آپ چاہیں تو میں (اپنے) اس (بدبخت باپ) کا سر (قلم کر کے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اپنے والد کے ساتھ حسنِ سلوک اور حسنِ محبت سے پیش آؤ۔'' ہیثمی نے 'مجمع الزوائد (9:318)' میں کہا ہے کہ اسے بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

یہ بات حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایسا مخلص شخص ہی کہنے کی جرات کر سکتا ہے جس نے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی ذات کو گم کر دیا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جب اپنا حقیقی باپ ابن ابی، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے کی دیوار بنتا نظر آیا تو انہوں نے اس دیوار کو ہی گرانے کا فیصلہ کر لیا۔

غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر ایک مقام پر ابن ابی نے حضور تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بعض گستاخانہ الفاظ کہے۔ اس پر اس کا حقیقی بیٹا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تلوار سونت کر اپنے باپ کے سر پر کھڑے ہو گئے اور اسے خوب ذلیل کیا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی المصطلق سے واپس لوٹے تو ابن عبداللہ بن ابی اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے باپ پر تلوار سونتی اور فرمایا: بخدا! میں اس وقت تک اپنی تلوار میان میں نہیں رکھوں گا جب تک تو زبان سے یہ نہیں کہہ دیتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم معزز ہیں اور میں ذلیل ہوں۔ اس نے کہا: تو ہلاک ہو، محمد ﷺ معزز ہیں اور میں ذلیل ہوں۔ جب یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جرات کو پسند فرمایا اور سراہا۔ (حمیدی، المسند، 2:520، رقم: 31240

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا سے روحِ ایمانی کو جدا نہ کیا جا سکا

جس طرح سب سے پہلے اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہونے کا اعزاز ایک معزز خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوا اسی طرح سب سے پہلے حق کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت بھی ایک خاتون کو حاصل ہوئی۔ یہ خاتون حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں، جنہوں نے ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لئے اپنی جان کی قربانی پیش کی۔ اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی ان کے جذبۂ ایمانی کو طرح طرح سے آزمایا گیا لیکن جان کا خوف بھی ان کے جذبۂ ایمان کو شکست نہ دے سکا۔ روایات میں مذکور ہے کہ انہیں گرم کنکریوں پر لٹایا جاتا، لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کر دیا جاتا، لیکن تشنہ لبوں پر محبتِ رسول کے پھول کھلتے رہے اور پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔ عورت تو نازک آبگینوں کا نام ہے جو ذرا سی ٹھیس سے ٹوٹ جاتے ہیں لیکن حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ایمان کا حصارِ آہنی بن گئیں۔

''روایت ہے کہ ابوجہل نے ان کے جسم کے نازک حصے پر برچھی کا وار کیا جس سے وہ شہید ہو گئیں، یہ اسلام کی پہلی شہید خاتون ہیں، جن کو ہجرت سے پہلے شہید کر دیا گیا اور یہ وہ خاتون ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ میں اسلام کے ابتدائی دور میں اپنے اسلام کا اعلانیہ اظہار کیا تھا۔'' (ابن ابی شیبہ، المصنف، 7:13، رقم: 233869)

ابن اسحاق نے آل عمار بن یاسر کے کسی شخص سے روایت نقل کی ہے کہ: ''اُمِ عمار حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو بنی مغیرہ نے اسلام لانے کی پاداش میں تکلیفیں پہنچائیں مگر اس نے (اقرار اسلام کے سوا) ہر چیز کا انکار کیا حتیٰ کہ انہوں نے اسے شہید کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب حضرت عمار اور ان کے والد اور والدہ کے پاس سے گزر ہوتا جن کو کفار کی طرف سے مکہ کی شدید گرمی میں وادی ابطح میں عذاب دیا جا رہا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اے آلِ یاسر! صبر کرو، جنت تمہارا انتظار کر رہی ہے۔'' (حاکم، المستدرک، 3:432، رقم: 35646)

حضرت عداس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں

طائف کے بازاروں میں اوباش لڑکوں نے شقاوتِ قلبی کی انتہا کر دی تھی، جسمِ اطہر پر اتنے پتھر برسائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ٹخنوں سے خون بہنے لگا۔ معتوبِ طائف حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر کے لئے ایک باغ میں رکے، یہ باغ ربیعہ نامی شخص کا تھا جو اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا بدترین دشمن تھا۔ اس کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ اس وقت باغ میں موجود تھے۔ اُنہوں نے ایک طشتری میں انگور کا ایک خوشہ دے کر اپنے غلام عداس کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا۔ آقائے محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر انگور کے دانے توڑے تو عداس کی نظریں چہرۂ اقدس پر جم کر رہ گئیں۔ وہ جانتا تھا کہ یہاں کے لوگ بسم اللہ پڑھ کر کھانا نہیں کھاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام سے پوچھا: تم کس ملک کے رہنے والے ہو۔ اور تمہارا تعلق کس دین سے ہے؟ اُس نے بتایا کہ میں ایک عیسائی ہوں اور نینوئی کا رہنے والا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ نینوئی جو یونس بن متی کا شہر ہے؟ عداس تصویرِ حیرت بن گیا اور بولا: آپ یونس بن متی کو جانتے ہیں؟ ارشادِ گرامی ہوا کہ یونس بن متی میرے بھائی ہیں، وہ بھی ربِ ذوالجلال کے نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ عداس فرطِ عقیدت سے اُٹھ کھڑا ہوا، پہلے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ انور کو چوما اور پھر آقائے مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے اقدس کے بوسے لینے لگا۔ واپس اپنے مالکان کی خدمت میں پہنچا تو اُنہوں نے اسے ڈانٹا لیکن غلامِ بے نوا کے لبوں پر یہ الفاظ مچل اُٹھے: ''روئے زمین پر آج ان سے بہتر کوئی نہیں۔'' (ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، 2:268، 2269)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک چادر سے کفن بنانے کی آرزو

کسی خاتون نے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک چادر پیش کی۔ آقائے محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے زیبِ تن فرمایا اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی محفل میں تشریف لائے۔ ایک صحابی عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! یہ چادر مجھے عنایت فرما دیجئے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چادر اسے عطا فرما دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس شخص کا یہ عمل پسند نہ آیا اور اسے کہا کہ جب تمہارے علم میں تھا کہ حضور کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تو تم نے یہ چادر کیوں مانگ لی؟ وہ شخص جو ایک عاشقِ رسول تھا، جواب میں گویا ہوا۔ ''جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہن لیا تو میں نے اس کی برکت کی آرزو کی کہ میں اس میں کفنایا جاؤں۔'' (بخاری، الصحیح، 5:2245، کتاب الادب، رقم: 25689)

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسے اسی چادر میں دفنایا گیا۔

حضرت ہند بنت حزام رضی اللہ عنہا کی داستانِ استقامت

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ شہید کر دیئے گئے۔ اس خبر کا سننا تھا کہ مدینے میں ہر طرف کہرام مچ گیا۔ اہلِ مدینہ شہر سے باہر نکل آئے۔ ان میں قبیلہ انصار کی ایک خاتون حضرت ہند بنت حزام رضی اللہ عنہا بھی تھی جس کا باپ، بھائی اور خاوند حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ احد میں شریک ہوئے تھے، اور تمام کے تمام اس غزوہ میں شہید ہو گئے تھے۔

جب اس خاتون سے کوئی صحابی ملتا تو وہ اطلاع دیتا کہ تیرا باپ وہاں شہید ہو گیا اور کوئی اس کے خاوند کی شہادت کا تذکرہ کرتا تو کوئی بھائی کی شہادت کی خبر دیتا۔ وہ عظیم خاتون سن کر کہتی کہ یہ بات نہ کرو بلکہ یہ بتلاؤ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: ''الحمد للہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح خیریت سے ہیں جس طرح تو پسند کرتی ہے''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت کی خبر سن کر وہ کہنے لگی: ''مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کراؤ، حتی کہ میں خود انہیں دیکھ لوں۔'' جب اس خاتون نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نظر دیکھا تو پکار اٹھی: ''یا رسول اللہ! آپ کے ہوتے ہوئے ہر غم و پریشانی ہیچ ہے۔'' (ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، 250:4)

غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا مقام عشق

ایک نوجوان صحابی حضرت حنظلہ بن ابو عامر رضی اللہ عنہ شادی کی پہلی رات اپنی بیوی کے ساتھ حجلۂ عروسی میں تھے کہ کسی پکارنے والے نے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر جہاد کے لیے پکارا۔ وہ صحابی اپنے بستر سے اُٹھے۔ دلہن نے کہا کہ آج رات ٹھہر جاؤ، صبح جہاد پر روانہ ہو جانا۔ مگر وہ صحابی جو صہبائے عشق سے مخمور تھے، کہنے لگے: اے میری رفیقۂ حیات! مجھے جانے سے کیوں روک رہی ہو؟ اگر جہاد سے صحیح سلامت واپس لوٹ آیا تو زندگی کے دن اکٹھے گزار لیں گے ورنہ کل قیامت کے دن ملاقات ہوگی۔''

اس صحابی رضی اللہ عنہ کے اندر عقل و عشق کے مابین مکالمہ ہوا ہوگا۔ عقل کہتی ہوگی: ابھی اتنی جلدی کیا ہے؟ جنگ تو کل ہوگی، ابھی تو محض اعلان ہی ہوا ہے۔ شب عروسی میں اپنی دلہن کو مایوس کر کے مت جا۔ مگر عشق کہتا ہوگا: دیکھ! محبوب کی طرف سے پیغام آیا ہے، جس میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی روا نہیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ اسی جذبۂ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے اور مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اللہ رب العزت کے فرشتوں نے انہیں غسل دیا اور وہ ''غسیل الملائکہ'' کے لقب سے ملقب ہوئے۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ جب جنگ کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملائکہ کو انہیں غسل دیتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہوئے:

''تمہارے ساتھی حنظلہ کو فرشتوں نے غسل دیا ان کے اہل خانہ سے پوچھو کہ ایسی کیا بات ہے جس کی وجہ سے فرشتے اسے غسل دے رہے ہیں۔ ان کی اہلیہ محترمہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جنگ کی پکار پر حالت جنابت میں گھر سے روانہ ہوئے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے اسے غسل دیا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے مقام و مرتبے کے لیے یہی کافی ہے۔'' (ابن اثیر، اسد الغابۃ، 286:2)

اسی جذبے کے احیاء کی آج پھر ضرورت ہے۔ اگر ہم جوان نسل میں کردار کی پاکیزگی، تقدس اور ایمان کی حلاوت نئے سرے سے پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان میں اس تعلق عشقی کو کوٹ کوٹ کر بھرنا ہوگا۔

فراق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی بینائی جاتی رہی

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب انہیں ان کے بیٹے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

وصال مبارک کی خبر دی وہ اس وقت اپنے کھیتوں میں کام کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر سن کر غمزدہ ہو گئے اور بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی: ”اے میرے اللہ! میری آنکھوں کی بینائی اب ختم کر دے تاکہ میں اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے کو دیکھ ہی نہ سکوں۔“ (قسطلانی، المواہب اللدنیہ، 2:94)

اللہ تعالیٰ نے اُسی وقت اُن کی دعا قبول فرمالی۔

حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے ایک صحابی کی بینائی (فراقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں) جاتی رہی تو لوگ ان کی عیادت کے لئے گئے۔“

جب ان کی بینائی ختم ہونے پر افسوس کا اظہار کیا گیا تو وہ کہنے لگے: ”میں ان آنکھوں کو فقط اس لئے پسند کرتا تھا کہ ان کے ذریعے مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوتا تھا۔ اب چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے اس لئے اگر مجھے چشمِ غزال (ہرن کی آنکھیں) بھی مل جائیں تو کوئی خوشی نہ ہو گی۔“ (بخاری، الادب المفرد، 1:188، رقم:533)

سفیرِ قریش اور معیارِ ایمان

کتب حدیث و سیر میں درج ہے کہ قبل از اسلام کفار و مشرکین نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر نگاہ پڑتے ہی ایمان کی روشنی دل میں اتر گئی اور وہ عرض گزار ہوئے: آقا! اب واپس جانے کو جی نہیں چاہتا، مجھے اپنے قدموں میں ہی رہنے دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، آدابِ سفارت کا تقاضا ہے کہ تم واپس جاؤ۔ تم ایک سفیر کی حیثیت سے میرے پاس آئے تھے اور سفیر کو روکنا مجھے گوارا نہیں، اس لئے واپس لوٹ جاؤ۔ چنانچہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تعمیل میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ واپس لوٹ گئے، لیکن زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ واپس آ کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ عاطفت میں پناہ لے لی۔

وہ فرماتے ہیں: ”مجھے قریش نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا تو اسلام نے میرے دل میں گھر کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض گزاری: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اب لوٹ کر کفار کی طرف نہیں جاؤں گا (بلکہ ساری زندگی آپ کے قرب میں گزار دوں گا۔) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عہد کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا اور نہ سفیر کو اپنے پاس روک کے رکھنا میرے طریق میں سے ہے۔ اِس وقت لوٹ جاؤ، اگر محبت کا یہی عالم برقرار رہا تو پھر واپس چلے آنا۔“ (ابن حبان، الصحیح، 11:233، رقم:54877)

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ اپنی داستانِ وفا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حکمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اُس وقت میں واپس لوٹ آیا لیکن کفار و مشرکین میں میرا جی نہ لگتا تھا، پھر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اِسلام لے آیا۔ (ابن حبان، الصحیح، 11:233، رقم:54877)

حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ کے محبت آمیز جذبات

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا واقعہ کی مثل ایک اور روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ وہ

فرماتے ہیں کہ جب لشکرِ یمامہ کے سپہ سالار ثمامہ بن اُثال کو گرفتار کر کے تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں پیش کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ کو مسجدِ نبوی کے ستون سے باندھنے کا حکم دیا۔ تین دن تک ثمامہ مسجدِ نبوی کے ستون سے بندھے رہے۔ تیسرے دن اُنہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کا اعزاز حاصل ہوا، جس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ثمامہ کو رہا کر دیا جائے۔ جب ثمامہ کو رہا کر دیا گیا تو وہ مسجدِ نبوی کے قریب کھجوروں کے ایک باغ میں چلے گئے۔ وہاں جا کر اُنہوں نے غسل کیا اور دوبارہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضرِ خدمت ہوئے، سرِ تسلیم خم کیا اور ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہونے کے لئے یہ تاریخی کلمات عرض کئے: "یا محمد صلی اللہ علیک وسلم! قسم ہے ربِ کائنات کی! رُوئے زمین پر مجھے آپ صلی اللہ علیک وسلم کے چہرے سے بڑھ کر کوئی چیز ناپسندیدہ نہ تھی، مگر (اَب رُوئے اَنور کی زیارت کے بعد) آپ صلی اللہ علیک وسلم کے چہرۂ اَنور سے بڑھ کر مجھے کوئی چیز محبوب نہیں۔ قسم ہے ربِ ذوالجلال کی! آپ صلی اللہ علیک وسلم کا دین میرے ہاں سب سے زیادہ ناپسندیدہ تھا، لیکن اَب یہ دین تمام اَدیان سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ قسم ہے خدائے رحیم و کریم کی! مجھے آپ صلی اللہ علیک وسلم کے شہر سے زیادہ کوئی شہر ناپسندیدہ نہ تھا، لیکن اَب آپ صلی اللہ علیک وسلم کا شہرِ دلنواز مجھے تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔" (مسلم، الصحیح، 3:1386، کتاب الجہاد والسیر، رقم:1764)

فراقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا نالۂ شوق

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوا تو سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ہجر و فراق کے ان لمحات میں یہ کلمات عرض کئے:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر سلام ہو، آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ آپ ہمیں کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، کثرتِ صحابہ کے پیشِ نظر منبر بنوایا گیا۔ جب آپ صلی اللہ علیک وسلم اُس تنے کو چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو اس نے آپ صلی اللہ علیک وسلم کی جدائی میں سسکیاں لے کر رونا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیک وسلم نے اس پر دستِ شفقت رکھا تو وہ خاموش ہو گیا۔ جب اس بے جان کھجور کے تنے کا یہ حال ہے تو اِس اُمت کو آپ صلی اللہ علیک وسلم کے فراق پر نالۂ شوق کا زیادہ حق ہے۔ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیک وسلم کو کتنی فضیلت عطا فرمائی ہے کہ آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دے دیا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا۔" (عبدالحلیم محمود، الرسول، 22:23)

دوسری روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

"یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیک وسلم پر قربان ہوں، آپ کا یہ عالم ہے کہ (عرش کے مہمان ہو کر) ہم خاک نشینوں کے ساتھ رہے، ہم لوگوں کے ساتھ نکاح کیا اور ہمارے ساتھ کھایا، صوف کا لباس پہنا، عام جانور پر سواری فرمائی بلکہ ہم جیسوں کو اپنے پیچھے بٹھایا اور اپنی تواضع کے پیشِ نظر زمین پر دسترخوان بچھایا۔" (عبدالحلیم محمود، الرسول، 22:23)

جبرئیلِ امیں کا شوقِ زیارت

سورۃ الضحیٰ کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بعض اہم حکمتوں کی بناء پر کچھ عرصہ کیلئے سلسلۂ وحی منقطع ہو گیا تو مخالفین نے یہ طعنہ دینا شروع کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے (معاذ اللہ) اسے چھوڑ دیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ الضحیٰ نازل فرمائی۔ جب جبرئیل امین علیہ السلام اس سورۂ مبارکہ کی صورت میں رب کریم کا پیار بھرا پیغام لے کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(اے جبرئیل!) تم نے آنے میں اتنی دیر کر دی کہ مجھے تمہاری ملاقات کا اشتیاق ہونے لگا۔'' (خازن، تفسیر، 2485:4)

اس پر جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! مجھے آپ کی زیارت و ملاقات کا شوق آپ سے بڑھ کر تھا مگر میں حکم کا غلام ہوں اور آپ کے رب کے حکم کے بغیر ہم نازل نہیں ہو سکتے۔''

میانِ عاشق و معشوق رمزیست کراماً کاتبین راہم خبر نیست

اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں راز و نیاز کا وہ معاملہ ہوتا ہے جس کی خبر کراماً کاتبین کو بھی نہیں ہوتی۔

آئینۂ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت نظر آتی

امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب محبوب کی یاد ستاتی تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدارِ فرحت آثار کے لئے نکل کھڑے ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک حجروں میں تلاش کرتے۔ اُمہاتُ المومنین رضی اللہ عنہن سے عرض کرتے کہ ہمیں اب دیدارِ محبوب کے بغیر چین نہیں آ رہا۔ چنانچہ بعض اوقات حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ استعمال رہنے والا آئینہ لاتیں۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم اس آئینے کو دیکھتے تو بجائے اپنے آپ کو دیکھنے کے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جلوہ افروز پاتے۔ روایت کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

''روایت ہے کہ (جب محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد) بعض صحابہ رضی اللہ عنہم (کو تڑپاتی اور وہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت چاہتے تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آجاتے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی آئینہ اس صحابی کو دے دیتیں۔ جب وہ صحابی اس آئینہ مبارک کو دیکھتا تو بجائے اپنی صورت کے اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک نظر آتی۔'' (آلوسی، روح المعانی، 39:22)

بعد از محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آرزو جینے کی کیا کروں؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک خاتون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے آئی اور مجھ سے کہنے لگی: ''مجھے حجرۂ انور کھول دیں (میں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ اقدس کی زیارت کرنا چاہتی ہوں۔) میں نے اسے کھول دیا۔ وہ عورت (ہجرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صدمے سے) بہت روئی حتی کہ واصل بحق ہو گئی۔''

(قاضی عیاض، الشفاء، 2570:3)

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ فداء ہونے کے جذبے کا بیان

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا نام ہونٹوں پر آتا ہے تو دیدۂ و دل میں خوشبو کے چراغ جھلملانے لگتے ہیں اور پلکیں اس عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام میں جھک جاتی ہیں۔ جنگِ اُحد میں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہوئے اور اس سچے عاشقِ رسول تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے ایک ایک کر کے اپنے سارے دانت شہید کر ڈالے کہ معلوم نہیں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا کون سا دانت شہید ہوا ہوگا۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو بظاہر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت نصیب نہیں ہوئی، لیکن چشمِ تصور ہر لمحہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کے طواف میں مصروف رہتی۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ قرن کے رہنے والے تھے۔ وہ اپنی ضعیف والدہ کو تنہا چھوڑ کر طویل سفر اختیار نہیں کر سکتے تھے اور پھر یہ خیال بھی دامنگیر تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ کر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوؤں کی تاب بھی لا سکوں گا کہ نہیں۔ آقائے محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تھا کہ قرن میں اویس نام کا ایک شخص ہے، جو روزِ محشر بنو ربیعہ اور بنو مضر کی بھیڑوں کے بالوں کی تعداد کے برابر میری اُمت کے لوگوں کی شفاعت کرے گا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس غلام سے کتنی محبت فرماتے ہوں گے۔ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تابعین میں سب سے افضل شخص ایک آدمی ہے، جس کا نام اویس ہوگا، اور اُس کی والدہ (حیات) ہے، اُس کو برص کی بیماری ہے، پس اُس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے مغفرت کی دُعا کرے۔''

(ابن ابی شیبہ، المصنف، 397:6، رقم:232344؛ ابو یعلی، المسند، 187:1، 188، رقم:3212)

تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس عاشقِ رسول کے پاس پہنچ گئے، اس وقت حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز تھے۔ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی خاطر دعا کے لئے عرض کیا۔

ایک یہودی عالم کی حسرتِ دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فداء ہونا

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد کسی ایک جمعرات کی صبح کو ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ اونٹ پر سوار ایک سفید ریش بوڑھا آیا۔ اس نے اپنی سواری کو مسجد کے دروازے پر باندھا اور یہ کہتے ہوئے اندر داخل ہوا:

السلام علیکم و رحمة الله! هل فیکم محمد رسول الله؛ ''تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت نازل ہو، کیا تم میں اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں۔'' (ابن عساکر، تاریخ، 342:1)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے پوچھنے والے! تجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کام ہے؟''

اس نے کہا کہ میں یہودی علماء میں سے ہوں اور اسی (80) سال سے تورات کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ اس میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے اور میں اس ذکر سے متاثر ہو کر آیا ہوں۔ اس نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعتِ اسلام کیلئے حاضر ہوا ہوں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو وصال ہو چکا ہے۔ اس پر اس عالم نے افسوس کا اظہار شروع کر دیا اور کہا: ''کیا تم میں ان کی اولاد ہے؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اسے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے جاؤ۔ وہاں جا کر اس نے اپنا تعارف کروایا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں میں سے کسی کپڑے کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت سیدہ عالم رضی اللہ عنہا نے اپنے شہزادے امام حسین علیہ السلام سے فرمایا:

''وہ کپڑا لاؤ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقتِ وصال پہنا ہوا تھا۔ جب وہ کپڑا لایا گیا تو اس عالم نے اسے اپنے چہرے پر ڈال لیا۔ وہ اس کی خوشبو کو سونگھتا اور خوشبو سونگھتے ہوئے بار بار کہتا کہ اس صاحب ثوب پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔''

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: ''حضور کے اوصاف جمیلہ کا تذکرہ اس طرح کرو کہ گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں۔'' یہ بات سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے۔ ''حضرت علی رضی اللہ عنہ شدت کے ساتھ رو پڑے اور کہنے لگے: اے سائل خدا کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا جس قدر تجھے اشتیاق ہے مجھے اس سے کہیں بڑھ کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا شوق ہے۔'' (ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، 1:342، 343)

بعد ازاں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ اور سراپا مبارک کا ذکر بڑی تفصیل سے فرمایا، جس کی من وعن تصدیق اس یہودی عالم نے سابقہ کتب سماوی کی روشنی میں کی اور مسلمان ہو گیا۔

وصالِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر سواری کا غم

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ مبارک کے بعد ہجر و فراق کی کیفیت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی نے مرتے دم تک کچھ کھایا اور نہ پیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جو عجیب کیفیات رونما ہوئیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ جس دراز گوش پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری فرماتے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں اتنا مغموم ہوا کہ اس نے ایک کنویں میں چھلانگ لگا دی اور اپنی جان جاں آفریں کے حوالے کر دی۔'' (عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، 2:444)

اُستنِ حنانہ: ایک ایمان افروز واقعہ اور فداء ہونے کا بیان

اسلام کے ابتدائی دور میں آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں کھجور کے ایک خشک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر وعظ فرمایا

کرتے تھے اور اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافی دیر کھڑے رہنا پڑتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مشقت شاق گزری۔ ایک صحابی جس کا بیٹا بڑھئی تھا، نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منبر بنانے کی درخواست کی تاکہ اُس پر بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخواست کو پذیرائی بخشی، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے تنے کو چھوڑ کر اس منبر پر خطبہ دینا شروع کیا۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ اس تنے سے گریہ وزاری کی آوازیں آنے لگیں۔ اُس مجلس وعظ میں موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُس کے رونے کی آواز سنی۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ کیفیت دیکھی تو منبر سے اُتر کر اس ستون کے پاس تشریف لے گئے اور اُسے اپنے دستِ شفقت سے تھپکی دی تو وہ بچوں کی طرح سسکیاں بھرتا ہوا چپ ہو گیا۔ (طبرانی، المعجم الاوسط، 2:367، رقم:2250)

اُس ستون کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت اس طرح ہے: ''رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے تنے کے ساتھ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ جب منبر تیار ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُسے چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ اُس تنے نے رونا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے پاس تشریف لے گئے اور اُس پر دستِ شفقت رکھا۔''

(بخاری، الصحیح، 3:1314، کتاب المناقب، رقم:23390)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما تنے کی کیفیت بیان کرتے ہیں:

''کھجور کے تنے نے بچوں کی طرح گریہ وزاری شروع کر دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اُتر کر اُس کے قریب کھڑے ہو گئے اور اُسے اپنی آغوش میں لے لیا، اس پر وہ تنا بچوں کی طرح سسکیاں لیتا خاموش ہو گیا۔''

(بخاری، الصحیح، 3:1314، رقم:23391 بیہقی، السنن الکبری، 3:195، رقم:5489)

حضرت انس بن مالک اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اُس تنے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہم نے اُس تنے کے رونے کی آواز سنی، وہ اُس طرح رویا جس طرح کوئی اُونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر اُس پر اپنا دستِ شفقت رکھا اور وہ خاموش ہو گیا۔''

(بیہقی، السنن الکبری، 3:195، رقم:45487 ابن سعد، طبقات الکبری، 1:5253)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: ''اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ستون کو بانہوں میں لے کر چپ نہ کراتے تو قیامت تک روتا رہتا۔'' (ابویعلی، المسند، 6:114، رقم:53384 عبد بن حمید، المسند، 1:396، رقم:1336)

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشتِ اقدس کے لمس کا اثر تھا کہ ایک بے جان اور بے زبان لکڑی میں آثارِ حیات نمودار ہوئے جس کا حاضرینِ مجلس نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیثِ مبارکہ میں اس طرح ہیں: ''مسجد نبوی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھنے کے لئے جمعہ کے دن یا کسی ایسے وقت میں جب لوگوں کو کوئی حکمِ الٰہی پہنچانا ہوتا، کھجور کے ایک ستون سے پشت مبارک لگا کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اگر آپ حکم فرمائیں تو آپ کے لئے کوئی ایسی شے تیار کی جائے جس پر آپ کھڑے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایسا کر سکتے ہو تو اجازت ہے۔ چنانچہ تین درجوں

والا ایک منبر تیار کرایا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنے لگے تو ستون سے رونے کی آواز سنی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً منبر سے اُترے، اُسے سینہ سے لگایا اور (جیسا کہ بچوں کے چپ کرانے کے لئے کیا جاتا ہے) اُس پر محبت اور شفقت سے ہاتھ پھیرتے رہے، یہاں تک کہ وہ پرسکون ہو گیا۔"

(احمد بن حنبل، المسند، 109:2)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ: أَنْعَمَ اللَّهُ بِكَ عَيْنًا

باب: آدمی کا یہ کہنا: اللہ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رکھے

5227 - حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، أَوْ غَيْرِهِ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، قَالَ: كُنَّا نَقُولُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْعَمَ اللَّهُ بِكَ عَيْنًا، وَأَنْعِمْ صَبَاحًا، فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ نُهِينَا عَنْ ذَلِكَ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: قَالَ مَعْمَرٌ: يُكْرَهُ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ أَنْعَمَ اللَّهُ بِكَ عَيْنًا، وَلَا بَأْسَ أَنْ يَقُولَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَيْنَكَ

❁❁ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم زمانہ جاہلیت میں یہ کہا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا رکھے اور تمہاری صبح اچھی ہو، جب اسلام آیا، تو ہمیں اس سے منع کر دیا گیا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: معمر بیان کرتے ہیں: یہ بات مکروہ ہے کہ بندہ یہ کہے: اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے آنکھیں ٹھنڈی رکھے: البتہ یہ کہنے میں حرج نہیں ہے: اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا رکھے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ: لِلرَّجُلِ حَفِظَكَ اللَّهُ

باب: آدمی کا دوسرے کو یہ کہنا: "اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے"

5228 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو قَتَادَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ لَهُ فَعَطِشُوا، فَانْطَلَقَ سَرَعَانُ النَّاسِ، فَلَزِمْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ، فَقَالَ: حَفِظَكَ اللَّهُ بِمَا حَفِظْتَ بِهِ نَبِيَّهُ

❁❁ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کر رہے تھے، لوگوں کو پیاس لاحق ہو گئی، جلد باز لوگ آگے بڑھے، اس رات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو تم نے اللہ کے نبی کی حفاظت کی ہے، اس کی بناء پر اللہ تعالیٰ تمہاری بھی حفاظت کرے"

آنکھ پہلے سے زیادہ روشن ہو گئی

غزوہ احد میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں تیر لگا، جس کی وجہ سے آپ کی آنکھ باہر آ گئی، حضرت قتادہ رضی

اللہ عنہ فوراً آنکھ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر اپنا حال عرض کرنے لگے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے قتادہ! اگر تم چاہو تو صبر کر لو جنت تمہارے لئے ہے اور اگر تم چاہو تو آنکھ لوٹا دوں گا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ!! یقیناً جنت بڑی جزا اور عظیم عطاء ہے۔ یارسول اللہ! ایسا بھی تو ہوسکتا ہے کہ آپ آنکھ بھی لوٹا دیں اور جنت بھی عطا فرمائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ٹھیک ہے، پھر آپ نے اپنے دست کرم سے آنکھ اس کی جگہ پر رکھ دی، پس وہ آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ روشن و منور ہوگئی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے جنت کی دعا بھی فرمادی۔

(زرقانی علی المواہب۔ج2۔ص432)

امام واقدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی کبر سنی میں بھی اس آنکھ میں دوسری آنکھ کی بنسبت قوت بصارت اور حسن و جمال زیادہ تھا۔

بَابٌ فِي قِيَامِ الرَّجُلِ لِلرَّجُلِ

باب: آدمی کا کسی دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جانا

یہاں کھڑے ہونے سے مراد کسی کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا ہے تعظیمی قیام ممنوع بھی ہے جائز بھی۔ فاسق دنیاداروں کے لیے کھڑا ہونا ان کی خوشامد میں، یونہی جب مخدوم بیٹھا ہوا اور خدام سامنے دست بستہ کھڑے ہوں، یوں ہی جو اپنی تعظیم کرانا چاہے اس کے لیے کھڑا ہونا یہ سب ممنوع ہے اگر یہ تین چیزیں نہ ہوں تو قیام تعظیمی جائز ہے لہٰذا قیام کی ممانعت اور جواز کی احادیث درست ہیں ان میں تعارض نہیں۔

5229 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، قَالَ: خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ، وَابْنِ عَامِرٍ فَقَامَ ابْنُ عَامِرٍ وَجَلَسَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِابْنِ عَامِرٍ: اجْلِسْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَمْثُلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

ابومجلز بیان کرتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عامر رضی اللہ عنہ کے ہاں آئے، تو ابن عامر کھڑے ہو گئے اور ابن زبیر بیٹھے رہے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عامر سے کہا: تم بیٹھ جاؤ کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جو شخص یہ بات پسند کرے کہ لوگ اس کے لیے کھڑے رہیں، اسے جہنم میں ٹھکانے تک پہنچنے کے لیے تیار رہنا چاہیے"

5230 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ أَبِي الْعَنْبَسِ، عَنْ أَبِي

الْعَنْبَسِ، عَنْ أَبِي مَرْزُوقٍ، عَنْ أَبِي غَالِبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَكِّئًا عَلَى عَصًا فَقُمْنَا إِلَيْهِ فَقَالَ: لَا تَقُومُوا كَمَا تَقُومُ الْأَعَاجِمُ، يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصاء سے ٹیک لگا کر ہمارے پاس تشریف لائے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھڑے ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ اس طرح کھڑے نہ ہو، جس طرح عجمی کھڑے ہوتے ہیں جن میں کوئی ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوتا ہے۔

قیام تعظیمی کا بیان

روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ جب بنی قریظہ حضرت سعد کے حکم پر اترنے لگے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا اور وہ حضور سے قریب ہی تھے چنانچہ وہ ایک گدھے پر سوار آئے۔ تو جب مسجد سے قریب ہوئے ۳؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا کہ اٹھ کر جاؤ اپنے سردار کی طرف۔ (مسلم، بخاری)

غزوہ خندق جسے احزاب بھی کہتے ہیں اس میں یہود مدینہ یعنی بنی قریظہ اور بنی نضیر کا ہاتھ تھا انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے غداری کر کے کفار مکہ سے مدینہ پر چڑھائی کرائی تھی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ سے فارغ ہو کر پچیس دن بنی قریظہ کا محاصرہ رکھا یہ لوگ تنگ آ کر بولے کہ ہم سعد ابن معاذ کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ ہمارے متعلق جو فیصلہ کریں ہم کو منظور ہے یہ سن کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد ابن معاذ کو بلوایا تا کہ وہ اپنا فیصلہ دیں یہاں وہ واقعہ مذکور ہے۔

حضرت سعد ابن معاذ اس غزوہ خندق میں زخمی ہو گئے تھے زخم سے خون جاری تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر خون قدرتی طور پر بند ہو گیا تھا۔ (اشعہ)

یہاں مسجد سے مراد مسجد نبوی شریف نہیں ہے بلکہ وہ جگہ ہے جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس محاصرہ کے زمانہ میں نماز پڑھتے تھے کیونکہ اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کے محلہ کے اردگرد مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ ان کا محاصرہ کیے ہوئے تھے وہاں حضرت سعد بلائے گئے تھے۔ (مرقات)

اس فرمان عالی میں حضور انور نے تمام انصار کو دو حکم دیئے: ایک حضرت سعد کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا، دوسرے ان کے استقبال کے لیے کچھ آگے جانا ان کو لے کر آنا بزرگوں کی آمد پر یہ دونوں کام یعنی تعظیمی قیام اور استقبال جائز بلکہ سنت صحابہ ہیں بلکہ حضور کی سنت قولی بھی اس لیے ای سیدکم فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم حضرت سعد کی بیماری کی وجہ سے تھا تا کہ لوگ انہیں سواری سے اتار لادیں مگر یہ درست نہیں ورنہ صرف ایک دو آدمیوں کو کہا جاتا اور بجائے سیدکم کے مریضکم ارشاد ہوتا تمام انصار کو قیام کا حکم نہ ہوتا۔

جمہور علماء نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا ہے بزرگوں کے لیے قیام تعظیمی مستحب ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکرمہ ابن ابوجہل اور عدی ابن حاتم کی آمد پر ان کی عزت افزائی کے لیے قیام فرمایا، حضرت فاطمہ زہرا حضور انور کی تشریف آوری پر تعظیم قیام کرتی تھیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قیام تعظیمی بار ہا کیا ہے، دیکھو۔ (مرقات، اشعہ در لمعات)

کھڑے ہوکر استقبال کرنا خلاف سنت نہیں ہے، بلکہ یہ عین سنت ہے، لیکن دونوں چیزوں میں توازن ہونا چاہیے، آنے والے سے فرمایا کہ تو اس بات کی توقع اور خواہش نہ کر کہ جب تو مجلس میں آئے تو لوگ تمہارے لئے کھڑے ہوں۔ تمہارے لئے نعرے لگائیں تمہاری تعریفیں شروع کر دیں، اور اگر کھڑے ہو کر استقبال نہ کریں تو تمہیں برا لگے تو ناراضگی کا اظہار کرے۔ کیونکہ یہ تکبر اور غرور کی علامت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کھڑے ہو کر استقبال کرنے کا حکم دیا۔

عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت بنو قریظة علی حکم سعد هوا بن معاذ بعث رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وکان قریبا منه فجاء علی حمار فلما دنا قال رسول الله قوموا الی سید کم (متفق علیہ) بخاری ومسلم کتاب المغازی)

حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر یہود بن قریظہ (قلعہ سے) نیچے اتر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے ان کی طرف ایک آدمی بھیجا اور وہ قریب ہی موجود تھے سو وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے نزدیک پہنچے تو رسول اللہ نے لوگوں سے فرمایا اپنے سردار کے لئے (تعظیما) کھڑے ہو جاؤ۔

اس حدیث کی شرح میں امام العسقلانی نے فتح الباری میں بہت اچھی شرح کی ہے جس سے مسئلہ کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

(ذکر العسقلانی فی فتح الباری 11/5049-51)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بوڑھے مسلمان کی تعظیم کرنا اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا ایک حصہ ہے اور اسی طرح قرآن مجید کے عالم کی جو اس میں تجاوز نہ کرتا ہو اس بادشاہ کی تعظیم جو انصاف کرتا ہو، ان تینوں کی تعظیم کرنا اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہی کا ایک حصہ ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الادب) ابن ابی شیبہ المعجم الاوسط الطبرانی

درج ذیل احادیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ علماء کے استقبال کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے۔ اسی طرح، مکرم اور معظم، بوڑھے، اور اہل مناصب لوگوں کے احترام کے لئے کھڑے ہونا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ البتہ اگر کوئی اس کی خواہش کرتا ہے، اور توقع کرتا ہے تو وہ خود گنہگار ہوگا۔ کھڑے ہونے والے نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو ناپسند کیا وہ یہی ہے کہ تکبر وغرور کی وجہ نہ ہو۔

اسی طرح ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ:

یا رسول اللہ: آپ نے مجھے مارا اور اتفاقیہ میرا پیٹ ننگا تھا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹا دیا، یہ دیکھ کر تمام مسلمان چیخ و پکار کرنے لگے اور کہنے لگے: ہائے عجب! عکاشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرب لگانے والا ہے۔ پس جب حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن مبارک کی سفیدی دیکھی گویا وہ مصر کی بنی ہوئی عمدہ پارلین ہے، تو ان سے رہا نہ گیا اور بطن اقدس سے لپٹ گئے اور وہ کہہ رہے تھے: (یا رسول اللہ) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ کس شخص

کا نفس یہ طاقت رکھتا ہے کہ وہ آپ سے قصاص لے، پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: یا تو مارے گا یا معاف کرے گا۔ تو انہوں نے عرض کیا: میں نے معاف کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت مجھے معاف فرمائے گا، پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ جنت میں میرے ساتھی کو دیکھے تو وہ اس شخص کو دیکھ لے، پس لوگ کھڑے ہوئے اور عکاشہ کی آنکھوں کے درمیان بوسے دینے لگے اور کہنے لگے: تمہیں مبارک تمہیں مبارک ہو بے شک تم نے بلند درجات پا لئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت بھی۔۔۔۔ الحدیث، اس کو امام طبرانی اور ابونعیم نے روایت کیا ہے۔

امام عسقلانی نے فتح الباری میں کہا ہے ابن بطال نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے بڑوں کا احترام کرنے، اور اپنی مجلس میں اہل فضیلت کے احترام کی مشروعیت، اور اسی مجلس میں اپنے علاوہ اپنے اصحاب کے لئے کھڑے ہونے، اور تمام لوگوں کو بڑوں کے لئے احتراماً اٹھنے کو لازم پکڑنے کا حکم دیا، اور بعض لوگوں نے اس سے منع کیا اور انہوں نے ابوامامہ کی حدیث سے دلیل پکڑی ہے، جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف عصی مبارک پر ٹیک لگائے ہوئے آئے تو ہم سارے کھڑے ہو گئے تو آپ نے فرمایا: ایسے کھڑے نہ ہوا کرو جیسے عجمی لوگوں میں سے بعض بعض کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔

طبری نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی سند میں اضطراب ہے اس میں ایسا راوی بھی ہے جو غیر معروف ہے، اور (عدم قیام والوں نے) عبداللہ بن بریدہ کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ ان کے والد حضرت معاویہ کے پاس گئے اور انہیں بتلایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو یہ پسند ہو کہ لوگ اس کے سامنے بتوں کی طرح کھڑے ہوں تو اس پر دوزخ کی آگ واجب ہے، اور امام طبری نے اس حدیث کا جواب یوں دیا، ہے کہ اس حدیث میں اس شخص جو جس کے لئے قیام کیا جاتا ہے اس قیام سے خوش ہونے سے منع کیا گیا نہ کہ اس شخص کو منع کیا گیا ہے جو اس کے لئے احتراماً کھڑا ہوتا ہے۔

اور ابن قتیبہ نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ منع اس شخص کو کیا گیا ہے جو چاہتا ہے کہ لوگ آ کے اس کے سر پر یوں کھڑے ہوں جیسے عجمیوں کے بادشاہوں کے سر پر کھڑے ہوتے ہیں، اور اس میں ایک شخص کو اپنے بھائی کے لئے اس وقت قیام کرنے سے منع نہیں کیا گیا جب وہ اس کو سلام کرے۔ اور ابن بطال نے جواز قیام کے لئے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو امام نسائی نے عائشہ بنت طلحہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آتے ہوئے دیکھتے تو ان کا استقبال کرتے اور کھڑے ہو کر ان کو بوسہ دیتے پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے جگہ پر بٹھائے۔

اور امام عسقلانی نے ہی "فتح الباری" میں کہا ہے کہ قیام چار طرح کا ہوتا ہے:

پہلا ممنوع ہے اور وہ ایسا قیام ہے جو ایسے شخص کے لئے ہو جو چاہتا ہے کہ اس کے لئے قیام کیا جائے اور قیام کرنے والے پر تکبر اور بڑا پن بھی جتلائے۔

دوسرا قیام مکروہ ہے اور یہ وہ قیام ہے جو اس شخص کے لئے ہو جو اپنے لئے کھڑے ہونے والوں پر تکبر اور بڑا پن ظاہر نہیں

کرنا لیکن اس کو خدشہ ہے کہ اس وجہ سے اس کے نفس میں وہ کچھ داخل ہو جائے گا جس کا اسے ڈر ہے، اور اس لئے بھی کہ ایسا کرنے میں جبابرہ (جابر لوگوں) کے ساتھ مشابہت ہے،

تیسرا قیام وہ جائز ہے، اور یہ وہ قیام ہے جو بطور نیکی اور احترام کے ہو، اور اس شخص کے لئے ہو جو اس قیام کے باوجود جبابرہ کے ساتھ مشابہت سے محفوظ رہے،

چوتھا قیام مندوب ہے، اور یہ وہ قیام ہے جو سفر سے آنے والے کے لئے اس کے آنے کی خوشی میں اور اسے سلام کرنے کی غرض سے کیا جائے یا اس شخص کے لئے کیا جائے جو کو کوئی نعمت حاصل ہوئی ہو تو اسے حصول نعمت کی مبارکباد دینے کے لئے قیام کیا جائے یا کسی شخص کو کوئی مصیبت پہنچی ہو تو اس کے ساتھ تعزیت کرنے کے لئے کھڑا ہو جائے۔

حماد بن زید سے روایت ہے کہ ہم حضرت ایوب کے پاس تھے تو حضرت یونس آئے تو حضرت حماد نے کہا اپنے سردار یا کہا ہمارے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

حضرت ایوب محمد کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمن بن ابو لیلی اور ان کے اصحاب کو ان کی تعظیم بجالاتے اور ان کو سردار بناتے اور کسی امیر کی طرح ان کی عزت بجالاتے ہوئے دیکھا۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ: فُلَانٌ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ

باب: آدمی کا یہ کہنا: فلاں نے آپ کو سلام بھیجا ہے

5231- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ غَالِبٍ، قَالَ: إِنَّا لَجُلُوسٌ بِبَابِ الْحَسَنِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي، قَالَ: بَعَثَنِي أَبِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ائْتِهِ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ. قَالَ: فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: إِنَّ أَبِي يُقْرِئُكَ السَّلَامَ. فَقَالَ: عَلَيْكَ السَّلَامُ، وَعَلَى أَبِيكَ السَّلَامُ

⭘⭘ غالب بیان کرتے ہیں: ہم حسن بصری کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے، اسی دوران ایک شخص آیا اور بولا: میرے والد نے میرے دادا کا یہ بیان نقل کیا ہے: میرے والد نے مجھے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا، انہوں نے عرض کی: تم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور انہیں میرا سلام کہنا، راوی کہتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے کہا: میرے والد نے آپ ﷺ کو سلام کہا ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم پر اور تمہارے والد پر سلامتی ہو۔

5232- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ زَكَرِيَّا، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ

5231-إسناده ضعيف لجهالة الرجل وأبيه، وقد قال المنذري في "مختصر السنن" 8/ 94 - 95: وهذا الإسناد فيه مجاهيل. إسماعيل: هو ابن إبراهيم، المعروف بابن علية، وغالب: هو ابن خطّاف القطان. وهو عند ابن أبي شيبة في "مصنفه" 8/ 612 - 613. وأخرجه ابن أبي شيبة 9/ 122، وأحمد في "مسنده" (23104)، والنسائي في "الكبرى" (10133) - ومن طريقه ابن السني في "عمل اليوم والليلة" (238) - من طريق شعبة، وأبو نعيم في "حلية الأولياء" 7/ 258 من طريق معتمر، كلاهما عن غالب، به.

أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهَا: إِنَّ جِبْرِيلَ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ. فَقَالَتْ: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: جبرائیل تمہیں سلام کہہ رہے ہیں، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ان پر بھی سلام ہو، اور ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہو"

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُنَادِي الرَّجُلَ فَيَقُولُ: لَبَّيْكَ

باب: جب آدمی کسی بلند آواز سے پکارے، تو دوسرے کا بلند آواز میں لبیک کہنا

5233 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هَمَّامٍ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْفِهْرِيَّ، قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَسِرْنَا فِي يَوْمٍ قَائِظٍ شَدِيدِ الْحَرِّ، فَنَزَلْنَا تَحْتَ ظِلِّ الشَّجَرَةِ، فَلَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ لَبِسْتُ لَأْمَتِي وَرَكِبْتُ فَرَسِي، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي فُسْطَاطِهِ، فَقُلْتُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، قَدْ حَانَ الرَّوَاحُ، قَالَ: أَجَلْ ثُمَّ قَالَ: يَا بِلَالُ قُمْ فَثَارَ مِنْ تَحْتِ سَمُرَةٍ كَأَنَّ ظِلَّهُ ظِلُّ طَائِرٍ فَقَالَ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَأَنَا فِدَاؤُكَ، فَقَالَ: أَسْرِجْ لِي الْفَرَسَ فَأَخْرَجَ سَرْجًا دَفَّتَاهُ مِنْ لِيفٍ لَيْسَ فِيهِ أَشَرٌ وَلَا بَطَرٌ، فَرَكِبَ وَرَكِبْنَا، وَسَاقَ الْحَدِيثَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْفِهْرِيُّ لَيْسَ لَهُ إِلَّا هَذَا الْحَدِيثُ وَهُوَ حَدِيثٌ نَبِيلٌ جَاءَ بِهِ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ

حضرت ابوعبدالرحمان فہری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں غزوہ حنین میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ موجود تھا، ہم ایک انتہائی شدید گرم دن میں سفر کر رہے تھے، ہم نے ایک درخت کے نیچے پڑاؤ کیا، جب سورج ڈھل گیا تو میں نے اپنی زرہ پہنی

5232-إسناده صحيح. زكريا: هو ابن أبي زائدة، والشعبي: هو عامر بن شراحيل، وأبو سلمة: هو ابن عبد الرحمن بن عوف الزهري. وهو عند ابن أبي شيبة في "مصنفه" 68 /13، و133 - 132 /12، وعنه أخرجه مسلم (2447) (90)، وابن ماجه (3696). وأخرجه البخاري (6253)، ومسلم (2447) (90) وبإثره، والترمذي (2888) و(4220) من طرق، عن زكريا، به. وأخرجه البخاري (3217) و(3768) و(6201) و(6249)، ومسلم (2447) (91)، والترمذي (4219)، والنسائي في "الكبرى" (8850) و(8851) و(10136) و(10137) من طريق ابن شهاب الزهري، عن أبي سلمة، به. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (8324) و(8849) من طريق صالح بن ربيعة بن هُدَير، و(8850) و(10135) من طريق عروة، كلاهما عن عائشة. وهو في "مسند أحمد" (24281)، و"صحيح ابن حبان" (7098).

5233-حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف لجهالة أبي همام عبد الله بن يسار. حماد: هو ابن سلمة البصري. وأخرجه ابن أبي عاصم في "الآحاد والمثاني" (863)، وابن الأثير في "أسد الغابة" 200 /6 من طريق أبي داود، بهذا الإسناد. وأخرجه الطيالسي في "مسنده" (1371)، والدارمي في "سننه" (2452)، وابن سعد في "طبقاته" 156 /2، وابن أبي شيبة في "مصنفه" 530 - 529 /14، وأحمد في "مسنده" (22467) و(22468)، والطبري في "تفسيره" 102 /10، والطبراني في "المعجم الكبير" /22(741).

گھوڑے پر سوار ہوا اور نبی اکرم ﷺ کے پاس آ گیا تو آپ ﷺ اپنے خیمے میں موجود تھے میں نے عرض کی: یارسول اللہ! روانگی کا وقت ہو گیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! اٹھو! تو وہ کیکر کے درخت کے نیچے سے اچھل کر کھڑے ہو گئے، ان کا سایہ یوں لگ رہا تھا، جیسے کسی پرندے کا سایہ ہو، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ ﷺ پر قربان، انہوں نے ایک زین نکالی جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، اس میں کسی بڑائی یا اپنے آپ کو نمایاں کرنے کا پہلو نہیں تھا، نبی اکرم ﷺ اس پر سوار ہوئے تو ہم بھی سوار ہو گئے، اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوعبدالرحمان رضی اللہ عنہ نامی راوی سے صرف یہی حدیث منقول ہے، اور بہت عمدہ حدیث ہے، جسے حماد بن سلمہ نے نقل کیا ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ لِلرَّجُلِ: أَضْحَكَ اللهُ سِنَّكَ

باب: آدمی کا دوسرے شخص سے یہ کہنا: ''اللہ تعالیٰ تمہارے دانتوں کو مسکراتا ہوا رکھے''

5234 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْبِرَكِيُّ وَسَمِعْتُهُ مِنْ أَبِي الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيِّ - وَأَنَا لِحَدِيثِ عِيسَى أَضْبَطُ - قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقَاهِرِ بْنُ السَّرِيِّ يَعْنِي السُّلَمِيَّ، حَدَّثَنَا ابْنُ كِنَانَةَ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ مِرْدَاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: ضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ لَهُ: أَبُو بَكْرٍ أَوْ عُمَرُ أَضْحَكَ اللهُ سِنَّكَ - وَسَاقَ الْحَدِيثَ -

❁❁ ابن کنانہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ مسکرا دیے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یا شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: ''اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے دانتوں کو مسکراتا رکھے''۔ اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

حضور اقدس ﷺ کے تبسم کا بیان

ابن ربیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس (ان کے زمانہ خلافت میں) ایک مرتبہ (گھوڑا وغیرہ) کوئی سواری لائی گئی آپ نے رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے بسم اللہ کہا اور جب سوار ہو چکے تو الحمد للہ کہا پھر یہ دعا پڑھی: سبحن الذی سخر لنا هذا وما كنا له مقرنين وانا الى ربنا المنقلبون۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لئے مسخر فرما دیا اور ہم کو اس کے مطیع بنانے کی طاقت نہ تھی اور واقعی ہم سب لوگ اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں علماء فرماتے ہیں کہ سواری چونکہ اسباب ہلاکت میں سے ہے اس لئے سواری کی تسخیر پر حق تعالیٰ جل شانہ کے شکریہ کے ساتھ اپنی موت کے ذکر کو بھی متصل فرما دیا

5234- إسناده ضعيف لضعف عبد القاهر بن السري السلمي، وجهالة ابن كنانة - واسمه عبد الله - وأبيه. وأخرجه مطولاً ابن ماجه (3013) عن أيوب بن محمد الهاشمي، عن عبد القاهر ابن السري، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (16207)

کہ ہم آخرکار مرنے کے بعد لوٹ کر اسی کی طرف جانے والے ہیں۔) پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے الحمد للہ تین مرتبہ کہا پھر اللہ اکبر تین مرتبہ کہا پھر سبحنك انی ظلمت نفسی فاغفرلی فانه لا یغفر الذنوب الا انت۔ تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے اور میں نے تیری نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے میں اور اوامر کی اطاعت نہ کرنے میں اپنے ہی نفس پر ظلم کیا ہے۔ پس یا اللہ! آپ میری مغفرت فرمائیں۔ کیونکہ مغفرت تو آپ کے سوا اور کوئی کر ہی نہیں سکتا اس دعا کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنسے۔ ابن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو حضرت علی نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح دعائیں پڑھی تھیں۔ اور اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تبسم کی وجہ پوچھی تھی جیسا کہ تم نے مجھ سے پوچھی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ حق تعالیٰ جل شانہ بندہ کے اس کہنے پر کہ میرے گناہ تیرے سوا کوئی معاف نہیں کر سکتا۔ خوش ہوتا ہے اور فرماتا ہے کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی شخص گناہ معاف نہیں کر سکتا۔ (شمائل ترمذی)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبِنَاءِ

باب: کچھ تعمیر کرنا

5235 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي السَّفَرِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: مَرَّ بِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أُطَيِّنُ حَائِطًا لِي أَنَا وَأُمِّي، فَقَالَ: مَا هٰذَا يَا عَبْدَ اللهِ؟ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ شَيْءٌ أُصْلِحُهُ، فَقَالَ: الْأَمْرُ أَسْرَعُ مِنْ ذٰلِكَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ میرے پاس سے گزرے، تو میں اس وقت اپنی دیوار پر لیپ کر رہا تھا، میں تھا اور میرے ساتھ میری والدہ تھیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ چیز ہے جسے میں ٹھیک کر رہا ہوں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: معاملہ اس سے زیادہ تیزی سے ہوگا"

5236 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَهَنَّادٌ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، بِإِسْنَادِهِ بِهٰذَا، قَالَ: مَرَّ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَنَا وَهَى، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ فَقُلْنَا: خُصٌّ لَنَا وَهَى فَنَحْنُ نُصْلِحُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَرَى الْأَمْرَ إِلَّا أَعْجَلَ مِنْ ذٰلِكَ

❁❁ ایک اور سند کے ساتھ یہ بات منقول ہے، ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس سے گزرے، ہم اپنی کوٹھری کو ٹھیک کر رہے تھے، جو بوسیدہ ہو گئی تھی، ہم اسے ٹھیک کر رہے تھے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: معاملے کے بارے میں میرا یہ خیال

5235-إسناده صحيح. حفص: هو ابن غياث بن طلق النخعي، والأعمش: هو سليمان بن مهران الأسدي، وأبو السفر: هو سعيد بن يُحمد الهمداني الثوري. وانظر ما بعده.

5236-إسناده صحيح. هنّاد: هو ابن السّري، وأبو معاوية: هو محمّد بن خازم الضّرير. وأخرجه الترمذي (2489) عن هنّاد، بهذا الإسناد. وقال: حديث حسن صحيح. وأخرجه ابن ماجهْ (4160) عن أبي غريب، عن أبي معاوية، به. وهو في "مسند أحمد" (6502)، و"صحيح ابن حبان" (2996) و (2997).

ہے کہ وہ اس سے جلدی ہوگا۔

5237 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ الْقُرَشِيُّ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ الْأَسَدِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، خَرَجَ فَرَأَى قُبَّةً مُشْرِفَةً فَقَالَ: مَا هٰذِهِ؟ قَالَ لَهُ أَصْحَابُهُ: هٰذِهِ لِفُلَانٍ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: فَسَكَتَ وَحَمَلَهَا فِي نَفْسِهِ حَتّٰى إِذَا جَاءَ صَاحِبُهَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ فِي النَّاسِ أَعْرَضَ عَنْهُ، صَنَعَ ذٰلِكَ مِرَارًا، حَتّٰى عَرَفَ الرَّجُلُ الْغَضَبَ فِيهِ وَالْإِعْرَاضَ عَنْهُ، فَشَكَا ذٰلِكَ إِلٰى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: وَاللهِ إِنِّي لَأُنْكِرُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: خَرَجَ فَرَأٰى قُبَّتَكَ، قَالَ: فَرَجَعَ الرَّجُلُ إِلٰى قُبَّتِهِ فَهَدَمَهَا حَتّٰى سَوَّاهَا بِالْأَرْضِ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمْ يَرَهَا، قَالَ: مَا فَعَلَتِ الْقُبَّةُ؟ قَالُوا: شَكَا إِلَيْنَا صَاحِبُهَا إِعْرَاضَكَ عَنْهُ، فَأَخْبَرْنَاهُ فَهَدَمَهَا، فَقَالَ: أَمَا إِنَّ كُلَّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلٰى صَاحِبِهِ إِلَّا مَا لَا، إِلَّا مَا لَا يَعْنِي مَا لَا بُدَّ مِنْهُ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کہیں تشریف لے کر جارہے تھے، آپ ﷺ کے سامنے ایک اونچا گھر آیا، تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: یہ کس کا ہے؟ آپ ﷺ کے اصحاب نے عرض کی: کہ یہ فلاں شخص کا ہے یعنی انصار سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا ہے، راوی کہتے ہیں، نبی اکرم ﷺ خاموش رہے لیکن آپ ﷺ کے دل میں یہ بات رہی جب اس گھر کا مالک نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے لوگوں کی موجودگی میں آپ ﷺ کو سلام کیا: تو آپ ﷺ نے اس سے اعراض کیا، اس نے کئی مرتبہ ایسا کیا، یہاں تک کہ اسے نبی اکرم ﷺ کی ناراضگی کا اندازہ ہو گیا کہ آپ ﷺ اس سے منہ پھیر رہے ہیں، یہاں تک کہ اس نے اس بات کی شکایت اپنے ساتھیوں سے کی، اس نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے نبی اکرم ﷺ کا مزاج ناگوار محسوس ہو رہا ہے، ان لوگوں نے بتایا کہ آپ ﷺ ایک مرتبہ تشریف لے جارہے تھے، تو آپ ﷺ نے تمہارا اونچا مقام دیکھا (شاید اسی وجہ سے آپ ﷺ تم سے ناراض ہوئے ہیں) وہ شخص اپنے گھر واپس گیا، تو اس نے اسے گرا کر زمین کے برابر کر دیا، ایک دن نبی اکرم ﷺ تشریف لے جارہے تھے، تو آپ ﷺ کو وہ گھر نظر نہیں آیا، تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اس گھر کا کیا بنا؟ لوگوں نے عرض کی: اس کے مالک نے ہمارے سامنے اس بات کی، شکایت کی کہ آپ ﷺ اس سے منہ پھیر رہے ہیں، ہم نے اسے اس منہ پھیرنے کی وجہ کے بارے میں بتایا، تو اس نے اسے منہدم کر دیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ہر تعمیر اپنے مالک کے لیے وبال کا باعث ہوگی، سوائے اس کے جس کے بغیر چارہ نہ ہو''۔

5237- أبو طلحة الأسدي وإبراهيم بن محمد بن حاطب القرشي، روى عنهما جمع وذكرهما ابن حبان في "ثقاته"، وباقي رجاله ثقات. وقال الحافظ العراقي في تخريج "الإحياء" 4/ 236: إسناده جيد، وأخرجه الطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (956) عن أحمد بن عبد الله بن يونس، بهذا الإسناد.

بَابٌ فِي اتِّخَاذِ الْغُرَفِ

باب: بالاخانے بنانا

5238 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُطَرِّفٍ الرُّؤَاسِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ دُكَيْنِ بْنِ سَعِيدٍ الْمُزَنِيِّ، قَالَ: أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ الطَّعَامَ، فَقَالَ: يَا عُمَرُ اذْهَبْ فَأَعْطِهِمْ فَارْتَقَى بِنَا إِلَى عِلِّيَّةٍ فَأَخَذَ الْمِفْتَاحَ مِنْ حُجْرَتِهِ فَفَتَحَ

حضرت دکین بن سعید مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اناج مانگا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! جاؤ اور انہیں اناج کی ادائیگی کردو، وہ ہمیں ساتھ لے کر ایک بالاخانے پر چڑھے، انہوں نے اپنے ڈب میں سے چابی نکالی اور دروازہ کھولا۔

بَابٌ فِي قَطْعِ السِّدْرِ

باب: بیری کا درخت کاٹنا

5239 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُبْشِيٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَطَعَ سِدْرَةً صَوَّبَ اللهُ رَأْسَهُ فِي النَّارِ سُئِلَ أَبُو دَاوُدَ عَنْ مَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: هَذَا الْحَدِيثُ مُخْتَصَرٌ، يَعْنِي مَنْ قَطَعَ سِدْرَةً فِي فَلَاةٍ يَسْتَظِلُّ بِهَا ابْنُ السَّبِيلِ، وَالْبَهَائِمُ عَبَثًا، وَظُلْمًا بِغَيْرِ حَقٍّ يَكُونُ لَهُ فِيهَا صَوَّبَ اللهُ رَأْسَهُ فِي النَّارِ

حضرت عبداللہ بن حبشی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص بیری کا درخت کاٹتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے سر کو جہنم میں داخل کرے گا''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا: یہ حدیث مختصر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص بے آب وگیاہ جگہ پر موجود بیری کے درخت کو کاٹتا ہے، جس کے سائے میں مسافر اور درندے بیٹھ جاتے ہیں اور بلاوجہ کاٹتا ہے، یا ناحق ظلم کے طور پر کاٹتا ہے، جس کا اسے کوئی حق نہیں ہوتا، تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔

5240 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، وَسَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ شَبِيبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ ثَقِيفٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ يَرْفَعُ الْحَدِيثَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

عروہ بن زبیر نے یہ روایت مرفوع حدیث کے طور پر بیان کی ہے۔

5241 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، وَحُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: سَأَلْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ عَنْ قَطْعِ السِّدْرِ، وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى قَصْرِ عُرْوَةَ، فَقَالَ: أَتَرَى هَذِهِ الْأَبْوَابَ وَالْمَصَارِيعَ إِنَّمَا هِيَ مِنْ سِدْرِ عُرْوَةَ، كَانَ عُرْوَةُ يَقْطَعُهُ مِنْ أَرْضِهِ، وَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ، زَادَ حُمَيْدٌ فَقَالَ: هِيَ يَا عِرَاقِيُّ جِئْتَنِي بِبِدْعَةٍ، قَالَ: قُلْتُ: إِنَّمَا الْبِدْعَةُ مِنْ قِبَلِكُمْ، سَمِعْتُ مَنْ يَقُولُ بِمَكَّةَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَطَعَ السِّدْرَ، ثُمَّ سَاقَ مَعْنَاهُ

❁❁ حسان بن ابراہیم بیان کرتے ہیں: میں نے ہشام بن عروہ سے دریافت کیا: بیری کے درخت کو کاٹنا کیسا ہے؟ وہ اس وقت عروہ کے گھر کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے فرمایا: کیا تم یہ دروازے اور ان کی چوکھٹیں دیکھ رہے ہو؟ عروہ اپنی زمین سے انہیں کاٹ لیا کرتے تھے، اور کہا کرتے تھے: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حمید نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: اے عراقی! تم ایک بدعت لے کر میرے پاس آئے ہو، میں نے عرض کیا: بدعت تو آپ لوگوں کی طرف سے ہے، کیونکہ میں نے مکہ میں ایک شخص کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: نبی اکرم ﷺ نے اس شخص پر لعنت کی ہے، جو بیری کے درخت کو کاٹ دیتا ہے، اس کے بعد راوی نے حسب سابق روایت نقل کی ہے۔

بَابٌ فِي إِمَاطَةِ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ

باب: راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا

5242 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي بُرَيْدَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: فِي الْإِنْسَانِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَسِتُّونَ مَفْصِلًا، فَعَلَيْهِ أَنْ يَتَصَدَّقَ عَنْ كُلِّ مَفْصِلٍ مِنْهُ بِصَدَقَةٍ، قَالُوا: وَمَنْ يُطِيقُ ذَلِكَ يَا نَبِيَّ اللهِ؟ قَالَ: النُّخَاعَةُ فِي الْمَسْجِدِ تَدْفِنُهَا، وَالشَّيْءُ تُنَحِّيهِ عَنِ الطَّرِيقِ، فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فَرَكْعَتَا الضُّحَى تُجْزِئُكَ

❁❁ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: "آدمی میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور اس پر لازم ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرے، لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! اس کی طاقت کون رکھے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد میں پڑی ہوئی تھوک کو دفن کر دینا، راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا (یہ صدقہ شمار ہوتے ہیں) اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے، تو چاشت کے وقت دو رکعت نفل ادا کر لینا (ان جوڑوں کے صدقہ کے لیے کافی ہو گا)۔

5242- حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل علي بن الحسين -وهو ابن واقد- فهو صدوق حسن الحديث، ولكنه متابع. وأخرجه محمد بن نصر في "تعظيم قدر الصلاة" (820)، وابن خزيمة (1226)، وابن شاهين في "الترغيب" (124) من طريق علي بن الحسين، بهذا الإسناد. وأخرجه أحمد (22998) و (23037)، والبزار (4417)، وابن حبان في "صحيحه" (1642) و (2540)، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (99)، والبيهقي في "شعب الإيمان" (11164) من طريقين عن حسين بن واقد، به.

گا)۔

5243 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبَّادٍ، وَهٰذَا لَفْظُهُ وَهُوَ أَتَمُّ عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سُلَامَى مِنَ ابْنِ آدَمَ صَدَقَةٌ، تَسْلِيمُهُ عَلَى مَنْ لَقِيَ صَدَقَةٌ، وَأَمْرُهُ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيُهُ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَإِمَاطَتُهُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ، وَبُضْعَتُهُ أَهْلَهُ صَدَقَةٌ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ يَأْتِي شَهْوَةً وَتَكُونُ لَهُ صَدَقَةٌ؟ قَالَ: أَرَأَيْتَ لَوْ وَضَعَهَا فِي غَيْرِ حَقِّهَا أَكَانَ يَأْثَمُ؟ قَالَ: وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ رَكْعَتَانِ مِنَ الضُّحَى

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَذْكُرْ حَمَّادٌ الْأَمْرَ وَالنَّهْيَ

❁❁ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ 'نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''روزانہ ابن آدم کے ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرنا لازم ہوتا ہے، آدمی کا اپنے ملنے والے کو سلام کرنا صدقہ ہے، کسی کو نیکی کی بات بتانا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے، راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا صدقہ ہے، بیوی کے ساتھ حق زوجیت ادا کرنا بھی صدقہ ہے، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا اپنی خواہش پوری کرنا بھی صدقہ ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر وہ اسے ناحق طور پر اختیار کرتا تو گناہ ہوتا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان تمام کی جگہ چاشت کی دو رکعت کفایت کر جائیں گی''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حماد نامی راوی نے حکم دینے اور منع کرنے کا ذکر نہیں کیا۔

5244 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ بِهٰذَا الْحَدِيثِ وَذَكَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَسَطِهِ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

5245 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: نَزَعَ رَجُلٌ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ غُصْنَ شَوْكٍ عَنِ الطَّرِيقِ، إِمَّا كَانَ فِي شَجَرَةٍ فَقَطَعَهُ وَأَلْقَاهُ، وَإِمَّا كَانَ مَوْضُوعًا فَأَمَاطَهُ فَشَكَرَ اللهُ لَهُ بِهَا فَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ 'نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ایک شخص جس نے کبھی کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا، اس نے راستے سے ایک کانٹوں کی ٹہنی ہٹا دی، یا تو وہ درخت پر لگی ہوئی تھی، اسے اس نے کاٹ کر ایک طرف رکھ دیا، یا شاید راستے میں پڑی ہوئی تھی، جسے اس نے ہٹا دیا (یہ شک راوی کو ہے:) تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو قبول کیا اور اسے جنت میں داخل کر دیا''۔

بَابٌ فِي إِطْفَاءِ النَّارِ بِاللَّيْلِ

باب: رات کے وقت آگ بجھا دینا

5246 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، رِوَايَةً وَقَالَ: مَرَّةً يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِي بُيُوتِكُمْ حِينَ تَنَامُونَ

⊛⊛ سالم اپنے والد کے حوالے سے یہ روایت نقل کرتے ہیں: انہیں نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا پتا چلا ہے:

''سوتے وقت تم اپنے گھروں میں آگ کو جلتا ہوا نہ چھوڑو''

5247 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ التَّمَّارُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ طَلْحَةَ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَتْ فَأْرَةٌ فَأَخَذَتْ تَجُرُّ الْفَتِيلَةَ فَجَاءَتْ بِهَا فَأَلْقَتْهَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْخُمْرَةِ الَّتِي كَانَ قَاعِدًا عَلَيْهَا فَأَحْرَقَتْ مِنْهَا مِثْلَ مَوْضِعِ الدِّرْهَمِ فَقَالَ: إِذَا نِمْتُمْ فَأَطْفِئُوا سُرُجَكُمْ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدُلُّ مِثْلَ هَذِهِ عَلَى هَذَا فَتُحْرِقُكُمْ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک چوہیا آئی، اس نے چراغ کی بتی گھسیٹی اور اسے نبی اکرم ﷺ کے سامنے چٹائی پر ڈال دیا، جہاں آپ ﷺ تشریف فرما تھے، تو اس وجہ سے ایک درہم جتنی جگہ جل گئی، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم سونے لگو، تو چراغ بجھا دیا کرو، کیونکہ شیطان اس طرح کے جانوروں کی اس نوعیت کے کاموں کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور وہ چیزوں کو جلا دیتے ہیں۔

بَابٌ فِي قَتْلِ الْحَيَّاتِ

باب: سانپ کو مار دینا

5248 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا سَالَمْنَاهُنَّ مُنْذُ حَارَبْنَاهُنَّ وَمَنْ تَرَكَ شَيْئًا مِنْهُنَّ خِيفَةً، فَلَيْسَ مِنَّا

5246-إسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة، والزهري: هو محمد بن مسلم، وسالم: هو ابن عبد الله بن عمر. وأخرجه البخاري (6293)، ومسلم (2015)، وابن ماجه (3769)، والترمذي (1916) من طريق سفيان بن عيينة، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد "(4546).

5247-وأخرجه عبد بن حميد (591)، والبخاري في "الأدب المفرد "(1222)، والبزار في "مسنده "(4779)، وابن حبان (5519)، والحاكم في "المستدرك" 285 - 284 /4 من طرق عن عمرو بن حماد بن طلحة، بهذا الإسناد. وفي الباب ما يشهد له عن جابر في "مسند أحمد "(14228)، والبخاري في "صحيحه "(6295) وفي "الأدب المفرد "(1221)، ومسلم (2012).

5248-وأخرجه أحمد في "مسنده "(9588) و (10741)، والبزار (8372)، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار "(1338) و (2929).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''جب سے ہم نے ان کے ساتھ لڑائی شروع کی ہے، ہم نے انہیں سلامت نہیں رہنے دیا، جو شخص ڈر کی وجہ سے، ان میں سے کسی کو چھوڑ دے گا، وہ ہم میں سے نہیں''۔

5249 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ بَيَانٍ السُّكَّرِيُّ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ يُوسُفَ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ كُلَّهُنَّ فَمَنْ خَافَ ثَأْرَهُنَّ فَلَيْسَ مِنِّي

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''ہر طرح کے سانپوں کو مار دو، جو شخص ان کے بدلے سے ڈرے، وہ مجھ سے نہیں ہے''۔

5250 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ، يَرْفَعُ الْحَدِيثَ فِيمَا أُرَى إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَرَكَ الْحَيَّاتِ مَخَافَةَ طَلَبِهِنَّ، فَلَيْسَ مِنَّا مَا سَالَمْنَاهُنَّ مُنْذُ حَارَبْنَاهُنَّ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''جو شخص سانپوں کو صرف اس لیے چھوڑ دے کہ کہیں وہ ہمارے پیچھے نہ پڑ جائے، وہ ہم میں سے نہیں ہے، جب سے ہم نے ان کے ساتھ لڑائی کی ہے، ہم نے ان کے ساتھ صلح نہیں کی''۔

5251 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ مُوسَى الطَّحَّانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَابِطٍ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَنَّهُ قَالَ: لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا نُرِيدُ أَنْ نَكْنُسَ زَمْزَمَ وَإِنَّ فِيهَا مِنْ هَذِهِ الْجِنَّانِ - يَعْنِي الْحَيَّاتِ الصِّغَارَ - فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِهِنَّ

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: ہم زمزم کو صاف کرنا چاہتے ہیں، لیکن اس میں یہ چھوٹے چھوٹے سانپ ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مار دینے کا حکم دیا۔

5252 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ، وَذَا الطُّفْيَتَيْنِ وَالْأَبْتَرَ، فَإِنَّهُمَا يَلْتَمِسَانِ الْبَصَرَ وَيُسْقِطَانِ الْحَبَلَ قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَقْتُلُ كُلَّ حَيَّةٍ وَجَدَهَا فَأَبْصَرَهُ أَبُو لُبَابَةَ، أَوْ زَيْدُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ يُطَارِدُ حَيَّةً فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ نُهِيَ عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوتِ

سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تمام سانپوں کو مار دو اور دو دھاری اور دم کٹے ہوئے کو بھی مار دو، کیونکہ وہ نظر کو زائل کر دیتے ہیں اور حمل ضائع کر دیتے ہیں''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جو بھی سانپ ملتا تھا، وہ اسے مار دیتے تھے، ایک مرتبہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ یا حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا، وہ اس وقت ایک سانپ کا پیچھا کر رہے تھے، انہوں نے بتایا: گھر میں رہنے والے سانپوں کو مارنے سے منع کیا گیا ہے۔

5253 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِي لُبَابَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَى عَنْ قَتْلِ الْجِنَّانِ الَّتِي تَكُونُ فِي الْبُيُوتِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ ذَا الطُّفْيَتَيْنِ، وَالْأَبْتَرَ، فَإِنَّهُمَا يَخْطِفَانِ الْبَصَرَ، وَيَطْرَحَانِ مَا فِي بُطُونِ النِّسَاءِ

٭٭ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو مارنے سے منع کیا ہے، البتہ ان سانپوں کا حکم مختلف ہے، جو دو دھاری ہوتے ہیں، یا جن کی دم نہیں ہوتی، کیونکہ یہ نظر کو اُچک لیتے ہیں اور عورتوں کے پیٹ میں موجود (حمل کو) ضائع کر دیتے ہیں۔

5254 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ وَجَدَ بَعْدَ ذَلِكَ يَعْنِي بَعْدَ مَا حَدَّثَهُ أَبُو لُبَابَةَ حَيَّةً فِي دَارِهِ، فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ يَعْنِي إِلَى الْبَقِيعِ

٭٭ نافع بیان کرتے ہیں: اس کے بعد یعنی حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے انہیں یہ حدیث بیان کرنے کے بعد، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے گھر میں ایک سانپ دیکھا، تو اس کے بارے میں حکم دیا، تو اسے گھر سے باہر کی جانب نکال دیا گیا، یعنی کھلے میدان کی جانب نکال دیا گیا۔

5255 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ، عَنْ نَافِعٍ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ نَافِعٌ: ثُمَّ رَأَيْتُهَا بَعْدُ فِي بَيْتِهِ

٭٭ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، نافع بیان کرتے ہیں: میں نے ان کے گھر میں سانپ دیکھا۔

5256 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ انْطَلَقَ هُوَ وَصَاحِبٌ لَهُ إِلَى أَبِي سَعِيدٍ يَعُودَانِهِ، فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِ فَلَقِيَنَا صَاحِبٌ لَنَا وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْهِ، فَأَقْبَلْنَا نَحْنُ فَجَلَسْنَا فِي الْمَسْجِدِ فَجَاءَ فَأَخْبَرَنَا أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْهَوَامَّ مِنَ الْجِنِّ، فَمَنْ رَأَى فِي بَيْتِهِ شَيْئًا فَلْيُحَرِّجْ عَلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَإِنْ عَادَ فَلْيَقْتُلْهُ فَإِنَّهُ شَيْطَانٌ

٭٭ محمد بن ابویحییٰ بیان کرتے ہیں: میرے والد نے مجھے یہ بات بیان کی ہے: وہ اور ان کے ساتھی، حضرت ابوسعید

خدری رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم ان کے پاس سے نکلے، تو ہماری اپنے ایک ساتھی کے ساتھ ملاقات ہوئی، جو ان کے ہاں داخل ہونے لگا تھا، تو ہم آئے اور مسجد میں آ کر بیٹھ گئے، پھر وہ شخص آیا اور اس نے بتایا: اس نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''کچھ سانپ جن ہوتے ہیں، جو شخص اپنے گھر میں ان کو دیکھے، تو وہ تین مرتبہ ان کو تنبیہ کرے، اگر وہ پھر نظر آئے، تو اسے مار دے، کیونکہ وہ شیطان ہوگا''۔

5257 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ صَيْفِيٍّ أَبِي سَعِيدٍ، مَوْلَى الْأَنْصَارِ عَنْ أَبِي السَّائِبِ، قَالَ: أَتَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَهُ سَمِعْتُ تَحْتَ سَرِيرِهِ تَحْرِيكَ شَيْءٍ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا حَيَّةٌ، فَقُمْتُ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: مَا لَكَ؟ قُلْتُ: حَيَّةٌ هَاهُنَا، قَالَ: فَتُرِيدُ مَاذَا؟ قُلْتُ: أَقْتُلُهَا، فَأَشَارَ إِلَى بَيْتٍ فِي دَارِهِ تِلْقَاءَ بَيْتِهِ، فَقَالَ: إِنَّ ابْنَ عَمٍّ لِي كَانَ فِي هَذَا الْبَيْتِ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْأَحْزَابِ اسْتَأْذَنَ إِلَى أَهْلِهِ، وَكَانَ حَدِيثَ عَهْدٍ بِعُرْسٍ، فَأَذِنَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَهُ أَنْ يَذْهَبَ بِسِلَاحِهِ، فَأَتَى دَارَهُ فَوَجَدَ امْرَأَتَهُ قَائِمَةً عَلَى بَابِ الْبَيْتِ، فَأَشَارَ إِلَيْهَا بِالرُّمْحِ، فَقَالَتْ: لَا تَعْجَلْ حَتَّى تَنْظُرَ مَا أَخْرَجَنِي، فَدَخَلَ الْبَيْتَ فَإِذَا حَيَّةٌ مُنْكَرَةٌ فَطَعَنَهَا بِالرُّمْحِ ثُمَّ خَرَجَ بِهَا فِي الرُّمْحِ تَرْتَكِضُ، قَالَ: فَلَا أَدْرِي أَيُّهُمَا كَانَ أَسْرَعَ مَوْتًا الرَّجُلُ أَوِ الْحَيَّةُ، فَأَتَى قَوْمُهُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَرُدَّ صَاحِبَنَا، فَقَالَ: اسْتَغْفِرُوا لِصَاحِبِكُمْ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ أَسْلَمُوا بِالْمَدِينَةِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ أَحَدًا مِنْهُمْ فَحَذِّرُوهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ إِنْ بَدَا لَكُمْ بَعْدُ أَنْ تَقْتُلُوهُ فَاقْتُلُوهُ بَعْدَ الثَّلَاثِ

⊛⊛ ابوسائب بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اسی دوران میں نے ان کی چارپائی کے نیچے کسی چیز کے حرکت کرنے کی آواز سنی، میں نے جائزہ لیا، تو ان کی چارپائی کے نیچے سانپ تھا، میں اٹھا تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، تو میں نے کہا: یہاں سانپ موجود ہے، انہوں نے دریافت کیا: پھر تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: میں اسے مار دوں گا، تو انہوں نے اپنے محلے میں موجود ایک گھر کی طرف اشارہ کیا، جو ان کے گھر کے سامنے تھا، انہوں نے فرمایا: میرا ایک چچازاد اس گھر میں رہتا تھا، غزوہ احزاب کے موقع پر، اس نے اپنے گھر جانے کی

5257- حديث صحيح، وهذا إسناد قوي من أجل ابن عجلان -وهو محمد- لكنه متابع فيما سيأتي برقم (5259). يزيد: هو ابن خالد بن يزيد بن مَوْهَب الرملي، والليث: هو ابن سعد، وصيفي: هو ابن زياد الأنصاري مولاهم، وأبو السائب: هو عبد الله بن السائب الأنصاري. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (10740) من طريق شعيب بن الليث بن سعد عن أبيه بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (2236) والنسائي في "الكبرى" (15743) من طريق أسماء بن عبيد عن السائب -هكذا اسماه السائب- به. وأخرجه النسائي (10739) من طريق سفيان بن عيينة، عن ابن عجلان، عن سعيد المقبري، عن صيفي، به. فزاد سعيدا المقبري بين ابن عجلان وصيفي! ولم يتابعه أحد على ذلك. ولهذا وهمه الدارقطني في "العلل" 11/ 279.

اجازت مانگی، اس کی نئی شادی ہوئی تھی، نبی اکرم ﷺ نے اسے اجازت دیدی، آپ ﷺ نے اس ہدایت کی کہ وہ ہتھیار لے کر جائے، وہ گھر آیا، تو اس نے اپنی بیوی کو گھر کے دروازے پر کھڑا ہوا پایا، اس نے نیزے کی اَنی طرف سے اس عورت کی طرف اشارہ کیا، تو اس عورت نے کہا: آپ جلد بازی نہ کریں، جب تک آپ یہ دیکھ نہ لیں کہ میں دروازے سے باہر کیوں آئی ہوں؟ وہ گھر کے اندر داخل ہوا، تو وہاں گھر کے اندر ایک عجیب وغریب سانپ موجود تھا، اس نے اس سانپ کو نیزہ مارا اور پھر اس نیزے کو لے کر اس سانپ سمیت باہر آیا، وہ سانپ تڑپ رہا تھا، راوی کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ ان دونوں میں سے کون جلدی مرا، وہ آدمی یا وہ سانپ؟ اس کی قوم کے افراد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان لوگوں نے عرض کی: آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے ساتھی کو لوٹا دے (یعنی اسے دوبارہ زندہ کردے) تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے ساتھی کے بارے میں دعائے مغفرت کرو، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مدینہ منورہ میں کچھ جنات نے اسلام قبول کرلیا ہے، جب تم ان میں سے کسی کو دیکھو، تو تم ان کو تین مرتبہ تنبیہ کرو، پھر اگر وہ تمہارے سامنے آئے، تو تین مرتبہ تنبیہ کے بعد اسے ماردو، اگر تمہیں یہ مناسب لگے۔

5258 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ بِهَذَا الْحَدِيثِ مُخْتَصَرًا، قَالَ: فَلْيُؤْذِنْهُ ثَلَاثًا فَإِنْ بَدَا لَهُ بَعْدُ فَلْيَقْتُلْهُ فَإِنَّهُ شَيْطَانٌ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: اس کے بعد اگر اُسے مناسب لگے، تو اسے ماردے، کیونکہ وہ شیطان ہوگا۔

5259 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكٌ، عَنْ صَيْفِيٍّ مَوْلَى ابْنِ أَفْلَحَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو السَّائِبِ مَوْلَى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَأَتَمَّ مِنْهُ قَالَ: فَآذِنُوهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنْ بَدَا لَكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فَاقْتُلُوهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ

❁❁ ابوسائب بیان کرتے ہیں: وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، جو اس سے زیادہ مکمل ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

''تم تین دن تک اسے تنبیہ کرو، اس کے بعد اگر تمہیں مناسب لگے، تو اسے ماردو، کیونکہ وہ شیطان ہوگا''

5260 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ هَاشِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سُئِلَ عَنْ حَيَّاتِ الْبُيُوتِ، فَقَالَ: إِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهُنَّ شَيْئًا فِي مَسَاكِنِكُمْ، فَقُولُوا: أَنْشُدُكُنَّ الْعَهْدَ الَّذِي أَخَذَ عَلَيْكُنَّ نُوحٌ، أَنْشُدُكُنَّ الْعَهْدَ الَّذِي أَخَذَ عَلَيْكُنَّ سُلَيْمَانُ، أَنْ لَا تُؤْذُونَا فَإِنْ عُدْنَ فَاقْتُلُوهُنَّ

5258- حديث صحيح، وهذا إسناد قوى من أجل ابن عجلان - وهو محمد - لكنه قد توبع. مسدد: هو ابن مسرهد الأسدي، ويحيى: هو ابن سعيد القطان. وأخرجه مسلم (2236)، والنسائي في "الكبرى" (10741) من طريق يحيى بن سعيد القطان، بهذا الإسناد.

5259- إسناده صحيح. ابن وهب: هو عبد الله. وهو عند مالك في "الموطأ" 977 - 976 /2، ومن طريقه أخرجه مسلم (236ح 139)، والترمذي (1555)، والنسائي في "الكبرى" (8820) و(10742). وهو في "صحيح ابن حبان" (5637).

عبدالرحمان بن ابولیلیٰ، اپنے والد کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: گھروں سے نکل آنے والے سانپوں کے بارے میں اپنے گھر میں دیکھو، تو یہ کہو، میں تمہیں اس عہد کا واسطہ دیتا ہوں، جو حضرت نوح علیہ السلام نے تم سے لیا تھا، اور میں تمہیں اس عہد کا واسطہ دیتا ہوں، جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تم سے لیا تھا کہ تم ہمیں ایذا نہ پہنچانا، اگر وہ پھر سامنے آئیں، تو تم انہیں مار دینا۔

5261 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّهُ قَالَ: اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ كُلَّهَا، إِلَّا الْجَانَّ الْأَبْيَضَ، الَّذِي كَأَنَّهُ قَضِيبُ فِضَّةٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: فَقَالَ لِي إِنْسَانٌ الْجَانُّ لَا يَنْعَرِجُ فِي مِشْيَتِهِ، فَإِذَا كَانَ هَذَا صَحِيحًا كَانَتْ عَلَامَةً فِيهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہر قسم کے سانپ کو مار دیا کرو، سوائے ایسے سفید سانپ کے، جو چاندی کی چھڑی مانند ہو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے مجھے بتایا: سانپ اپنی چال میں نہیں کرتا، اگر یہ بات درست ہو، تو ان شاء اللہ یہ اس بارے میں نشانی ہوگی۔

بَابٌ فِي قَتْلِ الْأَوْزَاغِ

باب: چھپکلی کو مار دینا

5262 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَسَمَّاهُ فُوَيْسِقًا

عامر بن سعد اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

"نبی اکرم ﷺ نے چھپکلی کو مار دینے کا حکم دیا ہے اور اسے چھوٹے فاسق کا نام دیا ہے"

5263 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَتَلَ وَزَغَةً فِي أَوَّلِ ضَرْبَةٍ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً، وَمَنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّانِيَةِ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً، أَدْنَى مِنَ الْأُولَى، وَمَنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّالِثَةِ، فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً أَدْنَى مِنَ الثَّانِيَةِ

5262-إسناده صحيح. وهو عند عبد الرزاق في "مصنفه" (8390)، ومن طريقه أخرجه مسلم (2238). وهو في "مسند أحمد" (1523)، و"صحيح ابن حبان" (5635).

5263-إسناده صحيح. سهيل: هو ابن أبي صالح السمان. وقد ذكر الحافظ الذهبي هذا الحديث في "سير أعلام النبلاء 5/ 459"، وعدّه من غرائب سهيل. وأخرجه مسلم (2240) من طريق إسماعيل بن زكريا، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (2240)، وابن ماجه (3229)، والترمذي (1552)، من طرق عن سهيل بن أبي صالح، بهذا الإسناد. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح. وهو في "مسند أحمد" (8659).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص پہلی ضرب میں چھپکلی کو مار دے، اسے اتنا ثواب ملتا ہے، جو شخص اسے دوسری ضرب میں مار دے اسے اتنا اتنا ثواب ملتا ہے (یعنی پہلے سے کم ثواب ملتا ہے۔) اور جو تیسری ضرب میں مار دے، اسے اتنا اتنا ثواب ملتا ہے، یعنی یہ دو ضربوں میں بھی مارنے سے کم ہوتا ہے''

5264 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ سُهَيْلٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي أَوْ أُخْتِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: فِي أَوَّلِ ضَرْبَةٍ سَبْعِينَ حَسَنَةً

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''چھپکلی کو پہلی مرتبہ مارنے سے ستر نیکیاں ملتی ہیں''

بَابٌ فِي قَتْلِ الذَّرِّ

باب: چیونٹوں کو مار دینا

5265 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نَزَلَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ تَحْتَ شَجَرَةٍ، فَلَدَغَتْهُ نَمْلَةٌ، فَأَمَرَ بِجَهَازِهِ، فَأُخْرِجَ مِنْ تَحْتِهَا، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَأُحْرِقَتْ، فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ فَهَلَّا نَمْلَةً وَاحِدَةً

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ایک نبی نے ایک درخت کے نیچے پڑاؤ کیا، ایک چیونٹی نے انہیں کاٹ لیا ان کے حکم کے تحت ان کے نیچے سے چیونٹوں کا بل نکالا گیا اور پھر انہیں جلا دیا گیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی: تم نے صرف ایک ہی چیونٹی کو کیوں نہیں مارا''۔

5266 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ

5264-إسناده صحيح. وأخرجه مسلم (2240) عن محمد بن الصباح البزاز بهذا الإسناد.

5265-وأخرجه مسلم (2241)، والنسائي في "الكبرى" (8561) عن قتيبة بن سعيد بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (3319) من طريق مالك، والنسائي (8561) من طريق محمد ابن عجلان، كلاهما عن أبي الزناد به. وأخرجه مسلم (2241) من طريق همام بن منبه، والنسائي في "الكبرى" (2/ 4852) من طريق محمد بن سيرين، كلاهما عن أبي هريرة. وهو في "مسند أحمد" (8130) و (9801)، و"صحيح ابن حبان" (5647).

5266-إسناده صحيح. يونس: هو ابن يزيد الأيلي، وابن شهاب: هو محمد بن مسلم الزهري. وأخرجه البخاري (3019)، ومسلم (2241) وابن ماجه (3225) و (3225م)، والنسائي في "الكبرى" (4851) من طريق يونس بن يزيد، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (9229)، و"صحيح ابن حبان" (5614).

نَمْلَةٌ قَرَصَتْ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَأَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَأُحْرِقَتْ فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ أَفِي أَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ أَهْلَكْتَ أُمَّةً مِنَ الْأُمَمِ تُسَبِّحُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"ایک چیونٹی نے ایک نبی کو کاٹ لیا، تو انہوں نے چیونٹوں کی بستی کو جلا دینے کا حکم دے دیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی: کیا ایک چیونٹی کو تمہیں کاٹنے کے وجہ سے، تم نے پوری امت کو ہلاک کر دیا، جو تسبیح کرتی تھی"۔

5267 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ قَتْلِ أَرْبَعٍ مِنَ الدَّوَابِّ: النَّمْلَةُ، وَالنَّحْلَةُ، وَالْهُدْهُدُ، وَالصُّرَدُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے چار جانوروں کو مارنے سے منع کیا ہے، چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور صرد۔

5268 - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ ابْنِ سَعْدٍ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ الْحَسَنُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ فَرَأَيْنَا حُمَّرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ فَأَخَذْنَا فَرْخَيْهَا، فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ، فَجَعَلَتْ تُفَرِّشُ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَنْ فَجَعَ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا، رُدُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا وَرَأَى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا، فَقَالَ: مَنْ حَرَّقَ هٰذِهِ؟ قُلْنَا: نَحْنُ، قَالَ: إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ

عبدالرحمان بن عبداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے، آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے، ہم نے ایک چڑیا دیکھی، اس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے، ہم نے اس کے بچے پکڑ لیے، تو چڑیا اوپر گھومنے لگی، نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بچوں کے حوالے سے، اسے کس نے پریشان کیا ہے؟ تم اس کے بچے اسے واپس کر دو، پھر نبی اکرم ﷺ نے دیکھا کہ چیونٹوں کے ایک بل کو ہم نے آگ لگا دی ہے، تو آپ ﷺ نے دریافت کیا: اسے آگ کس نے لگائی ہے؟ ہم نے عرض کی: ہم نے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: آگ کے ذریعے عذاب دینا، صرف آگ کے پروردگار کے لیے مناسب ہے"۔

5267- وهو في "مصنف عبد الرزاق" (84105)، ومن طريقه أخرجه ابن ماجه (3224). وهو في "مسند أحمد" (3066)، و"صحيح ابن حبان" (5646).

بَابٌ فِي قَتْلِ الضِّفْدَعِ

باب: مینڈک کو مار دینا

5269 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ: أَنَّ طَبِيبًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ضِفْدَعٍ يَجْعَلُهَا فِي دَوَاءٍ فَنَهَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِهَا

عبدالرحمان بن عثمان بیان کرتے ہیں: ایک طبیب نے نبی اکرم ﷺ سے مینڈک کے بارے میں دریافت کیا: جسے وہ دوا میں شامل کرتا تھا، تو نبی اکرم ﷺ نے اسے مینڈک کو مارنے سے منع کیا۔

مینڈک اور شہد کی مکھی کو مارنے کی ممانعت

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ أَرْبَعَةٍ مِنَ الدَّوَابِّ النَّمْلَةِ وَالنَّحْلَةِ وَالْهُدْهُدِ وَالصُّرَدِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا چار طرح کے جانوروں کو مارنے سے منع کیا ہے۔ چیونٹی، شہد کی مکھی اور ہد ہد اور صرد۔

بَابٌ فِي الْخَذْفِ

باب: کنکری مارنا

5270 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ صُهْبَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَذْفِ قَالَ: إِنَّهُ لَا يَصِيدُ صَيْدًا، وَلَا يَنْكَأُ عَدُوًّا، وَإِنَّمَا يَفْقَأُ الْعَيْنَ، وَيَكْسِرُ السِّنَّ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کنکری مارنے سے منع کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے ذریعے کوئی شکار نہیں ہوتا، اور نہ ہی دشمن زخمی ہوتا ہے، یہ آنکھ پھوڑ دیتی ہے یا دانت توڑ دیتی ہے۔

وأخرجه البخاري (4841) و(6220)، ومسلم (1954)، وابن ماجه (3227) من طرق عن شعبة، بهذا الإسناد.
5270- إسناده صحيح. وأخرجه البخاري (5479)، ومسلم (1954)، والنسائي في "الكبرى"
ولفظ البخاري في الموضع الأول مختصر بالنهي عن الخذف.
(6990) من طريق عبد الله بن بريدة، ومسلم (1954)، وابن ماجه (17) و(3226) من طريق سعيد بن جبير، كلاهما عن عبد الله بن مغفل،
به. ولفظ النسائي مختصر بالنهي عن الخذف. وهو في "مسند أحمد" (16194) و(20540)، و"صحيح ابن حبان" (5949).

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخِتَانِ

باب: ختنہ کرنے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

5271- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيُّ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ الْأَشْجَعِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ، قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ الْكُوفِيُّ: عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ، أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تَخْتِنُ بِالْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُنْهِكِي فَإِنَّ ذٰلِكَ أَحْظَى لِلْمَرْأَةِ، وَأَحَبُّ إِلَى الْبَعْلِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رُوِيَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، بِمَعْنَاهُ وَإِسْنَادِهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ وَقَدْ رُوِيَ مُرْسَلًا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَمُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ مَجْهُولٌ وَهٰذَا الْحَدِيثُ ضَعِيفٌ

سیدہ ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مدینہ منورہ میں ایک خاتون ختنے کیا کرتی تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ختنہ گہرا نہ کیا کرو، کیونکہ اس سے عورت کو زیادہ لذت ملتی ہے اور شوہر کو بھی یہ زیادہ اچھا لگتا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ قوی نہیں ہے، یہ روایت مرسل روایت کے طور پر نقل کی گئی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: محمد بن حسان نامی راوی مجہول ہے اور یہ روایت ضعیف ہے۔

ختنہ سے متعلق شرعی احکام کا بیان

ختنہ سنت ہے اور یہ شعار اسلام میں ہے کہ مسلم و غیر مسلم میں اس سے امتیاز ہوتا ہے اسی لئے عرف عام میں اس کو مسلمانی بھی کہتے ہیں صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے بعد ختنہ کیا اس وقت ان کی عمر شریف اسی برس کی تھی۔ ختنہ کی مدت سات سال سے بارہ سال کی عمر تک ہے اور بعض علماء نے یہ فرمایا کہ ولادت سے ساتویں دن کے بعد ختنہ کرنا جائز ہے۔ لڑکے کے ختنہ کرائی گئی مگر پوری کھال نہیں کٹی اگر نصف سے زائد کٹی ہے تو ختنہ ہوگئی باقی کو کاٹنا ضروری نہیں اور نصف یا نصف سے زائد باقی رہ گئی تو نہیں ہوئی یعنی پھر سے ہونی چاہیے۔ (عالمگیری)

بچہ پیدا ہی ایسا ہوا کہ ختنہ میں جو کھال کاٹی جاتی ہے وہ اس میں نہیں ہے تو ختنہ کی حاجت نہیں اور اگر کچھ کھال ہے جس کو کھینچا جا سکتا ہے مگر اسے بہت تکلیف ہوگی اور حشفہ (سپاری) ظاہر ہے تو حجاموں کو دکھایا جائے اگر وہ کہہ دیں کہ نہیں ہوسکتی تو چھوڑ دیا جائے بچہ کو خواہ مخواہ تکلیف نہ دی جائے۔ سنا جاتا ہے کہ جس بچہ میں پیدائشی ختنہ کی کھال نہیں ہوتی اس کے باپ وغیرہ اولیاء اس رسم کی وا کے لئے اعزہ، قربا کو بلاتے ہیں اور ختنہ کے قائم مقام پان کی گلوری کاٹی جاتی ہے گویا اس سے ختنہ کی رسم ادا کی گئی۔ یہ ایک لغو حرکت ہے جس کا کچھ محصل و فائدہ نہیں۔ بوڑھا آدمی مشرف باسلام ہوا جس میں ختنہ کرانے کی طاقت نہیں تو ختنہ کرنے کی حاجت نہیں۔ بالغ شخص مشرف باسلام ہوا اگر وہ خود ہی اپنی مسلمانی کرسکتا ہے تو اپنے ہاتھ سے کرلے ورنہ نہیں ہاں اگر ممکن ہو کہ کوئی عورت جو ختنہ کرنا جانتی ہو اس سے نکاح کرے تو نکاح کرکے اس سے ختنہ کرالے۔ (عالمگیری)

ختنہ ہو چکی ہے مگر وہ کھال پھر بڑھ گئی اور حشفہ کو چھپالیا تو دوبارہ ختنہ کی جائے اور اتنی زیادہ نہ بڑھی ہو تو نہیں۔ ختنہ کرانا باپ کا
کام ہے وہ نہ ہو تو اس کا وصی اس کے بعد دادا پھر اس کے وصی کا مرتبہ ہے۔ ماموں اور چچا یا ان کے وصی کا یہ کام نہیں ہاں اگر بچہ ان
کی تربیت وعیال میں ہو تو کر سکتے ہیں۔

عورتوں کے کان چھدوانے میں حرج نہیں اور لڑکیوں کے کان چھدوانے میں بھی حرج نہیں۔ اس لئے کہ زمانہ رسالت میں
کان چھدتے تھے اور اس پر انکار نہیں ہوا۔ (عالمگیری) بلکہ کان چھدوانے کا سلسلہ اب تک برابر جاری ہے صرف بعض لوگوں نے
نصرانی عورتوں کی تقلید میں موقوف کر دیا جن کا کوئی اعتبار نہیں۔ انسان کو خصی کرنا حرام ہے اسی طرح ہیجڑا کرنا بھی۔ گھوڑے کو خصی
کرنے میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ جائز ہے دوسرے جانوروں کو خصی کرنے میں اگر فائدہ ہو مثلاً اس کا گوشت اچھا ہو گا یا خصی نہ
کرنے میں شرارت کرے گا۔ لوگوں کو ایذا پہنچائے گا انہیں مصالح کی بنا پر بکرے اور بیل وغیرہ کو خصی کیا جاتا ہے یہ جائز ہے اور اگر
منفعت یا دفع ضرر دونوں باتیں نہ ہوں تو خصی کرنا حرام ہے۔ (ہدایہ، عالمگیری)

جس غلام کو خصی کیا گیا ہو اس سے خدمت لینا ممنوع ہے جیسا کہ امراؤ سلاطین کے یہاں اس قسم کے لوگوں سے خدمت لی
جاتی ہے جن کو خواجہ سرا کہتے ہیں ان سے خدمت لینے میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ دوسرے لوگ اس کی وجہ سے خصی کرنے کی جرات
کرتے ہیں اور اس حرام فعل کا ارتکاب کرتے ہیں اور اگر ایسے غلام سے کام ہی نہ لیا جائے تو خصی کا سلسلہ ہی منقطع ہو جائے
گا۔ گھوڑی کو گدھے سے گابھن کرنا جس سے خچر پیدا ہوتا ہے اس میں حرج نہیں حدیث صحیح میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی سواری کا
جانور بغلہ بیضا تھا اور اگر یہ فعل ناجائز ہوتا تو حضور ایسے جانور کو اپنی سواری میں نہ رکھتے۔ (ہدایہ)

بَابٌ فِي مَشْيِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الطَّرِيقِ

باب: عورتوں کا مردوں کے ساتھ راستے میں چلنا

5272 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي الْيَمَانِ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَبِي عَمْرِو بْنِ حِمَاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: وَهُوَ خَارِجٌ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاخْتَلَطَ الرِّجَالُ مَعَ النِّسَاءِ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلنِّسَاءِ: اسْتَأْخِرْنَ، فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيقَ عَلَيْكُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِيقِ فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تَلْتَصِقُ بِالْجِدَارِ حَتَّى إِنَّ ثَوْبَهَا لَيَتَعَلَّقُ بِالْجِدَارِ مِنْ لُصُوقِهَا بِهِ

5272- إسناده ضعيف لجهالة شداد بن أبي عمرو وأبي اليمان -وهو كثير الرحال -. وأخرجه يعقوب بن سفيان الفسوي في "المعرفة والتاريخ" 1/ 344، والشاشي في "مسنده" (1515)، والطبراني 19/ (580)، والبيهقي في "شعب الإيمان" (7822) من طريق عبد العزيز بن محمد، بهذا الإسناد. ابن مسلمة محمد بن عثمان. وأخرجه الطبراني في "الأوسط" (13018)، والدولابي في "الكنى" 1/ 45، والبيهقي في "شعب الإيمان" (7821) من طريق الحارث بن الحكم، عن أبي عمرو ابن حماس مرسلاً بلفظ: "ليس للنساء سراة الطريق". ووقع عند الطبراني أن له صحبة، لكن في إسناده عند الطبراني إسحاق بن محمد المسيبي، وهو ضعيف الحديث. وهذا المرسل يعل الموصول، فهذه علة ثانية للخبر. وله شاهد من حديث أبي هريرة عند ابن حبان (5601)، وابن عدي 4/ 1321، والبيهقي في "شعب الإيمان" (7823)

حمزہ بن ابواسید انصاری اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو سنا: آپ اس وقت مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے اور راستے میں مرد اور عورتیں ایک ساتھ جا رہے تھے، نبی اکرم ﷺ نے خواتین سے فرمایا: تم پیچھے رہو، تمہارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ تم راستے کے درمیان میں چلو، بلکہ راستے کے اطراف میں چلا کرو، تو خاتون دیوار کے ساتھ مل کر چلا کرتی تھی، یہاں تک کہ اس کا کپڑا بعض اوقات دیوار کے ساتھ اٹک جاتا تھا، یعنی وہ دیوار کے بالکل ساتھ ملی ہوئی ہوتی تھی۔

5273 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي صَالِحٍ الْمَدَنِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَهَى أَنْ يَمْشِيَ يَعْنِي الرَّجُلَ بَيْنَ الْمَرْأَتَيْنِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اس بات سے منع کیا ہے کہ کوئی مرد دو عورتوں کے درمیان چلے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَسُبُّ الدَّهْرَ

باب: آدمی کا زمانے کو برا کہنا

5274 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ، وَأَنَا الدَّهْرُ، بِيَدِي الْأَمْرُ، أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ

قَالَ ابْنُ السَّرْحِ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، مَكَانَ سَعِيدٍ وَاللهُ أَعْلَمُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم مجھے ایذا دیتا ہے، جب وہ زمانے کو برا کہتا ہے، حالانکہ میں زمانہ ہوں۔ زمانہ میرے دستِ قدرت میں ہے، میں رات اور دن کو پیدا کرتا ہوں''۔

ابن سرح نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ابن مسیب سے منقول ہے۔ ابن سرح نے ''سعید'' کی جگہ ''ابن مسیب'' نقل کیا ہے۔ باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ (سورۃ الجاثیۃ: 24:45)

5273- وأخرجه البخاري في "التاريخ الكبير" 3/ 234، والعقيلي في "الضعفاء" 2/ 33، وابن عدي 3/ 955، والحاكم في "المستدرك" 4/ 280، والبيهقي في "شعب الإيمان" (5446) و (5447) من طرق عن سلم بن قتيبة، بهذا الإسناد.

5274- وأخرجه البخاري (4826) و (7491)، ومسلم (2246)، والنسائي في "الكبرى" (11423) من طرق عن سفيان، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (2246) من طريق معمر، عن الزهري، به. وأخرجه البخاري (6181)، ومسلم (2246)، والنسائي في "الكبرى" (11422) من طرق عن أبي هريرة. وأخرج البخاري (6182)، ومسلم (2246) و (2247)، والنسائي (11423)

"اور وہ کہتے ہیں ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی ہے۔ ہم یہاں مرتے اور جیتے ہیں اور زمانہ ہی ہمیں مار دیتا ہے۔ انہیں حقیقت کا کچھ علم نہیں۔ اور وہ محض گمان سے کام لیتے ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

(يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ. أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ)

(صحیح البخاری، التفسیر، سورۃ حم الجاثیۃ، باب وما یھلکنا الا الدھر، ح:4826 وصحیح مسلم، الالفاظ من الادب وغیرھا، باب النھی عن سب الدھر، ح:2246)

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ابن آدم زمانے کو گالیاں دے کر (برا بھلا کہہ کر) مجھے ایذا پہنچاتا ہے کیونکہ (درحقیقت) میں ہی زمانہ (کا خالق اور مالک) ہوں۔ دن اور رات کو میں ہی تبدیل کرتا ہوں۔"

اور ایک روایت میں ہے:

(لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ، فَإِنَّ اللهَ هُوَ الدَّهْرُ) (صحیح مسلم، الالفاظ من الادب، باب النھی عن سب الدھر، ح:2246)

"زمانہ کو گالی مت دو (برا بھلا مت کہو) کیونکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہے۔"

1) ان احادیث میں زمانے کو گالی دینے اور برا بھلا کہنے کی ممانعت ہے۔

2) رسول اللہ ﷺ نے زمانے کو برا بھلا کہنا، اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانے کے مترادف قرار دیا ہے۔

3) "فَإِنَّ اللهَ هُوَ الدَّهْرُ" درحقیقت اللہ ہی زمانہ ہے۔ یہ جملہ از حد قابل توجہ ہے۔

4) انسان کو سب وشتم سے ہمیشہ اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ بسا اوقات لاشعوری طور پر انسان سب وشتم کا مرتکب ہو جاتا ہے اگرچہ وہ اس کا ارادہ نہ بھی کرے۔

(1) زمانے کو گالی دینا یا برا بھلا کہنا ہرگز جائز نہیں۔ یہ بات توحید کے منافی ہے۔ اس لیے اس سے احتراز ضروری ہے۔ جہلاء کی عادت ہے کہ جب کوئی کام ان کی مرضی کے خلاف ہو تو زمانے کو برا بھلا کہنے یا گالیاں دینے لگتے ہیں اور اس دن، ماہ یا سال کو لعنتی قرار دے کر شر یا برائی کی نسبت زمانہ کی طرف کرتے ہیں کہ زمانہ بڑا خراب ہے، بڑا خراب زمانہ آگیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ زمانہ تو کوئی کام ہی نہیں کرتا۔ زمانے میں حقیقی متصرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اس کا خالق بھی وہی ہے لہٰذا زمانے کو برا بھلا کہنا اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانے کے مترادف ہے۔ البتہ اگر یوں کہا جائے کہ یہ سال بڑے سخت ہیں، یہ دن بڑے سیاہ ہیں، یہ مہینے بڑے منحوس ہیں تو اس قسم کے الفاظ پر کوئی مواخذہ نہیں کیونکہ ان سے متکلم کی مراد یہ ہوتی ہے کہ میرے لیے یہ سال بڑے سخت، یہ مہینے بڑے منحوس (نامبارک) یا یہ دن بڑے سیاہ ہیں۔ اس سے وہ زمانے کو برا نہیں کہتا بلکہ اپنے حالات بیان کر رہا ہوتا ہے۔ اس لیے یہ الفاظ مذموم نہیں۔

(2) حالات وواقعات کی نسبت زمانہ کی طرف کرنا مشرکین کا طریقہ ہے۔ جبکہ اہل توحید تمام امور کی نسبت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف کرتے ہیں۔

(3) اس کا مطلب یہ نہیں کہ "الدہر" (زمانہ) اللہ تعالیٰ کا نام ہے بلکہ اس سے بتلانا یہ مقصود ہے کہ زمانہ از خود نہ تو کسی چیز کا مالک ہے اور نہ کچھ کرتا یا کرسکتا ہے بلکہ زمانے میں حقیقی مصرف اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا زمانے کو برا بھلا کہنا، اس میں تصرف کرنے والے اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنے کے مترادف ہے۔

بعض الفاظ غلط ہونے کے باوجود اس قدر عام ہو جاتے ہیں کہ ان کی غلطی کا احساس کم ہی لوگوں کو ہوتا ہے مثلاً کسی کا شکریہ ادا کرنے کیلئے اکثر لوگ یہ کہہ دیتے ہیں "میں آپ کا مشکور ہوں" حالانکہ مشکور وہ شخص ہوتا ہے جس کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے، ایسے الفاظ میں شرعاً چونکہ کوئی قباحت نہیں ہوتی لہٰذا لغت کے اعتبار سے غلط ہونے کے باوجود کسی گناہ کا باعث نہیں بنتے لیکن بعض الفاظ یا فقرات لغت اور مفہوم و معانی کے اعتبار سے درست ہونے کے باوجود شرعاً درست نہیں ہوتے اور ان کا استعمال گناہ کا باعث بنتا ہے مثلاً

کسی غیر متوقع یا افسوسناک حادثہ کے موقع پر یہ کہا جاتا ہے "زمانے نے ستم یہ کیا" یا "بے رحم زمانے کو ترس نہ آیا"۔ یا "ظالم زمانہ کیا جانے؟" یا "وقت کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو" بعض اوقات کسی انتہائی قریبی عزیز کی وفات پر اس دن، مہینے یا سال کو بے رحم، ظالم یا ستم گر کہہ دیا جاتا ہے۔ اس قسم کے فقرات استعمال کرنے سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ابن آدم مجھے تکلیف دیتا ہے زمانے کو برا کہتا ہے حالانکہ زمانہ تو میں خود ہوں رات اور دن کا الٹ پھیر میں کرتا ہوں" دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ابن آدم یہ کہہ کر مجھے اذیت پہنچاتا ہے ہائے کم بخت زمانہ لہٰذا تم میں سے کوئی بھی یوں ہرگز نہ کہے ہائے کم بخت زمانہ کیونکہ زمانہ تو میں خود ہوں میں ہی زمانے کے دن رات کا الٹ پھیر کرتا ہوں اور جب چاہوں گا دن رات کا الٹ پھیر ختم کر دوں گا"۔ یہ دونوں حدیثیں مسلم شریف کی کتاب میں ہیں جن کا مفہوم بالکل صاف اور واضح ہے۔ زمانہ، وقت، سال، مہینہ، ہفتہ، اور دن یہ سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾

"جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس دن سے کتاب اللہ کی رو سے اللہ کے ہاں مہینوں کی تعداد بارہ ہی ہے جن میں سے چار مہینے مروت والے ہیں۔" (سورت توبہ: ۳۶)

ان مہینوں میں یا وقت میں پیش آنے والے واقعات بھی اللہ تعالیٰ کے امر سے ہی پیش آتے ہیں جس کا قرآن مجید میں مختلف انداز میں مختلف جگہ پر ذکر کیا گیا ہے:

﴿لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا﴾

"یعنی ہم پر کوئی مصیبت نہیں آتی مگر وہ جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے۔" (سورت توبہ: ۵۱)

﴿تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾

"یہ تو زمانہ کے نشیب و فراز ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔" (سورت آل عمران: ۱۴۰)

جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی ناگوار یا افسوسناک حادثہ کی وجہ سے زمانے کو وقت کو یا ماہ و سال کو ظالم، بے رحم یا ستم گر وغیرہ کہنا جائز نہیں۔ بعض اوقات ناگوار حادثات کے موقع پر ایسے فقرات بھی استعمال کئے جاتے ہیں جن کا تعلق زمانے سے تو نہیں ہوتا لیکن ان میں بھی کسی نہ کسی طرح اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی کا پہلو نکلتا ہے مثلاً "تقدیر نے ستم یہ کیا۔۔" حالانکہ تقدیر کا خالق تو خود اللہ تعالیٰ ہے اور اچھی یا بری تقدیر پر ایمان لانا ارکان ایمان میں شامل ہے لہٰذا ایسا کہنا بھی جائز نہیں۔ اس طرح بعض اوقات کہا جاتا ہے "قدرت کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو۔۔" قدرت سے مراد اللہ تعالیٰ کی طاقت اور شان ہے اسی لئے بعض اوقات یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے لہٰذا ایسا کہنا بھی جائز نہیں۔ بعض لوگ کائنات میں مامور من اللہ اشیاء کو برا بھلا کہتے ہیں مثلاً

"سمندر کی بے رحم لہروں نے اسے نگل لیا" یا "ظالم سورج آگ برسا رہا تھا" سورج کا طلوع و غروب ہونا یا گرمی روشنی دینا یا سمندروں کی لہروں کا اتار چڑھاو یا مد و جزر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے امر سے ہے سورج، چاند، ستارے، آسمان، زمین، پہاڑ، سمندر، ہوا، آگ وغیرہ یہ سب مامور من اللہ ہیں ان کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرنا جائز نہیں۔ ہوا کے بارے میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح الفاظ موجود ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے "ہوا کو برا مت کہو جب ہوا کے متعلق کوئی ناگوار چیز دیکھو (یعنی آندھی یا طوفان وغیرہ) تو یوں کہو یا اللہ! ہم آپ سے اس ہوا کی بھلائی طلب کرتے ہیں اور جو کچھ اس میں (پوشیدہ) ہے اس کی بھلائی طلب کرتے ہیں اور جس کام کے لئے وہ مامور کی گئی ہے اس کی بھلائی طلب کرتے ہیں نیز اس ہوا کے شر سے پناہ طلب کرتے ہیں اور اس ہوا میں جو شر (پوشیدہ) ہے اس سے بھی پناہ طلب کرتے ہیں اور جس کام پر یہ ہوا مامور کی گئی اس کے شر سے بھی پناہ طلب کرتے ہیں۔" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کا سلسلہ میں ایک واقعہ بھی ہے کہ ایک شخص کی چادر ہوا سے اڑ گئی تو اس نے ہوا پر لعنت ڈالی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا "ہوا پر لعنت نہ کر کیونکہ یہ تو مامور من اللہ ہے۔" (ابوداؤد)۔ پس ہوا کی طرح باقی تمام مامور من اللہ اشیاء کو بھی برا کہنا یا گالی دینا یا ان پر لعن طعن کرنا جائز نہیں۔

ایک حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار کو برا کہنے سے بھی منع فرمایا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے "بخار کو گالی نہ دو، کیونکہ یہ بنی آدم (مومن) کے گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کو گند سے پاک صاف کر دیتی ہے۔" (مسلم)

بخار کی طرح دیگر بیماریوں کو بھی برا کہنا جائز نہیں کیونکہ وہ بھی انسانوں کے گناہوں کا کفارہ بنتی ہیں بشرطیکہ ان بیماریوں پر صبر کیا جائے۔ پس ناگوار حادثات، اعزہ و اقارب کی وفات، بیماریوں اور مامور من اللہ اشیاء کے بارے میں ہمیں اپنی زبان سے کوئی ایسا کلمہ یا فقرہ نہیں نکالنا چاہیئے جس سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی ہوتی ہو یا رسول اللہ! کے حکم کی نافرمانی ہوتی ہو بلکہ ایسے مواقع پر ان ادعیہ واذکار کا اہتمام کرنا چاہیئے جن کی تعلیم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے جیسا کہ گزشتہ سطور میں ناگوار ہوا کے چلنے پر دعا مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ وصلی اللہ علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ **من عرف نفسه فقد عرف ربه** کی شرح میں فرماتے ہیں:

اے انسان! تجھ سے قریب ترین اگر کوئی چیز ہے تو تیری اپنی ہی ذات ہے اس لیے اگر تو اپنے آپ کو نہیں پہچانتا تو کسی دوسرے کو کیوں کر پہچان سکے گا؟ فقط یہ جان لینا کہ یہ میرے ہاتھ ہیں یہ میرے پاؤں ہیں، یہ میری ہڈیاں ہیں اور یہ میرا جسم ہے۔ اپنی ذات کی شناخت تو نہیں ہے۔ اتنی شناخت تو اپنے لیے دیگر جانور بھی رکھتے ہیں۔ یا فقط یہ جان لینا کہ بھوک لگے تو کچھ کھا لینا چاہیئے غصہ آجائے تو جھگڑا کر لینا چاہیئے۔ شہوت کا غلبہ ہو جائے تو جماع کر لینا چاہیئے یہ تمام باتیں تو جانوروں میں بھی تیرے برابر ہیں پھر تو ان سے اشرف و افضل کیوں کر ہوا؟ تیری اپنی ذات کی معرفت و پہچان کا تقاضا یہ ہے کہ تو جانے کہ تو خود کیا ہے؟ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائے گا؟ اور جو تو آیا ہے تو کس کام کے لئے آیا ہے؟ تجھے پیدا کیا گیا ہے تو کس غرض کے لئے پیدا کیا گیا؟ تیری نیک بختی و سعادت کیا ہے؟ اور کس چیز میں ہے؟ تیری بدبختی و شقاوت کیا ہے اور کس چیز میں ہے؟ اور یہ صفات جو تیرے اندر جمع کر دی گئی ہیں اور ان میں سے بعض صفات حیوانی ہیں۔ بعض وحشی درندوں کی، بعض شیطانی بعض جناتی اور بعض

ملکوتی ہیں۔ تو ذرا غور تو کر کہ تو ان میں سے کون سی صفات کا حامل ہے؟ تو ان میں سے کون ہے؟ تیری حقیقت ان میں سے کس کے قریب تر ہے؟ اور وہ کون کون سی صفات ہیں جن کی حیثیت تیرے باطن میں غریب و اجنبی اور عارضی ہے؟ جب تک تو ان حقائق کو نہیں پہچانے گا اپنی ذات کی شناخت سے محروم رہے گا۔ اور اپنی نیک بختی و سعادت کا طلب گار نہیں بنے گا کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی غذا علیحدہ علیحدہ ہے اور سعادت بھی الگ الگ ہے۔ چوپایوں کی غذا اور سعادت یہ ہے کہ کھائیں پئیں سوئیں اور مجامعت میں مشغول رہیں۔ اگر تو بھی یہی کچھ ہے تو دن رات اسی کوشش میں لگا رہ کہ تیرا پیٹ بھرتا رہے اور تیری شہوت کی تسکین ہوتی رہے۔ درندوں کی غذا اور سعادت لڑنے بھڑنے مرنے مارنے اور غیظ و غضب میں ہے۔ شیطانوں کی غذا اور سعادت شر انگیزی اور مکر و حیلہ سازی میں ہے اگر تو ان میں سے ہے تو ان ہی جیسے مشاغل اختیار کر لے تا کہ تو اپنی مطلوبہ راحت و نیک بختی حاصل کر لے۔ فرشتوں کی غذا اور سعادت ذکر و تسبیح و طواف میں ہے جب کہ انسان کی غذا اور سعادت قرب الٰہی میں اللہ تعالیٰ کے انوار جمال کا مشاہدہ ہے۔ اگر تو انسان ہے تو کوشش کر کہ تو ذات باری تعالیٰ کو پہچان سکے اور اس کے انوار و جمال کا مشاہدہ کر سکے اور اپنے آپ کو غصہ اور شہوت کے ہاتھ سے رہائی دلا سکے اور تو طلب کرے تو اس ذات یکتا کو کرے تا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ تیرے اندر ان حیوانی و بہیمی صفات کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ اور تجھ پر یہ حقیقت بھی منکشف ہو جائے کہ پیدا کرنے والے نے ان صفات کو تیرے اندر جو پیدا کیا ہے تو کیا اس لیے کہ وہ تجھے اپنا اسیر بنا لیں اور تجھ پر غلبہ حاصل کر کے خود فاتح بن جائیں؟ یا اس لیے کہ تو ان کو اپنا اسیر و مسخر بنا لے اور خود ان پر غالب آجائے اور اپنے ان اسیروں اور مفتوحین میں سے کسی کو اپنے سفر کا گھوڑا بنا لے اور کسی کو اپنا اسلحہ بنا لے تا کہ یہ چند دن جو تجھے اس منزل گاہ فانی میں گزارنا ہیں۔ ان میں سے اپنے ان غلاموں سے کام لے کر اپنی سعادت کا بیج حاصل کر سکے اور جب سعادت کا بیج تیرے ہاتھ آجائے تو تو ان کو اپنے پاؤں تلے روندتا ہوا اپنی اس قرار گاہ سعادت میں داخل ہو سکے جسے خواص کی زبان میں "حضور حق" کہا جاتا ہے۔ یہ تمام باتیں تیرے جاننے کی ہیں۔ جس نے ان کو نہ جانا وہ راہ دین سے دور رہا اور لامحالہ دین کی حقیقت سے حجاب میں رہا۔ (کیمیائے سعادت)

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اے طالب تو پہچان اپنی ذات کو اور کون ہے تو اور کیا ہے حقیقت تیری اور کیا ہے تیری نسبت حق تعالیٰ کی طرف اور کس وجہ سے تو حق ہے اور کس وجہ سے تو عالم (جہان) ہے۔ (شرح فصوص الحکم والایقان)

شرح سنن ابوداؤد جلد ہشتم کے اختتامی کلمات دعا

الحمد للہ! شرح سنن ابوداؤد کی یہ جلد مکمل ہو چکی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری غلطیوں و کوتاہیوں کو معاف کر دے اور میں یہ بھی دعا کرتا ہوں۔ اے اللہ! میرے دین کو سنوار دے جو کہ میری آخرت کے کام کا حافظ اور نگہبان ہے اور میری دنیا کو سنوار دے کہ جس میں میری روزی اور زندگی ہے۔ اور میری آخرت کو سنوار دے کہ جس میں میری واپسی ہے۔ اور میری زندگی کو میرے لئے ہر بھلائی میں زیادتی اور میری موت کو ہر شر سے میری راحت کا سبب بنا دے۔ یا اللہ مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع نصیب فرما اور مجھ پر باطل واضح فرما اور مجھے باطل سے بچنے کی توفیق عطاء فرما دے۔ یا اللہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے مجھے حق و ایمان پر استقامت نصیب فرما۔ اور دنیا میں آنے فتنوں سے مجھے اور تمام مسلمانوں کو محفوظ فرما۔ آمین۔

محمد لیاقت علی عفی عنہ